

ابَدًا عَلٰی اَفْقَانِ عَلٰی سَلَامٍ

غوث الثقلین محبوب سبحانی قطب ربانی
حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ
فی مشہور زمانہ تصنیف

الغنیۃ لطالب طریق الحق

مشہور ربہ

غنیۃ الطالبین

اردو
ترجمہ

جس میں اندازِ بیباں کا لطف اور سلاستِ زبان کا کیف ہر ہر سطح میں موجود ہے
بہ تبویب و ترتیب خاص

انرا

ادیب شہیر حضرت شمس صدیقی بریلوی جنس مشرقیات

(سابق صدر شعبۂ فاضل دارالعلوم منظر اسلام بریلی)

ارشاد برادر

۱۵۶۱-سیکنڈ فلور، گلی کوتاہ۔ سوئیوالان۔ نئی دہلی ۲

مجلہ حقوق ترجمہ بحوزہ ناشر محفوظ ہے

کتاب _____ غنیۃ الطالبین

تصنیف _____ محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

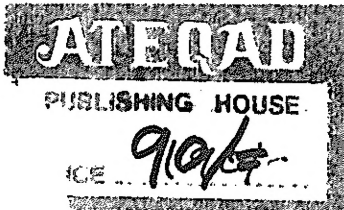
مترجم _____ ادیب شہیر شمس بریلوی

طابع _____

ناشر _____ ارشد فاخر دہلوی

تعداد طباعت _____ ایک ہزار

صفحات _____ سات سو



قیمت مجلد سنہری ڈائی آفسٹ کاغذ _____

۱۵۶۱- سیکنڈ فلور، گلی کوتانہ
سوئیوالان، نئی دہلی ۱۱

ارشاد پبلشرز

صحیح بخاری شریف ترجمہ علی

(عربی اردو مکمل)

جمع و تہہ۔ امام الحدیث ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ یوں تو بخاری شریف کسی تعارف کی محتاج نہیں کیونکہ قرآن پاک کے بعد جس کتاب کو صحت کا درجہ حاصل ہے وہ نادر المثال کتاب بخاری شریف ہی ہے، اس میں سات ہزار سے زائد احادیث نبویؐ جو کہ مستند ترین احادیث ہیں جمع کی گئی ہیں۔

قابل غور بات یہ ہے کہ یہ کتاب ہندوستان میں پہلی بار عربی متن کے ساتھ اردو ترجمہ میں کسی طباعت مغربین ہو کر منظر عام پر آئی ہے جو کہ نہایت عمدہ کتابت، سفید گلیز کاغذ، نفیس طباعت اور سرے رنگے عمدہ خوبصورت ریگزین گور کے ساتھ تین جلدوں میں مکمل ہے۔

سائز :- (۲۰ × ۳۰) طول ۱۰ + عرض ۷

صفحات :- (۲۸۷۰) دو ہزار آٹھ سو ستر

بدیہ :- مکمل تینوں جلدیں ۱- روپے علاؤ محصول داک

ارشاد برادر اس کو چہ چیلان - نئی دہلی ۱

نام کتاب — علامہ ابن کثیر کی بلند پایہ تفسیر قرآن کا مکمل ترجمہ
تفسیر ابن کثیر اردو

مولانا عبدالرشید نعمانی

تاسرے منٹ اشاعت — جنوری ۱۹۸۶ء
پہلی بار تعداد — صرف پانچ سو
باہتمام — ارشد فاخر صدیقی

کلاسیکل پرنٹرز دہلی

عرض نامہ

تفسیر ابن کثیر ایک نہایت اہم کتاب ہے اور اس کے بے شمار ایڈیشن لیتھو پرچھپ کر بڑی ہو چکے ہیں۔ لیتھو پرچھپتے ہوئے ایک زمانہ گزر گیا اور اس کی چھپائی خراب ہوتی گئی اور بعض صفحات پر چھپائی صاف نہ رہی اور لوگوں نے اس چھپائی کو ناپسند کرنا شروع کر دیا۔ اس لئے بہت سے حضرات نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس کتاب کو فوٹو آفسٹ پر چھپا جائے جو کتاب کی شایان شان ہو۔

ہم نے نور محمد کارخانہ تجارت کراچی کے نسخہ سے فوٹو لے کر اس کتاب کو آفسٹ پر چھپا پایا ہے۔ اس تقریبی تعداد کے ایڈیشن پر ہمارا نظریہ منافع کماتا نہیں ہے بلکہ عوام کی دلی خواہشات کو پورا کرنا ہے۔ اگر ٹھنے والے حضرات نے اس کی طباعت کو پسند فرمایا تو ہم ضرور اس کا دوسرا ایڈیشن بڑی تعداد میں چھپا کر زیادہ سے زیادہ عوام تک پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ کتاب کیسی چھپی ہے اس سلسلے میں ہمیں اپنے متی مشورے سے ضرور مطلع فرمائیں۔ شکریہ !

احقر

اعتقاد حسین صدیقی

عرضے ناشر

الحمد للہ آپ کے اس ادارے نے آپ کے تعاون سے اب تک بہت سی دینی اور ادبی کتب شائع کی ہیں اور آپ نے ہمیشہ میری ہمت افزائی فرمائی ہے اور مجھے پاکیزہ ادب اور اسلامی کتب کی اشاعت پر آمادہ فرمایا ہے۔ یہ آپ کے حسن قبول ہی کا نتیجہ ہے کہ ان ناسازگار حالات میں بھی ان خدمات کو انجام دیتا رہا ہوں اور آپ نے تعاون سے انشاء اللہ آئندہ بھی سرگرم عمل رہوں گا۔

عرصہ سے میری خواہش تھی کہ مجاہد سبحانی قطب ربانی حضرت عثمٰیہ اعظم رضی اللہ عنہ کی مشہور زمانہ کتاب ”غنیۃ الطالبین“ کے نام سے عام طور پر متعارف ہے جس میں حضرت دالاسی ایمان اور اسلامی اخلاق، شریعت و طریقت کے مباحث ایسے دلنشین انداز میں ہماری رہنمائی کے لئے پیش کئے ہیں کہ دنیا سے اسلام مدتوں سے ان سے استفادہ کر رہی ہے اور بہت سی زبانوں میں اس کو انشائیہ تصنیف کا ترجمہ ہو چکا ہے، اپنے معاونین اور سرپرستوں کے ایمان و یقین کی تازگی اور بالیدگی کے لئے مذاقِ زمانہ کے تقاضوں سے ہم انہماک ترجمہ پیش کر رہے ہیں!

میں نے آپ کے جانے پہچانے ادیب شہیر حضرت شمس بریلوی کو اس کام پر آمادہ کیا اور الحمد للہ کہ انہوں نے بڑی زرف نگہی سے اصل کتاب سے اس کا اردو میں ایسا ترجمہ پیش کیا ہے جو دلنشین اور سگفتہ بیانی میں آپ اپنی نظیر ہے۔ فاضل مترجم نے حضرت عزت اعظم کی سوانح مبارکہ بھی ایک عجیب اور الوکھے انداز میں پیش کی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس انداز پر حضرت دالاسی کی سوانح مبارکہ آپ کی نظر سے نہیں گزری ہوگی مزید یہ کہ حضرت کے ارفع و اعلیٰ مقام کو بھی آپ کی تصانیف کی روشنی میں پیش کیا ہے اور میرے خیال میں جناب شمس اس کوشش میں منفرد ہیں، آپ مطالعہ کے بعد میرے اس خیال کی یقیناً تائید فرمائیں گے۔

ترجمہ کی ترتیب و تہریب میں بھی عصر حاضر کے ادبی تقاضوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ اپنے ادارے کی اس کوشش کو بھی بے نظر استحضار دیکھیں گے اور غنیۃ الطالبین کے اردو ترجمے کو شرفِ قبولیت سے سربلند فرما کر مجھے مزید دینی و ادبی خدمات اور پاکیزہ ادب کی اشاعت پر سرگرم عمل فرمائیں گے۔ والسلام

آپ کا مخلص

ارشاد فاخر دہلوی

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱-	عرض ناشر		۲۵	نماز کے ارکان	
۲-	حرف آغاز		"	نماز کے واجبات	
۳-	سوانح حیات حضرت سیدنا نوح علیہ السلام	۱	"	نماز کی چودہ سنتیں	
	حضرت کی تصانیف اور ان پر تبصرہ		"	بہیات نماز	
	باب ۱		۲۶	مسکوة	
۴-	دین اسلام کے واجبات و فرائض	۲۱	"	نصاب زکوٰۃ	
۵-	ایمان	"	"	ادبوں کا نصاب	
	دین اسلام	"	۲۷	گائے سمینس کا نصاب	
	نوسلم کے حقوق	"	"	مکبہ یں کا نصاب	
	نوسلم کا عمل	۲۲	"	مصرف زکوٰۃ	
	نماز	"	"	زکوٰۃ کے مستحق	
	شرائط نماز	"	"	صدقہ نافلہ	
	طہارت	"	۲۸	صدقہ فطر	
	تیمم	۲۴	"	صدقہ فطر کی مقدار	
	ستر صورت	"	"	روزہ	
	منائکہ جگہ	۲۴	"	قضا و کفار	
	منائکہ سمت	"	۲۹	سحر و افطار	
	نماز کی نیت	"	"	افطار	
	اوقات نماز	"	۵۰	حج و عمرہ	
	اذان	"	"	شرائط حج	
	اقامت	"			

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۶۲	تعلیم کے لئے کھڑا ہونا		۵۱	اسلام کے مسائل	
۶۳	چھینک اور جہا ہی		"	جنسی قیود	
"	جہا ہی		"	حیوانات کا شکار اور کبے کوڑے مارنا	
"	دس نظری خصائل		۵۲	مسائل حج	
۶۴	موتخیں اور داڑھی		۵۳	طواف	
"	داڑھی		۵۴	طواف کے بعد	
"	بالوں کی میناد		"	۸ رزی الحجہ	
۶۵	سفید بالوں کا اکھاڑنا		۵۵	شتر الحرام کے پاس کی دعا	
"	ناخن تراشنا		۵۶	منی میں	
۶۶	سر منڈانا		۵۷	عمرہ	
"	تزرع کا حکم		"	عمرہ کی صورت	
۶۷	مانگ نکالنا		۵۸	مباشرت کے احکام	
"	تخلیف یعنی زلفیں نکالنا		"	حج کے ارکان واجبات اور سنتیں	۱۱
"	موچیں سے بال نوچنا		"	حج کے ارکان	
"	بالوں کو سیاہ کرنا		"	واجبات حج	
"	خضاب یا دسمہ		"	حج کی سنتیں	
۶۸	سر مہ لگانا		"	عمرہ کے ارکان	
"	بالوں میں تیل لگانا		"	عمرہ کے واجبات	
	باب ۳		"	عمرہ کی سنتیں	
	آداب معاشرت	۱۲	۵۹	مدنیہ منورہ کی زیارت اور مختلف دعائیں	۱۲
۶۹	سفر و حضر میں سات امرو کی پابندی			باب ۲	
"	مکروہ عادتیں کھانے پینے کے آداب		۶۱	آداب اسلامی	
"	مکروہ باتیں		"	اسلامی اخلاق اور آداب	۱۳
۷۰	دوسروں کے گھر میں داخل ہونا		"	سلام	
"	داخلہ کے آداب	۱۵	۶۲	سلام کرنے کی ممانعت	
۷۱	دست دہانے راست میچ کا استعمال		"	مصانحہ	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	دایاں ہاتھ اور پاؤں	۷۱	۱۸	اعضار دھوتے وقت کی مستحب دعائیں	
	آداب اکل و شرب	"		استنجا کے بعد کی دعا	۸۳
	کھانے پینے کے آداب	"		کلی کرتے وقت کی دعا	۸۴
	کھانے کا طریقہ	"		ناک میں پانی ڈالتے وقت کی دعا	"
	ظروف طعام	"		منہ دھوتے وقت کی دعا	"
۱۶	ضیافت کے آداب	۷۳		دست راست و چپ دھوتے وقت	"
	دعوتِ خفہ	۷۴		کی دعائیں	"
	کھانے کے آداب	"		سر کا مسح کرتے وقت کی دعا	۸۵
	ہاتھ کن چیزوں سے دھونا منع ہے	۷۵		پائے راست و چپ دھوتے وقت	"
	پینے کے مسائل	"		کی دعائیں	"
	مہمانی میں روزہ افطار کرنا	۷۶		وضو سے فراغت کے بعد کی دعا	"
	حمام، برہنگی، انگشتی، بیت الخلاء، رفع		۱۹	لباسِ خراب اور گھر سے باہر نکلنے کے آداب	
	حاجت اور استنجا، طریقہ، غسل			لباس کے اقسام	۸۶
	حمام کا حکم	۷۶		عمامة کس طرح باندھے	"
	عورتوں کا حمام میں جانا	۷۷		تہبند (ازار)	۸۷
	حمام کے آداب	"		پاسجامہ (سرادیل)	"
	انگشتی پہننا اور ہونا	۷۸		آدابِ خواب	۸۸
	انگشتی کن انگلیوں میں پہننا چاہیے	۷۹		سومن کا خواب	۸۹
	بیت الخلاء میں جانا	"		گھر سے باہر نکلنے کے آداب	"
	پانی سے استنجا	۸۱		گھر سے نکلنے وقت کی دعا	"
	کن چیزوں سے استنجا کرنا چاہیے	۸۲	۲۰	آدابِ مسجد	۹۰
	استنجا کی ضرورت	"		مسجد میں داخل ہونے کی دعا	"
۱۷	طہارت کبریٰ (غسل)			باب ۴	
	غسل کی کیفیت اور حکم	۸۲	۲۱	گھر میں داخلہ، کب حلال اور خلوت نشینی	۹۱
	غسلِ جنابت	۸۳		اختیار کرنے کا بیان	
	پانی کا استعمال	"			

[illegible]

نمبر شمار	عنوانے	صفحہ	نمبر شمار	عنوانے	صفحہ
۲۸-	نکاح کے آداب	۱۱۱	۱۲۳	منع کرنے والوں کے گردہ	۱۲۳
	نکاح کے احکام	"	۱۲۴	ظن غالب	۱۲۴
	بیوی پسند یا ناپسند کرنے کا مسئلہ	۱۱۲	"	ابوالمعرفہ در بنی عن المنہ کی شرائط	"
	بیوی کی خصوصیات	"	۱۲۶	امروہی تنہائی میں کرنا بہتر ہے	۱۲۶
۲۹-	زوجین کے حقوق	۱۱۵	۱۲۶	نیک و بد اعمال	۱۲۶
	نکاح کے بعد	"	۱۲۸	صانع عالم کی معرفت	۱۲۸
	حمل کے زمانے میں	۱۱۶	۱۲۹	حمد و ثناء	۱۲۹
	جماع کے بعد	"	۱۳۰	صفات الہی	۱۳۰
	عزل کرنا	"	۱۳۱	سات آسمان	۱۳۱
	جماع سے پرہیز	۱۱۷	"	عرش کو اٹھانے والے فرشتے	"
	عورت کی خواہش جماع	"	۱۳۲	علی العرش استرسی	۱۳۲
	برائی سے بچاؤ	"	۱۳۳	پچھلی رات کی نماز ابتدائی رات	۱۳۳
	راز کی باتوں کا بیان نہ کرنا	"		کی نماز سے کہوں افضل ہے	
	شوہر کی اطاعت گزاری	۱۱۸	۱۳۴	قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے	۱۳۴
	شوہر کا مرتبہ	"	"	قرآن کو مخلوق کہنے والا کافر ہے	"
	عورتوں کے حقوق	"	۱۳۶	قرآن کے حق و آواز	۱۳۶
	دعوتِ ولیمہ	۱۱۹	۱۳۷	قرآن کے حروف پتھا	۱۳۷
	دعوتِ ولیمہ کب کرنا چاہیے	"	۱۳۸	حروف تہجاء مخلوق ہیں یا غیر مخلوق	۱۳۸
	نکاح میں چھوہار لٹانا	"	"	حروف قرآن قدیم ہیں یا حادث	"
	نکاح کا طریقہ	"	۱۳۹	نود و نہ اسماء حسنی	۱۳۹
	خطبہ نکاح	۱۲۰	۱۴۰	اسمان کی تعریف	۱۴۰
	باب ۶ سمجھدانی کا حکم اور برائی کی ممانعت		"	ایمان کے معنی	"
۳۰-			"	اسلام کی تعریف	"
	آدام و نواہی	۱۲۲	۱۴۲	مومن ہونے کا دعویٰ	۱۴۲
	پرہیز درمی	۱۲۳	"	فتمت و تقدیر	"
	منع کرنے پر قدرت	"	۱۴۳	قدریہ کا نظریہ	۱۴۳

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۱۵۸	بہشت کی صورت		۱۴۴	مسلمان گناہ سے کافر نہیں ہوتا	
۱۵۹	حوران بہشتی			باب ۷	
"	آخرت کی بری			معاذ سے متعلق عقائد	
	باب ۸		۱۴۵	عذاب و ثواب	۳۸-
	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ کی فضیلت		۱۴۶	معراج اور دیدار الہی	۳۹-
۱۶۰	سید الانبیاء ربی آخر میں	۵۵-	"	شب معراج	
۱۶۱	حضور صلعم کے معجزے		۱۴۷	منکر نکیر	۴۰-
"	امت محمدیہ کی فضیلت		"	مردہ زائر کو پہچانتا ہے	۴۱-
	خلافت راشدہ		"	ضغطہ قبر یا فشار قبر	۴۲-
۱۶۲	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت	۵۶-	۱۴۸	مومن کا نیک انجام	۴۳-
"	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت	۵۷-	۱۴۹	کافروں کا انجام بد	۴۴-
"	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت	۵۸-	۱۵۰	کافر کی قبر میں حالت	۴۵-
"	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت	۵۹-	"	ارواح شہداء	۴۶-
۱۶۵	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت	۶۰-	۱۵۱	حشر	۴۷-
۱۶۶	آہات المؤمنین اور اہل بیت	۶۱-		سید بنین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت	
	رسول صلی اللہ علیہ وسلم		۱۵۲	آنحضرت صلعم کا شفاعت فرمانا	۴۸-
۱۶۸	آئمہ کرام اور حاکم کی پیروی			صراط	
۱۶۹	سنت و جماعت کی پیروی	۶۲-		صراط کی کیفیت	
"	اہل بدعت سے احتیاب	۶۳-	۱۵۳	حوض کوثر	۴۹-
۱۷۰	اہل بدعت کی نشانیاں	۶۴-	۱۵۵	حوض کوثر کی دست	
"	وہ صفات جن کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی	۶۵-	"	روز حشر حضور کا تربیختصاصی	۵۰-
	ذات کے ساتھ ناجائز ہے		"	مسلمانوں کا حق اور اللہ تعالیٰ کی پرہیزگاری	۵۱-
۱۷۱	وہ صفات جن سے اللہ تعالیٰ کو	۶۶-	۱۵۶	مسیران	۵۲-
	منتصف کرنا ناجائز ہے		۱۵۷	حساب کے اقسام	۵۳-
۱۷۵	ہدایت کے راستے سے ہٹنے کے فرقوں	۶۷-		جنت و دوزخ	
	کا ذکر		۱۵۸	جنت و دوزخ کا جرد	۵۴-

نمبر شمار	عنوان سے	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب ۹				
	تہتر فرقے			صالحیہ	۱۸۶
۶۸	اسنت کا عرف ایک فرقہ ہے	۱۷۷		پونسیہ	"
۶۹	شیعہ فرقہ	۱۸۰		شمریہ	"
۷۰	رافضیوں کے فرقے	"		پونانیہ	"
	نبنانیہ	۱۸۱		نجاریہ	"
	طیاریہ	۱۸۲		غنیلانیہ	"
	مُغیریہ	"		حنفیہ	"
	منصوریہ	"		محدادیہ	"
	خطابیہ	"	۷۳	مقتزلہ یا قدیریہ کے اقوال	۱۸۸
	معرہ	"	۷۴	مقتزلیہ کی وجہ تسمیہ	"
	بریلیہ	"		فرقہ بذلیہ	۱۸۹
	مفضلہ	"		فرقہ نظامیہ	"
	شمریہ	"		مسمریہ	۱۹۰
	سکبائیہ	"		حبائیہ	"
	منوخیہ	"		ہشیمیہ	"
	زیدیہ	"		کعبیہ	"
	چارودیہ	"	۷۵	فرقہ مشبہ کے عقائد و اقوال	۱۹۱
	سامانیہ	"	۷۶	جہمیہ کے اقوال	"
	تہتریہ	"	۷۷	فراریہ کے اقوال	"
	نحیبیہ	۱۸۳	۷۸	نحاریہ کے اقوال	۱۹۲
	ایقزیہ	"	۷۹	طلابیہ کے اقوال	"
	رافضیوں کے مختلف فرقے	۱۸۴	۸۰	سامنیہ فرقے کے اقوال	"
۷۱	رافضیوں کے اقوال (باعلمہ)	۱۸۵		باب ۱۰	
۷۲	مرجبیہ کا فرقہ	۱۸۶		مواظ قرآن وحدیث کے بیان میں چند مجالس	
	جہمیہ	"	۸۱	پہلی مجلس شیطان	۱۹۳
			۸۲	دو غزوہ کی تشریح	"

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۲۲۶	گناہ صغیرہ اور کبیرہ	۱۰۰	۱۹۴	شیطان کی لفظی تشریح	
۲۲۷	صغیرہ گناہ	۱۰۱	"	شیطان کی حقیقت	
۲۲۸	توبہ فرض عین ہے	۱۰۲	۱۹۷	تعوذ کے فائدے	
۲۲۹	حضرت آدم کی توبہ	۱۰۳	۱۹۸	شیطان کن چیزوں سے ڈرتا ہے	۸۳
۲۳۰	توبہ کی شرطیں	۱۰۴	"	شیطان سے بچنے کی تدابیر	
۲۳۱	صحت توبہ کی شرط	۱۰۵	۱۹۹	شیطان کے اقوال	۸۴
۲۳۲	روزے کی قضا	۱۰۶	۲۰۲	انسان کے موکل	۸۵
۲۳۳	قضا حج کی ادائیگی	۱۰۷	"	القابائے قلب	۸۶
"	کفاروں کی ادائیگی	۱۰۸	۲۰۴	نفس اور رزح	۸۷
۲۳۴	بنندگان خدا کے حقوق ادا کرنا	۱۰۹	"	شیطان سے جہاد کرنا	۸۸
۲۳۵	خفیہ تلفی اور فتیل خطا	۱۱۰		دوسری مجلس	
"	قتل عمد سے توبہ			اِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَ اِنَّهُ	۸۹
"	نامعلوم قاتل		۲۰۵	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی تشریح	
"	نامعلوم افراد کا گناہ		۲۱۱	تحت بلقیس سلیمان کے حضور میں	۹۰
۲۳۶	مالی حقوق کا غصب کرنا	۱۱۱	۲۱۲	حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد	۹۱
۲۳۷	اعمال کے تین دفتر	۱۱۲		بلقیس کے بطن سے	
"	توبہ میں عجلت کی جائے	۱۱۳	۲۱۳	بصایر	۹۲
۲۳۸	اللہ تعالیٰ کی ضمانتی کی ایک مثال		۲۱۵	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی فضیلتیں	۹۳
۲۳۹	مظالم کا تدارک	۱۱۴	۲۱۶	بِسْمِ اللّٰهِ کی فضیلت کے بارے میں مزید وضاحت	۹۴
۲۴۰	زہد و تقویٰ	۱۱۵	۲۱۸	بِسْمِ اللّٰهِ کی تفسیر	۹۵
۲۴۱	تقویٰ کے سلسلے میں اسلام کرام کے اقوال		۲۱۹	لفظ اللہ کے معنی میں مختلف اقوال	۹۶
۲۴۲	تقویٰ کی دو قسمیں		۲۲۲	بِسْمِ اللّٰهِ کی صفت	۹۷
۲۴۳	حلال عین انبیاء کا کھانا ہے		"	شیطان کی مخالفت	۹۸
۲۴۴	پیر و پیغمبروں کی خدمت کے بارے میں			تیسری مجلس	
۲۴۵	حرام چیزوں کی فروخت کا حکم			وَتُوبَةُ اِلٰهِ اللّٰهِ جَمِیْعًا کی تشریح	
"	مذہبی کمانے کے لحاظ سے تین قسم کے لوگ	۱۱۶	۲۲۵	توبہ کے معنی	۹۹

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۲۵۵	الہی وعید	۲۵۳	تقویٰ کی ایک اور مثال	
۲۵۶	خواہشات کی پیروی کا انجام	"	تقویٰ کی دوسری مثال	
	باب ۱۲	"	تقویٰ کی تیسری مثال	
۲۵۹	جنت اور دوزخ	"	چند اور مثالیں	
۲۸۰	جنت کی مثال	۲۵۴	تقویٰ اور تکمیل، شرائط	
"	اہل جنت کے انعامات	۲۵۵	بعض گناہوں سے توبہ	-۱۱۷
۲۸۱	رزق کی تعریف	۲۵۶	فاسق کی عبادات	-۱۱۸
۲۸۳	دوزخ اور دوزخیوں کے حالات	۲۵۷	توبہ کے بارے میں احادیث و آثار	-۱۱۹
۲۸۵	دوزخ اور دوزخ کے عذاب	۲۵۸	توبہ کے بغیر مغفرت نہیں	
۲۹۷	گناہوں کے ساتھ مختصر عذاب	"	توبہ کے سلسلے میں مزید احادیث	
"	چور کا عذاب	۲۹۳	صدق و طاعت کا اثر	
"	چھوٹی گواہی کا عذاب	۲۹۴	توبہ کی شناخت	
"	مشرک پر گناہ اور عذاب	"	توبہ کی شناخت ۲ بانوں سے ہوتی ہے	
"	ظالم، جابر اور منکرین کا عذاب	۲۹۵	توبہ کے بارے میں مشائخ طریقت کے اقوال	
"	خیانت کرنے والوں کا عذاب	۲۹۶	توبہ کے مزید معنی	
۲۹۸	دوزخ کے پل عبور کرنے کے بعد	"	حضرت ذوالنون مصریؒ	
۳۰۰	بندے کے ہزار محل	۲۹۷	ابن عطا کا ارشاد	
۳۰۱	جنت کے محل کی کیفیت	-۱۲۵		
۳۰۲	جنت کی زمین		باب ۱۱	
۳۰۳	اہل جنت کی ہیئت	۲۹۸	آیت اَنَّا اَكْرَمُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَلْفَلَسْکَہ کی تشریح و تفسیر	-۱۲۰
"	دیدار الہی	۲۹۹	حضرت سمری سقطی کا سلام	
۳۰۴	عرش الہی اور منبر	۳۰۰	نفس سے حساب نہیں تقویٰ ہے	
۳۰۶	جنت کی قسمیں	۳۰۱	حصول تقویٰ کی ابتدائی صورت	
۳۰۸	جنت کے پرندے	"	تقویٰ کس طرح حاصل کیا جائے	
۳۰۹	مزید انعامات	"	تقویٰ کا حصول	
۳۱۰	مَوْقِفُہُمْ اَللّٰہُ شَرُّ اَلْیَوْمِ وَلَقَاہُمْ نَصْرُہُ وَ سُرُورٌ	۳۰۲	نجات	-۱۲۱
		۳۰۳	توحید و طاعت اور وعدہ و وعید	
		۳۰۴		
		۳۰۵		
		۳۰۶		
		۳۰۷		
		۳۰۸		
		۳۰۹		
		۳۱۰		

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	افراد کی بد انجامی	۳۱۰		افطار صوم	۳۳۵
	اہل جنت پر مزید اکرم	۳۱۲	۱۳۱	ماہ رجب کی برکتیں	"
	باب ۱۳			محبت	
	ایام تبرک اور فضائل شہود	۳۱۶	۱۳۲	ماہ شعبان کی فضیلت	۳۳۹
۱۲۸	ماہ رجب کے فضائل	۳۱۶		ماہ شعبان اور شعبان کی ۵۵ راتیں شب	"
	لفظ رجب کی تحقیق	۳۱۷		اللہ تعالیٰ کا انتخاب اور	۳۴۰
	ماہ رجب کے دوسرے نام	۳۱۸		اللہ تعالیٰ کی تخلیقات	"
	اشتقاق کی مثالیں	۳۱۹		شعبان رسول اللہ کا مہینہ ہے	۳۴۱
	اھم کی وجہ تسمیہ	۳۲۰		ماہ شعبان کے فضائل	"
	رجب کہنے کی وجہ	"		لفظ شعبان کی تحقیق	"
	رجب میں ثواب	"		فضائل و برکات شب برات	۳۴۲
	سابق کی وجہ تسمیہ	۳۲۲		شب برات کے انعامات	۳۴۶
	حرمت دینے میں ان کے خاص اوصاف	"		شب برات کی وجہ تسمیہ	۳۴۷
	رجب کی مزید خصوصیتیں	"		حضرت حسن بصریؒ کا واقعہ	۳۴۸
	ماہ رجب کے پہلے روزے اور پہلی	۳۲۶		شب برات میں نماز	"
	رات کے قیام کی فضیلت	"	۱۳۳	رمضان المبارک کے فضائل	۳۴۹
	سال کی ۵۵ راتیں جن میں قیام کرنا	"		لفظ رمضان کی تشریح و تحقیق	۳۵۱
	مستحب ہے۔			ماہ رمضان اور نزول قرآن	۳۵۲
۱۲۹	ماہ رجب کی آدمیہ مائثرہ	۳۲۷		قرآن پاک کس طرح نازل ہوا	"
	رجب کی پہلی رات میں پڑھی جانے	"		ماہ رمضان کے فضائل و خصائص	۳۵۳
	والی دعائیں			ماہ رمضان کی برکتیں	۳۵۴
۱۳۰	ماہ رجب کی نمازیں	۳۲۹	۱۳۴	شب قدر	۳۵۵
	رجب کی پہلی جمعرات کے روزے	۳۳۰		رمضان کے حروف و اس کی برکتیں	۳۵۸
	رجب کی نوچھٹی جمعرات کا روزہ	"		رمضان کی حرمت ملت کی عزت ہے	"
	۲۷ رجب کے روزے کی فضیلت	۳۳۲		سرداری اور سردری	۳۶۰
	روزے کے آداب و گناہوں کی احتراز کی فضیلت	"		شب قدر کے فضائل	"

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۳۵	سورہ قدر کی تفسیر	۳۵۹	۳۸۲	عشرہ ذی الحجہ کی نمازیں	۳۸۲
	گوشتی رات، لیلۃ القدر ہے	۳۶۱	"	اس عشرہ کی نمازوں کے فضائل	"
	شب جمعہ افضل ہے یا شب قدر	۳۶۲	"	پانچ پیغمبروں کی الگ الگ دس مخصوص چیزیں	"
	شب قدر پر شب جمعہ کی افضلیت	۳۶۳	"	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دس چیزیں	"
	شب قدر افضل ہے شب جمعہ سے	"	۳۸۴	حضرت شیب علیہ السلام کی دس چیزیں	۳۸۴
	شب قدر کے غیر متعین ہونے کا سبب	۳۶۴	"	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دس چیزیں	"
	پانچ مخصوص راتیں		۳۸۵	سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی دس چیزیں	۳۸۵
	اللہ تعالیٰ نے حضور کو پانچ راتیں مرحمت فرمائیں	۳۶۵	"	عشرہ ذی الحجہ کی عظمت	"
	بدکاروں کیلئے مکیوں کا روز کی شناخت	"	۳۸۶	اٹھ سو ایک لاکھ سو اسی کی تفسیر	۳۸۶
	شب قدر کی علامتیں	۳۶۶	۳۸۷	یوم ترویہ (۸ ذی الحجہ)	۳۸۷
	مساز ترویح	"	۳۸۸	احرام باندھنا اور لبیک کہنا	۳۸۸
	شب قدر اور ماہ رمضان کے نزدیک	۳۶۹	"	ایک اعرابی کا واقعہ	"
۱۳۶	صدقہ فطر و عید الفطر	۳۷۰	۳۸۹	حجر اسود	۳۸۹
	عید کی وجہ تسمیہ	۳۷۱	۳۹۰	حج کے ارادہ سے گھر سے نکلنے والا اور اس	۳۹۰
۱۳۷	چار استوں کی چار عیدیں	۳۷۳		کی دنات	
	امت موسیٰ علیہ السلام کی عید	"	"	یوم ترویہ کی وجہ تسمیہ	"
	حضرت عیسیٰ کی امت کی عید	۳۷۴	۳۹۳	یوم عرفہ کے فضائل	۳۹۳
	مومن بھی عید مناتا ہے اور کافر بھی	۳۷۵	"	تکبیل نعمت کا دن	"
	عید منانے کا اسلامی طریقہ	۳۷۷	۳۹۴	آیت الیم املتکم ویکم کی تفسیر	۳۹۴
	باب ۱۴		۳۹۵	عرفات و عرفہ کے معانی	۳۹۵
	دس راتیں عشرہ ذی الحجہ، پیغمبروں کی دس		۳۹۷	عرفہ کے روز و شب	۳۹۷
	چیزیں، حج، احرام، لبیک، ترویہ اور عرفہ		"	روز عرفہ اور شب عرفہ کی فضیلت	"
۱۳۸	دس دنوں کے فضائل	۳۷۹	۴۰۰	عرفہ کے دن روزہ اور دعا کی فضیلت	۴۰۰
	ماہ ذی الحجہ کے عشرہ اول میں معجزات	۳۸۰	"	یوم عرفات کی دعائیں	"
	انبیاء علیہم السلام		۴۰۱	یوم عرفہ کی پہلی دعا	۴۰۱
۱۳۹	عشرہ ذی الحجہ کی عبادت	۳۸۱	"	دوسری دعا	"

نمبر شمار	عنوانے	صفحہ	نمبر شمار	عنوانے	صفحہ
۱۹۴	غاشورہ کے روزہ پر طعن کرنے والے غلطی ہیں	۴۳۱	۱۹۸	توبہ اور توبہ کرنے والے	۴۴۵
۱۹۵	یوم جمعہ کے فضائل	۴۳۲	"	حضرت سعید بن جبیر کا قول	"
	روزہ جمعہ کے فضائل احادیث نبوی میں	۴۳۳	۴۴۶	حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایت	۴۴۶
	جمعہ کی ایک ساعت	۴۳۴	"	اخلاص	"
	ظانگہ فہرست مرتب کرتے ہیں	"	۱۹۹	خالص اطاعت	"
	جمعہ کے دن جماعت کیساتھ نماز پڑھنے والے	۴۳۵	"	اخلاص کے معنی	"
	تجارت اور لہو و لوب میں شمولیت ہے دالے	"	۴۴۷	حضرت سعید بن جبیر کے نزدیک اخلاص کے معنی	۴۴۷
	جمعہ کے دن کی ہیئت	"	۴۴۸	اخلاص کے درجے	۴۴۸
	جمعہ کے دن ۷۰ لاکھ روزہ نئی آزاد ہو جی	۴۳۶	"	حقیقی اخلاص	"
	جمعہ کی نماز باجماعت کا ثواب	"	"	حضرت ہبیل بن عبد اللہ کا ارشاد	"
	جمعہ کے دن غسل کر کے مسجد میں جانا	۴۳۷	۴۴۹	توکل و اخلاص	۴۴۹
	جمعہ کے دن غسل کی تاکید	"	۱۰۰	دل کی پاکیزگی	"
	غسل کا وقت	"	"	ناپاک نفس انسان کے ذریعہ آزار ہے	"
	جمعہ کا افضل ترین ذکر	۴۳۸	"	ریاکاری	"
	لوگوں کو پھلانگنا منع ہے	۴۳۹	۱۰۱	ریاکار دل کو تہدید	۴۵۰
	جمعہ کی مزید خصوصیات	"	۱۰۲	ریاکانہ مذمت میں احادیث شریفہ	۴۵۱
	جمعہ کے دن جبریل علیہ السلام کعبہ میں	۴۴۰	"	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا	"
	اپنا قبضہ انصب کرتے ہیں	"	"	کس عالم کی صحبت میں بیٹھنا چاہیے	"
	جمعہ کے دن دعا کی قبولیت کی ساعت	"	"	حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد و گرامی	"
۱۹۶	جمعہ کے دن درود سلام پڑھیں کرنا	۴۴۱	۴۵۲	سب سے بڑا اندیشہ	۴۵۲
	جمعہ کے دن درود شریف زیادہ پڑھنا چاہیے	"	"	دردناک غدا	"
	جمعہ کی صبح کی نماز اور سنون سون میں	۴۴۳	"	دکھادے کا روزہ اور اس کی جبرائ	"
	جمعہ کے روزہ ہر روزہ درود شریف پڑھنا	"	۴۵۳	محض اللہ کے لئے خیرات کرنا	۴۵۳
۱۹۷	سید الایام جمعہ کی وجہ تسمیہ	۴۴۴	"	ریاکار قاری، بیابا کلمنی اور دیاکار مجاہد	"
	باب ۱۶		۴۵۴	جنت سے محروم رہنے والے	۴۵۴
	توبہ طہارت، قلب، اخلاص اور ریاکاری		"	مومنین کی غلامی دریاکاری کا استیلا	"

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ظن و یقین کے غلبہ پر عمل	۵۰۳		قبر سے اٹھنے پر تین عذاب	۵۱۳
	یقینی طور پر زوال کی شناخت	۵۰۴		نماز کی عظمت اور شان	۵۱۴
	کعبہ کی شناخت	"		نماز کی اولیت اور اہمیت	"
۱۹۸	عمر کا وقت	"		نماز کی فرضیت کے منکر کا حکم	۵۱۵
	عمر کے وقت کا آغاز	"		بے نمازی کا شرعی حکم	"
۱۹۹	مغرب اور غشاء کا وقت	۵۰۵		ترک صلوٰۃ کے سلسلہ میں مزید فرمایا	"
	مغرب کے اوقات	"		باب ۱۹	
	غشاء کا آغاز	"		نماز کے آداب مستحبات نماز کے مکروہات امامت	
۲۰۰	نماز پنج گانہ اور سنن موکدہ	"		امام کے اوصاف مقتدری اور موقد	
	مغرب کی سنن جلد پڑھنا	۵۰۶	۲۰۶	آداب نماز	۵۱۶
۲۰۱	نماز پنج گانہ کے فضائل	۵۰۷		۴۵ مکروہ باتیں	"
	نماز کے اوصاف	"		نماز میں دوسری چیزیں سے شغف منع ہے	۵۱۷
۲۰۲	نماز دین کا ستون ہے	۵۰۸		نماز کا ثواب	"
	مسجد کو جانا اور نماز باجماعت ادا کرنا	"		نماز کے اولین آداب	۵۱۸
	نماز میں خضوع و خشوع	"		نماز کی ترکیب	"
	مسجد میں جانے کی فضیلت اور جماعت	"		شنا پڑھنے وقت حضور قیام	۵۱۹
	مسجد میں داخل ہونا	۵۰۹	۲۰۷	امام اور اس کی خصوصیات	۵۲۲
۲۰۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک واقعہ	۵۱۰		امام کے اوصاف	"
	حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خطاب	"		امام کے لئے عزیز شریطیں	۵۲۴
	بعض بزرگان سلف کی نمازیں	۵۱۱		امامت کے لئے حجاب اگر مانع ہے	"
	خضوع و خشوع کرنے والوں کی تعریف	"		حاکم وقت کی اجازت ضروری ہے	۵۲۵
۲۰۴	نمازوں کی حفاظت اور مداومت	۵۱۲		امام کا دل اور زبان سے نیت کرنا	"
۲۰۵	وقت طال کر نماز پڑھنا	۵۱۳		امام محراب میں بالکل اندر نہ کھڑا ہو	۵۲۶
	چھ دنیاوی عذاب	"		قرأت کے اول و بعد سکوت	"
	مرتے وقت کا عذاب	"		رکوع کی تسبیح	"
	قبر کے تین عذاب	"		نماز سے پہلے مقتدیوں کو تنبیہ کرنا	۵۲۷

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۵۳۶	الوحا زیم کی وضاحت		۵۲۶	فتنہ الکنانہ امام، الکنانہ ہے	
	باب ۲۰		"	اقتدا کے آداب	۲۰۸
	نماز جمعہ، نماز عیدین، نماز استسقاء		"	اقتدا کی نیت	
	نماز کسوف، خوف، نماز خوف، نماز خبا زہ		"	جماعت کا شگاف پُر کرنا	
	نماز میں قصود دیگر مسائل		۵۲۸	امام سے سبقت نہ کرنا	
۵۳۸	نماز جمعہ	۲۱۱	"	امام ثنابت کی غرض و غایت کے لئے مقرر کیا جاتا ہے	
"	جمعہ کی رکعتیں		۵۳۰	امام سے سابقت کے باعث نماز قبول نہیں ہوگی	
۵۳۹	جمعہ کی نماز کا وقت		"	ترک واجبات و آداب نماز پر تنبیہ کرنا ضروری	
"	قرأت مسنونہ		"	خطا کار کی اصلاح	
"	چار رکعت مستحب		"	مسلمانوں کو نصیحت کرنا ہر ایک پر واجب ہے	
"	دو رکعت نماز		"	علماء کی خاموشی کا نتیجہ	
۵۴۰	عیدین کی نماز	۲۱۲	"	سب سے بڑا چور	
"	عیدین کی نماز میں کفایہ ہے		۵۳۱	اعادہ نماز کا حکم	
"	عید کی نماز کے شرائط		"	موذن کے آداب	۲۰۹
"	عید کی نماز کس طرح پڑھی جائے		"	نماز میں حضور و خشوع	
۵۴۱	عید کی نماز کے بعد نوافل		"	انسان ایک بڑی بھول اور عظیم غفلت میں	
"	عید کی نماز مسجد میں		۵۳۲	جنت کا طلبکار اور دوزخ سے فراری	
"	نماز عید کی قضا		۵۳۳	دنیا دھوکہ دیتی ہے اور حسد پہنچاتی ہے	
"	نماز استسقاء	۲۱۳	"	خواص کی نماز	۲۱۰
"	نماز استسقاء پڑھی جاتی ہے		"	معرفت نماز	
"	نماز استسقاء کا امام گون ہو				
۵۴۲	سورج اور چاند گرہن	۲۱۴			
"	اکسوف و خسوف اور نماز				
"	نماز کسوف سنت مکرہ ہے				
"	ہر بار کی قرات کی مقدار		۵۳۵		
۵۴۵	نماز خوف	۲۱۵	"		

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۵۶	تقی اور شکر کل حضرات	۵۴۵	۲۱۶	نماز خوف کی شرطیں	۵۴۵
۵۵۷	ملیقین	۵۴۶	۲۱۷	امام احمد حنبل کا ارشاد	۵۴۶
"	مردے کے حق میں اچھا کلمہ کہو	"	"	گھران کی جنگ میں صلوٰۃ خوف	"
۵۵۸	میت کا غسل	۵۴۷	"	نمازوں کا قصر	۵۴۷
۵۵۹	وہ کی تکفین	۵۴۸	"	قصر کا حکم	۵۴۸
۵۶۰	عورت کا کفن	۵۴۹	"	قصر کے مسائل	۵۴۹
"	مُحرم کا کفن	"	۲۱۷	حالات سفر میں دو نمازوں کو ملا کر پڑھنا۔	"
"	مردہ جنین کا غسل	"	"	ظہر و عصر اور مغرب اور عشاء کو ملا کر پڑھنا۔	"
"	مرد کر مرد اور عورت کو عورت غسل دے۔	"	"	نیت کرنا ضروری ہے	"
۵۶۱	قبر کا صول و عرض اور گہرائی	"	"	بارش کی بنا پر نمازوں کا جمع کرنا	"
"	میت کو قبر میں اتارنا	۵۵۰	۲۱۸	نماز جنازہ	۵۵۰
"	"ملیقین میت"	"	"	نماز جنازہ کے لئے کھڑے ہونے کا طریقہ۔	"
باب ۲۱					
۵۶۲	ہفتہ بھر کی نمازیں اور ان کے فضائل	۵۵۱	۲۱۹	نماز جنازہ کی دعائیں	۵۵۱
"	ہفتہ بھر میں پڑھی جانے والی نمازیں۔	۵۵۳	"	صحابہ کرام کی وصیت	۵۵۳
"	فجر کی نماز کے بارے میں ارشاد نبویؐ	۵۵۴	"	جینین کی نماز جنازہ	۵۵۴
"	حضرت عثمان کا ارشاد	"	"	موت، تلقین، غسل میت، تکفین و تدفین	"
"	منافقوں پر نماز فجر اور نماز عشاء بھاری ہے۔	"	۲۲۰	موت پر تلقین	"
۵۶۳	یکشنبہ کی نماز	۵۵۵	"	سب سے زیادہ دانشمند	۵۵۵
"	جمع و عمرہ کا ثواب	"	"	حضرت لقمان کی وصیت	"
"	درشنہ کی نماز	۵۵۶	"	مفروض پر غلاب	"
۵۶۴	سہ شنبہ، چار شنبہ اور پنجشنبہ کی نمازیں۔	۵۵۷	۲۲۱	عبادت	۵۵۷
"	"	"	"	عبادت مستحب ہے	"

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۵۷	نماز کفایت سے طہانیت قلاب	۵۶۵	۵۶۵	جمہ کی دن کی نماز	۲۲۹
۵۷	حاصل ہوتی ہے	۵۶۶	۵۶۶	ظہر و عصر کے مابین دو رکعت پڑھنا	۲۳۰
۵۷	ازالہ دشمنی کی نماز	۵۶۶	۵۶۶	شنبہ کی نماز	۲۳۱
۵۷	نماز خصوصیت کے اوقات	۵۶۶	۵۶۶	حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت	۲۳۱
۵۷	صلوۃ عتقا	۵۶۶	۵۶۶	ہفتہ بھر کی راتوں کی نمازیں	۲۳۲
۵۷	صلوۃ عتقا شوال میں پڑھی جاتی ہے	۵۶۶	۵۶۶	شب یکشنبہ کی نماز	۲۳۲
۵۷	غدا قبر در کرنے والی نماز	۵۶۶	۵۶۶	شب دو شنبہ سے شنبہ اور	۲۳۳
۵۷	اس دعا کے فضائل و اوصاف	۵۶۶	۵۶۶	شب چہار شنبہ کی نمازیں	۲۳۴
۵۷	نماز حاجت	۵۶۶	۵۶۶	شب پنجشنبہ شب جمعہ اور شب	۲۳۴
۵۷	مہیبت اور ظلم سے نجات	۵۶۶	۵۶۶	شنبہ کی نمازیں	۲۳۵
۵۷	پانے کی دعا	۵۶۶	۵۶۶	نفلوں کی ادائیگی	۲۳۵
۵۷	طعام سے محفوظ رہنے کی دوسری دعا	۵۶۶	۵۶۶	صلوۃ التبیح اور اس کی فضیلت	۲۳۶
۵۷	ازالہ رنج دائم اور اداسے قرض	۵۶۶	۵۶۶	صلوۃ التبیح صغیرہ اور کبیرہ لکھا ہوں	۲۳۶
۵۷	کی دعا	۵۶۶	۵۶۶	کو معاف کر دیتی ہے	۲۳۶
۵۷	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے	۵۶۶	۵۶۶	نماز استخارہ اور اس کی دعائیں	۲۳۶
۵۷	حضرت صدیق اکبرؓ کا ارشاد	۵۶۶	۵۶۶	استخارہ کی تعلیم	۲۳۶
۵۷	حضرت حسن بصریؒ کے درست	۵۶۶	۵۶۶	سفر تجارت حج و زیارت کے	۲۳۶
۵۷	کا واقعہ	۵۶۶	۵۶۶	یہ استخارہ	۲۳۶
۵۷	حضرت جبریل علیہ السلام	۵۶۶	۵۶۶	دعا سے استخارہ	۲۳۶
۵۷	ک سکھائی ہوئی دعا	۵۶۶	۵۶۶	گھر سے نکلنے وقت کی دعا	۲۳۶
۵۷	باب ۲۲	۵۶۶	۵۶۶	سوار ہونے وقت کی دعا	۲۳۸
۵۷	فرض نمازوں اور ختم قرآن کے	۵۶۶	۵۶۶	چور ڈاکو اور دزدوں سے محفوظ	۲۳۸
۵۷	بعد پڑھی جانے والی دعائیں	۵۶۶	۵۶۶	رہنے کی دعا	۲۳۹
۵۷	نجراد عصر کے بعد پڑھی جانے والی دعا	۵۶۶	۵۶۶	ابو سعید کا واقعہ	۲۳۹
۵۷	ایک اور دعا	۵۶۶	۵۶۶	نماز کفایت	۲۴۰
۵۷	تیسری دعا	۵۶۶	۵۶۶	وہ نماز جو طہانیت قلب کے لئے پڑھی جائے	۲۴۰

نمبر شمار	عنوانے	صفحہ	نمبر شمار	عنوانے	صفحہ
۲۵۲	دھائے ختم قرآن	۵۸۶	۲۶۳	شیخ طریقت کے ساتھ مرید	۶۱۲
	ایک وصیت			کے آداب	
۲۵۳	صاحب خیر و برکت ماہ رمضان	۵۹۶		شیخ کی مخالفت نہ کرنا	
	کی آخری شب		۲۶۴	حضرت آدم علیہ السلام کا جنت	۶۱۳
	یہ بہینہ گناہوں کا کفارہ ہے	۵۹۷		کے خسرو	
	باب ۲۳		۲۶۵	اولیاء اللہ اور ابدال	۶۱۵
۲۵۴	آداب المریدین	۶۰۲	۲۶۶	شیخ سے منقطع ہونا	
	الادت مرید و مراد		۲۶۷	مزید آداب	۶۱۶
	مرید کے کہنے ہیں	۶۰۳	۲۶۸	سنا کے وقت کے آداب	
	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد		۲۶۹	سنا کے بارے میں ہمارا نقطہ نظر	
	محبت الہی کا خواستگار		۲۷۰	سنا میں مرید کے آداب	۶۱۷
۲۵۵	معرفت			شیخ کی اہمیت	
	مرید و مراد کے سلسلہ میں حضرت	۶۰۵	۲۷۱	مرید کا "تادیب و تربیت کس	۶۱۸
۲۵۶	حبیب کی تشریح			طرح کے جانے	
۲۵۷	متصوف اور صوفی کا فرق			"تادیب مرید میں شیخ کا طرز عمل	
۲۵۸	تصوف کے معنی	۶۰۶	۲۷۲	مرید کس کو بنایا جائے	
۲۵۹	متصوف اور صوفی کا فرق			باب ۲۵	
۲۶۰	سالک کا مخلوق میں موجود ہونا	۶۰۷	۲۷۳	عوام الناس، اغنیاء اور فقراء کے	۶۲۰
	باب ۲۴			ساتھ طرز معاشرت	
۲۶۱	راہ سلوک میں مبتدی کے واجبات	۶۱۰		دوستوں کے ساتھ صوفی کی روش	
	مبتدی کے واجبات			غیروں کے ساتھ برتاؤ	
	قرآن مجید اور حدیث پاک کی پابندی			امراء کے ساتھ محبت	
۲۶۲	معجزہ اور کرامت	۶۱۱		فقراء کی مصاحبت امر کے لئے	
	مرید کا سبیل ملاپ کن لوگوں سے منع ہے			فقیر سے حسین سلوک	۶۲۲
	عجز و انکسار			فقر پر مہر کی خوبی	
	مرید اور رضا الہی			سپر دلی کا حوصلہ	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۶۴	فقر کے آداب	۶۲۴	۶۳۴	سفر کی ایک شرط	۶۳۴
	فقر سے محبت	"	"	اوراد و وظائف سفر	"
	فقر کی شرط	"	"	آغاز سفر سے دل کی نگہ رانی کرنا	"
	ترکِ حقہ نفس	"	۶۳۵	ایک جگہ پر قیام	۶۳۵
	مال کی کمی حسرتِ دل کا موجب ہے	۶۲۵	"	مقبولیت وجہ حجاب ہے	"
	فقر کو مستقبل کی فکر نہ کرنا چاہیے	"	"	سفر میں رفیقوں کے ساتھ	"
	موت کا انتظار	۶۲۶	"	رہنے کے آداب	"
۲۶۵	فقیر کا سوال	"	"	سفر میں امرد ملنے کے ساتھ رہنے	"
	فقیر کبہ سوال کرے	"	"	خدمتِ شیخ	"
۲۶۶	فقر کے آداب معاشرت	۶۲۶	۲۸۲	سماع کے آداب	۶۳۶
	دوستوں کے ساتھ سلوک	"	"	وجہ میں مدد لینا	"
	دوسروں کی چیزوں کا استعمال	۶۲۸	۶۳۶	درویش کا عطا خرقة	۶۳۶
	حبِ حیثیت برتناؤ	"			
۲۶۷	آداب طعام	۶۲۹		باب ۲۶	
	اغنیاء اور فقرائے ساتھ کھانا کھانا	"	۲۸۳	ارکانِ طریقت	
۲۶۸	فقر کے مابین آداب معاشرت	۶۳۰		مجاہدہ	۶۳۹
	اپنے ساتھیوں کے ساتھ سلوک	"		آذات آنے کے سبب	۶۴۰
	اجازت ضروری ہے	"	۲۸۴	خواص و عوام کا مجاہدہ	"
۲۶۹	اہلِ دعیال کے ساتھ طرز معاشرت	۶۳۱		آفاتِ نفس	۶۴۱
	نفس کی ادائیگی ادبِ درویش ہے	"		اخلاقِ حمیدہ کی حقیقت	"
	مہمان کے کھانے میں بچوں کو بھی	۶۳۲	۲۸۵	نفس کی حقیقت	"
	شریک کرے	"	۲۸۶	مجاہدہ کی اصل	۶۴۲
۲۷۰	علومِ شریعت کی تعلیم اہلِ دعیال	۶۳۳		مراقبہ	"
	کو دینا ضروری ہے	"		مراقبہ کی اہمیت	"
۲۷۱	آداب سفر	۶۳۳		مجاہدہ کا تکبیل	"
	سفر کے سفر کی غرض و غایت	"		معرفتِ خداوندی	"
				ایلیس کی شناخت اور معرفت	۶۴۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۸۴	شیطان کے جہاد	۶۲۳	۲۹۷	حسین اخلاق	۶۵۵
۲۸۵	شیطان اللہ کا دشمن	۶۲۴	۲۹۸	حسین اخلاق کی اننفیت	۶۵۶
۲۸۸	نفس امارہ کی شناخت	۶۲۵	۳۰۰	حضرت حبیبؑ کا ارشاد	۶۵۷
	نفس کو شناخت اللہ تعالیٰ	۶۲۶	۳۰۱	شکر	۶۵۸
	نفس بتا دی ہے	۶۲۷	۳۰۲	شکر کی اصل	۶۵۹
۲۸۹	طاعت و معصیت	۶۲۸	۳۰۳	شکر کی قسمیں	۶۶۰
	اللہ کے لئے عمل کرنے کی شناخت	۶۲۹	۳۰۴	شکر کی تعریف میں مختلف اقوال	۶۶۱
۲۹۰	عبادت میں خلوص ہونا چاہیے	۶۳۰	۳۰۵	صبر	۶۶۲
	اہل مجاہدہ اور محاسبہ کے	۶۳۱	۳۰۶	حضرت حبیبؑ کا ارشاد	۶۶۳
	دس خصائل	۶۳۲	۳۰۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد	۶۶۴
۲۹۱	"	۶۳۳	۳۰۸	رضا	۶۶۵
۲۹۲	تراویح کی تعریف اور اس کی صراحت	۶۳۴	۳۰۹	رضا حال ہے یا مقام	۶۶۶
۲۹۳	توکل	۶۳۵	۳۱۰	حضرت نفیس بن عیاضؑ کا ارشاد	۶۶۷
	توکل کی اصل	۶۳۶	۳۱۱	رضا کا ادنیٰ درجہ	۶۶۸
	حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا قول	۶۳۷	۳۱۲	حضرت حبیبؑ کا ارشاد	۶۶۹
	توکل کے درجے	۶۳۸	۳۱۳	صدق	۶۷۰
۲۹۴	متوکل کی تعریف	۶۳۹	۳۱۴	حضرت حبیبؑ کا ارشاد	۶۷۱
	توکل کی تین اہم باتیں	۶۴۰	۳۱۵	حضرت جنیدؑ کا ارشاد	۶۷۲
۲۹۵	حضرت جنیدؑ کا ارشاد توکل کے سلسلہ میں	۶۴۱	۳۱۶	حضرت ذوالنون مصریؑ کی صراحت	۶۷۳
۲۹۶	حضرت عمرؓ کا ارشاد	۶۴۲	۳۱۷	حادثہ سجی کا ارشاد	۶۷۴

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

حرف آغاز

الغنیۃ لطالب طریق الحق | بارگاہِ احمیت میں ثنا و نیایش، دربار رسالت میں درود و سلام... اور حضرت رسالت پناہی
معرض ہوں کہ حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی سوانح مبارکہ میں آپ کی تصانیف کے تعارف و تبصرہ کے سلسلہ میں عرض کیا گیا تھا
کہ آپ کی مشہور کتاب تصنیف غنیۃ الطالبین (الغنیۃ لطالب طریق الحق) پر مترجم و بیابچہ کتاب میں کچھ عرض کرے گا کہ سوانح پاک کے
چند صفحات میں اس کی گنجائش نہیں تھی۔

تمام مورخین اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے سوانح نگار حضرات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آپ کی تصانیف میں غنیۃ الطالبین
افتوح الربانی اور فتوح الغیب بہت مشہور ہیں اور ان ہر سہ کتب میں اخراں ذکر دو کتابیں آپ کی تفاریر کے ایمان افروز مجموعے ہیں، صرف
غنیۃ الطالبین ایک مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتی ہے۔

مشہور مستشرق ڈی ایس مارگر لیتھ نے اپنے مقالہ مندرجہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام اشاعت ۱۹۱۳ء میں آپ کی تصانیف کی
تعداد اس ترتیب سے ۹ بتائی ہے (۱) الغنیۃ لطالب طریق الحق (۲) الفتوح الربانی (۳) فتوح الغیب (۴) حزب بشار الخیرات (۵) جلال الخیر
(۶) الواہب الرحمانیہ والفتوح الربانیہ فی مراتب الاخلاق السنیہ والمقالات العرفانیہ (۷) یواقیت الحکم (۸) الفيوضات الربانیہ (۹) وہ خطبے
جو بیچتہ الامر اور دوسری کتب سوانح میں مذکور ہیں۔

ایک دوسرا مستشرق پروفیسر ڈبلور براؤ نے (برن یونیورسٹی برلن) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کی طبع جدید ۱۹۶۰ء میں اپنے
مضمون میں حضرت کی تصانیف کے سلسلہ میں رقمطراز ہے کہ

یہ دور تھا جس میں (حضرت) عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے اپنے مشن کا آغاز کیا وہ
اپنی تصنیف الغنیۃ لطالب طریق الحق مطبوعہ قاہرہ ۱۳۰۴ھ میں ایک عالم نظر
آتے ہیں۔ کتاب کی ابتدا میں وہ ایک سنی مسلمان کے اخلاقی اور سماجی فرائض بیان کرتے ہیں
وہ جنسی لفظ نظر سے ایک ایسا دستور العمل مرتب کرتے ہیں جس کا جانتا ہر مسلمان کے
لئے ضروری ہے اس میں ۳۷ فرقوں کا تذکرہ بھی کیا ہے اور کتاب کو طریقی تصوف کے بیان پر ختم کیا ہے۔

یہ مضمون میرے دوست محمد غفران صاحب ایم اے نے ترجمہ کر کے رسالہ خاتون پاکستان کے غوث اعظم بریں شائع کرایا ہے۔

اس مشرقی نے آپ کی مزید دو کتابوں کا اور ذکر کیا ہے یعنی الفسح الربانی اور فتوح الغیب۔ ان کے علاوہ دوسری کتابوں کے ذکر سے گریز کیا ہے۔ مشرقین کے علاوہ دیگر عربی اور فارسی زبان کے سوانح نگار حضرات اور مؤرخین نیز تذکرہ نگاروں نے آپ کی ان اول الذکر تین کتابوں پر اتفاق کیا ہے جس کے باعث یہ برسہ کتب بار بار چھپی ہیں اور عقیدت کے ہاتھوں نے اخرام کی آنکھوں سے ان کو نکال دیا ہے۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اس منبسط کتاب کے سلسلہ میں تمام تذکرہ نویسوں کا اتفاق ہے جیسا کہ میں اس **اصل نام کیا ہے** سے قبل تحریر کر چکا ہوں لیکن کتاب کے نام میں قدرے اختلاف ہے۔ عربی زبان میں جس قدر نسخے دستیاب اور

موجود ہیں، تمام نسخے میں یہ کتاب "الغنیۃ لطالب الحق" کے نام سے موسوم ہے جس طرح حضرت مصنف نے خود دیباچہ کے اختتام میں فرمایا ہے: "وَقَدْ سَمَّيْتُهُ الْغَنِیَّةَ لِطَالِبِ الْحَقِّ (عَنْ وَحْدَةٍ)" اس صراحت کے بعد مزید کسی بحث کی ضرورت اس سلسلہ میں باقی نہیں رہی کہ کتاب کا اصل نام کیا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غنیۃ الطالبین نام کیوں مشہور ہوا اس کی وجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ چونکہ یہ نام بہت طویل تھا اور پورا نام بار بار لینیادشوار معلوم ہوتا تھا اس لئے "الغنیۃ لطالب" وغنیۃ الطالبین سے بدل دیا گیا، گویا اصل نام کو مختصر کر دیا گیا ایک دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہندوستان میں جب اس کا پہلا ترجمہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے فارسی زبان میں کیا تو انہوں نے ترجمہ کو اصل نام سے مطابقت کئی کے طور پر "غنیۃ الطالبین" سے موسوم کر دیا۔

شہزادہ داراشکوہ حضرت مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی مرحوم کے معاصرین میں سے ہیں انہوں نے بھی اپنی کتاب سفینۃ الادبیات میں اس کتاب کو "غنیۃ الطالبین" ہی سے موسوم کیا ہے اور میرا خیال ہے کہ ان کے پیش نظر اصل کتاب کا کوئی مخطوطہ نہیں تھا بلکہ اغلب ہے کہ انہوں نے حضرت مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کا فارسی ترجمہ ہی دیکھا ہو اور حسب صراحت اس کا نام "غنیۃ الطالبین" ہی تحریر کر دیا۔

اردو تراجم میں سب سے پہلا ترجمہ مطبع نوکشتور لکھنؤ و کانپور سے متن کے ساتھ شائع ہوا جس کے مترجم مولوی محبوب الدین ابن منشی جمال احمد ہیں۔ یہ ترجمہ انیسویں صدی کے ربع آخر میں شائع ہوا اور اس کا نام بھی "غنیۃ الطالبین" ہی ہے۔ بہر حال "الغنیۃ لطالب" طریق الحق" اور "غنیۃ الطالبین" ایک ہی چیز ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب اپنے تراجم کی کثرت کے باعث اپنے اصل نام کے بجائے تراجم کے نام سے مشہور ہو گئی۔ اب اس شہرت عام کی وجہ سے مترجم مجبور ہے کہ رنج اشتباہ کے لئے وہ بھی اسی نام کی پیرزی کرے چنانچہ میں نے ترجمہ کی سر لوح پر دونوں ناموں کو اختیار کیا ہے۔ وادیں ہیں اصل نام تحریر کیا ہے اور پیشانی پر مشہور نام۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، "الغنیۃ لطالب طریق الحق" کا موضوع شریعت ہے جیسا **الغنیۃ لطالب طریق الحق کا موضوع** کہ حضور والانے دیباچہ میں صراحت فرمائی ہے کہ

فَلَمَّا دَامَتْ هَذِهِ رَغْبَتُهُ فِي مَعْرِفَةِ الْآدَابِ الشَّرْعِيَّةِ
مِنَ الْفَوَائِضِ وَالسَّنَنِ وَالرَّهْطَاتِ وَمَعْرِفَةِ الْقَصَائِعِ عَزَّ وَجَلَّ
بِالْآيَاتِ وَالْعَلَامَاتِ شَهَادَاتٍ لِقَائِهِ بِالْقُرْآنِ وَالْأَلْفَاظِ الذَّبُوبَةِ
فِي مَجَالِ تَذَكُّرِهَا

یو یا الرضی سلام و سنن نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) معرفت الہی، ادب اسلامی، ادا و نواہی کی تعمیل و اطاعت اس کتاب کا موضوع ہے اور ان مباحث اور موضوعات کو تفصیل سے قرآنیہ اور احادیث نبوی سے استدلال کے ساتھ پیش فرمایا ہے۔

علاوہ ازیں مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے عقائد کی مکمل نشتر و اور غلط عقائد کا رد فرمایا ہے۔ بعض آیات کی تفسیر بھی فرمائی ہے۔ اعمال وادکار اور اشغال کا بھی بیان فرمایا ہے۔ کتاب کے آخر میں ایک مبسوط باب آداب المریدین پیش ہے جس میں طریقت کی تعلیم بڑے دل پذیر انداز میں دی گئی ہے اس طرح الغنیۃ لطالب طریق الحق شریعت اور طریقت کی تعلیمات کا لباب اور جوہر ہے اور ایک دل نشین اور دل پذیر امتزاج۔ لیکن اس پر بھی آپ نے اپنی مجالس اور خطبات کی طرح شریعت کو مقدم رکھا ہے اور احکام الہی اور اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑے ہی عجیب سلوب و ردول کو خشیت الہی سے ہیبت زدہ کر دینے والے انداز میں پیش فرمایا ہے۔

الغنیۃ لطالب طریق الحق کی فہرست مضامین آپ کے پیش نظر ہے اس سے آپ کا اندازہ ہو جائے گا کہ حضرت سیدنا غوث اعظم نے احبار دین متین کے لئے کس قدر ساعی جمیلہ فرمائی ہیں۔

شاید بعض کو اہ بیہ خیال کریں کہ حضرت غوث الثقلینؒ نے جن موضوعات پر قلم اٹھایا ہے وہ ایسے موضوعات ہیں جن پر حضرت کے اسلاف کرام اور معاصرین عظام نے بھی قلم اٹھایا ہے اور ان موضوعات پر کتب عربیہ کا ایک وافر ذخیرہ موجود ہے لیکن یہ شرف صرف حضرت والا کے ساتھ مخصوص ہے کہ آپ کے کلام کا سوز اور ارشادات کا گہرا اثر اور الفاظ کا جوش دلوں کو تڑپا دیتا ہے۔ آپ کی سوانح مبارکہ میں ہیں نے اس امر کی توجہ کی ہے کہ آپ کے زور بیان اور سوز کلام کا ہی یہ اثر تھا کہ نسق و نحو سے بھرپور اور ایک جگہ سے ہوئے معاشرے میں آپ کی دعوت جتنے لاکھوں بندگان خدا کی کایا پلٹ دی اور ہزاروں لاکھوں گم کردہ منزل، منزل آشنا ہو گئے۔

الغنیۃ لطالب طریق الحق کا انداز بیان | الغنیۃ لطالب طریق الحق کا اسلوب بیان کیا ہے اور اپنے ہم عصر مصنفین سے حضرت والا کا انداز بیان کس قدر جداگانہ ہے، اس موضوع پر قلم اٹھانا اگرچہ حدادب سے تجاوز کرنا ہے، میں کیا اور میری بساط علمی کی حقیقت کیا کہ میں حضرت کے اسلوب بیان پر قلم اٹھاؤں لیکن میں نے چونکہ الغنیۃ لطالب طریق الحق کے علمی و ادبی پہلو کو بھی اپنا موضوع قرار دیا ہے اس لئے مجبوراً یہ حبارت کر رہا ہوں اور حضور غوثیت سے امداد کا خواہاں ہوں میرے قلم کے بیان کو یہ سلیقہ عطا ہو کہ اس سلسلہ میں کچھ عرض کر سکوں لیکن اس سلسلہ میں سب سے بڑی دشواری یہ ہے کہ حضرت والا کے اسلوب بیان کے سلسلہ میں کچھ عرض کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ میں آپ کی فصیح و بلیغ انشائے اقتباسات بطور استدلال پیش کر دوں۔ لیکن سوچنا ہوں کہ اگر ترجمہ کے ساتھ حضرت والا کی انشائے پر دازی کی فصاحت و بلاغت، سلاست و روانی، شکوہ خاطر اور حسن بیان کے پہلو اگر اجاگر کرتا ہوں تو قارئین ترجمہ کو اس سے دلچسپی پیدا نہیں ہو سکے گی۔

بحیث مجموعی بقول حضرت عامر بن دہب یہ کہنا بھی کہ

ان کی ذات گرامی ایک ایسی زندہ کتاب تھی جس میں تفسیر و حدیث و فقہ و ادب وغیرہ، کوئی ایسا علم نہ تھا جس میں بیرونی حاصل نہ ہو، بالخصوص تفسیر قرآن کے سلسلہ میں جو مہارت حاصل تھی وہ اپنی نظیر آپ سے بائیں نہ کہاں ادب کے ایک گوشہ کو بھی بے نقاب نہیں کرتا۔

الغنیۃ لطالب طریق الحق کا ترجمہ آپ کے سامنے ہے اور ترجمہ میں اصل انشاء و زبان کے محاسن و خصوصیات کو کسی طرح بھی

منتقل نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ یہ آپ ضرور دیکھیں گے کہ حضرت، والا جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں وہ ایک سمندر ہے جو ٹکھا ٹھیں مار رہا ہے اور ایک مرستی اور جوش ہے جو ایک ایک لفظ سے پیدا ہو رہا ہے۔ حضرت، والا جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس کی تمام جزئیات کو پیش فرماتے ہیں لیکن اندازِ بیان میں وہ سربازی کیف اور دل نشینی ہے کہ کمر شہ داسن دل می کث رکھا انجاست: روح میں ایک انتہائی کیفیت پیدا ہوتی ہے، الفاظ کا جوش دلوں کو گراتا ہے اور طبیعت میں گریز کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔ دل چاہتا ہے کہ اسی طرح پر کیف، اندازِ بیان میں کھویر ہے اور حسن۔ بیان نے جو محویت بخشی ہے اس کا اختتام نہ ہو۔

حضرت، والا جہاں عذابِ الیم سے ڈراتے ہیں وہاں الفاظ کی ہیبت، اور شکوہ سے دل لرز جاتے ہیں اور بارِ اعیان پر ندامت کا پسینہ بہنے لگتا ہے۔ اور جہاں انعاماتِ خداوندی کا ذکر کرتے ہیں وہاں روح میں بالیدگی اور تاب میں ایک کیف و سرور پیدا ہوتا ہے۔ انعامِ الہی پر دل کے درپے کھل جاتے ہیں اور الطافِ الہی پر جبین سحرہ زیر ہو جاتی ہے اور یہ سب کچھ نتیجہ ہے حضرت کے اس خلوص کا جو اصلاحِ معاشرے کے سلسلہ میں آپ کے پر نور تاب میں موجود تھا اور مالِ تمنا اس سوزِ باطنی کا جو عشقِ الہی کی تپش نے آپ کو بخشا تھا۔

عام اندازِ بیان حضرت اعظم کا یہ مخصوص، اندازِ بیان ہے کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں اس کے لئے استعارے، تشبیہ یا مجاز کا سہارا نہیں ڈھونڈتے کہ اس صورت میں عبارت بے اثر ہو جاتی ہے اور سوز و گداز کی کیفیت ان پر دلوں کے پیچ و خم میں گم ہو جاتی ہے۔ سوز و گداز اور بیان کی صداقت اور خلوص کا تقاضا ہوتا ہے کہ جو کچھ کہاجائے وہ سیدھے سادھے طریقے سے کہا جائے چنانچہ حضرت، والا جو کچھ فرماتے ہیں وہ چھوٹے چھوٹے جملوں میں مضبوط اور سبج بندشوں کے ساتھ واضح الفاظ میں فرماتے ہیں اور پھر یہ کہ حضرت جہاں تک ممکن ہو تمنا ہے اپنے قول پر نصِ قرآنی یا حدیثِ نبوی سے استدلال فرماتے ہیں جس سے جملے کمالِ بلندی پر پہنچ جاتے ہیں۔ آپ کی انشا لطیف میں اس کی بے حد پیشوا مثالیں بھی موجود ہیں جہاں نصِ قرآنی اور حدیثِ نبوی سے استدلال نہیں فرماتے وہاں اکابرینِ صوفیاء کے اقوال سے تائید لاتے ہیں۔ ان مقامات پر یہ محسوس ہوتا ہے کہ کندن پر کوئی نگینے چڑ رہا ہے۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی انشا عالی، سبج و مقفی ہونے کے ساتھ ساتھ مضع بھی ہے۔ الغرض انشا فصیح و بلیغ کی تمام خوبیاں آپ کی انشا عالی میں موجود ہیں۔

مجھے افسوس کے ساتھ یہ بات نثر پر کرنی پڑ رہی ہے کہ الغنیہ لطالبِ طریق الحق کے کسی مترجم نے حضرت والا کی خصوصیاتِ انشا پر دلازی پر دو حرف بھی لکھنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی۔ راقم الحروف نے اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ حبارت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے نعرش قلم کے لئے توبہ کا خواہاں اور حضورِ غوثیت میں اپنی اس گستاخی پر عنود و درگزر کا طالب ہوں۔

الغنیہ لطالبِ طریق الحق کے خلاف ایک تشبیہ کا ازالہ میں نے جب سے الغنیہ لطالبِ طریق الحق کا ترجمہ شروع کیا تھا، بعض اصحاب کی زبانی یہ بات، بار بار سنی کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے جہاں گمراہ فرقوں کو بیان فرمایا ہے ان میں فرقہ حنفیہ کا بھی ذکر کیا ہے اس بہتان تراشی نے حضورِ غوثیت سے جو عفتیت حنفیوں کے دلوں میں بقی اس میں تو کچھ کمی پیدا نہیں ہوئی لیکن ایک شبہ عظیم دلوں میں ضرور پیدا ہو گیا اور بہت سے لوگ تازہ بربکانت کا رہ گئے، اب اس بہتان طرازی کی اصل سنیں۔

حضرت، سیدنا غوث اعظم نے جن فرقہ ضالہ کی صراحت فرمائی ہے اس میں ایک عمران "حنفیہ مرحیہ" کا قائم فرمایا ہے اور ارشاد

کیا کہ حضرت نعمان بن ثابت کے بعض پیرو حنفیہ جہیہ کہلاتے ہیں کہ وہ الشراور اس کے رسول پر ایمان لانا ہی کافی سمجھتے ہیں اور اسی کے اصل ایمان قرار دیتے ہیں جیسا کہ برہوقے نے اپنی کتاب الشجرہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ میں نے جہاں اس عبارت کا ترجمہ کیا ہے وہاں حاشیہ میں اس کی مباحثہ کر دی ہے۔ خود حضرت مصنف نے اپنی کتاب میں دو تین مقامات پر حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا ہے وہاں ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے الفاظ سے آپ کا ذکر کیا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ آپ نے فرقہ ضالہ میں صرف ان چند اصحاب کا ذکر کیا ہے جو خود کو حنفیہ جہیہ کہتے ہیں اور ایمان کے لئے عمل کو بخیر و بری نہیں سمجھتے۔ اس ہتھکنڈے کی اصل یہ ہے کہ اس نکتہ کو ہوا دیتے والے اور بڑھا چڑھا کر پیش کرنے والے وہی گمراہ فرقے ہیں جن کی تعداد اب بھی خاصی موجود ہے اور جن کے عقائد پر حضرت مصنف نے تنقیص فرمائی ہے۔

اس سلسلہ میں مزید کچھ کہنا ستائش خود زبان خود کا مصداق ہو گا اس لئے اس باب میں صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ترجمہ آپ کے سامنے موجود ہے ملاحظہ فرمائیں اور یہ دیکھیں کہ زبان کی سلاست و بیان کی روانی کہیں بھی قاری کے ذہن پر بار نہیں ہوگی۔ میں نے یہ پھر پور کوشش کی ہے کہ زبان کا لطف قائم رکھتے ہوئے حضرت مصنف کے الفاظ کے معنی سے گریز نہ کروں۔ مقصود کے بدلنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور ایک اہم خصوصیت یہ کہ میں نے اس کو اصل عربی نسخہ (مطبوعہ مصر) سے ترجمہ کیا ہے کسی فارسی یا اردو کے ترجمے سے استفادہ نہیں کیا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ استخراج مسائل و مباحث کے لئے "فصل" کے لفظ کو ترک کر کے اہم موضوعات کی تبویب کی ہے اور ذیلی مباحث کے لئے لفظی سرخیال قائم کر دی ہیں تاکہ حسن معنوی کے ساتھ ساتھ حسن صوری بھی پیدا ہو جائے۔ متن میں جہاں جہاں نصوص قرآنی اور احادیث نبوی یا اذکار و ادعبار اور کوشش کیا گیا ہے میں نے ان کو ایک کالم میں پیش کر کے مقابل میں ان کا ترجمہ دے دیا ہے تاکہ قاری کی نگاہیں اصل متن سے محسوس نہ رہیں۔ امید کہ یہ ترجمہ قبولیت کا ثمر حاصل کرے گا اور اباب علم و ادب اس کو بہ نظر استحسان ملاحظہ فرمائیں گے۔

ترجمہ کے نکتہ کے سلسلہ میں اپنے محب و مکرم حضرت مولانا مولوی ابوبکر صاحب مولوی فاضل (نیچاب) خطیب جامع مسجد پی آئی اے ایب پورٹ کراچی کا بے حد مشکور گزار ہوں کہ انہوں نے ترجمہ کی مشکلات کے حل میں میری رہنمائی فرمائی اور دشواریوں کو دور فرمایا۔ اسی طرح اپنے مخلص مولانا مولوی غلام محی الدین صاحب نعیمی مراد آبادی کا بھی ممنون ہوں کہ جناب موصوف نے بڑی ژرف نگاہی سے تفصیح پر توجہ فرمائی اور نصوص قرآنی اور احادیث نبوی و ادعبار اور کے اصل متن کو کتابت کی اغلاط سے پاک فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میں اپنے عزیز دوست جن سے میرے برادرانہ روابط قائم ہیں اور جو مجھ پر بے غایت شفقت فرماتے ہیں یعنی محی محمد مجین الدین احمد چشتی قادری ایڈمنسٹریوٹو آفسر ڈسٹریکٹ کالج کراچی کا بھی سپاس گزار ہوں کہ انہوں نے اس ترجمہ کی تکمیل میں میری ہمت افزائی فرمائی۔ اور حضرت عوث الثقلین کی سوانح مبارکہ کا ایک ابتدائی خاکہ مجھے مرتب کر کے مرحمت فرمایا۔ اللہ تعالیٰ میرے ان تمام دوستوں کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کی مساعی کو مشکور بنائے وَ مَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ۔

ناچینر
شمس صدیقی بریلوی

سَوَاحِ مَبَارَكِ
حَضْرَت سَيِّدِ نَاغُوْثِ اعْظَمِ

شیخ عبد القادر جیلانی

حی

آپ کے عہدِ موعود کے سیاسی، تمدنی اور معاشرتی تازہ نگ کے
ساتھ ساتھ پہلے صدی ہجری سے چھٹے صدی ہجری
تک کے فکری اور سیاسی انقلاباتے درجائاتے کا ایک مرقع
بھی ہے۔

اور جسے میں ———
اُردو زبان سے پہلے مرتبہ حضرت والا کے تمام تصانیف کا ایک
مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔

اُفرما ———
خصوصیات زبان و اسلوب بیان کو پیش کیا گیا ہے۔

مشہور قصیدہ غوثیہ اور منظوم اردو ترجمہ

ان

شمس بریلوی سے مترجم الغینہ لطالب، طریت الحق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَشَافِعِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِہٖٖ وَاصْحَابِہٖٖٓ اَجْمَعِیْنَ

نبی آخر الزماں سید دو عالم و آدم و آدمیاں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے، کفر و فسادات کو جہاں جہاں آئی روشنی سے منور و مستنیر فرما کر فضائے عالم کو نورانیان سے روشن فرمایا۔ حضور کی ذات گرامی کو نبوت کے ساتھ ساتھ بارگاہ ربوبیت سے ختم المرسلین و خاتم النبیین کے طور پر بے مثال عطا ہوئے اور کلام حق نے اَیُّوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُم دِیْنَکُمْ وَاَتَمَمْتُ عَلَیْکُم نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا فرما کر دین اسلام کے نیکو پر مہر تصدیق ثبت فرمادی اور ظاہر فرمادیا کہ اب کسی شارع کی ضرورت باقی نہیں رہی چونکہ سعادت و شقاوت اور ظلمت و طاعت و عصیان انسانی نظرت میں بطور حقیقت و دہشت کی گئی ہیں پس جب دنیاوی راہیں اور فانی آسائشیں، نفوس انسانی کی عنان پر ہو کر اس کو راستی سے موڑ کر غلط راستوں پر ڈال دیتی ہیں اور یہ جبلتیں نفس لشری میں ابھان برپا کر کے ایمان کی نورانی اور پاکیزہ فضاؤں میں سرکشی اور فتنوں کی تیرگی سے ان کے نگہ اور ظلمت کا باعث بن کر جب ہر طرف محیط ہو گئیں تو اجیار دین متین کے لئے صلیحان و عرفاء و اقطاب و ابدال کو پیدا کیا گیا تاکہ وہ اپنے پاکیزہ انفس و اعمال مجاہدات اور مرکز اشغال سے ان خرابیوں اور فتنہ سامانیوں کا اٹھالہ کریں اور جب شخصی جبروت اور افرادی سطوت عوام کیا بلکہ خواص سے بھی اعلیٰ کلمۃ الحق کی قوتوں کو سلب کر کے تو یہ نفوس قدسیہ تہاشہ می کنند غفلت و من برداری رقص کا بمصداق بن کر اس شخصی جبروت و انایت کا ظلم توڑ دیں اور انایت و استبداد کے مناروں کو ذکر کر کے گرز سے پارہ پارہ کر دیں۔

مسلمانوں کی تاریخ جس کو عام طور پر تاریخ اسلام سے تعبیر کیا جاتا ہے ایک ایسا صداقت نامہ ہے جس کو کوئی دوسری قوم پیش نہیں کر سکی۔ مسلمانوں کی یہ تاریخ حقائق نگاری کا ایک ایسا مرتع ہے کہ اقوام عام میں کوئی دوسری قوم ایسی درایت اور حقیقت کا اظہار نہیں کر سکی۔ یہ تاریخ ایک ایسا مرتع ہے جس میں رنگا ہوں کو خیرہ کر دینے والے نفوس بھی ہیں اور سنسٹرو خطوط بھی؛ مسلمانوں کے عدل و انصاف کے احسان و رازت اور بذل و کرم کے حیرت انگیز واقعات بھی ہیں ایک طرف تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدل گستری رعیت پر درمی کے بے مثال کارنامے ہیں، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سخاوت و شجاعت کی عظیم النظیر شہادتیں ہیں تو دوسری طرف خارجیوں کی فتنہ سامانیوں، مسلمانوں کی بے راہروی اور دنیا پرستی، ان کی چیرودستی اور ظلم و غارتگری کے المناک واقعات بھی ہیں۔ وہ کعبہ جس کے سامنے مسلمانوں کی جبین ہائے نیاز جمبلی ہیں اور جس کا طواف ہر ذل سلم کی آرزو! اسی کعبہ کی دیواروں کو مسلمانوں نے اپنی منجینتی کے پتھر سے پتھر سے بکھڑے کر ڈالا! حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کے لئے حرم کعبہ پر اس طرح دیرش کی گئی کہ غلاف کعبہ بھی جل اٹھا۔ مدنیۃ الرسول جس کی سر بلندی اور عظمت کا یہ عالم کہ عاشقان رسول اس زمین مقدس کو سر کے بل طے کرتے ہیں اس کو تین شبانہ روزوں میں دے دے شقی القلب شاہی مسلمان تھے، اسلامی تاریخ نے اپنی ان ہولناکیوں اور تباہ کاریوں کو چھپایا نہیں بلکہ ان جہاں فرسا و افحات کے ایک ایک گوشے سے نقاب اٹھایا ہے اور بتایا ہے کہ مسلمان پستی اور کج روی میں کن حدود کو چھو لیتا ہے۔

یہ منو امیہ اور بنو عباس نے اپنی سلطنت کے استحقاق و استحقاق کے لئے عرب و عجم میں جس طرح خون کی ندیاں بہائیں وہ ایک تاریخی

حقیقت ہے۔ جنگ قادسیہ اور جنگ یرموک نے غیر مسلموں کے حوصلوں کو بالکل شکست دے دی تھی اور پھر وہ کبھی ایران و روم میں جہتنامی طور پر نہ ابھر سکے البتہ مسرتی جھڑپیں مسلمانوں، مجوسیوں اور رومیوں کے مابین عرصہ دراز تک جاری رہیں۔ یہ تمام جنگیں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ہوئیں لیکن بنو امیہ اور خصوصاً بنو عباس کا دور سلطنت جو چار سو سال سے زیادہ کی مدت پر پھیلا ہوا ہے مسلمانوں کے مابین سخت جنگ و جدل، سیاسی کشمکش اور حصول اقتدار کے لئے خونریزی اور دشمن کشی کا ایک دور ہے کہ عراق و عجم میں دعوت عباسیہ کے سلسلہ میں لاکھوں مسلمانوں کی گردنیں مسلمانوں نے کاٹ کر پھینک دیں۔ عباسی سلطنت کے قیام کے بعد اس خونریزی کے سیلاب میں کچھ ٹھہراؤ پیدا ہوا لیکن مہدی کے بعد یسعیل پھر مندرجہ ہو گیا۔ امین و مامون کی جنگ نے پچھلی تمام کسر پوری کر دی اس عرصہ میں کئی لاکھ مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں بیدریغ، تیغ کئے گئے۔ مامون فتح و کامرانی کے بعد بڑے کرد و فر سے تخت سلطنت پر نشین ہوا لیکن انیس کہ اس کا علمی ادبی دور بھی، خول اشامی سے محفوظ نہ رہ سکا۔ آل بربک پر جو کچھ تنباہی نازل ہوئی وہ مامون کے ہاتھوں نازل ہوئی، عراق کی شورش، فتنہ مکہ، فتنہ یمن، بغاوت زط، بابک خرمی، اور فتنہ خلق قرآن مامون کے دور کی یادگار ہیں۔ علم و ادب کے اسی عظیم مہر پرست ہی کی پشت گرمی اور پشت تنباہی نے مشاہیر اسلام کی گردنیں دبوچ لیں، حضرت امام احمد حنبل، اور امام محمد حبیہ سرخیل، علما اور فقہان عظام کو طوق و سلاسل پہنائے گئے اور ان پر جبر و تلوار مارا گیا۔

اعتزال کی بڑھتی ہوئی سیل ایک طوفان بن کر آگے بڑھی اور بڑے بڑے ثابت قدموں سے یا نوانپی بات منوالی یا ان کے دشمن بائبر سے سبکدوش کر دیئے گئے۔ فتنہ اعتزال نے عباسی خلیفہ واثق باللہ کے دور میں کچھ دم لبیا تھا کہ فتنہ باطنیہ نے سراٹھا یا اور یہ بہت جلد ایک ایسی تخریب بن گیا کہ شیخ ابوالفولہ التتوت میں ایک ایسے اقتدار کا مالک بن گیا جس کے سامنے بڑے بڑے سرکشوں نے سر جھکا دیا۔ اس کی جنت ارضی نے ایک بار دیکھا ہے دوسری بار دیکھنے کی ہوس ہے، کے پردے میں وہ قیامت ڈھائی کہ اسلامی شیعہ ایران و عراق میں مٹانے لگی، وہ تو یہ کہیے کہ ہلا کو خاں کے ہاتھوں اس کا استنبصال ہو گیا درنہ باطنی اور فدائی کسی غیر باطنی کو رد کے زمین پر زندہ نہ چھوڑتے ان باطنیوں اور فدائیوں کے ہاتھوں اسلام کے رجال عظیم مشاہیر علماء اور فقہار مارے گئے۔ نظام الملک طوسی جیسا رجل عظیم اور وزیر باتدبیر بھی ان کی تخریب کا نشانہ بن گیا۔

اگر میں اس چار صد سالہ دور کی فتنہ سامانوں کو تفصیل سے بیان کر دوں تو اس کے لئے سیکڑوں صفحات کی ضرورت ہوگی مختصر یہ ہے کہ اس کشمکش جاہ و سطوت کے دور میں لاکھوں مسلمان مارے گئے۔ ہزاروں گھراؤں قریہ و دیار ہوئے، ہر طرف تنباہی و بربادی ہی بربادی تھی، علماء درباروں کی ریشہ دوانیوں میں اس طرح جکڑے ہوئے تھے کہ ان سے نوز و فلاح کی توقعات ٹوٹ چکی تھیں چنانچہ دیکھئے کہ فتنہ خلق قرآن کے سلسلہ میں دور مامون میں جب آزمائش کا وقت آیا تو حکومت کے خوف سے ایمان و انصاف کا سرشتہ ان کے ہاتھوں سے نکل گیا اور خلیفہ وقت کی ہاں میں ہاں ملا کر اپنی جان بچالی۔

اس سیاسی ابتیری اور انتشار نے لوگوں کے دلوں سے سکون و قرار چھین لیا تنفہا ایک طوائف الملوکی کا سا عالم تنفہا۔ ایک خوف و ہراس ہر طرف طاری تھا علماء وقت ہر رب ب تنفہا۔ اسلام کے رجال عظیم خانہ نشینی ہی میں اپنی عافیت سمجھتے تھے اسی وقت اسلامی علم اٹھانے والا سوائے صوفیائے کرام کے اور کوئی نہیں تنفہا۔

تاریخ شاہد ہے کہ دوسری صدی ہجری سے چھٹی صدی ہجری تک اس ملک تصوف نے عرب و عجم میں جس قدر ترقی کی اور اس کا دائرہ نفوذ جس قدر وسیع ہوا اور جس تعداد میں نفوس قدسیہ اس چار صد سالہ دور میں عامتہ المسلمین کی رہبری اور تزکیہ نفوس و قلب کے لئے منصفہ شہر و پر آئے وہ کسی اور دور کو میسر نہیں ہو سکے۔ مشہوروں کے ہنگاموں اور سیاسی ریشہ دہانیوں سے محفوظ رہنے کے لئے

یہ حضرات آبادیوں سے منہ موڑ کر دیروں کو آباد کرتے اور شریعت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آبیاری میں بہت تن مصروف رہتے، ان حضرات کے قول و فعل کی صداقت، اور ان کا اخلاص بہت جلد ان دیروں کو انسانوں سے مسود کر دیتا یہی دیروں نے آبادیوں میں بدل جاتے، یہاں دین کی اشاعت کے لئے دینی مدارس اور ذکر حق کے لئے خانقاہیں خود بخود قائم ہو جاتیں۔

انہی دیروں سے ان پاک نفوس کے صدقہ میں خالقہائی نظام کا آغاز ہوا اور نصیر کے مشہور عالم خانوادے، سلاسل قادریہ سہروردیہ، نقشبندیہ اور چشتیہ پیدا ہوئے، ان سلاسل کے مرخیل اور عالم صوفیائے کبار اسی دور پانصد سالہ میں ظہور پائے اور تمام عالم پر اپنے زہد و التقاد، صدق و صفا، صبر و تقاعد اور احیاء شریعت و طریقت کے ایسے نفوس ثبت کر گئے جو رہتی دنیا تک مٹ نہیں سکتے۔ اس خالقہائی نظام کے جو دررس نتائج برآمد ہوئے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان خانقاہوں سے تربیت پانے والے اپنے مرثد اعلیٰ کے حکم سے ہر اس جگہ پہنچ جاتے جہاں مسلمان اجتماعی طور پر انہری کی زندگی گزار رہے ہوتے تھے جہاں عیش و تن آسانی نے ان سے اسلامی خصائل چھین لئے ہوتے، گویا یہ خالقہائی نظام مسلمانوں کی اصلاح کا ایک جماعتی مشن تھا۔ مرشد جہاں ضرورت محسوس فرماتا وہاں اپنے لائق و فائق اور معتمد مرید کو بھیج دیتا کہ جادو و اس خطہ کے مسلمانوں کی اصلاح کا کام کر دے۔ یہ حضرات سیکڑوں ہزاروں میل کا سفر کرتے، صعوبات سفر اٹھاتے، اور احیاء ملت و دین کی خاطر بے زاد و آذوقہ نکل علی اللہ اس مقصد اور مرشد کے حکم کی تعمیل کے لئے نکل کھڑے ہوتے۔ یہ وہاں پہنچتے، امرار و شہر و سلطنت ان کا مذاق اڑاتے اور ان کی راہ میں حائل ہوتے، اسبابی ریشہ و زائیں سے ان کے گرد دام کسا جاتا، لیکن یہ حضرات ان تمام خطرات سے بے پروا ہو کر اپنے مشن کی تکمیل میں سراپا محرم ہو جاتے۔

ایران کا دور طوائف ملوک ہوا عراق و عرب کی خوں آشام جنگیں، صلیبیں جنگیں ہوں یا دیویوں سے جدال و قتال، اس سارے پر آشوب و درادر پے چینی اور بے اطمینانی کے ماحول میں اس وقت کی دینی رہنمائی کا ہیں جو حقیقت میں صلحائے زمانہ کی خالقہائی تھیں صرف ممدان کا گہوارہ نہیں، یہاں صدق و التیقان کا درس بھی ملتا تھا اور تزکیہ نفس کا سامان بھی تھا، احیاء دین مبین کے لئے احکام یہیں سے صادر ہوتے تھے۔

نصف یا خالقہائی نظام کو حجاز سے زیادہ پھیلنے پھولنے کا موقع عجم میں نصیب ہوا۔ عجم کے مقابلہ میں عرب ان فتنہ سامانوں سے نسبتاً محفوظ رہا جو شخصی اقتدار کے حصول کے لئے پانچ سو سالہ دور میں دنیا کے اسلام میں پیدا ہوئیں۔ اگرچہ اموی دور کی لابی ہوئی تنہا ہی کا ماتم مدینہ منورہ اور مکہ منظرہ کے در و دیوار مدت تک کرتے رہے لیکن حجاز میں مکہ منورہ اور مدینہ منورہ کے علاوہ مدنی زندگی اور عمرانی تہذیب کے آثار دوسرے مقامات پر بہت کم موجود تھے۔ عرب کی زندگی پر بددیت چھائی ہوئی تھی حضرت کے نشان خال خال تھے یہی وجہ ہے کہ شہری زندگی کی وہ کہاں بھی مفقود تھی جو عراق و عجم کا طرہ امتیاز مدوں تک نبی رہی وجہ ہے کہ ملک گیر تحریکوں کو ان بلاد مقدسہ اور جزیرہ نمائے عرب میں زمین کے سوا، پر دان چڑھنے کے مواقع بہت کم ملے اور ان کا رخ ہمیشہ عراق و عجم کی جانب رہا۔ ملک گیری کے لئے جو خوں آشام جنگیں ہوئیں اور جن شرشوں نے سر اٹھایا ان کا مرکز ہمیشہ اصفہان و بغداد رہے یہی سبب ہے کہ خالقہائی نظام آپ عرب کے مقابل میں عراق و عجم میں زیادہ پائیں گے اگرچہ حضرت سلمان فارسی نے بہت سی شرشوں اور اختلافات سے بچنے کے لئے الگ تھلگ ایک دیروں میں قیام کر کے اس خالقہائی نظام کا سنگ بنیاد رکھ دیا تھا لیکن وہ کسی ایسی تحریک کو شروع نہیں کر سکے تھے جس سے خالقہائی نظام کے ارتقار کی کڑیاں ملانی جا سکیں۔ اسی طرح حضرت حسن بصریؒ اور ابو عبد اللہ حضرت سلمان فارسیؒ کے متبعین ضرور کہہ جاسکتے ہیں لیکن وہ کسی ایسی تحریک کے محرک نہیں کہہ جاسکتے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ حضرت سلمان فارسیؒ کی طرح بہت سے

بھی درباری تعلقات اور سیاسی سرگرمیوں سے الگ تھلگ رہیں۔
 عظیم الشان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اپنے عدل و انصاف اور سیاست و تدبیر سے صرف عرب ہی میں حدود مملکت کو درست نہیں بخشی بلکہ انہوں نے جزیرہ نمائے عرب سے باہر بھی ایک اسلامی سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی جس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بڑھا کر اس وقت کی سب سے عظیم الشان اور نوی ترین سلطنت البیتہ بنادیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ صفین و جنگ جمل اور فتنہ خوارزم کے سبب داخلی شورشوں ہی سے فرصت نہیں ملی جو وہ ان حدود کو اور وسعت بخشنے البتہ جب یہ دولت اسلامیہ بنی امیہ کے پاس آئی اور اس کا اعتزاز اموی سلطنت قرار پایا تو انہوں نے اس کے حدود مشرق و مغرب میں اور وسیع کر دیئے، اگرچہ ان کے دور میں کبھی خونِ مسلم کی ازانی رہی مگر حدود مملکت وسیع سے وسیع تر ہوتے چلے گئے۔ تقریباً سو برس بعد نبیائیکے زوال نے دولت عباسیہ کی طرح ڈالی تو انہوں نے اس کو ایک ایسی عظیم سلطنت بنادیا جو صرف ایک دو ممالک پر پھیلی ہوئی نہیں تھی بلکہ عباسی دولت پندرہ ملکوں پر پھیلی ہوئی تھی اور ہر ایک قلمرو و خید و لائیں یا صوبوں پر مبنی۔ ذرا ان ممالک اور ان کے تحت و لائیں یا صوبوں پر نظر ڈالئے تاکہ آپ کو اندازہ ہو سکے کہ اسلام کے سرحد سالہ دور میں مسلمانوں کے قدم کہاں سے کہاں تک پہنچ گئے تھے۔

مملکت یا اقلیم	تعداد دولاہیا	ولایات تحت مملکت
۱۔ جزیرۃ العرب	۴	حجاز۔ یمن۔ عمان۔ ہجر
۲۔ عراق یا بابل	۵	کوفہ۔ بصرہ۔ واسطہ۔ مدائن۔ حلوان۔ سامرا
۳۔ جزیرہ	۳	دیار ربیعہ۔ دیار بکر۔ دیار مصر
۴۔ شام	۶	قنسرين۔ حمص۔ دمشق۔ اردن۔ فلسطین۔ شہرۃ
۵۔ مصر	۶	جفار۔ حوت۔ رلیف۔ اسکندریہ۔ مقدونیہ۔ صعیہ
۶۔ مغرب	۶	افریقہ۔ تابرٹ۔ سبلماسہ۔ ناس۔ سوس اقصیٰ
۷۔ ماورئ النہر	۶	فرغانہ۔ سیجیاب۔ شاش۔ اثرو سہ۔ صغد۔ بخارا
۸۔ خراسان	۹	بلخ۔ غزنین۔ لبٹ۔ سجستان (سیستان)۔ ہرات۔ جوزجان۔ مروشا۔ ہجہاں
۹۔ اقلیم ولیم	۵	نیشاپور۔ ہمتان (مالک عباسیہ میں سب سے زیادہ زرخیز و شاداب ہی ملک تھا)۔ قوس۔ جرجان۔ طبرستان۔ دیلمان۔ خیمرز
۱۰۔ ماب	۳	آرمینیہ۔ آذربائیجان۔
۱۱۔ الجبال	۳	رے۔ ہمدان۔ اصفہان
۱۲۔ خوزستان	۷	سوس۔ لشتر۔ اثرو سہ۔ جندلیا پور۔ عکرم۔ امواز۔ وردق۔ رام ہرمز
۱۳۔ فارس	۶	ارجات۔ خرد و شیر۔ دارا بکر۔ شیراز۔ ساہور۔ اصطخر۔
۱۴۔ کرمان	۵	بردسیر۔ سیرجان۔ مزنا سیر۔ بم۔ جیرفت
۱۵۔ سندھ	۴	مکران (صدر مقام پنجور جو آج کل پنجگور کے نام سے مشہور ہے)۔ توران (خاص سندھ (منصور دارالسلطنت) و ہند

کل ۹۷ صوبے

اس محلِ فہرست سے آپ کو یہ اندازہ تو کم از کم ہو جائے گا کہ ان عظیم مملکتوں یا صوبوں پر مشتمل یہ عریض و بسط پندرہ ممالک پر پھیلی ہوئی سلطنت عباسیہ اپنی شان و شوکت اور سطوت و جبروت کے اعتبار سے کیا ہوگی۔ اسی شان و شوکت کے ساتھ ساتھ حصول اقتدار اور جہاد و ثروت کی کشمکش جب پر دان چڑھی اور عبد عباسیہ کے پانچ دوروں میں خونِ مسلم کی جوار زانی ہوئی اس کی تفصیل آج بھی جب بیان کی جاتی ہے تو ہمارے سرخرو سے جھپک جاتے ہیں۔

حکومت عباسیہ (جس کو اسلامی تاریخ میں خلافت عباسیہ کہا جاتا ہے) کا آغاز ۱۳ ربیع الاول ۱۳۲ھ سے ہوا۔ اس دن عباسی خلیفہ سفاح کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اور اس حکومت کا اختتام ۴ صفر ۵۴۰ھ کو آخری خلیفہ منعم باللہ کے قتل پر ہوا۔ اس طرح عباسی سلطنت ۵۴۲ سال قائم رہی اور اس میں ۳۰ خلیفہ ہوئے۔

دولت عباسیہ کے اقتدار اور بے مثال شان و شوکت کا دور اس کا پہلا دور ہے جو سفاح، منصور، مہدی، ہادی، ہارون امین، مامون، معتصم باللہ اور واثق باللہ کی پر سطوت و جبروت سلطنتوں پر مشتمل ہے۔ یہ دور ۱۳۲ھ سے ہو کر ۲۳۲ھ پر ختم ہوا۔ ایک طرف تو یہ دور عباسی حکومت کی شان و شوکرہ اور ان کی بے مثال عظمت و جلال کا تابناک مرقع ہے تو دوسری طرف جنگ و جدل، قتل و غارت گری، خونریزی اور سفاکی میں بھی آپ اپنا جواب ہے۔ منذر جبہ بالا اقالیم اور مملکتوں کا قیام ظاہر ہے کہ امن و امان کے پس منظر میں تو ہوا نہیں ہوگا۔ بہت سی تحریکیں اس صد سالہ دور میں اٹھیں۔ بہت سے داعیان حکومت پیدا ہوئے۔ بہت سے طامع آزمائے گئے کہ مقابل میں آئے، خیر سرداروں اور امیروں نے بغاوت پر کمر باندھی، انہی حکومتوں کے قیام کے لئے سر توڑ کوششیں کیں، مسلمانوں کی تلواروں نے مسلمانوں کا بیدار بخ لہو بہایا۔ عباسیوں نے اپنی دعوت کی تکمیل اور سلطنت کے استحکام کے لئے لاکھوں مسلمانوں کو تہ تیغ کیا تب کہیں وہ اس قدر وسیع مملکت کو قائم کر سکے۔

جیسا کہ میں اوپر ذکر کر چکا ہوں کہ دوسری صدی ہجری سے لے کر چھٹی صدی ہجری تک پانچ صد سالہ دور جس طرح خون آشامیوں اور خانہ جنگیوں کا دور ہے اسی طرح یہ دور نصوف کی عظمت اور سر بلندی کا زمانہ بھی ہے۔ دولت عباسیہ کی وہ دلائل جن کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا جا چکا ہے ہزاروں صوفیائے کرام کا مولد و منشائی رہی۔ دربار باب نصوف کے مشہور خانوادے اور سلاسل اس پانچ صد سالہ دور میں پر دان چڑھے۔ وہ دل جن میں خوفِ خوار، خلقِ خدا سے محبت اور احکامِ الہی کی سجاوڑی کا جذبہ زندہ ہوتا اور جو — اَلْفَقْنَةُ عَلَى خَلْقِ اللّٰهِ وَالطَّلَعُ لِمَا رَزَقْنَاهُ کو اسلام، دین، عدل، انصاف، دیانت، صداقت اور معرفتِ حق کا ذریعہ سمجھتے تھے وہ شہروں کی اس پُراشرب زندگی سے کنارہ کش ہو کر دیروں کو آباد کرتے، ذکرِ حق کی محفلوں کو آراستہ کرتے اور دلوں کو نورِ معرفت سے چمکاتے۔

اسی سلطنت عباسیہ کا چوتھا دور ہے۔ اور اس خطاط کے بعد حکومت نے کچھ سنبھالا لیا ہے۔ نبیِ باریہ کے بعد آل سلجوق کی حکومت قائم ہو چکی ہے لیکن انہوں نے بغداد کی مرکزیت کو ختم کر کے رے کو اپنا مرکز اور مستقل خلافت بنالیا ہے۔ آل سلجوق نے آل بویہ کے برخلاف عباسی خلیفہ کا احترام بحال کر دیا ہے۔ خلیفہ مستظهر باللہ، مقتدی باللہ یعنی ابوالقاسم عبداللہ بن زبیر بن ابوالعباس بن قائم بامر اللہ عباسی تخت پر متمکن ہے (خلافت ۵ محرم ۳۸۴ھ سے ۱۶ ربیع الاول ۵۴۰ھ)۔ یہ وہ وقت ہے کہ سلطان سنجر ملکشاہ اس عہد کا سلطان ہے۔ حضرت حجتہ الاسلام امام غزالی ملک کے انتشار اور اہالیانِ ملک کی بے راہروی اور بد اعمالیوں سے بد دل ہو کر دس دس تدریس کا سلسلہ بند کر کے بغداد سے ملک شام کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ حسن بن سباج کی تلوارِ خون کا چپ کاڑھ چل رہا ہے۔ اکابرینِ اُمت بغداد چھوڑ رہے ہیں۔ صباچی اور باطنی عقائد کے خلاف زبان کھولنا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اندلس میں خانہ جنگیاں ہو رہی

ہیں۔ انفریقی میں موجود ہیں اور البین برسر بیچار ہیں۔ مصر پر قرامطی قابض ہو چکے ہیں۔ صلیبی جنگیں شروع ہو چکی ہیں۔ ایران بہت ہی ریاستوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ مشرق میں ماوراء النہر، خراسان اور پنجاب پر غزنوی خاندان کا بادشاہ سلطان ابراہیم حکمرانی کر رہا ہے۔ داتا گنج بخش حضرت عثمان علی (ججوری)، لاہور میں ارشاد کی مسند سے رہ کر عالم بانی ہو چکے ہیں۔ ہر طرف ایک انفریقی کا عالم ہے۔ گہوارہ علم و مذہب یعنی بغداد موصیت میں مبتلا ہے کہ ایک ۸۰ سالہ نوجوان صاحب ۸۰ سالہ میں گیلان کے قصہ نیف سے علم کی تشنگی بھانے کے لئے عازم بغداد ہوئے ہیں۔

گیلان کے محل وقوع کے سلسلہ میں اگرچہ مورخین میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے اور بعض حضرات نے عجیب عجیب موشگافیاں اس سلسلہ میں کی ہیں لیکن سہارے مشہور مورخین مسعودی اور جریر طبری کا بیان اس سلسلہ میں بہت زیادہ دقیق ہے۔ ان کا بیان ہے کہ گیلان جسے عرب حیلان کہتے ہیں ایران قدیم کا ایک صوبہ تھا جو اقلیم ولیم کے توابع میں تھا اس کے شمال میں بحیرہ کیسین جنوب میں سلسلہ کوہ البرز اور مشرق میں ماژندران تھا۔ اس عہد کی جدید اصلاحات کے بعد گیلان ایک آزاد مملکت بن گیا تھا اور اس کا دارالسلطنت رشت تھا۔ آج بھی رشت شمالی ایران کا ایک مشہور شہر ہے لیکن گیلان کو صوبہ کہنا صحیح نہیں۔ گیلان دلایت طبرستان کا ایک مشہور شہر تھا اور طبرستان اقلیم ولیم کا ایک صوبہ تھا۔

مشہور گیلان کے مشہور توابع، تالیش، گرگان، رود، لاسجان، رودسر اور راحت آباد ہیں۔ گیلان کی یہ آزادی اور خود مختاری دور صفویہ میں ختم ہو گئی اور عباس اول (صفوی) نے اس کو ایران میں شامل کر لیا۔ ۱۰۸۳ھ کے ایران روس معاہدے کے مطابق اس کا بہت سا علاقہ روسی حادوں میں شامل کر لیا گیا اور آج ایران جدید میں اس نام کا کوئی صوبہ یا کوئی دلایت نہیں البتہ لاسجان اور رشت موجود ہیں۔ اسی گیلان کے قصہ نیف میں ایک خدا پرست دلی کامل حضرت ابوصالح موسیٰ (جنگی دوست) آباد تھے۔ حضرت ابوصالح موسیٰ کی دیانت اور تقویٰ ان کا زہد اور انقار اس منزل پر تھا کہ عالم شباب ہی میں یہ خستہ الہی اور عصمت و عفت کی ان منزلوں پر پہنچ گئے تھے جہاں انسان اگر توفیق الہی شامل حال ہو تو مدظنوں کی رہائشوں کے بعد پہنچا کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ جنگی دوست کا عالم شباب تھا۔ ایک روز سخت گرمی کے عالم میں ایک سیب جو ایک ندی میں بہتا ہوا آ رہا تھا رکال کر کھا لیا۔ لیکن کھانے کے بعد مٹا خیال آیا کہ باغ کے مالک سے اجازت لئے بغیر مجھے سیب کھانے کا حق نہیں تھا اور تہہ وہ میرے لئے حلال تھا۔ سخت شہمان ہوئے اور آخر کار باغ کے مالک کی تلاش میں ندی کے کنارے کنارے اس جانب چل پڑے ہوئے جہرے سے سبب بہتا ہوا آیا تھا۔ دور دراز کی مسافت قطع کرنے کے بعد آخر کار ایک ایسے باغ کے قریب پہنچے جس کے سیب کے درختوں کی شاخیں پانی میں لٹک رہی تھیں۔ آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ وہ باغ ہے جس کا بہتا ہوا سیب میں نے کھا یا ہے۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ اس باغ کا مالک کون ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ حضرت عبداللہ صومعی اس باغ کے مالک ہیں اور ان کا صومعہ اس باغ کے اندر ہے۔ آپ باغ کے اندر پہنچ کر حضرت عبداللہ صومعی کی خدمت میں پہنچے اور

آپ کے والد ماجد کے اسم گرامی کے سلسلہ میں بھی مورخین میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے مشہور مورخ اور سیرت نگار الذہبی ابوصالح عبداللہ جنگی دوست بتاتے ہیں۔ مغربی مورخین جیسے بروکلمان علی بن موسیٰ بن جنگی دوست بتاتا ہے۔ مارکو پولو کی تحقیق کے مطابق اس زندگی دوست کا زیادہ صحیح ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے سلسلہ کے نامور فرزند جو آپ کی اٹھارویں پشت میں ہیں یعنی سید طاہر علاؤ الدین صاحب سجادہ قادریہ و نقیب زادہ نے جو سوانح حیات حضرت کی مرتب کی ہے اس میں حضرت پیران پیر کے والد ماجد کا اسم گرامی ابی صالح موسیٰ جنگی دوست لکھا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

اپنے آنے کی غرض و غایت بیان کی۔ حضرت عبداللہ صومی اسی نوجوان کے زہد و اتقا کو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اللہ تعالیٰ ایک سبب اور اس کی اجازت کے لئے اس قدر دروازہ کھٹھن منزلوں کا سفر، حضرت موسیٰ جنگی دوست جب طالب معافی ہوئے تو حضرت عبداللہ صومی نے آپ کا حسب نسب دریافت کیا اور کچھ دیر خاموش رہ کر کچھ ذرا بتا لیا اس کے بعد فرمایا کہ اے نوجوان میں تم کو اس ذلت ناک صفت نہیں کہوں گا جب تک تم میری ایک خواہش پوری نہ کرو۔ موسیٰ جنگی دوست نے عرض کیا کہ میں حصول معافی کے لئے آپ کی ہر خواہش بسر و چشم سجالانے کے لئے تیار ہوں۔ حضرت عبداللہ صومی نے فرمایا کہ تم میری بیٹی ام النجیر فاطمہ کو اپنی زوجیت میں قبول کر لو، لیکن یہ سمجھ لو کہ وہ کوئی بہری، بولی، لنگڑی اور اندھی ہے، بلکہ کیا نہیں منظور ہے۔ حضرت موسیٰ جنگی دوست کچھ دیر خاموش رہے لیکن پھر خیال آیا کہ معافی اس شرط کو قبول کرنے میں نہیں سکتی اور جو کچھ صحبت اب تک اٹھائیں ہیں وہ اس معافی کے لئے دل کا تقویٰ نورا کہہ اٹھا کہ حضرت عبداللہ صومی کی شرط قبول کر لو حضرت موسیٰ جنگی دوست نے عرض کیا کہ حضرت والا اگر خطا کی معافی اس شرط کی تفصیل پر مبنی و منحصر ہے تو مجھے یہ رشتہ منظور ہے۔ حضرت شیخ نے فوراً خالقاہ عالیہ میں اعلان کر دیا اور جب شادی کا سامان تھیک ہو گیا تو حضرت شیخ نے خود خط لکھا چڑھایا اور ام النجیر فاطمہ کو اس نوجوان کی زوجیت میں دے دیا جب موسیٰ جنگی دوست محلہ عروسی میں پہنچے تو وہاں ایک پیکر حسن و جمال کو دیکھ کر تو بہ استغفار کہنے لگے فوراً پلٹ پڑے اور حضرت عبداللہ صومی کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا کہ حضرت آپ نے میرا عقد ایک اندھی، بولی، لنگڑی، پاہج، دیشیرہ سے کیا تھا لیکن محلہ عروسی میں تو کوئی ناخمر موجود ہے جو ان تمام عیوب سے مبرا ہے جن کو آپ نے ام النجیر سے منصف فرمایا تھا۔ حضرت عبداللہ صومی نے فرمایا کہ عزیمت محلہ عروسی میں جو دیشیرہ موجود ہے وہی ام النجیر فاطمہ منہاسی زوجہ ہے میں نے اس کو اندھی اس اعتبار سے کیا تھا کہ آج تک اس کی نافرمانی ناخمر پر نہیں پڑی۔ بہری اس لحاظ سے کہ آج تک کوئی بہری بات اس نے نہیں سنی، لنگڑی اس اعتبار سے کہ کبھی اس نے جھوٹ نہیں بولا نہ کسی کی عنیت کی، سنی اس وجہ سے کہ کبھی اس نے اپنے ہاتھوں سے ایسا کام نہیں کیا جو شریعت کے خلاف ہو، لنگڑی یوں کہ اس نے اللہ کی راہ کے واسطی اور راستہ پر آج تک قدم نہیں رکھا۔ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ جنگی دوست کی خوشنحی کہ ایسی صالحہ اور دلیر خاتون ان کے عقد میں آئیں حضرت موسیٰ جنگی دوست شادی کے بعد کچھ عرصہ تو حضرت عبداللہ صومی کی خالقاہ میں مقیم رہے پھر اپنی صاحبہ اور عابدہ بہری کر کے کریمیت واپس چلے آئے۔

ابنی فرشتہ خصال صاحب تقویٰ و طہارت زوجین کے یہاں سنگم میں ایک فرزند تولد ہوئے جن کا نام نامی عبدالقادر رکھا گیا اور احمیاء ملت و دین کے باعث محی الدین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ جب ایسی پاکیزہ خصال، تقویٰ و پرہیزگاری کی ولادہ ماں ہوا اور ایسا زہد و اتقا رکھنے والا باپ تو ظاہر ہے کہ فرزند کن صفات بلند کرے کہ دنیا میں آیا ہوگا۔ حضرت ام النجیر فاطمہ کے یہاں یہ ولادت عمر ایس بیٹی سائے برس کی عمر میں بہری تھی، رمضان المبارک کا مہینہ تھا، اور شادی ایک روزوں میں ایک پاک باطن اور پاک طبیعت بچہ نے پران چڑھنا شروع کیا اور ان روحانی کمالات سے غیر شعوری طور پر بہرہ ور ہونا چلا گیا جو والدین میں قدرت نے دلالت فرمائے تھے، لیکن اس عظیم فرزند نے ابھی زندگی کی چند منزلیں ہی طے کی تھیں کہ زہد و اتقا کے جبل عظیم یعنی حضرت موسیٰ جنگی دوست کا انتقال ہو گیا اور اس صاحب یتیم فرزند کی تعلیم و تربیت کا تمام بوجھ عابدہ صاحبہ عنینہ خاتون ام النجیر فاطمہ کے کندھوں پر آ پڑا۔ لہذا اس دور میں دینی تعلیم کامرکز تھا مدرسہ نظامیہ بغداد کا چارزانگ عالم ابن شہرستان۔ مدرسہ احناف بھی اسی طرح سے مشہور تھا۔

۳۸۸ء میں جب کہ اس فرزند سید نے عمر کی اٹھارویں منزل میں قدم رکھا تو ایک روز یہ والدہ محترمہ سے سفر کی اجازت کے طالب

ہوئے صابر اور عابدہ مال نے ہونہار بیٹے کے استقباق کو دیکھتے ہوئے بغداد جانے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ ہر خند کہ اس زمانہ میں جب کہ ہر طرف انفرقہ پھیلی ہوئی تھی ملکی نظم و نسق درہم دبر ہم تھا۔ طبرستان سے بغداد تک سینکڑوں کوس کی مسافت تھی راستے میں خطر تھے کسی کارواں کا سلامتی کے ساتھ اپنی منزل پر پہنچ جانا ایک بڑی بات سمجھی جاتی تھی حضرت ام الخیر نے تحصیل علوم کے لئے بادیدہ اشکبار بیٹے کو گئے رگاکر رخصت کیا۔ بغداد میں مستنصر باللہ میرا رائے سلطنت ہے، ایران میں سلجوقی سلطنت کی وہ آن بان باقی نہیں جو ملک شاہ اور نظام الملک کے دم سے تھی۔ ۴۸۵ھ میں نظام الملک ایک باطنی (فدائی) کے ہاتھ سے شہید ہو گئے اور ان کی شہادت کے پس بائیں دن کے بعد ہی سلطنت سلجوقیہ کا نمائندہ سوزج (ملک شاہ) بھی غروب ہو گیا۔ سخت سلجوق کے لئے ملک شاہ کے فرزند آپس میں الجھ رہے تھے، ولی عہد سلطنت چونکہ نامزد نہیں ہوا تھا لہذا ترکان خانوں کی خواہش ہے کہ اس کا بیٹا محمود باپ کا جانشین ہو جو سلطان کا سب سے چھوٹا بیٹا ہے، اور حق ہے برکیاروق کا۔ شاہزادہ محمد اور شاہزادہ سنجر بھی تخت کے دعویدار ہیں لیکن نظام الملک نے برکیاروق کی ولی عہدی سلطان سے منظور کر لی تھی لہذا نظام الملک کے امر کی مدد سے سلطان برکیاروق تخت سلطنت پر رونق افروز ہوا لیکن ملک میں امن و امان قائم نہ ہو سکا۔ اس وقت ان ممالک میں کیفیت یہ تھی کہ رے، جیل، طبرستان، خوزستان، فارس، دیار بکر اور حرین شریفین میں برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھا جا رہا تھا اور آذربائیجان، آران، آرمینیہ، اصفہان اور عراق میں سلطان محمد بن ملک شاہ سلجوقی کا، سنجر بن ملک شاہ نے ممالک شریفین یعنی جرجان سے ماوراء النہر تک اپنے نام کا خطبہ شروع کر دیا تھا۔ عمر جمی ملک شاہ پر اور بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے لئے حملہ آور ہو چکے تھے۔

اس مختصر سے ملکی حالات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ممالک اسلامیہ میں کیسی کجانی چھڑی ہوئی تھی۔ دلوں سے سکون و رخصت تھا نہ شہر و دیہات میں امن و امان تھا نہ قریبوں میں۔ کارواں کی گزرگاہیں پر خطر تھیں اہل فافلہ محفوظ و مامون نہ تھے منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی رٹ جاتے تھے چنانچہ یہ فافلہ بھی جس میں علم و کمال کے جوہر فرزند سید ولی مادر زاد حضرت عبدالقادر القادری القادری علیہ السلام تھے۔ بیت سے بغداد کر روانہ ہوا لیکن خید منزل طے کر پایا تھا کہ ڈاکوؤں نے گھیر لیا لیکن حضرت عبدالقادر کے صدق و صفائے اہل فافلہ کو تباہی سے محفوظ رکھا، اور حملہ آوروں نے دزدی اور دہرئی سے اس نوع صالح جوان کے ہاتھ پر توبہ کی۔

آخر کار قطع منازل کرتے ہوئے کئی ماہ کی مدت کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر بغداد پہنچے جہاں اس سے قبل عرض کیا جا چکا ہے اس وقت خلیفہ مستنصر باللہ بن ابوالقاسم باللہ بن زبیر ابوالکاس ابن قائم بامر اللہ تخت خلافت پر رونق افروز تھا۔ لیکن آل بویہ کے اقتدار نے بغداد کی علمی عظمت کو گہن رگادیا تھا۔ فسق و فجور اور معصیت کا دور دورہ تھا۔ چند پاکیزہ نفوس اس شہر میں ضرور موجود تھیں لیکن ان کا حلقہ اثر محدود تھا کچھ اللہ دے سبھی تھے اور وہ وعظ و نصیحت سے گردلوں کو گرمانا چاہتے تھے لیکن ان کی مجلسیں سنی پڑی تھیں کوئی ان کے وعظ و نصیحت کی طرف کان دھرنے والا نہ تھا۔ ہر خند کہ خلیفہ المستنصر باللہ خود ایک مرد صالح کریم اور خلیق، نیک مزاج، سخی اور پابند شریعت خلیفہ تھا اور علماء و فضلاء اور فقر و صلیحائے محبت کرتے والا۔ لیکن رعیت کا مزاج تنعم و عیش پرستی نے اتنا بگاڑ دیا تھا کہ معصیت و سیاہ کاری بغداد کا مقرب بن چکی تھی باطنی شورش عروج پر تھی اور صلیبی جنگ کی بنا پڑ چکی تھی۔

حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی کمال علمی کے حصول کے لئے جب مرکز علوم و فنون اور گہوارہ تہذیب اسلامیہ یعنی تحصیل علم و فن بغداد میں وارد ہوئے تو آپ سے پہلے حضرت شیخ قادم بن سلم دیس کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت تمام بغداد ہی میں نہیں بلکہ اطراف و اکناف میں بھی حضرت قادم بن سلم کی عرفان و شناسی کا شہرہ تھا۔ حضرت قادم بن سلم کی مجلس جو زیادہ تر ان کی دوکان پر قائم ہوتی تھی طالبان کا مرجع تھی۔ اس وقت کے صوفیاء و کرام اور امراء حقیقت کے جوہر اس دوکان پر جمع ہوتے تھے جہاں بظاہر تو "راب"

فروخت ہوتی تھی لیکن بباطن دلوں کو معرفت کی شیرینی اور حلاوت سے آسودہ کیا جاتا تھا۔ شیخ و پاس نے اس شہ باز طریقت کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور پیرائی میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں فرمایا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے شیخ طریقت کی تحریک اور خود تکمیل علوم شریعی کے جذبہ کی سرشاری سے منازل سلوک طے کرنے سے پہلے یہ مناسب خیال فرمایا کہ علوم دینیہ اور علوم منداولہ کی تکمیل کر لی جائے چنانچہ آپ قاضی ابوسعید مبارک المخزومی کی خدمت میں پہنچے۔ قاضی ابوسعید کا شمار اکابر فقہاء عصر میں ہوتا تھا انہوں نے مدرسہ باب الازج کے نام سے ایک درسگاہ قائم کر رکھی تھی جہاں علماء متبحرین درس کی مزدور پر متمکن تھے چنانچہ آپ نے اس مدرسہ میں حضرت ابو ذکریا تبریزی سے "ادب" کی تکمیل فرمائی حضرت ابو ذکریا ادبیات میں منفرد مقام رکھتے تھے متعدد کتابوں کے مصنف اور اس وقت کے شہرہ آفاق ادیب تھے۔ ادبیات کی تحصیل کے ساتھ ساتھ آپ نے علمِ حدیث کی طرف توجہ فرمائی اور اس وقت کے مشاہیر محدثین جیسے ابوالنعمان محمد بن علی میمون انحراسی، ابوالبرکات طلحہ العاقولی، ابو عثمان اسماعیل بن محمد الاحمسی، ابوطاہر محمد عبدالرحمان ابن احمد، ابوالمنصور عبدالرحمان، ابوالمنصور محمد بن الحمار ہاشمی۔ سے فقہ اور اصول فقہ میں آپ نے شیخ ابوالخطاب محفوط السکونانی، ابوالوفاء علی بن غفیل حبلی، ابوالحسن محمد بن قاضی ابویعلیٰ محمد بن احسن بن محمد السراج، قاضی ابوسعید مبارک المخزومی بانی مدرسہ باب الازج سے استفادہ فرمایا۔ آپ اپنی لطیف الغنیۃ لطائف لطریق الحق میں اکثر و بیشتر روایت میں قال شیخنا مبارک اور قال ہذا الحدیث مبارک کا ذکر فرماتے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ حدیث و فقہ میں ان دونوں حضرات سے کافی متاثر تھے اور ان کو سزا تسلیم کرتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے اساتذہ کرام میں اکثریت ایسے علما کی تھی جن کا فقہی مسلک حنبلی تھا۔ شاید یہی سبب ہے کہ آپ بھی اس مذہب سے متاثر ہوئے اور آپ نے بھی اس کو اختیار کیا۔ حدیث شریف پر آپ کی زلف لگا ہی اور وقت نظر کا یہ عالم تھا کہ آپ کے اساتذہ کرام سند دینے وقت فرمایا کرتے تھے۔

اے عبدالقادر ہم تو تم کو الفاظ حدیث کی سند دے رہے ہیں ورنہ حدیث کے معانی میں تو تمہارے استفادہ کرتے ہیں کیونکہ بعض احادیث کے مطالب جو تم نے بیان کئے ہیں ان تک مہاری فہم کی رسائی نہیں تھی۔

درس و تدریس سے فراغت کے بعد آپ اپنے دلی جوش کے باعث مدینہ منورہ کے عراق کے دیوانوں اور خرابات کی طرف نکل جاتے اور کئی کئی روز تک بستی کا منہ نہ دیکھتے لیکن قدرت کو آپ سے ایک عظیم الشان دینی خدمت یعنی تفسیر اس لئے آپ نے اپنے استاد گرامی قاضی ابوسعید مبارک المخزومی کے ارشاد کے بموجب مدرسہ باب الازج میں خدمت تدریس اپنے ذمہ لے لی، آپ نے جب مدرسہ میں درس شروع فرمایا تو طلباء کی تعداد کچھ زیادہ نہ تھی لیکن آپ کے بیحد علمی کا شہرہ اس قدر جلد لنداد اور مضامین بیداد میں پہنچا کہ در دراز مقامات کے طلباء جو حق درجہ آپ کے درس میں شریک ہونے لگے اور مدرسہ باب الازج کی رستیں ان طالبان شوق کی گنجائش کے لئے کم ہو گئیں اور یہ حالت ہو گئی کہ جن طلباء کو مدرسہ میں جگہ نہ ملتی تھی وہ مدرسہ کے متصل بازار ادبچوک میں بیٹھ کر آپ کی ان تقاریر سے استفادہ کرتے جو دوران درس آپ فرمایا کرتے۔

اس حالت سے متاثر ہو کر لنداد کے ارباب خیر نے مدرسہ کی دوست میں زر کثیر صرف کیا یہاں تک کہ بعض نیک بندے مہجرت رات دن تعمیر میں لگے رہتے اور تقریباً ہی مدت میں مدرسہ کو وسعت دے دی گئی۔ ۵۲۸ھ میں مدرسہ کی دوست کا کام انجام پہنچ گیا اور ایک مہتمم ہاں شان عمارت تیار ہو گئی اس وقت یہ مدرسہ باب الازج کے بجائے مدرسہ قادریہ کے نام سے موسوم ہو گیا۔

اکتاف عالم میں مشہور ہوا۔

دریں و تدریس مدرس میں آپ ایک سبق تفسیر کا، ایک حدیث (شریف) کا، ایک فقہ کا اور ایک اختلاف ائمہ اربعہ اور ان کے دلائل کا آپ خود دیتے تھے۔ یوں صبح و شام تفسیر و حدیث، فقہ اصول فقہ اور نحو کے مسباق ہوتے تھے۔ نحو کے بعد ظہر اور عصر کے درمیان علم تجوید کی تعلیم ہوتی تھی۔ فتویٰ نویسی کا شعبہ اس کے علاوہ تھا اور مواظبت حسنہ کی مجالس اس کے سوا۔

موعظت و تلقین ۵۲۱ھ میں حضرت نے پہلی تقریر فرمائی۔ ابتدا میں سماعین کی تعداد بہت کم تھی لیکن آپ کی پہلی تقریر نے بغداد میں ہلکے بھڑکے پیدا کیے۔ سیرت اہل انوار کا ایک دریا اُٹھ آیا۔ ہر وعظ میں اس قدر ہجوم ہونے لگا کہ باب الشاہ کی جامع مسجد حاضرین کے لئے تنگ ہو گئی۔ یہ دیکھ کر آپ نے عبد گاہ بغداد کے وسیع و عریض میدان کو اپنے مواظبت کے لئے پسند فرمایا، اور پھر اب عرضہ تک اسی مقام پر وعظ فرماتے رہے۔ بغدادیوں نے آپ کی خطابت اور موعظت سے متاثر ہو کر بغداد کے باہر ایک طویل و عریض رباط تعمیر کرائی اور یہ سلسلہ اس قدر وسیع ہوتا چلا گیا کہ مدرسہ باب الازح کی تعمیرات اس رباط کی تعمیرات سے متصل و ملحق ہو کر ایک عالی شان وسیع و عریض زاویہ یا خانقاہ کی شکل میں نظر آنے لگیں۔ حضرت یہاں دستور کے مطابق جمعہ، یکشنبہ اور دو شنبہ کو دعوتِ رشد و ہدایت فرمایا کرتے تھے۔

حضرت کی مادری زبان فارسی تھی اور بغداد عربی ادب کا گہوارہ اور فصحاء عرب کا بھجورادھی۔ پس ضرورتِ عربی زبان پر عبور پانا سنی کہ آپ عربی زبان میں وعظ فرمائی اس لئے باوجودیکہ آپ علومِ دینیہ و ادبیہ پر عبور کامل حاصل کر چکے تھے اور حدیث شریف کے معانی میں ایسے ایسے نکات بیان فرماتے تھے کہ آپ کے اساتذہ بھی اس کے مترقبہ تھے لیکن بانیہ کمالِ تقریر کی ہمت آپ اپنے آپ میں نہیں پاتے تھے چنانچہ حضرت خود فرماتے ہیں کہ

"۵۲۱ھ میں ۱۶ شوال - شنبہ کے روز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے عالمِ ادب میں مشرف ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضور مجھے وعظ کرنے کی ہدایت فرمایا رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں غمی ہوں۔ بغداد کے فصحاء کے سامنے زبان کھولنے پر تڑپتا ہوں۔ میں ان حضرات کے سامنے کیونکر کلام کر دوں۔ اب انہوں نے کہہ دیا کہ بغداد کے فصیح و بلیغ حضرات مجھ پر یوں طعنہ زن ہوں کہ اولاد ہی ہونے کے باوجود عربی سے نابلدہ ہے، اور پھر بھی وعظ و پند میں سرگرم ہے۔"

میری اس گزارش پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات مرتبہ کچھ پڑھ کر میرے منہ پر دم فرمایا اور وعظ کا حکم دیا۔ دوسرے روز میں بعد نماز ظہر وعظ کرنے کے ارادے سے منبر پر بیٹھا اور سوختا رہا کہ کیا کہوں۔ میرے ارد گرد خلقت کا ہجوم تھا اور ہر ایک میرا وعظ سننے کا مشتاق تھا۔ ہر خند کہ میرے سینہ میں درپائے علم موجزن تھا مگر زبان نہیں کھلی تھی کہ اسی وقت میرے جد امجد حضرت علی اکرم اللہ وجہہ شریف لائے اور چھ مرتبہ کچھ پڑھ کر میرے منہ پر دم کیا میری زبان

حضرت سیدنا عزت اعظم رضی اللہ عنہ کے بعض سرائح نگاروں نے آپ کی پہلی تقریر کی تاریخ، وسیع الادل لکھی ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ آپ نے ۵۲۱ھ سے مواظبت کا سلسلہ شروع فرمایا۔

فوراً کھل گئی اور میں نے دغط شروع کر دیا۔ اب میری طلاقنت لسانی کی سارے
 لہذا میں دھوم مچ گئی۔ خود میرے دل میں جوش سخن کا یہ عالم تھا کہ اگر کچھ عرصہ
 خاموش رہتا اور دغط نہ کہتا تو میرا دم گھٹنے لگتا تھا۔ اول اول میری محفل تازکیر
 میں تھوڑے لوگ ہوا کرتے تھے مگر احسن میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہجوم کی مسجد
 میں گنجائش ناممکن ہو گئی بالآخر عید گاہ میں منبر رکھا گیا اور میں نے وہاں دغط
 کہنا شروع کر دیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ:-

شہر ہزار افراد میری مجلس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ سوارا اتنے آتے تھے کہ ان
 کی گرد سے عبا کا کھلے گردا بک حلقہ بن جاتا تھا اور در سے تودہ نظر آتا تھا۔
 حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں تذکرہ حضرت غوث الاعظم تحریر فرماتے ہیں کہ:-
 "حضرت کے کلام معجز بیان میں وہ تاثیر تھی کہ جب آپ آیات و عید کے معانی
 ارشاد فرماتے تھے تو تمام لوگ لرز جاتے تھے۔ چہرہ کا رنگ فق ہو جاتا تھا گریہ
 زاری کا یہ عالم ہوتا تھا کہ اہل محفل پر بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی۔
 جب آپ رحمت الہی کے تشریح و توضیح اور اس کے مطالب بیان فرماتے لگتے
 تو لوگوں کے دل غنچوں کی طرح کھل جاتے تھے اکثر حاضرین تو بارہ ذوق و شوق سے
 اس طرح مست و بے خود ہو جاتے تھے کہ بعد ختم محفل ان کو ہوش آتا تھا اور بعض
 تو محفل میں ہی جاں بحق تسلیم ہو جاتے؟

حضرت محدث دہلوی اسی سلسلہ میں رقمطراز ہیں:-

در مجلس دغط حضرت غوث الثقلین
 چار صد نفر دوات و قلم گرفتہ می
 نشند و آنچه از دے می شنیدند
 اسلامی کردند را خبلا اخبار

حضرت کی محفل دغط میں چار سو
 افراد قلم و دوات لے کر بیٹھے تھے
 جو کچھ آپ سے سنتے اس کو کہتے
 جاتے۔

حضرت کے مواعظ و کلام پر سچلی کا اثر کرتے تھے۔ شیخ عمر کیانی کہتے ہیں کہ کوئی مجلس ایسی نہیں ہوتی تھی جس میں یہود و نصاریٰ اسلام قبول
 نہ کرتے ہوں۔ اور عامۃ الناس ہرنی، خوزنجیری، بدکاری اور جرائم سے توبہ نہ کرتے ہوں۔ ناسد لا اعتقاد اپنے غلط عقائد سے آپ کی محفل میں توبہ کرتے
 تھے۔ مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ لہذا کی آبادی کے ایک بڑے حصے نے آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا۔
 محقق دقت شیخ موق الدین ابن قدامہ صاحب کتاب مغنی کما قول سے حضرت محقق محدث دہلوی کے ارشاد کی تائید ہوتی ہے
 حضرت موق الدین فرماتے ہیں۔

"میں نے کسی شخص کو آپ سے بڑھ کر دین کے باعث تنظیم پانے نہیں دیکھا۔ بادشاہ
 و وزراء اور امرا آپ کی مجالس میں نیاز و منادانہ طریقے پر حاضر ہوتے تھے اور آپ سے بیٹھے

جلنے سقے، علماء و فقہاء کا تو کچھ شمار ہی نہیں تھا ایک ایک دفعہ میں چار چار سو دو تیس

شمار کی گئی ہیں جو آپ کے ارشادات قلم بند کرنے کے لئے موجود رہتی تھیں۔

آپ پر بغداد کی مشرقی ہمسایہ اور دینی زندگی کی نگہداشتی ہوئی حالت پر شبہ نہیں تھی، ظلم و ستم، جبر و استبداد، فحش و تن آسانی عیش و طرب میں ڈوبی ہوئی زندگی کو ہلاکت کے بحصور سے باہر نکال کر۔ لانا ہی آپ کا مقصد اصلی تھا اور اسی لئے آپ نے بغداد کو اپنی دعوت کا مرکز بنایا تھا۔ آپ کے مواعظ کا اصلی موجب یہ تھا کہ بندگان خدا کی اصلاح کی جائے چنانچہ آپ ہر وقت ان پرگشتہ حال نفوس کی اصلاح میں مشغول و مصروف رہتے۔ بڑے بڑے لوگوں کو ان کی برائیاں پر بے دھڑک ٹوکتے اور اصلاح کی طرف متوجہ فرماتے یعنی آپ سلاطین و قوت (خلفائے بغداد و وزراء، امراء سلطنت، اکابرین ملت، عامل دقاصی، واعظ و صوفی ہر ایک کو بے دھڑک ٹوکتے اور اس کی برائیاں سے آگاہ فرماتے اور کبھی کسی کی انفرادیت و جہالت اور سطوت و شریکت سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ یہیں اس سلسلہ میں آپ کے خطبات و مواعظ سے چند اقتباسات پیش کر رہا ہوں تاکہ آپ کو حضرت کی خطابت اور اصلاح کی شان کا اندازہ ہو سکے۔

ظالموں، عالموں، صوفیوں اور فقیہوں سے خطاب

تم رمضان میں اپنے نفروں کو پانی پینے سے روکتے ہو اور جب افطار کا وقت آتا ہے مسلمانوں کے خزن سے افطار کرتے ہو اور ان پر ظلم کر کے جو مال حاصل کیا ہے اسے نکلتے ہو۔

اے لوگو! افسوس کہ تم سب ہو کر کھاتے ہو اور تمہارے پیڑوسی بھوکے رہتے ہیں اور پھر دعویٰ یہ کرتے ہو کہ ہم مومن ہیں، تمہارا ایمان فیج نہیں۔ دیکھو! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے سائل کو دیا کرتے تھے اپنی ادنیٰ کو چارہ ڈالتے، اس کا دودھ دیتے اور اپنا کمرہ سبھا کر لیتے۔ تم ان کی متابعت کا دعویٰ کیسے کرتے ہو، جب کہ انوال و انوال میں ان کی مخالفت کر رہے ہو۔

اے مولویو! اے فقیہو! اے زاہرو! اے عابدو! اے صوفیو! تم میں کوئی ایسا نہیں جو توبہ کا حاجت مند نہ ہو، سہارا سے پاس تمہاری موت اور حیات کی ساری خبریں ہیں سچی محبت جس میں تغیر نہیں آ سکتا وہ محبت الہی ہے، وہی ہے جس کو تم اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھتے ہو اور وہی محبت روحانی۔ صدیقیوں کی محبت ہے۔

اے نفس خواہش، طبیعت اور شیطان کے بند و اس میں نہیں کیا بناؤں میرے پاس تو حق در حق، مغز در مغز اور صفا در صفا توڑنے اور جوڑنے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے یعنی توڑنا ملو اللہ سے اور جوڑنا اللہ سے۔

اے منافقو! اے دعویٰ کرنے والو! اے جھوٹو! میں تمہاری ہوس کا قائل نہیں

اہل دل کی صحبت اختیار کرو، تاکہ تم کو بھی دل نصیب ہو، لیکن تمہارے پاس تو دل ہے ہی نہیں، تم تو ہر پاپا نفس و طبیعت اور ہوا و ہوس ہو!

باشندگان بغداد سے خطاب

اے بغداد کے رہنے والو! تمہارے اندر نفاق زیادہ اور اخلاص کم ہو گیا ہے اور اقوال بلا اعمال بڑھ گئے ہیں اور عمل کے بغیر قول کسی کام کا نہیں۔ تمہارے اعمال کا بڑا حصہ جسم بے روح ہے کیونکہ روح اخلاص و توحید اور سنت رسول اللہ پر قائم ہے، غفلت مت کرو، اپنی حالت کو سلیو، تاکہ تم گمراہ ملے۔ جاگ اٹھو اے سونے والو! اے غفلت شعار و بیزار ہو جاؤ! اے سونے والو جاگ اٹھو جس پر بھی تم نے اعتماد کیا وہ تمہارا معبود ہے اور جس پر نفع یا نقصان میں تمہاری نظر پڑے اور تم ایسا سمجھو کہ اس کے ہاتھوں حق تعالیٰ (نفع و نقصان) کو جاری کرتے والا ہے وہ تمہارا معبود ہے عنقریب نہیں اپنا انجام نظر آجائے گا!

رباری علماء زہاد اور سلاطین سے خطاب

اے علم و عمل میں خیانت کرنے والو! تم کو ان سے کیا نبت، اے اللہ اور اس کے رسول کے دشمنو! اے اللہ کے بندوں پر ڈاکہ ڈالنے والو! تم کھلے ظلم اور کھلے نفاق میں مبتلا ہو، یہ نفاق کب تک۔

اے عالمو اور زہادو! بادشاہوں اور سلاطینوں کے لئے تم کب تک منافق بنے رہو گے کہ تم ان سے اپنا زوال، شہوات و لذات حاصل کر لے ہو تم اور اکثر بادشاہان و قوت اللہ کے مال اور اس کے بندوں کے بارے میں ظالم اور خیانت کرنے والے ہو۔

اے الٰہی، منافقوں کی شرکت توڑو اے اور ان کو ذلیل فرما، یا ان کو توبہ کی توفیق عطا فرما اور ظالموں کا قلع و قمع فرما دے زمین کو ان سے پاک فرما دے یا ان کی اصلاح فرما (آمین) (اقتباسات از الفتوح الربانی)

اس عمومی خطاب میں اکثر شخصیں بھی فرمایا کرتے تھے، اکثر امراء و سلاطین وقت آپ کی خدمت میں دعائے خیر کے حصول کے لئے حاضر ہوتے اس موقع پر آپ ان کو نصیحت فرماتے اور وعید الٰہی سے ڈراتے، ایک بار المستنجد باللہ آپ کی خدمت بابرکت میں باریاب ہوا اور حضرت کی خدمت میں دس توڑے اشرفیوں کے پیش کئے اور قبل فرمانے پر اصرار کیا۔ آپ نے دونوں ہاتھوں میں حید شریفوں کو لے کر رگڑا تو ان سے خون ٹپکنے لگا اس وقت حضرت نے المستنجد سے فرمایا۔
”تمہیں اللہ سے شرم نہیں آتی کہ انسانوں کا خون کھاتے ہو اور اسے جمع کر کے میرے پاس لاتے ہو۔“

المستخیرہ باحرار دیکھ کر بے ہوش ہو گیا۔

آپ عمار کلمۃ الحق میں کبھی پاک نہیں فرماتے تھے غلط کاریوں پر آپ بادشاہ کو بھی اسی طرح ڈانٹ دیا کرتے تھے جیسے کسی عامی کو۔ ایک بار بادشاہ دفت خلیفہ مقتضی لائمر اللہ نے قاضی ابوالخا یحییٰ بن سعید بن یحییٰ بن مظفر کو قاضی لباد مقرر کر دیا۔ یہ شخص اپنی دراز دستی ظلم و ستم رانی کی بابت "ابن المزمع الظالم" کے لقب سے لپکا راجا تا تھا۔ لوگوں نے حضرت سے خلیفہ کی اس عوام دشمنی کی شکایت کی تو آپ نے برسر منبر خلیفہ المقتضی لائمر اللہ جو آپ کی مجلس شریف میں موجود تھا اس طرح ٹھیکارا۔ "تم نے مسلمانوں پر ایک ایسے شخص کو حاکم بنایا ہے جو ظلم و انظالم میں ہے کل قیامت کے دن اس رب الامین

کو حراحم الرحمن ہے کیا جواب دو گے۔"

یہ سن کر خلیفہ لرزہ برآمد ہو گیا اور اس پر خشیت الہی سے لرزہ طاری ہو گیا اس نے اسی وقت قاضی مذکور کو قضاۃ کے عہدے سے معزول کر دیا لیکن غریبا اور فقرا کے ساتھ آپ کا سلوک بالکل سادہ و سخی تھا آپ ان کے ساتھ بیٹھ جاتے اور بڑی بے تکلفی سے ان سے گفتگو فرماتے اور ان کو آزادانہ گفتگو کا موقع دیتے۔ آپ کے انہی اخلاق اور فضائل نے عوام کو آپ کا گرد و بار اور خواص کو آپ کا دالہ و شہید بنا دیا تھا۔ آپ کے ان مواظپ حسنہ اور خطابت حکیمانہ کا یہ اثر ہوا کہ لباد جو عیش و طرب کا گہوارہ رندی و مستی کا پر آگئے ان کی سر مستیاں ماند پڑ گئیں، ہزاروں افراد نے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کی، صرف مسلمان ہی تائب نہیں ہوئے بلکہ صندھیا یہودیوں اور عیسائیوں نے اسلام قبول کیا خیانت پر مرعین کا اس پر اتفاق ہے کہ لباد کی آبادی کے بڑے حصے نے حضرت دالکے ہاتھ پر توبہ کی اور بکثرت یہود و نصاریٰ اور اہل ذمہ مسلمان ہوئے۔

آپ کے ان مواظپ حسنہ کے بین مجموعے میں یعنی الفتح الربانی، فتوح الغیب، لغنیہ لطالب طریقی، الحق وغنیۃ الطالبین، ان کتب میں آپ کے ارشادات حکیمانہ کو بقید موضوع ضبط و تحریر میں لایا گیا ہے ان تینوں کتابوں میں اول الذکر دو کتابیں مختصر ہیں اور تیسری یعنی لغنیۃ الطالبین بہت مفصل ہے۔ میں انشاء اللہ آپ کی تصانیف پر تفصیلی بحث آپ کی تصانیف کے سلسلہ میں کروں گا۔

حضرت عوث اعظم اور تعلیمات باطنی

حضرت عوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف مبارکہ آپ کے مواظپ و ارشادات اگر اسی ہی اس بلند مرتبہ درحکمت کے اس اعلیٰ درجہ پر ہیں کہ ان کی کماحقہ تعریف ان کا اثر اور ان کے فیضان کا احاطہ کرنا اور ان سے جو نتائج مرتب ہوئے ان کا بیان کرنا بہت ہی دشوار ہے۔ یہ مواظپ و درس اس بلند اور اثر آفرینی کی اس منزل پر ہیں کہ آپ کی فضیلت اور آپ کے کمالات علمی پر دلیل قاطعہ ہیں لیکن کیا عجب اور کیا عجم کیا شہاد اور کیا شام و عراق تمام دنیا میں آپ کے نام دالاکہ عظمت اور فیضان معرفت کی جو دھوم اور شان ہے وہ آپ کے کمالات باطنی اور آپ کے رشد و ہدایت کے سلسلہ لغنیۃ فادریہ کا فردغ اور اس کی عالمگیر شاعت ہے۔ ذیل کی سطور میں اس پاک سلسلہ کے بارے میں مختصر انحریر کیا گیا ہے۔

حضرت عوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی دعوت حق کے سلسلہ میں الفتح الربانی میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔

اے لوگو! دعوت حق قبول کرو، بیشک میں داعی الی اللہ ہوں کہ تم کو اللہ کے دروازے اور اس کی طاعت کی طرف بلاتا ہوں۔

اپنے نفس کی طرف نہیں بلانا کہ منافق ہی اللہ کی طرف مخلوق کو نہیں بلانا بلکہ اپنے نفس کی طرف بلاتا ہے۔

سیدنا محمد

اس عظیم دعوت کے لئے آپ نے ان چند ہستیوں کو انتخاب فرمایا جن میں یہ جوہر قابل موجود تھا جنہاں میں گلی سے سید
حضرت شیخ شہاب الدین عمر بن محمد اسہروردی صاحب عوارف المعارف ہیں۔ آپ عقوان شباب میں علوم عقلیہ کے بڑے دلدادہ تھے
اور آپ کی طبیعت کا رجحان منقولات کی طرف بہت کم تھا۔ یہ حال دیکھ کر آپ کے عم نامدا حضرت شیخ ابو نجیب اسہروردی جن کے ارشاد
کا شہرہ دور دراز تک پھیلا ہوا تھا اور ایک عظیم صاحب طریقت بزرگ شمار ہوتے تھے اپنے نوجوان برادر زادہ کو حضرت کی خدمت میں لے
میں لے کر حاضر ہوئے اور حضور غوثیت میں عرض کیا کہ میرا یہ برادر زادہ ہر وقت منقولات میں مشغول رہتا ہے ہر چیز کہ میں روکتا ہوں لیکن
میں کامیاب نہیں ہوتا۔ حضور نے شیخ اسہروردی سے پوچھا کہ تم نے علم الکلام میں کون کونسی کتابیں پڑھی ہیں شیخ اسہروردی نے
کتاب امر خیر کی نام بنام نشان دی۔ حضور غوث اعظم نے کتابوں کے نام سن کر انہیں درست مبارک اسہروردی کے ساتھ پھیرا
ساتھ کا پیچیرا تھا کہ سب سے پہلے منقولات سے بالکل صاف ہو گیا۔ جو کچھ پڑھا تھا سب کا سب محو ہو گیا اور وہ دل اللہ تعالیٰ سے
کو نور ہدایت الیقان اور علم لدنی کی صلاحیت سے نوازا تھا معارف الہیہ سے مسوہ ہو گیا اور قال حال سے بدل گیا دل دواع
کی دنیا میں ایک انقلاب عظیم برپا ہو گیا اور آپ نے فوراً اس غوثیت کو ختم کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ اسہروردی کے ذریعہ نادریت
کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا جس کا ذکر بہت اجمال کے ساتھ میں یہاں کر رہا ہوں۔

حضرت شیخ اسہروردی قدس سرہ الغریزہ کا سلسلہ طریقت مشرق سے مغرب تک بہت بڑھ چکا تھا۔ شام، مصر، عرب
عجم، ترکستان اور ماوراء النہر تک اور اس پر صغیر پاک و سب میں سندھ، دلی اور مشرق میں مدنا پور، بنگال اور آسام سب اس سلسلہ
کے روشن ستاروں کی تابانیوں سے جگمگا اٹھے۔

حضرت شیخ شہاب الدین قدس سرہ الغریزہ کے مرید خاص شیخ مصلح الدین المعروف سیدی شیرازی نے تیراہیں اس سلسلہ کو
پھیلا یا اور اپنی زندہ جاوید کتب گلستاں دوستاں کے ذریعہ ان تمام ملکوں میں حکمت و معرفت کے چراغ روشن کئے جہاں تا کہ
زبان پڑھی اور سمجھی جاسکتی تھی۔

جب قسطنطنیہ تار سے بندہ کو تباہ کرنے کے بعد شام کی طرف انپارچ کیا تو سلسلہ قادریہ اسہروردیہ کے شیخ اعظم حضرت
عزاد بن بنی ہمدان سلام خدمت پر مجاہد اعظم ترک عظیم رکن الدین سہس نے اس فتنہ کا مقابلہ ایک اپنی دیوار بن کر کیا اور پھیل بنا
کو روکا اور شام و عرب کی سرزمین سے اس کا منہ پھیر دیا اس بطل حریت اور مجاہد اعظم نے شام میں تارباہوں کو جو بچے در سپہ
شائیں دیں وہ تاریخ کے صفحات پر ت ہیں مصر میں..... سلطنت عباسیہ کا قیام انہی کی بدولت ہو رہا تھا۔

سلسلہ قادریہ اور اسہروردیہ کے ایک درخشاں آفتاب حضرت شیخ الاسلام شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی ہیں جن کے ذریعہ
سندھ و ہند کے ظلمت گردے میں ایمان و عزائم کے چراغ روشن ہوئے اور اسلام کی روشنی سے یہ سیاہ خانے جگمگا اٹھے
ابھی ادچ اور ملتان اس آفتاب کی روشنی سے منور ہیں۔

بنگال کی وہ سرزمین جو کفر و شرک سے سیاہ خانہ بنی ہوئی تھی وہاں اسلام کے پہلے مبلغ حضرت شیخ جلال الدین تبریزی
اسہروردی ہیں۔ حضرت شیخ جلال الدین شیراز شیخ اسیر خ حضرت اسہروردی کے خلیفہ اعظم تھے۔

ادچ میں اسی سلسلہ کا وہ آفتاب غروب ہوا جس کا نام نامی حضرت سید جلال مرخ اسہروردی ہے جن کے صاحبزادے حضرت شیخ
سید احمد کبیر بخاری تھے۔ انہوں نے اسلام کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا شاہ جلال مجرموں نے سبقت میں اسلام کی شمع فروزاں
کی آپ ہی کے نواسے ہیں۔

حضرت خواجہ حمید الدین ناگوری بھی اسی خاندان سہروردیہ کی ایک شیعہ فرزاں ہیں جنہوں نے ہند کے مغربی حصہ میں اشاعتِ اسلام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ الغرض ہندوستان اور دوسرے ممالک میں سہروردی سلسلہ کو جو قبولِ عام اور عظیم تبلیغی کامیاب حاصل ہوئی وہ تمام تر حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا کی برکات میں اس خاندان میں آپ کے لطفِ کرم سے صد ہا نفاذِ کامل اور درویشانِ مخلص اور متبعینِ اسلام پیدا ہوئے کہ آج بھی یہ کتاب سس برصغیر پاک و ہند میں اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ فروزاں ہے۔

اس سلسلہ سہروردیہ کے علاوہ بھی قادریت کے آفتاب نے کفر کی تاریک راتوں میں اُجالا فرمایا اور آپ سے اس قدر سلاسلِ طریقت جاری و ساری ہوئے کہ آج بھی دنیا میں جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں وہاں یہ سلسلہ ضرور موجود ہے۔ ہر چند کہ آپ حنبلی فقہ کے پیرواروں کے شارح تھے آپ کی عظیم تصنیف "غنیۃ لطائف" طریقِ احنوفیہ فقہ حنبلی پر ایک مستند کتاب ہے لیکن چونکہ آپ محض اسلام کے داعی تھے اور کتابِ الہی اور سنتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے دین و مذہب، فکر و نظر اور عقائد و ارشادِ کاملہ کی محاورہ تھا اس لئے آپ کی عظمت کا سکہ حنفیوں کے دلوں پر بھی اسی طرح چھایا ہوا ہے جس طرح حنبلیوں کے دلوں پر بلکہ میں تو یہ کہنے میں باک نہیں کروں گا کہ اس برصغیر پاک و ہند میں حنفی جس کثیر تعداد میں آپ کے غلاموں میں شامل ہیں اور آپ کے سلاسل حنفی بزرگوں میں جس قدر پائے جاتے ہیں وہ حنبلیوں سے کہیں زیادہ ہیں۔

حضرت کا طریقہ احسان و تعلیم و تلقین بھی تمام تر کتاب و سنت پر مبنی و منحصر ہے اس میں نہ فلسفہ و کلام کے غوامض درموز ہیں اور نہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے مباحث ہیں حضرت کا قلبِ نورانی سوزِ تلقین، حضور و شہداء و عرفانِ الہی ہے اور سنتِ نبوی اس کا محور و مرکز ہے یہی باعث ہے کہ چار دانگ عالم میں آپ کا ذکر کتاب بھی بچ رہا ہے۔

قادریت کے بہت سے سلاسل آپ کی اولادِ امجاد سے جاری و ساری ہوئے جو فقہاء قادریت کہلاتے ہیں عرف عام میں ان میں سے ہر ایک نقیبِ الانتماء کہلاتا ہے۔

حضرت غوث اعظم کی ازدواجی زندگی حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں چار شادیاں کیں اور ان چاروں ازدواج سے آپ کے اولاد پیدا ہوئی۔ اولاد ذکر کے سلسلہ میں آپ کے سوانح رقمطراز ہیں کہ آپ کے بیس اولادِ نرینہ (فرزند) اور انیس لڑکیاں پیدا ہوئیں لیکن انہوں نے جب تفصیل بیان کی تو لڑکوں کی تعداد صرف ۱۶ لکھی ہے اور کسی لڑکی کا نام تحریر نہیں کیا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مستند بیان حضرت پیر طاهر علاؤ الدین القادری الجیلانی ابن نقیب الاثراف محمود حام الدین قادری جو خاندانِ غوثیہ کے ایک خدا پرست، دیندار فرزند ہیں اور پاکستان میں جن کے مریدان بادِ صفا کی ایک خاصی تعداد موجود ہے۔ حضرت شیخ طاهر علاؤ الدین، حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی چودھویں پشت میں ہیں اور حضرت شیخ سید عبدالغفر بن قدس سرہ کی اولاد سے ہیں جو حضرت غوث پاک کے دوسرے فرزند ہیں اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مستند قول آپ کا ہو سکتا ہے۔

حضرت شیخ سید طاهر علاؤ الدین صاحب اپنی تصنیف تذکرہ قادریہ (مطبوعہ استقلال پریس لاہور) شائع کردہ حال دربارِ غوثیہ میں بنوان "آپ کی اولاد اہل بیت مطہرہ کے اسرار گرامی" کے تحت فرزندِ ان گرامی کے اسرار اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

۱۔ حضرت شیخ ابوالحسن ابراہیم قدس سرہ، آپ کی ولادت ۵۲۸ھ اور وفات ۶۲۲ھ شہان ۶۲۲ھ میں ہوئی آپ کا مزار حضور غوث پاک کے مزار کے قریب ہے۔

۲۔ حضرت شیخ ابوالفضل محمد تیس سرہ، آپ کی وفات ۲۷ صفر ۵۸۷ھ میں ہوئی آپ کا مزار بھی بغداد میں ہے۔

۳۔ حضرت شیخ ابوذر کربا یحییٰ، آپ کی ولادت ۶ ربیع الاول ۵۵۰ھ میں اور وفات ۱۲ شہان ۶۰۰ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار بھی بغداد شریف میں حضرت شیخ عبدالہاب کے مزار کے قریب واقع ہے۔

۴۔ حضرت شیخ ابوالنصر موسیٰ قدس سرہ، آپ کی ولادت ۵۲۹ھ میں اور وفات جمادی الاخر ۶۰۰ھ میں دمشق میں ہوئی اور درہم مدفون ہیں۔

ساتھ ہزارہ واداشکوہ نے صرف انہی آٹھ فرزندان کا ذکر کیا ہے باقی دو صاحبزادوں کا ذکر نہیں کیا۔

آفتاب الدین احمد فتوح النیب کے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ میں تحریر کرتے ہیں کہ "حضور سیدنا عزت اعظم رضی اللہ عنہ نے ۵۲ سال کی عمر تک مثال زندگی اختیار فرمائی اس کے بعد سنت نبوی کے خیال سے آپ نے مختلف زوالوں میں چار شاویاں کیں اور ان چاروں ازدواج سے آپ کے یہاں ۲۷ صاحبزادے اور ۲۲ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں ان صاحبزادوں میں سے صرف چار صاحبزادے مشہور ہوئے۔ ۱۔ حضرت شیخ عبدالہاب (۲) حضرت شیخ عیسیٰ (۳) حضرت شیخ عبدالرزاق (۴) حضرت شیخ موسیٰ (۵) (دیباچہ فتوح النیب انگریزی ترجمہ)۔ لیکن جیسا کہ میں پہلے تحریر کر چکا ہوں کہ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مستند بیان خواب شیخ طاہر علاؤ الدین صاحب کا ہے، جو حضور عزت اعظم کی چودہویں پشت میں ہیں۔

آپ سنیہ میں تین مرتبہ عوامی مجلس سے خطاب فرمایا کرتے تھے اور ہر روز صبح اور عصر کے وقت آپ تفسیر حدیث اور سنت نبوی کا درس دیا کرتے تھے۔ ظہر کی نماز کے بعد آپ فتوے کا اہم کام انجام دیا کرتے اور دروازے کے بندوں اور ملکوں سے جو کچھ سوالات آپ کی خدمت میں آیا کرتے تھے ان کے جوابات تحریر فرماتے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت عبدالرزاق ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت والد ماجد نے تیس سال تک یعنی ۵۲۸ھ سے ۵۸۷ھ تک درس و تدریس کے ساتھ ساتھ افتاء کا شغل جاری رکھا۔ مسائل فقہی پر عبور کا یہ عالم تھا کہ استخراج مسائل کے لئے آپ نے کبھی کتب سے مدد نہیں لی۔ آپ جو جواب دیتے وہ قلم برداشتہ لکھتے آپ امام شافعی اور امام حنبل کے مذاہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ ہر روز مغرب کی نماز سے قبل آپ غربا میں کھانا تقسیم فرماتے اور نماز مغرب کے بعد آپ کھانا کھانے کے لئے بیٹھ جاتے اور اپنے قرب و جوار کے ایسے تمام لوگوں کو کھانے میں شریک فرماتے جو نماز پڑھتے۔ عشا کی نماز کے بعد آپ مجلس سے اٹھ جاتے اور اپنا زیادہ وقت قرآن خوانی اور یاد الہی میں صرف فرماتے۔

حضرت کے مواعظ و دلوں پر بجلی کی طرح اثر کرتے تھے، آپ کا انداز بیان ایسا دلنشین اور موثر حضرت کا طریقہ تعلیم و ارشاد ہوتا تھا کہ دلوں میں انقلاب پیدا ہو جاتا تھا آپ کی کوئی مجلس ایسی نہ تھی جس میں ہر دو نصای

اسلام قبول نہ کرتے ہوں۔ اور بدکار و بد اعمال مسلمان آپ کے دستِ حق پرست پر تائب نہ ہوتے ہوں۔ ہر مجلس میں ہزاروں غلامِ اللہ غلط عقائد سے توبہ کرنے اور حضرت کی رہبری سے صراطِ مستقیم پر آجائے۔ آپ کی مجلس میں چھوٹے بڑے، غریب و امیر اور آقا و غلام کی کوئی تخصیص نہیں تھی بادشاہ اور دربار آپ کی مجلس میں نیاز مند حاضر ہوتے اور بادبِ بیٹھے آپ کو جو کچھ فرمانا ہوتا تھا بے دھڑک ارشاد فرماتے، سلاطین و قوت پر گڑھی سے گڑھی تنقید کی جاتے لیکن وہ اسی ادب اور سکون کے ساتھ اس کو سنتے جس طرح دوسرے عوام الناس چنانچہ ان مجالس میں اکثر و بیشتر اس طرح سے عام تنقید فرماتے۔

”اے علم و عمل میں خیانت کرنے والو! تم کو ان (خدا رسیدہ بزرگوں) سے کیا نسبت؟ اے اللہ اور اس کے رسول کے دشمنو! اے اللہ کے بندو! تم کسے ڈاکو، تم کھلے ظلم اور کھلے نفاق میں مبتلا ہو، یہ نفاق کب تک۔“

”اے عالمو! اے زاہدو! شاہوں اور سلطانوں کے لئے تم کب تک منافق بنے رہو گے تاکہ ان سے دنیا کا مال دزر، شہرات و لذات حاصل کرتے رہو۔ تم اور اکثر شاہان و نیت اللہ کے مال اور اس کے بندوں کے متعلق ظالم اور خائن ہو۔ بارالہ! منافقوں کی شرکت تو مردے اور ان کو ذلیل فرما۔ ان کو توبہ کی توفیق دے اور ظالموں کا قلع مع فرما دے۔ زمین کو ان سے پاک کر دے یا ان کی اصلاح فرما۔ (آمین)“

”اے بادشاہو! اے غلامو! اے ظالمو اور اے منصفو! اے منافقو اور اے مخلصو! دنیا ایک محدود وقت تک ہے اور آخرت غیر متناہی مدت تک ہے، اپنے مجاہدے اور زہد سے جملہ ماسوا اللہ کو چھوڑ دو، غیر سے طلب کو پاک کر دو۔ جس نے دنیا کے امیروں سے طمع یا خوف کو دل میں جکھ دی وہ موحدا نامیب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہونیکا دعویٰ نہیں کر سکتا کیونکہ خالق کے بدلے مخلوق سے امید خوف رکھنا شرک ہے۔“

”اے منافق اے مخلوق اور اسباب کی پرستش کرنے والے حق تولے کو بھلانے والے گردن جھکا پھر توبہ کر اس کے بعد علم سیکھ اور عمل کر اور مخلص بن ورنہ ہدایت نہ پائے گا۔“

”تم رمضان میں اپنے نفوس کو پانی پینے سے روکتے ہو اور جب انظار کا وقت آتا ہے تو مسلمانوں کے خون سے انظار کرتے ہو، ان پر ظلم کر کے جہاں تم نے حاصل کیا اس کو لٹکتے ہو۔“

”اے لوگو! انوس کہ تم سیر ہو کر کھاتے ہو اور تمہارے بڑی بھوکے ہیں اور پھر تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ ہم مومن ہیں۔ تمہارا ایمان بیچ نہیں دیکھو تمہارے نبی (صلعم)“

اپنے دست مبارک سے سائل کو دیا کرتے تھے اور اپنی ادنیٰ کو خود چارہ ڈالتے تھے اور اس کا دودھ دوہتے اور اپنا فیض آپ سب پر کرتے تھے تم ان کی متابعت کا دعویٰ کیسے کرتے ہو حالانکہ اقوال و افعال میں ان کی مخالفت کر رہے ہو۔

(اختیارات از مجالس فتوح الربانی)

حضرت سیدنا عزت اعظم رضی اللہ عنہ شخصی سلطنت غیر شرعی ملوکیت اور امارت کو حرام جانتے تھے بادشاہوں اور امیروں کی تعظیم و تکریم کو فکر خیال فرماتے تھے ان سے کبھی نہیں ملتے تھے مگر بادشاہ بڑے اصرار سے حاضری کی درخواست کرتے جب یہ حاضر ہوتے تو حضرت مکان کے اندر تشریف لے جاتے تھے اور جب یہ اگر بیٹھ جاتے اس وقت آپ مجلس میں تشریف لاتے زنا کہ بادشاہ کے لئے تعظیماً اٹھنے کا سوال یہ نہ ہو اسی طرح حضرت غوث اعظم بادشاہوں کے بیت المال کو غصب کیا ہوا مال سمجھتے تھے، اور بادشاہوں اور امیروں کو اللہ کے مال کا کونسنے والا اور ٹوکا کو سمجھتے تھے۔ آپ ان کو شاہان خدا کا خائن خیال فرماتے تھے۔ آپ کے مواعظ میں جابجا ایسی مراہطیں ہیں اور سلاطین و امراء سے خطاب میں فتوح الربانی میں خاص طور پر ایسے خطبات و مواعظ موجود ہیں۔

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی تحریک اصلاح دعوتِ جہاد

چھٹی صدی ہجری اور عالم اسلام کی اتہری و بد حالی اس سانحہ مقدس کے آغاز میں مختصر طور پر میں نے پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کی ان تباہ کاریوں اور بربادیوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے عرب عراق، شام اور مصر کو تہ دبا کر رکھا تھا۔ عالم اسلام میں قیامت صفرا برپا تھی امن و امان رخصت ہو چکا تھا ہر طرف انفرقہ کا عالم تھا۔ خاص طور پر چھٹی صدی ہجری ایک بہت ہی پر آشوب اور فتنہ صدی گزری ہے۔ تمام عالم اسلام سیاسی انتشار کی زد میں تھا۔ بڑے بڑے فکری اور علمی بحران آئے اور اچھے اچھوں کے پیر کھڑے گئے۔ بغداد جس کو کبھی عالم اسلام میں مرکزیت کا شرف حاصل تھا اس کی مرکزیت رد و زوال ہو گئی۔ سیاسی انتشار اور اقتدار کی کشمکش نے طوائف الملوک کی صورت اختیار کر لی اور اس طوائف الملوک نے اسلام کی عظیم سلطنت کے حصے بخرے کر دیئے تھے۔

بغداد کی مرکزیت دمیسیوں، سامانیوں، سلجوقیوں اور غزنویوں کے درمیان گھر گھر کا ایک جہد ہے روح بن گئی تھی مذکورہ سلطنتیں آپس میں جوئے الارض کے باعث دست بگمایاں تھیں خوارزم شاہیوں اور سامانیوں اور صفاریوں نے جنگ جہول کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ شام کی سرزمین فاطمین مصر کے زیر نگیں آچکی تھی۔ سرزمین حجاز کو کبھی فاطمیوں کو لبیک کہنا پڑتا اور کبھی عباسیوں کو۔ اس سیاسی انتشار نے مرکزیت کے تار و پود اس طرح بکیر دیئے تھے کہ غیر مسلم حملہ آوروں کو اپنی ناقابل فراموش شکستوں کا انتقام لینے کا اس سے بہتر اور کوئی موقع نہیں مل سکتا تھا پانچویں جب اسلام کی عظیم شان سلطنت خود مد مرحدوں میں تقسیم ہو گئی تو وسط ایشیا کے خونخوار حملہ آور یعنی تاتاری اپنی ہوس ملک گیری کے لئے آگے بڑھے اور خوارزم شاہیوں کا نام صفحہ ہستی سے مٹا دیا دی اور نصرانی حکمران صلیبی جنگ کا زور شور سے اہتمام کرنے لگے اور آفتاب غوثیت کے غروب ہوتے ہی تاتاریوں کے ہاتھوں بغداد

پر جو کچھ گزری وہ تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی اور صلیبی سوراؤں نے ارض فلسطین و شام کے اس دامن کو جس طرح تہ دبا لایا وہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔

اس سیاسی ابتری اور سیاسی مرکزیت کے پارہ پارہ ہو جانے سے عالم اسلام کے اقتدار اعلیٰ کو یہ نقصان پہنچا کہ مسلمان ایک ایسی طاقت نہ رہا جو غیر قوموں کو اپنے کردار و اخلاق اور جذبہ جہاد سے مرعوب، خوفزدہ اور ان کے عزائم کو متزلزل کر دیا کرتا تھا جو علامہ کلیمہ الحق کے وقت موت سے بے خطر کھیلتا تھا۔ وہ تلوار جو غبروں کے لئے وقف تھی اب اس کی تیزی انہوں پر آزمائی جا رہی تھی اس افراتفری اور طوائف المسلمین نے اخلاقی حالت کو بھی تباہ کر دیا۔ وہی رذائل اخلاق جو غیر مسلموں کی تباہ کاریوں کا باعث اور ان کی رسوائی کا سبب بنے ہوئے تھے اب مسلمانوں کی شان بن گئے تھے۔ ریاکاری، خود غرضی، مکر و فریب، حرص، دھتک، بزدلی، خوشامد، خیانت اور رذالت ان کا شعار بن گئے۔ اقتدار پرستی اور چٹا فراڈ کی بالادستی نے نئی نئی سازشوں کو جنم دیا، بحیثیت مجموعی نہ کوئی جہاد مقصد تھا اور نہ کوئی مشترکہ نصب العین۔ مذہب سے بیگانگی ایک پسندیدہ صفت بن گئی۔ مذہب سے جو شیفتگی پہلے تھی اس کی جگہ بے تعلقی نے لے لی اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ علم عمل کے بجائے صرف چند کتابوں کے پڑھنے تک محدود و منحصر ہو گیا۔ کتاب سنت کے موضوعات کے بجائے فلسفیانہ موضوعات کا فیضان کو جنم دیا گیا اور اس کے بانی ہوئے جو اپنے عقائد ناسدہ کی اشاعت کے لئے ایسے موقع کے انتظار میں تھے۔ علم الکلام کے نکات ادبی مجلسوں کی جہان بن گئے اور فلسفہ و کلام کے مباحث موضوع پر مناظرے اور کج بحثیاں ادب پردی اور ادب نوازی کا نشان قرار پائے۔ خیانت پر تاریخ شاید ہے کہ مامون رشید کے دربار میں خلق قرآن پر جو مباحثے اور مناظرے ہوئے وہ کسی دینی خدمت میں شمار نہیں ہو سکے بلکہ اس کے دور رس مضر نتائج نکلے۔

یہ اندوڑ اپنی جہت ارم کے باعث مسلمانوں میں مسرود و مردود ہر لیکن ایک ہوشمند باطنی نے التوت میں ایک جنت بالرحمہ عالم اسلام میں عظیم فتنہ برپا کر دیا، ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو گمراہ کیا، مشاہیر اسلام نہ تیغ ہوئے معتزلہ اور اشاعرہ کے مکاتب فکر کی بڑی دھوم دھام سے باپڑی اور اس بے دینی کی رد میں خوب پروان چڑھے۔ نتیجہ ظاہر تھا کہ اشراقی اور باطنی رموز اور ان پر نکتہ آفرینیوں نے اسلامی تصورات اور بنیادی مسلمات تک کو نظروں سے اوجھل کر دیا۔ میں اس سلسلہ میں زیادہ تفصیل میں جانا نہیں چاہتا کہ میں ابتدائی صفحوں میں اس پر ندرے تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔ مختصر یہ کہ مسلمانوں کے تمدنی نظام کے تار و پود اس طرح بکھر گئے کہ پھر ان کی شیرازہ بندی نہ ہو سکی ہمارے علماء و فضلاء ان علمی بحثوں میں الجھے ہوئے تھے، امراء و ہماؤں اور سلاطین ملک گیری کی ہوس کا شکار تھے اور جب وہ اس شکار کے لئے اٹھتے تو ہر ظلم روا اور ہر ستم مباح بلکہ عین انصاف بن جاتا تھا اب صرف ایک ہی چارہ کار باقی رہ گیا تھا کہ اس تباہ حال امت میں ایک ایسا گروہ پیدا ہو جو سونے دالوں کو جگائے، گم کردہ راہوں کو راستہ پر لگائے اور کتاب و سنت کا احیاء کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام اسی جماعت انجام دے سکتی تھی اور وہی افراد اس نادر کو پار لگاسکتے تھے جن کو نہ دنیا خرید سکتی تھی اور نہ سلطنت و دہرہ بٹاشی ان کی گردنوں کو نیچے آگے جھکا سکتا تھا۔

اصلاح نفس، تزکیہ باطن اور احیاء شریعت (محدثی) کی یہ تحریک ہر چند کہ کئی صدی پہلے شروع ہو چکی تھی اگر ہم تفحص سے کام لیں تو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے عہد منور تک جا پہنچتے ہیں گویا اس تحریک کا چشمہ ہم کو پہلی صدی ہجری میں رواں ملتا ہے لیکن کئی صدی تک یہ تحریک مقامیت کے حدود میں محدود رہی اور ایک عالمگیر تحریک نہ بن سکی ہر چند کہ ان فردانِ ماعنیہ میں ابن اعراب اور شام و عرب میں زار نے اور خالقاہیں ملتی ہیں جہاں یہ پاکیزہ نفوس اپنے مقدس فریضہ کو مبرا انجام دیا کرتے تھے اور حلقہ بگوشاں خالقاہ اطراف و اکناف میں عمام کی رہنمائی کا فریضہ ادا کرتے رہتے تھے لیکن پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں گمراہی اور ضلالت کے سائے اتنے طویل و عریض

ہو گئے لہٰذا انہوں نے تمام دنیا سے اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اس وقت اس ام کی بڑی شدت سے ضرورت تھی کہ اصلاح نفس، تزکیہ باطن اور احیاء دین مبین کی یہ تحریک بھی اتنی ہی وسعت پذیر ہو جائے جتنے ضلالت و گمراہی کے سائے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ اہم اور دشوار کام اپنے محبوب اور مقدس بندے کے جواس کے محبوب والا مقام سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت خاص رکھتا تھا سپرد فرمایا اور انہوں نے بڑی بے جگری اور مردانگی سے اس کو تمام پر پہنچایا۔ یہی وہ مسند نشین فقراویسی اور صاحب وسادہ حسن کبریٰ ہے جس نے درمیر فتن اور ظلمت کدہ سراسر شرک و کفران میں اسود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چراغ روشن کیا اور اس کی ضیاء ایمان افزہ کو ایک گوشے سے دوسرے گوشہ تک پہنچایا اور آج تک حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا روشن کیا ہوا وہ چراغ دنیا سے اسلام کے گوشہ گوشہ میں ضیا برار ہے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا مسلک ارشاد و اصلاح اپنے معاصرین و اسلاف سے بہت زیادہ مختلف تھا آپ کا مسلک پنج ان حضرات سے بالکل جدا تھا۔ آپ امیروں، ذریروں اور بادشاہوں کے دربار دربار سے کبھی واسطہ نہیں ہوئے آپ نے گوشہ نشینی اور خلوت گزینی، رہبانیت کو کبھی پسند نہیں فرمایا اگر آپ ایسا کرتے تو آپ کا مشن کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ نے بڑی جسارت اور شہامت سے عوام خواص کے لئے اپنی مجلس کے دروازے کھول دیئے جو کچھ کہا برمایا کجاہز تنقید کی وہ براہ راست کی، اشاروں کنایوں سے کبھی کام نہیں لیا، جو کچھ ہدایت فرمائی صاف صاف فرمائی۔ امیروں، ذریروں اور بادشاہوں کے کردار و گفتار پر براہ تنقید کی، کھلم کھلا ان کے انحال و تمیمہ اور کردارنا پسندیدہ کو بدلت ملامت بنایا، ظلم و تعدی پر بے دھڑک ان کو ٹوکا اور واضح طور پر ان کو نسبتیات سے رد کیا۔ آپ جو کچھ فرماتے اس کا استدلال قرآن و حدیث سے فرماتے۔ تنصیف کے روز و نکاحات عمومی بحال میں کبھی آپ کا موضوع نہیں رہے آپ نے اپنی تمام تر توجہ اس امر پر مبذول فرمائی کہ لوگوں کے دلوں میں قرآن و حدیث کا جذبہ احترام بیدار کیا جائے ان میں ہر قسم کی قربانی اور جہاد فی سبیل اللہ کا ذوق و شوق پیدا ہو، امر و سلاطین ملک گیر کی ہوس سے مٹ کر عدل و انصاف اور احیاء و شریعت کے لئے کریں جو کچھ کریں ان کو بخیر کیا کہ ان کی زندگی آباد ہے اور باعمل مسلمان کی زندگی ہے تاکہ رعیت بھی الناس سے صلے دینے ملو کہم کے مصداق ہے اور باعمل مسلمان بن جائے۔ علماء و زہاد کو ہدایت فرمائی کہ وہ حرص و آرزو سے انپادامن بچائیں اور زہد فرشتی کا بازار گرم نہ کریں۔ عاملوں کو نصیحت فرمائی کہ کبر و دریا، نخوت و غرور سے اپنے دلوں کو پاک کریں چنانچہ علی العموم آپ اپنے وعظ میں یہ الفاظ ضرور فرمایا کرتے تھے: **اتبعوا ولا تتبعوا ولا تمردوا ولا صبروا ولا تحزبوا ولا تنظروا ولا يتاسروا واجتمعوا على ذكر الله ولا تفرقوا ولا تطهروا بالتوبة ولا تلذثوا بحسن** باب مولا کم فلا تنسروا۔ یعنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو اور بدعت نہ رکھو اور اطاعت کرو و نافرمانی نہ کرو صبر کرو بے صبری مت کرو، سختی کے بعد آسانی اور مراد حاصل ہونے کا انتظار کرو، نا امید مت بنو۔ خدا کے ذکر پر پھر دم رکھو۔ اس میں پھوٹ مت ڈالو۔ گناہوں سے توبہ کر کے پاک بنو اور اپنے مولیٰ کے دروازے کو مت پھیرو۔

آپ نے اپنے ان مواعظ و خطبات میں کبھی رہبانیت اور نزع دنیا کا مشورہ عوام یا خواص کو نہیں دیا بلکہ اس بات پر زور دیا کہ اپنی دنیا کی اصلاح کریں تاکہ اچھی آخرت کا حصول ممکن ہو سکے، میرے اس بیان پر آپ کے خطبات و تقاریر (موسومہ بہ مجالس) شاہد ہیں جن کے مجموعہ الفتح الربانی اور فتوح الغیب کے نام سے آج بھی مشہور ہیں۔ میں یہاں اگر ہر دو بلند پایہ مجموعوں کے موضوعات کو پیش کر دوں تو اس مختصر سرائے مبارکہ کے صفحات اس کے متحمل نہیں ہو سکتے ہیں۔ فتوح الغیب سے چند موضوعات پیش کر رہا ہوں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ آپ مسلمانوں کی دنیاوی اصلاح کا کس قدر خیال فرماتے تھے آپ کی نظر میں مسلمانوں کی کامیابی و کامرانی کا راز صرف اتباع رسول الصلی اللہ علیہ وسلم اور احکام شریعت کی پابندی میں مضمر تھا اسی لئے آپ نے دین کے احیاء کے لئے اس راہ کو اختیار فرمایا جس نے بہت جلد عہد

نبرد و عاوں ہی کی نہیں بلکہ عراق و عجم اور شام و حجاز کے مسلمانوں کی بھی کایا پلٹ دی اور یہ آپ ہی کے مواعظِ حسنہ اور زورِ بیان کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کی بے علمی ختم ہوئی اور ان میں جذبہ جہاد رانی سیل اللہ ایک ایسا سیل تندر و بن گیا کہ دنیا نے بہت جلد بجاہد اعظم سلطان صلاح الدین ایوبی اور شہاب الدین غوری کو کفر و ضلالت کی ناقابل شکست قوتوں کو پیش کرتے دیکھ لیا۔ حضرت عزت اعظم رضی اللہ عنہ کے ملک رشتہ و ہدایت میں ہر نگہ پر ہم کو یہ جذبہ عمل اور احیاء شریعت کا رفران نظر آتا ہے اس لئے غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو اس وقت فخری الدین کے لقب سے نوازا گیا اور آج تک حضور والا کا یہ لقب جانقزادوں پر ... نقش ہے اور قیامت تک ثبت رہے گا۔

آئیے اب چند عنوانات مجاہد حضرت عزت اعظم کے مقالات سے پیش کردہ جس کا مجموعہ فتوح الغیب کے نام سے موسوم ہے تاکہ اندازہ ہو سکے کہ حضرت سیدنا غوث اعظم نے احیاء دین اور اتباع شریعت کی کس قدر کوشش فرمائی۔

فتوح الغیب کے چند عنوانات

- | | |
|-----------------------|--|
| ۱۔ مقالہ اولے | مؤمن کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔ |
| ۲۔ مقالہ دوم | بہتر کاموں کے لئے بصیرت |
| ۳۔ مقالہ پنجم | دنیا کا حال اور اس کی طرف التفات نہ کرنے کی تاکید |
| ۴۔ مقالہ دہم | نفس اور اس کے احوال |
| ۵۔ مقالہ سیر دہم | احکام خداوندی کی سجاوڑی |
| ۶۔ مقالہ پانزدہم | خوف و رجاء |
| ۷۔ مقالہ نوزدہم | ایمان کی قوت اور ضعف |
| ۸۔ مقالہ ببت دوم | مؤمن اور اس کا ایمان |
| ۹۔ مقالہ سی دردم | محبت الہی میں کوئی شرک نہیں |
| ۱۰۔ مقالہ سی و پنجم | تقویٰ اختیار نہ کرنے سے ہلاکت |
| ۱۱۔ چین و ششم | مؤمن کو اول کیا کام لازم ہے |
| ۱۲۔ مقالہ پنجاہ دہم | خوشنودی الہی طلب کرنے کی تاکید |
| ۱۳۔ مقالہ پنجاہ و نہم | بلا پر صبر اور نعمت پر شکر کی تاکید |
| ۱۴۔ مقالہ شست چہارم | مرگ ابدی اور حیات ابدی |
| ۱۵۔ مقالہ ہفتادہم | خدا کے ساتھ کس طرح رہے اور کس مخلوق کے ساتھ کس طرح |

حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے مقالات والا کا یہ مجموعہ کئی مقالات پر مشتمل ہے میں نے چند عنوانات پیش کر دیئے ہیں۔ فتوح الغیب کے مقالات کے چند اختیارات انشاء اللہ آئندہ ادراک میں بہ سلسلہ تصانیف حضور سیدنا غوث الاعظم پیش کر دیں گے۔

حضرت کی دوسری مشہور تصنیف الفتح الربانی ہے۔ ان تقاریر میں جو مجلس کے عنوان سے موسوم ہیں حضرت نے خاص طور پر اہل اسلام اور سلاطین سے خطاب فرمایا ہے اور ان کی بد اعمالیوں، ریا کاریوں، شقاقیت اور ظلم و ستم پر ان کو لکھ کر لکھا ہے۔ الفتح الربانی حضرت کی ۶۲ مجالس یا ۶۲ خطبات پر مشتمل ہے ہر خطبات بڑے بڑے عوامی جلسوں میں دیے گئے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ عوام کے ذہنی انقلاب اور ان کی سچی رہنمائی میں ان خطبات کا بڑا دخل ہے۔

یہ سچا مختصر سا جائزہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشاد و دعوت کا اپنے نواسے غیردوں یعنی مشرقین نے بھی آپ کی ان اصلاحی مساعی کا ذکر اور ان کا تاثر اور دلنشینی کا اعتراف کیا ہے۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی دعوت ارشاد و جہاد کے سلسلہ میں مختصر اہل نے ابھی ذکر کیا، اور اس سے قبل آپ کی دعوت طریقت و معرفت کو مختصراً پیش کر چکا ہوں وہاں میں نے ایک چیز کا ذکر نہیں کیا تھا یعنی ایک غوث کی کرامتیں ہمارے زمانے ہی میں نہیں بلکہ قرون ماضیہ میں بھی پیر طریقت قطب ابدال و دلی اللہ کی سوانح بیان اور اس کی ذات ستودہ صفات کو جب تک کرامتوں سے وابستہ نہ کیا جائے اس کے منصب والا کو مکمل نہیں سمجھا جاتا۔ ہر چند کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت سی کرامتوں کا ظہور آپ کے سوانح نگاروں نے بیان کیا ہے اور شرح و بسط کے ساتھ ان پر روشنی ڈالی ہے۔ ان سب کا ناخذ آپ کے پہلے سوانح نگار عبدالقادر الشافعی کی ہیجت الاسرار ہے جو آپ کے دصال کے سو سال بعد لکھی گئی تھی ان کرامتوں میں تمام تر کرامتیں حیرت انگیز اور مجرب العقول ہیں اور ان کا صدور حضرت غوث اعظم جیسے ولی کامل اور غوث و فتی سے ناممکن نہیں لیکن اس میں کسی ولی کامل کا ارادہ شامل نہیں ہوتا بلکہ جو کچھ ہوتا ہے وہ منشاء الہی کے تحت ہوتا ہے بقول حضرت مولانا رومی کے

گفتاد گفتنہ اللہ بود گر چہ از حلقہ عبد اللہ بود

اللہ تعالیٰ انسان کو تمام کائنات پر مقتدر فرمادیتا ہے۔

اولیاء بہت قدرت والا ہے بغیر حبنہ باز گرداند زراہ

لیکن میری نظر میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی تمام کرامتوں کو اگر ایک بلکہ میں رکھا جائے اور آپ کی ان اقدامات و مساعی مشکورہ کو دوسرے بلکہ میں جو احبار دین کے لئے آپ سے ظہور میں آئیں اور شریعت کے تنبیہ جان میں اپنے دوبارہ جان ڈالی۔ آپ کے مواعظ اور آپ کی تقاریر نے ہزاروں سچے ہر دل کو منزل پر پہنچایا۔ ہزاروں مکرمین خدا آپ کے دست حق پرست پر ایمان کی دولت سے شرف ہوئے تو کیا اس سے بڑی بھی کوئی کرامت ہوتی ہے ہرگز نہیں۔ غوث صمدانی کی یہ سب سے بڑی کرامت ہے کہ انہوں نے ظالموں کو ان کے ظلم پر ٹوکار۔ اہل بدادشاہت کے دبدبہ اور سطرت سے مرعوب نہ ہوئے اور سلاطین و فت کے کو بھی اسی طرح جھڑکا جس طرح ایک عامی کو، کیا اس سے بڑی بھی کوئی کرامت ہو سکتی ہے کہ جابر و اور سرکشوں نے اپنے سروں کو آپ کے سامنے خم کر دیا۔ اس لئے میں نے آپ کی ان کرامت کا ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھا جو عام سوانح عمریوں میں موجود ہے۔ عقیدت کیش ان سوانح عمریوں سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

مسک نصرت میں کسی مرشد کمال کے حلقہ ارادت میں داخل ہونا اس سلسلہ میں داخل ہونا کہا جاتا ہے اور ارادہ سلسلہ قادریہ

وظائف اور مجاہدات کے بعد اگر پیر طریقت اپنے کسی مرید کو بیعت کی اجازت عطا فرمادیتا ہے تو اس کا اظہار اس طرح کیا جاتا ہے کہ مجلس خاص میں پیر طریقت اس کا اعلان فرماتا ہے اور اپنا خرقہ، جبہ یا دستار اس کو بطور اہل بیت

عطا فرماتا ہے یہی نہایت خلافت کہلاتی ہے۔ اور صاحب خلافت خلیفہ! چنانچہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو بھی سے حضرت شیخ ابوسعید المبارک المخزومی رضی اللہ عنہ سے خرقہ شریف ملا تھا۔ ہر خدی کہ آپ کو تصوف کی طرف رغبت دلانے والے حضرت ابوالخیر حماد و باس (شیرہ فروش) ہیں جو اپنے وقت کے نہایت محترم اور مشہور صوفی تھے اور اپنے صوفیانہ تقدس اور مجاہدات کے لئے اطراف و اکناف میں مشہور تھے اور ظاہر ہے کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے ان کی محبت بابرکت میں جب ہی قدم رکھا ہوگا جب کہ ان کے کمالات باطنی اور صفات ظاہری سے متاثر ہوئے ہوں گے کہ جب حضرت عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوالخیر حماد و باس کی صحبت اختیار کی تو اس وقت وہ ایک ہرگز مفتی شریف نہ تھے مفسر محدث، فقیہ اور مبلغ بن چکے تھے بانیہم خرقہ خلافت آپ کو جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا حضرت شیخ ابوسعید المبارک المخزومی رضی اللہ عنہ نے عطا فرمایا اور آپ کا سلسلہ حضرت ابوسعیدؒ کے واسطے سے حضرت رسالت نہایت سرکار و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک اس طرح پہنچتا ہے۔

شجرہ پیشوائی سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

- ۱۔ حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
- ۲۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ
- ۳۔ امام عالی مقام حسن بصری رضی اللہ عنہ
- ۴۔ حضرت شیخ حبیب عجمی رضی اللہ عنہ
- ۵۔ حضرت شیخ داد و طائی رضی اللہ عنہ
- ۶۔ حضرت شیخ معروف کراخی رضی اللہ عنہ
- ۷۔ حضرت شیخ سمری سقطی رضی اللہ عنہ
- ۸۔ حضرت شیخ حنبلہ بن اداوی رضی اللہ عنہ
- ۹۔ حضرت شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ
- ۱۰۔ حضرت شیخ عبدالواحد بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ
- ۱۱۔ حضرت شیخ ابوالحسن نرشی رضی اللہ عنہ
- ۱۲۔ حضرت شیخ ابوسعید مخزومی رضی اللہ عنہ
- ۱۳۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

برصغیر ہندو پاک میں آپ کے سلسلہ میں شجرہ پیشوائی اسی طرح سے مشہور و معروف ہے لیکن آپ کے سلسلہ اور خاندان کے عظیم فرزند شیخ طاہر علاؤ الدین نقیب زادہ جن کا زادیہ اور خاندان کا نام میں مرکز کی حیثیت رکھتا ہے اپنی تصنیف "تذکرہ قادریہ" میں آپ کا شجرہ پیشوائی اس طرح تحریر فرماتے ہیں ۲۔

- ۱۔ حضرت سید الانبیاء سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
- ۲۔ حضرت امام امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

۲. حضرت شہید کربلا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳. حضرت سید زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴. حضرت سید محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۵. حضرت سید محمد جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۶. حضرت سید موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۷. حضرت سید ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۸. حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۹. حضرت شیخ مہر ری رقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۰. حضرت شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۱. حضرت شیخ ابوبکر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۲. حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد المنبہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۳. حضرت شیخ ابوالفرح طوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۴. حضرت شیخ ابوالحسن علی بن محمد التمرشی النکاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۵. حضرت شیخ ابوسید المبارک المخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۶. حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدسی سرہ العزیز

آپ نے لحاظ فرمایا کہ اول شجرہ پیشوائی میں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک حضرت غوث اعظم بارہ واسطوں سے اور اس شجرہ پیشوائی میں سولہ واسطوں سے پہنچتے ہیں۔

حضرت غوث اعظم کا حلیہ شریف
حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مرید باصفا شیخ موفق الدین نرائی قدسی رفا فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ حضرت محی الدین ابومحمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نجیف البدن تھے ان کا قد مبارک ستواں تھا ابرو مبارک اور باہم پیوستہ تھے آپ کا گنبد جو گنجینہ معرفت تھا کادہ تھا ریش مقدس لکھی، طویل و عریض اور خوش نما تھی۔ آپ کی آواز بلند اور دلنشین تھی۔ (مذکورہ قادریہ از پیر طاہر علاؤ الدین صاحب)

الکوکب نظام کے مصنف سید محمد ابوالہدیٰ آفندی، رفاعی، اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، بدن کے لاغر اور مشروط قامت تھے آپ کا سینہ کشادہ تھا اور ریش مبارک طویل اور عریض تھی آپ کا رنگ گندمی تھا اور ابرو میں ملی ہوئی تھیں اور آواز بہت بلند تھی۔ آپ خوش رفتار تھے۔

حضور غوث اعظم کے اخلاق و عادات
آپ بہت خلوت پسین تھے اپنے مدرسہ سے سوائے مجمع کے دن کے کبھی باہر تشریف نہیں لاتے تھے اور اس دن بھی آپ صرف جامع مسجد اور باط کے کہیں اور تشریف نہیں لے جاتے۔ راست گئی آپ کا شیوہ تقاریر عمر کبھی آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور آپ کی اس صدق مقال پر آپ کے عنبران شہاب کا وہ واقف شاہد ہے کہ جب ڈاکوؤں نے آپ کو گھیر لیا اور دریافت کیا کہ تمہارے پاس کتنا مال ہے تو آپ نے صاف صاف

کہدیا کہ چالیس دینار۔ قرآن پاک کی طرح آپ اپنے بدمذہب احمد مجتبیٰ سرور ایدہ یاصلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے بھی حافظ تھے جنہیں
الذہب تھے اور حنابلہ کے شیخ وقت۔

آپ نہایت صالح اور رفیق القلب ہمیشہ ذکر و فکر میں محو رہتے تھے شریعت کی سختی سے پابندی فرماتے، خلوت گزینی، مجاہدہ،
محنت و مشقت، مخالفت نفس، کم خوری اور کم خوابی آپ کا مشہورہ تھا۔ مدرسہ کے تدریسی منصب کی تفریض اور عوامی جلسوں کے
خطاب سے پہلے جھگڑوں اور بیابانوں میں رہ کر عبادت کرتا آپ کا اصول تھا زہد و ریاضت کے سلسلہ میں سخت سے سخت امور کو اپنے
نفس کے لئے اختیار فرماتے تھے۔ آپ بہت ہی سخی اور صاحب اخلاق کریم تھے آپ کا کلام با داز بلند اور سعادت ہوا کر تا تھا۔
نیک بات بتانے اور بری باتوں سے روکنے کے سوائے آپ اور کسی بات میں نہیں بولتے تھے۔

آپ کا دفتر خان بہت وسیع تھا لیکن آپ ہمیشہ بہت کم غذا استعمال فرماتے تھے اسی طرح لباس بھی سہول ہوتا تھا آپ ہمیشہ
بہانوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے اور اس وقت کھانا پسند فرماتے جب قرب و جوار کے ناداروں اور ضرورت مندوں کی
احتیاج پوری ہوجاتی۔ آپ غرباء اور مسکین کے ساتھ بیٹھ کر کھانا پسند فرماتے تھے طلباء کا آپ کے گرد ہجوم رہتا تھا اور آپ ہر ایک سے
اب التفات فرماتے کہ ہر ایک ہی سمجھتا کہ حضور کی نظر خاص اسی کے ساتھ مخصوص ہے آپ نہ کبھی امر و سلاطین کی تعظیم کے لئے اٹھتے
اور نہ کبھی ان کے دروازے پر شریف لے گئے نہ کبھی ان کے غلامیچوں اور قالیچوں پر قدم رکھا اور نہ کبھی کسی امیر و وزیر یا سلطان کے
ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ اگر کسی شخص کی کار بر آری کے لئے خلیفہ وقت کو نامہ تحریر فرماتے تو صرف اس قدر تحریر فرماتے کہ "عبد الغفور تم
کو اس بات کا حکم دیتا ہے۔ تم پر اس کا حکم نافذ اور اس حکم کی اطاعت واجب ہے" رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اس سوانح مبارک کے آغاز میں آپ پرچہ چکے ہیں کہ حضرت عوث اعظم کا جیلان
حضرت سیدنا عوث اعظم کی نصایف | سے قطع مسافت فرما کر بغداد شریف لانے کا مقصد یہ تھا کہ تشنگی علم کو
بجھائیں اور قدرت کو آپ سے یہ عظیم کام لینا تھا کہ آپ اپنے ارشادات اور خطبات سے کم گروہ راہوں کی رہبری کرنا ہے چنانچہ جب آپ
بغداد شریف لائے کہ اس عہد میں ممالک اسلامیہ کے عظیم شہروں میں اس کو مرکزیت حاصل تھی اور یہ شہر علمائے شجرین و محدثین کا مرکز بنا
ہوا تھا۔ بغداد کا مدرسہ نظامیہ کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی آپ نے بھی اسی مدرسہ کو انتخاب کیا اور وہاں جن اساتذہ کرام سے
آپ کو استفادہ کا موقع ملا ان میں سے ہر ایک سپر علم کا ایک ہنر نشان آفتاب تھا چنانچہ آپ کے اساتذہ میں شیخ ابوالوفا، علی بن طفیل،
ابو غالب، محمد بن حسن باقلانی، ابو زکریا، یحییٰ بن علی تبریزی، ابوسید بن عبدالکیم، ابوالفہام، محمد بن علی بن محمد، ابوسید بن مبارک
مخزومی و جہم اللہ تعالیٰ جمعہین، قابل ذکر ہیں ان میں سے بہت سے اساتذہ حضرات مسند گرانماہ کتابوں کے مصنف تھے، یعنی
علامہ ابو زکریا تبریزی، باقلانی وغیرہ حضرات متعدد مدرسے و ادبی کتب کے مصنف تھے آپ نے آٹھ سال تک ان مشاہیر اساتذہ سے
کب فیض فرمایا اور جب ۳۹۶ھ میں آپ نے علوم کی تشکیل کی سند حاصل کی تو ممالک اسلامیہ میں کوئی ایسا عالم نہ تھا کہ آپ سے
بہتری کا دعویٰ کر سکے۔

تحصیل علم کے بعد جب آپ نے اپنے استاد کے مدرسہ کی تدریسی خدمات ان کی فرمائش پر قبول فرمائی تو آپ کے اوقات
زیادہ تر مدرسہ میں گزرنے لگے لیکن قدرت کو آپ سے جو کام لینا تھا اب اس کا وقت آگیا تھا آپ کے درس میں اب طلباء کا ہجوم
ہونے لگا تھا اور دور دراز کے شہروں سے آپ کے پاس فتوے آیا کرتے تھے اور آپ کا بہت سادقت ان کے جوابات تحریر کرنے میں گذر
جاتا تھا لیکن جب آپ بغداد کے عوام و خواص، وہاں کے امراء اور رئیس زادوں کی نگرہی ہونی حالت اور نباہ حال معاشرت ملاحظہ فرماتے

آپ کو سخت تکدر پہنزا۔ آپ جانتے تھے کہ عوام و خواص کو خطاب فرمائیں لیکن چونکہ فارسی آپ کی مادری زبان تھی اور عربی کسی اور نژاد میں فارسی زبان میں دغظ و تذکیر کا فائدہ معلوم عربی زبان میں آپ خطابت سے کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں الکوہی النظر کے مصنف نے

سے ایک روایت نقل کی ہے کہ شیخ رضی اللہ عنہ فرمایا کہ بعد ازیں ایک شخص وارد ہوا لوگوں کو شیخ یوسف مہدانی کہتے تھے اور لوگوں کو قطب دقت کہتے تھے وہ رباط میں قیام پذیر تھے جب میں نے ان کے بارے میں سنا تو میں بھی رباط کی طرف گیا لیکن میں نے ان کو نہیں پایا۔ ایک شخص نے مجھے بتایا کہ وہ رباط کے تہ خانے میں ہیں شیخ کہتے ہیں کہ میں ان سے ملنے کے لئے دہری تہ خانہ میں پہنچا جب انہوں نے مجھ کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر بٹھا یا اور سب حال ذکر کر دیا اور میری جو مشکلات تھیں وہ سب حل ہو گئیں پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے عبدالقادر لوگوں کو نصیحت کر اور دغظ سنا، میں نے کہا کہ میں عجم کا رہنما لاہور لہجہ کے فصیح کے سامنے میں کیا ظام کروں گا انہوں نے کہا کہ تم نے قرآن مجید حفظ کیا ہے، علم فقہ، علم اصول، تفسیر، حدیث اور علم نبوت صرف و نحو وغیرہ حاصل کیا ہے۔ کیا یہ تمہارا منصب نہیں ہے کہ لوگوں کو نصیحت کرو (دغظ سناؤ) جاؤ منبر پر بیٹھو اور دغظ کہو میں تم میں درخت کمال کی اصل دیکھ رہا ہوں اور قریب ہے کہ وہ شغل بار آور ہوگا۔

اس تائید غیبی کے بعد آپ سے وہ تہذیب رفع ہو گیا اور آپ نے دغظ کہنا شروع کیا جس کی مہارت ہم حضرات کے مہولات کے سلسلہ میں کر چکے ہیں آپ دغظ میں انواع علوم سے کلام کرتے تھے اور ہر طرح کے علمی زکات اور اسرار بیان کرتے تھے جب آپ منبر پر دغظ کے لئے تشریف فرما ہوتے تو حاضرین میں سے کوئی بھی ادب کے باعث نہ کھانا سنا تھا نہ کھانا پینا اور جب آپ دغظ کہتے کہتے منبر پر بیٹھے سے کھڑے ہو جاتے اور یہ کلمہ زبان سے ادا فرماتے تھے فقال و عطفنا بالحوال۔ تو اس وقت لوگوں میں اضطراب اور بے قراری شروع ہو جاتی تھی۔ حاضرین پر وجد اور حال کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور سچی وہ حال ہوتا تھا کہ کھینکے ہوئے اپنی منزل کو پہنچتے اور ضلالت میں پھیسے ہوئے دین کی روشنی کا مٹا ہوا کمرہ کرتے اور آپ کے درست حق پر تائب ہوتے اور اسلام قبول کرتے اس کیفیت میں آپ جو کچھ کہنا چاہتے بنیر کسی لحاظ کے کہتے۔ امیروں، ذبیروں، بادشاہوں اور غاصبوں کو علی الاعلان بلکارتے اور وہ دم بخود بیٹھے رہتے کسی کی مجال نہ تھی، جو اس وقت کچھ عرض کر سکے۔ اس وقت آپ کے لہجہ میں درشتی پیدا ہو جاتی اور الفاظ دعائی کا ایک ایسا دریا موجزن ہو جاتا کہ جو کچھ فرماتے لوگوں پر نقش ہوتا چلا جاتا اسی حال میں لوگوں کے دلی خطرات پر بھی اشارے فرماتے اور قوت کشف سے فوراً ان کو مخاطب فرماتے ایسے موقع پر حاضرین میں سے ہر شخص آپ کے جلال باکمال کا شاہدہ کرتا، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے کو یہ خوبی عطا فرمائی تھی کہ ہزاروں نفوس کے جمع میں آپ کی آواز درود نزدیک کیاں پہنچتی اور ہر ایک بقدر اہمیت و صلاحیت ان نصائح جان افروز دایمان پرور سے استفادہ کرتا۔

حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ در مجلس حضرت غوث الثقلین چار صد نفردات و قلم گرفتہ می نشیند و انچه از دے می شنیدند

املا می کردند (اخبار الاخیار) یعنی حضرت غوث الثقلین کی مجلس و غط میں چار سو افراد قلم و دات لے کر بیٹھ جاتے تھے

اور جو کچھ وہ حضرت سے سنتے تھے لکھتے جاتے تھے۔

لیکن حضرت غوث اعظمؒ نے خود اس واقعہ کو عالم دیا میں حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے منسوب کیا ہے۔

چنانچہ بہت کم مدت میں حضرت غوث اعظم کے مواعظ و ارشادِ ذات کے دو عظیم مجموعے ۵۵۲ تک مرتب ہو گئے ایک فتوح النیب اور دوسرا الفتح الربانی۔ ان دونوں مجموعوں کے سلسلہ میں مختصر پہلے عرض کر چکا ہوں، فتوح النیب کے موضوعات کو میں نے تفصیل سے گزشتہ صفحات میں ذکر کیا ہے۔ الفتح الربانی جو آپ کے مواعظ کا مجموعہ ہے اور جو متعدد مجالس میں تقسیم ہے۔ ان مجالس کے موضوعات بھی ہی عن المسکر اور امر بالمعروف ہیں بعض مجالس اخلاقی موضوعات پر بھی مشتمل ہیں ذیل میں الفتح الربانی کی چند متفرق مجالس سے اقتباسات پیش ہیں۔

اے باشندگانِ نبداد! تمہارے اندر اتفاق زیادہ اور اخلاص کم ہو گیا اور اقوال بلا اعمال بڑھ گئے۔ تمہارے اعمال کا بڑا حصہ جذبے روح ہے کیونکہ روح اخلاص و تو جیسے اور اللہ دستِ رسول اللہ پر قائم رہنے کا نام ہے۔ غفلت مت کرو، اپنی حالت کو بدلو نا کہ راہِ پاؤں

اے سونے والو! جاگ اٹھو، بیدار ہو جاؤ، غفلت ستارو! جاگ اٹھو۔ اے سونے والو! جس پر

میں تم نے اعتماد کیا اور جس سے تم نے خوف کیا اور تم نے توقع رکھی وہ بھی تمہارا مبرور ہے اور نفع و نقصان جس پر تمہاری نظر پڑے اور تم یوں سمجھو کہ حق نکلے اس کے ہاتھوں اس نفع و نقصان کا جلدی رکھنے والا ہے تو وہ تمہارا مبرور ہے۔ عنقریب تم کو انہماکِ انجام نظر آجائے گا۔

اے مولویو! اے فقیرو! اے زاہدو! اے عابدو! اے صوفیو! تم میں کوئی ایسا نہیں جو توبہ کا حاجت مند نہ ہو، ہمارے پاس تمہاری موت و حیات کی تمام خبریں ہیں۔ وہ محبت صادق جس میں تعمیرِ نئے دہ محبت

الہی ہے وہی ہے جس کو تم اپنے قلب کی آنکھوں سے دیکھتے ہو اور وہی محبت روحانی صدیقیوں کی محبت ہے۔ الفتح الربانی کی یہ تمام باتیں مجالس ان ہی رشود ہدایت کا مجموعہ ہیں آپ نے وقت کی دگھٹی رگ پر دستِ مبارک رکھا تھا

دولت کے چرنا اپنے ظاہر فرمائے تھے اس لئے آپ جو چھ فرماتے تھے وہ دلنشین ہوتا تھا آپ کا انداز بیان اس قدر موثر اور پرہیزگار ہوتا تھا کہ دل لرز اٹھتے تھے جسموں پر عرشہ ظہری ہو جاتا تھا اور ان پر درتوبہ کھل جاتا تھا

الفتح الربانی کا تمام تر انداز بیان خطیبانہ ہے ایک دالہ باز محش ہے جو ہر نقطہ میں موحزن ہے چھوٹے چھوٹے جملے وسیع معانی اور مفہوم لئے ہوئے ہیں استعارہ اور تشبیہ سے خالی جو کچھ کہتے ہیں وائزگان فرماتے ہیں۔ ایجاز و ابہام کو ان میں جگہ نہیں دیتے، بیان میں ایک عجیب و غریب

دہدہ اور طعنے ہے، الفاظ کا شور و زور بٹاتا ہے کہ ان کا قائل ایک ایسی ہستی ہے جو زمانہ پرستی سے بے نیاز ہو کر صداقت کے رستہ پر گامزن ہے۔ فرماتے ہیں۔

الفتح الربانی کا انداز بیان اور اشاعت اول

ہی استعارہ اور تشبیہ سے خالی جو کچھ کہتے ہیں وائزگان فرماتے ہیں۔ ایجاز و ابہام کو ان میں جگہ نہیں دیتے، بیان میں ایک عجیب و غریب

دہدہ اور طعنے ہے، الفاظ کا شور و زور بٹاتا ہے کہ ان کا قائل ایک ایسی ہستی ہے جو زمانہ پرستی سے بے نیاز ہو کر صداقت کے رستہ پر گامزن ہے۔ فرماتے ہیں۔

الفتح الربانی کا انداز بیان اور اشاعت اول

ہی استعارہ اور تشبیہ سے خالی جو کچھ کہتے ہیں وائزگان فرماتے ہیں۔ ایجاز و ابہام کو ان میں جگہ نہیں دیتے، بیان میں ایک عجیب و غریب

دہدہ اور طعنے ہے، الفاظ کا شور و زور بٹاتا ہے کہ ان کا قائل ایک ایسی ہستی ہے جو زمانہ پرستی سے بے نیاز ہو کر صداقت کے رستہ پر گامزن ہے۔ فرماتے ہیں۔

الفتح الربانی کا انداز بیان اور اشاعت اول

ہی استعارہ اور تشبیہ سے خالی جو کچھ کہتے ہیں وائزگان فرماتے ہیں۔ ایجاز و ابہام کو ان میں جگہ نہیں دیتے، بیان میں ایک عجیب و غریب

دہدہ اور طعنے ہے، الفاظ کا شور و زور بٹاتا ہے کہ ان کا قائل ایک ایسی ہستی ہے جو زمانہ پرستی سے بے نیاز ہو کر صداقت کے رستہ پر گامزن ہے۔ فرماتے ہیں۔

الفتح الربانی کا انداز بیان اور اشاعت اول

ہی استعارہ اور تشبیہ سے خالی جو کچھ کہتے ہیں وائزگان فرماتے ہیں۔ ایجاز و ابہام کو ان میں جگہ نہیں دیتے، بیان میں ایک عجیب و غریب

دہدہ اور طعنے ہے، الفاظ کا شور و زور بٹاتا ہے کہ ان کا قائل ایک ایسی ہستی ہے جو زمانہ پرستی سے بے نیاز ہو کر صداقت کے رستہ پر گامزن ہے۔ فرماتے ہیں۔

الفتح الربانی کا انداز بیان اور اشاعت اول

ہی استعارہ اور تشبیہ سے خالی جو کچھ کہتے ہیں وائزگان فرماتے ہیں۔ ایجاز و ابہام کو ان میں جگہ نہیں دیتے، بیان میں ایک عجیب و غریب

دہدہ اور طعنے ہے، الفاظ کا شور و زور بٹاتا ہے کہ ان کا قائل ایک ایسی ہستی ہے جو زمانہ پرستی سے بے نیاز ہو کر صداقت کے رستہ پر گامزن ہے۔ فرماتے ہیں۔

الفتح الربانی کا انداز بیان اور اشاعت اول

ہی استعارہ اور تشبیہ سے خالی جو کچھ کہتے ہیں وائزگان فرماتے ہیں۔ ایجاز و ابہام کو ان میں جگہ نہیں دیتے، بیان میں ایک عجیب و غریب

دہدہ اور طعنے ہے، الفاظ کا شور و زور بٹاتا ہے کہ ان کا قائل ایک ایسی ہستی ہے جو زمانہ پرستی سے بے نیاز ہو کر صداقت کے رستہ پر گامزن ہے۔ فرماتے ہیں۔

ایک اور مجلس میں ارشاد فرماتے ہیں۔

إِنِّي مُسَلِّطٌ عَلَى كُلِّ كَذَّابٍ مَنَافِقَهُ رِجَالٌ سَلَطَ
عَلَيْهِمْ عَامِدٌ لِلصَّغْرِ حَيْلٌ أَكْبَرُهُمْ... بَلِيَّةٍ
أَصْغَرُهُمْ الْفَاسِقَةُ. إِنِّي صَحَابُ رَبِّ لَكُلِّ ضَالٍّ مُضَلٍّ
دَاعٍ إِلَى الْبَاطِلِ مُتَعِينٌ عَلَى ذَلِكِ بِلَا حَوْلٍ
وَلَا قُوَّةٍ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ.

الفاظ کا اختصار اور معنی کی دوست کا اندازہ آپ کے اس ارشاد گرامی سے ہو گا کہ حضور نے کسی قدر وسیع مفہوم کو خید جلوں

میں بیان فرما دیا ہے۔

الْخَيْرُ كُلُّهُ فِي كَلِمَتَيْنِ: التَّعْلِيمُ وَالْمَرَّةُ عَزَّ وَجَلَّ
وَالشَّفَقَةُ عَلَى خَلْقِ اللَّهِ.

دِلِیائے ندیمے انا تھے صوفی وَاَنْتَ كَذَّابُ الصُّوفِي
مَنْ صَفَا بِاطْلَعُ وَظَاهِرٌ بِاطَاعَةِ كِتَابِ اللَّهِ
عَزَّ وَجَلَّ وَسِنَةِ رَسُولِهِ.

مجھے انوس ہے کہ اس مختصر سوانح حیات میں اس قدر نجاشی ہمیں کہ میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی انشا اور زبان کی باریکیوں
اور ان کی خصوصیات کو بیان کر سکوں اور میں اپنے قلم میں یہ قدرت پاتا ہوں کہ ان کمالات کا استقصا کر سکوں جو سیدنا غوث اعظم کی انشا میں
پائے جاتے ہیں سوائے اس کے کہ ”دل سے جرات نکلتی ہے“ انزہر کھتی ہے“ حضرت غوث اعظم جو کچھ فرماتے تھے دلی جوش اور تائید الہی سے فرماتے
تھے اس لئے آپ کا کلام موثر اور دلنشینی تھا۔

الفتح الربانی جو سیدنا غوث اعظم کے ان خطبات اور ارشادات کا مجموعہ ہے جو آپ نے انہی مجلس
الفتح الربانی کی اشاعت میں شوال ۱۲۵۵ھ سے رجب ۱۲۵۶ھ تک یعنی ایک سال کی مدت میں ارشاد فرمائے ان مجاہد یا
خطبات کی تعداد ۶۲ ہے الفتح الربانی سب سے پہلے مصر میں ۱۲۵۲ھ میں شائع ہوئی اس سے قبل اس منخطوط کی متعدد نقول عقیدت
مندوں کے کتب خانوں میں موجود تھیں۔ الفتح الربانی کے اب تک اردو فارسی اور انگریزی میں متعدد ترجمے شائع ہو چکے ہیں لیکن ابھی
تک متن کے ساتھ کوئی اردو ترجمہ میری نظر سے نہیں گذرا۔ اور نہ آپ کے سوانح نگار حضرت نے اس طرف کوئی توجہ کی ہے چنانچہ اگر آپ
تفحص اور جستجو کریں تب بھی آپ کو حضور کی انشا پر فازی اور زبان در بیان کے سلسلہ میں چند سطور بھی نہیں مل سکیں گے۔

الفتح الربانی کی طرح فتوح الغیب بھی حضرت سیدنا غوث اعظم کے خطبات کا مجموعہ ہے اس میں ۸۷ خطبات
فتوح الغیب میں یہ خطبات بھی احکام شریعت اور طریقت پر مشتمل ہیں بعض مقالات کے عنوانات میں سابقہ صفحات میں ذکر
کیے چکے ہیں۔ فتوح الغیب کے دوا آخری مقالے یعنی ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱

نہیں ہے جو الفتح الربانی میں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خطبات تہذیبیہ نہیں ہیں بلکہ اعلامیہ ہیں ان میں شریعت و طریقت کے مباحث ہیں جن کو اپنے بڑے دلنشین طریقے پر بیان فرمایا ہے میں یہاں صرف ایک خطبہ سے اقتباس پیش کر رہا ہوں۔

اِذَا مَيِّتَ عَنِ الْخَلْقِ قِيلَ لَكَ جِئْنَاكَ عَنْ الْمُهْدَى . اِذَا مَيِّتَ عَنِ الْمَوْلَى قِيلَ لَكَ جِئْنَاكَ اللَّهُ وَامَّا نَكَ عَنْ ... اِذَا ذُنُكَ وَمَنَّاكَ اِذَا مَيِّتَ عَنْ ... اِذَا ذُنُكَ وَمَنَّاكَ قِيلَ لَكَ جِئْنَاكَ لَمْ يَكُنْ وَاهِيَاكَ فِي حَيَاةٍ خَيْرٌ حَيَاةٍ لَا مَيِّتَ بَعْدَهَا

(مقالہ چہارم) حدیثیت کا مقام اور مرگ معنوی

اس خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں :-

وَالْبَيْتُ قَصْدُهُ وَابْدَاؤُهُ وَبَيْتُ شَكْشَفِ الْكَلَمِ وَبَيْتُ تَقْوَى الْعَيْتِ وَبَيْتُ تَنْبِئِ الْهَمْدِ وَبَيْتُ نَدْوَى الْمَبْدِيَا وَالْمَحْنُ عَرَفَ الْخَاصِّ وَالْحَا مَرَّ الْهَلِ الْغُورِ وَالْمَرْمَى وَالْمَرْهِيَا وَالْأَمْنَى وَالْأَمْنَى وَسَاوَرُ الْبَدَايَا

فتوح الغیب کے انداز بیان میں بھی زور ہے لیکن الفتح الربانی کے مقابلہ میں انشا کی خصوصیات اور اسلوب بیان میں اس عصر کے محسن انشا کو ایراد کرنے کے زیادہ آسان مواقع ہیں چنانچہ مندرجہ بالا اقتباسات میں سیدھی سادھی ترکیبیں بیان میں الجھاؤ نہیں ہے البتہ سبج کا التزام موجود ہے گریا مستقع و مسجع عبارت ہے لیکن اردو نہیں بلکہ ارد ہے ایک دریا ہے جو روانی اور زور و زور سے ہم رہا ہے ترجمے افزوں ہے کہیں اختصار کے باعث مزید شائیں پیش کرنے سے قاصر ہوں ورنہ میں آپ کی انشا پر دازی پر اپنی بساط اور قوتِ قلم کے بقدر مزید تحریر کرتا۔

فتوح الغیب کی اشاعت اور ناری اردو ترجمہ

دہلوی نے اپنے مرشد کامل اور پیر طریقت کے ارشاد کی تفسیر میں اس کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ سترہویں صدی عیسوی میں کیا گیا اور جس نقلی نسخہ سے کیا گیا ہے ہمارے دسترس ہے وہ فارسی نسخہ دستیاب نہ ہو سکا۔ ورنہ میں ترجمہ کی صحیح تاریخ پیش کرتا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ترجمہ سے فتوح الغیب کے متعدد اردو اردو انگریزی ترجمے شائع ہوئے ان اردو ترجموں میں مکتبہ مجتہبائی دہلی کا ترجمہ قدیم ترین اردو ترجمہ کہا جاسکتا ہے نو لکھنؤ پریس بکھونے بھی فتوح الغیب کا اردو ترجمہ ۱۹۰۷ء میں دہلی کے آخر میں شائع کیا اس کا اکابر انگریزی ترجمہ میرے سامنے موجود ہے ڈاکٹر آفتاب الدین احمد اس انگریزی ترجمہ کے مولف و مترجم ہیں۔

حضرت سیدنا غوث اعظم کی اہم ترین تصنیف الغنیۃ الطالب طریق الحق (المعروف بہ غنیۃ الطالبین) ہے جس کا ترجمہ سلاست کے ساتھ عصر حاضر کے تقاضوں کے بموجب آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اور یہ سوانح عمری بطور دیباچہ تحریر کی گئی ہے۔

الغنیۃ الطالب طریق الحق بھی وہی دور کے مخطوطات کی طرح ۱۲۸۸ھ میں مصر میں پہلی بار طبع ہوئی میں نے اس مطبوعہ نسخہ کے طبع سوم سے اس کا ترجمہ کیا ہے ہندوستان میں اس کا فارسی زبان میں سب سے پہلا ترجمہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی نے کیا ہے جو حضرت شیخ محدث دہلوی کے معاصرین علمائیں حضرت شیخ محدث دہلوی کے ہر طرفیت حضرت عبدالہاب شاذلی قادری تھے۔

ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ اور آج بھی درس نظامی کی کتابوں پر ان کے خوشی سنہ سمجھے جاتے ہیں۔

اردو میں غنیۃ الطالبین کا ترجمہ سب سے پہلے نوکثر پریس بھٹونے شائع کیا یہ اردو ترجمہ اسی عربی متن کا ہے جو نوکثر پریس نے شائع کیا تھا۔ ترجمہ مولوی مجرب الدین اور مولوی جمال احمد صاحبان نے کیا ہے اس کے علاوہ بھی چند اور اردو ترجمے دہلی اور پنجاب میں شائع ہوئے لیکن صحت کا خیال کسی نسخہ میں بھی نہیں رکھا گیا۔ غنیۃ الطالبین طریقی الحق ۱۲ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب کے تحت متعدد تفصیلات ہیں۔ کتاب کا ایک اہم باب ادب اللمیدین کے نام سے موسوم ہے۔ غنیۃ الطالبین طریقی الحق کا اسلوب بیان بہت دلکش ہے بجائے اجال کے اس میں تفصیل موجود ہے حضرت نے ایمان و ارکان اسلام و عبادات کے سلسلہ میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ تفصیل کے ساتھ دلکش انداز میں بیان فرمایا ہے اگرچہ آپ حبلی تہذیب کے پیرو تھے لیکن اپنے دیگر مذاہب کے اختلافی مباحث کو بہت کم چھیڑے آپ کی اس تصنیف گراں مایہ ہے بھی اصلاحی تحریک میں بڑا کام کیا، اور فتوح الغیب اور الفتح الربانی سے زیادہ عوام و خواص میں مقبول ہوئی۔ میں یہاں اس قدر بیان ہی پر اکتفا کرتا ہوں کہ ”حرف آغاز میں غنیۃ الطالبین کے سلسلہ میں تفصیل سے پہلے لکھ چکا ہوں۔“

حضرت کے سوانح نگاروں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ ان مشہور و معروف ایمان افروز کتب کے علاوہ بھی عربی زبان میں آپ نے مندرجہ ذیل کتب تصنیف فرمائی تھیں۔ یعنی ان میں ایک حزب نشا الانجرات ہے اس میں درود شریف کے فضائل و برکات سے بحث فرمائی ہے اس کے علاوہ ایوانیت الحکم، فیوض الربانیۃ، المواہب الرحمنیۃ آپ کی تصانیف ہیں۔ حضرت کے مشہور فرزندان اخلاف میں حضرت شیخ طاہر علاؤ الدین صاحب آپ کی تصانیف کے سلسلہ میں مندرجہ بالا کتب کے علاوہ ذیل کی چند کتب کی بھی نشاندہی فرماتے ہیں (۱) المواہب الرحمنیۃ و الفیوض الرحمنیۃ (۲) جہان الخاطر (۳) السرار ہر دو مذکورہ کتب کے سامنے آپ نے یہ نوٹ تحریر کیا ہے ”کشف الظنون جاری نے ذکر کیا ہے جو خلیفہ تھے“۔ غالباً اس سے پیر طاہر علاؤ الدین صاحب کی یہ مراد ہے کہ حاجی خلیفہ نے اپنی کتاب کشف الظنون میں ان کتب کا ذکر کر لیا ہے۔ (۴) رد الرافضہ و ردہ قادریہ میں اس کا نقلی نسخہ موجود ہے، تفسیر قرآن کریم درجہ اول۔

عربی زبان میں حضرت کی برہ کتب یعنی الفتح الربانی، فتوح الغیب اور غنیۃ لطالب طریقی الحق پر تمام سوانح نگار اور مؤرخین کا اتفاق ہے۔

حضرت سیدنا غوث اعظم کی شاعری

بزرگان دین و ملت، اکابرین صوفیہ کرام، مفکرین عظام کی شاعری، نام و نامور کے لئے بہت سی اور مذاق شاعری اور مجموعہ اشعار ان کے لئے سرمایہ فخر و امتیاز ہو سکتا ہے بلکہ خود ان حضرات کا شری ادب پر احسان عظیم ہے کہ انہوں نے اپنے پاکیزہ جذبات و احساسات سے خواہ عربی زبان ہو یا فارسی ادبیات کو مزین و جہشی اور اس کو اس قابل بنایا کہ پاکیزہ محفلوں اور مقدس مجلسوں میں پڑھا جاسکے۔ ان حضرات کے لئے فن شاعری کوئی ایسا دشوار گزار مرحلہ نہ تھا کہ کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب طے کیا جاتا یا اس کے حصول میں عمر عزیز کو صرف کیا جاتا بلکہ ان حضرات کا ہجر علی و سکر فنون کی طرح اس فن میں بھی اظہار خیال کے راستے تلاش کر لیتا تھا۔

چنانچہ عم محترم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب، حضرت حسان بن ثابت، حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم متقدمین شاعر عرب کی صف اول میں نمایاں حیثیت رکھتے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس فن کو شایان شان نہیں بنایا اور نہ حضور سے زیادہ بہتر حمد الہی پر مین شعر میں اور کون پیش کر سکتا تھا سورہ الشعراء میں اللہ تعالیٰ نے دنیا دار شعراء اور فتن و فجور سے بھرپور مشاعری کی مذمت فرمائی ہے لیکن اصحاب ایمان و انقیان کا اس سے استثنیٰ فرمادیا ہے حضرت حسان و حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بعد پہلی صدی ہجری سے پانچویں صدی ہجری تک بہت سے عربی اور فارسی زبان میں شعر کہنے والے اکابرین ملت و علمائے امت موجود ہیں حضرت عبدالرحمان جامی، حضرت بھوبری و دانانگنج بخش، حضرت خواجہ خراجگان

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری حضرت شیخ سعدی شیرازی قادری حضرت شیخ اکبر محمدی الدین المعروف بہ ابن عربی اور حضرت امیر خسرو بحقیقت عارف باللہ اور بطور شاعر کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ پس حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بعض قصائد کے بارے میں یا سانیہ کہہ دینا کہ آپ کا کلام نہیں کوئی دانشمند نہ قول نہیں ہے۔

چونکہ عربی شاعری صرف قصیدے اور مرثیہ کا نام ہے اس زبان میں (نثرانہ قدیم) نہ غزل تھی نہ رباعی نہ قطع نہ خانہ مشنوی۔ یہ سب اصناف سخن فارسی شاعری کی پیداوار ہیں۔ عرب میں مدثرین تک، قصیدے کی تشبیہ ہی سے غزل کا کام لیا جاتا تھا اور بس۔ چنانچہ غزل باللہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی تمام نثر شاعری خند حمدیہ قصیدوں پر مشتمل ہے۔ ان قصیدوں میں ایک قصیدہ حمیریہ اور ایک قصیدہ لاسیہ ہے جس کا مطلع ہے۔

شرعت بتوحید الالہ سجدا
ساختم بالذکر العبد مجہلا
انا القادری الحسنی عبد القادر
رعبیت یسبحی الدین فی روحہ العلا

قصیدہ حمیریہ کا یہ شعر خاص طور پر قابلِ تحریر ہے جس میں آپ نے ایک حقیقت کا اظہار فرمایا ہے۔

انانتہ شموس الاولیٰ و شمسنا
آبدار الیٰ افق العلویٰ کاغذ ب

افس کہ یہ قصیدہ میرے سامنے نہیں ہے ورنہ بقدر قوت ادراک فہم اس سلسلہ میں کچھ عرض کرتا۔ ہاں قصیدہ غوثیہ جو حضرت رضا کے وارداتِ قلبی کا اُمّیۃ دار اور آپ کے منصبِ جلیل کا ترجمان ہے میرے پیشِ نظر ہے اس سلسلہ میں استعاوضِ کردوں گا اس قصیدے کو ترازک کے ساتھ حضرت کے تمام سوانح نگار حضرات پیش کرتے آئے ہیں اور اس کے بعض اشعار کے سلسلہ میں بہت سے واقعاتِ نزاکان دین سے منسوب کئے گئے ہیں وہ لوگ جو اس قصیدے کو حضرت کی تصنیف نہیں بتاتے وہ اپنے قول کی تائید اور ثبوت میں کوئی مسکت دلیل نہیں پیش کر سکے۔ سچرا اس کے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ بہت ہی متواضع اور منکسر المزاج تھے آپ ایسے اشعار جن میں علمِ ربوبیت اور ترفعِ درجات کا ذکر بڑے فخریہ انداز میں کیا ہے کس طرح عوام کے سامنے پیش کر سکتے تھے۔ ایسے معترضین کی تعداد بہت کم ہے صرف ایک ہستی اس سلسلہ میں قابلِ ذکر ہے اور وہ ہے جناب رشید رضا مصری مدیر رسالہ المنار۔ لیکن انہوں نے بھی صرف اتنا کہا ہے کہ یہ قصیدہ آپ کی طرف منسوب ہے حقیقت یہ ہے کہ آپ کے اس قصیدے کا منسوی رنگ آپ کی تصانیف سے بالکل الگ ہے۔ میں زبان کے بارے میں عرض نہیں کر رہا ہوں بلکہ مصنفوں کی نوعیت کی طرف اشارہ ہے۔ آپ اپنی تصانیف میں ایک مبلغ، ایک ہادی درہما اور خدا بایم سے ڈرانے والے اور خداوندِ سمیع و بصیر کی طاعت و بندگی پر آمادہ کرنے والے ایک صاحبِ دانش و بینش مرشد ہیں اور قصیدہ غوثیہ میں آپ جماعتِ اولیائے کرام اور گردہ صوفیائے عظام سے خطاب ہیں اور اس منصبِ دالاک طرف اشارہ کرتے ہیں جو بارگاہِ نبوت سے آپ کو تفویض کیا گیا ہے۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی نے فیہانیہ میں اس قصیدے کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ

قصیدہ غوثیہ شریف بھی اسی مقامِ قرب کے ایک خوددار اور مسکریانہ کی آواز ہے جس کو سیدنا غوث اعظم کے باطنی

حال کی ایک اجتماعی تفسیر سمجھنا چاہیے۔

حضرت مولانا نے جو کچھ کہا ہے وہ حرفِ بحر ہے بلکہ قصیدہ غوثیہ کی یہی حقیقت ہے نگاہِ ظاہر ہیں اور دلِ ظاہر پرست اس حقیقت کا ادراک اور اس کا فہم نہیں کر سکتا۔ اب یہ قصیدہ غوثیہ کو ذیل میں درج کرتا ہوں اور اپنے فطری مذاقِ شاعری کی بدولت اس کا منظوم ترجمہ پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ ہر خندِ سمعنا ہوں کہ میرا منظوم ترجمہ ان معارف و حقائق کا احاطہ نہیں کر سکتا جو حضرت سیدنا غوث اعظم کے کلامِ معجز نظام میں موجود ہے لیکن اس لحاظ سے کہ اردو شاعری میں اب تک یہ حُبارت کسی شاعر نے نہیں کی ہے شاید میری یہ کوشش بارگاہِ غوثیت میں

شرفِ قبولیت پائے اور اس بیکا رشاعی کا بدل ہو سکے جس کے لئے ہندوستان میں بہت سے ماہِ درال میں نے گنوا دیئے ہیں۔

قصیدہ غوثیہ مع ترجمہ منظوم

فَقُلْتُ لِيُخْبِرَنِي نَحْوِي نَعَالِي
 لا محس قدر بھی خم ہیں شرابِ جمال کے
 فَرِهْتُ مَتَّ بَسْكَتِي فِي بَيْتِ الْمَوَالِي
 میں ہوں میانِ حلقہ پارانِ حال کے
 بِحَالِي وَادُّهُلُوا أَنْتُمْ بِحَالِي
 خواہاں ہو تم اگر ابھی اصلاحِ حال کے
 نَسَا فِي الْقَوْمِ بِالْوَالِي مَلَا
 چشمِ چشم بھرے ہیں شرابِ وصال کے
 وَلَا يَلْتَمِمْ حُلُوتِي وَلَا لِيَصَالِي
 لیکن ابھی تو دور ہیں زینے وصال کے
 مَقَامِي فَوَيْلٌ لَكُمْ مَا نَالِي عَالِي
 شاہانِ نہیں ہو تم مری شانِ کمال کے
 يُصْنَعُ وَحُسْنِي ... ذُو الْجَلَالِ
 کافی کرم ہیں بھگد کورے ذوالجلال کے
 وَمَنْ ذَا فِي الْبَحَالِي اعْطِي مِثَالِي
 کس کو لے ہیں ادھر یہ فضل و کمال کے
 وَتَوَجَّيْتُ بِبَيْجَانِي ... الْكَمَالِ
 کتنے ہی تاج ہیں میرے سر پر کمال کے
 وَقَدْ دَنَيْتُ زَا عَطَانِي ... سُؤَالِي
 مجھ پر عطائیں کی ہیں عرض ہر سوال کے
 فَحَكِي نَافِذِي فِي كُلِّ حَالِ
 نافذ ہے میرا حکم اب ہر اک کے حال کے
 نَعَا لَكُ فَوَيْلٌ لِي الْمَوَالِي
 میں ان پر کھول دوں جو موزا ہے حال کے
 لَدُنِّي وَاهْتَفْتُ بَيْنَ الْمَوَالِي
 ہر جائیں ریزہ ریزہ یہ ترسے جبال کے

سَقَانِي الْحُبِّ كَسَاتِ الْوَصَالِ
 ساغر بھرے ہیں عشق نے بزمِ وصال کے
 سَعَتْ وَشَتَّ لِي نَحْوِي فِي كَوْمِ سِي
 ساغر بھرے ہوئے میری جانبِ رداں ہوئے
 فَقُلْتُ لِي سَاحِرُ الْأَقْطَابِ لَسْمُوا
 آواز دے رہے رہا ہوں کہ اقطابِ دہر ... آؤ
 وَهَمُّوا وَاشْرَبُوا أَنْتُمْ حَبْرِي
 بہت کر دے بڑھو، چلے آؤ، اسٹھاؤ جام
 شَرِبْتُمْ فَضَلْتُمْ مِنْ كَبْدِ سَكْرِي
 میری بھی شراب تو پی تم نے دوستو
 مَقَامِكُمُ الْعَالِي جَمْعًا وَلَكُمُ
 تم سب کا بھی بلند اگر چہ مقام ہے
 أَنَا فِي فَضْلَةِ الْمُقَرَّبِ وَحْدِي
 میں تو غریبِ جلوہ حسنِ تدبیر ہوں
 أَنَا الْبَانِي لَكُمْ أَشْهَبُ كُلِّ شَيْخِ
 ہوں جبرہ باز سارے شیوخانِ دہر کا
 كَسَانِي خَلَعْتُ بِطَوَانِي عَسْرِي
 پہنے ہوئے ہوں عزم و عزیمت کی خلعتیں
 وَأَطْلَعْنِي عَلَى سِيَرِ قَدَمِي
 رازِ تدبیر سے مجھے آگاہ کرو یا ...
 وَذَكَ نِي عَلَى الْأَقْطَابِ جَمْعًا
 والی بنا یا ہے مجھے اقطابِ دہر کا
 فَلَمَّا لَقِيتُ سَيِّدِي فِي بَحَالِي
 پانی سمندروں میں نہ باقی رہے کہیں
 وَلَمَّا لَقِيتُ سَيِّدِي فِي جَبَالِ
 ہر جائے ان پر نساخیں میرا راز عشقِ مگر

وَلَوْ لَقِيتُ سِرِّي نَوْقًا فَا
 میں گر کروں بیانِ محبت کی داستان
 وَلَوْ لَقِيتُ سِرِّي نَوْقًا مَبِيتًا
 مردہ اگر سنے جو کبھی میرے راز کو
 وَمَا مِنْهَا شَمُورٌ أَوْ دَلُورٌ
 مستقبلِ جہان کے منظر ہیں سامنے
 وَتَجِبُرُنِي بِمَا يَأْتِي وَتَجِبُرُنِي
 آگاہ کرتے ہیں یہ زمانے مجھے ... مدام
 مُرِيدِي هِمَّ وَطِبَّ وَاشْطَبَّ وَفَرَبَّ
 ہے تشنگی میں لطف کہ صینِ غنابہ وہ
 مُرِيدِي لَا تَخَفُ اللَّهُ مَرَّيْ
 اللہ ہی، خوف نہ کر اے میرے مرید
 طَبُولِي فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ رَقَّتْ
 میرے جلو میں خیر و کرم کے نقیب ہیں
 بِلَادُ اللَّهِ مُلْكِي، تَحْتَ حُكْمِي
 اللہ کے شہر و ملک ہیں سب میری ملکیت
 مُرِيدِي لَا تَخَفُ وَارْثِي نَاثِي
 حاکمِ شاہ سے سہلاؤں تلے کیوں مرید
 نَظَرْتُ إِلَى بِلَادِ اللَّهِ حَبْمًا
 سب ملک میرے سامنے یوں ہیں کہ خاک پر
 دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتَّى صُرْتُ قُطْبًا
 سردارِ وقومِ قطب کا درجہ مجھے دیا
 فَصَبْتُ فِي أَوْلِيَاءِ اللَّهِ مِثْلِي
 ہوں اولیائےِ وقت میں بے مثل و بے نظیر
 رَجَائِي فِي هَوَاجِرِهِمْ صِيَامٌ
 تپتے دلوں میں صوم سے رہ کر میرے مرید
 وَكُلُّ وَلِيٍّ لَهُ قَدَرٌ وَآلِيٍّ
 رکھتے ہیں اولیائےِ قلبِ نقشب
 نَبِيٍّ هَاشِمِيٍّ، مَكِّيٍّ هَبْشَانِيٍّ
 یعنی نبی ہاشمی، مکی، شہِ حجاز

تَخَذْتُ وَانْطَقْتُ مِنْ سِرِّ حَالِ
 ہر جائےِ آگ سرد و بغیرِ اشتعال کے
 نَقَامٌ بِقَدَرِ الْمَوْتِ نَعَالِ
 جی اٹھے یہ کرم ہوں میرے ذوالجلال کے
 تَمَرٌ وَتَنْقِيضٌ إِلَّا... أَتَالِ
 پر رہے تمام اٹھ گئے ماضی و حال کے
 وَتَقْلِيْبِي فَأَقْصِرُ عَنْ هَذَا
 یار و عبث میں قصیدہِ بحث و جدال کے
 وَافْعَلْ مَا تَشَاءُ فَإِلَيْكُمْ... عَدَالِ
 میرے مرید نام لے بس ذوالجلال کے
 عَطَانِي بِرَفْعَةِ يَدَيْكَ الْمُنَالِ
 ہے منزلِ مراد قریب میرے حال کے
 وَشَاءَ دُوسُ السَّعَادَةِ قَدْ بَدَأَ
 چرچے ہیں آسمان سے زمین تا کمال کے
 وَوَقْتِي تَبْلُغُ قَلْبِي قَدْ صَفَا
 محکوم میں یہ سب میرے ماضی و حال کے
 عَزَمْتُ قَاتِلَ عِنْدَ الْفِتْنَةِ
 جوہرِ نہاں میں مجھ میں جدال و قتال کے
 تَحَرُّوْا عَلَى عِلْمِ الْفِتْنَةِ
 پھینکے ہوں جیسے رائی کے دانے اچھال کے
 وَنَلَيْتُ السَّعَادَةَ مِنَ الْمَوْتِ
 مولا کے کل کے لطف جو مثال تھے حال کے
 وَمَنْ فِي الْعِلْمِ وَالْفَرْيَفِ عَالِ
 وہم اختیارِ علم کے تشریفِ حال کے
 وَفِي الْعِلْمِ الْبَيَانِ كَاللُّوْءِ
 رخشاں میں تیرگی میں یہ مرقی کمال کے
 عَلَى قَدَرِ النَّبِيِّ سَبْدٌ أَلْكَعَالِ
 رہ رہ رہے ہیں چاندِ جہانِ کمال کے
 هُوَ جَدِّي بِهَذَا نَلَيْتُ الْحَسَالِ
 صدقہ انہی کا پہنچا یہ مراتب کیا

وَأَعْلَىٰ مِثْلَ عَلِيٍّ رَأْسِهِ الْجَبَالُ
کہ جبیل پر نصب ہیں پرچم جلال کے
وَأَقْدَامُهُ عَلَىٰ عُنُقِ الْمَرْجَالِ
ہیں پاؤں گردنوں پر ستار، رجبال کے
وَجَبَّتْ صَاحِبَتُ الْحَمَالِ
جد میرے نا جدار ہیں عین الکمال کے

أَنَا الْجَبَلُ مِثْلَ الدُّنْيَا
جبیلی ہوں اور دین کا مٹی لقب میرا
أَنَا الْحُسَيْنُ وَالْمَخْدُ مَقَامِي
میرا بڑا گھرانہ ہے دادا حسن میرے
وَعَبْدُ الْقَادِرِ الْمُشْهُورِ اسْمِي
موسم ہوں میں بندہ قادر کے نام سے

حضرت غوث اعظم کی فارسی شاعری اور فارسی مکتوبات

حضرت سیدنا غوث اعظم کے فارسی مکتوبات بھی موجود ہیں اور فارسی شاعری کا دیوان بھی۔ فارسی مکتوبات صرف چند ہیں اور ان میں بھی جا بجا آیات قرآنی سے استدلال ہے اور عربی زور بیان ہے جو الفتح الربانی اور فتوح الغیب کا انداز ہے فارسی دیوان کے بارے میں اکثر حضرات کا یہ خیال ہے کہ وہ دیوان آپ کا نہیں ہے ہر چند کہ قدیم تذکرہ نویسوں نے اس کو آپ ہی سے منسوب کیا ہے میں یہاں اس بحث کو نہیں چھیڑنا چاہتا ہوں یہ غرض کہ وہ دیوان آپ کا نہیں ہے اس لیے کہ ذمہ دارانِ حق سے غلط منسوب کر دیا گیا ہے جس طرح حافظ محمد شیرانی مرحوم نے اپنے ایک فتویٰ میں رسالہ میں خواجہ طراجنگان چشتی کے موجودہ فارسی دیوان سے انکار کر دیا اور دلائل نہایت کمزور اور بڑے پیش کنے الحمد للہ کہ راقم الحروف اور میرے عزیز دوست میرا غنی مدین الدین چشتی قادر نے پانچ سال کی متواتر کوشش سے ان کے اس خیال کو باطل کر دیا اور ہر پہلو سے یہ ثابت کر رکھا کہ وہ دیوان خواجہ میر سی کا ہے یہ کتاب لمحات خراجہ کے نام سے جلد آپ کے ہاتھوں میں پہنچے گی۔

حضرت غوث اعظم کا وصال

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روشن ہونے والا چراغ جس کی ضیا باریاں عرب و عجم سے دم امصر و شام تک پہنچیں نہایت ترکستان کے اندھیروں میں جس نے روشن سپیدائی یعنی شریعت کے علمدار طریقت میں منت کھام اور مجلس ردعیان کے صدر نشین حضرت سیدنا غوث اعظم نے ۹۱ سال کی عمر میں ۱۱ ربیع الثانی ۵۹۱ھ مطابق ۱۱۶۵ء وصال فرمایا۔ بعض سوانح نگاروں جن میں چند مندرجہ ذیل شامل ہیں آپ کی تاریخ وصال ۹ ربیع الثانی بتائی ہے آپ کی وفات نواز عشا کے بعد ہوئی تمام اطراف ملکات میں رات بھر میں خبر پھیل گئی اور لوگوں کے اثر و کار کا یہ عالم ہوا کہ دن میں آپ کی تشریف آوری میں نہ لائی جا سکی بلکہ دوسری شب میں آپ کو دفن کیا گیا رات بھر اور دن بھر لوگوں عقیدت مند آپ کا آواز دہلارہے تھے۔ آپ کا وصال عباسی خلیفہ المستجد باللہ کے عہد میں ہوا۔

وصال سے پہلے دنیا سے بے تعلق کے کلمات برابر آپ کی زبان پر آتے رہتے تھے اور ہر وقت اللہ سے ڈرنے (تقویٰ) کی وصیت فرماتے رہتے تھے چنانچہ آپ کے فرزند حضرت شیخ عبدالوہاب نے جب آپ سے وصیت آخری کے سلسلہ میں عرض کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا۔

اللہ سے ڈرو اور اس کے سوا کسی سے خوف نہ کرو اور اللہ کے سوا کسی سے امید نہ رکھو اور سب کاموں کو اللہ کی طرف سونپ دے اور اللہ کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کرو اور سب حاجتیں اسی کے طلب کرو اور اللہ کے سوا کسی پر توکل نہ کرو ترجید کو لازمی طور پر اختیار کرنا ترجید کو لازمی طور پر اختیار کرنا

اس طرح حضرت سیدنا غوث اعظم نے اپنے آخری سالوں میں بھی اس مقصد کی تبلیغ کا خیال رکھا جو آپ کے سپرد نبیاد میں کیا گیا تھا انا للہ وانا الیہ راجعون حضرت غوث اعظم کا مزار مبارک بغداد کے شرف میں واقع ہے یہ رہی ختم ہو چکا ہے جہاں وہ دیکھ رہے تھے اور غوث دارشاد کی مجلس میں پافرماتے

مزار مبارک یہ جگہ مدرسہ کے نام سے موسوم تھی چونکہ بعد ۷۰ سال آپ یہیں مدفون ہوئے اس لیے اس کے بعد دوبارہ غوثیہ مزار غوثیہ کہنے لگے موسوم چلا آ رہا ہے اس عمارت میں کئی عالیشان سیرا آپ کے بعض فرزندوں کے مزار میں سمجھ لنگر خانہ کتب خانہ اور دیگر ملکوں اور ملک طلبہ کی اقامت کا یہاں بھی ہے ۱۰۴۰ء میں

جس خلیفہ مارالدین ان کے اس عمارت میں مزید توسیع کی لیکن ۱۱۲۰ء میں شاہ اسماعیل غزنوی شاہ ایران کے ہاتھوں ان عمارت کو نقصان پہنچا اسکے بعد ۱۱۴۰ء میں سلطان میمان عثمانی نے یہاں پر ایک خوبصورت اور عالیشان عمارت تعمیر کرائی ۱۲۱۸ء میں سلطان عبدالعزیز خان کے عہد میں از مرزا ظہیر ہوئی اور آج بھی عمارت اپنی شان و شکوہ کے ساتھ حضرت کے فیض باطنی کی نشاندہی کر رہی ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الغیۃ لطابی طریق الحق

کے

تصنیف کا سبب

حمد کی سزا و اسی اللہ کی ذات ہے جس سے ہر کتاب کی ابتداء اور جس کے ذکر سے ہر کلام کا آغاز ہوتا ہے۔ عام تصرف میں راحت و آرام پانے والے اسی کی حمد و ثنا کا انعام حاصل کریں گے۔ اسی کے نام سے ہر بیماری سے شفا حاصل ہوتی ہے اور ہر غم اور ہر مصیبت میں سکھ ہو یا دکھ ہر حال میں اسی کے سامنے تضرع اور سوال کے لئے ہاتھ پھیلاتے جاتے ہیں۔ اس کو بلانے والا خواہ کسی زبان میں اس کو پکارے اور بلانے والا اس کی سنتا ہے اور عاجزوں کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ ہر شے عطا کرنے والا اور مطلوب مقصود تک پہنچانے والا وہی ہے بسی اسی کا شکر ہے کہ اس نے نعمت سے سرفراز فرمایا اور حق کا راستہ واضح فرما کر اس پر چلایا۔ اللہ کے برگزیدہ رسول (حضرت) محمد پر رحمت و سلام ہو جو دنیا میں گمراہوں کو ہدایت کا راستہ دکھانے کے لئے تشریف لائے آپ کی آل و اصحاب کرام اور بزرگواران رسالت اور مقرب ملائکہ پر بھی درود و سلام ہو!!

حمد و صلوة کے بعد باعث زکاء و شش یہ ہے کہ میرے بعض احباب نے جن کو میری صدق بیانی کے بارے میں حسن ظن تھا مجھ سے اس کتاب کی تصنیف کی پرزور درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ ہی ہم کو توفیق اور فعلی توفیقوں سے سچانے والا ہے اور وہی نیتوں اور ارادوں سے واقف ہے اور وہی میرے بعض احباب کی اس خواہش کی تکمیل میں سہولت عطا کرنے والا ہے۔ ہم لائق سے دلوں کو ایک کرنے اور بڑائیوں کو نیکیوں سے بدل دینے کی اس سے امید ہے۔ رہی گناہ اور قصور معاف کرنے والے اور وہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

جب مجھ پر اس بات کی صداقت زبدیہ کشف، ظاہر ہو گئی کہ ایک ایسی کتاب کی واقعی ضرورت ہے جو فرض و سنت اور اسلامی آداب کے سلسلے میں عوام کی رہنمائی کرے اور لوگ دلائل و براہین سے خالق کی معرفت حاصل کر

اور قرآن مجید اور حدیث نبوی سے ہدایت یاب ہو کر راہِ حق اختیار کریں اور اس اصرار سے اس دوست کی غرض صرف یہ ہے کہ راہِ حق پر چلنے والے کو ادا کر کے تئیں اور لوہی سے گریز میں تعاون حاصل ہو، پس میں نے اس کی درخواست قبول کر لی۔

حضرتی نجات کی آرزو اور ثوابِ آخرت کی طلب کے ساتھ میں تالیف کتاب کے لئے بڑی مستعدی سے متیار ہو گیا اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوا، جو دلوں میں حق بات کا ارتقا فرماتا ہے۔

میں نے راہِ حق کے طلب گاروں کو تمام دوسری کتابوں سے بے نیاز بنانے کے لئے اس کتاب کو "الغنیۃ لطالب طریقۃ الحق" کے نام سے موسوم کیا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب ۱

دین اسلام

واجبات و فرائض

ایمان، نماز، زکوٰۃ، صدقہ فطر، روزہ، اعتکاف، حج اور عمرہ

ایمان جو شخص اسلام قبول کرنا چاہے اس پر سب سے پہلے واجب ہے کہ وہ کلمہ شہادت پڑھے یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کا زبان سے اقرار کرے اور اسلام کے سوا تمام مذاہب سے بے تعلق ہو جائے اور ان سے بیزاری کا اظہار کرے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا دل میں یقین کامل رکھے، اس اعتقاد اور یقین کامل کی تشریح آئندہ مذکور ہوگی۔

دین اسلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچا دین صرف دین اسلام ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ یعنی بلاشبہ سچا دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ پھر فرمایا وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ اور جس نے اسلام کے سوا کوئی اور دین پسند کیا اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔

نومسلم کے حقوق جس شخص نے سچے دل سے کلمہ شہادت پڑھ لیا اور اسلام میں داخل ہو گیا، اس کو قتل کرنا، اس کی اولاد کو قید کرنا اس کے مال و متاع کو لوٹنا (تمام مسلمانوں پر) حرام ہو گیا۔ اسلام لانے سے قبل اس سے جو گناہ سرزد ہوئے تھے اللہ تعالیٰ ان سب کو معاف فرمادے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَا تَشَاءُوا يَغْفِرَ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ (اے نبی آپ ان کافروں سے فرمادیں کہ اگر یہ کفر سے باز آگئے تو ان کے پچھلے تمام

سے دل کا حال اللہ جانتا ہے، سچے دل سے کلمہ شہادت پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ ایمان لانے والا صداقت قلب اور راستی ایمان کا اظہار کرے۔

گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جہاد کروں جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہیں، جب انھوں نے کلمہ توحید پڑھ لیا تو انھوں نے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو مجھ سے بچالیا۔ بجز اس کے کہ ان کا کوئی حق واجب ہو سواں کا حساب اللہ تعالیٰ فرمائے گا“ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ”اسلام ما قبل کے گناہوں کو فنا کر دیتا ہے“

نومسلم کا غسل اسلام میں داخل ہونے والے شخص کے لئے غسل اسلام واجب ہو جاتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمان بن اثال اور قیس بن اضم کو جب وہ اسلام لائے تو حکم دیا کہ

”غسل کرو ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ”اپنے جسم سے کفر کے بالوں کو ددر کر کے غسل کرو“

اسلام میں داخل ہونے والے پر نماز فرض ہو جاتی ہے اس لئے کہ اسلام قول و عمل دونوں کا نام ہے، زبانی نماز دعویٰ قول ہے اور عمل اس دعویٰ کا ثبوت ہے۔ بالفاظ دیگر قول صورت ہے اور عمل اس کی روح ہے۔

شرائط نماز نماز کے لئے کچھ شرائط ہیں جن کا نماز سے قبل پورا کرنا ضروری ہے اور وہ یہ ہیں۔

- (۱) پاک پانی سے جسم کو پاک کرنا (اس سے مراد وضو ہے)۔ پانی نہ ملے تو تیمم کرنا۔
- (۲) پاک کپڑے سے ستروپشی کرنا
- (۳) پاک جگہ کھڑا ہونا (پاک جگہ پر نماز پڑھنا)
- (۴) قبلہ کی طرف منہ ہونا
- (۵) نماز کا وقت ہونا (۶) نماز کے لئے نیت کرنا۔

(جسم کی) طہارت کے لئے کچھ فرض اور کچھ سنیتیں ہیں، اسلام میں دس فرض یہ ہیں۔

طہارت ۱۔ نیت کرنا، یعنی ناپاکی کو دور کرنے کے لئے نیت کرے اور اگر تیمم کرنا ہو تو نماز کے مباح ہونے کا قصد کرے کہ تیمم سے حدیث دور نہیں ہوتا۔ پس زبانی نیت کے ساتھ ساتھ دل میں بھی اس کی گواہی دے تو یہ افضل ہے ورنہ صرف زبانی نیت بھی کافی ہے۔

۲۔ تسمیہ (بسم اللہ پڑھنا) یعنی طہارت کے لئے پانی لیتے وقت بسم اللہ پڑھے۔

۳۔ کٹی کرنا یعنی منہ میں پانی بھر کر اور اسے منہ میں پھرا کر منہ سے پانی نکال دینا۔

۴۔ ناک میں پانی ڈالنا۔ ناک کے دونوں نتھنوں میں پانی چڑھا کر اٹھیں صاف کرنا۔

۵۔ منہ دھونا۔ (پیشانی سے لیکر کنپٹیوں کے عرض میں ٹھوری کے نیچے تک) اس طرح کہ داڑھی کے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچ جائے

۶۔ سر کے بالوں سے مراد سر کے بال ہیں جو حالت کفر میں بڑھے تھے، یعنی سر کے بال منڈا دو اور غسل کرو۔ (ترجمہ)

۷۔ جس طرح صلوٰۃ بغیر وضو کے بیکار ہے اسی طرح قول بغیر عمل کے بیکار ہے۔ تب یہ شرائط صلوٰۃ خارج صلوٰۃ کہلاتے ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ شرائط ایسے ہیں

جو داخل صلوٰۃ میں ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک تیمم سے حدیث اور ناپاکی دونوں دور ہو جاتے ہیں۔

۸۔ حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک تسمیہ فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔

۶۔ ہاتھ دھونا: دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا۔

۷۔ سر کا مسح: مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پانی میں ڈالے اور پھر خالی نکال کر انھیں سر کی اگلی جانب سے سر کی پچھلی جانب گردن تک لے جائے اور پھر اسی طرح دہات تک واپس لائے جہاں سے مسح شروع کیا لیکن اس طرح کہ دونوں انگلیوں کے کانوں کے سوراخوں میں رہیں۔ اس سے فارغ ہو کر کان کے دونوں کتوں اور سوراخوں کا ان انگلیوں سے مسح کرے۔

۸۔ پاؤں دھونا: دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے جائیں۔

مذکورہ بالا تمام فرائض یکے بعد دیگرے ایک ساتھ بجالانا فرض ہیں۔

۹۔ ان تمام اعضا کو دھوتے وقت ان کی ترتیب کا خیال رکھنا: خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ ۖ وَارْجُلَكُمْ اِلَى الْمَخْرَجِ ۚ وَارْحَمُوْا اَنْفُسَكُمْ ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ (۱)۔

۱۰۔ مولات یعنی ہر دوسرے عضو کو پہلے عضو کا پانی خشک ہونے سے پہلے دھونا۔

وضو میں دس سنتیں: وضو کی دس سنتیں یہ ہیں۔

۱۔ وضو کے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو دھولینا۔ (۲) سواک کرنا۔ (۳) کھلی (غرغره) کرنا۔ (۴) ہاتھ کے دونوں سوراخوں میں پانی ڈال کر ان کو صاف کرنا، روزہ رکھا ہو تو کھلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں احتیاط برتے (کہ پانی حلق سے نیچے نہ اتر جائے) (۵) دائرہ کا خلل کرنا (۶) دونوں آنکھوں کے اندر پانی ڈال کر انکو دھونا (۷) دائیں جانب سے (آنکھوں کا دھونا) شروع کرنا۔ (۸) دونوں کانوں کے مسح کے لئے تازہ پانی لینا۔ (۹) گردن کا مسح کرنا۔ (۱۰) دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کی انگلیوں میں خلل کرنا (یعنی انگلیوں کو دوسری انگلیوں کے درمیان ڈالنا) (۱۱) وضو کے ہر عضو کو تین دفعہ دھونا۔

تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ ایسی پاک مٹی پر ماریں کہ گرد معمولی طریقہ پر دونوں ہاتھوں پر چھٹ جائے۔ اس وقت فرض نماز کے مباح ہونے کی نیت کریں، تسمیہ پڑھیں، اپنی انگلیوں کو پھیلا کر مٹی پر ایک دفعہ ماریں، پھر ہاتھوں کے اندر کی طرف سے چہرے کو مسح کریں، پھر دونوں ہاتھوں کی پشت کا مسح کریں۔

طہارت کبریٰ یعنی غسل کا بیان آدابِ خلا کے باب میں انشاء اللہ کیا جائے گا

ستر عورت کسی پاکیزہ کپڑے سے ناف سے لیکر زانو تک اور کتدھوں تک چھپانا ستر عورت ہے، ستر عورت کے لئے کپڑا ریشمی نہ ہو کیونکہ ریشمی کپڑے میں نماز نہیں ہوتی، کسی سے چھینے ہوئے یا چرائے ہوئے کپڑے میں نماز نہیں ہوتی۔

۱۔ ترتیب کا خیال رکھنا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سنت ہے۔ ۲۔ عام طور پر اس کو ستر پوشی کہا جاتا ہے۔

اس پر پاک کپڑا بچھا کر اس پر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

نماز کی سمت
مکہ مکرمہ اور اس کے قریبی علاقے میں اگر کوئی ہو تو وہ عین کعبہ کی طرف رخ کرے اور اگر مکہ سے دور کسی اور جگہ پر ہو تو بھی کعبہ کی طرف رخ کرے اور کعبہ کا رخ معلوم کرنے کے لئے اپنے اجتہاد، ستاروں، آفتاب اور ہواؤں کے رخ کے ذریعہ سے سمت کعبہ کی تحقیق کر کے اس طرف رخ کرے۔

نماز کی نیت نیت کا مقام اصلی دل ہے (یعنی دل کے ارادے کا نام نیت ہے) چونکہ نماز اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کی گئی ہے اس لیے اس کی نیت سے یقین رکھنا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم جانتے ہوئے اس کو ادا کرنا واجب

ہے۔ دکھائیے اور دوسروں کے سنانے کے لئے نہ ہو، نماز کے دوران دل کو خداوند تعالیٰ کے حضور میں اس وقت تک پورے طور پر حاضر رکھا جائے جب تک نماز سے فراغت حاصل نہ ہو جائے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ لَئِنْ لَکَ مِنْ صَلَاتِکَ إِلَّا مَا حَضَرَ فِیْہِ قَلْبُکَ (جس نماز میں تیرا دل حاضر نہ ہو وہ نماز ہی نہیں۔)

اوقاتِ نماز نماز کے وقت کا اندازہ اپنے یقین سے کر لیا جائے (جب کہ دن روشن اور صاف ہو) اور اگر آبریا آندھی (غبار) وغیرہ ہو اور وقت کا تعین (اندازے سے) نہ ہو سکے تو پھر گمان غالب ہی سے اس کا اندازہ کر لیا جائے وقت کا تعین یا گمان غالب سے اندازہ کر لینے کے بعد اذان اس طرح کہی جائے۔

اذان **اللَّهُ أَكْبَرُ - اللَّهُ أَكْبَرُ - اللَّهُ أَكْبَرُ - اللَّهُ أَكْبَرُ - أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ -**
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ - أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ -
حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ - حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ - حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ - حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ - حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ -
اللَّهُ أَكْبَرُ - لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ -

اقامت اذان کے بعد جب نماز کے لئے کھڑے ہوں تو اس طرح اقامت کہی جائے، اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ - اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ - حَتّٰی عَلٰی الصَّلٰوۃِ - حَتّٰی عَلٰی الْفَلَاحِ - قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ - اللّٰهُ اَکْبَرُ، اللّٰهُ اَکْبَرُ، لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ،

منجلی اور شافعی حضرات کے یہاں اقامت کے الفاظ حتیٰ علی الفلاح تکلیف ہیں جب کہ احناف کے یہاں دوسرے ہیں :

اقامت کبک نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ: اَللّٰهُ اَکْبَرُ کے علاوہ دوسرے تعظیمی الفاظ کا استعمال نماز شروع کرنے کے لئے جائز نہیں۔

نماز کے ارکان

نماز کے پندرہ رکن ہیں (۱) کھڑا ہونا (۲) تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) پڑھنا (۳) سورہ فاتحہ پڑھنا (۴) رکوع کرنا۔

(۵) رکوع میں ٹہرنا۔ (۶) رکوع سے کھڑا ہونا۔ (۷) مقبوضا ٹہرنا۔ (۸) سجدہ کرنا۔ (۹) سجدے میں قدرے ٹہرنا۔

(۱۰) دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا۔ (۱۱) اس بیٹھک میں قدرے توقف کرنا۔ (۱۲) قعدہ اخیرہ (آخری مرتبہ بیٹھنا)۔ (۱۳) آخری قعدہ میں تشہد پڑھنا۔ (۱۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا۔ (۱۵) سلام پھیر کر نماز ختم کرنا۔

نماز کے واجب

نماز کے واجبات نو ہیں۔ (۱) تکبیر کہنا (تکبیر تحریمہ کے سوا)۔ (۲) رکوع سے اٹھتے وقت سَمِیعَ اللہ

لَعَنَ حَمْدَهُ کہنا اور (۳) رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنا۔ (۴) رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ

پڑھنا۔ (۵) دونوں بار سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کہنا۔ (تین تین بار)۔ (۶) دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھتے وقت ایک بار

رَبِّ اغْفِرْ لِي کہنا۔ (۷) پہلا التَّحِيَّات پڑھنا۔ (۸) پہلے تشہد کے لئے بیٹھنا۔ (۹) سلام اس نیت سے پھیرنا کہ میں نماز سے فارغ ہوا۔

نماز کی چودہ سنتیں

نماز کی سنتیں چودہ ہیں۔ (۱) نماز شروع کرنے وقت اِقْبِیْ وَجْهَکَ وَجْهَیَ لِلذِّکْرِ فَطَرِ

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا أُنَا مِنَ الْخَلْقِ کہنا پڑھنا۔ (۲) اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ

الرَّجِيمِ پڑھنا۔ (۳) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنا۔ (۴) سورہ فاتحہ کے ختم پر آمین کہنا۔ (۵) سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورہ پڑھنا۔

(۶) رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کے بعد مِلَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کہنا۔ (۷) رکوع اور سجدے میں تسبیحات کو ایک مرتبہ سے زیادہ پڑھنا۔ (۸) دونوں

سجدوں کے درمیان جلوس کی حالت میں رَبَّنَا اغْفِرْ لِي پڑھنا۔ (۹) ایک روایت کے مطابق ناک پر سجدہ کرے (سجدے میں ناک زمین پر لگائے)۔

(۱۰) دونوں سجدوں کے درمیان قدرے آرام کے لئے بیٹھنا (جلسہ استراحت کرنا)۔ (۱۱) چار چیزوں سے پناہ مانگنا یعنی اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ

عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ ذُنُوبِ الدُّنْيَا وَمِنْ ذُنُوبِ الْآخِرَةِ وَالْمَمَاتِ۔ پڑھنا۔ (۱۲) اللہ کی پناہ مانگنا

ہوں جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، دُنیوی گناہوں کے عذاب سے اور زندگی و موت کے فتنے سے)۔ (۱۳) آخری قعدہ میں درود (شریف)

پڑھنے کے بعد وہ دعا پڑھنا جو حدیثوں میں آئی ہے۔ (۱۴) وتروں میں دعائے قنوت پڑھنا۔ (۱۵) دوسرا سلام پھیرنا۔ (اس کا ثبوت ضعیف ثابت ہے)

ہمیات نماز

نماز کی ہیئات پچیس ہیں۔ (۱) نماز کی ہیئت سے ان پچیس امور کا تعلق ہے)؛ نماز شروع کرتے وقت رکوع میں

جاتے وقت رکوع سے سر اٹھانے کے بعد دونوں ہاتھوں کا اٹھانا (دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے جائیں کہ دونوں مقبیلیاں

دونوں کندھوں کے برابر ہوں اور دونوں انگلیوں کے پوسے کانوں کی نمبر تک پہنچ جائیں)۔ ہاتھ اس طرح

اٹھا کر پھر جمع کر دیئے جائیں۔ (۲) ناف کے اوپر بایاں ہاتھ ہو اور اس ہاتھ کے اوپر دایاں ہاتھ رکھا جائے۔ (۳) سجدے کے مقام پر نظر رکھی

جائے۔ (۴) جن نمازوں میں قرأت بلند آواز سے پڑھی جاتی ہے۔ ان میں بلند آواز سے قرأت پڑھنا اور ادا میں بھی بلند آواز سے کہنا اور

جن نمازوں میں قرأت آہستہ پڑھی جاتی ہے ان میں آہستہ پڑھنا اور ادا میں بھی آہستہ کہنا۔ رکوع میں دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر

رکھنا۔ رکوع کے بعد پیٹھ سیدھی کرنا۔ سجدے میں دونوں بازوؤں کو دونوں پہلوؤں سے الگ رکھنا سجدے میں جاتے وقت گھٹنوں کو

زمین پر پہلے رکھنا پھر ہاتھوں کا رکھنا۔ سجدے میں دونوں بازوؤں کو پیٹ اور پیلوں سے الگ رکھنا سجدے میں دونوں گھٹنوں

کو الگ فاصلہ سے رکھنا۔ دونوں ہاتھوں کا دونوں مونڈھوں کے مقابل رکھنا۔ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھتے وقت قعدہ اولیٰ میں ایک پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا اور قعدہ اخیرہ میں سرین کے بل بیٹھنا، دائیں ران پر دایاں ہاتھ اور بائیں ران پر بائیں ہاتھ رکھنا۔ دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو بند رکھنا۔ بند ہاتھ کی انگشت شہادت سے اشارہ کرنا۔ اس طرح کہ انگوٹھے سے درمیانی انگلی کے ساتھ حلقہ کیا ہو۔ بائیں ہاتھ کی انگلیاں گھلی ہوئی ران پر رکھی ہوں۔

ان شرطوں میں سے کوئی شرط بھی کسی عذر شرعی کے سوا اگر ترک کر دی جائے گی تو نماز باطل ہو جائے گی۔ اگر کسی رکن کو قصداً ترک کر دیا یا غلطی سے کسی رکن کو چھوڑ دیا گیا تو نماز نہ ہوگی۔ اگر واجب کو غلطی سے ترک کرے تو سجدہ سہو سے نماز ہو جائے اور اگر واجب کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا جائے تو نماز باطل ہو جائے گی۔ کسی سنت یا نماز کی ہیئت کے ترک سے نہ نماز باطل ہوتی ہے اور نہ سجدہ سہو لازم آئے گا۔

زکوٰۃ

مسلمان پر زکوٰۃ اس حالت میں واجب ہوتی ہے جب وہ صاحب نصاب ہو (جس کے پاس موجب زکوٰۃ مال ہو)۔ زکوٰۃ کا نصاب یہ ہے۔ تیس مثقال سونا یا دوسو درہم چاندی یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر مال تجارت یا پانچ اونٹ یا تیس (راس) گائیں یا بھینس یا چالیس بکریاں، بشرطیکہ یہ سب جانور پورے سال جنگل میں آزاد مفت چرتے ہوں۔ نصاب زکوٰۃ ہیں، غلام اور مکاتب پر زکوٰۃ واجب (فرض) نہیں ہے۔

نصاب سونے یا چاندی پر چالیسواں حصہ، یعنی بیس دینار پر نصف دینار، دوسو درہم پر پانچ درہم۔ اگر پانچ اونٹ ہوں تو ایک بھیر یا بکری (بھیر شش ماہہ اور بکری ایک سالہ) دس اونٹ ہوں تو دو بکریاں یا دو بھیریں۔ ۱۵ اونٹوں پر تین بکریاں (یا بھیریں) ۲۰ اونٹوں پر چار بھیر بکریاں دی جائیں چھپتیس اونٹوں کے مالک پورے سال بھیر کی ادائیگی دینا واجب ہے (جو ایک سال کی پوری ہو) اگر سال بھیر کی ادائیگی موجود نہ ہو تو دو برس سے زیادہ عمر کا ایک اونٹ دیا جائے۔

چھپتیس اونٹوں کا مالک دو سال کی ایک ادائیگی زکوٰۃ میں سے چھیالیس اونٹوں کا مالک تین سال کی عمر کا ایک اونٹ

زکوٰۃ ہے۔ اکٹھے (۱۱) اونٹوں پر ایک اونٹ زکوٰۃ ہے جو چار سال پورے کر کے پانچویں سال میں داخل ہوگی ہو، چھتر (۱۲) اونٹوں والا دو برس کی دو اونٹیاں زکوٰۃ ہے۔ اکیانوے سے ایک سو بیس اونٹوں تک تین تین برس کے دو اونٹ دینا ہونگے، اس سے زیادہ اگر ایک بھی بڑھ جائے تو ہر چالیس میں سے دو برس کی ایک اونٹنی زکوٰۃ ہے اور ہر پچاس پر تین سال کا ایک اونٹ زکوٰۃ ہے۔

گائے بھینس کا نصاب اگر تیس (۳۰) گائے یا بھینس کا مالک ہو تو ایک برس کا بچہ (نریا مادہ) زکوٰۃ ہے، اگر چالیس ہوں تو ایک بچہ (نریا مادہ) جو دو سال کا ہو اور ساٹھ گایوں پر دو بچے جن کی عمر ایک سال ہے زکوٰۃ ہے جب گائیں شتر تک پہنچ جائیں تو اس میں سے ایک بچہ سال بھر کا اور ایک بچہ دو سال زکوٰۃ ہے۔ اسی طرح پرتیس گایوں سے ایک ایک بچہ ایک سال کا اور ہر چالیس سے ہر پچہ دو برس کا نکالے۔

بکریوں کا نصاب چالیس سے ایک سو بیس بکریوں تک ایک بکری زکوٰۃ ہے۔ اگر تعداد اس سے زیادہ ہو تو دو سو کی تعداد تک دو بکریاں یا دو بھیریں۔ اگر دو سو سے ایک بھی زیادہ ہو جائے تو تین سو تک تین بکریاں یا بھیریں زکوٰۃ ہیں۔ اس سے آگے ہر سیکڑے پر ایک دی جائے۔

مصرف زکوٰۃ

زکوٰۃ کے مستحق مال زکوٰۃ کے حقدار آٹھ قسم کے (لوگ) ہیں جن کا ذکر قرآن پاک میں آیا (إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَ الْمَسْكِينِ وَ الْعَمِلِينَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغَارِمِينَ وَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ ابْنِ السَّبِيلِ نَوِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَ الرَّحْمَةِ عَلَيْهِ حَكِيمَةٌ) یعنی فقرا (وہ نادار لوگ جن کے پاس گزر بسر کے لئے کچھ نہ ہو) مسکین (وہ مفلس جس کے پاس کچھ نہ ہو مگر بقدر ضرورت نہ ہو)۔ زکوٰۃ کے عاملین یعنی کارندے اور کارکن (زکوٰۃ وصول کرنے اور بیت المال تک پہنچانے والے) مولفۃ القلوب (ایسے کافر جن کو اگر مال دیا جائے تو ان کے مسلمان ہو جانے کی امید اور توقع ہو یا کم از کم مسلمانوں کو ان کی شرارتوں سے محفوظ رکھا جاسکے)۔ غلاموں کو آزاد کرانے میں۔ ایسے قرضداروں کی اعانت میں جن کو ادائے قرض کی طاقت نہ ہو۔ وہ مجاہدین جو بغیر کسی عوض یا تنخواہ کے کافروں کے ساتھ جہاد میں مشغول ہیں۔ ایسا مسافر جس کے پاس سفر خرچ نہ ہو اور وہ پردیس میں اس کی دہر سے پڑا ہو۔

صدقہ نافلہ فرض زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد نفل خیرات ہر زمانے میں اور ہر وقت مستحب ہے، خصوصاً برکت والے مہینوں اور دنوں میں تو اور بھی افضل ہے۔ مثلاً رجب، شعبان اور رمضان کے مہینوں میں۔ عید کے ایام۔ محرم کے دس دن، قحط سالی اور تنگ حالی کے دنوں میں افضل ہے۔ صدقہ نفل ادا کرنے والوں کے مال میں خیر و برکت ہوتی ہے اور اس کے اہل و عیال امن و امان اور آرام سے رہتے ہیں اس کے علاوہ آخرت میں بڑا ثواب ملتا ہے۔

لے جو شخص اپنے شہر سے کسی دوسرے شہر کے لئے سفر کا ارادہ کرے اس کو زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں۔

صدقہ فطر

جس شخص کے پاس اپنے اور اپنے بڑی بچوں کی ضروریات سے زیادہ روزی ہو تو اس پر صدقہ فطر واجب ہے۔ عید کی رات یا عید کے دن اپنی ذات، اپنی اولاد، بیوی، غلام، باندی، ماں باپ، بھائی بہن، چچا اور چچا کی اولاد اور قریبی اقرا کی طرف سے بشرطیکہ ان کی کفالت اور نان نفقہ کی ذمہ داری اس پر ہو، صدقہ فطر ادا کرے۔

صدقہ فطر کی مقدار کھجور، کشمش، گہوں، جو یا ان کے سنتو، آٹا ایک صاع ہے جو وزن میں ساڑھے پانچ رطل عراقی ہے برقول صحیح پسیری ہے (صدقہ فطر میں دیا جاسکتا ہے) اگر کہیں یہ چیزیں نہ ہوں تو شہر میں جو غلہ عموماً استعمال ہوتا ہے مثلاً پیادل، جوار، چنا وغیرہ اسی میں سے اتنی مقدار ادا کرے۔

روزہ

جب رمضان کا (مبارک) مہینہ آجائے تو ہر مسلمان پر اس کے روزے واجب ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (جو شخص تم میں سے رمضان کو پائے تو اس میں روزے رکھے)۔ اگر چاند دیکھ کر یا کسی عادل ثقہ آدمی کی شہادت سے یا شعبان کی تیسویں رات کو بادل یا غبار کی وجہ سے چاند نہ دیکھنے یا ماہ شعبان کے تیس دن پورے ہو جانے سے رمضان کی آمد ثابت ہو جائے تو دوسرے دن سے روزے رکھے اور وقت مغرب سے صبح صادق کے طلوع ہونے تک جس وقت چاہے نیت کرے۔ روزانہ پورے مہینے اسی طرح نیت کیا کرے۔ ایک ضعیف روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ اگر رمضان کی پہلی رات میں مہینے بھر کے روزوں کی نیت ایک ساتھ کر لی تو کافی ہے۔

صبح سے لیکر پورے دن کھانے پینے اور جماع سے پرہیز کرے، کوئی شے بھی باہر کی طرف سے پیٹ کے اندر داخل نہ ہو چنانچہ بدن سے خون نکالنے نہ کسی دوسرے سے نکلوانے (پچنے نہ خود لگائے نہ دوسرے سے لگوائے)۔ خود قے نہ کرے کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے انزال کی صورت پیش آئے۔

قضا و کفارہ اوپر بیان کی ہوئی احتیاطوں کو ملحوظ رکھنا از بس ضروری ہے، اگر ان احکام میں سے کسی ایک کی خلاف ورزی کرے گا تو قضا لازم آئے گی (روزہ باطل ہو جائے گا) اور اس دن بھی شام تک ہر ممنوعہ چیز سے

پرہیز رکھنا ضروری ہوگا۔ روزہ کے درمیان (روزے کی حالت میں) جماع کرنے سے کفارہ بھی واجب ہو جاتا ہے۔ (۱) یعنی کسی مسلمان باندی یا غلام کو آزاد کرنا جو تندرست اور کام کاج کرنے کے قابل ہو (انحصار، لنگڑا، لولا، لنگیا یا بہرانہ ہو) (۲) اگر اس کی طاقت نہ ہو تو متواتر دو ماہ تک روزے رکھے (۳) یہ بھی نہ ہو سکے تو ساتھ فقیروں کو کھانا کھلائے اس طرح کہ ہر مسکین یا فقیر کو کم از کم ۳۷۰ دانہ دہننی گہوں دے یا ہر ایک کو نصف صاع (۱۲۵ دانے) کھجور یا جو یا اس شہر میں جو غلہ کھایا جاتا ہو وہ دیدے لیکن اگر کچھ دینے کی توفیق نہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کرے اور دوسرے روز کوئی اچھا عمل کرے۔

۱ صاع کا مماثل وزن ہمارے ملک میں ۳۵۱ تولے ہے، احتیاط ساڑھے چار سیر شمار کیا جاتا ہے۔

رمضان کے مہینے میں دن کے وقت کسی جوان عورت کے ساتھ خلوت (تنہائی) میں نہ رہے نہ بوسہ لے خواہ وہ اس کی محرم ہی کیوں نہ ہو، زوالِ آفتاب کے بعد سواک سے پرہیز کرے، گوند چبانے، تھوک منہ میں جمع کر کے نکلنے، پختے دقت کھانے کا مزایا نہ مک چکھنے سے اجتناب کرے؛

سحر و افطار کسی کی غیبت، برائی کرنے، جھوٹ بولنے اور گالی گلوچ سے پرہیز کرے۔ بادل دالے دن افطار میں تاخیر کرے ورنہ افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے، اگر ایسے لوگوں میں سے نہ ہو جن کو طلوع فجر کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ (جیسے نابینا، کمزور نظر والا) تو اسے سحری تاخیر سے نہیں، کھانا چاہیے بلکہ جلد کھائے ورنہ آخر رات تک توقف کر کے سحری کھانا افضل ہے۔

افطار افضل یہ ہے کہ کھجور یا پانی سے افطار کرے اور افطار کے وقت وہی دعا کرے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی نے روزہ رکھا ہے اور (افطار میں) شام کا کھانا اس کے سامنے لایا جائے تو (افطار کرتے وقت) یہ دعا پڑھے۔ **بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلَىٰ رِزْقِكَ افْطَرْتُ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا فَاِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ**

اعتکاف

مسلمان کے لئے اعتکاف میں بیٹھنا مستحب ہے، اعتکاف کے لئے اس مسجد میں بیٹھنا چاہئے جس میں نماز باجماعت ادا ہوتی ہو، اس مقصد کے لئے سب سے بہتر جامع مسجد ہے کہ اگر اعتکاف کے دوران جمعہ کا دن آجائے تو معتکف نماز جمعہ بھی ادا کر سکے، اعتکاف کے لئے روزہ دار ہونا زیادہ بہتر ہے، مگر روزہ رکھے بغیر بھی اعتکاف کیا جاسکتا ہے۔ روزہ رکھنا اس لئے بہتر ہے کہ اعتکاف کرنے والے کو روزہ اس کی مقصد براری میں مدد دیتا ہے، یہ نفسِ امّارہ کی خواہشوں کا قیلع فتح کرتا ہے۔ اعتکاف کے لغوی معنی ہیں: اپنے آپ کو کسی خاص مقام میں روکے رکھنا، کسی چیز پر جمع رہنا اور کسی شے پر پابندی اختیار کرنا۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا، **مَا هِيَ التَّائِيْلُ الَّتِي اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ** (یہ کیا مورتیاں ہیں تم جن کی پوجا، پر جھے ہوئے ہو۔)

اعتکاف سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اور سنت صحابہؓ بھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا تھا اور وصال شریف کے وقت تک اسی سنت پر قیام فرمایا اور صحابہؓ (اکرام) کو بھی اس کی دعوت فرمائی اور فرمایا جو کوئی اعتکاف کرنا چاہے تو رمضان کے آخری عشرہ (دس دن) میں کرے۔ اعتکاف کرنے والا حالتِ اعتکاف میں

لے میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ لے اللہ میں نے روزہ تیرے لئے رکھا اور تیرے ہی رزق سے اسے کھولا، تو پاک ہے اور تیرے ہی لئے حمد ہے۔ لے اللہ تو ہم سے (اس روزے کو) قبول کر۔ بیشک تو سننے اور جاننے والا ہے۔

ایسے کاموں میں مشغول رہے جو قرب الہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں مثلاً تلاوت قرآن پاک، تسبیح و تہلیل (سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ پڑھنا) صفات الہی میں غور و خوض اور مراقبہ میں مشغول رہے۔ اور بیکار قول و عمل سے بچے، اللہ کی یاد کے علاوہ ہر ذکر سے خاموش رہے، علم دین پڑھنا اور مستران شریف پڑھنا جائز ہے چونکہ اس سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے اس لئے یہ اس عبادت سے افضل ہے جس کا فائدہ تنہا عابد کو حاصل ہوتا ہے۔

غسل جنابت (ناپاکی)، کھانے پینے، قضا حاجت (بول و براز) کے لئے اعتکاف سے باہر آنا جائز ہے اسی طرح فتنے، سخت بیماری اور جان جانے کے اندیشے کی صورت میں اعتکاف سے باہر آنا جائز ہے۔

حج اور عمرہ

شرائط حج ایک مسلمان پر جب تمام شرائط حج موجود ہوں تو فوراً حج اور عمرہ اس پر فرض ہو جاتا ہے، شرائط حج یہ ہیں: اسلام قبول کرنے کے بعد آزاد ہو (غلام نہ ہو)، عاقل اور بالغ ہو۔ پاگل نہ ہو، حج کے اخراجات موجود ہوں، سفر کے دوران سواری کی طائف ہو، راہ میں کسی قسم کا شدید خطرہ نہ ہو، وقت میں اتنی گنجائش ہو کہ جا کر حج کر سکے، اہل و عیال کے لئے اس قدر خرچ ہمتیا کر دیا ہو کہ گھر والے کی غیر حاضری میں ان کے لئے کافی ہو اور رہنے کے لئے مکان ہو۔ اگر قرضدار ہو تو قرض ادا کر چکا ہو۔ واپس آنے کے بعد بھی گھر پر کچھ سامان موجود ہو (کچھ اند و خستہ ہو یا جائیداد کا کرایہ وغیرہ)۔

اگر ان احکام کی خلاف ورزی کرے گا، اہل و عیال کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے، مقروض تھا اور قرض ادا کر کے بغیر جانے کا ارادہ کرے تو ان صورتوں میں ثواب کے بجائے گناہ کماے گا، اس پر اللہ کا غضب نازل ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کُفِيَ بِالْمُزْعِرِ اِثْمًا اَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَّقْوِيْهُ (آدمی کے لئے یہی گناہ کافی ہے کہ جن کی روزی اس کے ذمہ ہے انہیں ضائع کر دے) جس نے شرائط مذکورہ کے مطابق حج کیا اور خلاف شریعت کوئی کام نہ کیا اور حج و عمرہ ادا کیا تو اس کا فرض ادا ہو گیا۔

میقات احرام

شرعی میقات مغرب والوں (مغربی ممالک کے لوگوں) کے لئے جحفہ، مشرق والوں کے لئے ذات عرق، اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ، اہل یمن کے لئے یلملم اور نجد کے رہنے والوں کے لئے قسطن مقرر ہے۔

جب میقات شرعی پہنچے تو غسل کر کے پاک صاف ہو اور اگر پانی میسر نہ ہو تو تیمم کرے پھر تہبند باندھ کر چادر اوڑھے۔ یہ دونوں کپڑے سفید اور پاکیزہ ہوں۔ پھر خوشبو لگا کر دو رکعت نماز پڑھ کر احرام باندھ لے، احرام کی نیت میں بھی کرے اور زبان سے

لے میقات اس مقام کو کہتے ہیں جس سے آگے مکہ جانے والا بغیر احرام باندھے نہ جاسکے۔

لے برضعیہ ہندوپاک کے مسلمانوں کے لئے یلملم ہے۔

بھی۔ اگر تمتع کرنا چاہے تو صرف عمرہ کے لئے اور صرف حج کرنا چاہے تو صرف حج کے لئے اور دونوں یکجا کرنا چاہے تو دونوں کیلئے یکجائیت کرے، نیت کے الفاظ یہ ہیں۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْعُمْرَةَ يَا اللَّهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ يَا اللَّهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ جَمِيعًا فَتَسِّرْ ذَلِكَ لِي وَتَقَبَّلْ مِنِّي۔ (الہی میں عمرہ کرنا چاہتا ہوں یا الہی میں حج کرنا چاہتا ہوں یا الہی میں عمرہ اور حج دونوں کرنا چاہتا ہوں مجھے اس کی توفیق عنایت کر اور قبول فرما۔) اس کے بعد تلبیہ کہے، تلبیہ (لبیک) کے الفاظ یہ ہیں۔

لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعَمَ لَكَ وَالْمُلْكُ لَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ ه (میں تیرے لئے حاضر ہوں، الہی میں تیرے لئے حاضر ہوا۔ تیرا کوئی شریک نہیں، میں تیرے لئے حاضر ہوا، حمد اور فضل تیرے ہی لئے ہے، اور حکومت تیری ہے اور کوئی تیرا شریک نہیں ہے۔)

لبیک اونچی آواز سے کہے، احرام باندھنے کے بعد پانچوں وقت کی نماز کے بعد رات اور دن کے شروع ہونے کے وقت، جب کسی ساتھی سے ملاقات ہو یا جب کسی بلندی پر چڑھے یا بلندی سے نیچے آئے یا کسی اور کو تلبیہ پڑھتے سنے تو، مسجد حرام میں اور ہر عزت والے مقام پر تلبیہ کہے اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام عرض کر کے اپنے اعزاء و احباب کے لئے دعا مانگے۔

احرام کے مسائل احرام باندھنے کے بعد سر کو (کسی وقت) نہ دھا پینے نہ سیلا ہوا کپڑا پہننے اور نہ موزا پہننے۔ اگر ان ممنوعات میں سے کسی امر کا مرتکب ہوگا تو ایک بکری کی قربانی دینا لازم ہوگی لیکن جب بغیر سیلا

ہو اتہ بندہ ملے اور نہ بغیر سلائی کے جو تے پہننے کو میسر آئیں تو ایسی صورت میں سیلا ہوا کپڑا اور جو تے پہن لے، احرام باندھنے کے بعد اپنے بدن اور کپڑوں پر کسی قسم کی خوشبو نہ لگائیں اگر قصداً ایسا کیا تو کپڑوں کو دھونا ہوگا اور ایک بکری کی قربانی دینا ہوگی۔ ناخن اور بال کٹوانا بھی منع ہیں، تین ناخن کاٹنے یا تین بال مونڈنے والے کو ایک بکری کی قربانی دینا ہوگی، اگر تین سے کم ناخن کاٹے یا تین سے کم بال مونڈے یا تہائی سر سے کم مونڈایا تو ہر ناخن اور ہر بال کے عوض دس چھٹانک گیسٹوں یا ہونکے

جنسی قیود احرام کی حالت میں اپنا نکاح کرنا یا کسی اور کے نکاح میں شامل ہونا دونوں باتیں منع ہیں، اپنی منکوحہ یا لونڈی سے احرام کی حالت میں جماع بھی ممنوع ہے۔ البتہ بیوی کے پاس آنا جانا منع نہیں ہے اس کے خلاف۔

کرنے والے کاج باطل ہو جائے گا بشرطیکہ یہ جماع عقبہ کے سنگریزے مارنے سے پہلے واقع ہوا ہو، اگر قصداً اپنی منی خارج کرے یا بار بار بصورت کی طرف دیکھے اور اس صورت سے انزال ہو جائے گا تو کفارہ میں ایک بکری کی قربانی دینا ہوگی۔

حیوانات کا شکار خود شکار کرنا یا کسی سے شکار کرانا (یعنی کسی کو شکار کی ترغیب دینا یا شکار میں مدد دینا)، شکار اور کیرے مکوٹے مارنا کے لئے رہنمائی کرنا، ذبح کرنے میں مدد دینا، شکار کے لئے ہتھیار ہتیا کرنا، یہ سب باتیں منع ہیں۔

سے تمتع حج کی اس صورت کو کہتے ہیں جس میں ابام حج میں پہلے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا جائے اور پھر اسی سال اسی سفر میں حج کا احرام باندھ کر حج کیا جائے، ایسے شخص کو تمتع کہتے ہیں۔ ملے بدن کے کسی حصہ کے بال مراد ہیں۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی کام کرے گا تو شکار کئے ہوئے جانور کی مانند جانوروں میں سے کفارہ دینا ہوگا یعنی اگر شتر مرغ شکار کیا ہے تو اس کے بدلے اونٹ کی قربانی دینی ہوگی، اسی طرح گورخر اور نیل گائے کے عوض گائے کی قربانی، ہرن یا لوٹری کے عوض بکری کی قربانی، بچو (گفتار) کے بدلے مینڈھا، خرگوش کے عوض بکری کا بچہ، گھولس (جنگلی چوہے) کے بدلے چار ماہ کی عمر کا بکری کا بچہ، سوسمار (گواہ) کے بدلے بکری کا بچہ، بڑی کے عوض بڑا اور چھوٹی سوسمار کے عوض چھوٹا بچہ، ہر کبوتر کے عوض ایک بکری، اگر مثلی جانور نہ ہو تو اس کی قیمت دو ثقہ مسلمانوں سے تجویز کر کے خیرات کرنا لازم ہے۔

پالتو (اہلی) جانور کو محرم کے لئے ذبح کرنا اور کھانا جائز ہے، ہر موذی جانور کو بھالت احرام قتل کرنا (مار ڈالنا) جائز ہے جیسے سانپ، بھگو، کاٹنے والا کتا، شیر، چیتا، بھیریا، بھگڑا (پلنگ) ابلق کوا، چیل، باز۔ ان کے علاوہ بھڑ، مچھر، پسو، کھٹمل، چچری، چھکی، مکھی اور زمین کے رہنے والے (ہر موذی) جانور کا مارنا جائز ہے، چوٹی اگر ایذا دے تو اسے بھی مارنا جائز ہے۔ جوڈوں اور ان کے اندوں کا بھی ایک روایت میں یہی حکم ہے۔ دوسری روایت میں بقدر ممکن کچھ خیرات کرنا لازم ہے۔ حرم کے جانور کو غیر محرم بھی قتل نہ کرے اگر ایسا کرے گا تو بھالت احرام شکار کو قتل کرنے پر جو کفارہ اور قربانی کا حکم ہے وہی اس صورت میں بھی جاری رہیگا۔

درخت | حرم کے درختوں کو نہ کاٹے نہ اکھاڑے ورنہ بڑے درخت کے عوض گائے اور چھوٹے درخت کے بدلے بھیر کی قربانی دینا ہوگی۔

مدینہ منورہ کے جانوروں اور درختوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے مگر فرق یہ ہے کہ آذان میں صرف اس شخص کے کپڑے چھین لئے جائیں، چھینے ہوئے کپڑے چھیننے والے پر حلال ہیں۔

مسائل ج

اگر وقت میں گنجائش ہو اور یوم عرفہ سے کچھ دن پہلے مکہ میں داخل ہونے کا امکان ہو تو مستحب ہے کہ خوب اچھی طرح غسل کر کے مکہ کی بالائی جانب سے داخل ہو، جب مسجد حرام پر پہنچے تو باب بنی شیبہ سے حرم کے اندر داخل ہو اور خانہ کعبہ جب نظر کے سامنے آئے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر بلند آواز سے یہ دعا پڑھے۔

اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ	الہی بیشک تو عافیت بخشے والا ہے، اور میری ہی طرف سے
حَيِّنا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ اللَّهُمَّ نِزْدَ هَذَا	سلامتی ہے، اے پروردگار ہم کو عافیت کے ساتھ زندہ رکھ، الہی اس
الْبَيْتِ تَعْظِيماً وَتَشْرِيفاً وَتَكْرِيماً وَمَهَابَةً وَ	گہر کی عظمت اور شرف و وقار اور خیر میں اضافہ فرما۔
بِرَأْدِ مَنْ شَرَحَهُ وَعَظَمَتَهُ مِثْقَلِ حَبَّةٍ أَوْ اعْتَمَرَكَ	اور جو حج اور عمرہ کرنے والے اس کی تعظیم و تکریم کریں

اے مکہ معظمہ اور اس کے ارد گرد کے مقامات کو حرم کہتے ہیں، حرم کے حدود ہر طرف سے یکساں نہیں ہیں بلکہ مختلف ہیں۔ مدینہ منورہ کی جانب مکہ سے مسافت تک حرم کے حدود ہیں۔ عراق، یمن اور طائف کی طرف سات میل اور بڑہ کی طرف سے دس میل تک حدود حرم ہیں۔

تَعْظِيمًا وَتَشْرِيفًا وَتَكْرِيمًا وَمَهَابَةً وَالْحَمْدُ لِلَّهِ
كَثِيرًا كَمَا هُوَ أَهْلُهُ وَكَمَا يَنْبَغِي بِكُمْ وَجْهِكَ
وَعِزَّتِكَ وَجَلَالِكَ هَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بَلَّغَنِي بَيْتَهُ
وَرَأَى لِي بِذَلِكَ أَهْلًا وَالحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ
اللَّهُمَّ أَنْتَ دَعَوْتَ إِلَى حَجِّ بَيْتِكَ وَقَدْ جِئْنَاكَ
لِذَلِكَ اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّي وَاعْفُ عَنِّي وَاصْلِحْ لِي
شَأْنِي كُلَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ ه

الہی ان کی غطت، شرف اور وقار میں بھی اضافہ فرما، اللہ
کے لئے بھرت حمد و ثنا ہے جیسا کہ وہ اس کا مستحق ہے اور جس طرح
کہ تیری ذات بزرگی اور عزت و جلال کے لئے مناسب ہے اللہ کا شکر
ہے جس نے مجھے اپنے گھر تک پہنچایا اور مجھے اس کے لائق بنانا اور ہر حال
میں اللہ کا شکر ہے الہی تو نے مجھے اپنے گھر کا حج کرنے کے لئے بلایا
اور ہم تیری بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ الہی میرے حج کو قبول فرما اور میری
خطاؤں سے درگزر فرما اور میرا ہر حال درست فرمادے تیرے سوا کوئی معبود نہیں

اس کے بعد یعنی یہ دعا پڑھنے کے بعد ابتدائی طواف (جس کو طواف قدوم کہتے ہیں) سبجالائے اپنی چادر سے مضطرب
کرے یعنی اس طرح اوڑھے کہ دایاں شانہ کھلا رہے اور دایاں بغل کے نیچے سے نکال کر چادر کا پلو بائیں مونڈھے پر
ڈال لے جس سے بائیں شانہ چھپ جائے پھر حجر اسود کے پاس آئے اُسے ہاتھ سے چھوئے اور ممکن ہو تو بوسہ دے ورنہ ہاتھوں
کو ہی بوسہ دے اگر ہجوم کے باعث حجر اسود کو نہ چھو سکے اور نہ اس کے قریب پہنچ سکے تو درہم سے اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ ہی کر دے
اور یہ الفاظ زبان سے ادا کرے۔

بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَتَقْصِدًا لِقَا (ترجمہ) میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بزرگ ہے۔ اے اللہ
بِکِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَارْتِبَاعًا لِسُنَّةِ
نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ه

طواف دایں جانب سے شروع کرے اس کے بعد بیت اللہ کے دروازے کی طرف لوٹے پھر اس پتھر کی طرف جائے۔
جس کے اوپر خانہ کعبہ کا پرانا رکھا ہے۔ تیزی اور قوت کے ساتھ چھوٹے چھوٹے قدموں کے ساتھ گزریں۔ رکن یمنی پر پہنچے تو اس
کو ہاتھ سے چھو لے اس کو بوسہ دے، اسی طرح حجر اسود تک آئے، اس پر طواف کو ایک پھیرا شمار کرے، دوبارہ اور دوبارہ
بھی اسی صورت سے چکر لگائے اور ہر طواف کے دوران یہ دعا پڑھے اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَبْرُورًا وَسَعْيًا مَشْكُورًا
وَ ذَنْبًا مَغْفُورًا ه (اے اللہ حج قبول فرما اور اس کی کوشش کے عوض مجھے جزا دے اور میرے گناہ معاف فرما دے۔)

اس کے بعد آہستہ آہستہ چل کر باقی چار طواف یوسے کرے، ان باقی چار طوافوں کے دوران یہ دعا پڑھے۔
رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاعْفُ عَمَّا تَعْلَمُ وَأَنْتَ أَعَزُّ الْأَعْزَارِ اللَّهُمَّ (اے پروردگار بخش دے اور رحم فرما
اور میری خطا جو تجھے معلوم ہے اس سے درگزر فرما، تو بڑی عزت اور بزرگی والا ہے۔)

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (اے ہمارے رب ہم کو دونوں جہان کی
بھلائی عطا کر اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔) اس کے علاوہ دنیا و دین کی بھلائی کے لئے جو دعا کرنا چاہے کرے۔

جو شخص طواف قدوم کی نیت کرے اس کو چاہیے کہ وہ دنیاوی نجاست اور پلیدی سے پاک ہو، ستر عورت کئے ہوئے ہو۔
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خانہ کعبہ کا طواف بھی نماز ہی ہے۔ (فرق صرف اتنا ہے کہ اللہ نے طواف کرنے والے کو بولنے کی اجازت
 دے دی ہے اور نماز میں بولنے کی اجازت نہیں ہے)۔

طواف کے بعد | طواف سے فراغت کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے پہنچ کر دو رکعتیں مختصر پڑھے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ
 کے بعد قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ پڑھے پھر لوٹ کر حجر اسود چھو کر
 دروازہ سے نکلا کر کوہ صفا کی جانب چلا جائے اور اتنا اونچا چڑھ جائے کہ بیت اللہ نظر آنے لگے اوپر چڑھ کر تین بار
 اللہ اکبر کہہ کر یہ الفاظ کہے۔

الْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا هَدٰۤا اِنَّا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَکَ (ترجمہ) تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں کیونکہ اسی نے ہمیں ہدایت اور راستی
 لا شَرِکَ لَہٗ صَدَقَ وَعْدُکَ وَ لَصَرَ عَبْدُکَ وَ هَنَمَہٗ اِلَّا حَزَابٌ وَ حَذٰکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا
 نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاکَ مُخْلِصِیْنَ لَہٗ الدِّیْنَ وَلَوْ کَسَہٗ
 الْکَافِرُوْنَ ہ

کاراستہ دکھایا۔ کوئی معبود برحق نہیں مگر اللہ اس کی ذات و صفات
 میں کوئی اس کا شریک نہیں اس نے اپنا وعدہ پورا کر لیا اپنے بندے کی مدد
 کی اور کافروں کو شکست دی وہ یکتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور
 صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں خلوص کے ساتھ اسی اطاعت کرتے ہیں اگرچہ ان کو کافروں کو

یہ دعا پڑھنے کے بعد کوہ صفا سے اتر کر لبتیک کہے، دوسری اور تیسری مرتبہ دعا پڑھے، پھر نیچے اتر کر اتنا پیدل چلے کہ اس
 سبز نیل زمیں اخضر سے جو مسجد کے قریب کھڑا ہے، چھ ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے پھر تیزی کے ساتھ چل کر باقی دو سبز نشاںوں
 (پتھروں) تک جا پہنچے، اس کے بعد ملکی رفتار سے چل کر مزدہ تک پہنچ کر اوپر چڑھ جائے اور جو عمل صفا پر کیا تھا وہی مزدہ پر کرے
 پھر اس سے اتر کر سعی کرے اور دونوں سبز نشاںوں کے درمیان دوڑے یہاں تک کہ کوہ صفا پر آجائے اس کے بعد دوبارہ پھر اسی طرح
 کرے، ایسا عمل سات بار کرے۔ (پہلا چکر صفا سے شروع کرے اور مزدہ پر ختم کرے) جس طرح طواف کے وقت طہارت ضروری ہے
 اسی طرح صفا اور مزدہ کے درمیان سعی کے وقت بھی پاک ہونا لازم ہے۔

۸ ذی الحجہ | جب طواف کعبہ اور سعی سے فارغ ہو جائے تو اگر حج تمتع کی نیت کی ہے تو اپنا سر منڈا دے یا بال ترشوائے
 بشرطیکہ قربانی کا جانور ساتھ نہ ہو، اس حلق و قصر کے بعد وہ ہر کام اس کے لئے جائز ہے جو غیر محرم آدمی کر سکتا ہے
 جب تردید (۸ ذی الحجہ) کا دن آجائے تو اس روز مکہ سے حج کے لئے احرام باندھے اور منیٰ میں آئے۔ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی
 نمازیں وہیں ادا کرے اور وہیں رات گزارے، اگلے دن فجر کی نماز بھی وہیں ادا کرے سورج طلوع ہونے کے بعد دوسروں کے ساتھ
 چل کر اس جگہ پہنچے جہاں عرفہ کے دن لوگ کھڑے ہوتے ہیں۔

سورج ڈھل جائے تو امام خطبہ پڑھے، خطبہ میں لوگوں کو بتائے کہ ان کو کیا کرنا چاہیے مثلاً وقوف کا حکم، وقوف کا
 وقت، وقوف کی جگہ، عرفات سے روانگی، مزدلفہ میں نماز کی ادائیگی اور شب باشی، کنکریاں مارنا، قربانی کرنا، سر منڈانا، بیت اللہ

کا طواف وغیرہ۔ پھر امام کے ساتھ طہر و عصر کی نمازیں (ایک ساتھ جمع کر کے) پڑھے، مگر اقامت ہر نماز کی جدا جدا کیجئے پھر امام سے قریب ہو کر جبل رحمت اور صخرات (سنگریزوں) کی طرف بڑھے اور قبلہ رو ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا خوب کرے۔ اللہ کی یاد اکثر و بیشتر ان الفاظ میں کرے (یہ دعا پڑھے)۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، (ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لا شریک ہے اسی کی حکومت ہے، اَللّٰهُمَّ وَلِّ لَكَ الْحَمْدُ يَحْيٰى وَيُمِيْنَتٌ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ بَيِّدُ الْخَيْرِ دَهْوٌ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُوْرًا وَفِي بَصَرِي نُوْرًا وَفِي سَمْعِي نُوْرًا وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ ه۔

ہے، اسی کے لئے ہر تعریف خالص ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور مری مارتا ہے، وہی زندہ ہے جس کو موت نہیں آئے گی۔ اکی کے ہاتھ میں ہر بھلائی ہے، وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ الہی میرے دل میں نور پیدا کر دے میری آنکھوں میں نور پیدا کر دے، میرے کانوں میں نور پیدا کر دے اور میرا کام میرے لئے آسان فرما دے۔

یہ اللہ کے وقت امام کے ساتھ کھڑا نہیں ہو سکا (یعنی وقت غرض نہیں مل سکا) مگر اگلے دن شب قربانی کی صبح صادق سے پہلے امام کے ساتھ شامل ہو گیا تو وقت کا حکم مسترد دیا جائے گا اور اگر اس وقت بھی امام کے پاس نہیں پہنچ سکا تو حج فوت ہو جائیگا۔ مزدلفہ کے راستے کی طرف امام کے ساتھ سکون اور آہستگی کے ساتھ چلنا چاہیے۔ مزدلفہ میں پہنچ کر امام کے ساتھ مغرب و عشاء کی نماز باجماعت ادا کرے اگر امام کے ساتھ اذان کر سکے اور وہ فوت ہو جائیں تو پھر تنہا ہی ادا کرے اور اپنا سامان وہیں رکھے۔ وہیں رات گزارے، جہاں سے سنگریزے آسانی سے دستیاب ہو جائیں وہاں سے، (ستر) سنگریزے لے، یہ کنکریاں چنے سے بڑی اور فندق (بادام) سے چھوٹی ہوں۔ ان سنگریزوں کو دھو لینا مستحب ہے۔

جب صبح صادق ہو جائے تو ترے نماز پڑھ کر مشعر حرام کے پاس جا کر قیام کرے، اللہ کی حمد و ثنا اور تہلیل و تکبیر اور دعا میں بہت زیادہ مشغول رہے۔ مندرجہ ذیل دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ كَمَا اَوْقَفْتَنَا فِيْهِ فَاَرَبِّنَا اِيَّاكَ (ترجمہ) اے اللہ تو نے ہمیں اس جگہ کھڑا کیا ہے، تو نے ہی ہمیں یہ جگہ دکھائی ہے پس جس طرح تو نے ہمیں یہ سیدھی راہ دکھائی ہے اس طرح ہم کو اپنے ذکر کی توفیق عطا کر اور ہماری بخشش فرما اور ہم پر رحم فرما جیسا کہ تو نے چاہئے فرمان کے مطابق ہم سے وعدہ کیا ہے۔ اور تیرا وعدہ سچا ہے۔

”پھر جب تم لوگ عرفات سے واپس آئے لگو تو مشعر حرام کے پاس اللہ کی یاد کرو اور اس طرح یاد کرو جس طرح تم کو بتلوا رکھا ہے۔ اور حقیقت یہ اس سے پہلے تم محض نادانفہ تھے۔ پھر تم سب کو مزدری ہے کہ اس جگہ ہو کر واپس آؤ جہاں اور لوگ جا کر واپس آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے

اَللّٰهُمَّ كَمَا اَوْقَفْتَنَا فِيْهِ فَاَرَبِّنَا اِيَّاكَ
تَوَقَّفْنَا لِذِكْرِكَ كَمَا هَدَيْتَنَا وَاعْفِ لَنَا وَارْحَمْنَا
كَمَا وَعَدْتَنَا بِقَوْلِكَ وَقَوْلِكَ الْحَقُّ فَاِذَا
اَفْضَيْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَادْكُرُوا اللّٰهَ
عِنْدَ الْمُشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا
هَدَاكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ
الصَّالَتِيْنَ هَلُمَّ اَفِيْضُوا مِنْ حَيْثُ
اَنَاسَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ط

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

سائے توبہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا۔

جب دن خوب نکل آئے تو منیٰ کو واپس جائے اور وادی محسّر میں تیزی کے ساتھ چلے اور جب منیٰ میں پہنچ جائے تو حجرہ عقبہ پر سات کنکریاں مارے، ہر کنکری مارتے وقت تکبیر بھی کہے اور دونوں ہاتھوں کو اتنا اٹھائے کہ بغلوں کی سفیدی نمودار ہو جائے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگریزے اسی طرح مارے تھے۔ یہ کنکریاں طلوع آفتاب کے بعد اور زوال آفتاب سے قبل مارنا چاہیے۔ البتہ آیام تشریق کے بقیہ دنوں میں کنکریاں زوال آفتاب کے بعد مارنا چاہیے۔ کنکریاں مارنے کے بعد اگر اس کے ساتھ قربانی کا جانور ہے تو اسے ذبح کرے پھر سر منڈائے یا بال ترشوائے، اگر عورت ہے تو وہ اپنے سر کے بالوں کی لٹ انگلی کے پورے کے برابر کٹوائے پھر مکہ کو چلا جائے اور غسل یا وضو کر کے طواف زیارت کرے (طواف زیارت کی نیت کرنا ضروری ہے) طواف کے بعد مقام ابراہیم کے نیچے دو رکعت نماز پڑھے اس کے بعد اگر چاہے تو صفا و مروہ کی سعی کرے ورنہ طواف قدم کے دفت جو سعی کر چکا ہے وہی کافی ہے، اب وہ تمام باتیں جو احرام کی وجہ سے ممنوع تھیں جائز ہو جائیں گی، اس کے بعد زمزم کی طرف جائے اور اس کا پانی پیئے، پانی پینے کے وقت کہے۔

بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَرَبًّا وَشَبَعًا شَفَاءَ امْنٍ كُلِّ دَاءٍ وَاغْسِلْ بِهِ قَلْبِي وَأَمْلَأْهُ مِنْ خَشْيَتِكَ ۝ بِسْمِ اللَّهِ، الہی اس پانی کو میرے لئے نفع بخش علم، وسیع رزق، سیرانی اور شمع سیری اور ہر مرض سے شفا کا باعث بنائے اور میرے دل کو اس سے دھو کر اپنے محبت آمیز خوف سے بھر دے۔

منیٰ میں

اس کے بعد منیٰ کو لوٹ آئے اور تین رات وہیں ہے اور آیام تشریق میں تینوں حجروں پر کنکریاں اسی طرح مارے جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ ہر روز اکیس (۲۱) کنکریاں مارے، سات سات کنکریاں تینوں حجروں پر، حجرہ اولیٰ سے شروع کرے یہ حجرہ دوسرے حجروں کی بہ نسبت مکہ سے زیادہ فاصلہ پر ہے۔ مسجد خیف کے قریب ہے۔ سب سے پہلے قبلہ رو ہو کر اس حجرہ پر کنکریاں مارے، مارتے وقت حجرہ اولیٰ بائیں جانب ہونا چاہیے۔ یہاں کنکریاں مارنے کے بعد حجرہ سے آگے کچھ بڑھ کر ٹھہر جائے تاکہ دوسروں کی کنکریاں اس کو لگ جائیں، یہاں اتنی دیر ٹھہر کر دعا کرتا رہے جتنی دیر میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے پھر حجرہ وسطیٰ کے پاس پہنچ کر اس سے بائیں طرف ٹھہر کر قبلہ رو ہو کر کنکریاں مارے اور حسب سابق دعا کرے پھر حجرہ اخیر یعنی حجرہ عقبیٰ کے پاس پہنچ کر اس سے بائیں طرف کھڑا ہو اور قبلہ رو ہو کر کنکریاں مارے پھر وادی میں اتر جائے تو وقف نہ کرے مگر جلد فراغت پانا چاہے تو تیسرے دن سنگریزے نہ پھینکے بلکہ جو اس کے پاس ہوں ان کو زمین میں دفن کر دے، پھر اس جگہ سے مکہ کی جانب روانہ ہو، وادی البطحہ میں پہنچ کر ظہر۔ عصر۔ مغرب اور شام کی نمازیں ادا کر دے۔ تھوڑی دیر کے لئے سو جائے پھر مکہ میں داخل ہو، پھر مکہ کے اندر یا کسی دوسری جگہ اس طرح ٹھہرے جیسے زائر یا البطحہ میں قیام کیا تھا۔

خانہ کعبہ میں

جب خانہ کعبہ میں داخل ہو تو برمنہ پا داخل ہو، اندر پہنچ کر نماز نفل ادا کرے، اطمینان سے خوب سیر ہو کر آب زمزم پیئے۔ آب زمزم پیتے وقت زیادتی علم، بخشش گناہ اور رضائے الہی کے حصول کی نیت

کرے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس بات کے لئے زمرہ کا پانی پیا جائے اسی کے لئے ہے، اپنی توجہ اور نگاہ کو زیادہ تر خانہ کعبہ ہی کی طرف رکھے، بعض احادیث میں آیا ہے کہ خانہ کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے، خانہ کعبہ کو وداع کئے بغیر اس سے باہر نہ گئے طوان وداع اس طرح ہے کہ سات بار طوان کر کے رکن یحییٰ اور خانہ کعبہ کے دروازے کے درمیان کھڑا ہو کر یہ دعا پڑھے:

اللَّهُمَّ هَذَا بَيْتُكَ وَ أَنَا عَبْدُكَ وَ ابْنُ عَبْدِكَ وَ ابْنُ أُمِّتِكَ حَمَلْتَنِي عَلَى مَا سَخَّرْتَ لِي مِنْ خَلْقِكَ وَ سَيَّرْتَنِي فِي سَبِيلِكَ حَتَّى بَلَغْتَنِي بِذِمَّتِكَ وَ أَعْلَمْتَنِي عَلَى قَضَاءِ نَسْكَى فَإِنْ كُنْتَ رَضِيتَ عَنِّي فَاسْأَلْ عَنِّي رِضَاءً وَ إِلَّا فَاغْنِنِي عَمَلِي إِنْ تَبَلَّ تَبَاعُدِي عَن بَيْتِكَ هَذَا وَ أَنْصُرْنِي إِنْ أَدْنَتْ لِي غَيْرَ مُسْتَبَدِّلٍ بِكَ وَ لَا بَيْتِكَ وَ لَا رَاغِبٍ عَنكَ وَ لَا عَن بَيْتِكَ اللَّهُمَّ فَاصْبَحْنِي الْعَافِيَةَ فِي بَدَنِي وَ الصِّحَّةَ فِي جَنَّتِي وَ الْعِصْمَةَ فِي دِينِي وَ أَحْسِنْ مُنْقَلَبِي وَ ارْزُقْنِي طَاعَتَكَ مَا أَبْقَيْتَنِي وَ اجْمَعْ لِي خَيْرَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

(ترجمہ) اے اللہ یہ تیرا ہی گھر ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے اور تیری لونڈی کا بیٹا ہوں جس چیز پر تو نے مجھے قدرت دی اس پر تو نے مجھے سوار کر دیا اور تو نے مجھے اپنے شہر میں لے کر آئی یہاں تک کہ مجھے اپنی نعمت تک پہنچا دیا۔ اور جو عبادت مجھ پر فرض تھی اس کے ادا کرنے میں میری مدد فرمائی، اگر تو مجھ سے راضی ہو تو اور راضی ہو۔ اور اگر میری کسی کوتاہی کے باعث تو مجھ سے راضی نہیں ہو تو اس سے پہلے کہ میں تیرے اس گھر سے واپس جاؤں تو اپنی رضامندی سے مجھ پر احسان فرما، یہ میرے رخصت ہونے کا وقت ہے، اگر تو مجھے اس حالت میں اجازت دے کہ میں تیرے اور تیرے گھر کے نوص نہ کسی دوسرے گھر کو اختیار کر لوں گا اور نہ کسی دوسرے کو اپنا رب بناؤں گا۔ الہی میرے بدن کی عافیت، میرے جسم کی صحت اور میرے دین کی بھلائی عطا فرما میرے لئے دنیا اور آخرت کی خیر کو جمع فرما دے، بیشک تو ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور روانہ ہو جائے۔ مکے میں قیام نہ کرے اگر قیام کرے تو بھیر ذبح کرے۔

عدم گنجائش وقت اگر وقت کی گنجائش نہ ہو اور خطرہ ہو کہ عرفات کا قیام فوت ہو جائے گا تو اس صورت میں ابتدا عرفات ہی سے کرے بشرطیکہ میقات سے احرام باندھا ہو اور وہاں کھڑا ہے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو جائے۔ غروب آفتاب کے بعد روانہ ہو کر وہی عمل کرے جو مزدلفہ میں شبِ باشی کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے پھر منیٰ میں منکر زیرے ڈال کر مکہ آجائے اور دو طوان کرے۔

اول طوان میں طوان قدم کی نیت کرے اور دوسرے طوان میں زیارت کی۔ پھر صفا اور مزدلفہ کے درمیان سعی کرے، اب اس کے لئے ہر وہ چیز جو پہلے منع تھی حلال ہو جائے گی، پھر تین دن تک کنسکریاں مارنے کے لئے منیٰ میں لوٹ آئے اور بقیہ اعمال کی تکمیل کرے (یعنی وہ تمام افعال جو بجالائے جو پہلے بیان ہو چکے ہیں)۔

عمرہ

عمرہ کی صورت عمرہ کی صورت یہ ہے کہ غسل کرے خوشبو لگائے اور شرعی میقات سے احرام باندھے پھر مکہ پہنچ کر

بیت اللہ کلاسات مرتبہ طواف کرے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے، سعی کے بعد سرمنڈولے یا بال چھوٹے کر دے اگر قربانی کا جانور ساتھ لایا ہو تو احرام کھول دے، اگر عمرہ کرنے والا مکہ مکرمہ میں موجود ہو تو مقام تنعیم میں جا کر وہاں سے احرام باندھ کر آئے اور مذکورہ بالا اعمال و افعال بجالائے۔

مباشرت کے احکام حج میں عورت کے ساتھ جماع کرنا یا کسی دوسرے طریقے سے ایسی بات کرنا جس سے انزال ہو جائے تو حج باطل ہو جاتا ہے۔

حج کے ارکان، واجبات اور سنتیں

حج کے ارکان حج کے ارکان چار ہیں۔ (۱) احرام۔ (۲) وقوف عرفات۔ (۳) طواف زیارت۔ (۴) سعی (بین صفا و مروہ) اگر کسی نے ان ارکان میں سے کسی ایک رکن کو ترک کر دیا تو اس کا حج کلمہ ہوگا۔ (اور نہ کسی قسم کی قربانی دینے سے اس کی تلافی ہوگی) اور اسی سال یا اگلے سال دوبارہ احرام باندھ کر حج کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

واجبات حج حج کے واجبات پانچ ہیں۔ (۱) مزدلفہ میں نصف شب تک ٹھہرنا۔ (۲) ایک رات منی میں قیام کرنا (۳) سنگریزے پھینکنا۔ (۴) سرمنڈانا۔ (۵) طواف وداع۔ اگر ان میں سے کوئی واجب چھوٹ جائے تو اس کے عوض ایک بکری ذبح کرے اس سے ترک واجب کی تلافی اسی طرح ہو جائے گی جس طرح نماز میں ترک واجب پر سجدہ سہو سے تلافی ہو جاتی ہے۔

حج کی سنتیں حج میں سنتیں پندرہ ہیں۔ (۱) احرام باندھنے کے لئے، مکہ میں داخل ہونے کے لئے، عرفات میں قیام کے لئے۔ طواف زیارت اور طواف وداع کے لئے غسل کرنا۔ (۲) طواف قدوم۔ (۳) صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا۔ (۴) طواف میں اگر گر چلنا۔ (۵) طواف اور سعی کے وقت چادر کا اصطباع کرنا۔ (۶) دونوں رکعتوں کو ہاتھ سے چھونا۔ (۷) سنگ سود کا چومنا۔ (۸) صفا اور مروہ پر چڑھنا۔ (۹) منی میں تین راتیں گزارنا۔ (۱۰) مشعر حرام کے پاس کھڑا ہونا۔ (۱۱) تینوں جمروں کے پاس کھڑا ہونا۔ (۱۲) خطبات کے وقت ٹھہرنا اور کھڑا ہونا۔ (۱۳) دوڑنے کے مقامات پر دوڑنا۔ (۱۴) آہستہ چلنے کے مقامات پر آہستہ چلنا۔ (۱۵) طواف کے بعد دو رکعتیں پڑھنا۔ اگر یہ تمام افعال یا ان میں سے کوئی ایک سنت ترک ہو گئی تو اس کا عوض قربانی لازم نہیں آتا، فضیلت ترک ہو جائے گی۔

عمرہ کے ارکان عمرہ کے ارکان تین ہیں۔ (۱) احرام باندھنا۔ (۲) خانہ کعبہ کا طواف کرنا۔ (۳) صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا۔
عمرہ کے واجبات عمرہ میں صرف ایک واجب ہے یعنی سرمنڈوانا۔

عمرہ کی سنتیں عمرہ کی سنتیں یہ ہیں۔ (۱) احرام کے وقت غسل کرنا۔ طواف اور سعی میں مشروع دعاؤں اور اذکار کا پڑھنا سنتوں کے ترک پر وہی حکم ہے جو حج میں ترک سنت کے بارے میں آیا ہے۔

مدینہ (منورہ) کی زیارت

جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تندرستی اور عافیت کے ساتھ مدینہ منورہ کی حاضری نصیب ہو تو مستحب یہ ہے کہ مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں یہ درود پڑھتا ہوا داخل ہو۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَكُفِّ عَنِّي أَبْوَابَ مَحْزَنَتِكَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

(ترجمہ) اے الہی! ہمارے آقا محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ہمارے آقا کی آل پر رحمتیں نازل فرما اور میرے لئے اپنے رحمت کے دروازے کھول دے اور اپنے عذاب کے دروازے بند کر دے، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو جہانوں کا پالنے والا ہے۔

پھر دو صفہ مبارک پر حاضر ہو، منبر شریف کے قریب اس طرح کھڑا ہو کہ منبر (شریف) بائیں ہاتھ پر ہو، مزار مبارک سامنے ہو اور قبلہ دالی دیوار پشت کے پیچھے، اس طرح زیارت شریف زائر اور قبلہ کے درمیان ہو جائے گی۔ پھر اس طرح عرض کرے۔

السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته. اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اللَّهُمَّ أَتِ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا فِي الْوَسِيلَةِ وَالْفَضِيلَةِ وَالذَّرَجَةِ الرَّفِيعَةِ وَالْمَقَامِ الْمَحْمُودِ الَّذِي وَعَدْتَهُ. اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى رُوحِ مُحَمَّدٍ فِي الْأَرْضِ وَاحٍ وَصَلِّ عَلَى جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِي الْأَجْسَادِ كَمَا بَلَغَ رِسَالَتَكَ وَصَدَّقَ بِأَمْرِكَ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِكَ وَتَلَّى آيَاتِكَ وَأَمْرَبَا عَلَيْكَ وَنَهَى عَنْ مَعْصِيَتِكَ وَعَادَى عَدُوَّكَ وَوَالَى وَلِيَّكَ وَ

(ترجمہ) اے اللہ کے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکت الہی (حضرت) محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما۔ جس طرح تو نے ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی، حقیقت یہ ہے کہ تو ہی حمد اور بزرگی والا ہے، الہی ہمارے آقا اور سردار محمد کو ہمارے لئے وسیلہ بنا اور دنیا و آخرت میں اُن کو بلند درجہ اور بزرگی عطا فرما، انھیں مقام محمود عنایت کر جس کا تو نے وعدہ کیا ہے، اے اللہ (عالم) ارواح میں محمد کی روح پر اور (عالم) اجسام میں آپ کے جسم (الطہر) پر ایسی ہی رحمت نازل فرما جیسا انھوں نے تیرا پیغام پہنچایا اور تیری آیات کی تلاوت کی اور تیرے حکم کا بلند آہنگی سے اعلان کیا، تیری راہ میں جہاد کیا، تیری فرمانبرداری کا حکم دیا۔ اور نافرمانی سے روکا، تیرے دشمن سے دشمنی اور تیرے دوست سے دوستی فرمائی، وفات کے وقت تک تیری عبادت کی۔ بیشک الہی اتونے اپنے پیغمبر سے فرمایا کہ اگر لوگ اپنی جانوں پر بھی ظلم کر کے تیرے پاس آئیں اور اللہ سے بخشش چاہیں اور رسول ان کے لئے بخشش کی درخواست کریں تو وہ اللہ کو بخشنے والا اور مہربان پائیں گے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میں تیرے پیغمبر کے پاس اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اسعافی کا طلبگار ہو کر حاضر ہوا ہوں اور تجھ سے درگزر

عَبَدَكَ حَتَّى أَتَاكَ الْيَقِينُ ۝ اللَّهُمَّ إِنِّي قُلْتُ فِي كِتَابِكَ لِنَبِيِّكَ وَكَوَأْتَهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوْ جَدَّوَاللَّهُ تَوَّابًا رَحِيمًا وَإِنِّي أَنْتُ نَبِيَّكَ سَائِبًا مِنْ دُونِي مُسْتَغْفِرًا فَاسْأَلُكَ أَنْ تُوَجِّبَ

لِي مَغْفِرَةً كَمَا أَفْجَنَتْهَا لَمَنْ آتَاهُ فِي حَالِ حَيَاتِهِ
فَاقْتَرَعِنْدَهُ بَذْنُوبَهُ فَدَعَاهُ سَبِيئَةً
فَغَفَرَتْ لَهُ لَهَا ۚ اللَّهُمَّ إِنِّي أَتُوجِّهُ
إِلَيْكَ بِسَبِيَّتِكَ عَلَيْهِ سَلَامٌ
سَبِيَّتِي الرَّحْمَةِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَتُوجِّهُ بِكَ
إِلَى رَبِّي لِيُغْفِرَ لِي ذُنُوبِي وَيَرْحَمَنِي ۚ
اللَّهُمَّ اجْعَلْ مُحَمَّدًا أَوَّلَ الشَّافِعِينَ وَ
آخِرَ السَّائِلِينَ وَكَرَّمَ الرَّادِّينَ ...
وَالْآخِرِينَ ۚ اللَّهُمَّ كَمَا أَمْتَابَهُ وَلَمْ
سَرَءُ وَصَدَّقْنَا ۚ وَلَمْ نَنفُتْهُ فَاذْخُلْنَا
مُدْخَلَهُ وَاحْشَرْنَا فِي رُفْرُفِهِ
وَإِذْ رَدَّنَا حَوْضَهُ وَاسْقَيْنَا بِكَائِسِهِ
مَشْرَبًا رَوِيًّا سَائِعًا هَيْنًا لَا نَطْمَأُ
بَعْدَهُ أَبَدًا عَنِ خَزَايَا وَلَا عَاكِثِينَ
وَلَا شَارِقِينَ وَلَا جَا حِدِينَ وَلَا مُزْ
تَابِينَ وَلَا مَغْضُوبًا عَلَيْهِمْ وَلَا
صَارِلِينَ وَاجْعَلْنَا مِنْ أَهْلِ شَفَاعَتِهِ ۚ

یہ دعا پڑھ کر دائیں طرف سے موکر آگے بڑھے اور یہ دعا پڑھے۔

اے اللہ کے رسول کے دونوں دوستو! آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمت
اور برکت ہو، اے (حضرت) ابوبکر صدیق! آپ پر سلام ہو، اے حضرت
عمر فاروق! آپ پر سلام ہو، اے اللہ تو ان دونوں حضرات کو ان
کے نبی اور دین اسلام کی طرف سے سبکی اور جزائے میں اور ہمارے
بھائیوں کو جو ہم سے قبل ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو گئے
انہیں بخش دے اور ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں کے حق میں
کینہ ڈال لے ہمارے پالنے والے بینک تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَبَرَكَاتُهُ. السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا
أَبَا بَكْرٍ الْقَدِيقَ ۚ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عُمَرُ الْفَارُوقَ ۚ
اللَّهُمَّ اجْزِهِمَا عَنْ نَيْبِهِمَا وَعَنْ آلِهِ سَلَامٍ خَيْرًا
وَاعْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ
وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا
إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ ۚ

اس کے بعد دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھ جائے، روضہ مطہرہ کے اندر ہی مزار اقدس اور منبر شریف کے درمیان اگر نماز ادا کرے تو

مستحب ہے حصول برکت کے لئے منبر شریف کو چھو لے۔

مسجد قبا میں بھی نماز پڑھنا مستحب ہے۔ اگر شہداء کے مزارات کی زیارت کا خواستہ کار ہو تو زیارت کر سکتا ہے۔ خوب دعائیں مانگے جب مدینہ منورہ سے رخصت ہونے کا ارادہ کرے تو مسجد نبوی میں حاضری لے۔ روضہ مبارکہ کی طرف بڑھ کر اسی طرح سلام پیش کرے جس طرح پہلے پیش کیا تھا۔ صلوٰۃ و سلام کے بعد اجازت طلب کرے، دونوں صحابہؓ پر سلام پیش کرے اور پھر یہ دعا پڑھے۔
 اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنِّيْ بِزِيَارَةِ قَبْرِ
 اٰلِیِّ اٰپِنے نبی کے مزار کی اس زیارت کو میرے لئے آخری زیارت
 سَبِّیْكَ وَاِذَا تَوَفَّیْتَنِيْ فَتَوَفَّنِيْ عَلٰی فَحْبَتِهِمْ وَسُنَّتِهِمْ
 یہ بنا دینا اور مرتے وقت مجھے آپ کی محبت اور سنت پر قائم
 اٰمِیْن یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ہ رکھنا۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

باب ۲ آداب اسلامی اخلاق و تہذیب سلام

ملاقات کے وقت پہلے سلام کرنا سنت ہے، اور سلام کا جواب دینا پہلے سلام کرنے سے زیادہ ضروری ہے۔ لفظ سلام پر چلے تو الف لام زیادہ کر کے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کہے یا بغیر الف لام داخل کر کے سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کہے دونوں طرح جائز ہے۔ ➤

سلام کے بارے میں ایک حدیث مروی ہے جو حضرت عمران بن حصین (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ ”ایک شخص نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر السلام علیکم کہا، حضورؐ والا نے جواب دے دیا وہ شخص بیٹھ گیا؛ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اس کو دس نیکیاں ملیں، کچھ دیر بعد ایک دوسرا شخص حاضر خدمت ہوا۔ اور اس نے عرض کیا ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حضورؐ نے جواب دے دیا اور وہ بیٹھ گیا۔ سرکارؐ نے ارشاد فرمایا اسے تیس نیکیاں ملیں“ سنت یہ ہے کہ چلنے والا بیٹھنے والے کو، اور سوار پیادہ کو اور بیٹھے کو سلام کرے، جماعت میں سے اگر ایک نے بھی سلام کر لیا تو سب کی طرف سے کافی ہے اسی طرح اگر جماعت میں سے ایک نے جواب دے دیا تو وہ سب کی طرف سے کافی ہوگا، مشرک کو سلام کرنے میں ابتدا درست نہیں، اگر مشرک سلام میں خود پہل کرے تو جواب میں (صرف) ”علیک“ کہہ دے لیکن مسلمان کے سلام کے جواب میں در علیک السلام کہنا چاہیے۔ جس طرح اس نے السلام علیک کہا ہے اگر برکاتہ کا لفظ بڑھائے تو اور بھی اچھا ہے۔ ➤

اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو صرف سلام کہے تو جواب نہ دیا جائے اور اس کو بتا دیا جائے کہ یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے۔ عورتوں کو بھی باہم سلام کرنا مستحب ہے لیکن کسی مرد کا جوان عورت کو سلام کرنا مکروہ ہے ہاں اگر عورت کا چہرہ لعل ہو (بے پردہ ہو) تو ایسی حالت میں اگر اسے سلام کیا جائے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ بچوں کو سلام کرنا مستحب ہے اس

(طریقہ) سے ان میں سلام کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ جو شخص مجلس سے اٹھ کر جائے وہ جاتے وقت اہل مجلس کو سلام کرے یہ مستحب ہے۔ اگر دروازہ دیوار یا کوئی اور چیز حائل ہو تب بھی سلام کرے، اگر کوئی سلام کر کے چلا گیا اور پھر دوبارہ آکر مِلتا تب بھی سلام کرے۔

اگر کچھ لوگ شطرنج یا نرد (پانس) کھیل رہے ہوں، یا جوئے میں مصروف ہوں، شراب سلام کرنے کی ممانعت پی رہے ہوں تو ان کو السلام علیکم نہ کہے (ان کو سلام نہ کرے) ہاں اگر وہ خود سلام کریں تو جواب دیدے اگر یہ قومی امید ہو کہ جواب نہ دینے سے یہ لوگ متنبہ ہوں گے (اعمال پر شرمندہ ہوں گے) اور گناہوں سے باز آجائیں گے تو سلام کا جواب (اس صورت میں بھی) نہ دے۔

کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک سلام نہ کرے، ہاں اگر وہ بدعتی ہو، گم کردہ راہ ہو یا معصیت میں مبتلا ہو تو ایسے شخص سے ترک تعلق کرے۔ جس مسلمان بھائی نے دوسرے مسلمان بھائی سے قطع تعلق کر لیا ہو اور پھر اس کو سلام کرے تو وہ ترک تعلق کے گناہ سے بچ جاتا ہے۔

مصافحہ

اسلام میں مصافحہ کرنا مستحب ہے، اگر مصافحہ کی ابتداء خود کی ہے تو جب تک دوسرا شخص مصافحہ سے اپنا ہاتھ الگ نہ کرے، اپنا ہاتھ الگ نہیں کرنا چاہیے، اگر آپس میں بغل گیر ہو جائیں یا بطور تبرک دینداری ایک شخص دوسرے کے ہاتھوں یا سر کا بوسہ لے تو یہ جائز ہے، مگر چومنا مکروہ ہے۔

تعظیم

تعظیم کیلئے کھڑا ہونا | بادشاہ عادل والدین، دیندار اور پرہیزگار اور بزرگ لوگوں کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا... مستحب ہے اس کا اصل ثبوت اس روایت سے ملتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کے قصبہ کے فیصلے کے لئے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا حضرت سعد سفید گدھے پر سوار ہو کر (بیماری کی وجہ سے) آئے ان کے آنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مجلس حضرت سعد کے قبیلہ والوں سے فرمایا کہ اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے جاتے تھے تو وہ آپ کی تعظیم کے لئے کھڑی ہو جاتی تھیں۔ اسی طرح جب کبھی حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) حضرت کی خدمت میں تشریف لے جاتی تھیں تو آنحضرت ان کی طرف اٹھ کر (بڑھتے) اور ہاتھ پکڑ کر چومتے اور اپنی جگہ پر بٹھاکرتے ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور والا نے ارشاد فرمایا جب کسی قوم کا سردار (بزرگ) تمہارے پاس آئے تو تم اس کی عزت کرو، اس سے دلوں میں دوستی اور محبت پیدا ہوتی ہے، اس لئے نیک لوگوں کی تعظیم مستحب ہے اور اسی طرح ان کو تحفہ ہدایا دینا بھی مستحب ہے لیکن اہل معصیت اور اللہ کے نافرمان بندوں کی تعظیم مکروہ ہے۔

چھینک اور جمہائی (جمائی)

چھینکنے والے کو چاہیے کہ چھینکتے وقت منہ کو چھپائے اور آہستہ چھینکے پھر اونچی آواز سے الحمد للہ رب العالمین کہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب بندہ (چھینک کے وقت) الحمد للہ کہتا ہے تو فرشتہ اس کے ساتھ رب العالمین کہتا ہے اور اگر بندہ الحمد للہ رب العالمین کہتا ہے تو فرشتہ یرحمک ربک کہتا ہے۔

چھینکنے وقت اپنا منہ دائیں بائیں نہ پھیرے، چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو سننے والے کے لئے یرحمک اللہ کہنا مستحب ہے۔

اس کے جواب میں چھینکنے والا ینھد یکنم اللہ دینھد خالککم (اللہ تم کو ہدایت دے اور تمہارا حال درست کرے) کہے اگر ینھد اللہ لکنم کہے تو یہ بھی درست ہے۔ اگر کسی کو تین دفعہ سے زیادہ چھینکیں آئیں تو سننے والے پر (دعا ہے) جواب دینا ضروری نہیں کیونکہ یہ مرطوب ہوا اور زکام کی وجہ سے ہے۔ حدیث شریف میں اسی طرح آیا ہے۔ حضرت سلمۃ ابن اکوع سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”چھینکنے والے کو تین بار جواب دیا جائے اس سے زیادہ چھینکے تو زکام میں مبتلا ہے۔“

جمہائی یا جمائی جب کسی کو جمہائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھ لے یا اسٹپن سے (منہ کو) ڈھانپ لے کیونکہ شیطان منہ میں گھس جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور والا نے ارشاد فرمایا ”الشر چھینک کو پسند فرماتا ہے اور جمہائی کو ناپسند۔ تم میں سے کسی کو جمہائی آئے تو جہاں تک ہو سکے لوٹا دے یا ہانہ کہے اس سے شیطان ہنستا ہے، بے پردہ بوڑھی عورت کی چھینک کا جواب دینا مرد کے لئے جائز ہے اور نقاب پوش جوان عورت کی مینک کا جواب دینا مرد کے لئے ناجائز ہے۔ بچے کی چھینک کے جواب میں یہ دعا پڑھیں: اللہ تجھے برکت دے، اللہ تجھے سزا دے، اللہ تجھے نیکی دے۔“

دس فطری خصائل

فطرت انسانی کی ان دس خصلتوں کا ہر آدمی کو اختیار کرنا ضروری ہے، ان دس خصلتوں میں سے پانچ کا خلق سر سے ہے اور پانچ باقی سارے جسم سے متعلق ہیں۔

سر سے متعلق خصلتیں یہ ہیں: (۱) کھلی کرنا۔ (۲) ناک میں پانی ڈال کر اس کو صاف کرنا۔ (۳) مسواک کرنا۔ (۴) مونچھیں کترانا۔ (۵) داڑھی رکھنا۔

لے اس اسلامی شعار کی حکمت آج عام لوگوں پر بھی آشکارا ہے کہ ڈاکٹر اس کو دوسروں کے لئے مضر بتاتے ہیں۔
لے تیسرا پروردگار تجھ پر رحمت نازل فرمائے۔

سارے جسم کے متعلق خصلتیں یہ ہیں۔ (۱) زیر ناف کے بال صاف کرنا۔ (۲) بغلوں کے بال صاف کرنا۔ (۳) ناخن کٹوانا۔ (۴) پانی سے استنجا کرنا۔ (۵) ختنہ کرنا۔

مونچھیں اور دارھی | مونچھیں ترشوانے کی اصل وہ حدیث ہے جو حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ حضور اقدس نے فرمایا کہ ”لبس رگہری کٹواؤ اور دارھی بڑھاؤ“ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ ”لبس کتر اور دارھیاں بڑھاؤ“ دونوں روایتوں کے معنی ایک ہی ہیں، لفظ ”قص“ یعنی کاٹنے یا ترشوانے کا مطلب قینچی کی مدد سے بالوں کو جڑ سے کاٹنا ہے لیکن مونچھوں کو آسترے سے مونڈنا مکروہ ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے مروی ہے کہ ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو اپنی مونچھیں منڈاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مونچھیں مونڈنا ایک قسم کی خلقت بدنی ہے اس سے چہرے کی رونق اور خوبصورتی جاتی رہتی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ وہ اپنی مونچھوں کو کترواتے تھے۔“

دارھی | دارھی رکھنے سے مراد دارھی کے بالوں کا دافر اور زیادہ کرنا ہے، حق تعالیٰ کے ارشاد ”حَتَّىٰ عَمَّوْا اِیَّیْکُمْ وَاَیَّ کَثْرَوا“ (یہاں تک زیادہ ہو گئے) کے ہی معنی ہیں۔ روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) دارھی کو منہٹی میں پکڑ کر منہٹی سے باہر نکلے ہوئے بالوں کے حصے کو کتر دیتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ فرماتے تھے کہ منہٹی کے نیچے کا حصہ کاٹ دو۔

بالوں کی مبعاد | حضرت انس بن مالکؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ چالیس دن گزرنے سے قبل مونچھیں کتر دو، ناخن کٹواؤ، بغل کے بال اکٹراؤ اور شرمگاہ کے بال مونڈو، ہمارے بعض اصحاب کا قول ہے کہ یہ اجازت مسافروں کے لئے ہے، مقیم کے لئے بیس روز سے آگے بڑھنا ایسا نہیں ہے۔ امام احمد سے اس حدیث کے صحیح اور غلط ہونے کے متعلق مختلف روایات آئی ہیں کسی میں اس کی صحت کا انکار ہے اور کسی میں تعین وقت کے لئے اس حدیث کو حجت قرار دیا گیا ہے۔

موئے زیر ناف کے تسلسلے میں اختیار ہے چاہے نوزہ (چونہ اور ہڑتال کا مرکب) سے صاف کرے چاہے چونے یا آسترے سے صاف کرے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وہ نوزہ استعمال کرتے تھے، منصور بن حبیب بن ابی ثابت کی روایت حضور اقدس کے بارے میں یہی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے رسول اللہ کے لئے لیپ تیار کیا اور حضور نے اپنے دست مبارک سے اسے اپنے زیر ناف لگایا! حضرت انسؓ بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف مروی ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چونے کا لیپ استعمال نہیں کیا بلکہ جب بال بڑھ جاتے تو حضور انھیں مونڈ دیا کرتے تھے۔ موئے زیر ناف کے سوا دوسری جگہ کے بال دوسرے شخص سے بھی صاف کر لئے جاسکتے ہیں۔ اس کے ثبوت میں حضرت ام سلمہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ کے زیر ناف تک پہنچتے تو حضور اس کام کو انجام دیتے۔ ابو العباس نسائی کہتے ہیں کہ ہم نے ابو عبد اللہ کے چونے کا لیپ کیا لیکن زیر ناف حد پر انھوں نے خود چونے کا استعمال کیا غرض جب زیر ناف، بالوں اور پسند لیوں کی صفائی کا جواز چونے سے

ثابت ہے تو اُسٹری سے بھی مؤید ناجائز ہے۔ اس قیاس کی تائید حضرت انسؓ کی مذکورہ بالا روایت سے ہوتی ہے کہ رسول اللہؐ نے چونے کا استعمال کبھی نہیں کیا، بال زیادہ ہوتے تو مؤید دیتے تھے۔

سفید بالوں کا اکھاڑنا اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید بال اکھاڑنے (چننے) سے منع فرمایا ہے اور فرمایا سفیدی اسلام کا نور ہے، ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور گرامی نے ارشاد فرمایا "سفید بالوں کو نہ نکالو (اکھاڑو) کیونکہ جس مسلمان کو بحالت اسلام لباس پیری پہنایا گیا قیامت کے دن (بالوں کی سفیدی) اس کے لئے نور ہوگی۔" صحیح کی روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہر بال کے عوض ایک نیکی لکھے گا اور ایک گناہ ناکارہ کرے گا بعض تفسیروں میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو وجاء کم الذییر اسی بات کی تائید میں پیش کیا گیا ہے اور کہا ہے کہ نذیر سے مراد شیب یعنی بڑھا ہوا ہے۔ سفید بال موت سے ڈراتے ہیں، موت کی یاد دلاتے ہیں، خواہشات نفسانی اور دنیا کی لذتوں سے روکتے ہیں۔ آخرت کی تیاری اور دار بقا کا سامان فراہم کرنے پر تیار کرتے ہیں۔ پھر کس طرح ایسی چیز کا دور کرنا جائز ہو سکتا ہے؟ سفید بال چننے والا تقدیر سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے، اللہ کے کاموں میں دخل دے کر اس کی ناخوشی حاصل کرتا ہے، جوانی کی تازگی اور نو عمری کو ہمیشہ کی تازگی اور بزرگی پر ترجیح دینا چاہتا ہے۔ بزرگی، بردباری اور اسلام کے نورانی لباس اور ابراہیمی شعائرِ جہانی سے نفرت کرتا ہے۔ بعض کتب میں منقول ہے کہ سب سے پہلے حالت اسلام میں سفید بال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہوتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے اِنَّ اللّٰهَ يَسْتَحْيِي مِنْ ذِي الشَّيْبَةِ (اللہ تعالیٰ

بوڑھے آدمی سے شرم کرتا ہے) یعنی اسے عذاب دینے میں عیا فرماتا ہے۔

ناخن تراشنا جمعہ کے دن انگلیوں کی ترتیب کے خلاف ناخنوں کو تراشنا مستحب ہے (ترتیب کے خلاف تراشنے سے مراد یہ ہے کہ چھوٹی انگلی سے انگوٹھے تک ترتیب وار نہ تراشے جائیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مَنْ قَصَّ أَظْفَارَ رَأْفَاتِهِ لَمْ يَرَفِي عَيْنِيهِ رَمَدًا (جو کوئی مقررہ ترتیب کے خلاف ناخن کاٹتا ہے وہ اپنی آنکھ میں آشوب و رمد کی بیماری نہیں دیکھے گا۔) حمید بن عبد الرحمن نے اپنے والد سے روایت نقل کی ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن ناخن تراشے گا اس کے بدن کے اندر شفا داخل ہوگی اور بیماری نکل جائے گی۔

جمعرات کے دن عصر کے بعد ناخن تراشنے کی بھی یہی فضیلت اور بزرگی ہے۔

انگلیوں کی ترتیب کے خلاف کا مطلب ہے کہ اول سیدھے ہاتھ کی چھنگلی سے تراشنا شروع کرے پھر بیچ کی انگلی، پھر انگوٹھا، انگوٹھے کے بعد چھنگلی کے برابر والی انگلی پھر انگشت شہادت کے ناخن تراشے، بائیں ہاتھ کے ناخنوں کی تراش اس طرح کرے کہ پہلے انگوٹھا پھر درمیانی انگلی، پھر چھنگلی اور اس کے بعد انگشت شہادت اور انگشت شہادت کے بعد چھنگلی کے برابر والی انگلی کے ناخن تراشے۔ ہمارے اکابرین (علمائے حنبلی) سے عبد اللہ بن بطلہ کی روایت اسی طرح ہے۔ حضرت رفیعؓ حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے

مجھ سے ارشاد فرمایا: عائشہ! جب تو ناخن تراشے تو بیچ کی انگلی سے شروع کر پھر چنگلی پھر انگوٹھا، پھر چنگلی کے پاس والی انگلی پھر انکشت شہادت کے ناخن کاٹ، یہ عمل تو انگری پیدا کرتا ہے۔

ناخن، قینچی یا چاقو سے کاٹے جائیں۔ دانٹوں سے ناخن کاٹنا مکروہ ہے، ناخن تراش کر ان کو مٹی میں دبا دینا چاہئے۔ سر اور بدن کے بالوں، بھری ہوئی سینگی اور فصد کے خون کا بھی یہی حکم ہے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون، بال اور ناخنوں کو مٹی میں دبا دینے کا حکم دیا ہے۔

سر منڈانا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی ایک مرفوع روایت کے بموجب حج اور عمرہ اور ضرورت کے علاوہ سر منڈانا مکروہ ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اور عبید بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا: "جس نے سر منڈا لیا وہ ہم میں سے نہیں" دارقطنی نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حج اور عمرہ کے سوا بال نہ منڈائے جائیں" اسی بنا پر حضور نے خوارج کی مذمت فرمائی اور ان کی پہچان سر منڈانا بتلایا، حضرت عمرؓ نے صبیغ سے فرمایا: "اگر میں نے دیکھا کہ تم نے سر کے بال منڈائے ہیں تو اسی سر کو پیٹوں گا۔ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ اگر کسی کا سر منڈا ہوا دیکھو تو سمجھو اس میں شیطان کی صفت ہے کیونکہ سر منڈوانے والا اپنے کو عجیوں کا ہمشکل بناتا ہے اور رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کسی قوم کی شکل اختیار کرے گا وہ اسی میں سے ہوگا۔

جب سر منڈانے کی ممانعت اوپر کی روایتوں سے ثابت ہے تو پھر بالوں کو کتر وانا چاہیے۔ امام احمد بن حنبلؓ ایسا ہی کرتے تھے، اختیار ہے کہ بال جڑوں سے کتر وائے یا اوپر سے یعنی بالوں کی نوکیں کٹوائے۔

امام احمدؓ کی دوسری روایت ہے کہ سر منڈانا مکروہ نہیں ہے کیونکہ ابو داؤد نے اپنی اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ نے فرمایا کہ حضرت جعفرؓ کی شہادت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفرؓ کے گھر والوں کے پاس حضرت بلالؓ کو بھیجا پھر خود بھی تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا کہ آج کے بعد میرے بھائی پر نہ رونا پھر فرمایا میرے بھتیجوں (اس کے لڑکوں) کو میرے یاس لاؤ، ہم کو آپؐ کی خدمت میں لیجایا گیا، حضور نے فرمایا مائی کو بلاؤ مائی بلایا گیا حکم دیا کہ ان کے سر منڈ دو، مائی نے ہمارے سر منڈ دینے۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضور کے بال کندھوں تک لگتے تھے، آپؐ نے زندگی کے اواخر زمانے میں اپنے سر مبارک کے بال منڈا دیئے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بال کانوں کی لوت تک تھے۔ اس زمانے میں بعض افراد کبھی کبھی سر منڈا لیا کرتے تھے اور کسی نے ان پر اعتراض نہیں کیا، اس بنا پر مکروہ نہیں ہے کہ اس میں سختی اور تنگی ہے جو معاف کر دیجیئی ہے۔ جس طرح کہ بلی اور دوسرے حشرات الارض کا جھوٹا معاف کر دیا گیا ہے۔

فزع کا حکم فزع یعنی کچھ بال منڈانا اور کچھ حصے کے بال چھوڑ دینا مکروہ ہے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح گردن کے بال منڈانا بھی مکروہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پچنے لگوانے کی ضرورت کے سوا گردن کے بال منڈانے سے منع فرمایا ہے۔

کہ یہ مجوسیوں کا عمل ہے۔

بڑے بال رکھنا اور مانگ نکالنا سنت ہے، ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے خود بھی مانگ نکالی اور صحابہ کرام کو بھی مانگ نکالنے کا حکم دیا، یہ روایت بیس سے زیادہ اصحاب سے مروی ہے

جن میں حضرت ابو عبیدہ، حضرت عمار اور حضرت ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل ہیں۔ اپنے رخساروں پر عورتوں کی طرح لمبی ازلیں چھوڑنا جیسا کہ علویوں کا طریقہ ہے مردوں کے لئے مکروہ ہے، عورتوں کے لئے جائز ہے کیونکہ ہمارے اکابرین میں سے ابو بکر جلا د نے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عورتوں کو زلیں رکھنا جائز ہے مگر مردوں کے لئے مکروہ ہے۔

موچیں سے چہرے کے بال اکھڑنا مرد اور عورت دونوں کے لئے مکروہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موچیں کے ذریعہ چہرے کے بال اکھڑنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ عورتوں کے لئے پیشانی کے بال شیشے کی دھاریا استرے سے کاٹنا مکروہ ہے، چہرے پر اگر بال نکل آئیں تو ان کو بھی شیشے یا استرے سے کاٹنا اور مونڈنا عورت کے لئے مکروہ ہے اس کی ممانعت پہلے بیان ہو چکی ہے۔ لیکن اگر شوہر اپنی بیوی کو اس کا حکم دے اور اندیشہ ہو کہ حکم نہ ملنے کی صورت میں شوہر اس سے بے اتفاقی برتنے کا اور کسی دوسری عورت سے نکاح کر لے گا یا اس طرح بگاڑ اور ضرر پیدا ہوگا تو مصلحتاً بعض لوگوں کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے۔ رنگا رنگ کپڑوں سے آرائش طرح طرح کی خوشبوؤں کا استعمال اپنے شوہر سے شوخی، خوش طبعی کرنا تا کہ شوہر کا دل لجھائیں اور اس کو اپنی طرف مائل کریں جائز ہے۔ وہ عورتیں جو اپنے منہ کے بال موچنے سے صاف کر کے اپنے آپ کو اس لئے خوبصورت بناتی ہیں کہ غیروں کے ساتھ اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کریں ان پر آنحضرتؐ نے لعنت کی ہے۔

سفید بالوں کو سیاہ رنگ میں رنگنا مکروہ ہے، حضرت حسنؓ روایت کرتے ہیں کہ بعض لوگ اپنے سفید بالوں کو سیاہ میں بدل رہے تھے، آنحضرتؐ نے دیکھ کر فرمایا ”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے منہ کا لے کرے گا“ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ لوگ بہشت کی خوشبو نہیں سونگھیں گے۔ سیاہ خضاب کے سگے میں جو احادیث آئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا سیاہ خضاب کو اس سے بیوی کو انیسیت اور جہاد میں دشمن کو (مقتلے) جو ان ہونے کا دھوکا ہو جاتا ہے۔ اس حدیث میں سیاہ خضاب کا جواز اصل میں جنگ کے لئے ہے بیوی کا ذکر اصل مقصود نہیں ہے بلکہ بالتبع ہے۔ مستحب طریقہ یہ ہے کہ سر کے بالوں کو ہندی (رجا) یا دسمہ کے خضاب سے رنگے۔ حضرت امام حنبلؒ نے خضاب یا دسمہ تینتیس برس کی عمر میں مہندی دسمہ کا خضاب کیا تھا، ان کے چچانے کہا کہ تم نے تو وقت سے پہلے ہی خضاب کر لیا، انھوں نے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ کی سنت ہے۔ حضرت ابو ذرؓ (غفاری) کی روایت ہے کہ حضور والا نے ارشاد فرمایا ”سفید بالوں کا رنگ بدلنے کی بہترین چیز

لہ موچیں جے عام طور پر موچنا کہتے ہیں۔ یہ ایک قسم کی باریک چمچی ہوتی ہے جس سے لوگ دارھی وغیرہ کے بال نوچتے ہیں۔ لہ حدیث شریف میں لعن المتخضبات آیا ہے اور حضرت ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ تخصّص کے معنی موچنے سے بال لینا ہیں۔

مہندی دکنہ ہے۔ رسول اللہ کے خضاب کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ تھوڑے سے بالوں کے سوا حضور کے بال سفید ہی نہیں تھے، لیکن حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے حضور کے بعد مہندی و سہم کا خضاب لگایا تھا، یہ بھی روایت ہے کہ حضرت اُم سلمہؓ نے رسول اللہ کے چند بال نکال کر لوگوں کو دکھائے جو مہندی و سہم سے رنگے ہوئے تھے، اس حدیث سے رسول اللہ کا مہندی و سہم کا خضاب لگانا ثابت ہوتا ہے۔

امام احمدؒ کے قول کے مطابق زعفران اور درس (ایک قسم کی گھاس) سے خضاب کرنا روا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو مالک اشجریؓ کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ کا خضاب درس اور زعفران کا تھا۔ پس سر کے بالوں کا خضاب لگانا ثابت ہے تو اسی طرح دائی میں خضاب لگانے کا بھی حکم ایسا ہی ہوگا کہ حضور والا نے حکم عمومی دیا تھا کہ سفید بالوں کو بدل دو اور یہودیوں سے مشابہت نہ کرو، حضرت ابو ذرؓ کی روایت میں پہلے گزر چکا ہے کہ حضور نے فرمایا سفید بالوں کو بدلنے کی بہترین چیز مہندی و سہم ہے۔ یہ حکم بھی عام سر کے بال ہوں یا دائی کے سب کو شامل ہے۔

فتح مکہ کے دن حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنے والد ابو قحافہ کو لیکر رسول خدا کی خدمت گرامی میں حاضر ہوئے حضور والا نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس خاطر سے فرمایا بڑے میاں کو تم گھر پر ہی رہنے دیتے ہم ان کے پاس پہنچ جاتے، اس کے بعد ابو قحافہ مسلمان ہو گئے اس وقت ان کے سر اور دائی (کے بال) سفید ثفامہ کی طرح تھے۔ حضورؐ نے فرمایا اس رنگ کو بدل دو مگر سیاہی سے بچنا اس ارشاد میں صاف صراحت ہے کہ دائی کا حکم سر کی طرح ہے اور سیاہ خضاب کی مانعت ہے۔ حضرت ابو علیؒ نے کہا ہے کہ ثفامہ ایک قسم کی گھاس ہوتی ہے جس کے پھول بھی سفید ہوتے ہیں اور پھل بھی۔

طاق بار سرمہ لگانا مستحب ہے۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طاق سرمہ لگانا مرتبہ سرمہ لگایا کرتے تھے۔ علما کا اس بار میں اختلاف ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم ص داہنی آنکھ میں تین اور بائیں آنکھ میں دو سلائیاں (سرمے کی) لگایا کرتے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر آنکھ میں سرمے کی تین تین سلائیاں لگایا کرتے ہیں۔

مستحب ہے کہ ایک دن چھوڑ کر بالوں میں تیل لگایا جائے اور افضل یہ ہے کہ روغن بنفشہ بالوں میں تیل لگانا استعمال کیا جائے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان فرمودہ ان دو حدیثوں سے ثابت ہے۔ (۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو روزانہ کنکھی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک دن چھوڑ کر کرے۔ (۲) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ روغن بنفشہ کو تمام تیلوں میں ایسی ہی فضیلت ہے جیسی مجھے تمام انسانوں میں۔

سے بالوں کی سفیدی کو اس سے تشبیہ دی ہے، ابراہامی کا کہنا ہے کہ ثفامہ ایک درخت ہے جو برن کی طرح سفید ہوتا ہے۔

باب ۳

آدابِ معاشرت

سفر و خیر۔ سات امور کی پابندی۔ مکروہ عادتیں
گھروں میں داخلہ، راست چپکا استعمال اور کھانے پینے کے آداب،

سفر اور حضر (قیام) دونوں صورتوں میں ہر انسان اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور ان سات باتوں کو ملحوظ رکھے۔

- (۱) صفائی اور ظاہری زیبائش کرے۔
- (۲) کنگھی کرے۔
- (۳) سرے کا استعمال کرے
- (۴) روغن کا شیشہ (بوتل)
- (۵) اپنے پاس قینچی رکھے۔
- (۶) اپنے پاس مندرجہ رکھے۔
- (۷) مسواک کرے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سفر ہوتا یا اقامت کسی حال میں یہ سات چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سے نہ چھوٹی تھیں۔

مکروہ باتیں

مندرجہ ذیل باتیں مکروہ ہیں۔ (۱) سیٹی بجانا۔ (۲) تالی بجانا۔ (۳) نماز میں انگلیاں چٹکانا۔ (۴) سماع کے وقت جھوٹ موٹ وجد کی حالت بنا کر کپڑے پھاڑنا (اگر واقعی کسی کی وجہ میں یہ حالت ہو تو اس سے اس جھوٹے مدعی کی حالت کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا)۔ (۵) راستہ میں کھانا۔ (۶) اہل مجلس کے سامنے پاؤں پھیلا کر بیٹھنا۔ (۷) تکیہ سے سہارا لے کر اس طرح بیٹھنا کہ سیدھا بیٹھنے کی ہیئت باقی نہ رہے۔ یہ فعل غرور کی علامت ہے اس سے دوسرے اہل مجلس کی توہین ہوتی ہے ہاں اگر عذر کی وجہ سے ایسا ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ (۸) لمبے لمبے کپڑے پہننا۔ (۹) مصطکی چبانے یا سفہ پینے۔ (۱۰) باچھیں پھاڑ کر پہننا۔ (۱۱) ٹھٹھا مازنا۔ (۱۲) بغیر ضرورت چیخ کر بولنا۔ (۱۳) رفتار میں اعتدال نہ رکھنا یعنی ایسی جہاں سے چلنا مناسب اور مستحب ہے کہ نہ بہت تیزی ہو جس سے خود تھک جائے یا راہگیروں سے ٹکراؤ نہ ہو، نہ ایسی قدم شماری جس سے غرور اور تمکنت پیدا ہو۔ (۱۴) بلند آواز سے رونا۔ (۱۵) میت کے اوصاف بیان کرنا (اور بلند آواز سے رونا) ہاں اگر یہ

لے مندرجہ ایک لکڑی جس کا سہاگول ہوتا ہے اور بانٹ سے چھوٹی ہوتی ہے۔ اس سے اہل عرب حشرات الارض اور مضر سال چیزوں سے اپنے بدن کی حفاظت کرتے ہیں، ان چیزوں کو اس سے رگڑ دیتے ہیں اور جہاں جسم میں کھلی ہوتی ہے وہاں کھجکا دیتے ہیں۔

گرمی وزاری اللہ کے خوف سے ہو یا زندگی کے گزشتہ اوقات کے بیکار جانے پر پشیمانی اور تاسف کے باعث ہو یا اس وجہ سے ہو کہ جس درجے پر پہنچنا پیش نظر تھا اس پر نہ پہنچ سکا۔ اور اس خیال سے دل شکستہ ہو کر روئے اور رونے میں آواز بلند ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔ (۱۶) لوگوں کے سامنے بدن کا میل چھڑانا۔ (۱۷) حمام، پاخانہ اور دوسرے گندے مقامات پر باتیں کرنا۔ (۱۸) ایسے مقامات پر کسی کو سلام کرنا یا سوال کا جواب دینا۔ (۱۹) لوگوں کے سامنے اپنے سر کو کھولنا اور اپنے بدن کے ان حصوں کو کھولنا جن کو عام طور پر ڈھانپا جاتا ہے۔ یہ سب باتیں مکروہ ہیں اور کشف عورت حرام ہے۔ (۲۰) باپ کی یا اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی کسی حال میں بھی قسم کھانا۔ اگر قسم کھانا ہی ہے تو اللہ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔ رسول اللہ کا ارشاد گرامی یہی ہے۔

دوسروں کے گھروں میں داخلہ

داخل ہونے کی اجازت طلب کرنا

داخلہ کے آداب مسلمان کیلئے افضل یہ ہے کہ جب وہ کسی سے ملتے جائے تو دروازے پر رُک کر کہے: السلام علیکم، کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ روایت میں آیا ہے کہ قبیلہ بنی عامر کا ایک شخص حاضر ہوا، حضور اس وقت کاشانہ نبوت میں تشریف فرما تھے، اس نے آستانہ مبارک پر حاضر ہو کر عرض کیا: کیا میں اندر آ جاؤں؟ حضور والانے غلام سے فرمایا: باہر جا کر اس کو اجازت طلب کرنا سکھاؤ اور اس سے کہو کہ یوں کہے: "السلام علیکم! کیا میں اندر آ جاؤں؟" اس شخص نے یہ ارشاد والا سن لیا اور عرض کیا، السلام علیکم! کیا میں اندر آ جاؤں؟ حضور والانے اس کو اجازت مرحمت فرمادی اور وہ اندر آ گیا۔ دروازے پر جا کر بکارتے والے کو چاہیے کہ دروازے کی طرف پیٹھ کر کے زیادہ فاصلہ پر کھڑا ہو، اس طرح (جواب میں دی جانے والی) آواز اچھی طرح سنائی نہیں دیتی۔ اجازت تین بار طلب کی جائے اگر مل جائے تو بہتر ہے ورنہ لوٹ جائے لیکن اگر گمان غالب یہ ہو کہ دوری کی وجہ سے صاحب خانہ نے میری آواز نہیں سنی ہوگی یا کسی کام میں مشغول ہونے کے باعث آواز نہ سن سکے ہوں گے تو تین مرتبہ سے زیادہ بھی اجازت طلب کرنا جائز ہے اور اس کی دلیل حضرت ابوسعید خدریؓ کی وہ روایت ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ "گھر میں داخل ہونے کے لئے تین بار اجازت طلب کرنا چاہیے اگر اجازت ملے تو اندر آ جائے ورنہ واپس ہو جائے" طلب اجازت کا حکم سب کے لئے برابر ہے۔ ایک ہر کسی شخص نے رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ کیا ماں کے پاس داخل ہونے کی بھی اجازت لینا میرے لئے ضروری ہے، آپؐ نے ارشاد فرمایا: ہاں! اس نے عرض کیا کہ میں تو ماں کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتا ہوں، آپؐ نے فرمایا: "پھر بھی اجازت لو!" اس نے عرض کیا کہ میں تو اس کا خادم ہوں، فرمایا پھر بھی اجازت لو، کیا تم اس کو برہنہ دیکھنا پسند کرتے ہو؟

اگر گھر میں اس کی لونڈی یا بیوی ہو (جس کے لئے قربت جائز ہے) تو پھر اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے

اگر وہ برہنہ ہوں تب بھی انھیں دیکھ لینا مباح ہے لیکن پھر بھی مستحب ہی ہے کہ گھر میں اس طرح داخل ہو کہ انھیں اس کے آنے کی خبر ہو جائے۔ منہی کی روایت میں امام احمد نے اس طرح صراحت کی ہے: "گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرے، اس سے گھر کی خیر و برکت زیادہ ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں اسی طرح آیا ہے: سفر سے واپس آئے تو رات کو اجا بک گھر والوں کے پاس نہ پہنچے۔ رسول اللہ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے؛ دو آدمیوں نے ایسا کیا تھا تو انھوں نے اپنی بیویوں کی وہ حالت دیکھی جس کو وہ پسند نہیں کرتے تھے۔

دوسرے کے گھر میں داخلے کی اجازت مل جائے تو صاحب خانہ جہاں بیٹھنے کی اجازت دے، وہیں بیٹھ جائے خواہ صاحب خانہ ذمی کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اگر لوگ کھانا کھا رہے ہوں تو جب تک صاحب خانہ اپنی خوشی سے کھانے میں شریک نہ کرے خود کھانے میں شریک نہ ہو۔

دست و پائے راست و چپ کا استعمال

کوئی چیز لینا، کھانا پینا، مصافحہ کرنا، وضو کرنے، جوتا پہننے اور کپڑے پہننے کی ابتداء دائیں ہاتھ سے مستحب ہے، مقدس مقامات، مسجدوں میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں داخل کرنا چاہیے۔ گندے کانگوں جیسے میل دور کرنا، ناک صاف کرنا، استنجا کرنا اور پلیدی کو دھونے کا کام بائیں ہاتھ سے کرنا چاہیے۔ ہاں اگر کسی کے لئے ایسا کرنا دشوار ہو (یعنی بائیں ہاتھ میں چوٹ ہو یا کٹ گیا ہو) تو دائیں ہاتھ سے کر سکتا ہے۔ ایک پاؤں میں جوتا پہن کر نہ چلے ہاں اگر تھوڑا سا چلنا ہو جیسے ایک جوتا پہن لیا ہے اور دوسرا کچھ فاصلے پر ہے یا دوسرے جوتے کا لقمہ ٹوٹ گیا ہے تو مرمت کی غرض سے قدرے چل سکتا ہے۔

کسی شخص کو خط یا فرمان وغیرہ دینا ہو تو دائیں ہاتھ سے دینا چاہئے، بلند مرتبہ شخص کے ساتھ اگر چلنا ہو تو اس کے دائیں طرف چلے (جس طرح دو آدمیوں کی جماعت میں امام کو بائیں ہاتھ کی طرف کر لیا جاتا ہے) اگر اپنے سے کم مرتبہ شخص کے ساتھ چلنا ہو تو اس کے بائیں جانب چلے۔ بزرگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ہر صورت میں دائیں ہاتھ پر چلنا مستحب ہے تاکہ بائیں سمت محتوئے وغیرہ کے لئے خالی رہے۔

آداب اکل و شرب

کھانے پینے میں مستحب یہ ہے کہ اول بسم اللہ کہے (اللہ تعالیٰ کا نام لے) اور فارغ ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، اس سے کھانے میں برکت ہوتی ہے اور شیطان دور بھاگتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا "یا رسول اللہ ہم کھاتے ہیں مگر سیری نہیں ہوتی۔ فرمایا شاید تم لوگ

صاحب فنیۃ الطالبین فرماتے ہیں کہ اس کا تفصیلی بیان باب دُلو المنزل میں انشاء اللہ آئے گا۔

الگ الگ کھاتے ہو، صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے فرمایا رکھتے ہو کر کھایا کرو اور کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ کر لیا کرو، کھانے میں برکت حاصل ہوگی، حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے خود سنا، حضور والا ارشاد فرما رہے تھے کہ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو اور وہ داخل ہونے اور کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ کہ لے تو شیطان اپنی ذریت سے کہتا ہے کہ اب نہ تم اس گھر میں رات کو رہ سکو گے نہ وہاں کھانے میں شریک ہو سکو گے، اب یہاں سے بھاگو، اس کے برعکس جب کوئی شخص گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان اپنی ذریت سے کہتا ہے کہ تم کو آج رات رہنے کو ٹھکانہ مل گیا اور رات کو کھانا بھی کھا سکو گے۔

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ ہم کھانے کے وقت جب آنحضرت کے ساتھ شریک ہوئے تو حضور والا سے پہلے کوئی کھانے پر ہاتھ نہیں ڈالتا تھا، ایک بار ہم حضور کے ساتھ کھانے پر موجود تھے کہ اتنے میں ایک اعرابی (دیہاتی) آیا، آتے ہی کھانے پر ہاتھ ڈالنے لگا حضور والا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، اتنے میں ایک لڑکی آئی اور وہ ایسی حالت میں تھی کہ گویا کوئی اس کو دھکیلتا لارہا ہے، اس نے بھی آتے ہی کھانے پر ہاتھ ڈالنا چاہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا اور ارشاد فرمایا "جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے شیطان اس کو حلال سمجھتا ہے، اس دیہاتی کے ساتھ بھی شیطان آیا تھا اور کھانے کو اپنے لئے حلال بنانا چاہتا تھا اور اس لڑکی کے ساتھ بھی آیا تھا تاکہ اس لڑکی کے ذریعہ اس کھانے کو اپنے لئے حلال بنائے؛ میں نے اس دیہاتی کا بھی ہاتھ پکڑ لیا اور اس لڑکی کا بھی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ ان دونوں کے ہاتھوں کے ساتھ شیطان کا ہاتھ بھی میرے ہاتھ میں ہے۔ اس کے بعد حضور والا نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ کہنا معمول جائے تو یاد آنے پر اس طرح کہے بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ اَوَّلِهِ وَاٰخِرِهِ حضرت عائشہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

کھانے کا طریقہ | کھانا نمک سے شروع کرنا اور نمک پر ختم کرنا مستحب ہے (یعنی اول نمکین کھانا کھائے اور آخر میں بھی کوئی نمکین چیز کھائے) دائیں ہاتھ سے لقمے کر چھوٹا نوالہ منہ میں رکھتے اور خوب دیر تک چبائے اور آہستہ آہستہ نکلے، ایک قسم کا کھانا ہو تو اپنے سامنے سے کھائے اور اگر مختلف قسم کے کھانے ہوں یا پھل وغیرہ ہوں تو برتن میں ادھر ادھر سے لینے میں کوئی ہرج نہیں جس کھانے کو کھائے اس کو چوٹی یا بیچ سے نہ کھائے بلکہ کنارے سے شروع کرے اگر شریک ہو تو تین انگلیوں سے کھائے اور آخر میں انگلیاں چاٹ لے۔ کھانے پر چھونکیں نہ مارے (مٹھنڈا کرنے کے لئے) کھانے کے برتن میں سانس نہ چھوڑے، سانس لینا ہو تو برتن کو منہ سے الگ کر کے سانس لے، تکیہ لگا کر کھانا پینا مکروہ ہے، کھڑے ہو کر کھانا پینا درست ہے مگر بعض اس کو مکروہ بتاتے ہیں۔ اس لئے بیٹھ کر کھانا پینا زیادہ اچھا ہے اگر اہل مجلس سے کسی کو برتن دینا ہو تو دائیں طرف والے سے شروع کرے۔

دفعہ طعام | سونے چاندی یا سونے چاندی کا مائع کئے ہوئے برتنوں میں کھانا پینا ناجائز ہے۔ اگر کسی ایسے برتن میں کھانا سامنے آئے تو کھاتے وقت کسی ایسے دوسرے برتن میں اس کو الٹ لینا چاہئے جس میں کھانا

اور عرب کا ایک مشہور کھانا، روٹی کے ٹکڑے گوشت میں نمکین پکے ہوئے۔

جائز ہو یا روٹی پر ڈال لے۔ اور جو شخص ایسے برتن میں کھانا لایا ہو اس کو ملامت کرے۔ ایسے برتنوں میں دھونی دنیا بھی جائز نہیں ہے اسی طرح چاندی یا سونے کا گلاب پاش بھی استعمال کرنا منع ہے جس جگہ ایسے برتن استعمال ہوتے ہیں وہاں کھانا کھانے کے لئے نہ جائے۔ اور اگر اتفاقاً پہنچ جائے تو واپس چسلائے اور صاحب خانہ کو نرمی سے سمجھائے کہ آپ کو زیبایہ ہے کہ جس چیز کو شریعت نے حلال کیا ہے اور زینت برسانے والا قرار دیا ہے اسی کے مطابق آرائش کریں اور جس چیز کی بندش کی گئی اس کو زینت کا سبب نہ بنائیں جس لذت کا نتیجہ گناہ ہو اس میں کچھ بھلائی نہیں ہے، اللہ آپ پر رحم فرمائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس کو یاد دلائیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے ”جو آدمی سونے یا چاندی کے برتن میں کھائے یا ایسے برتن میں جس میں یہ دونوں شامل ہوں دونوں کا کام ہو“ تو ایسا شخص اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ بھرتا ہے۔

کھانا کھانے میں منہ کا نوالہ باہر نہ نکالے ہاں اگر مجبور ہو جائے مثلاً نوالہ حلق میں پھنس جائے، پھندا لگ جائے یا جلتا ہو نوالہ ہو اور منہ جلنے لگے تو نوالہ باہر نکال دینا جائز ہے۔ کھانے میں چھینک آجائے تو منہ پر کوئی چیز رکھ لے اور منہ کو اچھی طرح چھپالے۔ کھانے سے دور ہو کر چھینکے۔

کھانے والے کے پاس اگر کوئی شخص کھڑا ہو یعنی خدمت گار وغیرہ تو اس کو بیٹھنے کی اجازت دے دے اور وہ اگر انکار کرے تو عمدہ کھانے سے لقمہ اٹھا کر دے دے، کوئی غلام، خدمتی لڑکا یا پانی پلانے والا کھڑا ہو تو اس کے ساتھ بھی یہی سلوک کرے، برتن میں اگر کچھ بچ جائے تو اس کو بھی صاف کر لے۔ برتن، طباق وغیرہ کے کناروں پر جو کھانا لگا رہ جائے اس کو بھی پونچھ کر کھا لینا چاہیے۔ جو لوگ کھانے میں شریک ہوں ان کے ساتھ خوش گلائی سے پیش آئے کہ اگر وہ رنجیدہ ہوں تو ان کی رنجش دُور ہو جائے۔ اگر اپنے سے بلند مرتبہ لوگوں کے ساتھ کھانا کھائے تو ادب ملحوظ رکھے، اگر غریبوں (فقروں) کے ساتھ کھائے تو ان کو خود پر ترجیح دیتے ہوئے وہ چیزیں کھلائے جو ان کو مرغوب ہوں، دوستوں کے ساتھ کھائے تو شگفتہ مزاجی کے ساتھ کھائے، عاملوں کے ساتھ اس خیال سے کھائے کہ ان کی پیروی کرے گا اور ان سے آداب حاصل کرے گا۔ نابینا کے ساتھ کھائے تو اس کو جو چیزیں سامنے ہوں وہ بتا دے کہ بسا اوقات وہ اپنی گوری دنیا بینائی کی وجہ سے اچھا کھانا (عمدہ غذا میں) کھانے سے محروم رہ جاتے ہیں۔

ضیافت کے آداب شادی کے دلیمہ کی دعوت قبول کرنا مستحب ہے، جانے کے بعد اختیار ہے کھائے یا نہ کھائے، اگر نہ کھائے تو دعائے خیر کر کے چلا آئے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ حضور والا نے فرمایا جس کی دعوت کی گئی اور اس نے قبول نہ کیا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ جو بغیر بلائے (دعوت وغیرہ میں) جاتا ہے وہ چور ہو کر داخل ہوتا ہے اور لٹیروں کی طرح لوٹتا ہے۔ دعوت کے یہ احکام اس وقت کے ہیں جب مجلس بُری (نا جائز) باتوں سے پاک ہو۔ اگر وہاں کوئی ممنوع چیز ہے مثلاً دُھول، سارنگی، بربط، نفیری، شہابیہ، رہاب، طنبورے، سرود وغیرہ ہو کہ یہ سب چیزیں حرام ہیں۔ صرف دفن کا استعمال نکاح کے وقت جائز ہے۔ اس کے ساتھ ناچنا، گانا، مکروہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ** (لوگوں میں بعض وہ ہیں جو بیہودہ باتیں خریدتے ہیں) کی تفسیر میں بعض اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ ”لہو الحدیث“ سے مراد راگ اور شعر ہے۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ ناگ دل کے اندر اسی طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح سبب ہنرے کو اکاتا ہے۔

حضرت شبلیؒ سے لوگوں نے دریافت کیا، کیا گانا سننا درست ہے حضرت شبلیؒ نے کہا نہیں، لوگوں نے پوچھا پھر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا درست نہ ہونے کی صورت میں گمراہی کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔

راگ کے ناجائز ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ اس کو شن کر طبیعت میں جوش اور شہوت میں ہيجان پیدا ہوتا ہے، عورتوں کی طرف میلان، بے عقلی، سبکی، گمنامی اور بہت سی نفسانی خواہشات اس سے بیدار ہوتی ہیں۔ پس اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھنے والوں کے لئے اللہ کی یاد میں مشغول ہونا ایک ایسا عمل ہے جو پاکیزگی کے ساتھ ساتھ عافیت بخشنے والا ہے۔

دعوتِ ختمہ دعوتِ ختمہ مستحب نہیں ہے اس لئے دعوتِ ختمہ قبول کرنا بھی ضروری نہیں ہے۔ بچھاؤ لینا مکروہ ہے کیونکہ اس میں لوٹ سے مشابہت پائی جاتی ہے علاوہ ازیں چھپو راہن اور نفس کی ذلت بھی ہے۔ ولیمہ نکاح کے علاوہ کسی اور خوشی کے موقع پر دعوت اگر اس طریقہ سے کی جائے جو حضور والا کے ارشادِ منہ سے ہوئے طریقہ کے خلاف ہو یعنی ضرورت مندوں کو اس میں شرکت سے روکا گیا ہو اور مالدار جن کو دعوت کی ضرورت نہیں اس میں موجود ہوں تو ایسی دعوت مکروہ ہے اہل علم و فضل کے لئے دعوتِ طعام کے قبول کرنے میں عجلت کرنا بلا جہجگ قبول کر لینا مکروہ ہے۔ یہ ایک طرح کی بے شرمی بھی ہے اور نذیبہ پن بھی۔ جن بٹائے کسی دعوت میں شرکت کرنا دوہرا گناہ ہے۔ ایک تو بغیر ملائے کسی کے گھر میں داخل ہونا دوسرے بغیر دعوت کے کھانا اور اس طرح کسی کی پوشیدہ باتوں کو دیکھنا اور جگہ میں نہجی پیدا کرنا بے شرمی کی باتیں ہیں۔

کھانے کے آداب

کھانا کھاتے وقت تہذیب کا تقاضہ ہے کہ کھانے والوں کے چہروں کو نہ تکی، اس طرح ان کو شرمندگی ہوگی، کھانے پر ایسی باتیں نہیں کرنا چاہیے جس سے لوگ گھٹ گھٹ کھائیں۔ اسی طرح ہنسانے والی باتیں بھی نہیں کرنا چاہیے اس سے اندیشہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے حلق میں نوالہ پھنس کر پھنسا لگ جائے گا۔ ایسی باتیں بھی نہیں کرنا چاہیے جس کو گنہگار لوگ کبیرہ خاطر ہوں اس سے کھانے کا لطف جاتا رہتا ہے۔

کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد دگوں باحقوں کا دھونا مستحب ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا مکروہ ہے البتہ بعد میں دھونا مستحب ہے، پیاز، لہسن اور انگڑیا، کھانا مکروہ ہے اس لئے کہ ان سے بدبو پیدا ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بدبو دار کسبیاں کھائے وہ ہماری مسجدوں میں نہ آئے۔

اتنا زیادہ کھانا جس سے بدبھنی کا خطرہ ہو، مکروہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”پیٹ سے بدتر کسی برتن کو آدمی نہیں بھرتا“ میزبان کی اجازت کے بغیر ایک مہمان اپنا کھانا کسی دوسرے مہمان کو اگر دے تو یہ مکروہ ہے۔ اس لئے کہ میزبان کی چیز (کھانا وغیرہ) صرف مہمان کے لئے ہے۔ دوسروں کو دینے کا اس کو حق حاصل نہیں ہے، دعوت کھانے سے انسان دعوت کا مالک نہیں بن جاتا۔ اکثر لوگوں نے اس سلسلے میں اختلاط کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ جتنا کھانا مہمان کے پیٹ میں چلا جاتا ہے وہ اس کا مالک بن جاتا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کھانے والا، میزبان کے کھانے کا مالک بن ہی نہیں سکتا۔

جب کھانا سامنے لا کر رکھا جائے تو کھانا شروع کرے۔ اس وقت مزید اجازت کی ضرورت نہیں۔ اپنی چیز جان کر کھانا

شروع کر دے بشرطیکہ اس سستی کا رواج ایسا ہی ہو، اصل اجازت رواج ہی ہے۔ منہ سے کوئی چیز نکال کر کھانے کے برتن میں ڈالنا مکروہ ہے (بڑی وغیرہ کو الگ برتن میں رکھنے) کھاتے وقت خلال بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ دونوں باتیں مکروہ ہیں۔ آلودہ ہاتھ روٹی سے صاف نہیں کرنا چاہیئے۔ (روٹی خراب ہوگی) چند اقسام کے کھانے یکجا ملا کر نہ کھائے خواہ کھانے والے کی طبیعت کو یہ بات مرغوب ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ بہت سے لوگ اس سے کراہت کرتے ہیں۔ کھانے کی برائی کرنا جائز ہے۔ اسی طرح میزبان کو اپنے کھانے کی تعریف نہیں کرنا چاہیئے۔ کھانے کی قیمت لگانا بھی منع ہے اس سے رکاکت کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کی نہ تعریف فرماتے اور نہ برائی۔

کھانے والے کا اگر پیٹ بھر چکا ہو تب بھی اس وقت تک کھانے سے ہاتھ نہ ہٹائے۔ (کچھ کچھ تھوڑا تھوڑا کھانا رہے) جب تک دوسرے لوگ اپنا ہاتھ نہ ہٹالیں ہاں اگر دوسرے لوگوں کی طرف سے بے تکلفی محسوس ہو تو پھر خود بھی تکلف نہ کرے اور ہاتھ کھینچ لے، مستحب ہے کہ کھانے والے ایک ہی طشت میں ہاتھ دھو لیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم پر آگاہ نہ ہو اگر تفرقہ کرو گے تو تمہاری جمعیت بھی پر آگاہ ہو جائے گی۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جب تک طشت دھوؤں سے بھر نہ جائے اسے مت اٹھاؤ۔“

ہاتھ کن چیزوں سے
دھونا منع ہے
کھانے کی چیزوں سے ہاتھ دھونے یا صاف کرنا کی بھی ممانعت ہے جیسے آٹا (بیسن) باقلا، مسور وغیرہ سے (بطور صابن) ہاتھ دھونے کا کام نہ لیا جائے، بھوسی سے ہاتھ دھونا جائز ہے۔

دو کھجوریں ملا کر ایک ساتھ نہ کھائے، رسول اللہ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ تنہا کھا رہا ہو یا خود کھانے کا ٹالک ہو تو ایسا کرنا مکروہ نہیں ہے۔ مہمان کو چاہیئے کہ اپنی مرضی کے کھانے صاحب خانہ (میزبان) سے طلب نہ کرے، اس سے میزبان کو تکلیف ہوگی پس جو کچھ وہ پیش کر دے اسی پر اکتفا کرے، رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے میں اور میری اُمت کے پرہیزگار لوگ تکلف سے بیزار ہیں۔ ہاں اگر میزبان مہمان سے اس کی پسند اور مرضی دریافت کرے تو بتا دے کوئی ہرج ہیں ہے۔

اگر کھانے پینے کی چیز میں مکھی کے علاوہ کوئی اور سیال خون والی چیز گر پڑے تو کھانا ناپاک ہو جاتا ہے اور اس کو کھانا ناجائز ہو جاتا ہے، ہاں اگر خشک چیز ہو تو اٹھالے اگر سیال خون والی نہ ہو لیکن زہریلی ہو تو اس کو نہ کھائے۔ سانپ بچھو یا کوئی اور نقصان پہنچانے والی چیز کھانے میں گر جائے تو کھانا حرام ہو جاتا ہے، اگر مکھی گر جائے تو اس کو اتنا غوطہ دیدے کہ اس کے دونوں بازو ڈوب جائیں، پھر اس کو نکال کر پھینک دے کھانا پاک ہے گا خواہ مکھی گر کر مر ہی کیوں نہ گئی ہو، ایسا کھانا کھایا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کسی کے برتن میں اگر مکھی گر جائے تو اس کو غوطہ دیدے کیونکہ مکھی کے ایک بازو میں بیماری اور دوسرے میں شفا ہے اور مکھی شفا والے بازو کو ڈوبنے سے بچاتے رکھتی ہے اور بیماری والے کو ڈبو دیتی ہے۔

پینے کے مسائل | پینے کی چیز کو چوس چوس کر پینا مستحب ہے یعنی گھونٹ گھونٹ کر کے، جانور کی طرح ایک دم سانس کھینچ کر

کے پیئے بلکہ سانس لے لے کر تین مرتبہ میں پیئے مگر برتن میں سانس نہ لے۔ شروع میں بسم اللہ کہے اور آخر میں الحمد للہ۔

ان تمام متذکرہ باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ کھانے پینے میں بارہ باتیں خاص ہیں۔ ان میں گیارہ فرض ہیں، چار خلاصہ کلام سنتیں اور گیارہ مستحب ہیں۔

فرض باتیں یہ ہیں: (۱) کھانے والے کو معلوم ہو کہ کھانا کہاں سے اور کن ذرائع سے حاصل ہوا ہو (حلال ذریعہ سے ہے حرام ذریعہ سے تو نہیں)۔ (۲) کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا۔ (۳) جو ملے اور جتنا ملے اس پر قناعت کرنا۔ (۴) آخر میں شکر بجالانا۔

سنتیں یہ ہیں: (۱) کھانا کھانے میں بائیں پاؤں پر بیٹھنا۔ (۲) تین انگلیوں سے کھائے۔ (۳) کھانے سے فارغ ہونے پر انگلیوں کو بچائے۔ (۴) اپنے سامنے اور قریب سے کھائے۔

چار مستحب یہ ہیں: (۱) چھوٹا لقمہ کھائے اور اگلے خوب چبائے۔ (۲) لوگوں کی طرف کم دیکھے۔ (۳) روٹی کو دسترخوان کی طرح فرش نہ بنائے کہ اس پر سالن رکھ کر کھائے۔ (۴) تکیہ لگا کر یا چت لیٹ کر نہ کھائے۔

مہمانی میں روزہ افطار کرنا

روزہ دار شخص اگر کسی دوسرے شخص کے یہاں (ہمان بنکر) روزہ افطار کرے تو یہ دعا پڑھے۔

أَفْطَرُ عِنْدَ كُمْ الصَّائِمُونَ وَ أَكُلَ طَعَامَكُمْ الْأَبْرَارُ (ترجمہ) روزہ داروں نے تمہارے پاس افطار کیا، نیکوں نے تمہارا کھانا کھایا، تم پر رحمت نازل ہو، فرشتے تمہارے لئے دعا کریں۔ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم کو کھلایا اور پلایا، مسلمان بنایا۔ گمراہی سے نکال کر سیدھے راستے پر لگایا اور اپنی کثیر مخلوق پر ہم کو فضیلت عطا فرمائی۔ اے اللہ! امت محمدی علیہ وسلم کے بھوکوں کا پیٹ بھر دے، جو ننگے ہیں ان کو کپڑے پہنائے، بیماروں کو تندرست فرمائے، مسافروں کو وطن میں لوٹائے، گھر والوں کو یقیم کی پریشانی دور کر دے، ان کی روزی جاری فرمائے اور ان کے یہاں ہمارے آنے کو باعث برکت اور یہاں سے ہمارے جانے کو مغفرت کا باعث بنائے، ہم کو دونوں جہاں کی بھلائی عطا فرما اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ! اے رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والے۔

حمام - برہنگی - انگشتی - بیت الخلا
رفع حاجت اور استنجا کا طریقہ غسل

حمام کا حکم | حمام کا بنانا، بیچنا، خریدنا اور کرایہ پر دینا ہر چیز مکدہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں ستر عورت نہیں ہو سکتا۔

بلکہ عام طور پر برہنہ کی صورت پائی جاتی ہے، حضرت علیؑ کا فرمان منقول ہے کہ "حمام بُرا مقام ہے جہاں حیا کا لباس اتار دیا جاتا ہے اور قرآن کی تلاوت نہیں کی جاتی ہے"۔

اگر کوئی مجبوری نہ ہو تو حمام میں نہ جانا بہتر ہے، ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ حمام سے نفرت کرتے تھے اور اس کا سبب یہ بتاتے تھے کہ (حمام میں غسل کرنا) یہ عیش پرستی ہے۔ حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ حمام میں نہیں جاتے تھے۔ امام احمدؒ کے صاحبزادے عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو حمام میں جاتے کبھی نہیں دیکھا۔ لیکن اگر ضرورت ہی آپڑے تو حمام میں داخل ہونا جائز ہے مگر تہبند سے اپنے ستر کو چھپائے ہوئے اور دوسروں کے ستر سے آنکھیں چرائے ہوئے حمام میں داخل ہو۔ اگر حمام کا خالی ہونا ممکن ہو کسی وقت (تورات کو یاد دلانے کے لیے وقت کہ گناہ کا اندیشہ کم ہو حمام میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام احمدؒ سے حمام میں داخل ہونے کا مسئلہ دریافت کیا گیا تو فرمایا "اگر تم کو معلوم ہو کہ حمام کے اندر جتنے لوگ ہیں سب تہبند باندھے ہوئے ہیں تو داخل ہو سکتے ہو ورنہ نہیں! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اقدسؐ نے فرمایا، حمام بُرا مقام ہے جہاں نہ پردہ ہوتا ہے اور نہ اس کا پانی پاک ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر کوہ احد کے برابر گھونٹا مل جائے اور اس کے عوض حمام میں جانا پڑے تب بھی مجھے حمام میں جانے کی خوشی نہیں ہوگی۔ حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایت ہے کہ حضور گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اسے بغیر تہبند کے (باندھے) حمام میں نہیں جانا چاہیے۔

اگر عورتیں حمام میں جانا چاہیں تو ان شرائط کے تحت جا سکتی ہیں جو مردوں کے لئے بیان عورتوں کا حمام میں جانا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میری امت کے لوگو! سرزمینِ عجم (ایران) بہت جلد فح ہوگی اور وہاں تم ایسے گھر پاؤ گے جن کو حمام کہا جاتا ہے لہذا مرد بغیر تہبند کے وہاں نہ جائیں اور عورتوں کو وہاں بغیر حیض و نفاس کی مجبوری کے نہ جانے دیں۔

حمام کے آداب جب حمام میں جائے تو نہ السلام علیکم کہے اور نہ قرآن شریف پڑھے اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ

عند سے مروی حدیث اور پیش کی جا چکی ہے۔ حمام میں کسی حال میں بھی برہنہ ہونا جائز نہیں یہاں تک کہ غسل کی حالت میں بھی بالکل برہنہ ہونے کی مخالفت ہے۔ ابو داؤدؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ بہز بن حکیم سے اور انھوں نے اپنے

دادا سے نقل کیا ہے کہ میں نے عن کیا یا رسول اللہ ہم کس سے ستر چھپائیں اور کس سے نہ چھپائیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی بیوی اور باندی کے سوا تم اس کو سب سے چھپاؤ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر کوئی شخص تنہا ہو، فرمایا

آدمیوں سے زیادہ اللہ حق دار ہے کہ اس کی شرم کی جائے۔ ابو داؤدؒ نے اپنی اسناد سے حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت نقل کی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا "مرد، مرد کا ستر نہ دیکھے نہ عورت عورت کا؛ مرد، مرد کے ساتھ ایک کپڑا اوڑھ کر نہ لیٹے۔ اور نہ عورت عورت کے ساتھ ایک کپڑا اوڑھ کر لیٹے، اگر حج کے بالکل تنہا ہو اور کوئی دیکھتا بھی نہ ہو تب بھی بغیر تہبند باندھے۔

نہانا مکروہ ہے، ابو داؤد نے اپنی اسناد سے حضرت عطاء بن یعنی بن اُمیہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے شخص کو بغیر تہبند کے غسل کرتے ملاحظہ فرمایا تو آپ منبر پر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ بڑا احیاء دار اور پرہیز میں رہنے والا ہے اور حیا اور پرہیز کو پسند فرماتا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی غسل کرے تو پردہ کر لیا کرے۔ اگر کوئی غسل وغیرہ کے لئے پانی (دریا، حوض، چشمہ) میں داخل ہو تب بھی بغیر تہبند ہونا مکروہ ہے، پانی میں بھی تو بکثرت رہنے والے موجود ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر تہبند کے پانی میں داخل ہونے کی ممانعت فرمائی ہے۔ حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے کہ پانی میں بکثرت رہنے والے ہیں ان سے پردہ کرنے کے ہم زیادہ حقدار ہیں یعنی پانی کے اندر رہنے والی مخلوق سے بھی ستر عورت کرنا چاہئے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت امام احمدؒ نے بغیر تہبند کے پانی میں داخل ہونے کی اجازت دیدی تھی اور اس امر کو مکروہ نہیں سمجھا۔ کسی شخص نے امام صاحب سے دریافت کیا کوئی شخص نہر میں نہکا نہا رہا ہو اور اسے کوئی نہ دیکھے تو اس کے لئے کیا حکم ہے آپ نے جواب دیا کہ اس طرح نہانے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ تاہم بہتر یہی ہے کہ پانی میں بھی تہبند باندھ کر جائے۔

انگشتری

ابو داؤد نے اپنی اسناد سے لکھا ہے کہ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بعض عجمی فرمانرواؤں کے نام مکتوب گرامی ارسال فرمانے کا ارادہ کیا تو آپ سے عرض کیا کہ وہ لوگ بغیر ہمر کے کسی خط کو نہیں پڑھتے، اس وقت آپ نے چاندی کی ہمر بنوانے کا حکم دیا جس پر محمد رسول اللہ کندہ تھا۔ حضرت انسؓ نے یہ بھی فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری انگوٹھی چاندی کی تھی مگر اس کا نگینہ مجلسی عقیق کا تھا ابو داؤد ناقد سے اور وہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے اپنی انگوٹھی سونے کی بنوائی تھی جس میں چاندی کا نگینہ تھا۔ اور اس نگینہ پر محمد رسول اللہ کندہ تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ نگینہ کا رخ ہمیشہ اپنی کعبہ دست کی جانب رکھتے تھے۔ آپ کے زمانے میں اور لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوا کر پہنیں، حضور والا نے جب یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو اپنی انگوٹھی اتار ڈالی اور فرمایا اب میں اس کو کبھی نہیں پہنوں گا، اس کے بعد آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس پر محمد رسول اللہ کندہ کرایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی انگشتری حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہنی ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے یہاں تک کہ (ایک موقع پر) یہ انگشتری آپ کی انگلی سے نکل کر چاہ اریں میں گر گئی اور پھر ہمیشہ اسی میں رہی۔

لوہے اور پتیل کی انگوٹھی پہننا مکروہ ہے، ابو داؤد سے روایت عبد اللہ بن بریدہ مروی ہے کہ ایک شخص پتیل کی انگوٹھی پہنے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ مجھے تیری طرف سے بتوں کی بوجھوس ہو رہی ہے، اس شخص نے فوراً انگوٹھی اتار کر پھینک دی، دوبارہ ذہبی شخص لوہے کی

انگوٹھی پہن کر حاضر خدمت ہوا حضور نے فرمایا "کیا وجہ ہے کہ میں تجھے دوزخیوں کا زبور پہنے دیکھ رہا ہوں اس نے فوراً انگوٹھی اتار کر پھینک دی اور عرض کیا کہ یا رسول میں کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ آپ نے فرمایا "چاندی کی مگر ایک شقال کی پوری نہ ہو" درمیانی اور شہادت کی انگلی میں انگوٹھی پہننا مکروہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس سے منع فرمایا تھا، پس بائیں ہاتھ کی چنگلی میں پہننا بہتر ہے۔ ابو داؤد نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بائیں ہاتھ میں انگشتی پہنا کرتے تھے جس کا ٹکینہ کف دست کی طرف رکھتے تھے، سلف صالحین کا یہی طریقہ منقول ہے اس کے خلاف بدعتیوں کا عمل اور ان کی نشانی ہے۔ مستحب امر یہی ہے کہ دائیں ہاتھ سے پکڑ کر چیزوں کو بائیں ہاتھ میں لیا جائے بس یہی انگشتی کے لئے بھی مستحب ہے۔ انگوٹھی پر حروف اور نام کندہ ہوتے ہیں ان کا ادب بھی اسی طریقے سے ہوتا ہے۔ حضرت علی رضا کی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ اپنے دائیں ہاتھ میں انگشتی پہنا کرتے تھے لہذا اس روایت کے پیش نظر دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں میں انگوٹھی پہننے کا حکم مساوی خبیثیت رکھتا ہے مگر پسندیدہ بات پہلی ہی ہے۔

بیت الخلا، رفع حاجت اور استنجا کا طریقہ

جب پاخانے میں جانے کا ارادہ ہو تو سب سے پہلے وہ تمام چیزیں نکال کر الگ رکھ دے جن پر اللہ کا نام ہو جیسے ہنر، تعویذ وغیرہ۔ پھر الٹا پاؤں آگے بڑھائے اور دایاں پاؤں پیچھے رکھے (یعنی بائیں پاؤں پہلے بیت الخلا میں رکھے پھر دایاں) اور کہے: بِسْمِ اللّٰهِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ وَمِنَ الرَّجْسِ الْجَنَسِ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ (یعنی بسم اللہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں خبیث اور مادہ جنات سے اور پلید گندے پھٹکڑے ہوئے شیطان سے) حدیث شریف میں آیا ہے حضور اقدس نے فرمایا ان پاخانوں میں شیطان ہوتے ہیں اس لئے تم شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو اور تم میں سے ہر شخص بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت کہے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الرَّجْسِ الْجَنَسِ الْحَبِیْثِ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ اور جب تک زمین (بیت الخلا) کے قریب تک نہ پہنچ جائے اپنے پاخانہ میں داخل ہوتے وقت سر دھکا ہونا چاہیے۔ اور جب تک زمین (بیت الخلا) کے قریب تک نہ پہنچ جائے اپنے کپڑے نہ اٹھائے۔ رفع حاجت کے لئے بیٹھے تو بائیں ٹانگ پر زور دے کر بیٹھے اس طریقے سے رفع حاجت میں سہولت ہوتی ہے فارغ ہونے سے قبل کسی سے بات نہ کرے، بات کرنے والے یا سلام کرنے والے کا بھی جواب نہ دے۔ اگر اس اثنا میں چھینک آجائے تو بدل میں اللہ کی حمد و ثناء بیان کرے، آسمان کی طرف نہ دیکھے، اپنی یا کسی دوسرے شخص کی غلاظت ہوا (ریاح) خارج ہونے پر نہ ہنسنے۔ رفع حاجت کے لئے لوگوں سے دور چلا جائے، پیکیاب گیلنے جگہ نرم و جاذب تلاش کرے تاکہ لوٹ کر چھینٹیں نہ

پڑیں کسی کو اپنی شرمگاہ نہ دیکھنے دے، جہاں رفع حاجت کو بیٹھا ہے اگر وہ جگہ سخت ہو یا ہوا کا رخ مخالف ہو سامنے سے آتی ہو، تو شرمگاہ کا منہ زمین سے ملا کر رکھے، جنگل میں قبلہ کی طرف منہ کر کے یا پیٹھ کر کے نہ بیٹھے، جنوب رو یہ یا شمال رو یہ بیٹھے۔ چاند یا سورج کی طرف منہ کر کے بیٹھنا بھی منع ہے، کسی سوراخ میں پیشاب نہ کرے، کسی پھل والے یا غیر میوہ دار درخت کے نیچے پیشاب نہ کرے اس لئے کہ کبھی کبھی لوگ درخت کے نیچے (آرام کے لئے) بیٹھتے ہیں تو اس صورت میں ان کے پیر کے گندے ہو جائیں گے اور جو پھل اوپر سے گرے گا وہ بھی ناپاک ہو جائے گا۔ کسی راستے میں بھی پیشاب نہ کرے نہ کسی گھاٹ پر نہ کسی دیوار کے سائے میں ایسا کرنا موجب لعنت ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

رفع حاجت کے مقام پر قرآن پاک نہ پڑھے اور نہ کسی اور طرح اللہ کا ذکر کرے تاکہ اللہ کے نام کی بے ادبی نہ ہو صرف بسم اللہ اور اعموذ باللہ پڑھے۔ رفع حاجت کے بعد دعا پڑھے۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي اَذْهَبَ عَنِّي الْاَذَى وَعَافَانِي عُفْرَانًا (اللہ کا شکر ہے جس نے میرا کہ درد دور کیا اور مجھے محفوظ رکھا، میں تجھ سے مغفرت کا طالب ہوں) اس کے بعد اس جگہ سے ہٹ کر کسی پاک جگہ پر آجائے اور وہاں استنجا کرے تاکہ ہاتھ نجاست سے آلودہ نہ ہوں اور پانی کی چھینٹیں بدن اور کپڑوں پر نہ آئیں۔

اگر باہر نکلنے والی نجاست غیر معمولی طور پر مقام خروج سے ادھر ادھر نہ پھیلی ہو بلکہ سمٹی ہوئی (ایک جگہ) ہو تو استنجا کرنے والے کو اختیار ہے کہ اسی جگہ استنجا کرے لیکن یہ خیال رہے کہ نجاست سے ہاتھ آلودہ نہ ہوں اور بدن یا کپڑوں پر چھینٹیں نہ پڑیں۔ استنجا خشک چیز سے کرے یا پانی سے (اختیار ہے) اگر خشک چیز سے صاف کرنے کا ارادہ ہو تو پتھر یا مٹی کے تین ایسے ٹکڑے لے جو پاک ہوں (ان سے پہلے استنجا نہ کیا گیا ہو)۔ استنجا کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ دائیں ہاتھ میں پتھر یا مٹی کا ایک ٹھیلہ لیا جائے اور غلاطت کے خارج ہونے والے مقام کو اس سے رگڑے مگر اس سے قبل پیشاب کو ایسا خشک کر لے کہ پھر قطرہ نکلنے کا امکان نہ رہے، کھانسنے کو اس کی تحقیق کرے اس کو استبرأ کہتے ہیں اور جو قطرے برآمد ہوں ان کو دائیں ہاتھ کے پتھر سے خشک کرے، یہاں تک کہ سوراخ کے منہ پر تری کا نشان بھی باقی نہ رہے اس طرح تین پتھروں سے کیا جائے۔ اگر پتھر کے ٹکڑے میسر نہ آئیں تو تین ٹھیکریاں یا تین ڈھیلے لیکر ان پر مذکورہ عمل کرے۔ کچھ بھی نہ ہو تو تین مٹی مٹی لے لی جائے یا زمین یا دیوار سے غصو مخصوص کو مٹس کر کے ہر مرتبہ دیکھ لے کہ خشکی آئی یا نہیں، اس عمل کے بعد یقین کرے کہ استنجا کا حکم پورا ہو گیا۔ صرف سوتنے سے پرہیز کرے بلکہ دندڑی کے آخری حصے سے ستر کی طرف سوتنے۔ کیونکہ پیشاب کے قطرے اکثر دندڑی ہی میں رہ جاتے ہیں اور وضو سے فارغ ہونے کے بعد نکلتے ہیں جس سے وضو ڈٹ جاتا ہے۔ اس لئے حکم ہے کہ پاک کرنے اور کھانسنے سے قبل تین چار قدم زمین پر پیر مارتا ہوا چلے تاکہ پیشاب کا کوئی قطرہ باقی نہ رہ گیا ہو تو نکل جائے۔

پاخانے کے مقام (مقعد) کو صاف کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ میں پتھر لے کر آگے سے پیچھے کی طرف خروج (غلاطت) کے مقام تک کھینچے پھر اس پتھر کو پھینک دے اب دوسرا پتھر لے کر پیچھے سے آگے کی طرف کھینچے پھر اس کو بھی پھینک دے اب تیسرا پتھر لے کر مقام خروج کے چاروں طرف کنا روں پر ملے۔ پھر اس کو بھی پھینک دے اس طرح مزدری

طہارت حاصل ہو جائے گی۔ اگر تیسرے پتھر سے پوری طہارت نہ ہو اور تری نمودار ہو تو دو پتھر اور استعمال کرے یعنی پتھروں کی تعداد پانچ کرے اور اس سے بھی زیادہ سات پتھر استعمال کر سکتا ہے لیکن طاق تعداد ہونا چاہیے۔ اگر ایک یا دو پتھروں سے طہارت ہو جائے جب بھی تعداد تین تک بڑھائے شریعت کا یہی حکم ہے۔

پتھر استعمال کرنے کا ایک اور طریقہ بھی ہے وہ اس طرح ہے کہ بائیں ہاتھ میں ایک پتھر لے کر مقام خردج کے دائیں کنارے پر آگے سے پیچھے تک لیجائے پھر اسی طرح بائیں کنارے سے آگے سے پیچھے تک لے جائے اب اس پتھر کو پھینک دے۔ اب دوسرا پتھر لے کر بائیں کنارے کے اگلے حصہ سے پھیرتا ہوا دائیں کنارے کے اگلے حصے تک لائے پھر تیسرے پتھر سے درمیانی حصے کی صفائی کرے۔ یہ دونوں طریقے جائز ہیں۔

حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے کسی دیہاتی صحابی سے کہا میرے خیال میں تم کو اچھی طرح رفع حاجت کے لئے بیٹھنا بھی نہیں آتا، صحابی نے کہا آتا کیوں نہیں، تیرے باپ کی قسم میں اس سے اچھی طرح واقف ہوں، اس شخص نے کہا اچھا بیان کرو، صحابی نے کہا کہ میں رفع حاجت کے لئے بیٹھتے وقت قدموں کو دور دور رکھتا ہوں، ڈھیلے تیار رکھتا ہوں۔ شیخ گھاس کی طرف منہ اور ہوا کے رخ پر پشت رکھتا ہوں، ہرن کی طرح دونوں پاؤں پر زور دے کر بیٹھتا ہوں اور شتر مرغ کی طرح سرین کو اونچا رکھتا ہوں۔

پانی سے استنجا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ عضو مخصوص کو بائیں ہاتھ سے مقام کر دائیں ہاتھ سے اس پر سات دفعہ پانی سے استنجا پانی ڈال کر دھوئے، دھونے میں عضو مخصوص کو سونتے یعنی استبرأ کرے تاکہ باقی قطرات بھی خارج ہو جائیں۔ فقہائے مدینہ نے مرد کی شرمگاہ کو جانور کے تھن سے تشبیہ دی ہے کہ جب تک سونتا جاتا ہے کچھ نہ کچھ برآمد ہی ہوتا ہے یہاں تک کہ جب پانی ڈالا جاتا ہے تو پشاب بند ہو جاتا ہے۔

پچھلی شرمگاہ کی طہارت کی شکل یہ ہے کہ پانی دائیں ہاتھ سے ڈالے اور بائیں ہاتھ سے صفائی کرے، پانی مسلسل ڈالتا رہے، مخرج کو کسی قدر ڈھیلا چھوڑ دے اور ہاتھ سے خوب ملے یہاں تک کہ پاکیزگی اور طہارت کا یقین ہو جائے۔ اگلی اور پچھلی شرمگاہ کے اندرونی حصوں کا دھونا ضروری نہیں ہے۔ ہوا خارج ہونے کے بعد استنجا ضروری نہیں۔

طہارت کے لئے خشک چیزوں کا استعمال بھی کا ذاب ہے مگر اس کے ساتھ پانی سے بھی استنجا کرے تو بہتر ہے، پانی کا استعمال ہر حال میں اولیٰ اور افضل ہے۔ پانی سے اگر استنجا نہ کیا جائے تو دوسرا پیدا ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ کچھ شاعر یا نیا سے استنجا نہیں کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ان سے یہ ہودہ اور فحش کلام سرزد ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ایسے گندے اور فحش کلام سے پناہ میں رکھتے۔ اگر نجاست پھیل کر مرد کی شرمگاہ کے سر کے بیشتر حصہ تک پہنچ جائے یا پچھلی شرمگاہ کے دونوں کناروں پر لگ جائے تو ایسی صورت میں بغیر پانی کے استنجا درست نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ نجاست خشت کی جگہ سے باہر نکل گئی ہے اور اس نجاست کے مانند ہوگی جو باقی بدن پر ہو جیسے ران اور سینہ وغیرہ، اس لئے پانی کے بغیر پاکی ممکن نہیں ہوگی۔

لے عرب کی سرزمین پر ایک خوشبودار گھاس ہوتی ہے اس کو شح کہتے ہیں۔ لے حشفہ تک۔

کن چیزوں سے استنجا کرنا جائز ہے وہ خشک پاک اور صاف ہوں اور از قیسم طعام نہ ہوں
اسی طرح ان چیزوں سے بھی استنجا کرنا درست نہیں جن کا احترام کیا جاتا ہے۔ اور ان سے
جو کسی جانور کے جسم کا حصہ ہوں جیسے ہڈی یا گوشت وغیرہ، کیونکہ یہ اشیاء جنات کی غذا ہیں۔

کن چیزوں سے استنجا
کرنا چاہیے

زخم ڈالنے والی یا خراش پیدا کرنے والی چیزوں سے بھی استنجا نہیں کرنا چاہیے، جیسے شیشہ، کوئلہ یا کنکریاں وغیرہ۔
ترجیح کے علاوہ باقی جو چیز بھی دونوں راستوں (عضو مخصوص اور مقعد) سے برآمد ہو اس صورت میں
استنجا واجب ہے جیسے پاخانہ، کھڑے، پتھری، پیپ، لہو، بول۔

استنجا کی ضرورت

مرد کی شرمگاہ (عضو مخصوص) سے نکلنے والی چیزیں یہ پانچ ہیں۔

(۱) پیشاب

(۲) مذی، وہ رقیق سفید پانی جو لیسدار ہوتا ہے، جو شہوانی باتوں یا شہوت کے وقت خارج ہوتا ہے، اس صورت میں
صرف پیشاب گاہ کا دھونا کافی نہیں بلکہ فوطوں کو بھی دھونا چاہیے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی
رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا "یہ مرد کا پانی ہے، ہر مرد سے نکلتا ہے اور جب یہ نکلے تو اس مقام

کو اور فوطوں کو دھولینا چاہیے۔"

(۳) دوی، وہ سفید گاڑھا پانی یا رطوبت جو پیشاب کے بعد نکلتی ہے۔ اس کا حکم پیشاب کا ہے۔

(۴) منی، یعنی وہ سفید پانی جو جماع یا احتلام کی خصوصی کیفیت کے وقت شرمگاہ سے کود کر نکلتا ہے۔ آدمی میں قوت

زیادہ ہو تو اس کا رنگ زرد ہوتا ہے اور کثرت جماع کی وجہ سے اس کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے۔ ضعف بدن اور

کمزوری کی وجہ سے اس میں پتلا پن پیدا ہو جاتا ہے، اس کی بو کھجور کے شگونے یا گوندھے ہوئے آلے کی بو کی طرح ہوتی ہے

ایک روایت میں اس کو پاک قرار دیا گیا ہے لیکن اس کے نکلنے سے پورے بدن کا دھونا (غسل) واجب ہو جاتا ہے۔ عورت

کا پانی (منی) زرد رنگ کا ہوتا ہے۔

(۵) کبھی مرد کی اگلی شرمگاہ سے ہوا (ترجیح) خارج ہوتی ہے اس کے نکلنے پر استنجا ضروری نہیں۔

طہارت کبریٰ

(غسل)

غسل جن کو طہارت کبریٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے دو طرح کا ہے ایک کامل اور ایک بقدر ضرورت
کامل غسل یہ ہے کہ جنابت یا حدث اکبر کو دور کرنے کے لئے نیت کے ساتھ کیا جائے۔ دل سے

غسل کی کیفیت اور حکم

نیت کرنے کے بعد زبان سے بھی کہہ لے تو افضل ہے۔ پانی جتنے وقت بسم اللہ پڑھے، تین بار دونوں ہاتھ دھوئے۔ بدن پر جو

سخت لٹی ہو اس کو دھو ڈالے پھر پورا وضو کرے، پاؤں اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ دھوئے، تین چلو (اپ) پانی سر پر

اس طرح ڈالے کہ بالوں کی جڑیں تر ہو جائیں پھر تین مرتبہ سارے جسم پر پانی بہائے، دونوں ہاتھوں سے بدن بھی ملتا جائے، رانوں کے گوشے رجن کو جھٹکا سے کہتے ہیں، اور بدن کی کھال کی شکنیں بھی دھوئے، ان مقامات پر پانی یقینی طور پر پہنچانا چاہیے۔ حضور اقدس کا ارشاد ہے ”بالوں کو تر کرو اور جلد کو خوب صاف کرو، غسل کے دوران اگر کوئی فعل ایسا سرزد نہ ہوا ہو جس سے وضو جاتا رہتا ہے تو اسی غسل سے نماز پڑھنا جائز ہے (مزید کی ضرورت نہیں ہے) حدیث اصغر اور حدیث اکبر دونوں کو دور کرنے کے لئے یہی غسل کافی ہوگا اگر غسل کے دوران وضو ٹوٹ گیا ہو تو نماز کے لئے دوبارہ وضو کیا جائے۔

غسل جنابت غسل جنابت کے سلسلے میں جو تفصیل پیش کی گئی اس کی اصل ثبوت وہ روایت ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کرنا چاہتے تو تین بار دونوں ہاتھ دھوتے پھر دائیں دست اقدس میں پانی لیکر بائیں دست مبارک پر پانی بہاتے پھر کھلی فرماتے اور یمنی مبارک میں پانی پہنچاتے۔ تین بار چہرہ مبارک و زین بار دونوں دست مبارک دھوتے پھر تین بار سر مبارک پر پانی ڈالتے اور اس کو دھوتے جب غسل فرما کر باہر تشریف لاتے تو دونوں قدم اقدس دھوتے۔

قسم دوم معنی کفایت کرنے والی طہارت یہ ہے کہ اپنی شرمگاہ کو دھو کر نیت کرے اور بسم اللہ پڑھ کر کھلی کرے ناک میں پانی ڈالے کیونکہ وضو اور غسل دونوں میں پانی ڈالنا واجب ہے۔ اس کے بعد سارے جسم پر پانی بہائے۔ دوران غسل ناک میں پانی ڈالنے اور کھلی کرنے کے بارے میں دو روایتیں ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ طہارت صغریٰ میں بھی جائز ہے لیکن ایسے غسل کے ساتھ نماز پڑھنا جائز نہیں جب تک کہ غسل اور وضو دونوں کی نیت نہ کی ہو، اگر وضو کی نیت نہ ہو تو وضو نہ ہوگا اور اس کی نماز بھی صحیح نہیں ہوگی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کا وضو نہ ہوگا اس کی نماز نہ ہوگی اور طہارت کبریٰ میں غسل بھی ہو گیا اور وضو بھی۔

پانی کا استعمال غسل میں پانی بیکار اور زائد استعمال کرنا مستحب نہیں، درمیان میں طور پر صرف کرنا اچھا بھی ہے اور مستحب بھی، اگر غسل اور وضو کی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں تو اسراف کے مقابلے میں کم پانی استعمال کرنا بہتر ہے ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مٹہ پانی سے وضو اور ایک صاع پانی سے غسل فرماتے۔

اعضاء دھونے کے وقت کی مستحب عاتین

استنجا کے بعد کی دعا: استنجا سے فارغ ہو کر یہ پڑھے۔
اللَّهُمَّ نِقَّ قَلْبِي مِنَ الشَّكِّ وَالتَّفَاقِ

الہی! میرے دل کو شک اور نفاق سے پاک رکھ اور میری

لے مٹہ پانی کا ہوتا ہے اور صاع ۴ مٹہ کا۔ رطل بیس سیر کا قدیم زمانے میں ہوتا تھا۔ جب کہ سیر ساڑھے چار مثقال کا ہوتا تھا۔ آج کل کے اعتبار سے مٹہ کا وزن سوا پانچ سیر کے برابر ہے۔

شرمگاہ کی بے حیائیوں سے حفاظت فرما۔

Amien

بِسْمِ اللّٰهِ کہتے وقت کی دعا :- بِسْمِ اللّٰهِ پڑھتے وقت کہے۔

پروردگار میں شیطانی وسوسوں سے پناہ مانگتا ہوں۔

یا اللہ! اپنے شیطانوں کے آنے سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔

Amien

اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ وَ

اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّخْضَرُّوْنِ ۝

ہاتھ دھوئے وقت کہے۔

الہی! میں تجھ سے خیر و برکت چاہتا ہوں اور نحوست،

بربادی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

Amien

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الْیَمْنَ وَالْبَرَکَۃَ

وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشُّوْمِ وَالْهَلَکَۃِ

کلی کرتے وقت کی دعا :- کلی کرتے وقت یہ دعا پڑھے۔

الہی! اپنی کتاب قرآن (پاک) کے پڑھنے میں اور اپنی یاد بکثرت کرنے میں

تیری مدد فرما تاکہ میں قرآن پاک ثوابت حصوں اور کثرت سے تیری یاد رکھوں۔

Amien

اَللّٰهُمَّ اَعِیْزْنِیْ عَلٰی سِلَآۃِ وَیۡۃِ الْقُذٰلِ

کِتَابُکَ وَ کَثْرَۃِ الذِّکْرِ لَکَ ۝

ناک میں پانی ڈالتے وقت :- ناک میں پانی چڑھانے وقت کہے۔

خدایا! اپنی خوشنودی کے ساتھ مجھے جنت کی خوشبو سونگھا

(مجھے جنت کی خوشبو سونگھا اور مجھ سے راضی ہو جا)

Amien

اَللّٰهُمَّ اَوْجِدْنِیْ رَاحِۃَ الْجَنَّةِ

وَ اَنْتَ عِنِّیْ رَاضٍ ۝

ناک صاف کرنے کے وقت :- یہ دعا پڑھے۔

الہی! میں دوزخ کی بو سے اور آخرت کے گھر کی حیرانی

سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ رَّوَّاحِ النَّارِ

وَ مِنْ سُوْءِ الدَّارِ ۝

منہ دھونے کے وقت :- یہ دعا پڑھے۔

الہی! اس روز میرے منہ کو سفید (روشن) کرنا جس روز

تیرے دوستوں کے منہ سفید ہونگے اور جس روز تیرے دشمنوں کے

چہرے سیاہ ہونگے اس روز میرے چہرے کو سیاہی سے محفوظ رکھنا

Amien

اَللّٰهُمَّ بَیِّنْ وَ جِہِیْ یَوْمَ تَبْیَضُ

وَ جُوْہُ اَوْلِیَآئِکَ وَ لَا تَسْوَدُ

وَ جِہِیْ یَوْمَ تَسْوَدُ وَ جُوْہُ اَعْدَآئِکَ ۝

سیدھا ہاتھ دھوئے وقت :- یہ دعا پڑھے۔

الہی! اعمالانہ میرے سیدھے ہاتھ میں دینا اور میرا

حساب آسان کر دینا۔

Amien

اَللّٰهُمَّ اِیِّتِنِیْ کِتَابًا یَسِیْرًا

حَاسِبِنِیْ حِسَابًا یَسِیْرًا ۝

دست چپ دھوئے وقت :- یہ دعا پڑھے۔

الہی! میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تو بائیں

ہاتھ میں یا پشت کے پیچھے سے میرا اعمالانہ مجھے دے۔

Amien

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ تُؤْتِیْنِیْ کِتَابِیْ

بِشِمَالِیْ اَوْ مِنْ دَّرَآءِ ظَهْرِیْ ۝

سُحْر کا مسح کرتے وقت :- سر کا مسح کرتے وقت یہ کہے :-

اللَّهُمَّ غَشِيَنِي بِرَحْمَتِكَ وَأَنْزِلْ عَلَيَّ مِنْ بَرَكَاتِكَ وَأُظِلِّنِي تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّكَ .

الہی مجھے اپنی رحمت میں چھپالے اور مجھ پر اپنی برکتیں نازل فرما اور اس دن اپنے عرش کے نیچے مجھے جگہ دے جس دن تیرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

کانوں کے مسح کرتے وقت کی دعا :- کانوں کے مسح کرتے وقت یہ دعا پڑھے :-

اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ، اللَّهُمَّ اسْمِعْنِي مُنَادِيَ الْجَنَّةِ مَعَ الْأَبْرَارِ

خدایا! مجھے ان لوگوں میں سے کر دے جو اچھی بات سن کر اس کی پیروی کرتے ہیں الہی مجھے نیکوں کے ساتھ بہشت کے منادی کی آواز سنا۔

گردن کا مسح کرتے وقت کی دعا :- گردن کا مسح کرتے وقت یہ دعا پڑھے :-

اللَّهُمَّ فَكْ رَقَبَتِي مِنَ النَّارِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ السَّلَاسِلِ وَالْأَغْلَالِ .

الہی میری گردن کو دوزخ سے آزاد فرمائے نہ بخیر و نہ بطورقوں سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔

دایاں پاؤں دھوتے وقت یہ دعا پڑھے :-

اللَّهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِي عَلَى الصِّرَاطِ مَعَ أَقْدَامِ الْمُؤْمِنِينَ .

الہی! اہل ایمان کے ساتھ میرے قدم کو پل صراط پر قائم فرما۔

بایاں پاؤں دھوتے وقت کی دعا :- بایاں پاؤں دھوتے وقت یہ دعا پڑھے :-

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ تَزِلَّ قَدَمِي مِنَ الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ أَقْدَامُ الْمُتَكَاْفِقِينَ .

الہی جس روز منافقوں کے قدم پل صراط سے پھسل جائیں گے اس روز میں اپنے قدم کے پھسلنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

وضو سے فراغت پانے کی دعا :- وضو سے فارغ ہو کر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر یہ دعا پڑھے :-

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ عَجَلْتَ سُوءَ أَوْطَلَمْتُ نَفْسِي أَسْتَغْفِرُكَ وَأَسْأَلُكَ التَّوْبَةَ فَاغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ .

میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ الہی! تو پاک ہے اور اپنی تعریف کا مستحق، تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں نے بدی کی اور اپنی جان پر ظلم کیا میں تجھ سے مغفرت کا طالب ہوں اور معافی کا خواستگار۔ مجھے بخش دے اور معافی دے تو بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُطَهَّرِينَ وَاجْعَلْنِي صَبُورًا شُكُورًا أَذْكُرُكَ وَأَسْتَغْنِيكَ بِكَ لَا وَاصِلَ .

الہی مجھے توبہ کرنے والوں میں سے کر دے اور پاکبازوں میں سے بنائے اور صابر و شکر گزار کر دے اور ایسا کر دے کہ میں تیری یاد کیا کروں۔ اور صبح و شام تیری پاکی بیان کروں۔

Ameen

لباس، خواب اور گھر سے باہر نکلنے کے آداب

لباس پانچ طرح کا ہوتا ہے، ہر مکلف (بالغ، صاحب ہنم) کے لئے حرام (۲)، بعض کے لئے حلال اور بعض کے لئے حرام۔ (۳) مکروہ۔ (۴) مباح۔ (۵) وہ جس کے استعمال کی معافی ہے (یعنی اجازت ہے)۔

۱۔ چھینا ہوا لباس ہر مکلف (بالغ اور فہیم) کے لئے حرام ہے۔ (۶) ریشمی لباس عورتوں کے لئے حلال ہے اور بالغ مردوں کے لئے حرام ہے۔ نابالغ لڑکوں کو ریشمی لباس پہنانے کے جواز و عدم جواز کی دو روایتیں ہیں۔ جہاد میں مجاہدین کے لئے بھی ریشمی لباس پہننے کے جواز و عدم جواز کی بھی دو متضاد روایتیں ہیں۔ ان میں ایک روایت میں اس لباس کو مباح لکھا ہے۔ (۷) کپڑا اتنا لمبا پہننا کہ غور و تجسس کی حد میں داخل ہو جائے مکروہ ہے۔ (۸) اسی طرح وہ لباس بھی مکروہ ہے جو ریشم اور سوت سے مل کر بنا ہو لیکن ریشم اور سوت کی تعداد معلوم نہ ہو کہ کتنی ہے (نصف نصف ہے یا کم و بیش ہے)۔ (۹) وہ لباس جس کی معافی (اجازت) ہے وہ لباس ہے جو لوگوں میں معروف ہو اور مستعمل ہو لہذا ایسا لباس پہننے جیسا عموماً اہل شہر پہنتے ہیں تاکہ لباس سے بیگانگی کا اظہار نہ ہو۔ رواج سے ہٹ کر لباس پہننے والے پر لوگ عموماً انگشت نکاتی کرتے ہیں اور غیبت کرتے ہیں۔ اس طرح یہ لباس پہننے والے کے لئے بھی تکلیف کا باعث بنتا ہے اور دوسروں کے لئے غیبت کا سبب بنتا ہے۔

لباس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک لباس واجب ہے اور دوسرا مستحب!! پھر واجب کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک حق اللہ (وہ جو اللہ تعالیٰ کے حق کی طرف راجع ہو)۔ دوسرا حق الناس (وہ جو صرف انسان کے حق کی طرف راجع ہو)۔

۱۔ حق اللہ یہ ہے کہ اپنی برہنہگی کو لوگوں سے اس طرح چھپائے جیسا چھپانے کا حکم ہے، اس کی تفصیل برہنہ کی بیان میں۔ ہو چکی ہے۔ (۲) حق الناس یہ ہے کہ گرمی سردی اور اپنی حفاظت کے لئے انسان لباس پہنے۔ یہ واجب ہے ایسے لباس کو ترک کرنا حرام ہے کیونکہ اس کے ترک میں جان کا خطرہ ہے اور ایسا کرنا حرام ہے۔

مستحب لباس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک حق اللہ اور دوسری حق الناس۔ اول الذکر وہ لباس ہے جو چادر کی طرح نماز کی جماعتوں، عیدین کے اجتماعات اور جمعوں میں لوگ پہنتے ہیں، آدمی کو چاہئے کہ ایسے اجتماعات میں خوبصورت کپڑوں سے اپنے کندھوں کو برہنہ نہ کرے۔ دوسری قسم کا لباس یعنی حق الناس یہ ہے کہ عمدہ اور نفیس کپڑے جو مباح ہیں وہ پہنتے تاکہ آدمی کی شرافت نفس میں کمی نہ آئے لیکن ایسے کپڑے پہن کر دوسرے لوگوں کو حقیر نہ جانے۔

عمامہ یعنی پگڑی باندھتے وقت اس کا ایک سر دانٹوں میں دبائے اور پھر سر پر کیٹے یہ طریقہ مستحب ہے لباس کی ہر وہ وضع مکروہ ہے جو اہل عرب کی وضع کے خلاف اور عجیبوں سے مشابہہ ہو۔

تہنبد

تہنبد کا دامن بہت زیادہ لمبا رکھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کا تہنبد (انزار) آدھی پنڈلی تک ہوتا ہے یا ٹخنوں تک جو ٹخنوں سے نیچے ہو دوزخ میں جلے گا۔ یعنی جس قدر جامہ ٹخنوں سے نیچے ہو گا وہ دوزخ میں جلے گا۔ جو انزار (تہنبد) کو گھسیٹتا ہوا چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی طرف رحمت کی نظر نہیں فرمائے گا۔ یہ حدیث ابو داؤد نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابوسعید خدریؓ سے نقل کی ہے۔

نماز پڑھتے وقت چادر کو اتنا تنگ نہ پہنے کہ ہاتھ باہر نکالنے میں دقت ہو ایسا کرنا مکروہ ہے۔ سدل بھی مکروہ ہے یعنی چادر کے وسطی حصے کو سر پر رکھنا اور ادھر ادھر کے دونوں کناروں کو پشت پر لٹکا دینا۔ یہ یہودیوں کا لباس ہے۔ اگر اندرونی کپڑے نہ پہنے ہو اور صرف تہنبد باندھے ہو تو احتیاب بھی ناجائز ہے۔ احتیاب کی صورت یہ ہے کہ دونوں زانو کھڑے کر کے سینے کی جانب سمیٹ لے جائیں اور سرین کے بل بیٹھا جائے اور چادر کو پیچھے سے گھما کر سامنے لا کر گھٹنوں کو گھیرے میں لیکر باندھا جائے تاکہ کمر کا سہارا ہو جائے اس صورت میں شرمگاہ کے کھل جانے کا خطرہ ہوتا ہے لیکن اگر کوئی کپڑا اندر پہنے ہو تو احتیاب جائز ہے۔ نماز میں منہ بالکل لپیٹ لینا اور ناک ڈھانک لینا مکروہ ہے (اس کو تلبیم کہتے ہیں)

مردوں کے لئے عورتوں کی وضع اختیار کرنا اور عورتوں کے لئے مردوں کے مشابہ لباس نہیں پہننا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرتے والے (مرد اور عورت) پر لعنت بھیجی ہے اور عذاب کی وعید سنائی ہے۔

نماز میں اتنا بھی مکروہ ہے، اتنا کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ پاؤں کے تلوے اور ایڑیاں اوپر کی طرف اوڑھ لیں زمین سے لگے ہوں اور آدمی ایڑیوں پر بیٹھا ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں سرینوں کی نوکوں پر بیٹھا ہو اور پاؤں کتے کی طرح آگے کی طرف پھیلے ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ کتے کی بیٹھک ہے اور اس طرح بیٹھنا منع ہے۔ ایسا لباس پہننا جس سے بدن نظر آتا ہو مکروہ ہے۔ اگر قصد ایسا لباس پہنے کا جس سے بدن کا ممنوعہ حصہ چھلکا ہو تو ایسا شخص فاسق ہے، ایسا لباس پہنکر نماز بھی درست نہیں ہوگی۔

پانچامہ (سراویل)

پانچامہ کی شریعت میں تعریف کی گئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچامہ کو نصف لباس قرار دیا ہے اور اسے مردوں کے لئے موزوں بتایا ہے۔ پانچامے کے پانچوں کی موریوں زیادہ کشادہ رکھنا مکروہ ہے۔ تنگ موریوں زیادہ پسندیدہ اور بہتر ہیں۔ اس سے بے پردگی نہیں ہوتی۔ ستر عورت اچھی طرح ہوتا ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الہی! پانچامہ پہننے والی عورتوں کو بخش دے، حضور نے یہ دعا اس وقت فرمائی جب ایک عورت جو پانچے اٹھائے ہوئے تھی۔ بلندی پر چڑھتے ہوئے گر پڑی۔ حضور نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا تھا۔ اس وقت کسی نے عرض کیا کہ یہ عورت پانچامہ پہنے ہے اس وقت آپ نے مندرجہ بالا دعا فرمائی۔ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور نے ایسے ڈھیلے پانچامہ کو جن کے پانچے پاؤں کے اوپری حصہ کو چھپا دیں ناپسند فرمایا ہے۔ کشادہ پانچوں والے ڈھیلے پانچامے کو مخرج عیش کہتے ہیں۔ چنانچہ مثل میں آیا ہے عیش مخرج (فراخ حالی کی زندگی)۔ سب سے بہتر وہ لباس ہے جو پردہ پوش ہے۔

لے جس طرح آجکل عام طور پر مغل کے دونوں سرے پشت پر ڈال دیتے ہیں اور وسطی حصہ گلے میں رہتا ہے۔ (مترجم)

آداب خواب

۱۔ اصفہانی سہ ماہی آئندہ کہلاتا ہے۔

حضرت ابوقتادہ کا بیان ہے کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سچا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور یہودہ خواب شیطان کی طرف سے؛ پس اگر کوئی شخص ناپسندیدہ اور یہودہ خواب دیکھے تو بیدار ہونے پر بائیں طرف تین مرتبہ تھو کے اور اللہ سے اس کی برائی کی پناہ مانگے۔ ایسا شخص بُرے خواب سے محفوظ رہے گا۔

مومن کا خواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ فجر کی نماز سے فراغت کے بعد حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے تھے کیا آج رات تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ پھر آپ فرماتے کہ میرے بعد سولے سچے خواب کے نبوت کا کوئی اور حصہ باقی نہیں رہے گا۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ”حضور دالانے ارشاد فرمایا کہ مومن کا خواب نبوت کا چمپا لیسواں حصہ ہے۔“

گھر سے باہر نکلنے کے آداب

گھر سے نکلتے وقت گھر سے باہر نکلنے وقت ان کلمات کو پڑھے جو حضرت ام سلمیٰ سے شعبی کی مروی حدیث میں ہے کہ انھوں نے فرمایا جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر سے باہر نکلے ہمیشہ آسمان کی طرف دوئے مبارک فرما کر یہ الفاظ زبان مبارک سے ادا فرمائے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اُیْرَلَ اَوْ اُیْرَلَ اَوْ اُظْلِمَ اَوْ اُظْلِمَ اَوْ اُجْهَلَ اَوْ یُجْهَلَ عَلَیَّ (اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں گمراہ ہو جاؤں یا مجھے گمراہ کر دیا جائے، میں پھنسل جاؤں یا مجھے پھسلا دیا جائے، میں خود ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے، میں خود نادان ہوں یا نادان بنایا جاؤں۔)

اور پھر قل ھو اللہ اور قل اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (معوذتین) کے ساتھ صبح و شام یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ بِكَ نَصِيْحٌ وَ بِكَ نَسِيْحٌ وَ بِكَ نَمُوْتُ (اللہ! ہم تیرے ساتھ صبح کرتے ہیں اور تیرے ساتھ شام کرتے، تیرے ہی فضل سے جیتے اور تیرے ہی حکم سے مرتے ہیں۔) صبح کی دعا میں آخر میں وَ اِلَیْكَ النُّشُوْرُ کہے اور شام کی دعا کے آخر میں وَ اِلَیْكَ الْمُنِيْرُ کا اضافہ کہے اس دعا کے پڑھنے کے بعد یہ دعا بھی پڑھے۔

اللہ! آج اور آج کے بعد جو خیر تو تقسیم کرے تو مجھے اپنے ان بندوں کی برابر کر دے جو تیرے نزدیک بڑے حصہ والے ہیں۔ خواہ وہ تیری طرف سے ہدایت بخشنے والا ہو یا تیری رحمت کا مہویا تیرا دیا ہو یا رزق وسیع ہو یا تیری طرف سے دفع کردہ تکلیف یا معاف کیا ہو اگر ناہ یا دور کی ہوئی مسحتی یا زائل کی ہوئی مصیبت یا احسان کے طور پر دی ہوئی عافیت ہو۔ بہر حال جو خیر بھی ہو مجھے اس میں بڑا حصہ یا پانی الے بندوں کے ساتھ اپنی رحمت میں شریک بنائے، تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْ اَعْظَمِ عِبَادِكَ عِنْدَكَ نَصِيْبًا فِیْ كُلِّ خَیْرِ تَقْسِیْمُہٗ فِیْ ہٰذِہِ الْیَوْمِ وَ فِیْہَا بَعْدَہٗ مَن تَهْدِیْ بِہٖ وَ رَحْمَہٗ تَنْشُرُہَا اَوْ یَرْمِزُہَا تَبْسِطُہٗ اَوْ خَیْرٌ تَكْشِفُہٗ اَوْ ذَنْبًا تَغْفِرُہٗ اَوْ شِدَّةً تُدْفِعُہَا اَوْ فِتْنَةً یَّرْفُئُہَا اَوْ مُعَاوَاةً مِّنْ بَیْہَا بِرَحْمَتِكَ اِنَّکَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

آداب مسجد

مسجد میں داخل ہونے کی دعا | مسجد میں داخل ہونا چاہے تو دایاں قدم آگے بڑھائے اور بائیں قدم پیچھے رکھے اور کہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ السَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ
وَاغْنِنِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي ابْوَابَ رَحْمَتِكَ
بِسْمِ اللّٰهِ، اللّٰہ کی طرف سے سلامتی ہو، رسول اللہ پر۔ الہی! محمد پر
رحمت نازل فرما اور ان کی اولاد پر۔ الہی میرے گناہ بخش دے
اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

مسجد میں اگر کوئی شخص موجود ہو تو اس کو سلام علیک کرے اور اگر موجود نہ ہو تو کہے السَّلَامُ عَلَيْنَا مِنْ رَبِّنَا
عَزَّ وَجَلَّ (اللہ بزرگ بزرگی طرف سے ہم پر سلامتی ہو) مسجد میں، دجائے تو دو کعتیں پڑھے (بغیر نہ بیٹھے) اس کے بعد دل چاہے
تو نفل پڑھے یا اللہ کے ذکر میں بیٹھ کر مشغول رہے یا خاموش بیٹھ جائے۔ دنیا کی کسی بات کا تذکرہ نہ کرے بات کرے تو بقدر ضرورت
کرے زیادہ نہ کرے۔

نماز کا وقت شروع ہو جائے تو سنتیں پڑھ کر جماعت کے ساتھ فرض ادا کرے۔ نماز سے فارغ ہو کر جب مسجد سے باہر
نکلنا چاہے تو بائیں پاؤں آگے رکھے اور دایاں پیچھے اور کہے۔
بِسْمِ اللّٰهِ۔ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَافْتَحْ لِي ابْوَابَ فَضْلِكَ
بِسْمِ اللّٰهِ، اللّٰہ کی طرف سے سلامتی ہو رسول اللہ پر، الہی محمد اور آل محمد پر اپنی رحمت نازل فرما، میرے گناہ بخش دے اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے
نماز کے بعد ۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ (چونتیس بار) اللّٰهُ أَكْبَرُ پڑھنا سنت ہے۔ جب سوکی

تو اور مکمل ہو جائے تو خاتمے پر کہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ
لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ
لَا يَمُوتُ أَبَدًا أَبَدًا ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ
يُتَذَكَّرُ الْحَيُّزُّ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی
حکومت ہے، اسی کے لئے ہر تعریف زیبا ہے وہی زندہ کرنا ہے وہی مارتا ہے
وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہے، رنگا نہیں وہ عظمت بزرگی والا ہے، بہتری
اور بھلائی اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے

ہر وقت یاد ضرور رہنا مستحب ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا، اپنی عمر میں ہر وقت باطہارت رہو۔ جتنا ہو سکے رات اور دن میں نماز پڑھتے رہو، نگہبان فرشتے تم سے محبت
رکھیں گے۔ بچاشت کی نماز پڑھا کر دیکھو کہ یہ نماز اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں کی ہے (صلوۃ الاوابین) گھر میں داخل ہو تو
گھر والوں کو سلام کیا کرو، اس سے گھر کی برکت زیادہ ہوتی ہے۔ بڑی عمر والے مسلمانوں کی عزت کرو اور چھوٹوں پر شفقت
رکھو تم جنت میں میرے رفیق بن جاؤ گے۔ اس حدیث میں بکثرت (اخلاقی اور سماجی) آداب کو جمع فرما دیا گیا ہے۔

باب ۴

گھر میں داخلے، کسبِ حلال اور

خلوت نشینی اختیار کرنے کا بیان

گھر میں داخلہ | گھر میں داخل ہونے سے قبل دروازے پر کھڑا ہو کر کھنکائے اور کہے السَّلَام عَلَیْنَا مِنْ رَبَّنَا، بعض احادیث میں آیا ہے کہ جب مومن اپنے گھر سے نکلتا ہے تو اللہ اس کے دروازے پر دو فرشتوں کو مقرر فرمادیتا ہے جو اس کے مال اور گھر والوں کی نگہداشت کرتے ہیں اور شیطان ستر سرکش شیطانوں کو مقرر کر دیتا ہے، واپس ہو کر جب مومن اپنے دروازے کے قریب پہنچتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں الہی اگر یہ حلال کمائی کر کے لوٹا ہے تو اس کو توفیق دے، پھر جب وہ کھنکارتا ہے تو فرشتے قریب آ جاتے ہیں اور جب السَّلَام عَلَیْنَا مِنْ رَبَّنَا کہتا ہے تو شیطان رد پوش ہو جاتے ہیں اور دونوں فرشتے آ کر اس کے دائیں بائیں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب دروازے کھول کر بسم اللہ کہتا ہے تو شیطان چلے جاتے ہیں اور فرشتے اس کے ساتھ اندر داخل ہوتے ہیں، اس کے گھر کی ہر چیز سنوار دیتے ہیں۔ اور اس کا دن آسائش سے گزرتا ہے، آرام سے بیٹھتا ہے، فرشتے اس کے سر کے اوپر ہوتے ہیں، جو کچھ وہ کھاتا پیتا ہے وہ پاک اور حلال ہوتا ہے، دن رات جتنا عرصہ بھی وہ گھر میں رہتا ہے اس کی جان بھی پاک رہتی ہے۔

سے اگر کوئی مسلمان ان باتوں پر عمل نہیں کرتا تو فرشتے وہاں سے چلے جاتے ہیں اور شیطان اس آدمی کے ساتھ گھر میں گھس جاتے ہیں اور گھر کی ہر چیز اس کی نظر میں قبیح بنا دیتے ہیں گھر والوں کی طرف سے ایسی باتیں سنواتے ہیں جو اس کو ناگوار گزرتی ہیں یہاں تک کہ اس کے گھر والوں کے ساتھ اس کے جھگڑے شروع ہوتے ہیں، اگر وہ بغیر بیوی کے ہے تو اس پر ادانگہ اور سستی طاری ہو جاتی ہے۔ مردار کی طرح سوتا ہے، اٹھ کر بیٹھتا ہے تو غیر مفید چیزوں کی آرزو کرتا ہے۔ وہ خبیث النفس ہو جاتا ہے، اس کا کھانا پینا سونا سب کچھ اپنے لئے بگاڑ لیتا ہے۔

معیشت

کسبِ معاش کے سلسلے میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سوال سے بچنے گھر والوں کی روزی حاصل کرنے اور ہمسائے پر مہربانی کرنے کے لئے حلال دنیا طلب کرتا ہے، قیامت کے دن جب اللہ اس کو اٹھائے گا تو اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح (مدش) ہوگا۔ اور جو شخص دوسروں کے مقابلے میں اپنے دل کو بڑھانے، فخر کرنے اور لوگوں پر اپنا متول ظاہر کرنے کے لئے مال طلب کرتا ہے، قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناخوش ہوگا۔

گداگری | حضرت ثابت بنانیؓ کی روایت کرتے ہیں کہ آسائش دس چیزوں میں ہے۔ نو تو وہ ہیں جن کا تعلق طلبِ معاش سے ہے اور ایک کا عبادت سے ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، سرکار نے فرمایا جو شخص اپنے لئے

ہاں کا دروازہ کھولتا ہے اللہ اس کے لئے محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے اور جو سوال کرنے سے بچتا ہے اللہ بھی اسے سوال سے بچاتا ہے۔ جو شخص لوگوں سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اس کو غنی کر دیتا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی رسی لیکر خنک کو جا کر لکڑیاں جمع کر کے بازار میں لا کر ایک مد کھجور دل کے عوض اس کو فروخت کرے تو لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے بہتر ہے کہ لوگ دین یاد دیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص اپنے لئے سوال کا دروازہ کھولتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے محتاجی اور فقری کے ستر دروازے کھول دیتا ہے۔ ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضور ﷺ فرمایا "عیالدار کھانے والے مومن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اور جو تندرست شخص نکمٹا ہے نہ دنیا کے کام کا نہ دین کے کام کا، اللہ تعالیٰ اس کو ناپسند فرماتا ہے۔"

روایت میں آیا ہے کہ اللہ کے خلیفہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ سے درخواست کی کہ میری معاش کا ذریعہ میرے ہاتھ کی کمانی کو بنا دے۔ اللہ نے ان کے ہاتھ میں لوہے کو نرم کر دیا۔ ان کے ہاتھ میں لوہا موم اور گندھے ہوئے آٹے کی طرح ہو گیا۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کوہے کی زر میں بنا کر بیچتے تھے اور ان کی قیمت سے اپنے اور اپنے اہل و عیال کی روزی کھاتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں عرض کیا "پروردگار میں نے تجھ سے درخواست کی تھی کہ میرے بعد الہی حکومت کسی اور کو عطا نہ فرمائی جائے تو نے میری اس درخواست کو بھی قبول فرمایا اس کے باوجود میں اگر تیرا پورا پورا شکر ادا کرنے سے قاصر ہوں تو مجھے ایسا کوئی بندہ بتائے جو مجھ سے زیادہ تیرا شکر ادا کرنے والا ہو۔"

اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے سلیمان! میرا ایک بندہ اپنے ہاتھ سے کما کر اپنا پیٹ پالتا ہے، اسی سے اپنا بدن دھوا نکاتا ہے اور میری بندگی میں لگا رہتا ہے یہی وہ بندہ ہے جو تجھ سے زیادہ شکر گزار ہے۔ تب حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی کہ الہی مجھے بھی اپنے ہاتھ سے کھانا سکھائے۔ پس حضرت جبریل تشریف لائے اور آپ کو کھجور کے پتوں سے ٹوکے بنا کر سکھایا چنانچہ سب سے پہلی زنبیل (ٹوکری) جس نے بنائی وہ حضرت سلیمان علیہ السلام تھے۔

دین و دنیا کی درستی
چار قسم کے لوگوں سے ہے

ایک انشد کا قول ہے کہ دین و دنیا کی درستی صرف چار قسم کے لوگوں سے ہوتی ہے۔ عالم۔ حاکم۔ مجاہد سپاہی اور پیشہ ور۔ حکام نگران ہیں یعنی چرواہے کی مانند ہیں۔ خدا کے بندوں کی نگرانی اس طرح کرتے ہیں جس طرح چرواہا اپنے ریوڑ کی عالم پیغمبروں کے وارث ہیں، مگر ان کو آخرت کا راستہ دکھاتے ہیں اور لوگ ان کی اچھی عادتیں اختیار کرتے ہیں۔ مجاہد سپاہی (غازی) زمین پر خدا کا لشکر ہے جو کافروں کی تیغ کشی کرتا ہے۔ اور کسب کربوائے اللہ کی طرف سے مقرر کئے ہوئے امین ہیں، انہی سے مصالح خلق کی سداہمی اور زمین کی آبادی وابستہ ہے، اگر چرواہے بھڑیئے بن جائیں تو بکریوں کی حفاظت کون کرے۔ اگر علمائے علم کو چھوڑ کر دنیا میں مشغول ہو جائیں تو لوگ کس کی پیروی کریں، اگر مجاہد فخر و غرور کے لئے سوار ہوں یا لوگوں کو ٹٹنے کی نیت سے سوار ہو کر نکلیں تو دشمن پر شرح کیسے پائیں۔ کسب حلال کرنے والے خائن ہو جائیں تو لوگ ان کو کس طرح اپنا امن سمجھیں۔

اگر تاجر میں نین بائیں نہ ہوئی تو وہ دین و دنیا دونوں میں محتاج رہے گا۔ اول یہ کہ زبان کو تین چیزوں سے بچائے، جھوٹ بولنے سے، بیہودہ گفتگو کرنے اور جھوٹی قسم کھانے سے۔ دوم یہ کہ اپنے ہمسایوں اور دوستوں کے سلسلے میں اپنے دل کو دھوکے اور حسد سے پاک کرے۔ سوم یہ کہ اپنے آپ کو تین باتوں کا عادی نہ بنائے، نماز جمود اور جماعت کا۔ رات اور دن کے کسی حصے میں کم حاصل کرنے اور ہر

شے پر اللہ کی رضا مندی کو ترجیح دینا، کسب حرام سے بچنے کا۔
 روایت ہے کہ بندہ جب بائگ کمائی کر کے اس میں سے کچھ کھانا چاہتا ہے اور بسم اللہ کہتا ہے تو شیطان کہتا ہے جب تو نے کمائی کی تھی تو میں تیرے ساتھ تھا اب تجھ سے الگ نہ ہو گا تیرے ساتھ شریک رہوں گا چنانچہ ہر حرام کھانے والے کے ساتھ شیطان شریک رہتا ہے
 اس ارشاد خداوندی کے بموجب و شَرُّكُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ (شیطان کو خطاب کر کے فرمایا گیا تو انسانوں کے ساتھ ان کے مال و اولاد میں شریک ہو جا) مال سے مراد حرام مال ہے اور اولاد میں شیطان کی شرکت سے مراد وہ اولاد جو زنا کی اولاد ہو (تفسیر آیت میں یہی صراحت کی گئی ہے۔)

حضرت ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ جو شخص کسب حرام سے مال کما کر اس سے کچھ صدقہ کرتا ہے اس کو ثواب کے بجائے عذاب ہوتا ہے اور جو کچھ اس مال سے وہ خرچ کرتا ہے ہرگز برکت کا باعث نہیں ہوتا اور ایسے حرام مال سے اگر کچھ چھوڑ جاتا ہے تو یہ اس کے لئے دوزخ کا گوشہ ہوتا ہے۔ حرام مال سے وہی بچتا ہے جس کو اپنے خون اور گوشت کے بارے میں دوزخ میں جانے کا اندیشہ لگا رہتا ہے، آدمی کی ذینت گوشت اور خون ہی سے ہے اس لئے لازم ہے کہ خود بھی حرام مال سے بچے اور گھر والوں کو بھی بچائے ورنہ حرام کمائی کھانے والوں کے پاس بھی نہ بیٹھے نہ ان کا کھانا کھائے نہ کسی کو حرام کمائی کا راستہ بتائے ورنہ اس کو بھی اس کا شریک مانا جائے گا۔ پرمہنگاری دین کی اصل ہے، عبادت کا نسوام (رابطہ) ہے اور آخرت کے کام پورے ہونے کا ذریعہ ہے۔

گوشہ نشینی اور خاموشی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گوشہ نشینی کے متعلق ارشاد ہے "گوشہ نشینی اختیار کرو، گوشہ تنہائی میں بیٹھنا بھی عبادت ہے" آپ نے فرمایا "مومن وہ ہے جو اپنے گھر میں بیٹھا رہے" یہ بھی ارشاد فرمایا "سب سے افضل آدمی وہ ہے جو گوشہ گیر ہو کر لوگوں سے اپنی برائی کو روکے رکھے (لوگ اس کی برائی سے محفوظ رہیں)" حدیث کے بعض الفاظ میں آیا ہے "آپ نے فرمایا مسافر وہ ہے جو اپنے دین سے بھاگتا ہے"۔

حضرت بشیر حافی جو صلحائے سلف میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ زمانہ خاموش رہنے اور گھر میں بیٹھ رہنے کا زمانہ ہے۔
 جب حضرت سعد ابن وقاص رضی اللہ عنہ عقیق میں اپنے گھر کے اندر سے الگ ہو کر بیٹھ رہے (نکلنا اور ملنا جلنا بند کر دیا) تو لوگوں نے کہا آپ نے بازاروں کا جانا، اور اجتماع میں شرکت کرنا کیوں چھوڑ دیا اور آپ تنہائی پسند کیوں ہو گئے؟ فرمایا میں نے بازاروں کو یہود اور لوگوں کے جلسوں کو لہو و لعب کی جگہ پایا، اس لئے میں نے گوشہ نشینی ہی میں عافیت سمجھی۔
 وھب بن الورد کا قول ہے میں پچاس برس تک لوگوں سے ملتا جلتا رہا مگر اتنی مدت میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا جو میرا ایک قصور معاف کر دیتا، میرا ایک عیب چھپاتا، غصہ کی حالت میں مجھ سے درگزر کرنا، نہ کوئی ایسا شخص نظر آیا جو حرص و ہوا میں مبتلا نہ ہو (ہر شخص کو اپنی خواہشات کے گھوڑے پر سوار پایا)۔

شععی فرماتے ہیں کہ ایک مدت تک لوگوں کا میل جول (معاشرہ) دین کے زیر اثر رہا؛ دین گیا تو معاشرہ شرافت نفس کے زیر اثر آگیا، شرافت نفس بھی کئی تو شرم و حیا کے تحت رہا۔ جب وہ بھی رخصت ہوئی تو اب لوگ رغبت اور خوف سے زندگی بسر کرتے

ہیں اور میرا خیال ہے کہ اس سے زیادہ سخت حالات پیش آنے والے ہیں۔
 ایک دانا کا قول ہے کہ عبادت کے دس حصے ہیں۔ نو حصے تو خاموشی میں ہیں اور ایک گوشہ نشینی میں۔ میں نے خاموش رہنے پر
 نفس کو آمادہ کیا مگر میرا قابو نہ چلا تو میں گوشہ نشینی کی طرف مائل ہو گیا تو مجھے وہ نو حصے بھی مل گئے۔ اسی دانا کا ارشاد ہے کہ قبر سے بڑا
 کوئی داعظ نہیں کتاب سے زیادہ دل بستگی کے لئے کوئی چیز نہیں اور تنہائی (گوشہ نشینی) سے زیادہ کسی شے میں عافیت نہیں۔

بشر بن حارث کہتے ہیں کہ علم کی طلب نیلے فرار کے لئے ہوتی ہے، دنیا کو طلب کرنے کے لئے نہیں ہوتی۔
 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کس شخص کی ہم نشینی بہتر ہے؟ فرمایا اس
 شخص کی جس کے دیکھنے سے تم کو خدا یاد آجائے اور اس کے علم سے آخرت یاد آئے اور جس کی گفتگو سے تمہارے علم میں اضافہ ہو۔
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام نصیحت فرماتے ہیں! اے حواریو! اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو گنہگاروں سے نفرت کرو، اس کا
 قرب چاہتے ہو تو نافرمانوں سے دور رہو، اللہ کی خوشنودی اس کے دشمنوں کی ناراضگی میں ہے۔
 اگر محل جوں کے بغیر چارہ نہیں ہو تو علماء کی صحبت اختیار کرو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے علماء کی ہم نشینی
 عبادت ہے یہ بھی حضور نے فرمایا ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنے دل کو فکر میں جسم کو صبر میں اور آنکھوں کو گریہ و زاری میں مصروف رکھے
 کل کی روزی کی فکر نہ کر دے اس لئے کہ یہ گناہ ہے جو اعمال کے میں لکھا جاتا ہے۔

مسجدوں سے چھٹے رہو (مسجدوں میں آجانا لازمی رکھو)۔ اللہ کے گھر کو آباد رکھنے والے اہل اللہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ارشاد فرمایا مسجدوں میں زیادہ آمد و رفت رکھنے والا کبھی اپنے ایسے بھائی سے ملاقات کر لیتا ہے جس کے گناہ بخشنے جالچکے ہیں، کبھی
 وہ اس رحمت کو پالیتا ہے جس کا وہ منتظر ہوتا ہے، کبھی ہدایت کا راستہ بتانے والا اور ہلاکت سے بچانے والا لفظ اس کو مل جاتا ہے
 ایسی باتیں حاصل ہو جاتی ہیں جو ہدایت کا راستہ بتانے والی اور ہلاکت سے بچانے والی ہیں (عمدہ اور عجیب علم حاصل ہوتا ہے) محبت
 اور خدا کے خوف کے باعث وہ گناہوں کو ترک کر دیتا ہے۔

گوشہ نشینی اختیار کرنے والے کے لئے یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی گوشہ نشینی کے باعث (اجامعت نماز جمعہ اور جماعت
 پنجگانہ) کو ترک کر دے۔ نماز جمعہ کو بطور دوام (ہمیشہ کے لئے) ترک کر لینے والا کافر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
 فرمایا جو شخص بلا عذر بن جمعہ ترک کر دیتا ہے اللہ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ حضرت جابرؓ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ حضور
 نے حج الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا "جان لو کہ اس جگہ اس بیٹے میں، اس سال میں اللہ نے قیامت کے دن تک کے لئے تم پر
 جو فرض کر دیا ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص امام ظالم یا عادل ہونے کے باوجود نماز جمعہ کو حقیر سمجھے یا فرض کا انکار کرے یا اس کو
 ترک کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی دہرے کرے گا۔ نہ ہی اس کے کام پورے فرمائے گا۔ سن لو! اس کی نماز قبول ہوگی اور نہ اس کی زکوٰۃ
 ادا ہوگی۔ نہ اس کا حج قبول ہوگا، اور نہ روزہ تا وقتیکہ وہ توبہ نہ کرے، اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔
 (مندرجہ بالا سزا اس لئے ہے کہ نماز جمعہ کا تارک فوت الہی کی تحقیر توہین کرتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَوَدَّيْ لِمَقْلُوْبٍ مِّنْ
 يُّؤْمِرُ الْجُمْفَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ۖ

اے ایمان والو! جب تم کو جمعہ کی نماز کے لئے بلایا جائے
 تو اللہ کو یاد کرنے کے لئے تیزی کے ساتھ بڑھو۔

Imp

گوشہ گری اور خلوت نشینی کے سلسلے میں کہا گیا ہے کہ لوگوں پر طعن نہ کرو اور نہ ان کی جماعتوں کو چھوڑو، بس جہاں تک ہو سکے ان سے نگارہ کش ہو جاؤ اس لئے لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے لوگوں سے الگ تھلک رہنے کی کوشش کرے، کیونکہ چھوٹی بات دو آدمیوں ہی کے درمیان ہوتی ہے ایک کہتا ہے دوسرا سنتا ہے (زنا بھی دو کے ملنے سے ہوتا ہے اسی طرح قتل بھی دو کے بغیر نہیں ہوتا) ایک قاتل دوسرا مقتول (رہزنی بھی دو آدمیوں کے درمیان واقع ہوتی ہے۔ ایک الجیر دوسرا ہیزن) بس سب سے الگ تھلک اور تنہائی اختیار کرنے میں سلامتی ہے البتہ دینی معاملات میں اگر کوئی تعاون کرے تو گوشہ گیری اور تنہائی مناسب نہیں ہے۔

آداب سفر و رفاقت سفر

سفر کا ارادہ ہو یا کوئی شخص، حج، جہاد یا کسی کام کی غرض سے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے سفر کا ارادہ کرے تو سفر شروع کرنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا پڑھے۔

اللَّهُمَّ بَلِّغْ بِلَاغًا مُبْلَغَ خَيْرِهِ وَمَغْفِرَةً مِنْكَ وَ...
 رِضْوَانًا بِيَدِكَ الْخَيْرَ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
 اللَّهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيفَةُ
 فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ. اللَّهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا
 السَّفَرَ وَاطْوِعْنَا الْبُعْدَ اللَّهُمَّ إِنِّي آغُوذُ
 بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ
 وَرُسُوهِ الْمُنْتَظَرِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ ه

سفر کا ارادہ پختہ یا دو شنبہ کے روز صبح کے وقت کرے، جب سواری پر ٹھیک طرح سے بیٹھ جائے تو کہے۔
سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ہ
وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ہ
میں کہنے کی طاقت نہیں تھی اور بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانوالے ہیں۔
سفر سے واپس آئے تو دو رکعت نفل نماز پڑھ کر یہ دعا مانگے۔

اَبُوْنَ تَابِثُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ۝ اَہْمُ اللہ کی طرف لوٹنے والے توبہ کرنے والے اس کی عبادت کرنے والے اور اسی کے ثنا خواں ہیں)۔
 روایت میں آیا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے، سفر میں اگر کوئی دوسرا امیر جماعت (امیر کارواں) نہ ہو تو خود ان کا امیر یا رہبر بننے کی کسی جگہ قیام (پڑاؤ) کرنے کا مشورہ دے، اگر کوئی شخص راستہ جاننے والا سفر میں ساتھ ہو تو اس کی پیروی کرے۔ سفر میں خاموش رہے، ساتھیوں کی رفاقت اچھی طرح کرے اور ان کو خوب فائدہ پہنچائے۔ بریکار باتوں سے گریز کرے، راستہ پر اور خنڈ تک جبکہ پر پڑاؤ نہ کرے، کیونکہ ایسی جگہ سانیوں اور درندوں کی گزرگاہ ہوتی ہے، ایسے مقامات سے ہٹ کر اترے، رات کے آخری حصے میں راستہ پر نہ ٹھہرے کیونکہ امر بھی مکروہ ہے۔ سفر میں ناپسندیدہ طریق کار اختیار نہ کرے، خواہشات نفسانی کو ترک کرے

رضائے الہی کا طالب رہنا۔

شہر سے نکلنے اور سفر پر جانے کا جب ارادہ ہو تو سب سے پہلے ضروری ہے کہ جن لوگوں سے تعلقات خراب ہیں ان کو راضی کرے والدین اور اپنے دوسرے بزرگ عزیزوں کی رضامندی حاصل کرے، اہل و عیال کو ساتھ لیجائے یا کسی ایسے شخص کو مقرر کر کے جائے جو غیر حاضری میں اسے امور انجام دے سکے۔

مسافر کا سفر اگر سفر طاعت ہو زیادہ مناسب ہے، جیسے حج یا روضہ رسول اللہ کی زیارت یا کسی بزرگ کی ملاقات یا مقامات مقربہ میں سے کسی کی زیارت، یا مباح امور کے لئے جیسے تجارت، تحصیل علم وغیرہ۔ مگر یہ سفر عبادات پنجگانہ کے مسائل سے بیکھنے کے بعد ہونا چاہیے۔ کیونکہ عبادات کا علم فرض ہے، اس کے علاوہ دوسرا علم مباح ہے بعض اس کو فرض کفایہ کہتے ہیں۔

سفر میں رفیقان سفر کے ساتھ خوش خلقی اور نرمی کا برتاؤ کرے کسی کی مخالفت نہ کرے، اپنے رفیقوں کی خدمت کرتا رہے اور غیر مجبوری کے کسی سے خدمت نہ لے۔ سفر میں ہر وقت پاک رہے، آداب رفاقت میں یہ بھی ہے کہ اگر ساتھی تھک جائے تو خود بھی ٹھہر جائے، پیاسا ہو تو پانی پلائے اگر ارفیق سفر سختی کے ساتھ پیش آئے تو اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے، وہ ناراض ہو تو اس کو منائے اگر وہ سوتا ہو تو اس کی اور اس کے سامان کی حفاظت کرے اگر اس کے پاس زاد راہ کم ہو تو اس کو اپنی ذات پر مقدم رکھے، اگر مالی کٹ کش حاصل ہو تو تنہا ہی نہ لے اس کی ہمدردی بھی کرے، اس سے کوئی راز نہ چھپائے اور نہ اس کا راز فاش کرے، اس کی غیبت میں بھلائی کے ساتھ اس کا تذکرہ کرے، اس کی غیبت رد کر دے، نہ کسی سے اس کی شکایت کرے بلکہ اچھے الفاظ میں اس کا ذکر کرے۔ وہ مشورہ طلب کرے تو خیر خواہی کے ساتھ مشورہ دے اگر رفیق سفر مرتبہ میں اس سے بڑا ہے تب بھی اس کی بھلائی کے لئے اس کو نصیحت کرنے سے گریز نہ کرے، اس کا نام و نسبت اور وطن دریافت کر لے۔

اگرچہ خود سب رفیقوں کا سردار ہو مگر سب سے پہلی ظاہر کرے میں تابع اور فرمانبردار ہوں، جو لوگ اس کے تابع ہوں، انہوں نے خیر خواہی ان کو ان کے عیوب سے واقف کرے، ملامت اور سختی کا رویہ اختیار نہ کرے، اگر کسی چیز کا ڈر ہو یا کسی جگہ پڑاؤ کرے تو یہ دعا پڑھے۔

منزل پر ٹھہرنے کی دعا
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَبِكَلِيَّتِهِ السَّمَاتِ
الَّتِي لَا يُجَادِزُهَا شَيْءٌ وَلَا
فَا جِدَّ بِاَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ
اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَّ وَبَرَّعَ وَ مِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنْ
السَّمَاوِ وَ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَ مِنْ شَرِّ مَا ذَرَّ فِي الْاَرْضِ مِنْ
دَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَ مِنْ فِتْنَةِ الْاَيْنِ وَ النَّمَا
وَ مِنْ طَارِقِ الْاَيْنِ وَ النَّهَارِ الْاَلَا طَارِقًا يَطْرُقُ مِثْلَ
يَخْنِبُ رِيَا رَحِمَهُ الرَّحِيْمِيْنَ ه وَ مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ
رَبِّيْ اَخِذْ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلِيٌّ
صِرَاطُ مُسْتَقِيْمٍ ه

میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور اس کے اُن پورے کلمات (کلام) کی پناہ لیتا ہوں جن کے دائرے سے نہ کوئی نیک یا بُرا نکل سکتا ہے اور نہ کوئی بد اور اس کے تمام چھپے ناموں کی پناہ لیتا ہوں۔ خواہ وہ مجھے معلوم ہوں یا نہ ہوں، ان تمام چیزوں کے شر سے جو اللہ نے پیدا کیں، بکھیریں اور ایجاد کیں۔ اور ان چیزوں کے شر سے جو اوپر سے اترتی ہیں اور جو آسمان پر چڑھتی ہیں اور ہر اس چیز کی شرارت سے جو اس نے زمین پر پھیلانی ہیں اور روز و شب کی مصیبتوں سے اور شبانہ روز کے حوادث سے، ان حوادث کے سوا جو اے ارحم الراحمین تیری طرف سے خیر لے کر آئیں اور ہر اس جالوز کے شر سے جو پورے طہر پر اللہ کے قبضے میں ہے، یقیناً میرا رب ہی سیدھا راستہ ہے۔

سواری کے جانوروں کے گلے میں گھنٹیاں

سواروں (اونٹوں) کی گردنوں پر گھنٹیاں نہ باندھتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ اُن مسافروں کے ساتھ فرشتے نہیں رہتے جن کے ساتھ (اونٹوں کے گلے میں) گھنٹیاں ہوں، مستحب ہے کہ سفر میں اپنے ساتھ لاشی رکھے اور کوشش کرے کہ کسی وقت اس سے خالی نہ ہو۔ یحییٰ بن مہران نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ بعض اعضاء ساتھ رکھنا انبیاء علیہم السلام کی سنت اور مسلمانوں کی عادت ہے۔

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ عرصہ میں چھ خوبیاں ہیں۔ (۱) انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، نیک لوگوں کی روش، موذی جانوروں (سانپ، بھید وغیرہ) کے مقابلہ کے لئے ہتھیار ہے، کمزور کا سہارا ہے، منافقوں کو ذلیل کرنے والا ہے، نیکیوں میں اضافہ کا سبب ہے، کہتے ہیں، جس مومن کے پاس لاشی ہوتی ہے اس سے شیطان بھاگتا ہے، منافق اور بدکار اس سے ڈرتا ہے، نماز کے وقت وہ قبلہ کا کام دیتی ہے (نمازی لاشی کو سامنے رکھ لیتا ہے اور) وہ سُفرہ بن جاتی ہے، تھک جاتا ہے تو اس سے سہارا لیتا ہے اور اپنی طاقت بحال کرتا ہے اسی طرح لاشی (عصا) کے ادب بہت فائدہ ہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قے میں بیان فرمایا ہے: "اَتَوَكَّلْ عَلَيْنَا لَا اَهْشَبْهَا عَلٰی غَنَمٍ ذٰلِیْ فِیْهَا مَا رِبْ اُخْزٰی" (اور میری لاشی ہے، میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اپنی بکریوں کے لئے درختوں کے پتے (اس سے) جھاڑتا ہوں، اس سے میری اور ضرورت میں کمی وابستہ ہیں۔

جانوروں اور غلام کو خضی کرنا

کسی جانور یا غلام کو خضی کرنا جائز نہیں ہے، حرب اور ابوطالب کی روایت میں امام احمد نے یہی تصریح فرمائی ہے، اسی طرح جانور کے چہرے کو داغنا بھی ناجائز ہے۔ ابوطالب نے امام احمد کا یہی قول نقل کیا ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی جانور چوپایہ کو خضی نہ کرو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کے لئے کانوں کے داغنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ اور چہرے پر داغ لگانے کی ممانعت فرمائی ہے۔ اگر دوسرے جانوروں میں شناخت کی ضرورت ہو (یعنی گلے میں اپنا جانور پہچاننے کے لئے) تو چہرے کے علاوہ کسی اور عضو مثلاً ران یا گوبان کو داغ دینا جائز ہے۔

آداب مساجد

مسجد میں کوئی ناپاک اور پلید کام کرنا جائز نہیں، دوسرے کام مثلاً کپڑا سینا، بیچنا، خریدنا اور اس طرح کے دوسرے کام بھی مسجدوں میں کرنا مکروہ ہیں، ذکر خدا کے علاوہ کسی قسم کی آواز بلند کرنا بھی مکروہ ہے مسجد میں تھوکن مکروہ ہے، اس کا تدارک اس طرح کرے کہ تنوک پر مٹی ڈال دے، مسجد کو نفخ و نگار سے مزین کرنا بھی مکروہ ہے۔ پکا پلاستر اور گھمگل کرنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ مسافر یا محکمات کے سوا مسجدوں کو

شب باشی کی جگہ بتانا مکروہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنی عبد قیس کے وفد کو اور ایک دوسری روایت کے مطابق قبیلہ ثقیف کے نمایندوں کو مسجد میں ٹھہرایا تھا۔ مساجد میں ایسے اشعار اور قصیدے پڑھے جاسکتے ہیں جو یہود کی اور مسلمانوں کی ہجو سے خالی ہوں۔ لیوں شعر خوانی سے مسجدوں کو محضوں و محفوظ رکھنا اولیٰ ہے البتہ ایسے اشعار پڑھے جاسکتے ہیں جو زہد کی طرف مائل کرنے والے، دلوں کو گداز اور شوق (محبت) کو بڑھانے والے اور خوف خدا سے رلانے والے ہوں ایسے اشعار اگر بار بار پڑھے جائیں جب بھی جائز ہے لیکن ان سب سے بہتر اور افضل یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت اور تسبیح و تہلیل کی جائے کیونکہ مسجدوں کی بناء ہی ذکر الہی اور نماز کے لئے ہوا کرتی ہے لہذا مناسب یہی ہے کہ اس کے علاوہ اور کوئی کام مسجدوں میں نہ کیا جائے۔ مسجد کی زمین سے، مٹی، کمال کر منتقل کرنا بھی مکروہ ہے، ہاں مسجدوں کا کوڑا کرکٹ صاف کرنا اور جھاڑن باہر نکال کر پھینک دینا جائز ہے اور اس کام کا بڑا ثواب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسجد کا کوڑا کرکٹ صاف کرنا حوروں کا مہر ہے۔ بچوں اور دیوانوں کو مسجدوں میں نہ جانے دیا جائے، ان کا جانا مکروہ ہے، ہاں جنبی (جنابت والا) شخص اگر مسجد سے گزر جائے تو کچھ قباحات نہیں ہے۔ اگر ایسی حالت میں مسجد کے اندر داخل ہونا پڑے تو وضو کر کے داخل ہو۔

مسجد میں حائضہ عورت کو داخل ہونے سے روک دیا جائے کہ اس صورت میں مسجد کا نجاست سے آلودہ ہو جائیگا اندیشہ ہے بوقت ضرورت جنابت والے کے لئے وضو کر کے مسجد کے اندر اتنی دیر ٹھہرنا جائز ہے کہ وہ غسل کر سکے مگر بہتر یہ ہے کہ وضو کے ساتھ جنابت کے لئے یتیم کرے اگر مسجد کے کنوئیں میں پانی نہ ملے تو کنوئیں تک پہنچنے کے لئے یتیم کر کے مسجد میں سے گزرنا جائز ہے۔ جب کنوئیں تک پہنچ جائے تو غسل کر لے۔

اشعار خوانی اور قرآن خوانی

اشعار دو قسم کے ہوتے ہیں مباح اور ممنوع۔ جن اشعار میں کوئی یہود کی نہ ہو ان کا پڑھنا جائز ہے اور یہودہ باقتدا اشعار (الفاظ و موضوع) اشعار کا پڑھنا ناجائز ہے۔ جن اشعار میں لہو و لعب کی آمیزش ہو (باعتبار موضوع) ان کا پڑھنا بہر حال ممنوع ہے۔ جن اشعار میں حماقت کی باتیں ہوں یا ان میں سبکی (رکاکت) مبری ہو ایسے اشعار بھی پڑھنا درست نہیں ہے۔

ترتیل قرآن قرآن پاک کی تعظیم و تقدیس کے پیش نظر اس کو گویوں کی طرح گا کر پڑھنا مکروہ ہے، اس کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ گاکر پڑھنے سے کلام اپنی اہلی حالت سے تجاوز کر جاتا ہے یعنی مد اور ہمزہ ساقط ہو جاتے ہیں۔ جن حروف کو لمبا کر کے پڑھنا ہوتا ہے گانے کے طرز میں وہ مختصر ہو جاتے ہیں اور جنہیں مختصر کرنا ہوتا ہے وہ طویل ہو جاتے ہیں اکثر حروف مدغم ہو جاتے ہیں۔

کراہت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن پاک پڑھنے کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ اس سے خوف خدا پیدا ہو، نصیحت کی باتیں سن کر سامع کو نافرمانی سے ڈریں، قرآنی دلائل و براہین، قصص اور امثال سن کر عبرت حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں کا جو قرآن میں کئے گئے ہیں امید وار بنے۔ یہ تمام فوائد گاکر پڑھنے میں ختم ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَّتْ ثُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَ"

عَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ (مومن وہی ہیں کہ اللہ کی یاد کے وقت ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔ جب اللہ کا کلام ان کے سامنے۔
بڑھا جاتا ہے تو یہ تلاوت ان کے ایمان میں اضافہ کا سبب بن جاتی ہے اور وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔ اَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ (یہ لوگ قرآن پر غور کیوں نہیں کرتے) اس سلسلے کی ایک اور آیت ہے۔

وَإِذْ أَسْمِعْنَا مَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا الشَّيْءِ نَسْأَلُكَ (ترجمہ) جو لوگ اُس کلام کو سنتے ہیں جو رسول پر اتارا گیا ہے تو تم کو
أَعْيَيْنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّارِ مِمَّا عَرَفُوا (نظر آئے گا کہ حق کو پہچان لینے کی وجہ سے ان کی آنکھوں
مِنَ الْحَقِّ ۝ سے آنسو جاری ہوں گے۔ (وہ روتے ہوں گے)

چونکہ تفریحی شے ان چیزوں کے حصول سے مانع ہوتے ہیں اس لئے مکمل وہ ہیں۔

قرآن کی احتیاط کافروں سے جنگ کے لئے نکلا ہوا تو اس کو ساتھ نہ رکھے اس لئے اگر وہ کافروں کے ہاتھ لگ جائے گا تو وہ
اس کی بے حرمتی کریں گے۔ اگر کوئی نادانف جوان عورت قرآن پڑھ رہی ہو تو اس کی طرف کان نہ لگائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا ارشاد ہے کہ اگر نماز میں نمازی کو کوئی حادثہ پیش آ جائے تو مرد سبحان اللہ کہے اور عورت تالی بجا دے (آواز نہ نکالے کہ اس
صورت میں اجنبی آواز مرد کے کان میں پڑے گی)۔ جب کہ نماز کے لئے یہ حکم ہے تو ایسے اشعار اور ایسی باتیں جن میں غلطی و
معشوقی کے تذکرے ہوں اور محبت کے رمز و کنائے ہوں جن سے لوگوں کی طبیعت براہ گینختہ ہوتی ہو اس لئے ان کا سننا کسی کے
لئے جائز نہیں۔

محرم جذبات اشعار اگر کوئی شخص کہے کہ میں ایسے اشعار سن کر ان کو ایسے معنی پر محمول کرتا ہوں جس سے میں عند اللہ گناہ
سے محفوظ رہتا ہوں تو ہم اس بات کو صحیح نہیں مانتے گے۔ شریعت نے حرمت میں کوئی تفسیر
نہیں کی ہے۔ (جو چیز حرام ہے بس وہ ہر صورت میں حرام ہے) اگر کسی کے لئے جائز ہوتا تو انبیاء علیہم السلام کے لئے جائز ہوتا
اگر یہ عذر صحیح ہوتا تو اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ مفتیہ کے گانے سننے سے میرے اندر شہوانی جوش پیدا نہیں ہوتا تو کیا اس
کے لئے زیندلوں کا گانا سننا مباح ہو جائے گا، کوئی شخص دعویٰ کرے کہ اسے شراب پینے سے نشہ نہیں ہوتا تو کیا شراب پینا اس کے
لئے حلال ہو جائے گا۔ اگر کوئی یہ بھی کہے کہ میری عادت ہی یہ ہے کہ شراب پینے کے بعد میں حرام سے رک جاتا ہوں تب بھی اس کے
لئے شراب پینا حلال نہیں ہو سکتا یا اگر کوئی شخص کہے کہ اُمردوں، نو خیز لڑکوں اور عورتوں کو اس لئے دیکھتا ہوں اور ان سے اس
لئے خلوت کرتا ہوں (تنہائی میں ملتا جلتا ہوں) کہ میں ان کے حسن سے سستی حاصل کرتا ہوں تب بھی یہی کہا جائے گا کہ ایسا کرنے
جائز نہیں بلکہ اس کا ترک واجب ہے۔ عبرت تو ایسی چیزوں سے بھی بہت کچھ حاصل کی جاسکتی ہے جو حرام نہیں ہیں۔ خفیقت میں یہ
طریقہ ان لوگوں کا ہے جو حرام کا ارتکاب کرنا چاہتے ہیں اور اپنے نفس کے مطیع ہیں۔ ہم ایسے لوگوں کی بات قبول نہیں کر سکتے اور
ان کی طرف التفات کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَخْضَعُونَ أَبْصَارُهُمْ وَيَحْفَظُوا
فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَمْرٌ كَرِيمٌ ۝ اہل ایمان سے کہہ دیجئے کہ اپنی آنکھوں کو بند رکھیں اور اپنی
شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کیلئے پاکیزہ ترین فعل ہے۔

۳۔ جو شخص کہے کہ نامحرم کو دیکھنا پاکیزہ عمل ہے وہ قسراً ان کو جھٹلاتا ہے۔

کس جانور کو مارنا جائز ہے اور کس کو ناجائز؟

گھر کے اندر اگر سانپ دکھائی دے تو تین بار اس کو خبردار کر دے اگر اس کے بعد بھی وہ سامنے آئے تو مار ڈالے۔
سانپ کا مارنا جنگل میں بغیر خبردار کئے مار ڈالنا جائز ہے۔ اگر ایسا سانپ نظر آجائے جس کی دم اتنی چھوٹی ہے کہ وہ کئی ہفتی نظر آنے یا اس کی پشت پر دو سیاہ خط ہوں یا جیسا کہ لوگوں میں مشہور ہے اس آنکھوں میں سیاہ بال بھی نظر آئیں ایسے سانپ (یا سانپوں) کو بغیر اعلان کے ہلاک کر دے۔

خبردار کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس سے کہے کہ جان لے کر چلا جا ہم کو آزار نہ دے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر پر سانپوں کی بابت دریافت کیا گیا آپ نے ارشاد فرمایا جب تم اپنے گھر میں سانپ دیکھو تو اس سے کہو "میں تمہیں اس قول کی قسم دیتا ہوں جو پیغمبر خدا حضرت نوح علیہ السلام نے تم سے لیا تھا" اور اس عہد کی قسم دیتا ہوں جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تم سے لیا تھا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ اور ہمیں آزار نہ پہنچاؤ۔

اگر وہ نہ جائیں تو پھر ان کو مار ڈالے۔ ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو سانپ نظر آئے اسے مار ڈالو اور جو شخص سانپ کے مارنے سے اس لئے ڈرتا ہے کہ وہ اس کے دشمن ہو جائیں گے تو ایسا شخص میری امت میں سے نہیں ہے۔"

حضرت سالم بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سانپوں کو مار دو، دو خط والا سانپ اور کٹی دم (چھوٹی دم) کا سانپ یہ دونوں اندھا کر دیتے ہیں اور حمل کو بھی کرا دیتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ جس سانپ کو بھی دیکھ لیتے تھے اسے مار ڈالتے تھے چنانچہ حضرت ابولبابہؓ نے ان کو اس حال میں دیکھا کہ وہ ایک سانپ کی گھات میں بیٹھتے انہوں نے کہا کہ حضورؐ نے گھروں میں گرہنے والے سانپوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے اور بطور دلیل ابو سائبؓ کی یہ روایت پیش کی کہ "ایک دفعہ میں ابو سعیدؓ کے پاس گیا ہم تخت پر بیٹھے تھے کہ تخت کے نیچے کوئی شے حرکت کرنی ہوئی محسوس ہوئی دیکھا تو ہتھ، میں گھڑا ہو گیا، حضرت ابو سعیدؓ نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یہاں سانپ ہے، وہ کہنے لگے پھر تمہارا کیا ارادہ ہے؟ میں نے کہا میں اسے مار ڈالنا چاہتا ہوں۔ حضرت ابو سعیدؓ نے اپنے گھر کے سامنے والی کوٹھری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہاں میرا چچا زاد بھائی رہتا تھا، نئی نئی شادی ہوئی تھی، جنگ احزاب کے دن اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر آنے کی اجازت مانگی، حضورؐ نے اس کو اجازت مرحمت فرمادی اور حکم دیا کہ ہتھیار ساتھ لے کر جائے، وہ گھر پہنچا تو بیوی کو دردازہ پر گھڑا پایا، میرے بھتیجے نے یہ دیکھ کر بیوی کی طرف نیزہ سپدھا کیا تاکہ اسے مار ڈالے، اس کی بیوی نے کہا کہ جلدی نہ کرو پہلے اندر جا کر دیکھ لو کہ میرے باہر آنے کی کیا وجہ ہے۔ وہ کوٹھری کے اندر گیا تو بڑا ہیبت ناک سانپ وہاں موجود تھا اس نے نیزے سے اس کو چھید لیا اور نیزے میں جھپکا ہوا پھر کتا ہوا سانپ لے کر باہر نکلا لیکن خود بھی فوراً گر کر مر گیا، حضرت

ابو سعید کہتے ہیں کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ پہلے کون مرا! سانپ یا میرا بن عم!! اس کے قبیلے کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اللہ سے دعا فرمائیے کہ وہ ہمارے آدمی کو واپس کر دے، حضور نے ارشاد فرمایا کہ تم سانپ مارنے والے کے لئے مغفرت کی دعا مانگو۔ پھر فرمایا ”مدینہ میں جنوں کی ایک جماعت ایسا لائی ہے انھیں تم سانپوں کی شکل میں دیکھو گے جب دیکھو تو تین مرتبہ ان کو متنبہ کرو، تنبیہ کے بعد بھی اگر وہ سامنے کرے تو مار ڈالو۔“ بعض احادیث میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ ”اس رتین مرتہ خبردار کہ دو بھر بھی سامنے آئے تو اس کو مار ڈالو وہ شیطان ہے۔“

گرگٹ کا مارنا گرگٹ کا ہلاک کر دینا بھی جائز ہے۔ عامر بن سعید نے اپنے والد کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کو مار ڈالنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ حضور نے فرمایا پہلی ضرب میں مار ڈالنے والے کے لئے ستر نیکیاں ہیں۔

چیونٹیاں کا مارنا چیونٹیاں جب تک آزار نہ پہنچائیں ان کو مارنا مکروہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کسی چیونٹی نے ایک پیغمبر کے کاٹ لیا، پیغمبر نے چیونٹیوں کا بل جلا دینے کا حکم دے دیا حکم کے بموجب چیونٹیوں کا بل جلا دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل کی کہ ایک چیونٹی نے تمہارے کاٹا کھا مگر تم نے اللہ کی سیج کر نیوالی پوری امت کو ہلاک کر دیا“

مینڈک کا مارنا مینڈک (ضفدرع) کا مارنا بھی مکروہ ہے حضرت عبدالرحمن بن عثمان سے روایت ہے کہ کسی شخص نے ذولکے لئے مینڈک کو مار ڈالنے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، آپ نے فرمایا ”مینڈک کو مت مارو“ اور جن جانوروں کو مار ڈالنا جائز ہے ان کو آگ میں نہ جلاؤ مثلاً بول، بٹو، مچھر، چیونٹیاں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی جانور کو آگ کا عذاب نہ دیا جائے کہ آگ کا عذاب سوائے آگ کے خالق کے اور کوئی نہیں دے سکتا۔

موزی جانور جو جانور خلقۃ موزی ہیں، خواہ اس سے ایذا پہنچی ہو یا نہ پہنچی ہو مگر اس کو مار ڈالنا جائز ہے کیونکہ اذیت پہنچانا اس کی فطرت ہے جیسے سانپ (اس کے بارے میں پہلے بیان کیا جا چکا ہے)۔ بچھو، کاٹنے والا کتا۔ چوہا وغیرہ بہت زیادہ کاٹے کتے کا بھی یہی حکم ہے۔ اس لئے کہ وہ شیطان ہے۔

پہلے سے جانور کو پانی پلانا ثواب ہے بشرطیکہ وہ موزی نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ”ہر سوختہ جگر کو پانی پلانے کا ثواب ہے بشرطیکہ وہ موزی نہ ہو“ موزی جانور کو پانی پلانے سے اس کی شرارت اور ایذا رسانی میں اور اضافہ ہوگا۔

کٹا شکار، کھیتی یا چوپاؤں کی حفاظت کے لئے اگر کتا یا لاجائے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ کاٹنے والے کتے کو آزاد چھوڑ رکھنا مکروہ ہے لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لئے کاٹنے والے کتے کو مار ڈالنا جائز ہے۔ بعض روایت میں آیا ہے کہ شکار اور چوپاؤں کی حفاظت کے سوا جس نے کتا پال رکھا ہے اس کی نیکیوں کے ثواب سے روزانہ دو قیراط کی کمی ہو جاتی ہے۔

جانوروں پر بوجھ لادنا جانوروں پر ان کی برداشت سے زیادہ بار ڈالنا جائز نہیں ہے خواہ وہ جانور زمین

جو تنے کا ہو یا بوجھ ڈھونے یا سواری کا۔ اگر جانور کو بقدر کفایت چارہ نہ دے گا تو گنہگار ہوگا، جانوروں کو ان کی خواہش سے زیادہ کھلانا بھی مکروہ ہے، جیسا کہ بعض لوگ موٹا کرنے کے لئے ان کو ایسی خوراک دیتے ہیں۔

حقوق والدین

ایک اور جگہ ارشاد ہوا ہے وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا اور دنیا میں ان دونوں کا اچھا ساتھ دو ایک اور جگہ ارشاد ہے اِنَّ اَشْكُوْنِيْ وَلَوْ اِلَٰهِيْكَ اِلٰهِيْ اِطْصِيْرَه (میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر اور تجھے میری ہی طرف سے لوٹ کر آنا ہے) حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ اگر کوئی شخص ماں باپ کو رات بھر ناراض رکھے یہاں تک کہ صبح ہو جائے تو اس کے لئے دوزخ کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جو صبح سے شام تک ماں باپ کو ناراض رکھے اس کے لئے بھی دوزخ کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اگر ماں باپ میں سے کسی ایک کو ناراض کرے تو اس کے لئے دوزخ کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے خواہ اس ناراضی میں زیادتی ماں باپ کی طرف سے کیوں نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی رضا مندی ماں باپ کی رضا مندی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی ماں باپ کی ناراضگی میں ہے۔ یہ بھی حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کیا، میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں، حضور نے ارشاد فرمایا کیا تیرے والدین ہیں؟ اس نے جواب دیا ہاں! آپ نے فرمایا ان ہی کی خدمت میں جہاد ہے۔ والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کی صورت یہ ہے کہ ان کی ضرورتوں کو پورا کرے، انھیں تکلیف نہ پہنچنے دے، والدین کے ساتھ بچوں جیسی نرمی اور محبت کی باتیں کرے، ان کی خدمت کرنے میں کوتاہی کرے والدین سے کھینچی نہ لے۔ سچے دل اور محبت سے ان کی خدمت کرے۔ ان کی طرف سے دکھ برداشت کرے۔ ان کی آواز سے اپنی آواز ادبچی نہ کرے۔ شرعی مخالفت نہ ہو تو کسی کام میں ان کی مخالفت نہ کرے۔ اگر وہ کسی ایسے کام کے لئے کہیں (جو خلاف شرع ہو) تو اس حکم کو نہ مانے جیسے حج، نماز، زکوٰۃ، کفارہ اور اللہ تعالیٰ کی نذر وغیرہ ترک کرنے کا حکم نہ مانے، اگر والدین کے حکم سے کسی حرام کام کا ارتکاب ہوتا ہو جیسے زنا، شراب نوشی، قتل، زنا کی تہمت لگانا، ناجائز مال لینا یعنی چوری اور ڈاکہ وغیرہ تو اس حکم کی اطاعت نہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان باتوں یا کاموں میں مخلوق کی تابعداری نہ کرو جو خان کی ناراضگی کا باعث ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ

وَمَا جُعِلَ فِي الدِّينِ مِنْ شَيْءٍ مَعْرُوفٍ (اور اگر تیرے والدین تجھے اس لئے تکلیف میں ڈالیں کہ تو اس چیز کو خدا کا شریک قرار دے جس کا تجھے علم ہی نہیں تو تو ان کا کہنا نہ مان، ہاں دنیا میں ان کا صرف نیکی میں ساتھ دے۔)

مندرجہ حدیث اور ارشادات ربانی سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بھی اللہ کی یا فرمائی یا اللہ کی اطاعت ترک کرنے کا حکم دے اس کی بات نہ مانی جائے۔ امام احمد، ابوطالب سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کو اس کے والدین کا زنا جماعت میں شرکت سے منع کیا کرتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا کہ فرائض کو ترک کرنے کے بارے میں ماں باپ کے حکم کی اطاعت کمت کر دو

والدین کی فرمانبرداری کے لئے نفلوں کو ترک کیا جاسکتا ہے اور یہ افضل ہے۔ والدین کے ساتھ بھلائی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ والدین نے جن لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا ہے ان سے خود بھی ترک تعلق کرے اور جن لوگوں سے والدین کے تعلقات ہوں ان سے خود بھی تعلق رکھے۔ والدین کے معاملے میں محافلوں پر

اطاعت والدین کے مزید احکام

ایسا ہی غصہ کرے جیسا اپنی ذات کے لئے کرتا ہے۔ اگر والدین کی کسی بات پر غصہ آئے تو اس وقت والدین کی ان تکالیف ان کے ایشاء قربانی اور خلوص و محبت کو یاد کرو جو انھوں نے تمھاری پرورش کے دوران کی ہیں اور اس وقت اللہ کے اس فرمان کو بھی یاد کرو **قُلْ كَهَذَا قولاً كَرِيمًا** والدین کے ساتھ عزت کے ساتھ بات کرو۔ اگر والدین کی شفقت کی یاد بھی غصہ کو فروغ نہ کر سکے تو سمجھ لے کہ وہ بدنصیب ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں گرفتار ہے۔

اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ماں باپ کے ساتھ کوئی سلوک کیا ہے تو غصہ فرو ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی چاہو اور توبہ کرو۔

اگر کسی ایسے سفر پر جانا چاہو جو تم پر واجب نہیں ہے تو والدین کی رضا مندی کے بغیر مت جاؤ، ماں باپ کی رضامندی کے بغیر جہاد پر بھی نہ جاؤ، والدین کو کوئی دکھ نہ پہنچاؤ، اس کا خیال رکھو کہ تمھاری دہر سے تمھارے والدین کو کوئی شخص آزار پہنچانے کا باعث نہ بنے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو ماں اور بچے میں جدائی کا باعث ہو، اگر کہیں سے کھانے پینے کی چیزیں لاؤ تو سب اچھا کھانا ماں باپ کو دو۔ کیونکہ وہ بھی (تمھاری خاطر) اکثر بھوکے رہے ہیں اور تم کو اپنے اوپر ترجیح دی ہے اور تمھارا پیٹ بھرا ہے، خود بیدار رہے ہیں اور تم کو سٹلایا ہے۔

معاشرت کی متفرق باتیں

کسی مولود (بچے) کا نام مع کنیت وہ رکھنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک مع کنیت تھا **مُسْتَحَبٌّ اور مکروہ** مکروہ ہے لیکن اگر صرف محمد یا ابوالقاسم رکھ لیا جائے تو مکروہ نہیں ہے، امام احمد کے اس بارے میں دو قول مروی ہیں ایک تو بہ صورت جواز موجود ہے اور دوسری روایت بہ صورت عدم جواز منقول ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک رکھ لینا اور کنیت نہ رکھنا حضرت ابوہریرہ اور حضرت انسؓ کی روایتوں سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرا نام رکھ لیا کرو، میری کنیت نہ رکھا کرو۔

نام اور کنیت

ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک رکھ لینا اور کنیت نہ رکھنا حضرت ابوہریرہ اور حضرت انسؓ کی روایتوں سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرا نام رکھ لیا کرو، میری کنیت نہ رکھا کرو۔

نام مع کینیت رکھنے کا جواز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک عورت نے خدمت دال میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میرے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے میں نے اس کا نام محمد اور کینیت ابو القاسم مقرر کی ہے مجھے بتایا گیا ہے کہ حضور وال کو یہ بات پسند نہیں ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا وہ کون سی چیز ہے جس نے میرے نام کو حلال اور میری کینیت کو حرام کیا ہے اور وہ کون سی چیز ہے جس نے میری کینیت کو حلال اور میرے نام کو حرام کیا ہے (یعنی میری کینیت کے جواز اور نام کے عدم جواز کا موجب کیا ہے)

ابو یحییٰ اور ابو علی کے ساتھ کینیت رکھنا مکروہ ہے۔ اپنے غلام کا نام افلح، سجاح، یار، نافع، رباح، اور کینیز کے نام بركة، بركة، حزن اور عاصیہ رکھنا مکروہ ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس نے فرمایا اگر میں زندہ رہا تو غلاموں کے نام یسار، برکت، رباح، سجاح یا افلح رکھنے کی ممانعت کر دوں گا۔ ایسے نام اور لقب جو اللہ تعالیٰ کے ناموں کے مثل ہوں رکھنا مکروہ ہیں جیسے مالک الملوک، شہنشاہ وغیرہ کیونکہ یہ اہل فارس میں رائج ہیں۔ وہ نام رکھنا بھی مکروہ ہیں جو صرف اللہ ہی کے لئے سزاوار ہیں جیسے قدوس، الہ، خالق، مہمین اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَجْعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ قُلُوبًا سَمَوْهُمُ الْمُشْرِكُونَ نے اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں فرمادیجئے یہ اُن کے من گھڑت نام ہیں بعض مفسرین اس آیت کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں آپ اُن سے کہہ دیجئے کہ ان شریکوں کے نام بھی میرے ناموں کی طرح رکھو پھر دیکھو کہ شریکوں کے ایسے نام رکھنا مناسب ہے یا نامناسب۔

اپنے بھائی یا غلام کو کریہہ لقب سے پکارنا حرام ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا تَسْمُوا بِأَبْنَاءِ الْفُقَرَاءِ لِقَابٍ بُرِّئَ الْقَابُ مِنْهُ بَلَاءُ اللّٰهِ تَعَالٰی نے اسے فسق فرمایا ہے اور مستحب یہ ہے کہ اپنے بھائی کو ایسے ناموں سے پکارتے جو اُسے سب سے زیادہ پسند ہوں۔

غصہ کی حالت کے احکام غصے کے دفت اگر کوئی آدمی کھڑا ہو تو بیٹھ جائے (اس سے غصہ کچھ فرو ہو جاتا ہے) اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔ غصے میں ٹھنڈے پانی کے چھینٹے منہ پر پڑنے سے غصہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور نے فرمایا ”غصہ ایک انگارا ہے جو آدمی کے دل میں ڈبکتا ہے۔ اگر کسی کی ایسی کیفیت ہو اور کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو تکیہ کے سہارے سے ٹیک لگالے۔“

اگر کچھ لوگ اپنے راز کی باتوں میں مشغول ہوں تو ان کے درمیان گھس کر نہیں بیٹھنا چاہیے۔ رسول اللہ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ دھوپ اور سایہ کے درمیان یعنی کچھ دھوپ اور کچھ سایہ میں بیٹھنا بھی مکروہ ہے۔ بائیں ہاتھ پر سہارا دے کر بیٹھنا مکروہ ہے۔ بیٹھے ہوئے لوگوں کے درمیان لیٹنا مکروہ ہے۔ اور جب مجلس سے اٹھتے تو کفارہ مجلس کے طور پر یہ دعا پڑھنا مستحب ہے سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوبُ اِلَيْكَ ۝

اللہ! تو پاک ہے سب تعریف تیرے ہی لئے ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تیری بخشش چاہتا ہوں دیریری ہی طرف توبہ کرتا ہوں قبرستان سے جوتے پہن کر گزرنا مکروہ ہے۔ قبرستان میں جانے والے کے لئے یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔

اللَّهُمَّ رَبَّ هَذَا الْأَجْسَادِ الْبَالِيَةِ وَالْعِظَامِ
الْمُخْرَجَةِ الَّتِي خَرَجَتْ مِنْ دَارِ الدُّنْيَا وَهِيَ بِكَ مُؤَمِّنَةٌ صَلِّ
عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَأَنْزِلْ عَلَيْهِمْ دَوْحًا مِنْكَ سَلَامًا مَبْنِيًّا

← جب قبرستان میں داخل ہو تو کہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَانْزِلْ عَلٰیہُمْ دَوْحًا مِنْكَ سَلَامًا مَبْنِيًّا
(مومنوں کی بستی کے رہنے والو! تم پر سلام ہو، اے اللہ ہم بھی تمھارے پاس پہنچنے والے ہیں) ایک روایت میں یہی آیا ہے۔

کسی قبر کی زیارت کے وقت قبر پر ہاتھ نہ رکھے نہ بوسہ دے، یہ یہودیوں کا طریقہ ہے، نہ قبر پر بیٹھے نہ اس سے ٹیک لگائے
نہ قبر کو پاؤں سے ٹھوک کر مارے، سخت مجبوری کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے۔ قبر سے اتنے فاصلے پر اور ایسی جگہ کھڑا ہو جہاں صاحب
قبر کی زندگی میں کھڑا ہوتا تھا اور ویسا ہی اس کا احترام کرے جیسے اگر وہ زندہ ہوتا تو کرتا۔

← گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص (قل ہو اللہ) اور کچھ دیگر آیات قرآنی پڑھ کر صاحب قبر کو اس کا ثواب پہنچائے اور اللہ سے اس طرح
عرض کرے کہ الہی اگر سورہ کو پڑھنے کا ثواب تو نے میرے لئے مقرر کیا ہے تو میں وہ ثواب اس صاحب قبر کے لئے ہدیہ کرتا ہوں اس
کے بعد اللہ سے اپنی مراد مانگے۔ مرقے کی ہڈی نہ توڑے اور نہ اس کو پاؤں کرے، اگر وہ ایسا کرنے پر مجبور ہو گیا ہو یا اتفاقاً ایسا
ہو جائے تو استغفار پڑھے اور اہل قبر کے لئے بخشش کی دعا کرے۔

بدشگونی: بدشگونی کرنا منع ہے۔ نیک فال کی ممانعت نہیں ہے۔

دوسروں کے ساتھ برتاؤ: ہر شخص سے عاجزی اور انحراف کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ بوڑھوں کی عزت اور بچوں پر شفقت کرنا
مستحب ہے، چھوٹوں کے قصور اور خطاؤں سے درگزر کرنا بھی مستحب ہے مگر ادب آموزی ترک نہ کرے۔

رحمت کی دعا: ہر ایک کے لئے یہ کہنا کہ ”اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت نازل کرے یا فلاں بن فلاں پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت بھیجے“
جائز ہے بمقول ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ) نے حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا ”صلی اللہ علیک (اللہ تعالیٰ
تم پر رحمت نازل کرے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا ”ابی احنیٰ کی اولاد پر رحمت نازل فرما“

مصافحہ: ذمی کا ہر سے مصافحہ کرنا مکروہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کے بموجب حضور نے ارشاد فرمایا
”ذمیوں سے مصافحہ نہ کرو“

دعا کا طریقہ: دعا مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پھیلائے، اللہ کی حمد و ثناء کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ورد بھیجے
پھر اپنی مراد مانگے۔ دعا مانگنے وقت آسمان کی طرف نظر نہ اٹھائے، دعا مانگنے کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر
پھیرے، حضور اقدس کا ارشاد ہے ”دونوں ہاتھ پھیلا کر اللہ سے دعا مانگو پھر انھیں منہ پر پھیر لو“

ترانی تعویذ: قرآن شریف کے ساتھ تعویذ (پناہ چاہنا) جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ
الرَّجِيمِ (شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ) اللہ تعالیٰ نے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ

بِرَبِّ النَّاسِ میں بھی فرمایا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور جب بیمار ہوتے تو یہ دونوں سورتیں پڑھ کر اپنے اوپر دم فرماتے
تھے حضور والا یہ دعا بھی پڑھتے تھے۔

میں خدائے بزرگ و برتر اور اس کے پاک کلموں کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اس شہر سے جس کو اس نے پیدا کر کے پھیلا دیا ہے اور یہ جو پاک کے شہر سے کیونکہ میرا رب اس کو پیشانی کے بالوں سے بچانے والا ہے

أَعُوذُ بِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ وَكَلِمَاتِهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَ ذُرْعَ وَ بَدْعَ وَ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ رَبِّي اخِذْ بِنِصَّتَيْهِمَا

قرآن مجید اور اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی کو بطور امنوں پڑھنا بھی جائز ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَتَنْزِيلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ (ہم نے قرآن میں ان چیزوں کو نازل کیا ہے جو مسلمانوں کے لئے شفا اور رحمت کا باعث ہیں)

دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے هٰذَا الْكِتَابُ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكًا (یہ وہ کتاب ہے جو ہم نے آسمانی اور جو برکت دہی ہے) حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کے سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ان کو (یعنی نظریہ) جھاڑ کر دو، اگر تقدیر سے کوئی چیز سبقت کرتی تو وہ بیک نظری ہوتی۔

تپ زدہ شخص کے لئے تعویذ لکھ کر گلے میں ڈالا جاسکتا ہے۔ امام احمدؒ نے فرمایا کہ مجھے بخار ہو گیا تو میرے لئے بخار کا یہ تعویذ لکھا گیا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع ہے جو رحمن و رحیم ہے۔ اللہ کے نام سے، محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اے اگ تو سلامتی کے ساتھ (حضرت) ابراہیمؑ پر ٹھنڈی ہو جا اور انھوں نے ان سے فریب کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر ہم نے ان کو ذلیل و خوار کر دیا۔ اے جبریل۔ میکائیل اور اسرافیل کے رب! اس تعویذ والے کو اپنی قوت سے شفا دیدے۔ اے ارحم الراحمین

بعض علما اصحاب حضرت مصطفیٰؐ کا قول ہے کہ جس عورت کے بچہ پیدا ہونے میں دشواری کا سامنا ہو تو وضع حمل کی آسانی کے لئے کسی پیالے یا دوسرے پاک برتن میں مندرجہ ذیل دعا لکھ کر پانی سے دھو کر کچھ پانی اس عورت کو پلایا جائے اور کچھ اس کے سینے پر چھڑک دیا جائے۔ تعویذ یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَكِیْمُ الْكَرِیْمُ ۝ فَتَحْنُ اللّٰهُ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۝ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ كَاَنْتُمْ یَوْمَ یُرْوٰی عَنْكُمْ سَمْعُ الْعَالَمِیْنَ ۝ اَلَا عَشِیَّةٌ اَوْ ضُحٰی ۝ كَاَنْتُمْ یَوْمَ یُرْوٰی عَنْكُمْ سَمْعُ الْعَالَمِیْنَ ۝ اَلَا سَاعَةٌ ۝ مِّنْ تَهَابٍ ۝ بَلَاغٌ فَهَلْ یُنْفَلِتُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

اس خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمن اور رحیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں ہے وہ اللہ جو عرش عظیم کا پروردگار ہے، سب تعریف اسی کے لئے ہے جو جہانوں کا پالنے والا ہے، گویا وہ (کفار) اس کو اس دن دیکھنے کے لئے جس کا وعدہ کیا گیا ہے، وہ نہیں ٹھہریں گے مگر ایک گھڑی دن کے برابر۔ قرآن کا پہنچانا حکم ہے پس کافروں کی قوم کے سوا کوئی ہلاک نہیں ہوتا۔

جبوٹی، سانپ، بچھو، کھٹل، پتو، مجھڑ وغیرہ کے کاٹے میں منتر کا پڑھنا ردم کرنا) جائز ہے چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نہ ہریے جانور کے کاٹنے میں دم کرنے (منتر پڑھنے) کی اجازت دی اور ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص شام کو تین بار — صلی اللہ علی نوح و علی نوح السّلام اللہ تعالیٰ نوح پر درود بھیجے اور نوح پر سلام ہو) پڑھے گا تو اس رات اس کو بچھو نہیں کاٹے گا۔

حضور کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص شام کو تین بار اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ کُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (یعنی ہر شے کی بدی سے جو پیدا کی گئی ہے میں اللہ کے ان کلمات کے ساتھ جو پورے اور کامل ہیں، پناہ مانگتا ہوں)، اس رات اس کو کوئی ذہک (زہر) دگھ نہیں پہنچائے گا۔ منتر پڑھ کر دم کرنا جائز ہے، تھکا کرنا مکروہ ہے۔

نظر بد کا علاج

نظر بد لگانے والا اپنے چہرے، اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوئے اور اپنے گھٹنے اور پیروں کے ساتھ تہ بندے اندرونی اعضا کو بھی ایک برتن میں دھوئے، پھر اس دھوؤں کو اس شخص پر ڈالے جس کو نظر بد لگی وہ صحت یاب ہو جائے گا۔ ابو امامہ بن سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ میں غسل کر رہا تھا، عامر بن ربیعہ نے میرے بدن کو دیکھ لیا اور تعجب سے کہنے لگا: "خدا کی قسم آج جیسا منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا، کسی پردہ نشین عورت کی جلد بھی میں نے ایسی (حسین) نہیں دیکھی۔" مجھے فالج ہو گیا ایسا کہ میں سر بھی نہیں اٹھا سکتا تھا۔ لوگوں نے اس بات کا تذکرہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، آپ نے ارشاد فرمایا تم کسی کو ملزم ٹھہراتے ہو، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ عامر بن ربیعہ نے ایسا ایسا کہا تھا۔ حضور نے عامر کو بلوایا اور مجھے بھی بلایا فرمایا اور ارشاد کیا سبحان اللہ کوئی اپنے بھائی کو کیوں مارے ڈالتا ہے، اگر کوئی چیز کسی کو پسند ہو (دیکھ کر تعجب کرے) تو اس کے لئے برکت کی دعا کرے۔ پھر آنحضرت نے عامر کو حکم دیا کہ غسل کرو، عامر نے اپنا چہرہ دھویا، اوپری ہاتھ دھوئے، دونوں کہنیاں دھویں پھر سینہ اور اپنی شرمگاہ کو دھویا اس کے بعد دونوں زانو، دونوں پاؤں مع پستانوں کے دھوئے، یہ اعضا اس طرح دھوئے کہ پانی ایک برتن میں دھوؤں کا جمع ہو گیا، حضور کے ارشاد کے بموجب وہ تمام پانی میرے اوپر سے بہا دیا گیا، ابو امامہ کہتے ہیں کہ حسب حکم کچھ پانی میرے بدن پر مل دیا گیا تھا۔ اس عمل کے فوراً بعد میں خود سٹاروں کے ساتھ چل کر لوٹ آیا۔ اگر پورا غسل کر کے نظر زدہ پر پانی ڈالا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

سینگی لگوانا، فصد کھلوانا بیماریوں کے علاج کے لئے سینگی لگوانا، فصد کھلوانا، داغ لگوانا، دوائیں، شربت اور عرق پیسنا، رگوں کا کاٹنا، زخموں کو جیرنا، سائے بدن میں کیڑے پڑ جانے کے خوف سے کسی عضو کا کاٹنا، بواسیر کے مسوں کا کٹوانا، (عمل جراحی کرنا)، غرض ایسے کام کرنا جن سے جسم کی اصلاح مقصود ہے جائز ہیں البتہ تندرست اور صحیح بدن کو کاٹنے سے بچانا چاہیے۔

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگی لگوائی اور طبیب سے مشورہ فرمایا، اور طبیبوں سے فرمایا تمہاری رائے ہی علاج ہے۔ طبیبوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا طب میں کچھ فائدہ ہے؟ آپ نے فرمایا جس نے بیماری آزاری ہے اس نے دوا بھی آزاری ہے حضرت امام احمد سے جم داغنے کا مسئلہ دریافت کیا گیا، آپ نے فرمایا دیہات کے لوگ ایسا کرتے ہیں۔ بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے داغ سے علاج کیا ہے (داغ لگایا ہے) ایک اور مقام پر حضرت امام احمد نے فرمایا کہ حضرت عمران بن حصین عرق النساء کو جیرا تھا۔ امام صاحب سے ایک روایت میں داغنے کی کراہت منقول ہے۔

حرام چیز کا بطور دوا استعمال درست نہیں، جیسے شراب، زہر، مردار، ناپاک چیز وغیرہ۔ گدھی کے دودھ سے بھی علاج درست نہیں ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ حرام چیزوں میں میری اُمت کی شفا نہیں کبھی گئی ہے۔ اس قدر درست کے سوا حقیقتہً کرنا بھی مکروہ ہے،

الطَّيِّبِينَ أَنْزَلَ رَحْمَةً مِنْ رَحْمَتِكَ وَشِفَاءً مِنْ شَفَائِكَ عَلَى التَّوَجُّعِ الَّذِي بِهِ ه

لے پاک لوگوں کے رب اپنی رحمت کا کچھ چھینا اور اپنی شفا میں سے اس درد کو جو لاحق ہے شفا دے۔

بدشگونی کا دفعیہ

بدشگونی پیدا کرنے والی کوئی چیز دیکھ تو کہے۔ اَللّٰهُمَّ لَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا يَنْزِلُ هَبْ بِالسَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ (اے الہی! بھلائیوں کو تیرے سوا کوئی نہیں لانا

اور نہ تیرے سوا کوئی برائیوں کو دفع کرتا ہے۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی دعا مروی ہے۔

کلیسا، آتشکدہ یا بتکدہ دیکھنے پر

اگر کوئی شخص یہودیوں کا عبادت خانہ (سبیل) دیکھے، یا تیری یا سنگھ (بوق) کی آواز سنے یا کسی جگہ یہودیوں مشرکوں اور عیسائیوں کی جماعت دیکھے تو اس کو یہ الفاظ کہنا چاہیے۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ لِيْ عِلَةً وَلَا تَجْعَلْهُ لِيْ عِلَةً وَلَا تَجْعَلْهُ لِيْ عِلَةً (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں کوئی اس کا شریک نہیں اس کے سوا میں کس آمد کی بندگی نہیں کرتا ہوں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص مذکورہ بالا الفاظ کہے گا، مشرکوں کی تعداد کے برابر اللہ تعالیٰ اسے گناہ معاف فرما دیگا۔

رعد اور کڑک کی آواز

رعد اور گرج کی آواز سن کر کہے۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تَهْلِكْنَا بَعْدَ اِيَّاكَ وَخَافْنَا قَبْلَكَ ذَلِكْ ه

اے الہی! ہم کو اپنے غضب سے قتل نہ کر دینا اور اپنے عذاب سے ہلاک نہ کرنا اور اس سے پہلے ہم کو بچانا۔

آندھی کے وقت کی دعا

آندھی آتی دیکھ کر یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهِ الْعَوْدُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهِ

اے الہی! میں تجھ سے اس کی خیر کا طلبگار ہوں اور جس کام کے لئے اس کو بھیجا گیا ہے اس کی خیر کا بھی..... اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس کے شر سے اور اس چیز کے شر سے جس کیلئے اس کو بھیجا گیا ہے۔

بازار میں جانا

بازار میں جانے والے کو چاہیے کہ وہ یہ دعا پڑھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پڑھتے تھے۔ حضور یہ فرمایا کرتے تھے۔

اے الہی! میں تجھ سے بازار اور جو کچھ بازار میں موجود ہے، اس سے بھلائی کا خواستگار ہوں اور بازار کی برائی اور اس میں جو کچھ موجود ہے اس کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اے الہی میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں بازار میں جھوٹی قسم میں مبتلا ہو جاؤں یا کوئی نقصان کا سودا مجھ پر پڑے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ ایسا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کی حکومت ہے اسی کے لئے تمام تعریف، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ وہ زندہ ہے، اس کے لئے موت نہیں ہے۔ اسی کے قبضہ میں بھلائی ہے۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ خَيْرَ هَذَا السُّوقِ وَخَيْرَ مَا فِيْهِ وَاعْوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا فِيْهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُصِيبَ فِيْهَا يَمِيْنًا فَاجِرَةً اَوْ صَفَقَةً خَاسِرَةً لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ اَلَمْذُكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُجْنِيْ وَيُنِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ه

رویت ہلال کی دعا
میںے کانیا چاند دیکھ کر پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اِهْلِكْ عَلَيْنَا بِالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبَّكَ اللّٰهُ
(الہی، اس چاند کو برکت، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ ہم پر نمودار فرما! اللہ میرا اور تیرا رب ہے)

مصیبت زدہ کو دیکھ کر
جب کسی شخص کو دکھ اور مصیبت میں مبتلا دیکھے تو یہ دعا پڑھے۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِنْ اَمَرٍ مُّبِيْنٍ ۝ اللّٰهُ کا شکر ہے جس نے مجھے اس کی سے محفوظ رکھا، جس میں تجھے مبتلا
بہا، وَفَضَّلَنِيْ عَلَیْكَ وَ عَلٰی کَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْصِيْلًا ۝ کیا اور مجھے تجھ پر اور بہت سی مخلوق پر برتری اور فضیلت عطا فرمائی۔
جب تک یہ دعا پڑھنے والا زندہ رہے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اس دکھ سے محفوظ رکھے گا۔ (خواہ کوئی دکھ ہو)

حاجی سے ملاقات پر
حاجی جب کفر ج سے واپس آئیں تو ان سے ملاقات کے وقت کہے !!
تَقَبَّلَ اللّٰهُ نُسُكَكَ وَاَعْظَمَ اللّٰهُ الشَّرِيْرَةَ حَجَّ کو قبول فرمائے، تجھے بڑا اجر عطا فرمائے اور جو
اَجْرَكَ وَاَخْلَفْتَ نَفَقَتَكَ کچھ تیرا خرچ ہو گیا ہے اس کا عوض تجھ کو عطا کرے۔

بیمار کی عیادت کے موقع پر دعا
روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاجی سے ملاقات کے وقت ہی فرمایا کرتے تھے۔
کسی مسلمان بیمار کی عیادت کو جائے اور اس کو حالت نزع میں دیکھے یا اسے مردہ پائے تو یہ دعا پڑھے جو
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، موت گھبراہٹ کا وقت ہے لہذا
جب تم اپنے کسی رفیق کو اس حالت میں دیکھو تو یہ دعا پڑھو۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ
لَمُنْقَلِبُونَ، اَللّٰهُمَّ اَكْتُبْهُ عِنْدَكَ فِي الْمَحْسِنِيْنَ وَ
جَعَلْ كِتَابَهُ فِيْ عِلِّيِّیْنَ وَاَخْلَفْ عَلٰی
عَقِبِهِ فِيْ الْاٰخِرَتَيْنِ وَلَا تَحْرُمْْنَا اَجْرَهُ
وَلَا تَقْبِضْنَا بَعْدَهُ ۝ بیشک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف ہم لوٹنے والے ہیں
اپنے رب کے پاس ہی ہم کو بلک کر جانا ہے۔ الہی اپنے پاس اس کو نیکو
کے کاروں میں لکھ لے، اور اس کا نامہ اعمال عِلّیّین میں رکھ دے اور اس
کے پسند گان کی تو نگرانی فرما۔ ہم کو اس کے ثواب سے محروم نہ کر
اور اس کے بعد ہم کو مصیبت میں نہ ڈال۔

یہ مستحب ہے کہ مرنے والا شخص اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرے اور اپنے داروں کو مشورہ دے کہ جو کچھ حقوق العباد اس کے ذمے ہیں
اس کو ادا کریں جو غریب شہداء اس کے وارث نہیں ہیں اپنے کل مال کا تہائی رقم جھڑان ہو دینے کی وصیت کرے، اگر ایسے رشتہ دار نہ ہوں
تو محتاجوں، مسکینوں، مسجروں، یتیموں اور دوسرے نیکی کے کاموں میں رقم مال صرف کرنے کی وصیت کر دے۔

مردوں کو قبر میں رکھتے وقت کی دعا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، مردوں کو قبروں میں رکھتے وقت کہو۔
بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ۝ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کو قبر میں رکھتے وقت
یہی الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔ جتر پر مٹی ڈالتے وقت کہے۔

اِنِّیْٓ اَنَا بِیْٓثٍ وَ تَصْنِدُ بِیْٓثٍ رَسُوْلُکَ وَاِنِّیْٓ اَنَا بِبَقِیَّتِکَ
هٰذَا مَا وَعَدَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُہٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُہٗ
حضرت علی اکرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا اسے خاک کے ذوق کے برابر نیکیاں ملیں گی۔

اطاعت گزاری، ولیمہ نکاح کا خطبہ

نکاح کے آداب

نیک نوڈیوں اور غلاموں کا نکاح کر دو، دوسری جگہ ارشاد ربّانی ہے فَاَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰی وَثُلَاثَ وَرُبْعَہٗ (ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں، دو دو تین چار چار)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ نکاح کر دو اور اپنی اولاد بڑھاؤ، خواہ جس ساقط ہی کیوں نہ ہو جائیں کیونکہ میں اپنی کثرت امت پر فخر کرنے والا ہوں۔ ان دونوں آیتوں اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ زنا کا ڈر ہو یا نہ ہو نکاح کرنا بہر صورت واجب ہے۔

امام احمدؒ کی روایت کی رد سے ابو داؤد کے نزدیک نکاح مطلقاً واجب ہے (زنا کا ڈر ہو یا نہ ہو) پس واجب کی ادائیگی کی نیت کرنے والے کے لئے حکم خداوندی کی تعمیل کا ثواب ہو گا۔ ارشاد خداوندی کی تعمیل کے ساتھ ساتھ اپنے دین کی تکمیل اور حفاظت بھی مقصود ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ”جس نے نکاح کر لیا اس نے اپنا نصف دین محفوظ کر لیا۔ دوسرا فرمان نبویؐ ہے ”جب بندے نے نکاح کر لیا تو اس نے اپنا نصف دین مکمل کر لیا“

← نکاح کے لئے ایسی عورت انتخاب کرے جو عالی نسب ہو، قرابت دار نہ ہو اور ایسی عورتوں میں سے ہو جو کثیر النسل مشہور ہیں (اسی خاندان کی ہو جس خاندان کی عورتوں کے زیادہ اولاد پیدا ہوتی ہو) حضرت جابر بن عبد اللہ نے جب رسول اللہ کو بتایا کہ میں نے عائشہ (بیوہ) سے نکاح کیا ہے تو حضور نے فرمایا تم نے دوشیزہ سے نکاح کیوں نہیں کیا کہ تمہارا بہلاؤ اس سے ہوتا اور اس کا تم سے ۔

کثیر النسل ہونے کی شرط اس لئے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "باہم نکاح کرو اور نیک برصاؤ" میسی
متھاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا اگرچہ یہ کچھ ہی ہو۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ ایسی عورت سے نکاح کرو جو بہت بچے
پیدا کرنے والی اور زیادہ محبت کرنے والی ہو۔ میں متھاری کثرت پر فخر کروں گا۔

بہ عورت کے قربت داد الدستہ داد نہ ہونے کی شرط اس لئے ہے کہ اگر باہم نفرت و عداوت ہو جائے تو اس قربت کو قطع نہ کرنا پڑے جس کو جوڑے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی لئے مشرعی نے نکاح کے اندر دو بہنوں کو جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ زبان دراز، طلاق کی غانگہ اور بدلہ گدوانے والی عورت سے بھی نکاح نہ کرنا چاہئے۔ نکاح کرنے کے بعد عورت سے طو ش اخلاقی سے پیش آئے؛ اس کو دکھ دے

اور اس پر سختی نہ کرے کہ وہ خلع کی خواست نگاری کرے اور اپنے ہر کو خلع کے بدل میں محسوب کر دے۔ بیوی کے والدین کو گالی نہ دے اگر ایسا کرے گا تو اس سے اللہ اور اللہ کے رسول دونوں بیزار ہوں گے۔

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے عورتوں سے بھلائی کرنے کا میرا آخری حکم مانو، وہ تمھارے پاس قیدی ہیں۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی عورت سے گھر کے ساتھ نکاح کرے اور نیت تہرہ کرے کی نہ ہو تو وہ قیامت کے دن زانی کی حالت میں آئے گا؛ عورت اگر اپنی زبان درازی سے شوہر کو دکھ پہنچائے تو مرد کو چاہیے کہ اس عورت سے علیحدہ ہو جائے یا اللہ کی طرف رجوع کرے اور تضرع و زاری کے ساتھ دعا کرے اللہ اس کے کام کو پورا کرے گا اور اگر اس گریخ آورد کہ میں بصر کرے گا تو راہ خدا میں جہاد کرنے والے کی طرح ہوگا۔ اگر عورت بھڑا و رعبت جبر کے بغیر اپنا کچھ مال شوہر کو دے دے تو خوشی سے لے لینا چاہیے۔ اس کا ٹھکانا مرد کے لئے جائز ہے۔

مناسب ہے کہ نکاح سے پہلے عورت کا چہرہ اور ظاہری بدن دیکھ لے (یعنی منہ اور ہاتھوں کو اچھی طرح دیکھ لے) تاکہ بعد کو مفارقت باطلاق کی نوبت نہ آئے کیونکہ طلاق اور مفارقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ اور ناپسندیدہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نکاح چیزوں میں طلاق سے ناپسندیدہ چیز ہے۔

عورت کے چہرے و عجزہ کو دیکھ لینے کے سلسلے میں اصل دلیل یہ حدیث ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں کسی کے دل میں کسی عورت کو نکاح کا پیغام بھجوانے کا ارادہ اللہ تعالیٰ پیدا کرے تو پہلے اس عورت کے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کو دیکھ لینا چاہیے۔ یہ صورت آپس میں محبت پیدا کرنے کے لئے نہایت مناسب ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو اگر اس عورت کے اُن اعضا کا دیکھنا ممکن ہو جو نکاح کی طرف رغبت دلاتے ہیں دیکھ لے۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں نے ایک لڑکی کو نکاح کا پیغام دیا اور چھپ کر اتنا حصہ بھی دیکھ لیا جس نے مجھے اس سے نکاح کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ ابو داؤد نے یہ روایت اپنی سنن میں نقل کی ہے۔

عورت کو دیندار اور ذی فہم ہونا چاہیے۔ حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عورت سے نکاح چار خوبیوں کے پیش نظر کیا جاتا ہے دولت، حسن، عالی نسب اور دینداری۔

کامیابی اس شخص کی ہے جو محض دینداری کی بنا پر عورت سے نکاح کرتا ہے۔ رسول اللہ نے دیندار عورت سے نکاح کرنے کی صراحت اس لئے فرمائی ہے کہ دیندار عورت شوہر کی مددگار ہوتی ہے اور ٹھوڑی روزی پر قناعت کر لیتی ہے اس کے برخلاف دینداری سے حالی عورتیں گناہ اور مصیبت میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ ایسی عورتوں سے دہی بچتا ہے جسے اللہ تعالیٰ بچائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَالْأَن بَشَرًا هُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ (یعنی اب ان سے مباشرت کرو اور اللہ نے تمھارے لئے جو کچھ لکھ دیا ہے اس کی طلب کرو) اس آیت کریمہ کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ مباشرت سے مراد جماع اور ابتناء سے مراد طلب اولاد ہے عورت کے لئے بھی یہی مناسب ہے کہ نکاح کرنے میں اس کا مقصد بھی اپنی عصمت کا تحفظ، اولاد کی طلب اور اللہ کی طرف سے دیا ہوا اجر عظیم ہو۔ اور وہ اسی نیت سے شوہر کی قربت میں رہ کر حمل و ولادت اور اولاد کی پرورش کو بھرے برداشت کرے زیاد بن میمون نے حضرت انس بن مالک کا قول نقل کیا ہے کہ مدینہ کی رہنے والی ایک عطر فروش عورت جس کا نام حولا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، ام المومنین میرا شوہر انسان شریف ہے۔ میں

ہر رات عطر لگا کر اور سنگھار کر کے شب زفاف کی دلہن کی طرح ہو جاتی ہوں۔ جب وہ آکر اپنے بستر میں بیٹ جاتا ہے تو میں اس کے لحاف میں گھس جاتی ہوں۔ ان کاموں سے میرا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہوتا ہے مگر میرا شوہر میری طرف سے منہ پھیرتا ہے میرے خیال میں اس کو مجھ سے نفرت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ رسول اللہ تشریف لے آئیں۔ اس اثنا میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا یہ خوشبو کیسی ہے؟ کیا حولا آئی ہے؟ کیا تم نے اس سے کچھ خریدا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! بخدا میں نے کچھ نہیں خریدا ہے، پھر حولا نے اپنا عقدہ عرض کیا، حضور گرامی نے فرمایا جا اس کی بات سن اور اس کا حکم مان! حولا نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ایسا ہی کروں گی مجھے اس کا کیا ثواب ملیگا؟ آنحضرت نے جواب دیا جو عورت اپنے خاوند کی آراستگی اور درستی کے لئے کوئی چیز اٹھا کر رکھتی ہے، اس کے عوض اس کو ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے اور اس کا ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے اور ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور جو حاملہ عورت حمل کی کوئی تکلیف برداشت کرتی ہے اس کے لئے قائم اللیل اور صائم النہار اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا اجر ملتا ہے اور جب اسے درد زہ لاحق ہوتا ہے تو ہر درد کے عوض اس کو ایک جان (غلام) آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جب بچہ ماں کے پستان سے دودھ کی چسکی لیتا ہے تو ہر چسکی کے عوض اس عورت کو اس قدر ثواب ملتا ہے جتنا غلام کو آزاد کرنے کا۔ جب عورت اپنے بچہ کا دودھ چھڑاتی ہے تو آسمان سے ندا آتی ہے کہ اے عورت! تو نے ماہی کے سب کام پورے کر دیئے اب جو زمانہ باقی ہے اس کا کام شروع کر۔ (یعنی پچھلی زندگی کے سارے گناہ معاف ہو گئے اب از سر نو زندگی شروع کر) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر عرض کیا یا رسول اللہ! مردوں کے ثواب کا کیا حال ہے؟ عورتوں کو تو اس قدر ثواب حصہ دار بنادیا گیا؟ یہ سوال سن کر حضور نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کہ جو مرد اپنی بیوی کا ہاتھ اس کو بہلانے کے لئے پکارتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے۔ جب مرد پیار سے عورت کے گلے میں ہاتھ ڈالتا ہے اس کے حق میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جب وہ عورت کے ساتھ مباشرت کرتا ہے تو دنیا و مافیہا سے بہتر ہو جاتا ہے۔ اور جب غسل جنابت کرتا ہے تو بدن کے جس بال پر سے پانی گرتا ہے اس ہر بال کے عوض اس کی ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک گناہ کم کر دیا جاتا ہے اور ایک درجہ اونچا کر دیا جاتا ہے اور غسل کے عوض جو کچھ ثواب اس کو دیا جائے گا وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس پر فخر کرتا ہے اور فرشتوں سے کہتا ہے کہ میرے بندے کی طرف دیکھو کہ اس سروسرواٹ میں غسل جنابت کے لئے اٹھا ہے۔ اسے میرے پروردگار ہونے کا یقین ہے۔ تم بھی اس بات پر گواہ رہنا کہ میں نے اس کو بخش دیا۔

ابن مبارک بن فضال نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی میری وصیت مانو وہ تمہارے پاس قید ہیں۔ خود مختار نہیں ہیں، تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور اللہ کے حکم سے ان کی شرمگاہوں کو اپنے لئے حلال بنایا ہے۔

عبادۃ بن کثیر نے بحوالہ عبداللہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا میری امانت کے مردوں میں بہترین مرد وہ ہے جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور میری امانت کی عورتوں میں سب سے بہتر وہ عورت ہے جو اپنے شوہر کے ساتھ اچھا سلوک کرتی ہے۔ ایسی عورت کو رات دن میں ایسے ایک ہزار شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔ جو خدا کی راہ میں صبر کے ساتھ شہید ہوتے ہیں اور اس کے اجر کی امید اللہ سے رکھتے ہیں۔ ان عورتوں میں سے ہر عورت جنت کی حور عین پر ایسی ہی۔

فضیلت رکھتی ہے جیسی محمد کو تم میں سے اونی مرد پر۔ میری امت کی عورتوں میں وہ عورت سب سے بہتر ہے جو اپنے شوہر کی اس کی خواہش کے مطابق فرمانبرداری کرتی ہے، گناہ کے کاموں کے سوا۔ فرمایا: میری امت کے مردوں میں بہتر وہ مرد ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اسی طرح مہربانی سے پیش آتا ہے جس طرح ایک ماں اپنے بچے کے ساتھ، ایسے مرد کے لئے ہر دن رات میں صبر و شکر کے ساتھ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے سو مردوں کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ اس موقع پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیا بات ہے کہ عورت کو ہزار شہیدوں کا ثواب اور مرد کو سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ تم کو نہیں معلوم کہ اجر اور ثواب میں عورت مرد سے بڑھ کر اور افضل ہے۔ جنت میں اللہ تعالیٰ مرد کے درجات میں مزید درجات کا اضافہ اس لئے فرمائے گا کہ اس کی بیوی اس سے خوش ہے اور اس کے لئے دعا کرتی ہے۔ کیا تم کو نہیں معلوم کہ عورت کے لئے شکر کے بعد سب سے بڑا گناہ شوہر کی نافرمانی ہے، خبردار کمزوروں کے حق کی بابت اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ تم سے ان دونوں کے بارے میں باز پرس کریگا۔ یتیم اور عورت جس نے ان دونوں سے بھلائی کی وہ اللہ اور اس کی رضامندی کے پہنچ گیا اور جس نے ان دونوں کو برائی کی وہ اللہ کے غضب کا سزاوار ہو گیا۔ شوہر کا حق بیوی پر ایسا ہے جیسا میرا حق تم پر ہے جس نے میری حق تلفی کی اس نے اللہ کا حق ضائع کیا اور وہ اللہ کے غضب میں مبتلا ہو کر کوٹا، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جہنم بہت بڑی جگہ ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کے حوالہ سے حضرت ابو جعفر بن محمد بن علی نے بیان کیا کہ میں اور حنیفہ بزرگ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک عورت آئی اور سلام کہہ کر آپ کے سر پر ہاتھ رکھ کر گھڑی ہو گئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہاں سے کافی مسافت پر کچھ عورتیں ہیں میں ان کی طرف سے ایچی (نماندہ) بن کر آپ کی خدمت آئی ہوں اور ان کی طرف سے یہ پیغام لائی ہوں کہ مردوں اور عورتوں کا رب اللہ تعالیٰ ہے، آدم (علیہ السلام) مردوں کے باپ تھے اور عورتوں کے بھی، حقاً مردوں کی بھی ماں تھیں اور عورتوں کی بھی، مرد جب راہ خدا میں مارے جاتے ہیں تو وہ اپنے رب کے پاس زندہ رہتے ہیں اور ان کو وہاں ... روزی دی جاتی ہے اور رزق بھی ہوتا ہے تب بھی ان کے لئے ایسا ہی ثواب ہے جیسا کہ آپ آگاہ ہیں اور ہم مردوں پر (بندھی) بیٹھی رہتی ہیں اور ان کی خدمت میں مشغول رہتی ہیں تو کیا ہمارے لئے بھی کچھ اجر ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری طرف سے عورتوں کو سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ شوہر کی اطاعت اور اس کے حق کا اقرار مردوں کے جہاد کے ثواب کے برابر ہے، مگر تم میں سے کم عورتیں ایسا کرتی ہیں۔

حضرت ثابت بن النض کا بیان ہے، مجھے عورتوں نے رسول اللہ کی خدمت میں بھیجا، میں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عورتوں کی طرف سے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا مرد بزرگی میں بڑھ گئے اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے کا اجر پائے؟ ہم عورتوں کے لئے کسی ایسے عمل کا تذکرہ نہیں ہے جس کے باعث ہم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے عمل کی برابری کر سکیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا: گھر میں بیٹھ کر تم میں سے ہر ایک کا کام کاج کرنا خدا کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے عمل کے برابر ہے۔

حضرت عمران بن حصیب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ سے دریافت کیا گیا: کیا عورتوں پر بھی جہاد فرض ہے فرمایا ہاں! ان کا جہاد غیرت ہے، وہ اپنے نفسوں سے جہاد کرتی ہیں۔ پس اگر وہ صبر کریں تو وہ جہاد کرنے والی ہیں، اور اگر وہ (لفظی کی کمی و بیشی) راضی رہیں گی تو وہ گویا جہاد کی تیاری کرنے والی ہیں پس عورتوں کے لئے دو ہزار اجر ہے لہذا مرد اور عورت دونوں کے لئے مناسب ہے

الذی علیہم جیسا (نہارا) حق عورتوں پر ہے ایسا ہی ان کا حق بھی (مردوں پر) ہے، یہ بات اس لئے ہے کہ دونوں اللہ تعالیٰ کے سربراہین بن جائیں۔ عورت کو یہ اعتقاد بھی رکھنا چاہیے کہ اس کے لئے انتظام خانہ داری اور شوہر کی اطاعت جہاد ہے بہتر ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا، عورت کے لئے شوہر یا قبر سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ حضور نے یہ بھی ارشاد فرمایا مسکین ہے، مسکین ہے وہ مرد جس کی بیوی نہ ہو، عرض کیا یا رسول اللہ (مرد) غنی ہو آپ نے ارشاد فرمایا ہاں اگرچہ وہ مال کے لحاظ سے غنی ہو، پھر ارشاد فرمایا مسکین ہے، مسکین ہے وہ عورت جس کا شوہر نہ ہو، عرض کیا یا رسول اللہ (مرد) غنی ہو، حضور نے فرمایا اگرچہ مال کے لحاظ سے غنی ہو۔

نکاح جمعرات یا جمعہ کو کرنا مستحب ہے، صبح کی بجائے شام کے وقت نکاح کرنا ادنیٰ و افضل ہے، ایجاب قبول سے پہلے خطبہ نکاح پڑھنا مسنون ہے اگرچہ بعد میں بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

نکاح میں اختیار ہے کہ خود کرے یا وکیل کی معرفت کرے، نکاح ہو چکے تو حاضرین کے لئے یہ الفاظ کہنا مستحب میں :-
بَارَكَ اللهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ وَعَافِيَةٍ ۱۰ اللہ تم کو برکت دے اور تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے، نیکی
 اور مند رستی کے ساتھ تم کو اکٹھا رکھے۔

نکاح کے بعد نکاح کے بعد اگر عورت کے گھر والے مہلت طلب کریں۔ تو ان کو مہلت دے دی جائے تاکہ اس مدت میں وہ دلہن کا سامان درست کر لیں (جہیز، سامان آرائش اور زینورات وغیرہ)۔

جب عورت مرد کے گھرائے تو اس روایت پر عمل کریں جس کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ان سے بیان کیا کہ میں نے ایک دو شیرہ سے نکاح کر لیا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے پسند نہیں کرے گی یا نہ کرے، حضرت عبداللہ نے فرمایا الفت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور نفرت شیطان کی جانب سے! جب تم بیوی کے پاس جاؤ تو سب سے پہلے اس کو کہو کہ وہ تمہارے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے نماز کے بعد تم اس طرح دعا کرنا!

اللَّهُمَّ بَارِكْ لِي فِي أَهْلِي وَبَارِكْ لِأَهْلِي فِي، اللَّهُمَّ
ارْزُقْنِي مِنْهُمْ وَارْزُقْهُمْ مِنِّي اللَّهُمَّ اجْمَعْ بَيْنَنَا إِذَا جُمِعْتَ
أَخِيْرُ وَفَرِّقْ بَيْنَنَا إِذَا فُرِّقْتَ إِلَى خَيْرِهِ
جب بیوی سے مباشرت کرے تو یہ دعا پڑھے۔

بِسْمِ اللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ، اللَّهُمَّ اجْعَلْ ذَرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنْ قَدْ زَلَّ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ مَجْلِسِي اللَّهُمَّ اجْنُبْنِي الشَّيْطَانَ وَجَنِّ الشَّيْطَانَ

عالی مرتبہ عظمت والے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں: الہی اگر تو نے مقدر کر لیا ہے کہ میری پشت سے کوئی اولاد برآمد ہو تو اس کو پاکیزہ نسل بنا

الہی شیطان کو مجھ سے دور رکھ اور جو اولاد تو مجھے ازلی کرے اس

سورہ مدثر سے بھی شیطان کو دور رکھ۔

مَا دَرَزْتَنِي

جماع سے فراغت کے بعد بغیر کپلائے دل میں یہ دعا پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَ بِسْمِ اللّٰهِ اِلَهِ اللّٰهِ کے لئے تعریف ہے جس نے آدمی کو پانی سے پیدا کیا
مِنْ اَنۡثَا بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا سے پھر اس کے لئے رابہم محبت پیدا کرنے کے لئے (رشتہ اور سسرال
وَكَانَ تَرَاتُكَ قَدِيرًا اَہ کو نبایا اور تیرا رب ہر شے پر قادر ہے۔

اس مضمون کی اصل وہ حدیث ہے جو کرب نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب
تم اپنی بیوی کے ساتھ بچا ہونے کا ارادہ کرو تو کہو اے اللہ ہمیں در اس نچے کو جو ہمیں عطا کرنا ہے شیطان سے دور رکھنا! اگر ان
کے مقدر میں بچہ کی ولادت ہے تو شیطان اس بچے کو کبھی ضرر نہیں پہنچا سکیگا۔

حمل کے زمانے میں حمل ظاہر ہونے پر مرد کو لازم ہے کہ عورت کی غذا کو حرام اور حرام کے شبہ سے بھی پاک رکھے تاکہ بچے
کی پیدائش اس بنیاد پر ہو کہ شیطان کی وہاں تک سائی ہی نہ ہو سکے، بلکہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ حلال کی غذا،

کی پابندی زنا (اول روزی مباشرت) ہی سے کی جائے تاکہ وہ خود اور اس کی بیوی اور بچے پیدا ہونے والے دنیا میں شیطان کی
دسترس سے اور آخرت میں دوزخ سے محفوظ رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا لَّي آتِيكُمْ وَالْوَالِدَاتُ أُولَئِي هُنَّ حَقٌّ عَلَىٰ ذُنُوبِهِنَّ لَمَنِ كُنَّ ظَالِمًا
نیکو کار اور والدین کا نیکو برادر اور اللہ کا بیٹھتا ہوتا ہے اور یہ سب کچھ پاک و صاف غذا کی برکت ہے۔

جماع سے فارغ ہونے کے بعد عورت کے پاس سے ہٹ جائے اور بدن کو دھو کر نجاست دور کرے اور وضو کرے
جماع کے بعد بشرطیکہ دوبارہ جماع کا قصد ہو، اگر قصد نہ ہو تو غسل کرے، ناپاکی کی حالت میں نہ سوئے ایسا کرنا مکروہ ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی مروی ہے، البتہ اگر شدید سردی کی وجہ سے نہانا دشوار ہو یا حمام دور ہو یا پانی دور ہو
یا غسل کرنے میں کچھ خون حائل ہو تو بغیر غسل کے سو جائے اور اس وقت تک بغیر غسل رہے جب تک یہ عذر دور نہ ہو جائے (مواضع

فراہم ہوتے ہی غسل کرے)۔ جماع کے وقت قبلہ روزہ ہو، پوشیدہ جگہ پر جماعت کرے (کسی کی نظر کے سامنے نہ ہو) یہاں تک کہ چھوٹے

بچے کے سامنے بھی نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں
سے کوئی اپنی بیوی سے قرب کرے تو پردہ کر لے، بے پردہ ہو گا تو ملا کر جیا کی وجہ سے باہر نکل جائیں گے اور شیطان آجائیں گے

اب اگر کوئی بچہ ہوا تو شیطان کی اس میں شرکت ہوگی، بزرگان سلف سے منقول ہے کہ جماع کے وقت اگر سیم اللہ نہ پڑھیں تو
اس صورت میں مرد کی شرمگاہ سے شیطان لپٹ جاتا ہے اور اس مرد کی طرح وہ بھی جماع کرتا ہے۔

جماع سے پہلے عورت کو جماع کی طرف راغب کرنا مسخّن ہے اگر ایسا نہ کیا جائے تو عورت کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے جو اکثر
عداوت اور جدائی تک پہنچا دیتا ہے۔

عزل کرنا شرمگاہ کے باہر انزال کرنا جائز نہیں ہے، اگر عورت آزاد ہے تو اس کی اجازت لینا ضروری ہے اور اگر وہ کسی کی

باندی ہو تو اس کے آقا کی اجازت ضروری ہے، ہاں اگر خود اپنی باندی ہے تو اجازت لینے کی ضرورت نہیں اس کو خود اختیار ہے۔ ایک شخص نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ: میری ایک باندی ہے جو ہماری خدمتگار بھی ہے میں اس سے مجامعت کرتا ہوں مگر اس کا حاملہ ہونا مجھے پسند نہیں ہے، حضور نے ارشاد فرمایا اگر چاہو تو عزل کر لیا کرو لیکن جو اس کے لئے مقدر ہو چکا ہے اس کو ضرور ملے گا۔

جماع سے پرہیز حیض و نفاس کی حالت میں جماع سے پرہیز کرنا چاہیے، ایک قول کے لحاظ سے حیض کا خون ختم ہونے کے بعد غسل سے پہلے جماع نہیں کرنا چاہیے۔ اور نفاس کی صورت میں نفاس کے چالیس روز گزرنے سے پہلے اگر خون کا آنا بند ہو گیا ہے تب بھی جماع نہ کرنا مستحب ہے، عورت کو اگر غسل کے لئے پانی نہ ملے تو تیمم کرے۔ اگر حیض نفاس کی اس مدت کے اندر جماع کیا تو ایک روایت کے بموجب ایک یا نصف دینار بطور کفارہ خیرات کرے اور دوسری روایت کے لحاظ سے کفارہ مقرر نہیں ہے بلکہ اللہ سے توبہ و استغفار کرے اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد کرے۔ عورت کے غیر مخصوص مقام میں جماع نہیں کرنا چاہیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ملعون ہے وہ شخص جو عورت سے لواطت کرتا ہے۔

عورت کی خواہش جماع اگر مرد کو جماع کی خواہش نہ ہو تب بھی ترک جماع جائز نہیں ہے کیونکہ اس معاملہ میں عورت کا بھی حق ہے اور ترک جماع سے عورت کو ضرر پہنچنے کا بھی اندیشہ ہے کیونکہ عورت کی خواہش جماع مرد کی خواہش سے بہت زیادہ ہوتی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: عورت کی خواہش جماع مرد کی خواہش (جماع) سے (۹۹) درجہ زائد ہے مگر اللہ نے اس پر حیا کو مسلط فرمادیا ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ شہوت (خواہش جماع) کے دس حصے ہیں تو عورتوں کے لئے ہیں اور ایک مردوں کے لئے۔ بغیر عذر کے چار ماہ سے زیادہ عورت سے الگ رہنا جائز نہیں اگر چار ماہ سے زیادہ مدت گزر جائے تو عورت جدائی کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ اگر مرد سفر میں چھ ماہ سے زیادہ رہے اور عورت اس کو وطن میں واپس بلائے اور مرد قدرت رکھنے کے باوجود جانے سے انکار کرے اس صورت میں عورت حاکم سے تفریق (طریق) کی خواہش کرے تو حاکم دونوں میں تفریق کرا دے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جہاد کے سفر پر جانے والوں کے لئے یہی مدت مقرر فرمائی تھی یعنی چار ماہ سفر پر رہیں چار ماہ گھر میں رہیں دو دو ماہ سفر میں آمد و رفت کے رکھے گئے تھے۔ اگر غیر عورت کو دیکھ کر اس کا حسن پسند آئے اس کی طرف رغبت ہو تو گھر آ کر اپنی بیوی سے قوت کے برائی سے بچاؤ تاکہ جوش شہوانی کا ہیجان ختم ہو جائے ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو کوئی اجنبی عورت اچھی لگے تو اپنی بیوی سے قوت کے کیونکہ عورت کی شکل میں شیطان اس کے سامنے آنے جانے لگتا ہے۔ اگر اپنی بیوی نہ ہو تو اللہ کی طرف رجوع کرے اور اسی سے گناہ سے محفوظ رکھنے کی درخواست کرے، شیطان مردود سے اسی کی پناہ مانگے۔ اپنی بیوی سے جماع کرنے کی حالت و کیفیت کا کسی سے تذکرہ کرنا مرد کے لئے جائز نہیں نہ عورت کے راز کی باتوں کا بیان نہ کرنا۔

وشرعاً بھی بُرا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جو بیوی سے جماع کرتا ہے اور دروازہ بند کر لیتا ہے اور اپنے اوپر پردہ ڈال لیتا ہے اور اللہ کے حکم کے مطابق پردے میں چھپ جاتا ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ ایسے لوگ ہیں، تب رسول اللہ نے فرمایا کیا تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جو اپنے اس فعل کو لوگوں میں بیان کرتا پھرے کہ میں نے ایسا کیا اور ایسا کیا! یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے، اس کے بعد حضور نے عورتوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تم میں کوئی عورت ایسی ہے جو (اس راز کو) بیان کرتی ہے عورتیں خاموش رہیں لیکن ایک جوان عورت نے زانو کے بل کھڑے ہو کر اور آگے بڑھ کر عرض کیا یا رسول اللہ ایسی باتیں مرد بھی کرتے ہیں اور عورتیں بھی کرتی ہیں! تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مرد یا عورتیں ایسی باتیں کرتی ہیں ان کی مثال ایسی ہے کہ ایک شیطان ایک شیطانہ سے کسی گلی میں ملا اور اس سے جماع کر لیا اور لوگ ان کو دیکھتے رہے۔ خبردار!! مردوں کی خوشبودہ ہے جس کی بو پھلتی ہے رنگ ظاہر نہیں ہوتا اور عورتوں کی خوشبودہ ایک ایسی چیز ہے جس کا رنگ تو نمایاں ہوتا ہے مگر بو نہیں پھلتی!!

شوہر کی اطاعت گزاری اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنی خواہش پوری کرنے (جماع) کے لئے بلائے اور وہ نہ مانے تو وہ اللہ کی نافرمان ہوگی اور اس پر گناہ ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو عورت اپنے شوہر کو اس کے کام (جماع) سے روکتی ہے اس پر دو قیراط گناہ ہوتا ہے اور جو مرد اپنی عورت کی حاجت پوری نہیں کرتا اس پر ایک قیراط گناہ ہوتا ہے۔

بعض حدیثوں میں وارد ہے کہ اگر شوہر اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے عورت کو بلائے تو اسے فوراً آجانا چاہیے خواہ وہ تنہا ہی پر کیوں نہ ہو۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے اور مرد تمام رات غم اور غصے میں بسر کرے تو فرشتے صبح تک اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

شوہر کا مرتبہ فیس بن سعد کا بیان ہے کہ میں حیرہ گیا وہاں میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے بادشاہ کو سجدہ کرتے ہیں، جب میں مدینہ (منورہ) لوٹ کر آیا اور خدمت گرامی میں حاضر ہوا تو میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ تو سجدہ

کئے جانے کے زیادہ مستحق ہیں، حضور نے ارشاد فرمایا بتاؤ اگر تم میری قبر کی طرف سے گزرو گے تو کیا میری قبر کو سجدہ کر دے گے؟ میں نے عرض کیا نہیں! فرمایا تو ایسی صورت میں مجھے بھی سجدہ نہ کر دو، پھر حضور نے فرمایا اگر میں جاہتا کہ کس کو سجدہ کیا جائے تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر مردوں کے بہت سے حقوق مقرر فرمائے ہیں

عورتوں کے حقوق حکیم بن معاذ قشیری کہتے ہیں کہ میرے والد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم پر ہماری بیویوں کا کیا حق ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کھانا کھاؤ تو عورت کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ! تم

پہنو تو اسے بھی پہناؤ!! (ماتے) اس کے چہرے کو نہ بگاڑو، اس سے طبعی گناہ نہ کرو، اگر عورت نشوز (قرب و محبت سے انکار) پر اڑی ہوئی ہے بازو بھی ہو تو جھکڑے اور ناگواری کے ساتھ تو اول شوہر اس کو نصیحت کرے، اللہ کے عذاب سے ڈرائے اگر وہ پھر بھی اپنی عیب پر قائم رہے تو خواہ گناہ میں اس کو تنہا چھوڑ دے اور تین روز سے کم تک (کلام گناہ بھی ترک کرے) اس طرح اگر وہ باز آئے تو بہاؤ دینے پھر اس کو مارنے کا حق ہے لیکن اس طرح کہ ضرب کا نشان نہ اُبھرے، دڑے یا کوڑے نہ مارے کیونکہ عورت کو مارنے سے

غرض اس کا ہلاک کرنا نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ وہ سترابی سے باز آجائے اور فرماں پذیر بن جائے۔ اگر اس طرح بھی وہ باز نہ آئے تو پھر عورت اپنے قریب داروں سے ایک شخص اور مرد اپنے عزیزوں سے ایک شخص کو اپنا وکیل اور بیچ مقرر کر لیں اور دونوں بیچ معاملہ غور کریں اور جیسی مصلحت ہو خواہ صلح یا تفریق مال کے ساتھ ہو یا بغیر مال کے اپنا فیصلہ دے دیں۔ ان کا فیصلہ زوجین کے لئے قطعی ہوگا۔ (دونوں کو اس کی تعمیل کرنا ہوگی)

دعوت ولیمہ

شادی کا ولیمہ مستحب ہے، سنت یہ ہے کہ کم از کم ایک بکری ذبح کی جائے، ولیمے میں ہر قسم کا کھانا دینا جائز ہے (یعنی کسی کھانے کی تخصیص نہیں ہے) اگر پہلے دن ولیمہ کی دعوت دی جائے تو قبول کرنا واجب ہے دوسرے دن کی دعوت قبول کرنا مستحب ہے اور تیسرے دن مباح مگر تیسرے دن کی دعوت قبول کرنا ایک

دعوت ولیمہ
کب کرنا چاہئے

طرح کا مستحب بن ہے۔

کم از کم ایک بکری ذبح کرنے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن سے فرمایا تھا کہ ولیمہ کرو خواہ ایک ہی بکری کا ہو، حضور نے (اس سلسلہ میں) یہ بھی فرمایا تھا کہ اول دن ولیمہ کرنا حق ہے، دوسرے دن ولیمہ کرنا شہرت اور اس کے بعد شکی کا باعث۔

حضرت ابن عمر سے یہ حدیث مروی ہے کہ حضور نے فرمایا جس کو شادی کے دن ولیمہ کی دعوت دی جائے وہ قبول کئے اگر روزہ نہ ہو تو کھانا کھائے، روزہ دار ہو تو بغیر کھائے واپس چلا آئے (شرکت بہر حال کرے)۔

نکاح کے بعد چھوہارے لانا مکروہ ہے کیونکہ اس میں چھوہارے لانا مکروہ ہے، کم ظرفی اور سفلیہ بن کا انداز پایا جاتا ہے، لوٹ ہی حرص نفس ہے اس لئے اس سے بچنا اولیٰ ہے اور از روئے نقوی دہر ہیز گاری اس

نکاح میں چھوہارے لانا

کو ترک کرنا ہی مناسب ہے مگر ایک دوسری روایت میں اس کو مکروہ نہیں بتایا گیا ہے کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ حضور نے ایک دنٹ کی قرانی فرائی اور غریبوں اور مسکینوں کو بلا کر فرمایا جو چاہے اس کا گوشت کاٹ کر لے جائے، پٹھانوں میں اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے سب بہتر ہے کہ حاضرین میں تقسیم کرنے اس لئے کہ یہ فعل زیادہ پسندیدہ، نہایت حلال اور پرہیزگارانہ عمل ہے۔

نکاح کا طریقہ

نکاح کے شرائط یہ ہیں کہ پہلے ولی عادل موجود ہو، گواہ بھی عادل ہوں۔ زوجین ہم نفس بھی ہوں، کوئی مرتد نہ ہو، عورت عدت میں نہ ہو، غرض کوئی مانع نہ ہو، نکاح کرنے والا عورت سے نکاح کی رضا مندی حاصل کرے، بشرطیکہ اس پر جبر نہ کیا گیا ہو یہ شرط اس صورت میں ہے کہ عورت رانڈ ہو یا ایسی باکرہ جس کا باپ زندہ نہ ہو یا اس کے

نکاح کا طریقہ
اور شرائط

طرفہ اول نے اس کو مہر کی تعداد بتادی ہو۔

جب عورت اذن دیدے تو نکاح خواں خطبہ (نکاح) پڑھے اور اللہ سے خود بھی استغفار کرے۔ مستحب یہ ہے کہ عورت

کے ذلی سے خطبہ پڑھوایا جائے پھر ذلی کو چاہیے کہ نکاح کرنے والے سے کہے کہ میں نے اپنی لڑکی یا بہن (جیسی بھی صورت ہے) تیرے نکاح میں دی ہے جس کا نام یہ ہے، اس کے بعد طے شدہ مقدار مہر کی بتائے، اس کے جواب میں نکاح کہے کہ میں نے یہ نکاح قبول کیا، جو شخص عربی نہیں جانتا اس کا نکاح اسی کی زبان (مادری زبان) میں پڑھایا جائے۔ جو شخص اچھی طرح عربی نہیں جانتا نکاح کے لئے اس کا عربی سیکھنا ضروری ہے یا نہیں اس سلسلہ میں دو قول ہیں۔ ایک روایت ہے نکاح کو عربی زبان سیکھنا لازم ہے۔ اور اور دوسری روایت میں لازم نہیں ہے۔

خطبہ نکاح

حضرت عبداللہ بن مسعود کا خطبہ پڑھنا مستحب ہے، ایک روایت میں آیا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نکاح کی مجلس میں جاتے اور اگر وہاں حضرت عبداللہ بن مسعود کا خطبہ نہیں پڑھا جاتا تو آپ اس مجلس کو چھوڑ کر چلے آتے، مجھے (صاحب فنیۃ الطالبین) حضرت ابن مسعود کا خطبہ مندرجہ ذیل سلسلہ روایت سے پہنچا ہے۔

شیخ امام تہجد اللہ بن مبارک بن موسیٰ سفینی نے بغداد میں بحوالہ قاضی مظفر ہینا دین ابراہیم بن محمد بن نصر نفی بیان فرمایا قاضی مظفر نے بحوالہ قاضی ابو عمر قاسم بن جعفر بن عبد الواحد ہاشمی بصری بیان فرمایا اور قاضی ابو عمر نے بحوالہ محمد بن احمد لؤلؤی سے اور لؤلؤی نے بحوالہ ابو داؤد اور ابو داؤد نے بحوالہ محمد بن سلیمان انباری مہرقی اور محمد بن سلیمان نے بحوالہ دیکھ اور دیکھ نے اسرافیل سے سنا اور اسرافیل نے ابو اسحاق سے اور ابو اسحاق نے ابی الاحوص سے بحوالہ ابو عبیدہ اور ابو عبیدہ نے بحوالہ حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کیا۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ رسول اللہ نے ہم کو یہ خطبہ نکاح سکھایا۔

الْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنُسْتَغْفِرُہٗ
وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ
اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِی اللّٰہُ فَلَا مُفِیْلَ لَہٗ وَ مَنْ
یُّضِلِلْہُ فَلَا هَادِیَ لَہٗ وَ اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ
اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ
یَا اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّکُمْ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ
نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَ خَلَقَ مِنْہَا رَوْجَهَا ازوجہ کا
(نام لے) وَ بَثَّ مِنْہُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَ نِسَاءً
وَ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَاءَلُوْنَ بِہٖ وَ اَلَا مَرْحَمَہٗ
اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا
اتَّقُوا اللّٰہَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ
وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَ مَنْ یُّطِیعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ
فَظَنَّا فَاَزْفُوْا عَظِیْمًا ہ

مستحب ہے کہ اس کے بعد یہ پڑھے۔

اللہ کے لئے ہی تمام امور فیض ہیں، ہم اسی کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے معافی چاہتے ہیں۔ اپنے نفسوں اور اپنی بد اعمالیوں سے اس کی پناہ مانگتے ہیں، جس کو وہ ہدایت کرے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہ چھوڑے اس کو راہ راست پر لانے والا کوئی نہیں ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گو اہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اے لوگو! اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا، اسی سے اُسکے جوڑے کو پیدا کیا اور دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم سوال کرتے ہو (رشتہ مانگتے ہو) صلہ رحمی کے قطع کرنے سے بچتے رہو بلاشبہ اللہ تمہارا نیکر ہے اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو اور سچی بات کہو، اللہ تمہارے اعمال تمہارے لئے درست کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمائے گا، جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے گا اس کو بڑی کامیابی حاصل ہوگی۔

وَالَّذِينَ لَا يَأْمُرُونَ أَهْلَهُمْ بِإِطَاعَةِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَالَّذِينَ لَا يَأْمُرُونَ أَهْلَهُمْ بِإِطَاعَةِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَالَّذِينَ لَا يَأْمُرُونَ أَهْلَهُمْ بِإِطَاعَةِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ

اس مذکورہ خطبہ کے علاوہ اگر کوئی یہ خطبہ پڑھے تو اس کا پڑھنا بھی جائز ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْعَمَ عَلَيْنَا وَآلِهِ الْخَوَاتِمَ بِإِطَاعَةِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ
بِأَسْمَائِهِ الْمُنَوَّجَةِ بِكَرْبِيَاءِهِ لَا يَصِفُ
أَوَاصِفُونَ صِفَتِهِ وَلَا يَنْعَشُهُ النَّاعِتُونَ حَقَّ
لَعْنَتِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْمَعْبُودُ
لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ تَبَارَكَ اللَّهُ
الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا صَفِيًّا سَرِيًّا مِنَ الْعَالَمَاتِ
كَلَّمَا نَبَلَّغَ مَا أُنْزِلَ بِهِ سِرَاجًا زَاهِرًا
وَتَوَمَّرَ أَسَاطِعًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَعَلَى إِلِهِ أَجْمَعِينَ ثُمَّ إِنَّ هَذِهِ الْأُمُورَ
كُلَّهَا بِيَدِ اللَّهِ يَصْرِفُهَا فِي طَرَائِقِهَا
وَيُمِضُهَا فِي حَقَائِقِهَا لَا مُقَدِّمَ
لِمَا آخَرَ وَلَا مُؤَخَّرَ لِمَا قَدَّمَ
وَلَا يَجْتَمِعُ اِثْنَانِ إِلَّا بِقَضَائِهِ وَقَدَرِهِ
وَلِكُلِّ قَضَاءٍ قَدَرٌ وَلِكُلِّ قَدَرٍ
أَجَلٌ وَلِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ يُحْكُمُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ
وَيُلْثِمُ وَعِنْدَكَ أُمُّ الْكِتَابِ ه

اپنی رائدوں اور نیکو کار غلاموں اور باندیوں کا نکاح کر دو۔ اگر وہ
مسکین و فدا داریں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دیگا۔ اللہ بڑی بخشش
والا ہے اور خوب جاننے والا ہے وہ جس کو چاہتا ہے بے حساب نرق دیتا ہے

اللہ تعالیٰ کے لئے شہا ہے جو اپنے انعامات میں یگانہ دیکتا اور بخشش
میں بڑا سخی ہے، اپنے ناموں سے ممتاز ہے، اپنی بزرگی میں یکتا و اکیلا
ہے، بیان کرنے والے اس کی شان بیان نہیں کر سکتے اور نہ اس کی صفات
کا اظہار کرنے والے حق لغت ادا کر سکتے ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود
نہیں وہ واحد بے نیاز ہے، وہی معبود ہے، اس کے مثل کوئی چیز
نہیں، وہ خوب سنتا اور دیکھتا ہے، بابرکت ہے، وہ اللہ جو غالب ہے
اور گناہوں کا بخشنے والا ہے اس نے محمد کو برحق، برگزیدہ اور خزاہوں سے
پاک نبی بنا کر بھیجا، آپ دشمن چراغ اور چمکتا دکن نور تھے، آپ نے وہ
پیغام پہنچا دیا جس کے پہنچنے کے لئے آپ بھیجے گئے تھے، آپ پر اور ان کی
تمام آل پر درود و سلام ہو، یہ تمام امور اللہ کے ہاتھ میں ہیں، وہی
انکے راستوں پر ان کو چلاتا اور مناسب مقامات پر جاری فرماتا ہے
وہ جس چیز کو چھپے کرے اس کو کوئی آگے بڑھنے والا نہیں ہے اور
جس چیز کو آگے کر دے اس کو کوئی پیچھے کرنے والا نہیں ہے۔ بغیر
اللہ کے حکم اور تقدیر کے دوسری جمع نہیں ہو سکتے، ہر فیصلے کا پہلے سے
اندازہ ہے اور ہر اندازے کی ایک مدت لکھی ہوئی ہے۔ اللہ جس تحریر
کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ اسی کے پاس
اصل کتاب ہے۔

خطبہ پڑھنے کے بعد کہے کہ اللہ کے حکم اور اس کی قضا و قدر کے مطابق فلاں بن فلاں (نام لے)، تمھاری خاتون (بہن یا بیٹی)

سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور برغت خاطر تمھاری اس خاتون سے نکاح کرنے آیا ہے۔ یہ مقررہ ہر بھی ادا کر چکا ہے پس تم اس درخواست
گوارے جو نکاح کا طالب ہے نکاح کر دو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَالَّذِينَ لَا يَأْمُرُونَ أَهْلَهُمْ بِإِطَاعَةِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَالَّذِينَ لَا يَأْمُرُونَ أَهْلَهُمْ بِإِطَاعَةِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ

خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد مذکورہ بالا طریقہ سے نکاح باندھ دے۔

لے تم اپنی رائدوں، غلاموں اور باندیوں میں سے جو نیک ہیں ان کا نکاح کر دو اگر وہ محتاج ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انھیں مالدار کر دیگا۔ بقینا اللہ کثرت مال والا اور جاننے والا ہے

باب ۶

بھلائی کا حکم

اور

برائی کی ممانعت

الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ

◀ اوامرو نواہی ▶ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والوں کا ذکر کیا ہے اور ان کی تعریف اس طرح فرمائی ہے۔ الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ

يُحْدِثُ اللَّهُ بِبَهْلَانِي كَاحْم دِينَ دَلَّ، بَرَانِي سَ رُوكَنِي دَالُوں كَا ذَكْرِيَا سَ اُورَان كِي تَعْرِيف

◀ دوسری آیت میں اس طرح ارشاد باری ہے۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ رَمِ لُوكُوں كِي هِدَايَت كِي لِي بُهْتَرِين كَرْدِيَا كَرِي سَجِي كُنِي سَ اُورَان كِي تَعْرِيف

◀ ایک اور آیت میں اس طرح فرمایا گیا ہے۔ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَا بَعْضُهُمْ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (مومن مرد اور مومن عورتیں باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔)

◀ ایک روایت میں آیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم قطعاً بھلائی کا حکم دو اور بری باتوں کی ممانعت کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے نیکوں پر تمہارے بُروں کو ضرور مسلط کر دے گا۔ پھر نیک لوگ مگر نیچے مگر ان کی دعا قبول نہ ہوگی

◀ حضرت سالم بن عبد اللہ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: اچھی باتوں کا حکم دو اور بری باتوں سے روکو قبل ازیں کہ تمہارے نیک لوگوں کی دعائیں قبول نہ ہوں اور تم استغفار کرو مگر تمہیں معاف نہ کیا جائے، خوب سمجھ لو کہ اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا نہ رزق کو دُور کرنا ہے نہ عمر کی مدت کو کم کرتا ہے۔ خوب سن لو! کہ یہودی علماء اور عیسائی مابدون نے نیکی کا حکم دینا اور بُری سے روکنا جب ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے پیچروں کی زبان سے ان پر لعنت بھیجی اور سب کو مصیبت میں ڈال دیا۔

◀ ہر مسلمان آزاد مائل بالغ پر جو معروف اور منکر سے واقف ہو (یعنی عالم ہو) لازم ہے کہ لوگوں کو اچھی اور نیکی باتوں کا حکم دے اور بُری باتوں سے روکے اگر منہ کرنے کی طاقت رکھتا ہو، اور ایسا کرنے سے کوئی ایسا بازدار اور فساد پیدا نہ ہو جس سے اسے اس کے مال یا اس کے اہل و

میاں کو کوئی نقصان پہنچے، ان احکام کے پہنچانے کے لئے کوئی تخصیص نہیں حاکم ہو یا عالم، خلیفہ (حاکم وقت) ہو یا عام رعیت کا کوئی فرد ہو۔ ہم نے بدی کے ساتھ علم اور اس سے قطعی طور پر آگاہی کی جو شرط لگائی ہے اس کی بنیاد یہ ہے کہ بغیر علم گناہ میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے اس لئے کہ بدی سے منع کرنے والا محفوظ نہیں کہ اس نے جو گمان کیا ہے ممکن ہے کہ حقیقت اس کے خلاف ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "مسلماؤ! بہت بدگمانی کرنے سے بچو بیشک بعض بدگمانی گناہ ہے۔"

پروردہ دری کسی پر جو بات پوشیدہ ہے اس کا اظہار اس پر واجب نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَا تَجَسَّسُوا (لوہ میں مت رہا کرو) بدی سے روکنے والے کا فرض ہے کہ جو بدی ظاہر میں ہو صرف اسی کو دور کرے اور اسے ترک کرنے کی تلقین کرے جو بدی پوشیدہ ہے اسے پردے ہی میں رہنے دے۔

منع کرنے پر قدرت نیکی کا حکم کرنے کے لئے طاقت کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ رسول اللہ کا ارشاد ہے "اگر کسی قوم میں کوئی شخص گناہ کر رہا ہے اور لوگ اس کو بدنے کی قدرت رکھتے ہوں اور اس کو نہ بدیں (نہ روکیں) تو اللہ کی طرف سے توبہ کرنے سے پہلے ہی عذاب نازل ہو جاتا ہے۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قدرت و طاقت کی قید شرط لگائی ہے اور قدرت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب نیک لوگوں (اہل صلاح) کا غلبہ ہو، حاکم عادل ہو اور اہل خیر کی مدد بھی حاصل ہو لیکن ایسی حالت میں جب کہ جان کا خطرہ ہو یا مال کا ضرر ہو تو بازداشت واجب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا تَلْعَنُوا بَايِدِيكُمْ إِلَى التَّمَلُّكِ (اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو)۔ دوسری آیت میں ہے وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ (خودکشی نہ کرو)۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا "اپنے آپ کو بے عزت کرنا مومن کے لئے زیبا نہیں صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی خود اپنے کو کیسے بے عزت کرتا ہے؟ فرمایا! ایسی بات کے درپے نہ ہو جس کی اس کو طاقت نہ ہو، حضور نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے "جب تم ایسی بات دیکھو جس کے بدلنے پر تم قادر نہ ہو تو صبر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی اسے بدل دے، کیونکہ وہی اسے بدل سکتا ہے۔"

پس جب کسی پر کیا بات ہو جائے کہ منع کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تو اس پر منع کرنا واجب نہیں، خوف کے غالب ہونے پر یہ سوچنا کہ منع کرنا جائز ہے یا نہیں! تو ہمارے نزدیک صاحب غیۃ الطالبین اپنی طرف اشارہ فرماتے ہیں منع کرنا جائز ہے بلکہ اگر مانع اولو الغرم اور صابر ہے تو اور اچھا ہے کہ اس صورت میں منع کرنا جہاد کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لقمان کے قصے میں فرمایا ہے "وَأْمُرْ بِالْعَفْوِ وَالْعَفْوُ أَكْرَمُ مَا أَوْصَىٰ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ" (اچھا حال احکم دو، بُری بات سے روکو اور جو کچھ تم کو دکھ پہنچے اس پر صبر کرو)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ کو حکم دیا اے ابو ہریرہ! نیکی کا حکم کرو اور بدی سے باز رکھو اور جو مصیبت لگے اس پر صبر کرو۔ جابر حاکم کے سامنے یا کلمہ کفر کے غلبہ کے وقت ایمان کا کلمہ زبان پر لانا روا ہے۔ ان دونوں مقامات پر اظہار حق کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے، اختلافات کے مواقع اس سے الگ ہیں۔

منع کرنے والوں کے گروہ امر منکر سے روکنے والے تین قسم کے ہوتے ہیں (یہ تین گروہ ہیں) اول بادشاہ اور حاکم جو منع کرنے کی طاقت اور قدرت رکھتے ہیں (۲)، زبان سے منع کرنے والے یہ علما ہوتے ہیں (۳) دل سے بُرا جاننے والے یہ عام لوگ ہیں

لے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ اللَّغْوِ إِنَّ بَعْضَ اللَّغْوِ إِشْمٌ (حرث)

رہے ایمان والو! بہت بدگمانی سے بچو! بیشک بعض بدگمانی گناہ ہے۔



حضرت ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر تم میں سے کوئی شخص خلاف شرع بات دیکھے تو اسے ہاتھ سے گدگدے ایسا کر کے تو زبان سے اس کو روکے اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو دل سے اسے برا جانے یہ ضعیف ترین ایمان ہے (ایمان کا کمزور ترین پہلو) بعض صحابہ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی امر ممنوع دیکھے اور اس کو روکنے (منع) کی طاقت نہ رکھتا ہو تو تین مرتبہ کہے: اہی بلاشبہ یہ برا کام ہے اگر ایسا کہدے گا تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ثواب اس کو ملے گا۔

ظن غالب اگر اس بات کا گمان غالب ہے کہ منع کرنے سے بھی برائی دور نہ ہوگی اور برائی کرنے والا اس پر حمار ہے گا تو ایسی صورت میں اسے منع کرنا چاہئے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں امام احمد سے دو قول مروی ہیں ایک سے وجوب ثابت ہے کیونکہ ممکن ہے منع کرنے سے وہ باز آجائے اس کے دل میں نرمی پیدا ہو جائے اس کو اللہ کی طرف سے توفیق مل جائے منع کرنے والے کی سچائی کی برکت سے اس کو ہدایت مل جائے اور وہ اپنے برے عمل سے باز آجائے پس گمان منع کرنے کی راہ میں حاصل نہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب تک اس بات کا یقین کامل نہ ہو کہ منع کرنے سے برائی دور ہو جائے گی اس وقت تک منع کرنا واجب نہیں کیونکہ روکنے کا مقصد یہ ہے کہ برائی دور ہو جائے پس اگر قوی گمان ہے کہ برائی دور نہ ہوگی تو ترک منیعت اولیٰ ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرائط پانچ ہیں:
 (۱) جس نیکی کا حکم کرتا ہے اور جس بدی سے روکتا ہے اس کا خود عالم ہو۔ (۲) اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے اور دین کو قوی کرنے اور اللہ کا بدلہ والا کرنے کے لئے ہو۔ دکھاؤ، شہرت اور اپنے نفس کی بیجا تعریف مقصود نہ ہو اگر منع کرنے والا سچا اور مخلص ہوگا تو اللہ کی طرف سے اس کی مدد ہوگی، توفیق خداوندی شامل حال ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **وَدَعَا إِلَى دِينِ اللَّهِ حُمَاقٌ كَرُوهٌ تَأْتِيهِمْ غِيْرَةٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ**۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **وَدَعَا إِلَى دِينِ اللَّهِ حُمَاقٌ كَرُوهٌ تَأْتِيهِمْ غِيْرَةٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ**۔ لہذا پس جب تم شرک سے بچو گے اور اس سے باز رکھنے میں لوگوں کا دکھاؤ چھوڑ دو گے اور اخلاص کے ساتھ عمل کرو گے تو تم کو کامیابی حاصل ہوگی، اس کے برعکس کہا تو بے عزتی، رسوائی، جگہ ہنسائی، اور برائی علیٰ حالہ باقی رہے گی بلکہ اس میں برا برا اضافہ ہوتا رہے گا، اس کا غلبہ ہوگا اور اہل سماوی اس کی طرف دوڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی مخالفت، نافرمانی، ممنوعات کے ارتکاب پر جتن والے کے شیاطین اتفاق کریں گے۔
 (۳) امر و نہی نرمی اور محبت کے ساتھ ہو، بدخلقی اور سختی کے ساتھ نہ ہونا کہ نیک مقصد حاصل ہو اور برائی کرنے والے کو شیطان کے چلنے سے آزادی حاصل ہو جو رب کی نافرمانی کو اس کی نظر میں آراستہ کر کے لایا اور برائی کرنے والے کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اس سے شیطان کا مقصد صرف یہ تھا کہ اس گناہگار کو تباہ کر دے اور دوزخ میں پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُوْنُوا مِن أَصْحَابِ السَّعِيرِ** (شیطان اپنے گروہ والوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ زحمتی ہو جائیں)۔

اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرماتا ہے: **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ رَحِيمًا رَحِيمًا مِّنَ اللَّهِ إِنْتَ لَهْمٌ ذَكَوْ كُنْتَ فَلَاحِلِيْظُ الْقَلْبِ لَا تَفْضَتْوَا مِّنْ حَوْلِكَ**
 اللہ کی کتنی رحمت ہے کہ آپ ان کے لئے نرم دل ہیں اور اگر آپ بدخلق اور سخت دل ہوتے تو یقیناً یہ لوگ آپ کے گرد پیش سے ہراگندہ ہو جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو پیغمبر بنا کر فرعون کے پاس بھیجا تو فرمایا۔
فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ
اَوْ يَخْشَىٰ ۝
اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرے
یا اللہ کی نافرمانی سے ڈر جائے۔

حضرت اسماءؓ کی روایت کردہ حدیث میں ہے، حضور نے فرمایا جب تک کسی میں یہ تین باتیں نہ ہوں، اچھائی کا حکم دینا اور بُری باتوں سے روکنا اس کیلئے زیبا نہیں، اُدہ میں خصلتیں یہ ہیں کہ جس بات کا حکم کرے خود اس کا عامل ہو، جس بری بات سے منع کرے اس سے اچھی طرح واقف ہو اور جو کچھ کہے نرمی اور شفقت کے ساتھ کہے۔
۴۴۔ امر و نہی نرمی کے ساتھ کرے، وہ صابر ہو، بردبار ہو، قوت برداشت کا مالک ہو، متواضع، خوش خلق اور نرم مزاج ہو، اپنی نفسانی خواہشات پر تباہ نہ ہو، طبیب ہو تاکہ بیمار کا علاج کر سکے۔ دانشمند ہو تاکہ اس کی دیوانگی دور کر سکے۔ پیشوا اور رہنما ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے ایک جماعت بنالی جو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتی ہے وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اُمَّةً يَهْتَدُونَ بِاَمْرِهَا۔ جب انھوں نے اپنی قوم کی اذیتوں کے برداشت کرنے پر اللہ کے دین کی نصرت اور ان کے غلبہ اور اس پر قائم رہنے کی خاطر صبر کیا تو اللہ نے ان کو رہنما ہدایت کرنے والے، دین کے حکیم اور مومنوں کا سردار بنایا۔
حضرت لقمان کے قصے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”اچھے کام کا حکم دے، بُری بات سے روک، جو کچھ تجھے (اس کے بدلہ میں)

دیکھ پہنچے اس پر صبر کر، بڑے حوصلہ کا کام ہے۔
۵۵۔ جس نیک کام کی تلقین کرے خود بھی اس پر کاربند ہو اور جن نہیات (ممنوعات) سے دوسروں کو روکے خود بھی ان سے بچے تاکہ دوسرے لوگ اپنے فعل کے لئے اسے دلیل بنائیں اور وہ اللہ کے نزدیک ذلیل اور قابل ملامت نہ ٹھہرے۔
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ هُمْ ذُنَّ النَّاسِ بِالْاَيْتِ وَتَنْفُسُوْنَ اَنْفُسَكُمْ
وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتَابَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝
تم دوسروں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو مگر اپنے آپ کو بھول جاتے ہو
حالانکہ تم کتاب (الہی) پڑھتے ہو کیا اتنا بھی نہیں سمجھتے۔
حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کردہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”میں نے شب معراج میں کچھ لوگ دیکھے جن کے ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے، میں نے جبریل سے کہا یہ کون لوگ ہیں، جبریل نے کہا یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے تھے مگر اپنے آپ کو بھول جاتے تھے حالانکہ وہ کتاب (الہی) پڑھتے تھے“
ایک شاعر کا قول ہے۔

لَا تَنْهَ عَنْ خَلْقٍ دَنَّا قِي مِثْلَهُ
عَاثَرٌ عَلِيْتُ اِذَا اَتَيْتُ عَظِيْمُ
جس بات کو تو خود کرتا ہے اس سے دوسروں کو نہ روک
اگر ایسا کرے گا تو تیرے لئے بڑی شرم کی بات ہوگی
حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تورات (توریت) میں آیا ہے کہ لے آدم کے بیٹے تو مجھے یاد دلاتا ہے اور خود کو بھول جاتا ہے، دوسروں کو میری طرف بلاتا ہے اور خود مجھ سے بھاگتا ہے، تیرا یہ دُرانا بیکار ہے۔ اس آخری فقرے سے مراد یہ ہے کہ جو دوسروں کو اچھے کام کا حکم دیتا ہے اور بُری بات سے روکتا ہے مگر اپنی ذات کو چھوڑ دیتا ہے اس کا یہ نصیحت کرنا بیکار

ہے، اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر ہے اسے خوب جانتا ہے۔

اگر وہ نہی تنہائی میں کرے کیونکہ تنہائی میں نصیحت کا دل پر زیادہ اثر ہوتا ہے اور آدمی بُری باتوں سے بچ جاتا ہے۔ حضرت ابو الدرداء فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی کو علیحدگی میں نصیحت کرتا ہے وہ اسے سنوارتا ہے اور جو لوگوں کے سامنے نصیحت کرتا ہے وہ گویا اس کا عیب بیان کرتا ہے۔

اگر علیحدگی میں نصیحت کرنے کا اثر نہ ہو تو ایسے شخص کو کھلم کھلا نصیحت کرنا چاہیے اور اس سلسلہ میں دوسرے لوگوں سے بھی مدد لے، اگر یہ صورت بھی کارگر نہ ہو تو پھر حکومت کے آدنیوں سے مدد لے بہر حال غیر مشروع کاموں سے منع کرنے کا کام کسی طرح نہ چھوٹے جس قوم نے یہ روک ٹوک ختم کر دی اور اس کی طرف سے غافل ہو گئی اللہ نے اس کی مذمت کی ہے نہرایا ہے جو لوگ بُرے کام کرتے تھے ان سے ایک دوسرے کو نہیں روکتے تھے وہ یہ بُری حرکت کرتے تھے۔

لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مَنكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (جو لوگ بُرے کام کرتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے وہ بہت ہی بُرا کام کرتے تھے)۔ دوسری آیت میں ارشاد فرمایا ہے۔

لَوْ لَا يَنْهَاهُمُ اللَّهُ بِالْغُلَامَةِ الْأُولَى لَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا لَّيْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ (یعنی علماء مشائخ اور داعیوں نے ان کو بھیجائی کی باتیں کہنے، حرام کھانے اور گناہ کے کام کرنے سے کیوں نہیں روکا؟)

روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف بن زون پر وحی نازل فرمائی کہ ”میں تمہاری قوم میں سے چالیس ہزار نیکوں اور ساٹھ ہزار بدی کرنے والوں کو ہلاک کروں گا“ حضرت یوسف بن زون نے عرض کیا، بُرے تو خیر اپنے کئے کی سزا پاتے ہیں لیکن نیکوں کو ہلاک کرنے کی کیا وجہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے نہرایا اس لئے کہ وہ میری ناراضی پر ناراض نہیں ہوئے اور بدوں کے ساتھ کھانے پینے میں برابر کے شریک رہے۔

پانچویں شرط کی ہم نے تبلیغ کے سلسلہ میں پانچویں شرط کے تحت بیان کیا ہے کہ برائی سے روکنے اور نیکی کی ہدایت کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ خود بھی وہ ان نیکوں کے حامل ہوں جن کی وہ تبلیغ کرتے ہیں لیکن ہمارے بزرگوں اور مشائخ کا کہنا مزید توضیح و تشریح ہے کہ اگر بالمعروف و نہی عن المنکر ہر شخص پر واجب ہے خواہ وہ فاسق ہو یا صالح الاعمال!! اس کے بارے میں سابقہ آیات و احادیث میں جو عموم بلا تفریق آیا ہے یعنی عام حکم دیا گیا ہے اس حکم کے ثبوت میں یہ بزرگ یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشِيرُ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللَّهِ (بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنی جانیں بیچ دیتے ہیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص یہ آیت پڑھ رہا تھا، میں نے کہا ہم سب اللہ کے لئے ہیں اور اس کی طرف گھٹنے دالے ہیں ایک آدمی اٹھا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے لگا، اسے اسی وقت شہید کر دیا گیا۔

ابو امامہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بہترین جہاد ظالم ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا کہا ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا در قیامت کے دن تمام شہیدوں میں افضل، حمزہ بن عبد المطلب ہوں گے اور وہ آدمی ہوگا جس نے ایک ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر اس کو بھلائی کا حکم دیا اور برائی سے روکا اور بادشاہ نے اس کو قتل کر دیا۔ جس شخص کو بُرے کاموں

سے روکا جائے اور وہ اس سے باز نہ آئے تو ایسے شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الَّذِي يَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ وَتَأْخُذُ الْعِزَّةَ وَلَا يَتَّبِعْ (وہ ہے جو برائی سے روکتا ہے اور اسے عزت پر لیتی ہے مگر باز نہیں رہتا۔)

ایک اور آیت میں ارشاد ہے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ (اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو اسے عزت گناہ کے ساتھ بچرٹے)

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کسی بندے سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو اور وہ جواب دے کہ تم اپنی تو خبر لو۔ یہ حکم سب کے لئے عام ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اچھی بات کا حکم دو خواہ خود عمل نہ کیا ہو اور بُری بات سے روکو خواہ خود نہ رکے ہو۔ کیونکہ کوئی شخص گناہ سے خالی نہیں ہے خواہ وہ معصیت ظاہر میں ہو یا باطن میں“ لہذا اگر ہم یہ کہیں کہ برائی کی مذمت کا حق صرف اسی کو ہے جو برائی سے اجتناب کرتا ہے تو افرام المعروف دہنی عن المنکر دشوار ہو جائے گا۔ اس طرح نصیحت کرنے کا حکم ہی مٹ جائے گا۔ اور نالود ہو جائے گا۔

جو بات کتاب (قرآن) و سنت (امادیت) اور عقل کے موافق ہو وہ معروف (اچھی) ہے اور جو بات اس کے خلاف ہو وہ منکر اور بدی ہے۔ معروف و منکر کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس کا وجوب یا حرمت عوام و خواص سب جانتے ہیں جیسے پانچوں وقت کی نماز، رمضان کے روزے، زکوٰۃ، حج وغیرہ کی فرضیت اس سے سب واقف ہیں اور زنا، شراب نوشی، چوری، زہری

سود خورگی، ڈاک زنی کی حرمت (حرام ہونا) ایسے گناہوں سے روکنا عوام کے ذمہ بھی اسی طرح ہے جیسے خواص کے ذمہ ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جسے خواص کے سوا عوام نہیں جانتے مثلاً ان باتوں پر اعتقاد جو باری تعالیٰ کے بارے میں جائز اور ناجائز ہیں۔ اس قسم میں امر بالمعروف خاص علماء کا کام ہے اور ان میں جو ممنوعات ہیں اگر کوئی عالم عوام کو ان سے منع کرے تو انھیں اچھی طرح خبردار کر دے۔ عام آدمی کو لازم ہے اگر وہ قدرت رکھتا ہے تو اس کے باز رہے۔ عام آدمی کو جائز نہیں کہ عالم سے معلومات حاصل کرنے سے پہلے ایسے امور کا رد یا انکار کرے۔

جن امور میں علماء اور فقہاء کا اختلاف ہے اور اجتہاد کی گنجائش ہو ان کا رد یا انکار بھی جائز نہیں جیسے امام ابو حنیفہؒ کے مقلد کا تہنید پہننا اور بغیر ولی کے عورت کا نکاح کرنا جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کا مشہور مسلک ہے تو امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کے مقلد کے لئے اس کے خلاف آواز اٹھانا جائز نہیں۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ کسی فقید کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو اپنے مذہب پر ابھارے اور اس سلسلہ میں ان پر سختی کرے۔ حقیقت میں مخالفت کی آواز صرف اس صورت میں اٹھانا درست ہے جب اجماع (علماء کی مخالفت) ہو رہا ہو۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ مختلف فیہ مسائل میں منع کرنا جائز ہے۔ اس سلسلہ میں میمونؒ کی روایت میں آیا ہے کہ اگر کچھ لوگ شطرنج کھیل رہے ہوں اور کوئی شخص ادھر سے گزے تو ان کو منع کرے اور رد کرے اور ظاہر ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک شطرنج کھیلنا جائز ہے۔

ہر مومن پر واجب ہے کہ بہر حال آداب مذکورہ پر عمل کرے اور ترک نہ کرے، مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، پہلے باادب ہو جاؤ پھر علم حاصل کرو، ابو عبد اللہؒ فرماتے ہیں کہ ”ادب پہلے علم بعد میں“ عبد اللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ جب مجھ سے بیان کیا جاتا ہے کہ فلاں عالم کو تمام اکلوں اور بچپلوں کے برابر منع کرنے کے آداب

ہر مومن پر واجب ہے کہ بہر حال آداب مذکورہ پر عمل کرے اور ترک نہ کرے، مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، پہلے باادب ہو جاؤ پھر علم حاصل کرو، ابو عبد اللہؒ فرماتے ہیں کہ ”ادب پہلے علم بعد میں“ عبد اللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ جب مجھ سے بیان کیا جاتا ہے کہ فلاں عالم کو تمام اکلوں اور بچپلوں کے برابر

ملنے کے لیے تو مجھے اس سے ملاقات نہ ہونے کا افسوس نہیں ہوتا لیکن اگر مجھے معلوم ہو کہ فلاں شخص کو ادب نفس حاصل ہے تو مجھے اس سے ملنے کی آرزو ہوتی ہے اور ملاقات نہ ہونے کا افسوس۔

اس موقع پر ایک مثال پیش کی جاتی ہے، ایک شہر ہے جس کے پانچ قلعے ہیں ایک سونے کا، دوسرا چاندی کا، تیسرا لوہے کا، چوتھا تختہ اینٹوں کا اور پانچواں گچی اینٹوں کا، جب تک حصار والے گچی اینٹوں کے قلعے کی حفاظت کرینگے تب تک دشمن دوسرے قلعوں کی طرف رعب نہیں ہوگا، لیکن اگر اہل قلعہ اس کی حفاظت چھوڑ دینگے تب دشمن دوسرے قلعوں کی طمع کرنے لگے گا یہاں تک کہ سارے قلعوں کو ویران کر دے گا، یہی مثال ایمان کی ہے اس کے پانچ قلعے ہیں، پہلا قلعہ یقین کا ہے، دوسرا اخلاص کا تیسرا انصاف کا، چوتھا ایمان دین کا اور آخری قلعہ حفظِ آداب و مستحبات کی پابندی کا، جب بندہ مستحبات (آداب) کی پابندی ترک کر دے گا تب شیطان دشمن و ایمان، پھر فرائض، پھر اخلاص اور پھر یقین پر حملہ کرے گا۔ لہذا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ وضو، نماز، خیر و فروخت، غرض ہر بات میں مستحب (آداب) کا پابند رہے۔

(مندرجہ بالا سطور میں) ہم نے اپنی مراد اپنے پسندیدہ مقصد اور آدابِ شریعت کا خلاصہ بیان کر دیا، (اس موضوع پر) ہمارے بیان کا آخری حصہ یہی ہے، پانچوں عبادتوں کے جملہ احکام کی تعمیل سے ہر مسلمان پکا مسلمان بن جاتا ہے اور ان آداب اختیار کرنے سے سنت کا پیرو اور آثارِ سلف کا تابع بن جاتا ہے اور اس صورت میں اس کو کچھ معرفت حاصل ہو جاتی ہے، بقید معرفت صانع کا تعلق تو قلبی اعمال سے ہے اور ان (قلبی اعمال) کا ذکر ہم نے آخر (مضمون) میں اس لئے کیا ہے کہ دین اسلام میں داخل ہونے میں دشواری نہ ہو، انسان جب ظاہری طور پر اسلام کا لباس پہن لے گا تو پھر ہم اس سے نورِ ایمان کا باطنی لباس پہننے کیلئے کہیں گے (معرفت خالق کے لئے قلبی اعمال کی طرف رجوع کریں گے)۔

صانعِ عالم کی معرفت

آیات اور دلائل کی روشنی میں اختصار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معرفت یہ ہے کہ ان چیزوں پر یقین اور ان کی معرفت حاصل ہو کہ اللہ ایک ہی ہے، اکیلا ہے، تنہا ہے، باپ نہیں، بیٹا نہیں، اس کا کوئی ہمسر نہیں، کوئی چیز اس کے مثل نہیں، وہ سمیع ہے، بصیر ہے، نہ اس کی کوئی نظیر ہے، نہ کوئی اس کا مددگار ہے اور نہ کوئی شریک نہ کوئی پشت پناہ ہے اور نہ کوئی اس کا وزیر ہے۔

لے آئندہ چند صفحات میں جو مباحث آئے ہیں ہر چند کہ وہ عوام کے مذاق، ان کی ضروریات اور ان کی بصیرت سے دوا ہیں اور وہ ان مباحث سے استفادہ نہیں کر سکتے لیکن چونکہ اصل نسخے میں یہ مباحث موجود ہیں اس لئے ان کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ صفات کا عین ذات یا خارج ذات ہونا، اللہ کی صفات کے بارے میں مختلف عقائد، مسئلہ خلقِ قرآن، حروف کا قدیم باحادث ہونا ایسے مسائل ہیں جس کا تعلق ... علم الکلام اور الہیات کے اعلیٰ مباحث سے ہے، عوام اور معمولی استعداد کے لوگوں پر واجب ہے کہ وہ ان مسائل پر غور و خوض نہ کریں میرے پیش نظر غیتہ الطالبین کا مصری نسخہ الغنیہ لطالب طریق الحق ہے۔ اس کے صفحہ ۵ سے یہ مباحث شروع ہو کر صفحہ ۶ پر ختم ہوئے ہیں۔ میں نے کوشش کی ہے کہ آسان سے آسان ترین طریقے پر ان کو بیان کر دوں لیکن موضوع کی اہمیت نے ترجمہ کو کبھی اتنا ہی مشکل بنا دیا ہے۔ (رشمس)

کوئی برابر کا مخالف نہیں کوئی صلاح کار نہیں، وہ جسم نہیں جسے چھوا جاسکے، جو ہر نہیں کہ اسے سمجھا جائے، عرض نہیں کہ اس کو جسم کی احتیاج ہو اس کے اجزاء ہیں نہ ذرائع، نہ تالیف ہے نہ ماہیت ہے نہ حد ہے۔

حمد و ثنا

وہی اللہ ہے جس نے آسمان کو اونچا کیا اور زمین کو بچھایا، نہ وہ طبیعت عامہ ہے نہ طالع ہے، نہ وہ ہر چیز پر چھایا جانیوالا اندھیرا ہے اور نہ جگہ گائی روشنی ہے، اس کو ہر چیز کا علم حضوری حاصل ہے، جموعے بغیر وہ ہر چیز کا مشاہدہ کرتا ہے، غالب ہے، تسلط والا ہے اور سب پر حاکم و قادر ہے، رحمت کرنے والا، گناہوں کو بخشنے والا اور پردہ پوش ہے، وہی عزت دیتا ہے، وہی مارد کرتا ہے، بہت ہر بان ہے، خالق ہے، نیست سے بہت کرنے والا ہے۔ سب سے اول ہے اور سب سے آخر ہے، ظاہر بھی ہے اور باطن بھی، اکیلا ہے، وہی معبود ہے، ایسا زندہ ہے جو مرنے والا نہیں بلکہ ہمیشہ رہنے والا ہے اسے فنا نہیں، اس کی بادشاہت ہمیشہ سے قائم ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، سب کو تھامنے والا ہے، سوتا نہیں، ایسا قوت والا جسے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا، وہ مضبوط ہے اسے قابو میں نہیں کیا جاسکتا، اس کے عظمت والے نام ہیں، زیادہ عطا کرنے والا ہے، اس نے تمام مخلوق کے فنا ہونے کا فیصلہ کر دیا اور فرمایا: **مَنْ عَلَيْهَا فَإِنَّ وَبَيْتِي وَجَنَّةَ رَبِّي ذَوِ الْجَلَالِ ذَا الْكِرَامَةِ** (آسمان زمین پر جو کچھ ہے فنا ہونے والا ہے صرف تھامے عزت اور کرامت والے خدا کی ذات باقی رہے گی)۔ وہ باعتبار علم مستوی عرش ہے، سارے عالم کو اس کی ذات نے اپنے اندر سمجھ رکھا ہے، اس کا علم ہر شے پر محیط ہے۔ پاکیزہ کلمات اسی کی طرف جڑتے ہیں، پاکیزہ عمل اُن کو اوپر اٹھاتے ہیں۔ آسمان سے زمین تک ہر امر کی تدبیر کرتا ہے پھر ہر چیز ایسے ایک دن میں جس کی تعداد تمھاری گنتی کے لحاظ سے ہزار برس کے برابر ہوگی۔ اسی کی طرف لوٹ جائے گی۔ اس نے تمام مخلوق کو اور ان کے افعال کو پیدا کیا، ان کے رزق اور ان کی حیات کی مدت مقرر فرمائی، جس چیز کو اس نے پیچھے کیا اس کو کوئی آگے اور جس کو آگے کیا ہے اس کو کوئی پیچھے کرنے والا نہیں ہے۔ وہی ساری دنیا اور اس کے کاموں کا ارادہ کرتا ہے، اگر وہ ان کو نافرمانی سے بچانا چاہتا تو کوئی اس کے ارادے کی مخالفت نہیں کر سکتا تھا اور اگر چاہتا کہ سب اس کے فرمانبردار بن جائیں تو سب فرمانبردار ہو جاتے وہ چھپی ہوئی اور پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے، وہ دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے، جس کو اس نے خود پیدا کیا ہے مصلادہ اس سے کس طرح واقف نہ ہوگا۔ وہ بڑا باخبر اور باریک بین ہے۔ وہی حرکت دینے والا اور کھیلنے والا ہے۔

ہم اس کا تصور نہیں کر سکتے اور نہ ذہن میں اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

اس کا قیاس انسانوں پر نہیں کیا جاسکتا جس چیز کو اس نے خود بنایا اس کے ساتھ مشابہت سے وہ پاک ہے۔ وہ اس بات سے برتر ہے کہ جس چیز کو اس نے ایجاد کیا اور عالم میستی سے عالم ہمت میں لایا اس سے اس کی نسبت کی جائے۔ ہر شخص جو کچھ کرتا ہے وہ اس پر تسلط اور قدرت رکھتا ہے۔ سب کو اس نے اپنے علم کے احاطہ میں رکھا ہے اور اس کے شمار میں ہیں۔ ہر ایک قیامت کے دن اس کے سامنے تنہا جائے گا تاکہ ہر ایک کو اس کی سزا کا بدلہ مل جائے، قیامت کی غرض و غایت یہ ہے کہ بدکاروں کو ان کی بدکاری اور نیکو کاروں کو اُن کی نیکی کا بدلہ عطا فرمائے۔ وہ مخلوق کا محتاج نہیں، وہ اپنی مخلوق کو رزق دیتا ہے وہ دوسروں کو کھلاتا ہے اسے کوئی نہیں کھلاتا وہ روزی دیتا ہے اسے روزی نہیں دی جاتی۔ وہ پناہ دیتا ہے اس کے خلاف کسی کو پناہ نہیں دی جاسکتی۔ مخلوق اس کی محتاج ہے اس نے مخلوق کو اس نے پیدا نہیں کیا کہ خود وہ اُن سے نفع حاصل کرے یا اپنے ضرر کو دفع کرے یا کسی نے اس تخلیق کے لئے درخواست کی نہ اس کے دل میں پیدا کرنے کا کوئی خیال آیا یا کچھ سوچ پیدا ہوئی بلکہ وہ ہر چیز سے پاک

خالص ارادہ ہے۔ اس نے خود ہی ارشاد فرمایا اور وہ ہر صادق القول سے زیادہ صادق القول ہے: **ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ فَعَالٌ بَرٌّ** (یونیدہ) وہ بزرگ سستی مالک عرش ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے، وہ ایک قدرت رکھتا ہے، اعمال کو نیت سے بہت کرنے، دکھ اور مصیبت کو دور کرنے، اشیاء کو بدل دینے اور حالات کو متغیر کر دینے کی وہ کروڑاں نئی شان ہے۔ جو کچھ اس نے مقدر کیا ہے اس کے مقرر کردہ وقت کی جانب دہی چلتا ہے۔

صفات الہی بلاشبہ وہ زندگی کے ساتھ زندہ ہے، قدرت کے ساتھ قادر ہے، ارادہ کے ساتھ صاحب ارادہ ہے، بغیر کائنات کے سنا ہے اور بغیر آنکھوں کے دیکھتا ہے، علم سے ادراک کرنے والا ہے، وہ کلام کے ساتھ متکلم ہے، امر کے ساتھ آمر ہے اور نہی کے ساتھ منع کرنے والا (ناہی) اور خبر کے ساتھ خبر دینے والا ہے۔ بلاشبہ اللہ اپنے حکم اور فیصلہ پر عامل ہے، انعام و عطا تو محض اس کی مہربانی اور احسان ہے (کسی کا اس پر حق نہیں ہے) پہلی بار بھی وہی پیدا کرنے والا ہے اور دوبارہ بھی وہی پیدا کرے گا، وہی زندگی عطا کرنے والا ہے، وہی موت دینے والا ہے، وہی عدم سے وجود میں لانے والا اور وہی ایجاد کرنے والا ہے، وہی جزا و سزا دینے والا ہے وہ بڑا سخی ہے بخل نہیں کرتا، وہ بردبار ہے انتقام میں جلدی نہیں کرتا، یاد رکھنے والا ہے، بھولتا نہیں اس کا علم اس کو حاضر ہے ہو سے پاک، خبر رکھنے والا ہے، غفلت سے بری ہے۔ وہی روزی تنگ کرتا ہے وہی فسخ کرتا ہے، بنستا ہے اور خوش ہوتا ہے، محبت کرتا ہے اور نفرت کرتا ہے، ناپسند کرتا ہے اور پسند فرماتا ہے۔ راضی ہوتا ہے اور ناراض ہوتا ہے، مہربانی کرتا ہے اور گناہوں کو بخشتا ہے، وہی دیتا ہے وہی روک لیتا ہے، اس کے دہاتھ ہیں اس کے دونوں ہاتھ دائیں ہاتھ ہیں۔ اس نے خود فرمایا ہے: **وَالسَّمَوَاتِ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ** (اس کے آئیں ہاتھ میں آسمان لپیٹے ہوئے ہیں) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر تشریف فرما ہو کر آیت **وَالسَّمَوَاتِ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ** تلاوت فرمائی اور فرمایا آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں ہونے اور وہ ان کو اس طرح پھینک دیکر جس طرح بچہ گیند کو پھینک دیتا ہے پھر ارشاد فرماتے گا میں ہی غالب ہوں، راوی کا بیان ہے کہ یہ فرماتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر لڑ خال تھے اور قریب تھا کہ آپ گر پڑیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہم زمیں و آسمان کو مٹھی میں اس طرح پکڑے گا کہ ان کا کوئی کنا رہی مٹھی سے باہر نہیں ہوگا۔ حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انصاف کرنے والے (عادل حضرات) قیامت کے دن نور کے منبروں پر رحمن کے دائیں جانب ہوں گے اور اس کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔

اللہ نے حضرت آدمؑ (علیہ السلام) کو اپنے ہاتھ سے اپنی شکل پر بنایا اور عدن کے باغ کو اپنے ہاتھ سے لگایا اور پہلوی کا درخت بھی اپنے ہاتھ سے لگایا، تورات اپنے ہاتھ سے لکھی اور حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ میں اپنے ہاتھ سے دی۔ بلا واسطہ بغیر کسی ترجمان کے ان کے خود کلام فرمایا۔ بندوں کے دل رحمن کی دوا کھیلوں میں ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے ان کو پھیر دیتا،

لے معقول اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ ختی ہے بغیر حیات کے اہل قدر ہے بغیر قدرت کے گویا وہ اللہ کی ذات ہی کو اس کے صفات کا نام مقام سمجھتے ہیں اہلسنت و جماعت ان کی ذات کے ساتھ اس کی مستقل صفات کے قائل ہیں۔ اس نے حضرت شیخ رضی اللہ عنہ نے اس کی مستقل صفات بیان کی ہیں معقول کے عقائد کی مباحث آپ المعز میں ملاحظہ فرمائیں۔ (تاریخ معقول از صدی حسن جارا اللہ)

میری رحمت میرے غضب سے آگے ہے، وہ تحریر اس کے پاس عرش کے اوپر ہے۔

یہ ضروری ہے کہ لفظ استواء کا اطلاق اللہ پر کسی تاویل کے بغیر کیا جائے، استواء سے مراد عرش پر ذات کا مستوی رہنا ہی ہے لیکن یہ استواء اس قعود (بیٹھنا) اور اس کے بغیر ہے جس کا قائل فرقہ مجسمہ اور کرامیہ ہے۔ اس کے معنی غلبہ اور تسلط کے نہیں جس کے قائل معتزلہ ہیں، اس کے معنی بلندی اور علو نہیں جس کے قائل اشاعہ ہیں ایسے معنی نہ شریعت میں کہیں آئے ہیں نہ کسی صحابی تابعی محدث یا سلف صالحین میں سے کسی کے منقول ہیں بلکہ ان سے صرف لفظ استواء کا اطلاق منقول ہے۔

ام المؤمنین حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آیت الرحمن علی العرش استوی کی تشریح میں فرمایا: وہ علی العرش استوی کی کیفیت ہے جو غیر منقول ہے، استواء کا معنی معلوم ہے اس کا اقرار واجب ہے اور انکار کفر ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے مسلم نے (صحیح مسلم میں) اس حدیث کو مرفوعاً نقل کیا ہے اور فرمان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہونے کی صراحت کی ہے۔ حضرت امام احمد حنبل نے اپنے انتقال سے کچھ پہلے فرمایا صفات الہی کی خبروں کو ویسا ہی رکھا جائے جیسا وہ آئی ہیں ایسی تاویل ان کی نہ کی جائے کہ اللہ کی تشبیہ مخلوق سے لازم آئے نہ ایسی توجہ کی جائے کہ اللہ کا صفات سے خالی ہونا لازم آئے۔ بعض روایتوں میں امام احمد کا قول بھی آیا ہے کہ میں صاحب کلام نہیں اور نہ ان مقامات کے متعلق اللہ کی کتاب حدیث رسول، اقوال صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین میں کسی جگہ مجھے کلام ملتا ہے اس کے علاوہ بھی کلام اس موضوع پر اچھا نہیں، اللہ کی صفات میں چون دجرا کی جائے نہ بطور شک لیا کہا جائے۔ حضرت امام احمد نے ایک اور جگہ بھی کہا ہے ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ عرش پر ہے جیسا اور جس طرح اس کی مشیت ہے نہ کوئی حد ہے نہ کوئی بند کی کرنے والا اس کی حد بندی کر سکے نہ کوئی ایسی صفت ہے کہ بیان کرنے والا اس کو بیان کر سکے کیونکہ سعید بن مسیب نے کعب احبار کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ نے نورانیات میں فرمایا ہے: میں اللہ ہوں اپنے بندوں کے اور میرا عرش تمام مخلوق سے اوپر ہے اور میں عرش کے اوپر ہوں، اپنے بندوں کا انتظام میں عرش کے اوپر سے کرتا ہوں، میرے بندوں کی کوئی چیز مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے، اللہ کا عرش پر بندہ کسی کیفیت کے ہونا ہر اس کتاب میں مذکور ہے جو اللہ کی طرف سے کسی پیغمبر پر نازل ہوئی ہے ایک بات یہ بھی ہے کہ عرش ہو یا غیر عرش اللہ کو مخلوق پر علو قدرت، تسلط اور غلبہ ہمیشہ سے حاصل ہے اس لئے "استواء علی العرش" کو خاص طور پر اس معنی پر محمول نہیں کیا جائے کہ اس استواء اللہ کی ذاتی صفت ہے اس کی خیر صراحت اور تاکیدات آیتوں میں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں آئی ہے: استواء اللہ کی صفت لازم ہے اور اس کے لئے معبودوں کے جیسے ہاتھ چہرہ آنکھ سمع بصر حیات قدرت محی اور ممیت ہونا اس کی صفات لازمہ میں سے ہیں (اسی طرح ایک یہ بھی صفت لازمہ ہے) ہم متران اور حدیث سے باہر نہیں جائیں گے، ہم قرآن اور حدیث پڑھتے ہیں اور جو کچھ ان دونوں میں ہے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ بس صفات کی کیفیات کو کہ ہم اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔

حضرت سفیان بن عیینہ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے اپنی ذات کی جو صفت اپنی کتاب میں بیان کر دی ہے وہ ویسا ہی ہے، اس کی تفسیر اس کا پڑنا ہے اس کے علاوہ اس کی تفسیر کوئی نہیں ہم اس کے علاوہ کسی اور بات کے مکلف بھی تو نہیں ہیں کیونکہ وہ غیب ہے اس کے فہم میں عقل کی گنجائش نہیں ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کے طالب ہیں اور اس کی ذات و صفات کے متعلق ہم ایسی بات کہنے سے جس کی نہ خود اس نے اطلاع دی اور نہ اس کے رسول نے، ہم اس کی پناہ مانگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر رات کو دنیا کے آسمان پر جس طرح اور جس کیفیت کے ساتھ جاتا ہے اترتا ہے اور اپنے بندوں میں سے جس گنہگار خطاکار مجرم نافرمان کو پسند کرتا ہے اور جاتا ہے بخشدیتا ہے۔ وہ بابرکت بزرگ عالی مرتبت ہے اور سب سے بالا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے اچھے نام ہیں۔

آسمان دنیا پر اللہ کے نزول کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس کی رحمت یا اس کا ثواب اترتا ہے، یہ معتزلہ اور اشاعہ کا خود ساختہ دعویٰ ہے۔ حضرت عیال بن صامت سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ بزرگے برتر ہر رات کو جب کہ آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے، آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: کیا کوئی مانگنے والا ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے؟ کیا کوئی گناہوں کی معافی کا طلبگار ہے؟ کہ اس کو معاف کیا جائے، کیا کوئی قیدی ہے؟ کہ اس کی قید ختم کر دی جائے۔ یہ صبح کی نماز تک رہتی ہے پھر سہارا رب اوپر چلا جاتا ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت کی دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر رات کو جب آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے آسمان سے دنیا کی جانب نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے: کیا میرے بندوں میں سے کوئی بندہ ہے جو مجھ سے ملے اور میں اس کی دعا قبول کروں کیا اپنے نفس پر کوئی ظلم کرنے والا ہے جو مجھے پکارتے اور میں اس کو بخشدوں؟ کیا کوئی ایسا شخص ہے جس کا رزق تنگ کر دیا گیا ہو اور وہ مجھ سے (فراخی) طلب کرے اور میں اس کا رزق اس کی جانب لوٹا دوں، کیا کوئی قیدی ہے جو مجھے پکارتے اور میں اس کو قید سے آزاد کر دوں۔ ایسا طلوع فجر تک رہتا ہے پھر اللہ اپنی کرسی پر علو فرماتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ، حضرت جابر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابو ذر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں یہ اختلاف الفاظ اسی لئے یہ سب حضرات پچھلی رات کی نماز کو ابتدائی رات کی نماز سے افضل قرار دیتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو آسمان سے دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور اس شخص کے سوا جس کے دل میں کینہ یا شرک ہو ہر شخص کو بخش دیتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں نے خود سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، جب رات کا نصف اول حصہ گزر جاتا ہے تو اللہ تبارک تعالیٰ آسمان سے دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا کوئی استغفار کرنے والا ہے کہ میں اس کے گناہ بخشدوں، کیا کوئی سائل ہے کہ میں اس کو عطا کروں۔ کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ میں اس کی توبہ قبول کروں، طلوع فجر تک یہی کیفیت رہتی ہے۔

حضرت اسحاق بن راہویہ سے کہا گیا یہ کیا حدیثیں ہیں جو آپ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے بے معبود کرتا ہے اور حرکت کرتا ہے۔ اسحاق نے سائل سے کہا کیا تم قائل ہو کہ اللہ تعالیٰ بغیر حرکت کے نزول و صعود پر قادر ہے، سائل نے کہا جی ہاں، یہ سن کر اسحاق نے کہا پھر تم حرکت کرنے سے کیوں انکار کرتے ہو؟

حضرت یحییٰ بن یحییٰ نے کہا کہ اگر کوئی جہمی (جہم بن صفوان معتزلی کا پیر) تم سے کہے کہ میں ایسے رب کو نہیں ماننا جو نزول کرتا ہے تو تم اس سے کہو کہ میں ایسے رب پر ایمان رکھتا ہوں کہ جیسا جاتا ہے وہ کرتا ہے۔ حضرت شریک بن عبد اللہ سے کہا گیا کہ ہمارے پاس کچھ ایسے لوگ ہیں جو ان احادیث کا انکار کرتے ہیں تو شریک نے کہا کہ ہمارے پاس صلوٰۃ، صیام، زکوٰۃ اور حج کے نام کون لایا ہے؟ کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہیں۔ ہم نے تو انہی احادیث سے اللہ کو پہچانا ہے۔

قرآن مجید

اللہ کی کتاب ہے

ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، اللہ کی کتاب ہے، اللہ کا خطاب ہے اور وہ وحی ہے جو اللہ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی تھی جس کو لیکر حضرت جبریل رسول اللہ پر نازل ہوئے تھے (اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: نَزَّلَ بِهِ الرُّوحَ الْأَمِينُ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ) (روح الامین نے اس کو آپ کے دل پر اتارا واضح عربی زبان میں تاکہ آپ لوگوں کو ڈرانے والے ہوں)۔

رسول اللہ نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل میں یہ قرآن اپنی امت کو پہنچا دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تھا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ه (اے پیغمبر جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر اترا ہے اس کو پہنچا دیجیے)۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موقوف حج میں لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرتے ہوئے فرما رہے تھے "کوئی شخص ہے جو مجھے اپنی قوم کے پاس لیجائے کہ قریش نے تو مجھے کلام اللہ پہنچانے سے روک دیا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ" (اگر کوئی مشرک

مشرقی پناہ میں آنا چاہے تو تم اس کو پناہ دو تاکہ وہ (اس طرح پناہ میں آکر) اللہ کا کلام سنے)۔

قرآن شریف اللہ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے جس طرح بھی اس کو بڑھا جائے لکھا جائے اور جس طرح بھی اس کی تلاوت

کی جائے اور جیسا بھی قاریوں کی قرات، تلفظ کرنے والوں کے تلفظ اور حافظوں کی یادداشت سے اس میں اختلاف ہو (جب بھی) بہر حال

وہ اللہ کا کلام ہے، اور اللہ کی صفات ذاتیہ میں سے ہے۔ نہ اس میں حدوث ہے اور نہ غیر و تبدل ہے نہ اس میں کئی بیشی ہوتی ہے نہ

کسی انسان کی تالیف و تصنیف کا اس میں دخل ہے، اللہ ہی کی طرف سے اس کے نزول کا آغاز ہوا اور اسی کی طرف سے اس کا حکم لوگوں کا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا، قرآن کی فضیلت تمام کتابوں پر ایسی ہی ہے جیسی اللہ کی تمام

مخلوق پر ہے۔ اللہ ہی کی طرف سے نزول قرآن کا آغاز ہوا اور اسی کی طرف سے اس کے حکم کا رجوع ہوگا، اس عبارت کا مطلب ہے

کہ قرآن مجید کا نزول اور اس کا ظہور اللہ کی طرف سے ہوا اور قرآن کے تمام احکام و فرائض اور ترک منوعات اللہ ہی کے فرمان

کے تحت ہیں اسی کی وجہ سے ہر فعل و ہر ترک تمام احکام کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔ اسی بناء پر بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اللہ ہی

کی طرف سے قرآن مجید کا ظہور بطور حکم ہوا اور اسی کی طرف قرآن کا رجوع بطور علم ہوتا ہے۔ بہر حال قرآن پاک اللہ کا کلام ہے۔

وہ حافظوں کے سینوں میں (پوشیدہ) ہوا حافظوں کی زبانوں پر یا لکھنے والوں کے ہاتھوں میں یا دیکھنے والوں کی نظریں۔ مسلمانوں کے

مصحفوں پر ہوا، بچوں کی تختیوں پر جہاں بھی دیکھا جائے اور پایا جائے (وہ اللہ کا کلام ہے)۔

جو شخص قرآن کو مخلوق کہتا ہے یا اس کی عبارت ماکالت کو قرآن نہیں کہتا یا کہتا ہے کہ قرآن کو کبرا

قرآن کو مخلوق کہنے والا کافر ہے | تلفظ کرنا مخلوق ہے وہ خدا کی قسم کافر ہے، اس سے میل جول رکھنا اس کے ساتھ کھانا

منع ہے نہ اس کے ساتھ نکاح جائز ہے نہ اس کی ہمسائیگی اختیار کی جائے بلکہ اس کو بالکل چھوڑ دیا جائے اس سے کلام ترک کر دیا جائے۔
ایسا کہنے والے کی اہانت کی جائے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے نہ اس کی گواہی قبول کی جائے، اس کا دلی نکاح ہونا بھی درست نہیں ہے۔
اگر وہ مر جائے تو اس کے جنازہ کی نماز بھی نہ پڑھی جائے اگر اس پر قبا بول جائے تو مرتد کی طرح اس سے تین مرتبہ توبہ کرائی جائے اگر توبہ نہ کرے تو درست ہے ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے۔

حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ جو شخص کہتا ہے کہ قرآن کو میرا تلفظ کرنا مخلوق ہے اس کا کیا حکم ہے۔
آپ نے فرمایا کہ وہ کافر ہو گیا۔ یہ بھی امام احمد رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جو شخص کہتا ہے قرآن کلام الہی ہے مخلوق نہیں ہے لیکن تلاوت قرآن مخلوق ہے وہ بھی کافر ہو گیا، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کے بارے میں دریافت کیا، حضور نے ارشاد فرمایا وہ اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عبدالغفار جو رسول خدا کے آزاد کردہ غلام تھے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ کی یاد کی جائے (یعنی قرآن پڑھا جائے) تو تم کہو اللہ کا کلام ہے۔
مخلوق نہیں ہے، جس نے اس کو مخلوق کہا وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاٰمَۃُ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے امر کو خلق سے الگ بیان کیا ہے، اگر امر خدا (جس سے مخلوق کو پیدا کیا) بھی مخلوق ہوتا تو اس کو الخلق سے جدا بیان نہیں کیا جاتا۔
اور اس طرح یہ تکرار بے سود ہوتی گویا یہ عبارت یوں ہو جائے گی اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاٰمَۃُ اور بے سود ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے (کہ وہ ایسی بے سود دے فائدہ بات بیان نہ کرے)۔

آیت قرآن اَعْرَبْتَ غَيْرَ ذِي عِوَجٍ میں لفظ غیر ذی عوج کی تفسیر میں حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے غیر الخلق منقول ہے، ولید بن مغیرہ مخزومی نے جب قرآن کو انسان کا کلام قرار دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دوزخ کی وعید سنائی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَقَالَ اِنَّ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ يُّوْتَرَانِ هٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ سَأَصْلِيْهِ سَقْرَہُ (اس نے کہا یہ تو محض منقول جادو ہے یہ انسانی کلام کے سوا کچھ اور نہیں، میں عنقریب اس کو جہنم میں جھونکوں گا)۔ اب جو شخص بھی قرآن کو عبارت یا مخلوق کہتا ہے یا یہ کہتا ہے کہ قرآن کو میرا تلفظ کرنا مخلوق ہے اس کے لئے سقر مقرر ہے، اس آیت وَاِنْ اَخَذَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتِجَارَتَکَ فَاجْرُہَا حَتّٰی يَسْتَمِعُوْا کَلَامَ اللّٰہِ میں کلام اللہ کہا گیا ہے، آپ کا کلام نہیں فرمایا۔ دوسری آیت میں ہے اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃٍ الْقَدْرِ یعنی وہ قرآن جو سینوں اور درقوں میں ہے اس کو ہم نے لیلۃ القدر میں نازل فرمایا۔
ایک روایت میں اس طرح ارشاد ہے۔ وَاِذَا قَرِءَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا لَکُمْ تُرْحَمُوْنَ (جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو بغور سنو اور اس کی طرف کان لگاؤ)۔

ایک درجہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَقَدْ اَنَّا فَرَقْنَا لِتَفْہِمْہٗ عَلٰی النَّاسِ عَلٰی مُکْثٍ ہم نے قرآن کو علیحدہ علیحدہ کر دیا تاکہ تم لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھو مسلمانوں نے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت اور تلفظ کو سنا پس آپ کا تلفظ قرآن ہی قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان جنات کی تعریف فرمائی ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سنی تھی۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا یُّہْدِیْ اِلٰی الرُّشْدِ رِجَاتٍ نے کہا کہ ہم نے عربی قرآن سنا جو ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے۔ وَاِذَا صُوفِنَا اِلَیْکَ لَفْءًا مِّنْ لِّحٰنٍ یُّسْمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ

رہم نے جنات کے ایک گروہ کا رخ آپ کی طرف پھیر دیا تاکہ وہ قرآن سن لیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام کے قرآن پڑھنے کو بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن فرمایا ہے۔

لَا تَجْرُكُ بِهِ يَاسَا نَتُّ لِيَتَعَجَّلَ بِهِ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَاِذَا قَرَأْتَهُ فَاسْتَمِعْهُ - میں جمع کرنا ہمارے ذمہ ہے جب ہم پڑھیں تو ہمارے پڑھنے کے پیچھے تم پڑھو۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے: فَاَقْرَأْ مَا نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ هُوَ قُرْآنٌ كَاجْتِنَا حَقَّهُ اَتَمَّ اَسَانٌ هُوَ هُوَ پڑھو۔

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھی اس کو کتاب اللہ کا تباری کہا جائے گا، جس نے بات کرنے کی قسم کھائی ہو وہ اگر قرآن پاک پڑھے اس پر قسم شکنی کا جرم مائد نہیں ہوگا یہ تمام امور بتاتے ہیں کہ قرآن (انسانی) عبارت نہیں ہے۔ حضرت معاذ بن حکم سے مروی حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا تھا کہ ”ہماری اس نماز میں آدمیوں کا کوئی کلام درست نہیں ہے، نماز تو صرف قرأت (قرآن) التبیح و التہلیل اور تلاوت قرآن ہے، اس حدیث میں حضور نے تلاوت قرآن کو قرآن فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ تلاوت اور تلاوت جس کو تلاوت کیا جائے، دونوں ایک ہیں، اللہ اور اللہ کے رسول نے مسلمانوں کو نماز میں قرأت کا حکم دیا ہے اور بات کرنے سے منع کیا ہے اگر ہماری قرأت ہمارا کلام ہو اللہ کا کلام نہ ہو تو پھر ہم امر منوعہ کے مرتکب ہوں گے،

قرآن کے حروف اور آواز

ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن پاک سمجھے جانے والے حروف اور سنی جانے والی آواز میں ہے کیونکہ انہی حروف اور آوازوں سے گونگا اور خاموش شخص تکلم اور گویا ہو جاتا ہے۔ اللہ کا کلام حروف اور آوازوں سے الگ نہیں ہو سکتا، ایسی بدیہی بات کا منکر محسن کا مخالف اور بصیرت سے محروم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَلَمْ ذٰلِكَ - حَمْدٌ - طَسْمٌ، يٰلَا اَيَاتُ الْكِتَابِ هُوَ عَزَّ وَجَلَّ اللہ تعالیٰ نے حروف ذکر فرمائے اور پھر ان کا کنا یہ کتاب سے فرمایا۔

ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ یوں ہے۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرٍ وَّ اَقْلَامٍ وَّ الْبَحْرُ يَمْدُ مِنْ بَعْدِ سَبْعَةِ اَلْبَحْرِ مَا لَفِدْتُ كَلِمَاتُ اللّٰهِ

اسی طرح ایک اور دوسری آیت میں ہے۔

قُلْ لَّيْسَ الْبَحْرُ مِدَادُ الْكَلِمَاتِ سَبِي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ سَبِي

اگر سمندر میرے رب کے کلمات تحریر کرنے کے لئے روشنائی بن جائے تو رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم قرآن پڑھا کر تو تم کو ہر حرف کے عوض دس نیکیاں ملیں گی، سن لو تلاوت قرآن میں یہ نہیں کہتا کہ اَلَمْ ایک حرف ہے، بلکہ الف دس نیکیاں، لام دس نیکیاں اور میم دس نیکیاں، یہ تیس نیکیاں

ہوں گی۔ حضور نے یہی ارشاد فرمایا کہ قرآن کو سات حرفوں (فترتوں) پر نازل کیا گیا ہے جن میں سے ہر ایک شفاء عطا کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوسٰى وَنَادٰىنَا مِنْ جَانِبِ الطُّورِ اَلَا نَسْمَعُ

رَبِّ کے رب نے موسیٰ کو پکارا، ہم نے ان کو طور کی دائیں جانب سے پکارا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا۔ اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِیْ۔ بلاشبہ میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی اور معبود نہیں پس میری عبادت کر۔ یہ خدا اور قول بغیر آواز کے ممکن نہیں اور یہ ممکن ہے کہ اللہ کے علاوہ یہ نام اور یہ صفت (اللہ) کسی فرشتے یا کسی دوسری مخلوق کی ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ بادلوں کے سائے میں جلوہ فرما ہوگا اور رواں و فیض کلام کرے گا اور فرمائے گا (وہ تمام سیح بولنے والوں سے زیادہ سیح بولنے والا ہے) تم طویل مدت تک چپے ہو، جب سے میں نے تم کو بنایا تھا میں تمھارے لئے خاموش رہا، تمھارے اعمال کو دیکھتا رہا، تمھاری باتیں سنتا رہا اب یہ تمھارے اعمال نامے ہیں جو تم کو بڑھ کر سنائے جائیں گے، جس کو ان کے اندر جو خبر ملے وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرے اور جس کو کچھ اور ملے وہ اپنی جان ہی کو ملامت کرے۔

صحیح بخاری میں عبد اللہ بن انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے ”اللہ بندوں کو اٹھائے گا۔ اور ایسی آواز سے پکارتے گا کہ اس کو دور والا بھی قریب والوں کی طرح سنے گا“ میں بادشاہ ہوں میں بدلہ لینے والا ہوں۔ حضرت مسلم بن مسروق نے حضرت عبد اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ وحی سے تکلم ہوتا ہے تو اس کی آواز آسمان والے سنتے ہیں اور سجدہ میں گر جاتے ہیں جب دلوں سے ہیبت دور کر دی جاتی ہے تو اہل آسمان پکارتے ہیں ”تمھارے رب نے کیا فرمایا، دوسرے جواب دیتے ہیں حق فرمایا، ایسا ایسا فرمایا“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ وحی سے تکلم ہوتا ہے تو آسمان والوں کو ایسی آواز سنائی دیتی ہے جیسے پتھر کی جان پر لوہے کے گرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ سب فوراً سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ جب دلوں سے اللہ تعالیٰ ہیبت دور فرما دیتا ہے تو کہتا ہے ”تمھارے رب نے کیا فرمایا؟ یہ سب جواب دیتے ہیں، حق فرمایا وہ بزرگ و برتر ہے“

محمد بن کعب فرماتے ہیں بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام کیا تھا تو آپ نے اپنے رب کی آواز کو مخلوق میں کس سے مشابہ پایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، میں نے اپنے رب کی آواز کو رعد سے مشابہ پایا جب کہ اس میں بازگشت نہ ہو۔ یہ آیات و احادیث ان بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کلام اللہ آواز ہے مگر آدمیوں کی آواز کی طرح نہیں جس طرح اس کا علم قدرت اور تمام دوسری صفات انسان کی صفات کی طرح نہیں صیغہ اسی طرح اس کی آواز بھی انسانوں کی آواز کی مانند نہیں ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے اصحاب کی بیان کردہ ایک روایت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کے لئے آواز کی صراحت کی گئی ہے (اس نوابت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آواز ہے) اشاعرہ اس کے خلاف ہیں، اشاعرہ کا قول ہے کہ کلام اللہ ایک معنی (مفہوم) ہے جو ذات الہی کے ساتھ قائم ہے (اللہ تعالیٰ ہر جہت معنی، گمراہ اور گمراہ کرنے والے کی حساب نہیں کرنے والا ہے) اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے متکلم ہے (صفت کلام قدیم ہے) اور اس کا کلام امرِ نبی اور استفہام سے تمام معانی کو حاوی ہے ابن خزمیہ کا ارشاد ہے کہ اللہ کا کلام یہم ہے اس میں وقفہ اور خاموشی نہیں ہے۔ حضرت امام احمد سے لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ متکلم ہے اور سکوت اس کے لئے درست ہے؟ آپ نے فرمایا ہم اجماعاً یہ کہتے ہیں کہ اللہ ہمیشہ سے متکلم ہے۔ اگر کوئی حدیث

یہی آئی جس سے ظاہر ہونا کہ اللہ خاموش ہو گیا تو ہم بھی کہتے، اب تو ہم ہی کہتے ہیں کہ وہ مکمل ہے بغیر کسی خاص کیفیت اور تشبیہ کے جس طرح چاہے وہ کلام کرتا ہے۔

حروف ہجا مخلوق ہیں یا غیر مخلوق

حروف ہجا بھی مخلوق نہیں ہیں، اللہ کے کلام میں ہوں یا وہ انسان کے کلام میں ہوں، اہل سنت میں سے ایک گروہ کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کے حروف قدیم ہیں اور اس کے علاوہ جتنے حروف

ہیں وہ حادث ہیں لیکن ان کی غلطی ہے، اہل سنت کا بغیر کسی فرق کے صحیح ترین قول یہی ہے کہ حروف ہجا مخلوق نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّمَا اَمْرُهُ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔ لفظ کن دو حرفی ہے (ک، ن)، اگر یہ لفظ مخلوق ہوگا تو پھر اللہ تعالیٰ دوسرے کُن کے کہنے کا محتاج ہوگا اور اس طرح غیر متناہی سلسلہ لازم آئے گا۔

قرآن پاک کے غیر مخلوق ہونے کی آیات قرآن سے بہت سی دلیلیں اوپر گزر چکی ہیں۔ ہم ان کو دوبارہ پیش نہیں کریں گے۔ حدیث نبوی میں آیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابیات ث کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہ اسم ہے اور باری کا اور اللہ کے نام المتکبر کا اور اللہ کے نام الباعث اور الوارث کا ہے اور اسی طرح حضور نے تمام حروف کو اللہ کے اسماء صفاتی کا جزو قرار دیا، چونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء مخلوق نہیں ہیں اسی لئے حروف ہجا بھی مخلوق نہیں ہوئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جب آپ نے الجذہ ہوز حطی کے معنی دریافت کئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی! کیا تم ابی جاد (الجذہ) کی تشریح سے واقف نہیں الجذہ میں الف اللہ کا ب اللہ کے نام الباری ج اللہ کے نام جلیل کا ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام حروف (ہجا) کو اللہ کے اسماء کا جزو ہونا قرار دیا حالانکہ یہی حروف آدمیوں کے کلام کے بھی اجزاء ہیں۔

حضرت امام احمد نے حروف ہجا کے قیام مجنی کی اس خط میں صراحت کی ہے جو نیشاپور اور جرجان کے باشندوں کو آپ نے ارسال کیا تھا اور اس میں آپ نے لکھا تھا کہ جو شخص حروف ہجا کو حادث کہتا ہے وہ اللہ کا منکر ہے جب وہ اس بات کا قائل ہو کہ حروف ہجا مخلوق ہیں تو وہ قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہوگا یعنی قرآن کو اس نے مخلوق قرار دیا۔

آپ کے کیا گیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حروف (ہجا) پیدا کئے تو لام لیٹ گیا اور الف گھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ جب تک مجھے حکم نہیں دیا جائے گا میں سجدہ نہیں کروں گا، امام احمد نے فرمایا یہ قائل کا کفر ہے (ایسا کہنے والا کافر ہے) امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم حروف کے حادث کے قائل نہ ہو، ربیع پہلے یہودی اس کے قائل ہو کر ہلاک ہوئے۔ جو شخص کسی ایک حرف کے حادث کا قائل ہو وہ قرآن کے حادث کا قائل ہوگا۔ اس سلسلہ میں ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب حروف قرآن میں قدیم ہیں تو قرآن کے علاوہ بھی قدیم ہوں گے یہ کہتے ہو سکتا ہے کہ ایک چیز بعینہ قدیم بھی ہو اور حادث بھی، جب قرآن میں حروف (ہجا) کا حادث نہ ہونا ثابت ہو گیا تو قرآن میں بھی یہ قدیم ہوں گے۔

نودون اسماء حسنی

(ننانوے پاک نام)

اللہ تعالیٰ کے
پاک ناموں کی تعداد

ہمارا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو ان کو یاد کرے گا جنت میں داخل ہوگا۔ یہ تمام

اسماء قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں موجود ہیں۔ ان میں سے پانچ تو صرف سورۃ فاتحہ میں ہیں

وہ یہ ہیں۔ (یا، اللہ، یا، رب، یا، رحمن، یا، رحیم، یا، مالک اور چھبیس سورۃ بقرہ میں ہیں۔

یا، محیط، یا، قدیر، یا، حلیم، یا، تواب، یا، بصیر، یا، واسع، یا، بدیع، یا، رؤف، یا، شاکر، یا، اللہ، یا، واحد

یا، غفور، یا، حکیم، یا، قابض، یا، باسط، یا، لا الہ الا هو۔ یا، حتی، یا، قیوم، یا، علی، یا، عظیم، یا، ذی، یا، غنی، یا، حنیف

سورۃ آل عمران میں چار اسماء حسنی ہیں یا، قائم، یا، ذاب، یا، سریع، یا، خبیر۔ سورۃ النساء میں یہ چھ اسماء ہیں یا، رقیب

یا، حنیف، یا، شہید، یا، وکیل، یا، غفور۔ یا، مقیت۔ ۵ اسماء سورۃ النام میں ہیں یا، فاطمہ، یا، قاهر، یا، قادر

یا، لطیف۔ یا، خبیر۔ سورۃ اعراف میں یہ اسماء ہیں یا، فحی، یا، مہیت۔ سورۃ انفال میں بھی دو ہیں۔ یا، نعم المولیٰ، یا، نعم النصیر

سورۃ ہود میں سات اسماء حسنی ہیں یا، حفیظ، یا، رقیب، یا، مجید، یا، قوی، یا، مجیب، یا، ودود، یا، فعال

سورۃ رد میں دو ہیں یا، کبیر، یا، متعال۔ سورۃ ابراہیم میں ایک نام ہے یا، منان۔ سورۃ الحجر میں بھی ایک نام ہے یا، خلاق

سورۃ النحل میں بھی ایک نام ہے یا، باعث۔ سورۃ مریم میں دو ہیں یا، صادق، یا، وارث۔ سورۃ المؤمنین میں ایک ہے یا، کریم

سورۃ النور میں تین اسماء حسنی ہیں یا، حق، یا، متین، یا، نور۔ سورۃ الفرقان میں صرف ایک ہے یا، ہادی۔ سورۃ سبا میں بھی ایک

نام ہے یا، فتاح۔ سورۃ المؤمنین میں چار ہیں یا، غافر، یا، قابل، یا، شدید، یا، ذالقول۔ سورۃ الذاریات میں تین ہیں یا،

یا، مزاق، یا، ذالقول۔ یا، متین۔ سورۃ انفال میں ایک ہے یا، مقتدر۔ سورۃ رحمن میں یا، باقی، یا، ذو الجلال، یا، ذالکرام

یعنی تین اسماء حسنی ہیں سورۃ الحديد میں چار ہیں یا، اول، یا، اخیر، یا، ظاہر، یا، باطن۔ سورۃ الحشر میں دس اسماء حسنی ہیں یا،

قدوس، یا، سلام، یا، مؤمن، یا، مہین، یا، عزیز، یا، جبار، یا، متکبر، یا، خالق، یا، باری، یا، مقود۔ سورۃ البرج میں

یہ اسماء حسنی ہیں یا، مبدی، یا، معید۔ سورۃ قل هو اللہ (اخلاص) میں یا، احد، یا، صمد۔ یہ دو نام آئے ہیں۔

حضرت سفیان عینی نے اسی طرح اسما حسنی ذکر کئے ہیں اور عبد اللہ بن امام احمد نے کچھ مزید نام بیان کئے ہیں مزید نام یہ ہیں

یا، مجیب، یا، قاهر، یا، فاضل، یا، خالق، یا، رقیب، یا، صاجد، یا، جواد، یا، احکم الحاکمین۔

ابو بکر نقاش نے کتاب تفسیر الاسماء والصفات میں حضرت جعفر بن محمد کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ کے ۳۶۰ نام ہیں۔ ایک روایت

میں ۴۰۰ آئے ہیں۔ ان اقوال کی بنا اس پر ہے کہ قرآن پاک میں جو اسماء حسنی مکرر آئے ہیں ان کو بھی لوگوں نے داخل شمار کر لیا ہے اور

ان کو اسماء قرار دے دیا ہے حالانکہ صحیح دہی ہیں جو حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہیں۔

یہ کل اسماء حسنی ۲۴ ہوتے ہیں اور یا اللہ مکرر ہے سورۃ فاتحہ میں آچکا ہے۔ لہٰذا یہ اسم پاک مکرر ہے سورۃ بقرہ میں بھی مذکور ہے۔

یہ اخیر مکرر ہے آل عمران میں بھی مذکور ہے۔ لہٰذا اس میں رقیب مکرر ہے سورۃ النساء میں آچکا ہے۔

ایمان کی تعریف

ہمارا اعتقاد ہے کہ ”زبان سے اقرار، دل سے یقین اور ارکان پر عمل کرنے کا نام ایمان ہے۔ ایمان کے بڑھنا سے بڑھتا ہے اور معصیت سے کم ہوتا ہے۔ علم سے ایمان میں قوت آتی ہے اور جہالت سے کمزور

ہوتا ہے اور توفیق الہی سے وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
فَمَاذَا الَّذِينَ آمَنُوا فَإِذَا تَهُمُ إِيْمَانًا
وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ۝
خوش ہوتے ہیں۔

اس طرح جو چیز زیادہ ہوتی ہے وہ گھٹ بھی سکتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
وَإِذَا بَلَغْتَ عَلَيْهِمُ آيَاتَهُ إِذَا تَهُمُ إِيْمَانًا ۝
ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

لَيَسْتَفِيقَ الَّذِينَ أُذْتُ الْكِتَابِ وَيَزِدَّ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا ۝
تاکہ وہ لوگ جن کو کتاب ہے ی گئی یقین کر لیں اور وہ لوگ جو ایمان لائے ان کا ایمان مضبوط ہو جائے۔

حضرت ابن عباسؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو الدرداءؓ سے مروی ہے کہ ایمان کم بھی ہوتا ہے اور زیادہ بھی ہوتا ہے اس کے علاوہ اس مسئلہ میں دیگر اقوال بھی ہیں جن کی تفصیل طوالت کا باعث ہے۔ اشاعرہ کہتے ہیں کہ ایمان میں کمی و بیشی نہیں ہوتی۔

لغت میں ایمان کے معنی دل سے کسی چیز کے تصدیق کرنے اور جس پر یقین ہو اسے حاصل کرنے کے ہیں شریعت میں ایمان کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے وجود کا یقین کرنا اس کے اسماء و صفات کو پہچاننا اور ان پر یقین رکھنا

فرائض، واجبات اور نوافل کا ادا کرنا۔ گناہوں اور گناہی سے اجتناب کرنا، اگر ایمان کو مذہب، شریعت اور ملت سے موسوم کیا جائے تو جائز ہے اس لئے کہ دین دہی ہے جس کا اتباع کیا جائے اور طاعات کے ساتھ محرمات و ممنوعات سے اجتناب کیا جائے

یہی ایمان کی تعریف ہے۔
اسلام کی تعریف اگرچہ ایمان کے ساتھ کی جاسکتی ہے کیونکہ ہر ایمان یقیناً اسلام ہے لیکن ہر اسلام ایمان نہیں اس لئے کہ اسلام کے معنی مطیع اور فرمانبردار ہونے کے ہیں ہر مومن احکام الہی کا مطیع و فرمانبردار ہے لیکن ہر مسلمان اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والا نہیں کیونکہ اکثر مسلمان تلوار کے خون سے اسلام قبول کر لیتے ہیں۔

ایمان کا لفظ بہت سے قولی اور فعلی صفات پر حاوی ہے اور اس کے دائرے میں اللہ تعالیٰ کی تمام عبادتیں شامل ہیں، لفظ اسلام کا مطلب ہے زبان سے کلمہ شہادت ادا کرنا اور دل سے اس کی تصدیق کرنا اور پانچوں عبادتیں ادا کرنا۔ حضرت امام احمد نے ایمان کو اسلام سے الگ قرار دیا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص وارد ہوا جس کے کپڑے بہت سفید اور بال بہت سیاہ تھے۔ سفر کی کوئی علامت اس سے ظاہر نہیں تھی۔ ہم میں سے کوئی شخص اس کو نہیں پہچانتا تھا۔ وہ شخص آئے ہی رسول خدا کے سامنے بیٹھ گیا اور اپنے زانو رسول کے زانوں سے ملا کر بیٹھ گیا، اپنے دونوں

ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ لئے اور کہا اے محمد! اللہ کے رسول! اسلام کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو کلمہ شہادت پڑھے یعنی اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کہے۔ نماز پنجگانہ ادا کرنا ہے۔ زکوٰۃ ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، طاعت ہو تو حج بھی ادا کرے۔

یہ سن کر اس شخص نے جواب دیا اے محمد! آپ نے بالکل سچ فرمایا، اس کے اس جواب سے لوگ بہت حیران ہوئے کہ خود ہی پوچھتا ہے اور خود ہی تصدیق کرتا ہے، پھر اس نے کہا مجھے ایمان کے متعلق بتائیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے پیغمبروں، قیامت اور نبی وبری کی تقدیر (اندازے) پر ایمان لائے، اس نے یہ سن کر کہا، آپ نے سچ فرمایا۔

اس شخص نے پھر کہا اے اللہ کے رسول احسان (خوبی) کیا ہے؟ حضور نے جواب میں فرمایا، احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اگر ایسا نہ ہو سکتے تو دل میں یہ ضرور یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو دیکھ رہا ہے۔ اس شخص نے پھر دریافت کیا یا رسول اللہ! قیامت کے دن کا حال کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا، قیامت کا حال جس سے دریافت کیا جا رہا ہے وہ دریافت کرنے والے سے زیادہ قیامت کا حال نہیں جانتا، اس شخص نے کہا قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتا دیجئے؟ حضور نے فرمایا قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ لڑکیاں اپنے آقاؤں کو جنس کی اور مفلس پاؤں سے ننگے، بدن سے برہنہ بکریوں کے چرنے والے عالیشاں عمارتوں پر فخر کرتے نظر آئیں گے، گاڑی سڑاتے ہیں اس کے بعد ہم کچھ دیر ٹھہرے رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر کے بعد مجھ سے مندرایا: عمر! جانتے ہو یہ سائل کون تھا؟ میں نے جواب دیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ جبریل علیہ السلام تھے اور تم لوگوں کو دین سکھانے آئے تھے۔ حدیث کے دوسرے الفاظ یہ ہیں: وہ جبریل تھے۔ تم کو تمھارے ذہنی امور سکھانے آئے تھے۔ اس سے پہلے وہ جب کبھی جس شکل میں آئے میں نے ان کو پہچان لیا۔ لیکن اس مرتبہ میں اس شکل میں ان کو فوراً نہیں پہچان سکا۔

اعوز طلبا مرتبہ جبریل علیہ السلام نے ایمان اور اسلام کے متعلق الگ الگ سوال کر کے دونوں میں تفریق کر دی چنانچہ رسول اللہ نے دونوں سوالوں کے الگ الگ جوابات ارشاد فرمائے۔ امام احمد کے پیش نظر ایک اعرابی دالی حدیث بھی تھی۔ ایک اعرابی نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ نے فلاں کو عطا کیا اور مجھے منع فرمایا! اس کے اس سوال پر حضور والا نے ارشاد فرمایا کہ وہ تو مومن تھا: اعرابی نے عرض کیا کہ میں بھی تو مومن ہوں! حضور نے فرمایا کہ تم مسلم ہو۔ امام احمد اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو بھی سند کے طور پر لائے ہیں۔

اَعْرَابٌ اِدْبَاقُی، کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اے پیغمبر آپ ان سے کہتے تھے کہ تم لوگ ایمان نہیں لائے، کہو ہم اسلام لائے ہیں۔ ابھی تک ایمان تمھارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے۔

اٰیْمَانٌ مِّنْ زِيَادٍ (اضافہ) صرف روزے نماز سے نہیں ہوتی بلکہ دینی یقین کے بعد ادا کردہ نواہی کی پابندی، تقدیر کو ماننا، اللہ کے کسی فعل پر اعتراض نہ کرنا۔ اللہ نے تقسیم رزق کا جو وعدہ فرمایا ہے اس پر اعتماد رکھنا اور شک نہ کرنا، اللہ

پر بھروسہ رکھنا اور اپنی قوت اور طاقت پر تکیہ نہ کرنا، مصیبتوں پر صبر اور نعمتوں پر شکر بجالانا، اللہ کو عیوب سے پاک

جاننا اور کسی قسم کی کسی حال میں اس پر ہمت نہ لگانا۔

امام احمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایمان مخلوق ہے یا غیر مخلوق! آپ نے جواب دیا، جس نے ایمان کو مخلوق کہا وہ کافر ہو گیا کیونکہ ایسا کہنے والا لوگوں کو دہم میں مبتلا کرتا ہے (کیونکہ اس قول سے قرآن کے مخلوق ہونے کا وہم ہوتا ہے اور اس میں قرآن کے ساتھ ایہام اور تمعین ہے) جو یہ کہے کہ ایمان غیر مخلوق ہے وہ مبتدع (بدعتی) ہے اس لئے کہ اس قول سے یہ وہم لاحق ہوتا ہے کہ راستے سے اذیت رسال چیز کا دور کرنا اور اعضا کے تمام افعال غیر مخلوق ہیں اس طرح اس جواب سے امام موصوف نے دونوں گروہوں کی تردید فرمادی ہے اور امام صاحب نے ایک حدیث بیان فرمائی کہ حضور نے ارشاد فرمایا "ایمان کی ستر سے کچھ زیادہ خصلتیں ہیں جن میں سب سے افضل کلید تو حید اور سب سے ادنیٰ خصلت راستے سے ایذا دور کرنے والی چیز کا بٹا دینا ہے۔"

امام صاحب مشک ہے کہ جس چیز کا ذکر قرآن میں ہوتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کچھ فرمایا ہو (حدیث موجود ہے) صحابہ کرام نے اس سلسلہ میں کچھ کہا ہو، اس میں (اپنی طرف سے) رائے و مذاہب اور دین میں نئی بات پیدا کرنا ہے کسی مومن کے لئے جائز نہیں کہ وہ کہے "میں یقیناً مومن ہوں" بلکہ کہے میں انشاء اللہ مومن ہوں معتز کے مومن ہونیکا دعویٰ نزدیک کہنا کہ میں سچا مومن ہوں جائز ہے یقیناً مومن کہنے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص یقینی طور پر کہے کہ میں مومن ہوں وہ کافر ہے حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے سامنے بیان کیا گیا کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ میں مطلقاً مومن ہوں! حضرت نے فرمایا اس سے پوچھو جنت میں جائے گا یا دوزخ میں لوگوں نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ اللہ ہی خوب واقف ہے! ابن مسعودؓ نے فرمایا دوسری بات کو اللہ کے سپرد کرنا پہلی بات (مومن ہونے کو) کو بھی اللہ کے سپرد کیوں نہیں کر دیا۔ (یعنی پہلے ہی کہہ دیتا کہ میرا مومن ہونا اللہ ہی کو معلوم ہے)۔

یقیناً سچا مومن وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ہے اور وہی جنتی بھی ہوگا اور اس کا اعتبار اس وقت ہے جب ایمان پر خاتمہ ہو اور کسی کو ایمان پر خاتمہ ہونے کی خبر نہیں ملے مناسب ہی ہے کہ ڈرتا بھی رہے اور امید بھی رکھے، اعمال کی درستی بھی کرتا ہے اور اندیشہ کے ساتھ ساتھ امید وار بھی رہے یہاں تک تک نیک اعمال پر خاتمہ ہو جائے، لوگ جن اعمال میں زندگی گزارتے ہیں انہی پر ان کا خاتمہ ہوتا ہے اور جن اعمال پر خاتمہ ہوگا اپنی پر حشر ہوگا، حدیث شریف میں آیا ہے حضور نے ارشاد فرمایا "جیسے زندہ رہو گے ویسے ہی مردے اور جیسے مردے ویسے ہی اٹھائے جاؤ گے۔"

ہمارا یہ بھی اعتقاد ہے کہ بندے کے تمام اعمال اللہ کے پیدا کردہ ہیں اور ان کے کمالے ہوئے ہیں خواہ نیک ہوں یا بد، اچھے ہوں یا بُرے۔ جو اعمال طاعت و معصیت کے ہیں اس کا مطلب نہیں کہ اللہ نے معصیت کا حکم دیا ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ اللہ نے کسی کے گنہگار ہونے کا فیصلہ اور اندازہ کر لیا ہے، افعال مقدر کا کہ ان کے قصد و ارادے کے مطابق کر دیا ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ نے رزق پیدا فرما کر اس کو تقسیم کر دیا ہے جو رزق مقدر میں کر دیا ہے اس کو قسمت و تقدیر کہ کوئی بند کر سکتا ہے اور نہ کوئی اس کو کھینچنے والا ہے۔ رزق (مقسوم) نہ کوئی بڑھا سکتا ہے نہ اسے کوئی کم کر سکتا ہے۔ اس کا نرم سخت ہو سکتا ہے اور نہ سخت نرم، کل رزق آج نہیں کھایا جاسکتا۔ زندہ کی قسمت عمر کی طرف منتقل نہیں ہو سکتی۔

کیا انھوں نے اللہ کے ایسے شریک بنا رکھے ہیں جنہوں نے اللہ کی تخلیق کی طرح مخلوق کو پیدا کیا، کیا اللہ کی مخلوق اور مفروضہ شرکوں کی مخلوق میں امتیاز نہیں ہے، آپ فرمائیے کہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے

أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا
كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ
قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۚ

اس سلسلہ میں ارشاد ہوا:

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَزِنُ مِيزَنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ كَلَّا ۚ بَلْ هُوَ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۚ

مشہد کوں کی حالت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اگر انھیں کوئی بھلائی پہنچ جائے تو یہ کہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی برائی پہنچ جائے تو کہیں یہ تمہاری جانب سے ہے، ان سے کہہ دیجئے کہ سب خدا کی جانب سے ہے، ان لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ یہ بات سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

وَأَنْ تَصْنَعَهُمْ حَسَنَةً يَقُولُوا هَٰذَا مِنْ عِنْدِ
اللَّهِ وَإِنْ تَصْنَعُهُمْ سَيِّئَةً يَقُولُوا هَٰذَا مِنْ عِنْدِكَ
قُلْ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا
يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا ۚ

حضرت خلیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا "اللہ نے ہر کارِ بکر کو اور اس کی صنعت کو پیدا کیا یہاں تک کہ قصاب کو اور اس کے ذبح کرنے (کے فعل) کو بھی۔"

حضرت ابن عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی کہ حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ہی خیر و شر کو پیدا کیا، ان لوگوں کو خوشخبری ہو جن کے ہاتھوں پر میں نے نیکی مقدر فرمائی اور ان کی خستہ حالی ہو جن کے ہاتھوں پر میں نے شر پیدا کیا۔

حضرت امام احمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ جن اعمال کی وجہ سے لوگ اللہ کی رضا مندی یا نافرمانی کے مستوجب ہوتے ہیں کیا ان میں کوئی عمل اللہ کی طرف سے ہوتا ہے یا بندوں کی طرف سے؟ امام احمدؒ نے جواب میں فرمایا "وہ پیدا کئے ہوئے اللہ کے ہیں اور کئے ہوئے بندوں کے۔"

ہمارا بھی عقیدہ یہی ہے کہ مومن کتنے ہی صغیرہ یا کبیرہ گناہ کرے لیکن وہ کافر نہیں ہوتا، خواہ وہ توبہ کے بغیر ہی مر جائے؛ بشرطیکہ توحید و ایمان کو ترک نہ کیا ہو، اس صورت میں اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہو گا چاہے وہ بخش دے اور جنت میں داخل فرما دے اور چاہے تو سزا دے اور دوزخ میں بھیج دے۔ لہذا تم کو اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان دخل نہ دینا چاہیے۔ جب تک اللہ اس کے انجام کی خبر خود نہ دے۔

مسلمان گناہ سے کافر نہیں ہوتا

باب ۷

معاد سے متعلق عقائد

عذاب و ثواب - منکر نکیر - معراج - شہید اور مومن - شفاعت - پل صراط - کوثر - حشر

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ہمارا عقیدہ ہے کہ مومن گناہ کبیرہ کے باعث دوزخ میں تو جائے گا لیکن وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا بلکہ آخر میں وہاں سے رہائی پائے گا، دوزخ اس کے حق میں قید خانے کی طرح ہوگا۔ بقدر جرم و گناہ رہنے کے بعد وہاں سے رہائی مل جائے گی، اس کے چہرے پر آگ کی لپٹ نہیں پہنچے گی، اس کے اعضاء سجود کو آگ نہیں جلائے گی، یہ اعضاء آگ پر حرام کر دیئے گئے ہیں، جب تک وہ دوزخ میں رہے گا اللہ سے اس کی امید نہیں ٹوٹے گی آخر کار وہ دوزخ سے نکل کر جنت میں داخل ہو جائے گا، دنیا میں اس نے جیسی اور جس قدر طاعت کی ہوگی اسی کے موافق اس کو جنت میں درجات دیئے جائیں گے۔

معتزلہ کا قول اس کے خلاف ہے، وہ کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں، ان کا کوئی ثواب نہیں ملے گا خوارج کا بھی یہی قول ہے، مومن پر لازم ہے کہ تقدیر کی بھلائی برائی اور قضائے الہی کے تلخ و شیریں (اچھائی، برائی) پر ایمان رکھے اور اس بات پر بھی ایمان رکھے کہ جو کچھ اسبابِ رحمت اس کو میسر ہیں وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے نہ کہ اس کی کوششوں کا نتیجہ اور ثمرہ!!

ہمارا عقیدہ ہے کہ جو کچھ (کل تک) ہوا اور قیامت تک آئندہ ہوگا وہ قضا و تقدیر سے ہوا اور آئندہ ہوگا، لوح محفوظ میں اللہ تعالیٰ نے جو تقدیر لکھ دی ہے اس سے کوئی بندہ بھاگ نہیں سکتا، قضائے الہی کے خلاف سخت کوشش کے بعد بھی نہ کوئی شخص کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ فائدہ! حضرت ابن عباسؓ سے مروی حدیث میں یہی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَأَنْ يَتَسَكَّ اللَّهُ بِضَرِّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ، إِلَّا هُوَ
وَأَنْ يَتَرَدَّدَ بِخَيْرٍ فَلَا مَرَدٍّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ
بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ

اگر اللہ تم کو کوئی ضرر پہنچائے تو اسی کے سوا کوئی دوسرا اس کو دفع نہ کرے والا نہیں اگر وہ تم کو بھلائی پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی رد کرنے والا نہیں وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے فضل کو دیتا ہے

حضرت زید بن وہب نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت بیان کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”تم میں سے ہر ایک کی تخلیق اس طرح ہوئی ہے کہ چالیس دن مال کے پیٹ میں بصورت لطف رہتا ہے (ایک روایت میں چالیس راتیں آتا ہے) پھر مٹی ہی مدت وہ منہج خون کی شکل میں پھر اتنی ہی مدت گوشت کے لوتھرے کی شکل میں رہتا ہے پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرستے

کو ان چار باتوں کے ساتھ (اس کے پاس) بھیجتا ہے۔ صورت، رزق، عمل، سعادت یا شقاوت، ان بان عمر پھر دوزخیوں کے سے عمل کرنا ہے یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فیصلہ رہ جاتا ہے (اچانک) تقدیر کا لکھا غالب آجاتا ہے اور وہ جہنمیوں کے کام کے جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور (اسی طرح) آدمی جہنمیوں کے کام کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فیصلہ رہ جاتا ہے کہ یکایک تقدیر کا لکھا غالب آجاتا ہے اور وہ دوزخیوں کے کام کے دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔

ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اہل بہشت کے سے کام کرتا ہے مگر لوح محفوظ میں اس کے مقدر میں دوزخ لکھا ہے چنانچہ موت کے قریب پہنچ کر وہ ان کاموں سے بھر کر دوزخیوں کے سے کام کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ اس حال میں مرکز دوزخ میں پہنچ جاتا ہے اور کسی کے مقدر میں لکھا ہوتا ہے کہ یہ اہل بہشت سے ہے مگر وہ دوزخیوں کے سے کام کرتا ہے پھر جب مرنے کے قریب ہوتا ہے تو ان کاموں کو چھوڑ کر اہل بہشت کے سے کام کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ اس حال میں مرکز وہ جنت میں چلا جاتا ہے۔

حضرت عبدالرحمن سلمیٰ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ بارگاہ رسالت میں حاضر تھے حضور زمین پر رہتے تھے اچانک سر اٹھا کر فرمایا "کوئی ایسا نہیں ہے جس کی جگہ دوزخ یا جنت میں مقرر ہو چکی ہو، یہ سن کر صحابہ نے عرض کیا ہم متوکل ہو جائیں؟ حضور نے فرمایا عمل کرو جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے وہ اس پر آسان کر دیا گیا ہے۔

سالم بن عبد اللہ اپنے والد حضرت عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم جو کچھ کرتے ہیں کیا یہ پہلے سے طے شدہ چیز ہے یا از سر نو پیدا کی جاتی ہے، حضور نے ارشاد فرمایا طے شدہ چیز ہے، حضرت عمر نے عرض کیا تو پھر اسی پر اعتماد کر کے نہ بیٹھ جائیں؟ حضور نے فرمایا تم مکمل کر دو، ہر ایک کو اسی بات کی توفیق دی جاتی ہے جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے، جو اہل سعادت میں ہوتا ہے وہ سعادت کے کام کرتا ہے اور جو بد بخت ہے وہ بد بختوں جیسا عمل کرے گا۔

معراج

اور دیدار الہی

شب معراج | ہم ایمان رکھتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اپنے رب کو جسمانی آنکھوں سے دیکھا دل کی آنکھوں سے نہیں اور نہ خواب میں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آیت وَلَقَدْ رَاَهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ کی تشریح میں فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو رد برد دیکھا، اس میں کوئی شک شب نہیں اور عین سند رَدِّ الْمُتَنَبِّہِ کی تشریح میں فرمایا کہ میں نے اس کو سورۃ النبی کے پاس دیکھا یہاں تک کہ رب کے چہرے کا نور میرے سامنے ظاہر ہوا۔

حضرت ابن عباس نے آیت وَمَا جَعَلْنَا الدُّنْيَا إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ، یعنی ہم نے آپ کو جو خواب

دکھایا ہے اس سے ہم نے لوگوں کا امتحان کیا ہے) کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ روایا سے مراد آنکھوں کا دیکھنا ہے جو شب معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلعت ملی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام اور محمد رسول اللہ کو دیدار الہی حاصل ہوا۔ حضرت ابن عباسؓ نے یہ بھی فرمایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دو مرتبہ دیکھا، یہ روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے معارض نہیں جو روایت کے انکار میں مروی ہے، اس لئے کہ اس میں نفی ہے اور ان احادیث (مذکورہ بالا) میں اثبات ہے اور مثبت کو منفی پر مقدم رکھا جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے روایت کا اثبات فرمایا ہے۔ حضرت ابو بکر بن سلیمان کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار گیارہ مرتبہ کیا تو بار کا ثبوت احادیث سے ملتا ہے جب کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے مابین تخفیف نماز کے لئے بار بار آئے تھے اور پچاس وقت کی نماز کے بجائے پانچ وقت کی نماز فرض کی گئی (۵۴ بار کی تخفیف ہو گئی) یہ سنن نبوی سے ثابت ہے اور دوبارہ اللہ تعالیٰ کا دیدار قرآن سے ثابت ہے۔

منکر نکیر ہمارا ایمان ہے کہ انبیاء (علیہم السلام) کے سوا ہر شخص کے پاس قبر میں منکر نکیر آتے ہیں، مرنے میں روح ڈالی جاتی ہے منکر نکیر اس سے سوال کرتے ہیں اور اس کا امتحان لیتے ہیں کہ وہ کس دین کا معتقد تھا، مردہ کو بٹھایا جاتا ہے جب سوال ختم ہو جاتا ہے تو بغیر تکلیف کے اس کی روح پھر کھینچ لی جاتی ہے۔

مردہ اتر کر پہچانتا ہے ہمارا ایمان ہے کہ مردہ کی قبر پر آنے والے کو مردہ پہچانتا ہے، جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد طلوع آفتاب تک یہ شناخت اور زیادہ قوی ہوتی ہے۔

ضغط قبر یا فشار قبر گناہگاروں اور کافروں کے لئے قبر کے دباؤ اور قبر کے غاب پر ایمان لانا بھی واجب ہے، ایمانداروں اور نیکو کاروں کو قبر میں راحتیں میسر ہوں گی، اس پر بھی ایمان رکھنا لازم ہے۔ معتزلہ کا قول اس کے خلاف ہے وہ قبر کے عذاب، راحت اور منکر نکیر کے سوالات کو نہیں مانتے، اہل سنت کے قول کا ثبوت اس آیت سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ** (اللہ اہل ایمان کو مضبوط بات پر قائم رکھتا ہے، دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی)۔

تفسیر میں منقول ہے کہ اس آیت میں دنیاوی زندگی سے مراد روح کے نکلنے کا وقت (وقت انتقال) ہے اور آخرت سے مراد قبر کے اندر منکر نکیر کے سوال کا وقت ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو دو کالے رنگ کے نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں ان میں سے ایک منکر اور دوسرا نکیر ہے، وہ دونوں مرنے سے پوچھتے ہیں تو اس ہستی یعنی محمد رسول اللہ کے متعلق کیا کہتا ہے؟ مردہ زندگی میں جو کچھ کہا کرتا تھا وہی بیان کرنے کا اگر مردہ مومن ہے تو کہے گا "اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں" اس جواب کو سن کر وہ دونوں فرشتے کہیں گے "ہم کو معلوم تھا تو ایسا ہی کہے گا، اس کے بعد مرنے کی قبر کو ۶۰، ۶۰، ۶۰ ہاتھ (ہفتاد درہم فساد دسر) کشادہ کر دیا جائے گا اور اس کی قبر روشن کر دی جائے گی پھر وہ دونوں فرشتے کہیں گے "سو جا" مردہ کہے گا، مجھے اجازت دو کہ میں اپنے اہل و عیال کے پاس جا کر یہ خوشخبری دوں۔

لیکن فرشتے جواب دیں گے: "اس دلہن کی طرح سو جا جسے وہی بیدار کرتا ہے جو گھر والوں میں اس کو سب سے زیادہ پیارا ہوتا ہے۔
چنانچہ وہ سو جائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کی خواہگاہ سے اٹھائے گا۔"

اگر مردہ منافق ہوگا تو سوال کے جواب میں کہے گا: "میں نہیں جانتا لوگوں کو جو کچھ کہتے سنتا تھا وہی میں کہہ دیتا تھا" فرشتے کہیں گے ہم تو پہلے ہی جانتے تھے کہ تو ایسا کہے گا اس کے بعد وہ زمین کو حکم دینگے کہ اس پر تنگ ہو جا زمین مردے پر ایسی تنگ ہوگی کہ مردے کی پسلیاں اِدھر اُدھر نکل جائیں گی اور وہ ہمیشہ اسی عذاب میں رہے گا یہاں تک کہ اللہ اس کو اس کی قبر سے اٹھائے گا۔

اس مسئلہ کے ثبوت کے لئے عطاء بن یسار کی روایت ہے تشریک کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: عرض اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تیرے لئے تین ہاتھ

(اگر) ایک بالشت لمبی اور ایک ہاتھ ایک بالشت چوڑی، زمین درست کی جائے گی، پھر تیرے گھر والے تجھے غسل دے کر کفن پہنائیں گے، خوشبو لگا کر جنازہ اٹھائیں گے پھر دفن کر دینگے اور لوٹ آئیں گے۔ پھر قبر میں تیرے پاس سوال کرنیوالے منکر نکیر آئیں گے جن کی آوازیں کرک کی طرح اور آنکھیں چندھیا دینے والی بجلی کی طرح ہوں گی، ان کے بال لٹکے ہوئے ہوں گے وہ تجھے ڈرائیں گے اور پوچھیں گے، تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ دل جو میرے پاس آج ہے کیا یہی دل میرے پاس اس وقت بھی ہوگا۔ حضور نے فرمایا ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تو پھر وہ ان دونوں کے لئے کافی ہوگا؟

یہ حدیث اس امر پر دلیل ہے کہ روح دوبارہ بدن میں ڈالی جائے گی کیونکہ حضرت عمر نے جب عرض کیا تھا کہ کیا میرے ساتھ میرا دل ہوگا تو حضور نے فرمایا: ہاں!!

حضرت منہال بن عمر نے حضرت برا بن عازب سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ ایک بار حضور کے ہمراہ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے، جب قبر کے نزدیک پہنچے تو دیکھا لحد تیار نہیں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے ہم بھی گردا گرد بیٹھ گئے

(ازدئے تعظیم و ہیبت رسول اللہ) ہم سب ایسے تھے جس طرح حرکت بیٹھے تھے گویا ہوائے سروں پر بڑے بیٹھے ہیں۔ حضور دست مبارک کی لکڑی سے زمین کی ریت لے کر دو یا تین بار فرمایا میں عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں؛

پھر ارشاد فرمایا: جب بندہ مومن آخرت کی طرف منہ کرے دنیا سے قطع تعلق کرتا ہے تو اس پر گورے رنگ کے فرشتے نازل ہوتے ہیں ان کے چہرے آفتاب کی طرح (تاباں) ہوتے ہیں، ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے، یہ فرشتے اس بندہ مومن سے بقا صلہ حد نظر بیٹھ جاتے ہیں اس کے بعد موت کا فرشتہ اس کی بالین پر بیٹھ کر کہتا ہے اے آرام پانے والے

پاکیزہ نفس باہر نکل آ۔ اللہ کی دی ہوئی خوشنودی اور مغفرت کی طرف آ؛ حضور نے ارشاد فرمایا کہ (اس وقت) وہ جان اس طرح باہر آجاتی ہے جیسے برتن سے پانی کا قطرہ بہتا ہے فوراً وہ فرشتے اس کو لے لیتے ہیں اور بل بھر کے لئے ملک الموت کے ہاتھ

میں نہیں چھوڑتے اسے اس جنت والے کفن اور خوشبو میں لپیٹ دیتے ہیں، وہ خوشبو مشک کی خوشبو سے بہتر ہوتی ہے اس خوشبو کا وجود روتے زمین پر کہیں نہیں ہے، اس کے بعد وہ فرشتے اس کو لیکر اوپر (آسمان پر) چڑھتے ہیں، ملائکہ کی جس صف سے بھی گزرتے ہیں سب ملائکہ کہتے ہیں کہ یہ کس کی پاکیزہ ترین خوشبو ہے؟ فرشتے سب سے اچھا نام لیکر بتاتے ہیں

کہ یہ فلاں ابن فلان کی روح ہے، جب آسمان پر پہنچتے ہیں تو ان کے لئے دروازہ کھل جاتا ہے، فرشتے اس کا استقبال کرتے ہیں اور اس طرح ساتویں آسمان تک اس کو پہنچایا جاتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس بندے کا نام اعمال علیین میں لکھو اور اسے اس زمین کی طرف لے جاؤ جس سے ہم نے اس کو پیدا کیا تھا (ہم نے زمین سے ان کو پیدا کیا اور اسی میں لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ اٹھائیں گے) چنانچہ روح کو دوبارہ جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے پھر دوسرے فرشتے منکر و نکیر آتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ بندہ (مومن) کہتا ہے ”میرا رب اللہ ہے“ میرا دین اسلام ہے، دونوں فرشتے پھر سوال کرتے ہیں کہ اس ذات والا کے بارے میں کیا کہتے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے تم میں مبعوث کیا؟ بندہ جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جو ہمارے پاس حق لے کر آئے، پھر فرشتے سوال کرتے ہیں کہ تم کو یہ بات کس طرح معلوم ہوئی؟ بندہ کہے گا کہ میں نے اللہ کی کتاب یعنی قرآن کو پڑھا، اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی، اس وقت آسمان سے ایک پکارنے والا پکارا اٹھے گا کہ میرے بندے نے ٹھیک کہا۔ اس کے لئے جنت کا فرش بچھاؤ اور اس کو جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھول دو، اس وقت بندے کو جنت کی ہوا اور خوشبو آنے لگے گی، اس کی قبر متہائے نظر تک کشادہ کر دی جائے گی، اس وقت ایک شخص، خود بخود خوش بو میں بسا ہوا اس کے پاس آکر کہے گا، تجھے بشارت ہو اس ستر آفریں چہر کی! یہ وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا، وہ کہتا ہے کہ تو کون ہے؟ آئیولا کہتا ہے میں تیرا عمل صالح ہوں، اس وقت بندہ کہے گا الہی قیامت قائم فرمادے۔ !!

حضور نے فرمایا کہ جب کا فر بندہ دنیا چھوڑتا ہے اور آخرت کی طرف جاتا ہے تو اس کے لئے آسمان سے دو کافروں کا انجام بد کاٹے چہرے والے فرشتے اترتے ہیں وہ ایک ٹاٹ ساتھ لیکر آتے ہیں اور اس کی حدنگاہ پر جا کر بیٹھ جاتے ہیں پھر موت کا فرشتہ اس کے گہرانے آکر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے اے خبیث روح! ہر نکل! اللہ کی نافرمانی اور اس کے غضب کی طرف آ، روح خون سے تمام اعضا میں پھیل جاتی ہے، ملک موت اس روح کو اس طرح کھینچتا ہے جیسے بھینسی ہوئی اون سے مینج کھینچی جاتی ہے چنانچہ اس کی تمام رگیں اور اعصاب ٹوٹ جاتے ہیں، فرشتے اس کو ٹاٹ میں لپیٹ دیتے ہیں، اس سے سڑے ہوئے مردار کی بو آتی ہے۔

فرشتے اس کو اوپر جڑھا کر لیجاتے ہیں اور ملائکہ کی جس صف سے گزرتے ہیں وہ یہی کہتے ہیں یہ خبیث بو کہاں سے آئی، روح کو لیجانے والے فرشتے اس کا سب سے برا نام لیکر کہتے ہیں یہ فلاں ابن فلان ہے، جب دنیا کے آسمان کا دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں تو انہیں کھولا جاتا۔ اس کے بعد حضور نے آیت لَا تَقْبَلُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ تلاوت فرمائی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی کتاب کو سبچین میں لکھ دو، اس کے بعد اس کی روح کو زمین کی طرف پھینک دیا جاتا ہے یہ ارشاد فرمانے کے بعد حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَمَنْ يَشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَانَ تَاٰخِرًا مِّنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوٰی بِسَاوِئِحِّ النَّجْمِ فِيْ مَكَانٍ سَجِيْنٍ (جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے اس کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ آسمان سے گر کر اترتا ہے اور پرندے اسے اُچک لینے ہیں، ہوا اسے دور جہ پھینک دیتی ہے) یعنی اس کی روح دوبارہ بدن میں لوٹائی جاتی ہے اور دوسرے فرشتے آکر اس کو بٹھاتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے مجھے معلوم نہیں، فرشتے کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے اے لئے میں نہیں جانتا، فرشتے کہتے ہیں وہ ذات گرامی جس کی بعثت تم لوگوں میں ہوئی تھی اس کے متعلق کیا کہتا ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے میں نہیں جانتا۔

اُس وقت ایک منادی آواز دیتا ہے میرے بندے نے جھوٹ بولا! اس کے لئے آگ کا بستر کر دو اور آگ کے کپڑے پہنا دو اور دوزخ کا ایک دروازہ اس کے لئے کھول دو چنانچہ دوزخ کی کچھ گرمی اور لپٹ اس کی طرف آتی ہے۔ قبر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ ادھر ادھر پسلیاں مل جاتی ہیں اور ایک شخص بد صورت بد لباس بدبودار آکر کہتا ہے، تجھے اس تکلیف رساں حالت کی بشارت ہو یہی وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا، وہ کہتا ہے تو کون ہے؟ آنے والا کہتا ہے میں تیرا عمل بد ہوں۔ وہ کہتا ہے پروردگار قیامت برپا نہ کرنا۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا قول ہے کہ جب مومن کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کی قبر ستر ہاتھ لمبی اور ستر ہاتھ چوڑی کر دی جاتی ہے اس پر پھول بکیرے جاتے ہیں اور جنت کے ریشمی کپڑوں سے اس پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے، اب اگر اس کے پاس قرآن کا کوئی حصہ حفظ ہے (یعنی قرآن کا کچھ حصہ ایسا یاد ہو جس کو وہ پڑھا کرتا تھا) تو اس کا نور اس کے لئے کافی ہوتا ہے ورنہ آفتاب کے نور کی طرح اس کے لئے رقبہ میں روشنی کر دی جاتی ہے اور اس کی حالت اس دہن کی طرح ہوتی ہے جس کو بیدار کرنے والا اس کے سوا اور کوئی نہیں ہوتا۔ وہ سوکر اٹھتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نیند ابھی پوری نہیں ہوئی ہے۔

کافر کی قبر میں حالت

کافر کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس پر قبر ایسی تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں پیٹ کے اندر لوٹ کر گھس جاتی ہیں اور اونٹ کے برابر سائب اس پر (ڈسنے کے لئے) چھوڑے جاتے ہیں جو اس کا گوشت اس طرح کھاتے ہیں اور نوچتے ہیں کہ جسم کی ضرب ہڈیاں باقی رہ جاتی ہیں اور کچھ گونکنے، بہرے، اندھے شیطان اس پر چھوکنے جاتے ہیں انہی کو شیطان مردود کہا گیا ہے، ان کے پاس لوہے کے ٹھن ہوتے ہیں، ان ٹھنوں سے وہ اس کو مارتے ہیں اور یہ اس کی آواز سنتے ہیں نہ اس کو دیکھتے ہیں کہ اس پر رحم کھائیں، صبح و شام یہ کافر آگ کے سلسلے میں کیا جاتا ہے۔

ان تمام احادیث سے قبر کا عذاب اور قبر کی راحتیں ثابت ہیں اگر کوئی اعتراض کرے کہ جس شخص کو سولی سے دی گئی ہو اور مردہ بندے اس کا گوشت لوچ کر کھا گئے ہوں، یا کوئی شخص جل گیا ہو یا دُوب گیا ہو یا درندوں نے اس کو بھاڑ کھایا ہو تو اس کا کیا ہوگا۔

(اس پر عذاب کس طرح ہوگا) تو جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے عذاب کے بارے میں فرمایا ہے اور قبر میں منکر نکیر کے سوال و جواب کو لوگوں کی ہدایت اور طریقے کے حسب حال بیان فرمایا ہے کہ لوگ مردوں کو قبروں میں دفن کرتے ہیں۔ اگر کسی مردہ کے اجزاء پراگندہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کو زمین پر بھیجتا ہے اگر وہ عذاب کے لائق ہے تو روح کو عذاب ہوتا ہے اور اگر نیک ہے تو روح کو راحت و نعمت میسر ہوتی ہے۔

کافروں کی روحوں کو دن میں دو مرتبہ یعنی صبح و شام عذاب دیا جاتا ہے یہ عذاب قیامت تک نازل ہوتا رہے گا۔

جب قیامت قائم ہوگی تو ان کو جسموں کے ساتھ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ

حکم ہوگا فرعونوں کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ شہیدوں اور مومنوں کی روحیں سبز برہندوں کے حوصلوں (پوٹوں) میں رہتی ہیں اور جنت کی سیر کرتی ہیں اور عرش کے نیچے نور کی قندیلوں میں (لوٹ کر) قیام کرتی ہیں۔ دوسری مرتبہ صور پھونکے جانے پر ہر کسودہ حباب و کتاب کے لئے زمین پر اتر کر اپنے اپنے جسموں میں داخل ہو جائیں گی۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے حضور نے فرمایا

جب تمہارے بھائی غزوہ احد میں شہید ہو گئے تو ان کی رگوں کو اللہ تعالیٰ نے سبز پرندوں کے پوٹوں (حوصل) میں داخل کر دیا وہ جنت میں آزاد پھرتے ہیں اور عرش کے سائے میں سونے کی قندیلوں میں بسیرا کرتے ہیں جب انھوں نے اچھا کھانا پہننا اور پاکیزہ آرام گاہیں پائیں تو کہنے لگے ہمارے بھائیوں کو کوئی مطلع کر دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں، ہم کو رزق دیا جاتا ہے پس وہ جہاد سے گریز اور جنگ سے اعراض نہ کریں، اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خواہش پر فرمایا اور وہ بڑا سچا ہے کہ میں ان کو مطلع کر دوں گا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُزْذَرُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ
جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ ان کو رزق دیا جاتا ہے اور اللہ نے ان کو اپنے فضل سے جو کچھ عطا کیا ہے اس پر وہ خوش ہیں۔
یہ ہو سکتا ہے کہ لوگوں اور کافر کے جسم کے بعض حصوں سے ہو اور بعض سے نہ ہو اور جو شلوک اجزاء سے ہوا ہے کل سے ہو۔
جواب میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام اجزائے متفرق کو تنگی قرار دینے کے سوال کے لئے جمع کر دیتا ہے جس طرح حشر اور حساب کتاب کے لئے اللہ متفرق اجزاء کو جمع کر دے گا۔

حشر اجساد کا ارشاد ہے۔ اِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيْهَا اِنَّ اللَّهَ يُبْعَثُ مِّنْ فِي الْقُبُوْرِ كَمَا بَدَاَ كُمْ تَعُوذُوْنَ ۚ
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
اسی زمین (مٹی) سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے ہم تم کو دوبارہ اٹھائیں گے۔
اللہ قبروں سے نکالے گا اور جمع کرے گا اس لئے کہ ہر شخص کو اس کی کوشش کا بدلہ مل جائے بدی کرنے والوں کو اللہ انکے عمل کی سزا دیدے اور جنہوں نے نیکی کی ہو ان کو نیکی کا ثواب عطا فرمائے

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اٰخَرٰی ۚ
لِيُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰی لِيُجْزٰی الَّذِيْنَ اَسٰءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَتُجْزٰی الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ۚ
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَمِيْنُكُمْ ثُمَّ يُخَيِّبُكُمْ ۚ
وہ اللہ جس نے تم کو پیدا کیا وہی تم کو موت دیتا ہے اور پھر زندہ کرے گا۔
بے شک جو پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے۔ وہ اس پر بھی قادر ہے کہ انہیں دوبارہ جلادے۔

سَيِّدِ كَوْنِينَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی

شفاعت

آنحضرت کا شفاعت فرمانا | اس بات پر بھی ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو کبیرہ اور صغیرہ گناہ کرنے والوں کے حق میں حساب کے وقت قبول فرمائے گا، حساب کے وقت دوزخ میں جانے سے پہلے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام اُمتوں کے مومنوں کی شفاعت فرمائیں گے اور دوزخ میں داخل ہونے کے بعد صرف اپنی اُمت کی شفاعت فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ حضور کی اور دوسرے اہل ایمان کی شفاعت سے گنہگار دوزخ سے نکلیں گے یہاں تک کہ جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا اور جس نے خلوص کے ساتھ ایک بار بھی کلمہ توحید پڑھا ہوگا وہ بھی دوزخ میں نہیں رہے گا۔ فرقہ قدریہ (معتزلہ) اس کا منکر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات میں ان کے قول کی تکذیب موجود ہے۔

(۱) فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ ۚ وَلَا صِدِّيقٍ حَسِيمٍ ۝ (۱) ہمارا نہ کوئی سفارشی ہے اور نہ کوئی گہرا دوست

(۲) فَهَلْ لَنَا مِنْ شَفْعَاءَ فَيُشْفَعُوا لَنَا ۚ (۲) کیا ہمارے کچھ سفارشی ہیں جو ہماری سفارش کریں

(۳) فَمَا تَشْفَعُ لَهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ۝ (۳) سفارش کرنے والوں کی سفارش ان کو فائدہ نہیں دے گی۔

ان تمام آیات مندرجہ بالا سے ثابت ہے کہ آخرت میں شفاعت کا وجود ہوگا (ہر چند کہ کافر اس سے محروم رہیں گے) اسی طرح حدیث شریف سے بھی ثابت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”سب سے پہلے میں ہی وہ شخص ہوں گا جو قیامت کے دن زمین کے شکاف سے ہونے کے بعد برآمد ہوں گا مگر میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا ہوں۔ میں ہی اولاد آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں۔ لَوْ اَلْحِجْدُ مِیْرَے ہی ہاتھ میں ہوگا میں یہ فخریہ نہیں کہتا۔ رب سے پہلے میں ہی (بلا فخر) بہشت میں جاؤں گا مگر اس پر بھی مجھے فخر نہیں۔ سب سے پہلے بہشت کی زنجیر میں ہی ہلاؤں گا، مجھے ہی سب سے پہلے بارگاہ الہی میں حاضر ہونے کی اجازت دی جائے گی اور دیدار حق نصیب ہوگا، میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں سجدہ میں گر پڑوں گا اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے محمدؐ! سراٹھاؤ اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی، سوال کرو تمہارا سوال پورا کیا جائے گا۔ میں سراٹھا کر عرض کروں گا یا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ! میں برابر اپنے اللہ کی طرف رجوع کرتا رہوں گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ دیکھو جس کے دل میں دانہ کے برابر بھی ایمان پاؤ اس کو دوزخ سے نکالو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی اُمت کے اس قدر لوگوں کو دوزخ سے نکالوں گا کہ وہ پہاڑ کی بلندی کے برابر ہوں گے، پھر دوسرے پیغمبر مجھ سے کہیں گے کہ اللہ کے حضور میں پھر مغفرت اور بخشش کی دعا کریں، میں کہوں گا کہ اتنے بار اپنے رب سے میں سوال کر چکا ہوں کہ اب مجھے سوال کرتے شرم آتی ہے۔

حضرت جابرؓ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا ”اُمت محمدیہ کے کبیر گناہ کرنے والوں کے لئے میری

سفرارش ہوگی: حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کی ایک عاقبول ہوتی ہے چنانچہ ہر ایک نبی نے اپنی دعا کرنے میں عجلت سے کام لیا لیکن میں نے اپنی دعا کو محفوظ رکھ چھوڑا تاکہ قیامت کے دن اپنی امت کی سفارش کروں چنانچہ میری شفاعت انشاء اللہ امت کے اُن لوگوں کے لئے ہوگی جس نے اپنی زندگی میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کیا ہو، انشاء اللہ میری دعا اس کے حق میں ضرور قبول ہوگی،

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین پر جس قدر پتھر اور ڈھیلے پائے جاتے ہیں اُن سے بھی زیادہ لوگوں کی قیامت میں میں شفاعت کروں گا: آپ کی شفاعت میزان عدل کے پاس بھی ہوگی اور پل صراط پر بھی، اس طرح ہر نبی کی شفاعت ثابت ہے۔

حضرت حذیفہؓ کی روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن کہیں گے۔ "اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا" لبیک" حضرت ابراہیم کہیں گے! پروردگار تو نے اولاد آدم کو جلا دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس کے دل میں ایک گندم یا جو کے برابر ایمان ہو اس کو آگ سے نکال لو اسی طرح ہر امت کے ابراہار و صدیق کی شفاعت قبول ہوگی حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا ہر نبی کو ایک دعا کرنے کا حق عطا کیا گیا ہے اور میں نے اپنی امت کی شفاعت کے لئے اسے محفوظ رکھا ہے، میری امت کے لوگ ایسے ہوں گے کہ ایک شخص اپنے قبیلے کی شفاعت کریگا اس کا قبیلہ بخش دیا جائے گا اور جنت میں داخل ہوگا، بعض لوگ ایک جماعت کی شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت سے اللہ ان کو جنت میں داخل فرما دے گا اسی طرح بعض لوگ تین آدمیوں کی، بعض دو آدمیوں کی اور بعض ایک آدمی کی سفارش کریں گے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کے ایک گروہ کو دوزخ کا عذاب یا جہنم کا لیکن اللہ کی رحمت اور شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے ان کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ حضرت ادیس قرنیؓ کی مشہور روایت ہے کہ جب لوگ دوزخ کی آگ سے جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے تو جس پر اللہ تعالیٰ مہربانی، رحمت، کرم اور احسان کرنا چاہے گا اس کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دے گا۔

حضرت حسن بصریؓ نے بروایت حضرت انسؓ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں برابر شفاعت کرتا رہوں گا میرا رب میری شفاعت قبول فرماتا رہے گا یہاں تک کہ میں عرض کروں گا اے رب! میری شفاعت ہر اس شخص کے لئے قبول فرما جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد! یہ شفاعت نہ آپ کے لئے ہے اور نہ کسی اور کے لئے، مجھے اپنی عزت و رحمت کی قسم میں لا الہ الا اللہ کے قائل کو آگ میں نہیں چھوڑ دوں گا۔

صراط

جہنم کے اوپر صراط ہونے پر یقین رکھنا واجب ہے، صراط ایک پل ہے جو جہنم کی پشت پر بچھا ہوا ہے، وہ پل صراط کی کیفیت | جسے اللہ چاہے جہنم کی طرف پھینچ لے گا اور جسے چاہے اُسے پار اتار دے گا۔ پل سے گزرنے والوں کو ان کے اعمال کے مطابق نواز عطا ہوگا۔ کچھ یہاں چلنے والے ہوں گے، کچھ دھڑکنے والے، کچھ سوار، کچھ زانو کے بل اور کچھ اپنے چوتروں کے بل

گھٹنے والے ہوں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل حدیث میں فرمایا ہے کہ صراط میں آنکڑے ہوں گے ایسے جیسے سعدان کے کانٹے حضور نے صحابہ سے دریافت فرمایا کیا تم سعدان کے کانٹوں سے واقف ہو، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جی ہاں (ہم واقف ہیں) رسول اللہ نے فرمایا تو وہ آنکڑے سعدان کی طرح ہوں گے جن کی لمبائی کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اندازہ نہیں، یہ کانٹے لوگوں کو کھینچ لیں گے پس بعض لوگ اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں گے بعض لوگ گہرے زخم کھائیں گے اور دوزخ میں پھینک دیئے جائیں گے اور بعض لوگ زخمی ہونے کے بعد نجات پا جائیں گے، وہ آنکڑے (اپنی دھار کے باعث) کانٹے کے لئے بھی ہوں گے۔ حضور نے یہ بھی فرمایا کہ اپنی تشریفانی کے جانوروں کو قربہ بناؤ وہ صراط پر ہمتھاری سواریاں ہیں حضور نے فرمایا صراط بال سے زیادہ باریک شعلہ سے زیادہ گرم اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اس کی لمبائی آخرت کے سالوں کے حساب سے تین سو سالوں کی مسافت ہے نیک لوگ تو صراط سے پار ہو جائیں گے اور بدکار اس سے پھسل پڑیں گے، ایک قول یہ بھی ہے کہ آخرت کے سالوں کے حساب سے صراط کی مسافت تین ہزار سال ہے۔

حوض کوثر اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک حوض ہوگا جس سے اہل ایمان شیراب ہوں گے اور کافر محروم رہیں گے، یہ صراط سے گزرنے کے بعد اور جنت میں داخل ہونے سے پہلے یہ حوض آپ کو عطا کیا جائے گا، اس کا پانی ایک بار پینے کے بعد کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ حوض کی چوڑائی ایک ماہ کی مسافت کے بقدر ہوگی، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہوگا۔ اس کے چاروں طرف گوزے ہوں گے جو شمار میں ستاروں کے برابر ہوں گے، حوض میں ڈوب لیں ہوں گے، اس میں کوثر سے آکر دونالوں کے دہانے ملتے ہیں۔ اس پانی کا منبع جنت ہے اور اس کی شاخ میدان حساب میں ہونگی۔

حوض کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں فرمایا ہے جو حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے، رسول اللہ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن میں حوض کے پاس ہوں گا۔ حضور والا سے حوض کی وسعت دریافت کی گئی؟ آپ نے فرمایا جتنی اس مقام سے عمان تک ہے! اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ اس میں جنت سے دونالے آکر مل جاتے ہیں۔ ایک چاندی کا دوسرا سونے کا۔ جو ایک بار اس کا پانی پی لے گا وہ پھر کبھی پیاس نہیں ہوگا۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے ملنے کا مقام میرا حوض ہے جس کی چوڑائی اس کی لمبائی کے برابر ہوگی (مربع ہوگا) مگر سے ایلیا تک جتنا فاصلہ ہے اس کی وسعت اس سے بھی زیادہ ہے۔ یہ فاصلہ ایک ماہ کی مسافت کے بقدر ہے اس پر گوزے ستاروں کی مانند ہونگے۔ اس کا پانی چاندی سے زیادہ سفید ہوگا جو ایک مرتبہ اس کا پانی پی لے گا پھر کبھی پیاس نہیں ہوگا۔ اسی طرح ہر پیغمبر کو ایک ایک حوض دیا گیا ہے سوائے صالح و یوسف کے، ان کا حوض اونٹنی کے ٹھن ہوں گے، ہر امت کے اہل ایمان حوض کا پانی پئیں گے مگر کافروں کو پینا نصیب نہ ہوگا۔

لے ایک خاردار گھاس جسے اونٹ بڑی رغبت سے کھاتا ہے، اس کے کانٹے بہت لمبے لمبے ہوتے ہیں (مترجم)

حوض کوثر کی وسعت

اسی سلسلہ کی ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرا حوض اتنا ہے جتنا

عدن سے عمان تک فاصلہ ہے اس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے خیمے نصب ہیں اور اس کے گونے

لقدادیں آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں۔ اس کی ہنسی خالص مشک کی ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید برف سے زیادہ ٹھنڈا

شہد سے زیادہ شیریں ہے جو اس کو ایک باری لے گا پھر کبھی پیسا نہیں ہوگا، قیامت کے دن (حوض پر) میرے پاس آنے سے

اس طرح الگ رکھا جائے گا جس طرح غیر اذن کو دوسرے (اپنے) اذنوں سے ہٹا دیا جاتا ہے، حضور نے فرمایا میں کہوں گا

کہ میرے پاس آؤ، میرے پاس آؤ! اس وقت مجھے بتایا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے کیسی کیسی نئی باتیں

کہیں، میں کہوں گا کہ کیا نئی باتیں نکالی تھیں کہا جائے گا انھوں نے آپ کی تعلیم کو بدل ڈالا تھا! تب میں کہوں گا کہ دور ہو، دور ہو

(فرقہ معترض نے اس حوض سے انکار کیا ہے لہذا وہ اس حوض کے پانی سے محروم رہیں گے۔) اگر یہ لوگ حوض کے انکار سے توبہ نہ

کریں گے اور آیات و احادیث و اقوال صحابہ کو رد کرنے سے توبہ نہیں کریں گے تو درخ میں پیاسے داخل ہوں گے۔

حضرت انس بن مالک سے مروی حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ جس نے شفاعت کی تکذیب کی اس کو شفاعت نصیب

نہیں ہوگی اور جس نے حوض کی تکذیب کی اس کے نصیب میں اس کا پانی نہ ہوگا۔

روزِ حشر حضور کا

اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی مختار (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قیامت کے دن اپنے تمام انبیاء

مکملین سے بلند تر اپنے قرب میں عرش پر بٹھائے گا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آیت عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ

رَبُّكَ مَقَامًا مِّمَّنْ يُدْرَاکِ تَسْوِیٰہِہٖہٗ کی تشریح کے تحت روایت کی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے قرب

میں تخت پر بٹھائے گا، اور ہشام بن عروہؓ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ انھوں نے کہا حضور صلی اللہ

علیہ وسلم سے مقامِ محمدؐ کے بارے میں دریافت کیا گیا، حضور نے ارشاد فرمایا کہ میرے رب نے مجھے عرش پر بٹھانے کا وعدہ فرمایا

ہے۔ حضرت عمرؓ بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا

جب قیامت کا دن ہوگا تو تمھارے نبی کو بلا کر اللہ کی کرسی پر بٹھایا جائے گا؛ لوگوں نے دریافت کیا: اے ابوسعود (رادی) جب

اللہ تعالیٰ کرسی پر جلوہ افروز ہوگا تو کیا حضور حق تعالیٰ کے قرب میں ہوں گے؟ انھوں نے کہا ہاں! تمھاری سمجھ پر افسوس ہے

آپ اس کے ساتھ ہی ہوں گے۔

مسلمانوں کا حساب اور

اہلسنت کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مومن کو حساب کے لئے بلائے گا تو

انھیں اپنے قریب کر کے ان پر دستِ کرم رکھے گا یہاں تک کہ اُسے لوگوں سے چھپالے گا۔ حضرت

عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ قیامت

کے دن مومن کو بلا جائے گا اس پر اللہ اپنا دستِ کرم رکھے گا یہاں تک کہ اس کو لوگوں سے چھپالے گا، بندہ مومن اپنے تمام

گناہوں کا اقرار کرے گا۔ اور گنہگار کو سوچے گا کہ (میں) ہلاک ہو گیا۔ مگر اللہ عزوجل فرمائے گا میرے بندے! یہ تیرے

گناہ ہیں، چونکہ میں نے دنیا میں انھیں چھپائے رکھا تھا آج میں تیرے لئے ان کو بخشا ہوں۔

حساب لینے کے معنی یہ ہیں کہ بندے کے سامنے برائیوں اور نیکیوں کی فہرست پڑھ کر اس کو اس کے اعمال کی جزا و سزا

کی مقدار سے واقف کیا جائے گا اور جو چیز اس کو نقصان پہنچانے والی ہے اس سے آگاہ کر دیا جائے گا۔ معتزلہ حساب لینے کے منکر ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو جھٹلاتے ہیں: "إِنَّا إِنشَأْنَا رِیَآءَهُمْ ثُمَّ إِنَّا عَلَيْنَا حِسَابُهُمْ" (بیشک ہماری ہی طین ان کی واپسی ہوگی اور ہمارے ہی ذمہ ان کا حساب ہے)۔

اہل سنت کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ کی ایک میزان عدل بھی ہے جس میں قیامت کے دن لوگوں کی نیکیاں اور برائیاں وزن کی جائیں گی، میزان کے دو پلڑے اور ایک زبان (فونڈی جسے پکڑ کر تولتے ہیں) ہوگی۔

فرقہ معتزلہ فرقہ مرجیہ و خوارج نے اس میزان عدل سے بھی انکار کیا ہے وہ کہتے ہیں میزان کے معنی اعمال کو تولنا نہیں ہے بلکہ عدل و انصاف کے ہیں۔ حالانکہ اللہ کی کتاب اور سنت میں ان کی تکذیب موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَنُفِخَ الْمَوَازِیْنِ أَلْفِیْطَ لَیْوْمَ الْقِیَٰمَةِ فَلَا تَظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا ذَاكَ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا دَکْفِلًا بِنَآ حَٰسِبِیْنَ ہ

ہم اسے دینگے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔

مزید ارشاد فرمایا ہے:

فَآمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهُ فَهُوَ فِی عِشْرَةِ رَاضِیَةٍ
وَآمَّا مَن خَفَّتْ مَوَازِیْنُهُ فَآمَتْهُ حَادِیَةٌ

جس کے وزن بھاری ہوں گے وہ پسندیدہ عیش میں ہے گا اور جس کے وزن ہلکے ہوں گے وہ ہادیہ (طبیعہ جنم) کی گود میں جائینگے

بلکہ بھاری ہونا عدل کی صفت نہیں ہے۔ تراذو اللہ تعالیٰ کے اپنے ہاتھ میں ہوگی کیونکہ بندوں کا حساب اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ نوہ بن سحمان کلابی نے روایت کی ہے کہ انھوں نے حضور کو ارشاد فرماتے سنا کہ روز قیامت تراذو رحمن کے ہاتھ میں ہوگی وہی کچھ کو اونچا کرے گا اور کچھ نیست۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ تراذو جبریل علیہ السلام کے ہاتھ میں ہوگی۔ حضرت

حذیفہ بن یمان سے مروی ہے کہ حضرت جبریل صاحب میزان ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حضرت جبریل سے فرمائے گا اے جبریل ان کا توازن کرو، ان کے اعمال (تولو) جب وہ تولیں گے تو بعض کے پلڑے بھاری ہوں گے اور بعض کے ہلکے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن تراذو رکھی جائے گی ایک آدمی کو لایا جائے گا اور اسے تراذو کے پلڑے میں رکھا جائے گا اور دوسرے پلڑے میں اس کے تمام اعمال کو، اعمال کا پلڑا اگر ہلکا ہوگا تو اسے

دوزخ کی طرف لے جائیں گے اس وقت آواز دینے والا آواز دینگا کہ اسے لے جانے میں جلدی نہ کرو اس کی ایک چیز وزن ہونے سے رہ گئی ہے چنانچہ ایک چیز لائی جائے گی جس پر لا الہ الا اللہ لکھا ہوگا اس کو آدمی کے کمال کے پلڑے (نیکیوں کے پلڑے) میں رکھ

دیا جائے گا تو اس کی وجہ سے تراذو ایلڑا، جھک جائے گی اور اس کو جنت میں بھیجے گا حکم دے دیا جائے گا

ایک اور حدیث (مرفوعہ) میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا قیامت کے دن ایک آدمی کو میزان کے پاس لایا جائے گا پھر ننانوے طومار (دفتر) لائے جائیں گے۔ ہر طومار کی لمبائی حدنگاہ کے برابر ہوگی ان سب میں اس کے گناہوں اور خطاؤں کا اندراج ہوگا چنانچہ اس کی ہڈیاں نیکیوں پر غالب آجائیں گی۔ اور اس کو دوزخ کی طرف بھیجنے کا حکم ہو جائے گا جب وہ پشت پھیرے گا تو

اچانک ایک بلند آواز سے پکارنے والا پکار کر کہے گا ابھی اس کا کچھ حصہ رہ گیا ہے چنانچہ کوئی چیز انچھوٹے کے سرے (پورے)

کے برابر لائی جائے گی حضور نے انکو ٹھکے کا لفٹ حصہ پکڑ کر بتایا جس پر لا الہ الا اللہ دان محمد رسول اللہ (کلمہ شہادت) تحریر ہوگا۔ اس کو اس کی نیکیوں کے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا تو نیکیاں برائیوں سے بھاری ہو جائیں گی اور اس کو جنت کی طرف بھیج دینے کا حکم ہو جائے گا۔ ایک حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں کہ حضور والا نے انکو مٹھا پکڑ کر بتایا پھر اتنا کا غذا اس کے لئے نکالا جائے گا جس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت تحریر ہوگی بعض اقوال میں آیا ہے کہ قیامت کے دن ذرات اور رائی کے دانوں کے برابر اعمال کی صورت ہوگی نیکیاں اچھی صورت میں ہونگی جن کو لور کے پلڑے میں ڈالا جائے گا اور اللہ کی رحمت کے ساتھ میزان بھاری ہو جائے گی برائیاں بری اور بھونڈی صورتوں میں ہوں گی ان کو تاریک پلڑے میں ڈالا جائے گا اور اللہ کے حکم کے ساتھ میزان ہلکی ہو جائے گی۔ میزان کے بھاری ہو جانے کے معنی پلڑے کا ادبنا ہو جانا ہے اور ہلکے ہونے کے معنی نیچا ہو جانا ہے جو دنیاوی تول کے برخلاف ہے۔ ایمان اور شہادت کا کلمہ پلڑا بھاری ہونے کا باعث ہوگا اور پلڑے کے ہلکے ہونے کا باعث اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ہے۔ جو پلڑا بھاری ہوتا ہے وہ اپنے مالک کو بہشت میں لے جاتا ہے اور ہلکا پلڑا مالک کو دوزخ میں پہنچاتا ہے اس دوزخ کا نام بادیر ہے۔ بادیر دوزخ کا سب سے پگھلا درجہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

نَا مَا مِنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ اور جس کے وزن بھاری ہونگے وہ پسندیدہ زندگی یعنی بہشت میں
وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَاُمَّةٌ هَادِيَةٌ وَاَمَّا الَّذِي هَادِيَةٌ تَارْحَامِيَّةٌ میں ہوگا اور جس کے وزن ہلکے ہوں گے اس کا ٹھکانہ ماں ہادیہ ہوگی۔

اہل حساب کے اقسام اعمال کے وزن کے جانے کے اعتبار سے تین طرح کے لوگ ہوں گے (۱) وہ لوگ جن کی نیکیاں برائیوں سے زیادہ ہوں گی۔ ان کو جنت میں جانے کا حکم ہوگا (۲) وہ لوگ جنکی بدیاں اور برائیاں نیکیوں پر

غالب آئیں گی ان کو دوزخ میں جانے کا حکم ہوگا (۳) وہ لوگ جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی یہ لوگ اعراف والے ہونگے

پھر جب اللہ چاہے گا انکو جنت میں داخل فرمائے گا۔ دَعَى الْأَعْرَافِ بِرَجَالٍ لَّحِ كَا هِيَ مَطْلَب ہے۔ مقرب بندے بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ (ستر، ہزار ہندے) بے حساب کے جنت میں داخل ہونگے۔

اہل ایمان میں سے بعض لوگوں کو مقبور اس حساب لیکر جنت میں داخلہ کا حکم دے دیا جائے گا۔ بعض لوگوں کا پوری طرح

حساب لیا جائے گا پھر ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا۔ وہ چاہے گا تو جنت میں بھیج دینا چاہے گا تو دوزخ میں جانے کا حکم دینا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وَاَمَّا مَنْ اَذْنَبَ كِتَابًا بِلِيْمِيْنِهٖ فَسَوَفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا تَسِيْرًا جس کے داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا اس کا حساب آسانی سے ہو جائے گا۔

مزید ارشاد فرمایا ہے :-

وَكُلُّ اِنْسَانٍ اَنْتَ مِنْهَا لَظْرًا فَاَنْتَ فِي عُنُقِهٖ وَنُخْرُجْ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَنْتَقِلُ مِنْهُ مَشْهُورًا اَوْ اَمَّا يَتَابُ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ہر انسان کا اعمال نامہ اس کی گردن میں لٹکا دیا جائے گا وہ اُسے کھل ہوا دیکھ لے گا۔ اور اسے حکم دیا جائے گا اسے پلڑہ آج تیری ذات خود ہی حساب لینے کے لئے کافی ہے۔

لے جھک رہا تھا دم بدم تھر جہنم کی طرف :- میرے مولانے مرے پلے کو ادبنا کر دیا (شمس بریلوی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی حدیث میں ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا سوائے مشرکوں کے حساب لے گا۔ مشرک کا حساب نہیں لیا جائے گا اور اس کو بلا حساب ہی دوزخ میں بھیج دینے کا حکم ہوگا۔

جنت اور دوزخ

جنت اور دوزخ کا وجود
اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ جنت اور دوزخ دونوں پیدا ہو چکے ہیں، یہ دو گھر ہیں، ایک کو اہل طاعت و اہل ایمان کے ثواب و راحت کے لئے اللہ نے بنایا ہے۔ اور دوسرا گنہگاروں اور نافرمانوں کے سزا اور عذاب کے لئے۔ یہ دونوں گھرازل سے ہیں اور اب تک گئے کبھی فنا نہیں ہوئے گئے۔ یہ جنت وہی ہے جس میں

حضرت آدم، حضرت حواؑ اور ابلیس لعین نے اٹھیں ہاں نکلوا یا اور خود بھی نکالا گیا۔ معتزلہ اسکے منکر ہیں۔ یہ لوگ جنت میں داخل نہیں ہوئے گئے۔ اپنی جان کی قسم یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ جو مومن موحّد شریک نہ ہو اللہ کی اطاعت کرتا رہا صرف ایک گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے اس کو یہ لوگ دوزخی قرار دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ کے ارشاد میں ان لوگوں کے باطل عقیدے کی تکذیب موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ ۖ جَنَّتِ كِي وَسَعَتِ (چوڑائی) آسمانوں اور زمین کے برابر اُعدَتْ لِلْمُتَّقِينَ ۝

اور فرمایا: اَتَقْتُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۖ (اس دوزخ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔)

ہر ذی ہنم جانتا ہے کہ جو چیز تیار ہو چکی ہے وہ یقیناً پیدا ہو چکی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ جنت و دوزخ پیدا ہو چکے ہیں۔

حضرت انس بن مالکؓ کی روایت درودہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت کے اندر گیا تو میں نے وہاں ایک نہر بہتی ہوئی دیکھی جس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے خیمے تھے، بہتے پانی کی طرف ہاتھ مار کر دیکھا تو وہ خالص مشک تھا۔ میں نے کہا جبریل یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یہ وہی کوثر ہے جو اللہ نے

بہشت کی صورت
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ بہشت کس چیز سے بنائی گئی ہے آپ نے ارشاد فرمایا اس کی اینٹیں سونے اور چاندی کی ہیں اور خالص مشک اس کا گارا ہے، اس کے محکمہ بڑے قیامت اور مردارید کے ہیں زعفران اور ورس کی طرح اس کی زمین خوشبودار ہے۔

بہشت میں داخل ہونے والا اس میں ہمیشہ رہے گا۔ اس کو کبھی موت نہیں آئے گی، آرام سے رہے گا، دکھ نہیں ہوگا، اہل بہشت کے کپڑے کبھی نہیں پھینکے، ان کی جوانی پر کبھی زوال نہیں آئے گا۔ (اُن کا شباب تبدیل نہ پیری نہیں ہوگا۔)

اَكَلْتُمَا دَارِجَمَ وَطَلْتُمَا جَنَّتَ لَا يَمُوتُ دَوَامِي هِيَ اَدْرَاكُ اس كَا سَايَ بَحِي دُوسَرِي آيَت مِیْن هِی لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ
وہ نعمتیں نہ کبھی ختم ہونگی اور نہ (استعمال پر) روک ٹوک ہوگی۔

حوران بہشتی جنت کی نعمتوں میں بڑی آنکھوں والی حوریں بھی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اُن کو جنت کے اندر ہمیشہ رہنے کے لئے پیدا کیا ہے وہ فنا نہ ہوں گی۔

ان میں نظر بند رکھنے والی حوری ہیں بن کہ اس سے پہلے
کے کسی انبان لے چھو ا ہے اور نہ کسی جن نے۔

مزید ارشاد فرمایا ہے: حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِی الْخِيَامِ وہ خیموں میں حوریں محفوظ ہیں۔

حضرت اُم سلمہؓ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے آیت کَاَمَثَالِ الْتَّوَّابِ الْمَكْنُونِ کے بارے میں بتائیے۔ حضور نے ارشاد فرمایا ان کی صفائی ایسی ہوگی جیسے سیب میں موتی۔ اس ارشاد کے بعد آپ نے فرمایا حوریں کہیں گی ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں۔ ہم کبھی نہیں مریں گی اور ہم خوش رہنے والی ہیں کبھی غصے نہیں ہوں گی۔ حضور نے فرمایا حوریں سچے گھر میں ہوں گی، سچی ہی بات کہیں گی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ صادق ہیں، حق بات کے سوا فرماتے ہی نہیں، آپ نے فرمایا کہ حوریں ہمیشہ رہیں گی، کبھی نہیں مریں گی۔

آخرت کی بیوی حضرت معاذ بن جبلؓ کی روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کبھی کوئی عورت اپنے شوہر کو ایذا دیتی ہے تو حور عین میں سے وہ حور جو آخرت میں اس مرد کی بیوی ہوگی اس عورت سے

کہتی ہے، اگذاختہ ہلاک کرے، اس کو دکھ نہ دے یہ تو تیرے پاس مہمان ہے عنقریب تجھ سے جدا ہو کر میرے پاس آ جائے گا۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ جنت اور دوزخ فنا نہیں ہوں گے اور نہ وہ چیزیں فنا ہوں گی جو جنت اور دوزخ میں ہیں، جو اس میں داخل ہوں گے ان کو بعدِ دہاں سے نہیں نکالا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اہل جنت پر موت کو مسلط کرے گا نہ جنت کی راحت کو زوال ہوگا۔ جنتی ہمیشہ ہمیشہ بڑھتی ہوئی راحتوں میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جنت و دوزخ کی درمیانی دیوار پر موت کو ذبح کر دیا جائے گا اور ایک منادی پکار کر کہے گا! اے اہل جنت! اب تم ہمیشہ زندہ رہو گے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ اور اے دوزخ کے مکینو! تم بھی ہمیشہ زندہ رہو گے اور مرو گے نہیں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث صحیح میں اسی طرح منقول ہے۔

سے حدیث صحیح میں اسی طرح منقول ہے۔

باب ۸

حضور کی رسالت اور آپ کی فضیلت اُمتِ رسول

بدعت، صفاتِ الہی، گمراہ فرمتے

تمام اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم، اللہ کے رسول، تمام رسولوں کے سردار اور آخری نبی تھے، اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں اور تمام جنات کے لئے بھیجا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ ۚ (ہم نے آپ کو تمام آدمیوں کے لئے بھیجا ہے)

سید الانبیاء
نبی آخرین

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۚ (ہم نے آپ کو جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے)

حضرت ابوامامہ کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا اللہ نے مجھے دوسرے انبیاء پر چار باتوں میں برتری عطا فرمائی ہے۔ مجھے تمام لوگوں کے لئے بھیجا گیا (آخری حدیث تک) اور یہ کہ آپ کو وہ تمام معجزات دیئے گئے ہیں جو آپ کے سوا کسی کو نہیں دیئے گئے بعض اہل علم نے ان معجزات کی تعداد ایک ہزار بتائی ہے، ان تمام معجزات میں سے ایک معجزہ

قرآن شریف ہے۔

حضرت ابن ابی شیبہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام نبیوں پر چار باتوں میں فضیلت دی ہے یہ کہ مجھے تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا (آخری حدیث تک) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ معجزات دیئے گئے جو آپ کے سوا کسی پیغمبر کو نہیں دیئے گئے بعض علمائے ان معجزات کی تعداد ایک ہزار شمار کی ہے، ان تمام معجزات میں سے ایک معجزہ قرآن حکیم ہے۔ قرآن کریم کی ترتیب عبارت ایسے نزائے طریقے سے ہے جو کلام عرب کے تمام اسالیب بیان اور ان کے نظم و ترتیب سے جدا ہے، اس کی ترتیب و ترکیب اس کی فصاحت، بلاغت، ہر فصیح و بلیغ کی فصاحت و بلاغت سے بلند تر ہے، اہل عرب اس کی ایک سورۃ کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:-

فَاتُوا بِعَشْرِ سُوْرٍ مِّثْلِهِ مُقْتَسِبَاتٍ۔ (قرآن جیسی دس سوڑیں از خود بنا کر لے آؤ راکر)

لاستکون۔ لیکن لوگ نہ لاسکے۔ پھر فرمایا کہ ایک ہی سورۃ بنا لاؤ۔ فَاتُوا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهِ (قرآن کے مانند) ایک سورۃ

بھی بنا لاؤ۔

چنانچہ ایک سورۃ بھی لانے میں عاجز رہے (پورا قرآن لانا تو بڑی بات تھی) باوجودیکہ تمام عالم سے ان کی فصاحت و بلاغت بڑھ چڑھ کر تھی فصاحت عرب گونا گونے (اپنی زبانیں کھٹا بیٹھے) اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام لوگوں پر ظاہر ہو گئی اور قرآن پاک آپ کا اسی طرح ایک معجزہ قرار پایا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا۔ حضرت موسیٰ ایسے زمانے میں مبعوث ہوئے تھے کہ ہر طرف ساحروں کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی، جادو گردوں کا طوطی بول رہا تھا۔ حضرت

موسیٰ علیہ السلام سے جب ان ساحروں کا مقابلہ ہوا اور انھوں نے اپنے جادو کے کمالات دکھائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے اُردہا بن کر ان رستیوں کے سانپوں کو نکل گیا، جادو گر مغلوب ہو گئے، وہ ذلیل ہو کر بٹے اور بے اختیار ہو کر سب سے میں گر بیٹھے۔
 یا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیتے اور مادرِ زانو بنانا اور کوڑھ میں گرفتار لوگوں کو تندرست کر دیتے تھے کیونکہ
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہی ایسے زمانے میں ہوئی تھی جو بڑے بڑے ماہرِ فنِ طب کا ددِ رحمہا لوگوں کے سامنے ایسے علاج
 بیماروں کو پیش کرتے تھے جو حاذقِ طبیوں کے علاج سے شفا یاب نہیں ہو سکتے تھے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ دیکھ کر)
 آخر کار تمام طبیب ان کے فرمانبردار ہو گئے اور ایمان لے آئے اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فنِ طب اور مہارتِ فن میں ان سب
 آگے بڑھ گئے تھے اور صاحبِ معجزہ ثابت ہوئے، چنانچہ قرآن پاک کی فصاحت اور اس کا اعجاز رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا
 معجزہ ہے بالکل اسی طرح جیسے حضرت موسیٰ کا عصا اور حضرت عیسیٰ کا مردوں کو زندہ کرنا معجزہ مقامِ ۷۷۷۷۷

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے !

حضور کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہونا، تھوڑا کھانا بکثرت لوگوں کے لئے کافی ہو جانا، زہریلی
 بجری کے اعضا کا یہ کہنا کہ ہم کو تناول نہ فرما میں ہم زہریلے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 معجزے ہیں۔ چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا، اونٹ کا کلام کرنا، کھجور کے تنے کا رونا، آپ کی جانبِ درخت
 کا آنا بھی آپ کے معجزات ہیں، اہی قبیل کے اور بہت سے معجزے آپ کے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ کے
 عصا کی مانند یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح سرِ رضوں کو اچھا کر دینا، اندھوں کو بینائی واپس کر دینا، کوڑھیوں کو جذام سے
 صحتیاب کر دینا، حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی جیسے معجزے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے عطا نہیں ہوئے تھے۔
 کہ حضور کی اُمت ان کی تکذیب کر کے ہلاکت میں نہ پڑے جس طرح پہلی اُمتیں تکذیب کر کے ہلاک ہو گئیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد
 ہے۔ وَمَا مَنَعْنَا أَن نُّرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَن سَمِعْنَا كُذَّبَ بِهَا إِلَّا ذُلُّونَ ه۔
 مصلحت نے روکا کہ اگر یہ بھی تکذیب کر نیگے تو ہلاک ہو جائیں گے۔

ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ اگر سابقہ نبیوں کی طرح اگر آپ بھی ایسے ہی معجزے پیش فرماتے تو لوگ کہتے کہ آپ کوئی
 نئی بات تو نہیں لائے، آپ نے خود ہی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے بارے میں یہ باتیں سُنائی ہیں اس لئے آپ بھی اُنکے متبعین
 میں سے ہیں، جب تک آپ کوئی چیز نہ لائیں جو انبیاء سابقین نے لائے ہوں اس وقت تک ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے
 اس لئے اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو وہ معجزہ عطا نہیں فرمایا جو دوسرے نبی کو عطا فرمایا گیا تھا چنانچہ ہر نبی کو ایک مخصوص معجزہ
 عطا کیا گیا۔

اُمت محمدیہ کی افضلیت
 اہل سنت اس بات کے معتقد ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت تمام اُمتوں سے بہتر ہے اور ان میں
 اس زمانے کے لوگ تمام لوگوں سے بہتر اور افضل ہیں جنہوں نے حضور کو دیکھا، آپ کی تصدیق کی، آپ
 کی بیعت کی اور آپ کی پیروی کی، جہاد کیا، اپنا مال اور اپنی جانیں قربان کیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور ان لوگوں
 میں حدیثِ بدیہ والے افضل ہیں جنہوں نے (ایک رخت کے نیچے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی، یہ اصحاب
 ایک ہزار چار سو ہیں، ان میں افضل اہل بدر ہیں جن کی تعداد دین سو تیرہ (۳۱۳) ہے جو اصحابِ طاہرات کی تعداد کے برابر ہیں اور

ان ۱۳ میں افضل وہ دارالخبرہ والے اصحاب ہیں جن کی تعداد بشمول حضرت عمر رضی اللہ عنہ چالیس ہو جاتی ہے اور ان (چالیس) میں افضل وہ دس اصحاب ہیں جن کے جنتی ہونے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی۔ وہ دس اصحاب یہ ہیں۔

- ۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ✓
 - ۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ✓
 - ۳۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ✓
 - ۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ✓
 - ۵۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ✓
 - ۶۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ✓
 - ۷۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ✓
 - ۸۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ✓
 - ۹۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ ✓
 - ۱۰۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ✓
- ان میں پہلے چار حضرات خلفائے راشدین سب سے افضل تھے اور ان چاروں میں حضرت ابوبکرؓ کو پھر عمرؓ کو پھر حضرت عثمانؓ کو پھر حضرت علیؓ کو فضیلت حاصل ہے۔ ان چاروں حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (بطور مجموعی) بیس سال تک خلافت کے فرائض انجام دیے۔ حضرت ابوبکرؓ نے دو سال سے کچھ اور، حضرت عمرؓ نے دس سال، حضرت عثمانؓ نے بارہ سال اور حضرت علیؓ نے چھ سال خلیفہ رہے۔ خلفائے راشدین کے بعد امیر معاویہؓ کو نو سال تک خلافت کا کو الی بنا دیا گیا، اس سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہؓ کو شام کا امیر بنایا تھا اس عہدہ پر آپ بیس سال تک فائز رہے۔

﴿ خلافت راشدہ ﴾

خلفائے راشدین نے خلافت بزرگوار جبر کے ذریعہ حاصل نہیں کی تھی نہ اپنے فضل سے چھینی تھی بلکہ معاصرین پر ان کو فضیلت حاصل تھی اور صحابہ کرامؓ کے اتفاق و انتخاب اور رضا مندی سے ان کو خلافت ملی تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت کے منصب پر مہاجرین و انصار کے اتفاق آراء سے فائز ہوئے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد انصار سے چند مقرنین نے اپنی تقریروں میں کہا کہ ایک امیر ہم میں سے اور ایک تم میں سے ہو لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اس کے جواب میں) فرمایا اے گروہ انصار کیا تم واقف نہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت کرنے کا حکم دیا تھا؟ انصار نے بیک زبان ہو کر کہا ہاں یہ سچ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بتاؤ ابوبکرؓ سے بہتر آگے بڑھنے کو کس کا جی چاہتا ہے (کون ہے جو ابوبکرؓ سے آگے بڑھے؟) انصار نے کہا معاذ اللہ کہ ہم ابوبکرؓ سے آگے بڑھیں۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم میں سے کس کا جی چاہتا ہے کہ (حضرت ابوبکرؓ کو جس مقام پر رسول اللہ نے کھڑا کیا تھا وہاں سے ان کو ہٹا دے۔ سب نے بالاتفاق کہا کہ ہم یہ نہیں چاہتے، ہم اللہ سے معافی چاہتے ہیں اس کے بعد انصار و مہاجرین متفق ہو گئے اور سب نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی بیعت کرنے والوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ایک صحیح روایت میں ہے کہ بیعت مکمل ہو جانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ تین روز تک لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے رہے! لوگو! میں تمہاری بیعت واپس کرتا ہوں کیا تم میں سے کوئی۔

میری بیعت کو ناپسند کرتا ہے اور اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے آگے کھڑے ہو کر فرماتے تھے: "نہ ہم آپ سے بیعت واپس لیتے ہیں نہ کبھی ہم بیعت لینے کی خواہش کریں گے اس لئے کہ آپ کو رسول اللہ نے آگے کیا ہے اب آپ کو پیچھے کون کر سکتا ہے۔"

معتبر اصحاب اور راویوں نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امامت کے حق میں سب صحابہؓ سے سخت تھے۔ ایک روایت ہے کہ جنگ جمل کے بعد عبداللہ بن ابی بکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا آپؓ اس امر خلافت کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عہد کیا تھا؟ آپ نے جواب دیا کہ میں نے اس بارے میں بہت غور و خوض کیا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ نماز اسلام کا بازو ہے پس ہم نے اپنی دنیا کے لئے اس چیز کو پسند کیا جو رسول اللہ نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمائی تھی اس لئے ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا رہبر بنالیا اور یہ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صلاحت کے دوران اپنی جگہ انھیں امام بنایا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہر نماز کے وقت حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر نماز کی اطلاع دیتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ نماز پڑھا دیں۔

اپنی حیات مبارکہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسی گفتگو فرمایا کرتے تھے جس سے صحابہ کرام کو یوں معلوم ہوتا تھا گویا آنحضرت کے بعد حضرت ابوبکرؓ ہی خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ ابن ابی بکر نے اپنی اسناد سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! ہم حضور کے بعد کس کو اپنا خلیفہ بنائیں؟ حضور نے ارشاد فرمایا: اگر تم ابوبکرؓ کو امیر بناؤ گے تو ان کو... انت دار دنیا سے بے رغبت انداختہ کا طالب پاؤ گے اور اگر عمرؓ کو امیر بناؤ گے تو ان کو طاقتور اور ایسا امانت دار پاؤ گے جو اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہیں کریگا اور اگر تم علیؓ کو امیر بناؤ گے تو ان کو ہدایت یافتہ ہادی پاؤ گے، چنانچہ انہی ارشادات کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام صحابہؓ کا اجماع ہو گیا۔ ہمارے امام حضرت ابو عبیدہ اللہ احمر بن جہلؓ نے یہ ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت شاذ الہی سے ثابت ہے اور یہی مذہب حضرت حسن بصریؒ اور صحابہ کرام کی ایک جماعت کا ہے اس کی بنا وہ روایت ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے بیان کی ہے، حضور نے فرمایا کہ جب مجھے معراج ہوئی تو میں نے اللہ عزوجل سے عرض کیا کہ میرے بعد علی ابن ابی طالب کو خلیفہ بنا دے، اس پر فرشتوں نے کہا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے، آپ کے بعد خلیفہ حضرت ابوبکرؓ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں فرمایا کہ وہ شخص جو ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے میرے بعد بہت کم عرصہ زندہ رہے گا، مجاہدؒ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ حضورؐ اس دنیا سے کس وقت تک تشریف نہیں لے گئے جب تک آپ نے مجھ سے عہد نہیں لے لیا کہ حضور کے بعد حضرت ابوبکرؓ صدیق امیر ہونگے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمانؓ اور پھر میں (علیؓ ابن ابی طالب)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت اس بنا پر قائم ہوئی کہ ان کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ مقرر فرمایا اس کے بعد تمام صحابہ کرام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی اور امیر المومنین کا خطاب دے دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے عمرؓ کو خلیفہ بنایا ہے حالانکہ آپ ان کی درشت مزاجی سے واقف ہیں کل آپ اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ میں جواب دوں گا کہ تیرے بندوں میں سے سب سے بہتر کو میں نے لوگوں کا امیر بنایا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے اتفاق رائے سے خلیفہ مقرر ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کو خلافت کے استحقاق سے محروم کر کے چھ اصحاب کی ایک مجلس شوریٰ مقرر کر دی تھی کہ وہ خلیفہ کا انتخاب کریں۔ وہ اصحاب یہ ہیں۔ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت زبیر اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے آپ کو خلافت کی امید داری سے الگ کر لیا صرف چار حضرات باقی رہ گئے تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں اللہ کے رسول اور مسلمانوں کے لئے تم میں سے کسی ایک کو منتخب کر لوں گا پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا، علی تم پر اللہ کے عہد میثاق، فدائی اور اللہ کے رسول کے ذمہ کی پاسداری لازم ہے، جس وقت میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا اس وقت تم کو اللہ اور اس کے رسول اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کرنا ہوگی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی سیرت پر چلنا پڑے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ذات میں اس کام کو پورا کرنے کی طاقت نہیں پائی جو مذکورہ اصحاب میں تھی اس لئے آپ نے اس (دعوت) کو قبول نہیں فرمایا، آپ کے انکار پر حضرت عبدالرحمنؓ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر وہی (شرطیں) دہرائیں (وہی باتیں کہیں جو حضرت علی سے کہی تھیں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان باتوں کو قبول کر لیا۔ حضرت عبدالرحمنؓ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ چھوڑ کر بیعت کر لی اس کے بعد حضرت علیؓ نے بھی حضرت عثمانؓ کی بیعت کر لی، پھر دوسرے روز بیعت عام لی گئی۔ اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اتفاق آراء سے خلیفہ مقرر ہو گئے۔ اور شہادت کے وقت تک امام برحقؓ تھے کوئی ایسی بات آپ سے سرزد نہیں ہوئی جو طعن کا موجب یا آپ کے فسق کا سبب ہو یا اس سے آپ کے قتل (شہادت) کا جواز پیدا ہو سکے۔ رافضیوں کا قول اس کے خلاف ہے اللہ ان کو ہلاک کرے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی جماعت کے اتفاق اور صحابہ کرام کے جماع سے ہوئی۔ ابو عبداللہ بن لطفؓ نے محمد بن حنفیہؓ کی روایت نقل کی ہے۔ محمد بن حنفیہؓ نے فرمایا، جس زمانہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور تھے میں علیؓ کے ساتھ تھا، ایک شخص نے آکر کہا کہ عنقریب امیر المومنین (حضرت عثمان) کو شہید کر دیا جائے گا، حضرت علیؓ یہ سن کر فوراً کھڑے ہو گئے، میں نے اس وقت آپ کی حفاظت کی غرض سے آپ کی گر کپڑی، آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو، پھر حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے گھر پہنچے مگر اس وقت تک امیر المومنین شہید ہو چکے تھے۔ حضرت علیؓ وہاں سے اہس آکر اپنے مکان میں داخل ہوئے اور اندر سے دروازہ بند کر لیا لوگوں نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا اور آپ کے گھر میں داخل

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت

ہو کر آپ کو خبر دی کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے اور مسلمانوں کو خلیفہ کی ضرورت ہے اور اس وقت آپ سے زیادہ خلافت کا حقدار باہمی نظر میں کوئی اور نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا مجھے خلیفہ بنانے کا خیال ترک کر دو میں امیر ہونے سے بہتر تمھارے لئے وزیر ہوں، لوگوں نے جواب یا: خدا کی قسم آپ سے زیادہ حق دار خلافت کا ہم اور کسی کو نہیں جانتے، فرمایا اگر تم نہیں مانتے تو میری بیعت پوشیدہ طور پر نہیں ہوگی میں مسجد میں جاتا ہوں جو میری بیعت کرنا چاہے وہاں آکر میری بیعت کرے یہ فرما کر آپ مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی۔ پس آپ شہادت کے وقت تک امام برحق تھے، خارجیوں کا قول اس کے خلاف ہے، اللہ ان کو ہلاک کرے، وہ کہتے ہیں کہ (حضرت) علیؓ کبھی بھی امام برحق نہ تھے۔ اب رہا یہ معاملہ کہ آپ کی حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ ام المومنین حضرت عائشہؓ اور امیر معاویہؓ سے جنگ ہوئی تو امام احمد نے اس سلسلہ میں صراحت فرمائی ہے کہ اس معاملہ میں بلکہ ان تمام جھگڑوں، اختلافات اور نزاعات کے بارے میں خاموش رہا بلکہ جو صحابہ کرام کے درمیان واقع ہوئے کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے باہمی تنازعات کو دور کر دے گا ارشاد ربانی ہے: **وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ** ان کے دلوں میں جو باہمی رنجش ہوئی، ہم اس کو دور کر دیں گے **مِنْ غَيْلٍ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرٍّ مُّتَّفَابِلِينَ** اور وہ بھائی بھائی ہو جائیں گے، وہ آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہونگے،

علاوہ ازیں یہ بات بھی ہے کہ اہل حل و عقد (مدینہ) نے حضرت علیؓ کی خلافت پر اتفاق کر لیا تھا اس لئے آپ کو خدا اپنی خلافت کے صحیح ہونے کا یقین تھا اور مخالفین سے جنگ کرنے میں وہ حق پر تھے اس لئے کہ جو بھی اطاعت امیر سے باہر ہو اور کڑائی کا جھنڈا بلند کیا وہ باغی ہو گیا اور باغی سے جنگ کرنا جائز تھا، اب امیر معاویہ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کا معاملہ تو وہ بھی حق پر تھے اس لئے کہ وہ خلیفہ مظلوم کے خون کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ اور قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے پس ہر فریق کے پاس جنگ کے جواز کی ایک وجہ موجود تھی۔ لہذا ہمارے لئے سکوت اس سلسلہ میں سب سے اچھی بات ہے، ان کے معاملے کو اللہ کی طرف لوٹا دینا چاہیے وہ سب بے برطانہ اور بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم اپنے عیوب پر نظر ڈالیں اور دلوں کو گھناہوں کی چیزوں سے اور اپنی ظاہری حالتوں کو تباہی انگیز کاموں سے پاک اور صفات رکھیں۔

حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت
حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی خلافت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کا خلافت سے دستبردار ہو کر امر خلافت حضرت امیر معاویہؓ کو سونپنے کے بعد ثابت صحیح ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس اقدام سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان صحیح ثابت ہو گیا جس میں حضورؐ نے فرمایا تھا کہ ”میرا بیٹا سید ہے اللہ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گردہوں میں صلح کر دیا گیا، امام حسنؓ کے صلح کرنے سے امیر معاویہؓ کی خلافت واجب ہو گئی، اس سال کا نام سن جماعت اس لئے رکھا گیا کہ مسلمانوں کا اختلاف ختم ہو گیا اور سب نے امیر معاویہؓ سے رجوع کر لیا اور کوئی تیسرا مدعی خلافت باقی نہیں رہا۔“

امیر معاویہؓ کی خلافت کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں موجود ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد ۳۵، ۳۶ یا ۳۷ سال اسلام کی چکی گھوئے گی، چکی سے مراد دین کی قوت ہے، تیس سال سے اوپر کی جو پچاس سالہ مدت ہے

77777

وہ امیر معاویہ کی مدت خلافت میں آتی ہے (یہ خلافت ۳ سال چند ماہ باقی رہی) ۲۰ سال تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پورے ہو گئے تھے (خلافت راشدہ کی مدت ۳۰ سال ہے) - ۱۶۶

آئہات المؤمنین اور اہل بیت رسول ﷺ

ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازدواج مطہرات کے ساتھ حین ظن رکھتے ہیں اور ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ وہ سب آئہات المؤمنین (مسلمانوں کی مائیں) ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تمام دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک کے ذریعہ جس کی ہم روزانہ تلاوت کرتے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے (ہمت تراشوں کے قول سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکی کا اظہار فرمایا ہے) ۷۷۷

اسی طرح حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ (الشان سے اور ان کے شہر اور ان کی اولاد سے راضی ہو) بھی سارے جہاں کی عورتوں سے افضل ہیں۔ جس طرح آپ کے والد ماجد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت واجب ہے اسی طرح آپ کی محبت اور دوستی رکھنا بھی واجب ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس چیز سے اس کو منہج پہنچتا ہے اس سے مجھے بھی رنج پہنچتا ہے۔ ۷۷۷

تمام صحابہ کرامؓ وہ قرآن دلتے ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتب میں فرمایا ہے اور ان کی تعریف عظمت صحابہ کرام کی ہے، یہی ہما جسرین و الصار ہیں۔ جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی، ان کے بارے میں حق تعالیٰ فرماتا ہے: ۷۷۷

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ اتَّقَىٰ مِنَ قَبْلِ الْفَيْضِ وَ
شَاتِلِ الْأَعْيَافِ أَغْطَمَ دَرَجَتًا مِنَ الَّذِينَ
أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَتَاسَلَوْا وَكَلَّا وَعَدَ
اللَّهُ الْحَسَنَىٰ
جن لوگوں نے فحش سے پہلے راہ خدا میں مال صرف کیا اور جہاد کیا وہ
(دوسروں کے برابر نہیں بلکہ وہ کئی مرتبے میں ان لوگوں سے بہت بڑھ کر ہیں جو
نے فحش کے بعد راہ خدا میں مال صرف کیا اور جہاد کیا مگر اللہ
نے ہر فرقے سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے۔ ۷۷۷

ایک اور آیت میں فرمایا ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
لَيُخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ
مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ
لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا
تم میں سے وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ان سے اللہ نے
وعدہ فرمایا ہے کہ ان کو زمین پر اسی طرح خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس سے
پہلے کے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے اس دین کو مضبوط کر دے گا جو اللہ نے
ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور خوف کے بعد اطمینان کا ۷۷۷

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

فَالَّذِينَ آمَنُوا أَكْبَرُ عَلَى الْكَافِرِينَ رَحِمَاءُ
بَيْنَهُمْ تَرَاجُمٌ رُكْعًا سَجْدًا يَتَّبِعُونَ فُضْلًا مِمَّنْ
رسول اللہ کے صحابہ وہ کافروں پر (دینی امور میں) بہت سخت اور
آپس میں نرمی کا سلوک کرنے والے ہیں، تم ان کو رکوع اور سجدہ

رنے والے دیکھو گے وہ اس سے اس کے فضل کے (ہر وقت) خواہاں ہیں اور اس کی رضا کے خواستگار ہیں۔ ان کی پیشانیوں پر... سجدوں کے نشان ہیں۔

اللَّهُ وَرَضَوْنَا سِيَمَاهُمْ فِي دُجُوهِمْ قَسَمَ آتُرُ السَّجْدِ ذَالِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْحِيدِ وَمَقْلَهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطَاؤُهُ فَالزَّرْتَهُ فَنَاسْتَخْلَطْ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوْقِهِ يُعْجِبُ النَّارَاعَ لِيُعْجِظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ه

یہ ایسے ہیں جن کی صفت تورات میں بھی ہے اور انجیل میں بھی۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں اپنے والد (محمد باقر) کا قول نقل کیا ہے کہ اَلَّذِينَ مَعَهُ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں جو تنگی اور سختی میں (خارجین اور اہل بدعت کے دن) جھونپڑی میں رسول اللہ سے ساتھ رہے اور...

أَشَدَّ أَوْ عَلَى الْكُفَّارِ حضرت عمر بن الخطاب ہیں اور رَحْمَاءُ بَيْنَهُمْ حضرت عثمان ابن عفان ہیں اور دُكْعَا سَجْدًا

حضرت علی ابن ابی طالب ہیں وَتَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا رسول اللہ کے دونوں گہرے دوست حضرت طلحہ اور

حضرت زبیر ہیں اور سِيَمَاهُمْ فِي دُجُوهِمْ مِّنَ أَشْرِ السَّجْدِ سے مراد حضرت سعد، حضرت سعید، عبدالرحمان بن عوف اور

ابو عبیدہ بن الجراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) یہ رسول حضرات ایسے ہیں جن کی صفت تورات میں بھی ہے اور انجیل میں بھی ہے

أَخْرَجَ شَطَاؤُهُ مِثْلَ شَطَاؤِ رَهْمَتِي کی سب سے پہلی نکلنے والی کونیل یا آگوا سے مراد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور فَالزَّرْتَهُ

سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعے اللہ نے اپنے رسول کو قوت عطا فرمائی اور نَاسْتَخْلَطْ سے مراد یہ ہے کہ حضرت عمر

رضی اللہ عنہ کے ذریعے اس سوئی یعنی رسول اللہ کی مِثْوَانِی (یعنی طاقت) بڑھی، فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوْقِهِ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

کے ذریعے وہ کھیتی اپنی دُئْبِی پر کھڑی ہو گئی اور يُعْجِبُ النَّارَاعَ یعنی حضرت علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کی وجہ سے وہ

اچھی معلوم ہونے لگی اور لِيُعْجِظَ بِهِمُ الْكُفَّارُ سے مراد رسول اللہ اور آپ کے اصحاب ہیں (مطلب یہ ہے کہ آیات مذکورہ کے ہر

نکیرے کا مصداق اُن دس صحابہ میں سے کوئی نہ کوئی ہے جو عشر مبشرہ کہے جاتے ہیں)

اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ جن باتوں میں صحابہ کرام کے درمیان اختلاف ہے اُن سے زبان کو روکا جائے (اس

میں بحث و گفتگو کی جائے) صحابہ کی بد گوئی سے زبان کو بند رکھا جائے، ان کے فضائل و محاسن کو بیان کرنا اور ان کے (باہمی) اختلافی

معاملے کو خدا کے سپرد کرنا واجب ہے جس طرح بھی ان کا وقوع ہوا ہے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ، حضرت

زبیر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور امیر معاویہ کے درمیان اختلاف واقع ہوا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے (اس

اختلاف پر بحث نہ کرے اور زبان کو بند رکھے) ہر صحابی کی بزرگی اور فضیلت کا اعتراف کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا

اغْفِرْ لَنَا ذِلَّةَنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ

وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا

إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ ہ

اور وہ لوگ جو اُن کے بعد آئے کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان میں ہم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ ان کی بابت ہمارے دلوں میں کوئی برائی پیدا نہ ہو، اے ہمارے رب تو ہی شفقت اور رحم کرنے والا ہے۔

ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا ہے

تِلْكَ أُمَمَةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَرِكْمَ مَا

یہ امت وہ ہے جو گزر چکی، اس گروہ نے جو کچھ کیا اس کا جواب

كُنْتُمْ وَلَا تَسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا
اُنْہی کے ذمے ہے جو کچھ تم کو دئے اس کے تم ذمہ دار ہو گئے،
ان لوگوں کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میرے اصحاب کا ذکر ہو تو تم زبان روکو (یعنی کسی کو بُرا نہ کہو) حدیث شریف کے دوسرے الفاظ اس طرح ہیں، میرے صحابہ کے باہمی نزاعات سے اپنے کو بچانے رکھو (کسی کو بُرا نہ کہو) اگر تم میں سے کوئی شخص بھی احمد بہادر کے برابر سونا راہ خدا میں صرف کرے گا جب بھی صحابہ کے ایک مُد بلکہ آدھے مُد کا بھی ثواب نہیں ملے گا۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص گنا خوش نصیب ہے جس نے مجھے دیکھا اور وہ شخص جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو گالی نہ دو جو ان کو گالی دے گا اس پر خدا کی لعنت۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا "اللہ نے مجھے جن لیا اور میرے لئے میرے صحابہ کو چن لیا، ان کو میرے لئے انصار اور میرا رشتہ دار بنایا، آخر زمانہ میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوگا جو صحابہ کے مرتبے کو گھٹانے کا وہ خود اتم ان کے ساتھ کھانا، نہ نکاح کا سلسلہ کرنا، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا، نہ ان کی نماز جنازہ پڑھنا۔ ایسے لوگوں پر لعنت کرنا جائز ہے۔
حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درخت احمدیہ کے نیچے جس نے مجھ سے بیعت کی وہ کبھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی حالت کو دیکھ کر ہی فرمایا ہے کہ "جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا"۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابی ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جس کسی کا کبھی قول لے لو گے سیدھا راستہ پاؤ گے۔ حضرت بکرہ کی روایت ہے رسول اللہ نے فرمایا "جس زمین پر میرا کوئی صحابی فوت ہوگا اس کو اس زمین والوں کے لئے قیامت کے دن فیض بنایا جائے گا۔ حضرت سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ رسول اللہ کے اصحاب کے متعلق جو شخص ایک لفظ (بد) بھی کہے گا وہ گمراہ اور بد راہ ہوگا۔

اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ائمہ مسلمین اور ان کی پیروی کرنے والوں کا حکم سننا اور ماننا واجب ہے اور ہر نیک و بد عادل و ظالم حاکم کی افتاء اور ان لوگوں کے پیچھے جو ایسے لوگوں کی طرف سے مامور ہوں نماز پڑھنا چاہیے۔ اہل سنت کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کے قطعی جنتی یا دوزخی ہونے کا حکم نہیں لگانا چاہیے خواہ وہ مطہ ہو یا عاصی، نیک راہ ہو یا کج رویہ حکم لگایا جائے صرف اس صورت میں جب کہ اس کی بدعت و گمراہی سے مطہ ہو جائے (تب یہ حکم لگایا جا سکتا ہے)۔

اہل سنت کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰت کے معجزات اور اولیائے کرام کی کرامتیں برحق ہیں ان کو تسلیم کرنا واجب ہے) اشیاء کی گرانی اور ارزانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ کسی ستارے کی تاثیر کے سبب ہے اور نہ بادشاہوں یا زمانے کے حاکموں کی (مخومت یا برکت) کی وجہ سے، فرقہ فساد پر اور عجوبی تاثیر کو اکابر کے قائل ہیں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ گرانی اور ارزانی اللہ کے دولہے ہیں ایک کا نام طبع (ترجمت) اور دوسرے کا

اللہ تعالیٰ کو جب گرائی منظور ہوتی ہے تو وہ تاجروں کے دلوں میں لالچ ڈال دیتا ہے اور وہ اشیاء روک لیتے ہیں اور جب وہ چاہتا ہے کہ ارزانی ہو تو سوداگروں کے دلوں میں خوف (الہی) پیدا کر دیتا ہے اور وہ چیزوں کو اپنے ہاتھوں سے باہر نکال دیتے ہیں ر جمع شدہ اجناس فروخت کر دیتے ہیں۔

سنت و جماعت کی پیروی
صاحب عقل و بینش مومن کے لئے بہتر ہے کہ وہ سنت و جماعت کی پیروی کرے بدعت سے اجتناب کرے اور دین میں زیادہ غلو نہ کرے نہ گہرائی میں جائے نہ تصنع سے کام لے تاکہ گمراہی سے بچے اور اس کے قدم کو لغزش نہ ہو جو ہلاکت کا باعث ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کا ارشاد ہے: "اتباع کرو اور بدعت سے بچو یہ پچیس کافی ہے" حضرت معاذ بن جبل نے فرمایا: "تم پوشیدہ باتوں کی گوہ لگانے سے بچو اور یہ بات مت کہو کہ یہ بات کیوں ہے؟ جب مجاہد کو حضرت معاذ کے اس قول کی اطلاع ملی تو انھوں نے کہا کہ پہلے ہم بعض چیزوں کے احکام کے متعلق کہا کرتے تھے یہ کیا ہے؟ مگر اب ایسا نہیں کہیں گے، لہذا ایماندار شخص پر لازم ہے کہ سنت کا اتباع اور جماعت کی پیروی کرے۔ سنت اس طریقے کو کہتے ہیں جس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع فرمایا اور اس پر گامزن ہے اور جماعت اسے کہتے ہیں جس پر چاروں خلفائے کرام کی خلافت کے زمانے میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اتفاق کیا۔

اہل بدعت سے اجتناب
دانشمند مومن پر یہ بھی لازم ہے کہ اہل بدعت سے تعلق نہ رکھے اور نہ ان کی محبت و قربت اختیار کرے، نہ ان کو سلام کرے، ہمارے امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ جس نے کسی اہل بدعت کو سلام کیا وہ گویا اس سے محبت رکھتا ہے (اس لئے کہ رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ باہم سلام کی کثرت کرو تاکہ محبت بڑھے) یہ بھی لازم ہے کہ بدعتیوں کا ہم نشین نہ بنے نہ ان کے پاس جائے اور نہ ان کو عیدوں اور خوشی کے مواقع پر مبارک دے نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھے۔ جب ان کا ذکر آجائے تو ان کے لئے دعائے رحمت بھی نہ کرے بلکہ ان سے الگ رہے اور محض اللہ کے لئے ان سے عداوت رکھے۔ اہل بدعت کے مذہب کے باطل ہونے کا یقین رکھے اور اس پر عظیم اجر و ثواب کا یقین رکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اہل بدعت کو محض اللہ کے لئے اپنا دشمن جانا اس کے دل کو اللہ تعالیٰ ایمان سے بھر دیتا ہے اور جو شخص ان کو خدا کا دشمن جان کر ملامت کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو آمن و آمان سے رکھے گا۔ اور جو شخص ایسے لوگوں کو ذلیل کرے اس کو بہشت میں سو درجے ملیں گے اور جو بدعتی سے کشادہ روی اور خندہ پیشانی سے ملا اس نے اس دین کی توہین کی جو اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل فرمایا تھا۔

ابو مغیرہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب تک بدعتی بدعت کو ترک نہ کرے اللہ اس کے نیک عمل کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ حضرت فیض بن عیاضؒ روایت کرتے ہیں کہ اہل بدعت کے ساتھ دوستی رکھنے والے کے نیک اعمال ضائع کر دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے دل سے نور ایمان نکال دیتا ہے اور جو شخص اہل بدعت سے دشمنی رکھتا ہے اسے اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے خواہ اس کے نیک اعمال تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں۔ جب تم کسی بدعتی کو راستے میں دیکھو تو دوسرا راستہ اختیار کر لو۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ کہتے تھے کہ میں نے خود حضرت سفیان بن عیینہؒ کو یہ کہتے سنا کہ جو شخص کسی بدعتی کے جنازے کے ساتھ جائے تو وہ جب تک واپس نہیں لوٹ آتا اللہ کا غضب اس پر نازل ہوتا رہتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعتی پر لعنت فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے جس نے دین میں کوئی نئی بات پیدا کی یا کسی بدعتی کو رہنما دی اس پر اللہ کی اس کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت، اللہ تعالیٰ نے اس کے صرت یعنی فرض کو قبول فرماتا ہے اور نہ اس کے بدل یعنی نفل کو، حضرت ابو ایوب سمجھتے تھے کہ اگر تم کسی سے رسول اللہ کی حدیث بیان کرو اور وہ کہے اس کو رہنے دو قرآن میں جو کچھ ہے وہ بیان کرو تو سمجھ لو کہ وہ گمراہ ہے۔

اہل بدعت کی بکثرت نشانیاں ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں، ایک علامت تو یہ ہے کہ وہ محدثین کو برا کہتے ہیں اور ان کو حشو یا جماعت کا نام دیتے ہیں، اہل حدیث کو فرقہ حشو یا فرار دینا زندقہ کی علامت ہے کی نشانیاں اس سے ان کا مقصد ابطال حدیث ہے۔ فرقہ قدریہ کی علامت یہ ہے کہ وہ محدثین (اہل الآثار) کو مجرہ (جبر) کہتے ہیں۔ اہل سنت کو مشتبہ قرار دینا فرقہ جہمیہ کی علامت ہے، اہل الآثار (اہل حدیث) کو نابستی کہنا رافضی کی علامت ہے یہ تمام باتیں اہل سنت کے ساتھ ان کے تعصب اور ان کے غیظ و غضب کے باعث ہیں، حالانکہ ان کا تو صرف ایک نام اہل حدیث ہی بدعتی ان کو جو لقب دیتے ہیں وہ ان کو چمٹ نہیں جاتے جس طرح مکہ کے کافر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر۔ شاعر۔ مجنون۔ مفتون اور کابن کہتے رہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ اس کے ملائکہ، انس و جن اور تمام مخلوق کے نزدیک آپ ان تمام عیبوں سے پاک تھے اور کوئی لقب موزوں نہ تھا آپ کا لقب رسول اور نبی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”دیکھو انھوں نے تمھارے لئے کیسی مثالیں گمراہ رکھی ہیں پس یہ گمراہ ہیں، راستہ نہیں پاسکتے“

اہل سنت و جماعت کے عقیدے اور ضائع کی معرفت کے سلسلے میں بقدر طاقت ہم نے اختصار کے ساتھ جو کچھ جمع کر دیا ہے یہ ہمارے بیان کا تتمہ تھا، اس کے بعد (اس سلسلہ میں) ہم دو تفصیلات اور بیان کرتے ہیں جن سے ناواقف (غافل) رہنا کسی صاحب خرد اور ذی فہم اور ایماندار شخص کے لئے جائز نہیں جب کہ وہ دلیل و برہان کے راستے پر چلنا چاہتا ہے۔ اول فصل میں ان صفات انسانی، انسانی اخلاق اور عیوب کا بیان ہے جن کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر صحیح نہیں اور دوسری فصل میں ان گمراہ فرقوں کا بیان ہے جو ہدایت کے راستے سے بھٹک گئے ہیں اور جن کی حجت قیامت اور محاسبہ کے دن باطل ہوگی۔

وہ صفات جن کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات کے

ساتھ ناراوا اور ناجائز ہے

مندرجہ ذیل صفات سے اللہ تعالیٰ کو متصف قرار دینا جائز نہیں ہے۔

جہالت۔ شک۔ تردد۔ غلبہ ظن۔ سہو و خیال۔ اونچہ۔ نیند۔ مرض۔ غفلت۔ عجز۔ موت۔ بہرہ۔ گونگا پن۔ نابینائی۔ شہوت۔ نفرت۔ خواہش۔ غصہ (ظاہری، غضب باطنی)۔ غم۔ افسوس۔ ملال۔ پشیمانی۔ تاسف۔ دکھ۔ لذت۔ نفع۔ نقصان۔ آرزو۔ مقصد اور کذب۔

اللہ تعالیٰ کا نام ایمان رکھنا بھی جائز نہیں ہے۔ فرقہ سالمیہ اس کے جواز کا قائل ہے، انھوں نے مندرجہ ذیل آیت سے استدلال کیا ہے: ”مَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ“ جس نے ایمان کے ساتھ گھر کیا یعنی اس کے عمل ضائع

ہوئے، (ان کے خیال کے مطابق اس آیت میں اللہ کو ایمان کہا گیا ہے) اور ہمارے نزدیک ایمان سے وجوب ایمان مراد ہے یعنی جس نے وجوب ایمان کا انکار کیا وہ ایسا ہی ہے جیسے کسی نے رسول اور رسول کے لئے ہوئے اوامر و نواہی کو ماننے سے انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کو فرمان بردار (مطیع) کہنا بھی جائز نہیں، اس کو عورتوں کو حاملہ کرنے والا کہنا جائز ہے، اللہ کی خدا نہتہا نہیں کہ وہ آگے ہے نہ پیچھے نہ نیچے ہے نہ اوپر نہ پہلے ہے نہ بعد میں، جہاتِ ستہ (چھ طرفوں) سے اس کے لئے کوئی طرف نہیں اس کی ذات میں سچائی (کیسی اور کیونکر) کو دخل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی یہ صفیتیں نہیں ہیں سوائے اس کے کہ وہ مستوی عرش ہے جیسا کہ قرآن اور احادیث میں آیا ہے، سب اطراف کا پیدا کرنے والا وہی ہے، وہ کیف (کیسا) اور کم (کیتنا) دونوں

صفات سے پاک ہے۔

اس بارے میں کہ اللہ تعالیٰ کو شخص کہنا جائز ہے یا نہیں علم کا اختلاف ہے جو لوگ جواز کے قائل ہیں وہ حضرت منیر بن شعبہ سے مروی اس حدیث کو سن دیتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا لا شَخْصَ اَغْنِي مِنَ اللّٰهِ وَلَا شَخْصَ اَحَبُّ اِلَيْهِ اَلْعَاذِ مِنَ اللّٰهِ۔ اللہ کے زیادہ کوئی شخص غیرت والا نہیں اور اللہ سے زیادہ کسی شخص کو معذرت پیش کرنا محبوب نہیں۔

عدم جواز کے حامی کہتے ہیں کہ حدیث میں خدا کے لئے شخص کی تصریح نہیں ہے احتمال ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں لا اَحَدٌ اَغْنِي مِنَ اللّٰهِ (کوئی شخص اللہ سے زیادہ غیرت مند نہیں ہے) بلاشبہ بعض حدیث میں لا اَحَدٌ کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔

(مطلب یہ ہے کہ اللہ سے زیادہ کوئی شخص جن، انس، فرشتہ یا کوئی دوسری مخلوق غیرت مند نہیں ہے)

اللہ تعالیٰ کو فاضل، آزاد (عقیق، فقیہ، فہیم، فطین، ذریک، محقق، عاقل، موقر (دوسرے کی تعظیم کرنے والا) طیب کہنا جائز نہیں بعض کے نزدیک طیب کہنا جائز ہے۔ اللہ کو عادی (برائے زمانے کا) کہنا بھی جائز نہیں کیونکہ عادی عادی کی طرف منسوب ہے اور قوم عادی قدیم نہیں بلکہ حادث ہے، اللہ تعالیٰ کو مطیق (طاقت والا) بھی نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ ہر طاقت محدود ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ طاقت والا نہیں بلکہ ہر طاقت کا خالق ہے، اس کو محفوظ بھی نہیں کہا جاسکتا بلکہ وہ حافظ ہے، اس کو کسی کا مرتکب (مباشرہ) بھی نہیں کہہ سکتے اور نہ اس کا وصف مکتسب ہو سکتا ہے اس لئے کہ مکتسب اس کو کہتے ہیں جو قدرتِ مجددہ کے ذریعہ کسی دوسری چیز کو ایجاد کرے (یعنی کب پیدا کر دہ مخلوق کی قدرت سے حادث ہے) اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک و منفرد ہے۔ اللہ تعالیٰ پر عدم کا اطلاق بھی جائز نہیں کیونکہ وہ قدیم ہے اور اس کے وجود کے لئے ابتداء نہیں ہے۔

ابن کلاب نے اس کے برخلاف کہا ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے صفت قدم کے ساتھ اور وہ باقی ہے کبھی فنا نہیں ہوا، وہ عالم ہے تمام معلومات غیر متناہیہ کا اور وہ قادر ہے تمام غیر متناہیہ مقدرات کا۔ معزز اس کے خلاف کہتے ہیں کہ سب صفیتیں انتہا پذیر ہیں (غیر متناہی نہیں ہیں)

وہ صفات جن سے اللہ تعالیٰ کو متصف کرنا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ان صفات سے متصف کرنا جائز ہے۔ صفت فزع، ضحک، غضب، سخط، رضا اور اس سلسلہ میں

ہم (تفصیل سے پہلے بیان کر چکے ہیں) اللہ تعالیٰ کو موجود ہونے کے ساتھ متصف کرنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وَوَجَدَ
 اللہَ عِنْدَهُ (اور خدا کو اپنے پاس ہی موجود پایا) اس کو شئی کے ساتھ متصف کرنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”قُلْ
 اِنِّیْ شَیْءٌ اَنْکَبَرُ شَهَادَۃً قُلْ اللہُ (لو جیسے سب بڑھ کر شہادت دینے والی کون سی چیز ہے، خود ہی بتا دیجئے وہ اللہ ہے)
 اللہ کے لئے نفس، ذات، عین، انھم کا ثبوت بھی جائز ہے بشرطیکہ انسانی اعضا سے تشبیہ نہ دی جائے، اللہ کی
 صفت کا اُن بغیر تعین حد کے بیان کرنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وَکَانَ اللہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (دوسری جگہ فرمایا
 ”وَکَانَ اللہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ رَّحِیْمًا“ یہ بھی جائز ہے کہ اس کو قہیم، باقی اور مُسْتَطِیْع کہا جائے۔ اس کو عارف، گمتین،
 ذائق، دتاری، داری (درایت والا) کہا جائے اس لئے کہ یہ تمام صفات بمعنی عالم راجع ہیں اور اس کی ممانعت نہ شرع میں
 وارد ہے اور لغت میں۔ بلکہ ایک شاعر کا قول ہے:

اَللّٰهُمَّ لَا اَذِیْرُیْ وَ اَنْتَ الدَّارِی (الہی میں نہیں جانتا اور تو جاننے والا ہے)

اللہ تعالیٰ کو رَاۤیْد (دیکھنے والا) بھی کہہ سکتے ہیں اس کے معنی بھی عالم کے ہیں اور جائز ہے کہ اس کو اپنی خلق اور اپنے
 بندوں سے مطلع ہے موصون کہیں کیونکہ اس کے معنی بھی عالم کے ہیں یہی حکم واجب الیائے والا) کا ہے بمعنی عالم، اللہ کو جمیل
 (خوبصورت) کہنا بھی صحیح اور درست ہے اور مجمل سے متصف کرنا بھی صحیح ہے۔ اللہ کو دَیَّان (بندوں کے اعمال کی جزا و سزا
 دینے والا) کہنا بھی صحیح ہے۔ دین کے معنی ہیں حساب ایک مشہور مقولہ ہے کہ اَسَدِ دِیْنِ تَنْ اَنْ (جیسا تم کرو گے ویسا بدلہ دیا
 جائے گا) مِلِیْطِ یَوْمِ الدِّیْنِ حساب کے دن کا مالک۔ دیان اِنْ معنی میں آسکتا ہے یعنی اپنے بندوں کے لئے شریعت اور
 عبادت مقرر کرنے والا اور اس کی طرف وہ دعوت دیتا ہے اور اسے اپنے بندوں پر فرض کرتا ہے اس کے بعد حق تعالیٰ اُن
 بندوں کا بدلہ دے گا جو اس کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے۔

اگر اللہ تعالیٰ کی صفت مُقَدِّر (اندازہ کرنے والا) ہے کریں تو یہ بھی جائز ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّا کُلُّ شَیْءٍ خَلَقْنَا کَ
 یَقْدِر (ہم نے ہر چیز کو اندازے کے ساتھ پیدا کیا) وَقَدَّرْ فَهَدٰی (اور خدا نے اندازہ کیا اور ہدایت دی) اور خبر دینے کے
 معنی میں فرمایا اِلَّا اَمْرًاۤتُہٗ قَدَرْنَا اِنھَا لَمِنَ الْغَیْبِ (ہم نے کوئی خبر دی کہ مرنے اس کی عورت یعنی بیوی
 اس کے اہل کے سوا عذاب کے لئے، مجھے کہہ جانے والوں میں سے ہے) تقدیر کے معنی گمان غائب یا شک کے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کی
 ذات اس سے برتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ناظر کہنا درست ہے یعنی اشیا کا دیکھنے والا اور ان کا جاننے والا، ناظر کے معنی غور کرنے والا اور سوچنے
 والا نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات والا اس سے برتری اور منزہ ہے اس کو شفیق کہنا درست ہے یعنی مخلوق پر رحم کرنے والا اور
 لطف و کرم کرنے والا، اللہ کا شفیق ہونا ڈرنے اور عملگین ہونے والے کے معنی میں نہیں ہے!

اللہ تعالیٰ کو رفیق کہنا درست ہے یعنی مخلوق پر رفیق و مہربانی کرنے والا، ان معنی میں نہیں یعنی امور میں جماد پیدا کرنے
 والا، چیزوں کی اصلاح کی فکر کرنے والا اور نتائج سے محفوظ رہنے والا، ان معنی کے اعتبار سے لفظ رفیق سے اس کو معصوم
 نہیں کیا جاسکتا۔

افعال کی حقائق اور کیفیات سے واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مُصِیْب ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وہ کسی حاکم کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے، ہاں بندے پر اس لفظ کا جب اطلاق ہوتا ہے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ بندہ اپنے رب کا فرمانبردار اس کے حکم پر کاربند اور اس کی ممانعت کے باعث کسی کام سے باز رہنے والا ہے، کسی سردار یا حاکم بالا دست کا مطیع ہونے کے باعث بندہ کو مصیبت کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے افعال کو صَوًّا بمعنی حق و صحیح کہنا درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کو مُثَبِّت (ثواب دینے والا) اور مُنْعِم (نعمت دینے والا) کہنا بھی درست ہے یعنی جس شخص کو وہ ثواب دیتا ہے اس کو انعام یافتہ بنا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو مُعَاقِب اور مُجَازِی (سزا اور جزا دینے والا) کہنا درست ہے یعنی وہ نافرمان کو ذلیل کرتا ہے اور اس کی معصیت کے مطابق اس کو دکھ دیتا ہے اس کو قَدِیْمُ الْاَحْکَامِ کہنا بھی درست ہے یعنی خلیق اور عطا و لطف اس کی قدیمی صفات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی۔ اللہ تعالیٰ کو ذلیل، کہنا بھی درست ہے۔ حضرت امام احمد سے ایک شخص نے کہا کہ مجھے کچھ توشہ دعا مرحمت فرمائیے میں طرطوس جا رہا ہوں، امام نے فرمایا اس طرح کہو: اے خیرانوں کے راہنما رد لیں، مجھے اہل صدق کا راستہ دکھا دے اور اپنے صالح بندوں میں سے کرے۔

اللہ تعالیٰ کو طَبِیْب کہنا بھی درست ہے۔ ابو رستم یحییٰ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا میں اپنے والد کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں موجود تھا۔ میں نے حضور کے نشانہ مبارک پر سکیب (صدف) کی طرح کوئی چیز دیکھی، میرے والد نے عرض کیا یا رسول اللہ میں طیب ہوں کیا اس کا علاج کر دوں، حضور نے ارشاد فرمایا اس کا طیب ہی ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے۔

ابو السفیر کی روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ طبعی ہوئے، کچھ لوگ آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوئے اور کہنے لگے کیا ہم آپ کے لئے طیب کو بلا لیں آپ نے ارشاد فرمایا طیبیجے مجھے دیکھا تھا، لوگوں نے دریافت کیا پھر طیب نے کیا کہا؟ حضرت ابو بکر نے فرمایا اس نے کہا جو میں چاہتا ہوں کرتا ہوں، حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی ایسی ہی ایک روایت آئی ہے کہ آپ بیمار ہوئے اور لوگ عیادت کے لئے آئے اور پوچھا آپ کو کیا بیماری ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ گناہوں کی، لوگوں نے کہا آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا جنت، لوگوں نے کہا کیا ہم آپ کے لئے طیب کو بلا لیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ طیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے۔

اس فصل میں ہم نے ان اسماء کو بیان کیا ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارنا جائز ہے، اس سے قبل ہم اللہ تعالیٰ کے خلاف اسماء حسنی بیان کر چکے ہیں، ان ناموں سے اللہ تعالیٰ کو دعا میں پکارنا زیادہ مناسب ہے، ان اسماء و صفی کے ساتھ بھی جو اس فصل میں بیان کئے گئے ہیں اللہ تعالیٰ کو پکارنا جائز ہے مگر دعا میں یا سَاجِدُ یا مُسْتَجِنُّ یا مَکِیْرُ یا خَادِعُ یا مُغِیْضُ یا مُغْضِبُ یا مُنْتَقِمُ یا مُصَادِقُ یا مُعِیْذُ یا مُفْلِحُ کہہ کر پکارنا منع ہے اگرچہ مجرموں کے جرم کی پاداش اور سزا دینے کے لحاظ سے اللہ کا ان اوصاف سے متصف ہونا صحیح اور درست ہے۔

لے یا ذلیل حاضری دلتی علی الطريق الصّادقین داجعلنی من عبادک الصّالحین ۵

ہو کر آپ کو خبر دی کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے اور مسلمانوں کو خلیفہ کی ضرورت ہے اور اس وقت آپ سے زیادہ خلافت کا حقدار ہماری نظر میں کوئی اور نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا مجھے خلیفہ بنانے کا خیال ترک کر دو میں امیر ہونے سے بہتر تمھارے لئے وزیر ہوں، لوگوں نے جواباً: خدا کی قسم آپ سے زیادہ حق دار خلافت کا ہم اور کسی کو نہیں جانتے، فرمایا اگر تم نہیں مانتے تو میری بیعت پوشیدہ طور پر نہیں ہوگی میں مسجد میں جاتا ہوں جو میری بیعت کرنا چاہے وہاں آکر میری بیعت کرے یہ فرما کر آپ مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی۔ پس آپ شہادت کے وقت تک امام برحق تھے، خارجیوں کا قول اس کے خلاف ہے، اللہ ان کو ہلاک کرے، وہ کہتے ہیں کہ (حضرت) علیؓ کبھی بھی امام برحق نہ تھے۔ اب رہا یہ معاملہ کہ آپ کی حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ اور امیر معاویہؓ سے جنگ ہوئی تو امام احمدؒ نے اس سلسلہ میں صراحت فرمائی ہے کہ اس معاملہ میں بلکہ ان تمام جھگڑوں، اختلافات اور نزاعات کے بارے میں خاموش رہا جائے جو صحابہ کرام کے درمیان واقع ہوئے کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے باہمی تنازعات کو دور کر دے گا ارشاد ربانی ہے: **وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ** ان کے دلوں میں جو باہمی رنجش ہوئی، ہم اس کو دور کر دیں گے **مِنْ عَيْنٍ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرٍّ مُّتَقَابِلِينَ** اور وہ بھائی بھائی ہو جائیں گے، وہ آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہونگے

علاوہ ازیں یہ بات بھی ہے کہ اہل حل و عقد (مدینہ) نے حضرت علیؓ کی خلافت پر اتفاق کر لیا تھا اس لئے آپ کو خود اپنی خلافت کے صحیح ہونے کا یقین تھا اور مخالفین سے جنگ کرنے میں وہ حق پر تھے اس لئے کہ جو بھی اطاعت امیر سے باہر ہو اور کڑائی کا جھنڈا بلند کیا وہ باغی ہو گیا اور باغی سے جنگ کرنا جائز تھا، رہا امیر معاویہ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کا معاملہ، تو وہ بھی حق پر تھے اس لئے کہ وہ خلیفہ مظلوم کے حمل کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ اور قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے پس ہر فریق کے پاس جنگ کے جواز کی ایک وجہ موجود تھی۔ لہذا ہمارے لئے سکوت اس سلسلہ میں سب سے اچھی بات ہے، ان کے معاملے کو اللہ کی طرف لوٹا دینا چاہیے وہ سب بے برطانہ حاکم اور بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم اپنے عیوب پر نظر ڈالیں اور دلوں کو گما ہوں کی چیزوں سے اور اپنی ظاہری حالتوں کو تباہی انگیز کاموں سے پاک اور صفات رکھیں۔

حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی خلافت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کا خلافت سے دستبردار ہو کر امر خلافت حضرت امیر معاویہؓ کو سونپنے کے بعد ثابت صحیح ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس اقدام سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان صحیح ثابت ہو گیا جس میں حضورؐ نے فرمایا تھا کہ ”میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کر دے گا، امام حسنؓ کے صلح کرنے سے امیر معاویہ کی خلافت واجب ہو گئی، اس سال کا نام سن جماعت اس لئے رکھا گیا کہ مسلمانوں کا اختلاف ختم ہو گیا۔ اور سب نے امیر معاویہ سے رجوع کر لیا اور کوئی تیسرا مدعی خلافت باقی نہیں رہا۔

امیر معاویہؓ کی خلافت کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں موجود ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد ۳۵-۳۶ سال اسلام کی چکی گھومتی گی، چکی سے مراد دین کی قوت ہے، بیس سال سے اوپر کی جو پنج سالہ مدت ہے

وہ امیر معاویہ کی مدت خلافت میں آتی ہے (یہ خلافت ۳۰ سال چند ماہ باقی رہی) ۲۰ سال تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پورے ہو گئے تھے (خلافت راشدہ کی مدت ۳۰ سال ہے) ۷۷۷

اِمَہَاتُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَوْرَاقِیْلُ بَیْتِ سُوْلٍ ﷺ

ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازداج مطہرات کے ساتھ حُسن ظن رکھنے ہیں اور ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ وہ سب اِمَہَاتُ الْمُؤْمِنِیْنَ (مسلمانوں کی مائیں) ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تمام دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک کے ذریعہ (جس کی ہم روزانہ تلاوت کرتے ہیں اور قیامت تک مکتے رہیں گے) ہمت تراشوں کے قول سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکی کا اظہار فرمایا ہے ۷۷۷

اسی طرح حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ (اللہ ان سے اور ان کے شوہر اور ان کی اولاد سے راضی ہو) بھی سارے جہاں کی عورتوں سے افضل ہیں۔ جس طرح آپ کے والد ماجد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت واجب ہے اسی طرح آپ کی محبت اور دوستی رکھنا بھی واجب ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس چیز سے اس کو کُتھ جائے گا وہ میری ہڈی سے کُتھ جائے گی ۷۷۷

تمام صحابہ کرامؓ وہ قرآن و اُلوے ہیں جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتب میں فرمایا ہے اور ان کی تعریف عظمت صحابہ کرام کی ہے، یہی جہا جبرین و انصار ہیں۔ جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی، اُن کے بارے میں حق تعالیٰ فرماتا ہے: ۷۷۷

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ بَيْنِ أَيْدِي وَ قَاتِلٍ أَوْ ذَلِكُمْ أَعْطَمَ دَرَجَاتٍ مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَ قَاتِلُوا وَ كَلًّا وَ عَدَّ اللَّهُ الْحَسَنَى ۝

جن لوگوں نے فوج (مکہ) سے پہلے راہِ خدا میں مال صرف کیا اور جہاد کیا وہ (دوسروں کے) برابر نہیں بلکہ وہ مرتبے میں اُن لوگوں سے بہت بڑھ کر ہیں جنہوں نے فوج مکہ کے بعد راہِ خدا میں مال صرف کیا اور جہاد کیا مگر اللہ نے ہر فرقے سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے۔ ۷۷۷

ایک اور آیت میں فرمایا ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيُخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لِيُمْلِكَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَ لِيُغَيِّرَنَّ مِنْ بَعْدِهِمْ مَنْ يَخَافُهُمْ آمَنَّا ۝

تم میں سے وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے اُن سے اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کو زمین پر اسی طرح خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس سے پہلے کے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے اس دین کو مضبوط کر دے گا جو اللہ نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور خوف کے بعد اُن کے میں ان کو اُن عطا کردے گا ۷۷۷

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

فَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ إِيمَانًا عَلَى الْكَافِرِينَ وَ رَحِمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا سَجْدًا يَتَكَبَّرُونَ فَضْلًا ۝

رسول اللہ کے صحابہ وہ کافروں پر (دینی امور میں) بہت سخت اور آپس میں نرمی کا سلوک کرنے والے ہیں، تم ان کو رُکوع اور سجدہ ۷۷۷

رنے والے دیکھو گے وہ اس سے اس کے فضل کے (ہر وقت) خواہاں
ہیں اور اس کی رضا کے خواستگار ہیں۔ ان کی پیشانیوں پر
سجدوں کے نشان ہیں۔

یہ ایسے ہیں جن کی صفت تورات میں بھی ہے اور انجیل میں بھی

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں اپنے والد (محمد باقر) کا قول نقل کیا ہے کہ الَّذِينَ مَعَهُ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں جو تنگی اور سختی میں خار میں اور بدر کے دن (جھوٹری میں رسول اللہ کے ساتھ رہے اور ...

أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ حضرت عمر بن الخطابؓ ہیں اور رَحِمَاءُ بَيْنَهُمْ حضرت عثمان بن عفانؓ ہیں اور رُكَّعًا سَجْدًا

حضرت علیؓ ابن ابی طالبؓ ہیں وَیَلْتَفُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ دَرِضُونَ رسول اللہ کے دونوں گھرے دوست حضرت طلحہؓ اور

حضرت زبیرؓ ہیں اور بَيْنَهُمْ مِّنَ أَشْرَ السَّجُودِ سے مراد حضرت سعدؓ حضرت سعیدؓ عبد الرحمن بن عوفؓ اور

ابو عبیدہؓ بن الجراحؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) یہ رسول حضرات ایسے ہیں جن کی صفت تورات میں بھی ہے اور انجیل میں بھی ہے

أَخْرَجَ شَطْرًا مِّنْ شَطْرٍ رکھتی کی سب سے پہلی نکلنے والی کونیل یا گوا سے مراد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور فَاذْرُكْهُ

سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعے اللہ نے اپنے رسول کو قوت عطا فرمائی اور فَاذْرُكْهُ سے مراد یہ ہے کہ حضرت عمر

رضی اللہ عنہ کے ذریعے اس سوئی یعنی رسول اللہ کی موٹائی (یعنی طاقت) بڑھی، فَاذْرُكْهُ سے مراد یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ

عنہ کے ذریعے وہ کھیتی اپنی دُندہ پر کھڑی ہو گئی اور يُخَيِّبُ النَّارَ یعنی حضرت علیؓ ابن ابی طالبؓ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے وہ

اچھی معلوم ہونے لگی اور لِيُخَيِّطَ بِهِمُ الْكُفَّارَ سے مراد رسول اللہ اور آپ کے اصحابؓ ہیں (مطلب یہ ہے کہ آیات مذکورہ کے ہر

نکروے کا مصداق اُن دس صحابہؓ میں سے کوئی نہ کوئی ہے جو عشر مبشرہ کہے جاتے ہیں)

اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ جن باتوں میں صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلاف ہے اُن سے زبان کو روکا جائے (اسی

میں بحث و گفتگو نہ کی جائے) صحابہؓ کی بد گوئی سے زبان کو بند رکھا جائے، ان کے فضائل و محاسن کو بیان کرنا اور ان کے (باہمی) خلافی

معاملے کو خدا کے سپرد کرنا واجب ہے جس طرح بھی ان کا وقوع ہوا ہے جیسے حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہؓ حضرت

زبیرؓ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور امیر معاویہؓ کے درمیان اختلاف واقع ہوا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے (اسی

اختلاف پر بحث نہ کرے اور زبان کو بند رکھے) ہر صحابی کی بزرگی اور فضیلت کا اعتراف کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا

اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا إِنَّكَ أَنْتَ الرَّحِيمُ الْكَرِيمُ

اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار

ہمیں بخشدے اور ہمارے ان گناہوں کو بھی جو ایمان میں ہم سے

پہلے گزر چکے ہیں۔ ان کی بابت ہمارے دلوں میں کوئی برائی پیدا

نہ ہو، اے ہمارے رب تو ہی شفقت اور رحم کرنے والا ہے۔

اللَّهُ وَرَضُونَا سَيِّمَاهُمُ فِي دُجُوهِهِمْ قَسَمَ آثَرُ

السَّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي النَّارِ هُمْ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ

كَزَّرِيعٍ أَخْرَجَ شَطْرًا فَالْمَرْءُ فَاسْتَقْلَطَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ

سُوقِهِ لِيُخَيِّبَ النَّارَ لِيُخَيِّطَ بِهِمُ الْكُفَّارَ

سے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں اپنے والد (محمد باقر) کا قول نقل کیا ہے کہ الَّذِينَ مَعَهُ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں جو تنگی اور سختی میں خار میں اور بدر کے دن (جھوٹری میں رسول اللہ کے ساتھ رہے اور ...

أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ حضرت عمر بن الخطابؓ ہیں اور رَحِمَاءُ بَيْنَهُمْ حضرت عثمان بن عفانؓ ہیں اور رُكَّعًا سَجْدًا

حضرت علیؓ ابن ابی طالبؓ ہیں وَیَلْتَفُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ دَرِضُونَ رسول اللہ کے دونوں گھرے دوست حضرت طلحہؓ اور

حضرت زبیرؓ ہیں اور بَيْنَهُمْ مِّنَ أَشْرَ السَّجُودِ سے مراد حضرت سعدؓ حضرت سعیدؓ عبد الرحمن بن عوفؓ اور

ابو عبیدہؓ بن الجراحؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) یہ رسول حضرات ایسے ہیں جن کی صفت تورات میں بھی ہے اور انجیل میں بھی ہے

أَخْرَجَ شَطْرًا مِّنْ شَطْرٍ رکھتی کی سب سے پہلی نکلنے والی کونیل یا گوا سے مراد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور فَاذْرُكْهُ

سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعے اللہ نے اپنے رسول کو قوت عطا فرمائی اور فَاذْرُكْهُ سے مراد یہ ہے کہ حضرت عمر

رضی اللہ عنہ کے ذریعے اس سوئی یعنی رسول اللہ کی موٹائی (یعنی طاقت) بڑھی، فَاذْرُكْهُ سے مراد یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ

عنہ کے ذریعے وہ کھیتی اپنی دُندہ پر کھڑی ہو گئی اور يُخَيِّبُ النَّارَ یعنی حضرت علیؓ ابن ابی طالبؓ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے وہ

اچھی معلوم ہونے لگی اور لِيُخَيِّطَ بِهِمُ الْكُفَّارَ سے مراد رسول اللہ اور آپ کے اصحابؓ ہیں (مطلب یہ ہے کہ آیات مذکورہ کے ہر

نکروے کا مصداق اُن دس صحابہؓ میں سے کوئی نہ کوئی ہے جو عشر مبشرہ کہے جاتے ہیں)

اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ جن باتوں میں صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلاف ہے اُن سے زبان کو روکا جائے (اسی

میں بحث و گفتگو نہ کی جائے) صحابہؓ کی بد گوئی سے زبان کو بند رکھا جائے، ان کے فضائل و محاسن کو بیان کرنا اور ان کے (باہمی) خلافی

معاملے کو خدا کے سپرد کرنا واجب ہے جس طرح بھی ان کا وقوع ہوا ہے جیسے حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہؓ حضرت

زبیرؓ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور امیر معاویہؓ کے درمیان اختلاف واقع ہوا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے (اسی

اختلاف پر بحث نہ کرے اور زبان کو بند رکھے) ہر صحابی کی بزرگی اور فضیلت کا اعتراف کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا

اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا إِنَّكَ أَنْتَ الرَّحِيمُ الْكَرِيمُ

اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار

ہمیں بخشدے اور ہمارے ان گناہوں کو بھی جو ایمان میں ہم سے

پہلے گزر چکے ہیں۔ ان کی بابت ہمارے دلوں میں کوئی برائی پیدا

نہ ہو، اے ہمارے رب تو ہی شفقت اور رحم کرنے والا ہے۔

یہ اُمت وہ ہے جو گزر چکی، اس گروہ نے جو کچھ کیا اس کا جواب

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَرَكَمَ مَا

كُنْتُمْ وَلَا تَسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا
اُنْہی کے ذمے ہے جو کچھ تم کو دئے اس کے تم ذمہ دار ہو گئے،
ان لوگوں کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میرے اصحاب کا ذکر ہو تو تم زبان روکو (یعنی کسی کو بُرا نہ کہو) حدیث شریف
کے دوسرے الفاظ اس طرح ہیں، میرے صحابہ کے باہمی نزاعات سے اپنے کو بچائے رکھو (کسی کو بُرا نہ کہو) اگر تم میں سے کوئی شخص
بھی احد پہاڑ کے برابر سونا راہ خدا میں صرف کرے گا جب بھی صحابہ کے ایک مُد بلکہ آدھے مُد کا بھی ثواب نہیں ملے گا۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص گناہ خوش
نفس ہے جس نے مجھے دیکھا اور وہ شخص جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ
کو گالی نہ دو جو ان کو گالی دے گا اس پر خدا کی لعنت۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا "اللہ نے مجھے چُن لیا اور میرے لئے میرے صحابہ کو چُن
لیا، ان کو میرے لئے انصار اور میرا رشتہ دار بنایا، آخر زمانہ میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوگا جو صحابہ کے مرتبے کو گھٹائے گا و
خود اہل حق ان کے ساتھ کھانا نہ کھائے گا نہ نکاح کا سلسلہ کرنا نہ اُن کے ساتھ نماز پڑھنا نہ ان کی نماز جنازہ پڑھنا۔ ایسے لوگوں پر لعنت کرنا جائز ہے۔
حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درخت اُحادیلیہ کے پیچے جس نے مجھ سے بیعت کی
وہ کبھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اہل
بدر کی حالت کو دیکھ کر ہی مسرے پایا ہے کہ جو چاہو کر میں نے تم کو بخش دیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میرے صحابی ستاروں کی طرح ہیں
تم ان میں سے جس کسی کا بھی قول لے لو گے سیدھا راستہ پاؤ گے۔ حضرت بکرہؓ کی روایت ہے رسول اللہ نے فرمایا "جس زمین پر
میرا کوئی صحابی فوت ہوگا اس کو اس زمین والوں کے لئے قیامت کے دن شیعہ بنایا جائے گا۔ حضرت سفیان بن عیینہ کا قول ہے
کہ رسول اللہ کے اصحاب کے متعلق جو شخص ایک لفظ (بد) بھی کہے گا وہ گمراہ اور بد راہ ہوگا۔

اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ائمہ مسلمین اور ان کی پیروی کرنے والوں کا حکم سننا اور ماننا واجب
ہے اور ہر نیک و بد عادل و ظالم حاکم کی افتاء اور ان لوگوں کے پیچھے جو ایسے لوگوں کی طرف سے مامور ہوں
نماز پڑھنا چاہیے۔ اہل سنت کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کے قطعی جنتی یا دوزخی ہونے
کا حکم نہیں لگانا چاہیے خواہ وہ مطیع ہو یا عاصی، نہ کہ راہ ہو یا کج رویہ حکم نہ لگایا جائے صرف اس صورت میں جب کہ اس کی
بدعت و گمراہی سے مطلع ہو جائے تب یہ حکم لگایا جا سکتا ہے۔

اہل سنت کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰت کے معجزات اور اولیائے کرام کی کرامتیں برحق ہیں ان
کو تسلیم کرنا واجب ہے، اشیاء کی گرانی اور ارزانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ نہ کسی ستارے کی تاثیر کے سبب ہے اور نہ بادشاہوں
یا زمانے کے حاکموں کی درخواست یا برکت کی وجہ سے، فرقہ قدسیر اور بخومی تاثیر کو اکب کے قائل ہیں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت
ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ گرانی اور ارزانی اللہ کے دولشکر ہیں ایک کا نام طمع (گمراہی) اور دوسرے کا

اللہ تعالیٰ کو جب گرانی منظور ہوتی ہے تو وہ تاجروں کے دلوں میں لالچ ڈال دیتا ہے اور وہ اشیاء روک لیتے ہیں اور جب وہ چاہتا ہے کہ ارزانی ہو تو سوداگروں کے دلوں میں خوف (الہی) پیدا کر دیتا ہے اور وہ چیزوں کو اپنے ہاتھوں سے باہر نکالتے ہیں اور جمع شدہ اجناس فروخت کر دیتے ہیں۔

سنت و جماعت کی پیروی

صاحب عقل و بینش مومن کے لئے بہتر ہے کہ وہ سنت و جماعت کی پیروی کرے، بدعت سے اجتناب کرے اور دین میں زیادہ غلو نہ کرے، نہ گہرائی میں جائے نہ تصنع سے کام لے تاکہ گمراہی سے بچے اور اس کے قدم کو لغزش نہ ہو جو ہلاکت کا باعث ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے: "اتباع کرو اور بدعت سے بچو یہ تمہیں کافی ہے" حضرت معاذؓ بن جبلؓ نے فرمایا: "تم پوشیدہ باتوں کی ٹوہ لگانے سے بچو اور یہ بات مت کہو کہ یہ بات کیوں ہے؟ جب مجاہدؒ کو حضرت معاذؓ کے اس قول کی اطلاع ملی تو انھوں نے کہا کہ پہلے ہم بعض چیزوں کے (احکام کے) متعلق کہا کرتے تھے یہ کیا ہے؟ مگر اب ایسا نہیں کہیں گے، لہذا ایماندار شخص پر لازم ہے کہ سنت کا اتباع اور جماعت کی پیروی کرے۔ سنت اس طریقے کو کہتے ہیں جس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع فرمایا اور اس پر گامزن ہے اور جماعت اسے کہتے ہیں جس پر چاروں خلفائے کرام کی خلافت کے زمانے میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اتفاق کیا۔

اہل بدعت سے اجتناب

دانشمند مومن پر یہ بھی لازم ہے کہ اہل بدعت سے تعلق نہ رکھے اور نہ ان کی محبت و قربت اختیار کرے، نہ ان کو سلام کرے، ہمارے امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ جس نے کسی اہل بدعت کو سلام کیا وہ گویا اس سے محبت رکھتا ہے (اس لئے کہ رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ ہا ہم سلام کی کثرت کرو تاکہ محبت بڑھے) یہ بھی لازم ہے کہ بدعتیوں کا ہم نشین نہ بنے نہ ان کے پاس جائے اور نہ ان کو عیدوں اور خوشی کے مواقع پر مبارک دے نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھے۔ جب ان کا ذکر آجائے تو ان کے لئے دعائے رحمت بھی نہ کرے بلکہ ان سے الگ رہے اور محض اللہ کے لئے ان سے عداوت رکھے۔ اہل بدعت کے مذہب کے باطل ہونے کا یقین رکھے اور اس پر عظیم اجر و ثواب کا یقین رکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اہل بدعت کو محض اللہ کے لئے اپنا دشمن جانا اس کے دل کو اللہ تعالیٰ ایمان سے بھر دیتا ہے اور جو شخص ان کو خدا کا دشمن جان کر طاعت کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو آمن و آمان سے رکھے گا۔ اور جو شخص ایسے لوگوں کو ذلیل کرے اس کو بہشت میں سودرجے ملیں گے اور جو بدعتی سے کشادہ روی اور خندہ پیشانی سے ملا اس نے اس دین کی توہین کی جو اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل فرمایا تھا۔

ابو مغیرہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب تک بدعتی بدعت کو ترک نہ کرے اللہ اس کے نیک عمل کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ حضرت فیض بن عیاضؒ روایت کرتے ہیں کہ اہل بدعت کے ساتھ دوستی رکھنے والے کے نیک اعمال ضائع کر دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے دل سے نور ایمان نکال دیتا ہے اور جو شخص اہل بدعت سے دشمنی رکھتا ہے اسے اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے خواہ اس کے نیک اعمال تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں۔ جب تم کسی بدعتی کو راستے میں دیکھو تو دوسرا راستہ اختیار کر لو۔ حضرت فیض بن عیاضؒ کہتے تھے کہ میں نے خود حضرت سفیان بن عیینہؒ کو یہ کہتے سنا کہ جو شخص کسی بدعتی کے جنازے کے ساتھ جائے تو وہ جب تک واپس نہیں لوٹ آتا اللہ کا غضب اس پر نازل ہوتا رہتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعتی پر لعنت فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے جس نے دین میں کوئی نئی بات پیدا کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت، اللہ تعالیٰ نہ اس کے صرت یعنی فرض کو قبول فرماتا ہے اور نہ اس کے عدل یعنی نفل کو، حضرت ابو ایوب بختیانی نے فرمایا کہ اگر تم کسی سے رسول اللہ کی حدیث بیان کرو اور وہ کہے اس کو بہتے دو قرآن میں جو کچھ ہے وہ بیان کرو تو سب لوگوں کو گمراہ ہے۔

اہل بدعت کی بکثرت نشانیاں ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں، ایک علامت تو یہ ہے کہ وہ محدثین کو برا کہتے ہیں اور ان کو حشو یا جماعت کا نام دیتے ہیں، اہل حدیث کو فرقہ حشو یا فرار دینا زندیق کی علامت ہے کی نشانیاں اس سے ان کا مقصد ابطال حاشیہ ہے۔ فرقہ قدریہ کی علامت یہ ہے کہ وہ محدثین (اہل الآثار) کو مجرہ (جبر) کہتے ہیں۔ اہل سنت کو مشتبہ قرار دینا فرقہ جہمیہ کی علامت ہے، اہل الآثار (اہل حدیث) کو ناجستی کہنا رافضی کی علامت ہے یہ تمام باتیں اہل سنت کے ساتھ ان کے تعصب اور ان کے غیظ و غضب کے باعث ہیں، حالانکہ ان کا تو صرف ایک نام اہل حدیث ہی بدعتی اُن کو جو لقب دیتے ہیں وہ ان کو چپٹ نہیں جاتے جس طرح مکہ کے کافر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر۔ شاعر۔ مجنون، مفتون اور کاہن کہتے رہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ اس کے ملائکہ، انس و جن اور تمام مخلوق کے نزدیک آپ ان تمام عیبوں سے پاک تھے اور کوئی لقب موزوں نہ تھا آپ کا لقب رسول اور نبی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دیکھو انھوں نے تمہارے لئے کیسی مثالیں گزیر رکھی ہیں پس یہ گمراہ ہیں، راستہ نہیں پاسکتے۔

اہل سنت و جماعت کے عقیدے اور صانع کی معرفت کے سلسلے میں بقدر طاقت ہم نے اختصار کے ساتھ جو کچھ جمع کر دیا ہے یہ ہمارے بیان کا تتمہ تھا، اس کے بعد (اس سلسلہ میں) ہم دو تفصیلات اور بیان کرتے ہیں جن سے نادانانہ (غافل) رہنا کسی صاحب خرد اور ذی فہم اور ایماندار شخص کے لئے جائز نہیں جب کہ وہ دلیل و برہان کے راستے پر چلنا چاہتا ہے۔ اول فصل میں ان صفات انسانی، انسانی اخلاق اور عیوب کا بیان ہے جن کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر صحیح نہیں اور دوسری فصل میں ان گمراہ فرقوں کا بیان ہے جو ہدایت کے راستے سے ہٹک گئے ہیں اور جن کی حجت قیامت اور محاسبہ کے دن باطل ہوگی۔

وہ صفات جن کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات کے

ساتھ ناروا اور ناجائز ہے

مندرجہ ذیل صفات سے اللہ تعالیٰ کو متصف قرار دینا جائز نہیں ہے۔

جہالت۔ شک۔ تردد۔ غلبہ ظن۔ سہو و نسیان۔ اونچہ۔ نیند۔ مرض۔ غفلت۔ عجز۔ موت۔ بہر این۔ گونگا پن۔ نابینائی۔ شہوت۔ نفرت۔ خواہش۔ غصہ (ظاہری، غضب باطنی)۔ غم۔ افسوس۔ ملال۔ پشیمانی۔ تاسف۔ دکھ۔ لذت۔ نفع۔ نقصان۔ آرزو۔ مقصد اور کذب۔

اللہ تعالیٰ کا نام ایمان رکھنا بھی جائز نہیں ہے۔ فرقہ سالمیہ اس کے جواز کا قائل ہے، انھوں نے مندرجہ ذیل آیت سے استدلال کیا ہے: مَنْ يَكْفُرْ بِالْآيَاتِ يَمْسِكْ رَبُّهُ عَنْهُ الْعَمَلُ فَذَنْبُهُ عِنْدَ رَبِّهِ جَمْعٌ كَثِيرٌ يَكُونُ عَمَلًا مَبْذُورًا۔

ہوئے، (ان کے خیال کے مطابق اس آیت میں اللہ کو ایمان کہا گیا ہے) اور ہمارے نزدیک ایمان سے وجوب ایمان مراد ہے یعنی جس نے وجوب ایمان کا انکار کیا وہ ایسا ہی ہے جیسے کسی نے رسول اور رسول کے لئے ہوئے اور امر و نواہی کو ماننے سے انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کو فرمان بردار (مطیع) کہنا بھی جائز نہیں، نہ اس کو عورتوں کو حاملہ کرنے والا کہنا جائز ہے، اللہ کی حد انتہا نہیں گئے وہ آگے ہے نہ پیچھے نہ نیچے ہے نہ اوپر نہ پہلے ہے نہ بعد میں، جہات ستہ (چھ طرفوں) سے اس کے لئے کوئی طرف نہیں اس کی ذات میں سچوئی (کیسی اور کیونکر) کو دخل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی یہ صفتیں نہیں ہیں سوائے اس کے کہ وہ مستوی عرش ہے جیسا کہ قرآن اور احادیث میں آیا ہے، سب اطراف کا پیدا کرنے والا وہی ہے، وہ کیف (کیسا) اور کم (کیتنا) دونوں

صفات سے پاک ہے۔

اس بارے میں کہ اللہ تعالیٰ کو شخص کہنا جائز ہے یا نہیں علم کا اختلاف ہے جو لوگ جواز کے قائل ہیں وہ حضرت مہیر بن شعبہ سے مروی اس حدیث کو سند لاتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا لَا شَخْصٌ أَغْيَرُ مِنَ اللَّهِ وَلَا شَخْصٌ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعَاذِ بِمِنْ اللَّهِ۔ اللہ کے زیادہ کوئی شخص غیرت والا نہیں اور اللہ سے زیادہ کسی شخص کو معذرت پیش کرنا محبوب نہیں۔

عدم جواز کے حامی کہتے ہیں کہ حدیث میں خدا کے لئے شخص کی تصریح نہیں ہے احتمال ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں لَا أَخَذَ اَغْيَرُ مِنَ اللَّهِ (کوئی شخص اللہ سے زیادہ غیرت مند نہیں ہے) بلاشبہ بعض حدیث میں "لا احدا" کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔

(مطلب یہ ہے کہ اللہ سے زیادہ کوئی شخص جن، انس، فرشتہ یا کوئی دوسری مخلوق غیرت مند نہیں ہے)۔

اللہ تعالیٰ کو فاضل، آزاد (عقیق، فقیہ، ھنیم، فطین، زیرک) محقق، عاقل، موقر (دوسرے کی تعظیم کرنے والا) طیب کہنا جائز نہیں، بعض کے نزدیک طیب کہنا جائز ہے۔ اللہ کو عادی (برائے زمانے کا) کہنا بھی جائز نہیں کیونکہ عادی عادی کی طرف منسوب ہے اور قوم عادی قدیم نہیں بلکہ حادث ہے، اللہ تعالیٰ کو مطیق (طاقت والا) بھی نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ ہر طاقت محدود ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ طاقت والا نہیں بلکہ ہر طاقت کا خالق ہے، اس کو محفوظ بھی نہیں کہا جاسکتا بلکہ وہ حافظ ہے، اس کو کسی کا مرکب (مباشرہ) بھی نہیں کہہ سکتے اور نہ اس کا وصف مکتب ہو سکتا ہے اس لئے کہ مکتب اس کو کہتے ہیں جو قدرت مجدثہ کے ذریعہ کسی دوسری چیز کو ایجاد کرے (یعنی کب پیدا کر دہ مخلوق کی قدرت سے حادث ہے) اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک و منزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ پر عدم کا اطلاق بھی جائز نہیں کیونکہ وہ قدیم ہے اور اس کے وجود کے لئے ابتداء نہیں ہے۔

ابن کلاب نے اس کے برخلاف کہا ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے صفت قدم کے ساتھ اور وہ باقی ہے کبھی فنا نہیں ہوا، وہ عالم ہے تمام معلومات غیر متناہیہ کا اور وہ قادر ہے تمام غیر متناہیہ مقدرات کا۔ معتزلہ اس کے خلاف کہتے ہیں کہ سب صفتیں انتہا پذیر ہیں (غیر متناہی نہیں ہیں)۔

وہ صفات جن سے اللہ تعالیٰ کو متصف کرنا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ان صفتوں سے متصف کرنا جائز ہے۔ صفت فرح، ضحک، غضب، سخط، رضا اور اس سلسلہ میں

ہم انفیصل سے پہلے بیان کر چکے ہیں) اللہ تعالیٰ کو موجود ہونے کے ساتھ متصف کرنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَوَجَدَ
 اللہَ عِندَهُ (اور خدا کو اپنے پاس ہی موجود پایا) اس کو شئی کے ساتھ متصف کرنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "قُلْ
 اِنِّیْ شَیْءٌ اَنْکَبِرُ شَہَادَۃً قُلِّ اللہُ (لو چھپے سب سے بڑھ کر شہادت دینے والی کون سی چیز ہے، خود ہی بتا دیجئے وہ اللہ ہے)
 اللہ کے لئے نفس، ذات، عین، راسخہ، ثبوت بھی جائز ہے بشرطیکہ انسانی اعضا سے تشبیہ نہ دی جائے، اللہ کی
 صفت کا بن بغیر تعین حد کے بیان کرنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَکَانَ اللہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (دوسری جگہ فرمایا
 "وَکَانَ اللہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ رَّحِیْمًا"۔ یہ بھی جائز ہے کہ اس کو قدیم، بانی اور متسلط کہا جائے۔ اس کو عارف، مستبین،
 ذائق، دہری، داری (درایت والا) کہا جائے اس لئے کہ یہ تمام صفات بمعنی عالم راجع ہیں اور اس کی مخالفت نہ شرع میں
 وارد ہے اور لغت میں۔ بلکہ ایک شاعر کا قول ہے:

اَللّٰهُمَّ لَا اَذِیْرُیْ وَ اَنْتَ الدَّارِی (الہی میں نہیں جانتا اور تو جاننے والا ہے)

اللہ تعالیٰ کو مراۃ ردیخنے والا بھی کہہ سکتے ہیں اس کے معنی بھی عالم کے ہیں اور جائز ہے کہ اس کو اپنی خلق اور اپنے
 بندوں سے مطلق سے موصوف کہیں کیونکہ اس کے معنی بھی عالم کے ہیں یہی حکم واجب الیہ والا کا ہے بمعنی عالم (اللہ کو جمیل
 خوبصورت) کہنا بھی صحیح اور درست ہے اور جمیل سے متصف کرنا بھی صحیح ہے۔ اللہ کو دینان (بندوں کے اعمال کی جزا و سزا
 دینے والا) کہنا بھی صحیح ہے۔ دین کے معنی ہیں حساب ایک مشہور مقولہ ہے کہ تَدِیْنُ تَدِیْنُ تَدِیْنُ ان (جیسا تم کرو گے ویسا بدلہ دیا
 جائے گا) مِلٰثُ یُوْمِ الدِّیْنِ حساب کے دن کا مالک۔ دیان (ان معنی میں آسکتا ہے یعنی اپنے بندوں کے لئے شریعت اور
 عبادت مقرر کرنے والا اور اس کی طرف وہ دعوت دیتا ہے اور اسے اپنے بندوں پر فرض کرتا ہے اس کے بعد حق تعالیٰ اُن
 بندوں کا بدلہ دے گا جو اس کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے۔

اگر اللہ تعالیٰ کی صفت مُقَدِّر (اندازہ کرنے والا) سے کریں تو یہ بھی جائز ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّمَا کُلُّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ
 یَتَدَرٍ (ہم نے ہر چیز کو اندازے کے ساتھ پیدا کیا) وَقَدَّرْ فَعْدٰی (اور خدا نے اندازہ کیا اور ہدایت دی) اور خبر دینے کے
 معنی میں فرمایا اِلَّا اَمْرَاتُہُ قَدَّرْنَا اَنْہَا لَمِنَ الْغَاۤیِبِیْنَ (ہم نے گواہ کو خبر دی کہ صرف اس کی غوربت یعنی یہوی
 اس کے اہل کے سوا عذاب کے لئے بھیجے رہ جانے والوں میں سے ہے) تقدیر کے معنی گمان غالب یا شک کے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کی
 ذات اس سے برتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ناظر کہنا درست ہے یعنی اشیا کا دیکھنے والا اور ان کا جاننے والا، ناظر کے معنی غور کرنے والا اور سوچنے
 والا نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات والا اس سے برتری اور منترہ ہے اس کو شفیق کہنا درست ہے یعنی مخلوق پر رحم کرنے والا اور
 لطف و کرم کرنے والا، اللہ کا شفیق ہونا ڈرنے اور ملکین ہونے والے کے معنی میں نہیں ہے!

اللہ تعالیٰ کو رفیق کہنا درست ہے یعنی مخلوق پر رفیق و بہرانی کرنے والا، ان معنی میں نہیں یعنی امور میں جاد پیدا کرنے
 والا، چیزوں کی اصلاح کی فکر کرنے والا اور قانع سے محفوظ رہنے والا، ان معنی کے اعتبار سے لفظ رفیق سے اس کو متصف
 نہیں کیا جاسکتا۔

اللہ تعالیٰ کو سخی، کریم اور جواد کہنا بھی درست ہے، ان سب الفاظ کے معنی ہیں مخلوق پر فضل و احسان اور کرم کرنے والا، اور لعنت میں جو سخی و دت کے معنی نرمی کے آئے ہیں جس طرح کہتے ہیں اَرْضٌ سَخِيَّةٌ نرم زمین، قِصْرٌ طَائِسٌ سَخِيٌّ نرم کاغذ ان معنی کا اللہ پر اطلاق درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اَمْرٌ حکم دینے والا، نَاہِیٌّ ممانعت کرنے والا، مُبِيحٌ جائز بنا دینے والا، مُسَدِّدٌ بندش کرنے والا، مُجَلِّلٌ حلال کرنے والا، مُحَرِّمٌ حرام کرنے والا، فَارِضٌ فرض کرنے والا، مُلْزِمٌ لازم کرنے والا، مُرْسِدٌ حکیدار راستہ دکھانے والا، قَاضِیُّ اور حاکم کہنا جائز اور درست ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کو دَاعِدٌ جزا کا وعدہ کرنے والا، مُتَوَاعِدٌ سزا سے ڈرانے والا، مُخَوِّفٌ خوف دلانے والا، مُخَذِّرٌ عذاب سے ڈرانے والا، ذَا مُمْ مَذْمُوت کرنے والا، مَادِحٌ کسی کی تعریف کرنے والا، مُخَاطَبٌ خطاب کرنے والا، مُتَكَلِّمٌ بات کرنے والا، یعنی صفت کلام سے متصف ہونا اور قَائِلٌ کہنے والا، سے متصف کرنا جائز نہیں ہے۔

اس کو مقدم سے متصف کرنا اس معنی میں جائز نہیں کہ اس نے موجود نہیں کیا اور اس نے معدوم نہیں کیا اور اس معنی میں کہ جس چیز کو اس نے موجود کیا اس سے وجود میں آنے کے بعد بقا کو جدا کرنے اور اسے ناپید کرنے درست اور صحیح ہے، اسی طرح جائز ہے کہ اس کو فاعل کے ساتھ متصف کریں یا اس معنی کہ اپنی پیدا کی ہوئی چیز کو عدم سے وجود میں لایا اور پیدا کر نیوالا اور اپنی قدرت سے اس کو بنا دینے والا ہے، فاعل کے معنی کا سب کے نہیں ہیں کسب تو اجسام کے ملنے (فاعل و منفعل) اور باہمی تماس کے بغیر نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک منزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کو جَاعِلٌ یعنی فاعل کہنا درست ہے۔ یعنی اپنے فعل کو کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَاتٍ (ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا) جَعَلَ حکم کے معنی میں بھی آیا ہے ایک آیت میں ہے۔ وَجَعَلْنَا قُرْآنًا عَرَبِيًّا وَجَعَلْنَا قُرْآنًا نَّحْنُ الْغَنِيَّةُ۔ اللہ تعالیٰ کو جس طرح فاعل کہا جاتا ہے اسی طرح واقعی طور پر اس کو تارک بھی کہا جاسکتا ہے یعنی اپنی قدرت شاطرہ و عاملہ کے تحت فعل اول کے بجائے کوئی ایسا دوسرا فعل کرنے والا جو فعل اول کی ضد ہو۔ تارک کے معنی یہ نہیں کہ وہ اپنے نفس کو کسی فعل کے دعائی و اسباب سے روکنا اور باز رکھتا ہے۔ فعل کی طرح ترک بھی اللہ تعالیٰ کی مثبت صفت ہے منفی وصف نہیں ہے، انسان کے لئے ترک کی صفت عدمی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے وجودی۔

اللہ تعالیٰ کو مُوجِدٌ بمعنی خالق اور مُمَكِّنٌ بمعنی موجد کہنا بھی جائز ہے۔ اس کو مُثَبِّتٌ بمعنی برقرار رکھنے والا، چیزوں کو ثبات و بقا عطا کرنے والا کہنا بھی جائز ہے، ایک آیت میں ہے۔

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ ۝ اٰیٰہان کو اللہ تعالیٰ پکی بات پر ثبات قدم رکھے گا۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے: يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ مَا يَشَاءُ ۝ اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے، اُمُّ الْكِتَابِ اسی کے پاس ہے۔

اللہ تعالیٰ کو عَامِلٌ اور صَانِعٌ بمعنی خالق کہنا بھی درست ہے، اللہ تعالیٰ کو مُصَيِّبٌ کہنا درست ہے یعنی اس کے افعال اس کے ارادے اور مقصد کے مطابق ہوتے ہیں ان میں کوئی کمی و بیشی یا تفادت نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام

افعال کی حقائق اور کیفیات سے واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مُصِیْب ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وہ کسی حاکم کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے، ہاں بندے پر اس لفظ کا جب اطلاق ہوتا ہے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ بندہ اپنے رب کا فرمانبردار اس کے حکم پر کاربند اور اس کی ممانعت کے باعث کسی کام سے باز رہنے والا ہے، کسی سردار یا حاکم بالا دست کا مطیع ہونے کے باعث بندہ کو مصیبت کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے افعال کو صَوًّا بمعنی حق و صحیح کہنا درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کو مُثَنِّب (ثواب دینے والا) اور مُنْعِم (نعمت دینے والا) کہنا بھی درست ہے یعنی جس شخص کو وہ ثواب دیتا ہے اس کو انعام یافتہ بنا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو مُعَاقِب اور مُجَازِی (سزا اور جزا دینے والا) کہنا درست ہے یعنی وہ ناسرائان کو ذلیل کرتا ہے اور اس کی معصیت کے مطابق اس کو دکھ دیتا ہے اس کو قَدِیْمُ الْاِحْسَانِ کہنا بھی درست ہے یعنی تخلیق اور عطا و نفع اس کی قدیمی صفات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی۔ اللہ تعالیٰ کو ذَلِیْلُ کہنا بھی درست ہے۔ حضرت امام احمد سے ایک شخص نے کہا کہ مجھے کچھ توشہ دعا و رحمت فرمائیے میں طرطوس جا رہا ہوں، امام نے فرمایا اس طرح کہو: اے خیرانوں کے رہنما (دلیل) مجھے اہل صدق کا راستہ دکھا دے اور اپنے صالح بندوں میں سے کر دے۔

اللہ تعالیٰ کو طَبِیْبُ کہنا بھی درست ہے۔ ابو رُمَہُہ تمیمی سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا میں اپنے والد کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں موجود تھا۔ میں نے حضور کے شانہ مبارک پر سکیپ (صدف) کی طرح کوئی چیز دیکھی، میرے والد نے عرض کیا یا رسول اللہ میں طبیب ہوں کیا اس کا علاج کر دوں، حضور نے ارشاد فرمایا اس کا طبیب ہی ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے۔

ابو السفر کی روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ طبل ہوئے، کچھ لوگ آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوئے اور کہنے لگے کیا ہم آپ کے لئے طبیب کو بلا لیں آپ نے ارشاد فرمایا طَبِیْبُ مجھے دیکھا تھا، لوگوں نے دریافت کیا پھر طبیب نے کیا کہا؟ حضرت ابو بکر نے فرمایا اس نے کہا جو میں چاہتا ہوں کرتا ہوں، حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی ایسی ہی ایک روایت آئی ہے کہ آپ بیمار ہوئے اور لوگ عیادت کے لئے آئے اور پوچھا آپ کو کیا بیماری ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ گناہوں کی، لوگوں نے کہا آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا جنت! لوگوں نے کہا کیا ہم آپ کے لئے طبیب کو بلا لیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے۔

اس فصل میں ہم نے ان اسماء کو بیان کیا ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارنا جائز ہے، اس سے قبل ہم اللہ تعالیٰ کے ثنائی اسماء حسنی بیان کر چکے ہیں، ان ناموں سے اللہ تعالیٰ کو دعا میں پکارنا زیادہ مناسب ہے، ان اسمائے وصفی کے ساتھ بھی جو اس فصل میں بیان کئے گئے ہیں اللہ تعالیٰ کو پکارنا جائز ہے مگر دعا میں یا سَاجِدُ یا مُسْتَحْفِیْ یا مَکِیْنُ یا خَادِعُ یا مُغِیْضُ یا غَضِبَانُ یا مُنْتَقِمُ یا مُعَادِی یا مُعِدِّمُ یا مُفْهِمُ کہہ کر پکارنا منع ہے اگرچہ مجرموں کے جرم کی پاداش اور سزا دینے کے لحاظ سے اللہ کا ان اوصاف سے متصف ہونا صحیح اور درست ہے۔

لے یا دَلِیلُ حَاشِرِیْنِ دَلِّیْ عَلَی الطَّرِیْقِ الصَّامِدِ قَبِیْنِ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ ۝

ہدایت کے راستے سے بھٹکے ہوئے سُرقوں کا بیان

ان گمراہ فرقوں کے بیان میں جو راہ ہدایت سے بھٹکے ہوئے ہیں اس کی اصل وہ حدیث ہے جس کو کثیر بن عبد اللہ نے اپنے والد اور جدی سند کے ساتھ ساتھ بیان کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے سے پہلے لوگوں کے راستے پر قدم بہ قدم ضرور چلو گے اور ان ہی چیزوں کو اختیار کرو گے جن کو انھوں نے اختیار کیا تھا، ایک ایک بالشت ایک ایک ہاتھ اور ایک ایک گز (ان کی پیروی کرو گے) یہاں تک کہ اگر وہ سو سار (گوہ) کے بھٹ میں بھی گھسے تھے تو تم بھی ان کی پیروی کے لئے سو سار کے بھٹ میں داخل ہو گے۔ اچھی طرح سن لو کہ حضرت (موسیٰ علیہ السلام) کی ہدایت کے برعکس بنی اسرائیل اے سُرقوں میں بٹ گئے تھے جن میں ایک فرقہ کے سوا سب گمراہ تھے اور وہ ایک فرقہ مسلمانوں کی جماعت کا تھا۔ پھر ہیلیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کی ہدایت کے خلاف عیسائی پھٹ کر بہتر (۷۲) فرقوں میں ہو گئے اور ان میں ایک فرقہ کے سوا تمام فرقے گمراہ اور بے دین تھے وہ ایک فرقہ اسلام اور مسلمانوں کی جماعت کا تھا اس کے بعد تم ۳۷ (تہتر) فرقے ہو جاؤ گے۔ اور ان میں سوائے ایک فرقہ کے باقی سب گمراہ ہونگے اور وہ فرقہ اسلام اور مسلمانوں کی جماعت کا ہو گا۔

حضرت عبدالرحمن بن جبیر سے مروی ہے کہ سرکارِ عالی نے ارشاد فرمایا، میری امت پھٹ کر ۳۷ فرقے بن جائے گی، امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے سب سے بڑا فتنہ وہ فرقہ ہو گا جو احکام (دینی) کا فیصلہ صرف اپنی لئے سے کرے گا، خود ہی حلال کو حرام بنائے گا اور خود ہی حرام کو حلال ٹھہرائے گا۔

عبداللہ بن زید نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، بنی اسرائیل پھٹ کر اکثر فرقوں میں ہو گئے، ایک کے سوا سب دوزخی ہوئے اور میری امت پھٹ کر ۳۷ فرقے ہو جائیں گے جن میں سے ایک کے سوا سب دوزخی ہونگے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ ایک کبسا ہو گا آپ نے ارشاد فرمایا جو میرے اور میرے صحابہؓ کے سیدھے راستے پر چلے گا۔

جس تفرقہ کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ آپ کے زمانے میں ہوا نہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں ہوا۔ بلکہ یہ اختلاف صحابہ کرامؓ اور تابعین حضرات کی وفات کے کئی سو سال بعد طبعاً میں آیا یعنی اس وقت جب کہ مدینہ منورہ میں ساتوں فقیہ حضرات وفات پا چکے تھے، مختلف شہروں کے علماء اور فقیہ بھی دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور ان کے انتقال سے علم بھی مر گیا اور ساہا سال بیت گئے اور صدیاں گزر گئیں تو عام طور پر دین میں افتراق و اختلاف پیدا ہو گیا اور صرف ایک چھوٹا گروہ اہل حق کا رہ گیا، نجات پانے والا گروہ یہی ہے اللہ نے اپنے دین کی حفاظت اسی کے ذریعہ سے فرمائی۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں کو علم عطا فرمائے گا بعد ان کے سینوں سے نہیں نکالے گا بلکہ علماء وفات پا جائیں گے۔ جب کوئی عالم مرجائے گا تو اس کا علم بھی اسی کے ساتھ چلا جائے گا یہاں تک کہ جہنم باقی رہ جائیگی جو خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ایک دوسری روایت میں حدیث شریف کے الفاظ

اس طرح ہیں "حضور والا نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح قبض نہیں فرمائے گا کہ لوگوں کے دلوں سے کچھ نکل لے بلکہ علماء کے وفات پا جانے سے علم بھی مرجائے گا۔ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے ان سے مسائل دریافت کئے جائیں گے اور وہ نہ جاننے کے باوجود فتویٰ (جواب) دینے کے نتیجہ یہ کہ وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیں گے۔ حضرت کثیر بن عبد اللہ بن عوف اپنے والد اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح سانپ سمٹ کر اپنے بل میں آجاتا ہے اسی طرح دین سمٹ کر حجاز میں آجائے گا۔ دین کی حفاظت حجاز سے ہوگی جس طرح ہرنوں کی حفاظت پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جانے سے ہوتی ہے۔ دین کا ظہور غربت کی حالت میں ہوا تھا لوٹ کر دوبارہ دین غریب ہو جائے گا، غریبوں کے لئے یہ خوشخبری کا باعث ہے۔ عرض کیا گیا عزرا کون لوگ ہیں؟ حضور نے فرمایا وہ لوگ کہ جب لوگ میری سنت کو بگاڑ دیں گے تو وہ سنوار دیں گے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ ہر زمانے میں لوگ ایک سنت کو مردہ اور ایک بدعت کو زندہ کریں گے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا ذکر فرمایا تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! فتنوں سے بچ نکلنے کا کیا راستہ ہوگا؟ فرمایا اللہ کی کتاب کہ یہی پر حکمت موعظت نامہ ہے، یہی صراط مستقیم ہے یہی وہ کتاب ہے جس میں زبانوں کا اشتباہ پیدا نہیں ہوتا، اسی کو جب حیات نے سنا تو وہ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا کہے بغیر نہ رہ سکے، جو اس کے موافق کہے گا وہ سچا ہوگا اور جو اس کے مطابق فیصلہ کرے گا وہ انصاف کرے گا۔

حضرت عراف بن ساریہ نے فرمایا ہم نے رسول اللہ کی اقتدا میں فجر کی نماز پڑھی حضور نے ایسا دل نشین وعظ فرمایا کہ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے، دلوں پر خوف طاری ہو گیا اور بدن گرما گئے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور کی یہ نصیحت تو ایسی ہے کہ ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے حضور ہم کو چھوڑ رہے ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا میں تم کو اللہ سے ڈرتے رہنے اور حاکم کی اطاعت و فرماں پذیری کی نصیحت کرتا ہوں خواہ وہ حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ میرے بعد جو زندہ رہے گا وہ بڑے اختلافات دیکھے گا تمہارے لئے میری سنت اور میرے ان خلفاء کی سنت پر قائم رہنا لازم ہے جو میرے بعد ہوں گے اور تم کو سیدھا راستہ دکھائیں گے۔ اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور دانتوں سے پکڑ لینا۔ دین میں نئی باتوں سے بچنا کہونکہ دین میں پیدا کی ہوئی ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو دعوت دینے والا سیدھے راستے کی طرف بلائے اور اس کی دعوت کی پیروی کی جائے تو پیروی کرنے والوں کی طرح اس رہنما کو بھی ثواب ملے گا مگر پیروی کرنے والوں کے ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی۔ اور جو ضلالت کی دعوت دے اور اس کی پیروی کی جائے تو اس کی پیروی کرنے والوں کے برابر اس پر وبال ہوگا جب کہ پیروی کرنے والوں کے گناہوں میں کمی نہ ہوگی۔

باب ۹

تہتر فرقے

ناجی - خارجی - شیعہ - رافضی - معتزلہ - قدریہ اور

دوسرے فرقے

یہ تمام تہتر فرقے دراصل دین گروہوں سے نکلے ہیں: (۱) اہل سنت (۲) خارجی (۳) شیعہ (۴) معتزلہ (۵) مرجیہ (۶) مشبہہ (۷) جہمیہ (۸) ضراریہ (۹) بخاریہ (۱۰) کلابیہ۔

اہل سنت کا صرف ایک ہی طبقہ ہے، خوارج یا خارجیہ کے پندرہ، معتزلہ کے چھ، مرجیہ کے بارہ، شیعہ کے بتیس مشبہہ کے تین فرقے ہیں۔ ضراریہ، کلابیہ، بخاریہ اور جہمیہ کا ایک ایک فرقہ ہے اس طرح کل ۱۷ بہتر فرقے ہوئے۔ فرقہ ناجیہ صرف اہل سنت کا ہے، اس کا مسلک و عقیدہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ قدریہ اور معتزلہ فرقہ کے لوگ اس فرقہ ناجیہ کو جہمیہ کہتے ہیں کیونکہ اس کا عقیدہ ہے کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی مشیت، قدرت، ارادہ اور تخلیق کی تابع ہے۔ مرجیہ اس فرقہ ناجیہ کو شکاکیت (شکیہ) کہتے ہیں کیونکہ اس گروہ کے لوگ ایمان کو مشیت الہی کی شرط سے مشروط کرنے کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میں انشاء اللہ مومن ہوں تو اس طرح کہنا درست ہے (جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے)۔ رافضی اس ناجیہ فرقہ کو ناصبیہ کہتے ہیں کیونکہ ان کا اصول ہے کہ اپنے امام کو جماعت کی رائے سے مقرر کرتے ہیں۔ جہمیہ بخاریہ دونوں اس فرقہ کو مشبہہ کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں علم، قدرت اور حیات وغیرہ صفات کا اثبات کرتے ہیں، باطنیہ اس کو خشویہ کہتے ہیں چونکہ یہ گروہ احادیث کا قائل اور آثار کے ساتھ تعلق رکھتا ہے حالانکہ ان کا کوئی اور نام نہیں ہے بجز اس کے کہ وہ اصحاب حدیث اور اہل سنت ہیں جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

خارجیوں کے نام اور القاب مختلف ہیں، اس گروہ کو خارجی کہنے کی اس وجہ یہ ہے کہ انھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف خردج کیا تھا، ان کا نام حکمیت بھی ہے اس لئے کہ انھوں نے ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے حکم ہونے کا انکار کیا تھا اور جب حضرت علیؑ نے ان دونوں کو حکم مان لیا تو خارجیوں نے کہا حکم دینا صرف اللہ کے ساتھ مخصوص ہے (کسی کو خلیفہ کے تقرر کے متعلق فیصلہ صادر کرنے کا حق نہیں ہے) ان کو خردریہ بھی کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ساتھ چھوڑ کر مقام حرورائیں جاکر ٹھہر گئے تھے۔ ان کو شرارۃ (بیچنے والے) اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کا دعویٰ تھا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنی جانیں فروخت کر دی ہیں۔ ان کو مارقہ بھی کہا جاتا ہے۔ مارقہ کہنے کی وجہ یہ ہے

لے اللہ کی خوشنودی اور ثواب حاصل کرنے کے لئے۔

کہ یہ لوگ دین سے خارج ہو گئے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہی حالت بیان کی تھی اور فرمایا تھا یرسرون من الدین کما یرسرق السهم من الرصیۃ ثم لا یعودون فیہ (وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح کمان سے تیر نکل جاتا ہے، پھر وہ دین میں واپس نہیں آئیں گے) چنانچہ یہ لوگ دین اسلام سے باہر ہو گئے، ملت اسلامیہ کو چھوڑ دیا اور جماعت سے الگ ہو گئے اور راہ راست سے بھٹک گئے، حکومت اسلامیہ سے خارج ہو گئے، خلفائے خلافت انہوں نے تلوار اٹھائی اور ان کے خون اور مال کو حلال قرار دیا، اپنے مخالفوں کو کافر کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور انصار پر سب سے شتم کیا اور ان سے تبرا (بیزاری کا اظہار) کیا، ان حضرات کو کافر ہو جانے اور کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہونے کی نسبت کی، ان کی مخالفت کو جائز قرار دیا، یہ لوگ عذابِ قبر اور عوض کوثر پر ایمان نہیں رکھتے، نہ یہ رسول اللہ کی شفاعت پر ایمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جو دوزخ میں داخل ہو گیا وہ پھر خارج نہیں ہو گا اور کہتے ہیں کہ جس نے ایک دفعہ جھوٹ بولا یا گناہ صغیر یا کبیرہ کا مرتکب ہوا اور بغیر توبہ کئے مر گیا تو وہ کافر ہے۔ اور وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا یہ ایک جماعت سے نماز نہیں پڑھتے، صرف اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ یہ نماز کو اس کے وقت سے تاخیر میں ادا کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ اسی طرح بغیر چاند دیکھے روزے اور افطار کو جائز سمجھتے ہیں، نذر کرنے، بغیر ولی کے نکاح کرنے کو بھی جائز سمجھتے ہیں، دستِ بدست ایک درہم کے بدلے دو درہم لیکن جائز سمجھتے ہیں (سود نہیں جانتے) چمڑے کے موزے پہن کر نماز پڑھنا ان کے نزدیک درست نہیں، چمڑے کے موزوں پر مسح کو بھی درست نہیں مانتے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ بادشاہ کی اطاعت درست نہیں، خلافت قریش کے ساتھ مخصوص نہیں۔

اس فرقہ کے لوگوں کی زیادہ تعداد جزیرہ عمان، موصل، شہر موت (حضرت الموت) اور اطراف عرب میں ہے۔ عبداللہ بن زید، محمد بن حرب، یحییٰ بن کامل اور سعید بن ہارون نے ان کے لئے مذہبی کتب تصنیف کیں۔ ان کے پیروہ فرقے ہیں۔ ایک فرقہ نجدات ہے جو نجد بن عامر حنفی ساکن یمامہ کی طرف منسوب ہے یہی گروہ عبداللہ بن ناصر کے ساتھیوں کا ہے۔ اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ جس نے ایک مرتبہ جھوٹ بولا یا کوئی صغیرہ گناہ کیا اور اس پر قائم رہا (توبہ نہ کی) تو وہ مشرک ہے اور جس نے زنا کیا۔ چوری کی شراب پی مگر ان گناہوں پر تائب نہ رہا (توبہ نہ کی) تو وہ مسلمان ہے، ان کی نظر میں امام وقت کی ضرورت نہیں صرف کتاب اللہ سے واقفیت ضروری ہے۔

ان میں سے ایک گروہ کا نام ازرقہ ہے یہ نافع بن اذرق کے ساتھیوں کا گروہ ہے ان کا عقیدہ ہے کہ یہ گناہ کبیرہ کفر ہے اور دنیا دار الکفر ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب حضرت موسیٰ اشعری اور حضرت عمر بن العاص کو اپنے اور امیر معاویہ کے درمیان استحقاق خلافت کا جھگڑا فیصلہ کرنے کے لئے بھیج اور حکم مانا تھا تو ان دونوں نے حکم بن کر کفر کیا۔ یہ مشرکوں کے بچوں کو (جہاد میں) قتل کرنا جائز قرار دیتے ہیں۔ یہ زنا کی سزا سنگساری (رجم) کو حرام کہتے ہیں۔ پاک امن مرد پر زنا کی تہمت لگانے والے پر حد شرعی لگانا یہ جائز نہیں سمجھتے اور پاک امن شوہر والی عورت پر زنا کی تہمت لگانے والے پر حد لگانا جائز خیال کرتے ہیں۔

حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانے کے لحاظ سے یہ تعین فرمایا ہے۔

﴿ خارجیوں کا ایک گروہ مذکور بھی ہے یہ گروہ ابن فزیر کی طرف منسوب ہے، ایک گروہ عطاویہ ہے یہ عطیہ ابن اسود کی طرف منسوب ہے، ایک عماروہ بھی ہے یہ عبد الرحمن بن عمر سے نسبت رکھتا ہے۔ عماروہ کے مختلف گروہ ہیں یہ سب متیمونہ کہلاتے ہیں یہ لوگ پوتی، نواسی، بھتیجی اور بھانجی سے نکاح جائز قرار دیتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ سورہ یوسف اہل قرآن میں نہیں ہے بلکہ الحاقی ہے۔ ان کا ایک فرقہ جائزہ کہلاتا ہے۔ ان کے اہل اسلام سے الگ اور خارج ہونے کا باعث ان کا یہ عقیدہ ہے کہ دوستی اور دشمنی اللہ تعالیٰ کی دو صفیں ہیں، فرقہ جائزہ سے بھی ایک گروہ الگ ہو گیا اس کا نام معلوم ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو اس کے ناموں سے نہیں پہچانتا وہ جاہل ہے، یہ لوگ کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال اللہ کے پیدا کئے ہوئے نہیں ہیں۔ کسی فعل کی قدرت..... وقوع فعل کے وقت ہوتی ہے اس سے پہلے نہیں ہوتی۔

﴿ خارجیوں کے اہل پیادہ فرقوں میں سے ایک فرقہ مجہولہ ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ اگر کوئی کسی ایک نام سے بھی اللہ کو جانتا ہے وہ عالم ہے جاہل بالہ نہیں ہے۔ خارجیوں کا ایک فرقہ صلیبیہ ہے یہ عثمان بن صلیب سے نسبت رکھتا ہے اور اس بات کا مدعی ہے کہ جو شخص ہمارے نظریات مان لے اور مسلمان بھی ہو جائے تب بھی اس کی نابالغ اولاد کو مسلمان نہیں کہہ سکتے جب تک وہ (اولاد) بالغ ہونے کے بعد ہمارے نظریات اور عقائد کو نہ مان لے۔

﴿ خارجیوں کا ایک گروہ اثنسیہ ہے جو اثنسیہ کی طرف منسوب ہے یہ قائل ہے کہ آقا غلام کی اور غلام آقا کی زکوٰۃ لے سکتا ہے بشرطیکہ محتاج نہ ہو۔ خارجیوں کا ایک فرقہ طفیریہ ہے جس کی ایک شاخ حقیصیہ ہے اس کا عقیدہ ہے کہ جو شخص اللہ کو پہچانتا ہو، اس کا اقرار کرتا ہو وہ شرک سے پاک ہو جاتا ہے، خواہ وہ رسول کا، جنت کا، دوزخ کا سب کا منکر ہو اور تمام جرائم کا مرتکب ہو، قائل ہو، زنا کو حلال جانتا ہو، مشرک صرف وہ ہے جو اللہ کو نہ پہچانے اور اس کا انکار کرے، اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کی آیت میں جو لفظ حیوان آیا ہے اس سے مراد حضرت علیؑ اور ان کا گروہ ہے اور اصحابہؓ یٰٰذِیْ عُوْنِہٖ اِلٰی الٰہِی اِثْنًا سے مراد اہل بہردان ہیں (یعنی خارجی ہیں) خارجیوں کا ایک فرقہ اباضیہ ہے جس کا خیال ہے کہ تمام فرائض الہیہ ایمان ہیں، گناہ کبیرہ کفرانِ نعمت ہے کفر نہیں ہے۔

﴿ کھوارج کا فرقہ بہنسیہ الیٰٰ بعض سے منسوب ہے، یہ فرقہ اس امر کا مدعی ہے کہ جب تک آدمی اللہ کے ہر حلال اور حرام کے حکم سے تفصیلی طور پر واقف نہ ہو مسلمان نہیں ہوتا، اسی گروہ کے کچھ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اگر کسی نے کوئی فعل حرام کیا تو اس کو اس وقت تک کافر نہیں کہا جاسکتا جب تک اس کا معاملہ حاکم کے سامنے پیش نہ کر دیا جائے اور وہ اس پر حد شرعی جاری نہ کرے۔ شرعی سزا جاری ہونے کے بعد اس کو کافر قرار دیا جائے گا۔

﴿ خارجیوں کا ایک اور گروہ شراخیہ ہے یہ عبد اللہ بن شمر اخ سے منسوب ہے، اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ مانباہ کو قتل کر دینا حلال ہے۔ ابن شمر اخ نے جب دارالتقیہ (خوارج کا مرکزی مقام) میں اس عقیدہ کا دعویٰ کیا تو تمام خارجی اس سے الگ ہو گئے۔

﴿ خارجیوں کا ایک فرقہ بدعیہ بھی ہے جس کا عقیدہ ارازقہ جیسا ہے، یہ لوگ ارازقہ سے صرف اتنی بات میں الگ اور منفرد ہیں کہ ان کے عقیدے کی بنا پر دو وقت کی نماز فرض ہے یعنی دو رکعت صبح کی اور دو رکعت شام کی۔ وہ کہتے

ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفًا فِي النِّهَارِ اَزَقَمَہ کی طرح کافروں کی عورتوں کو قید کرنا اور ان کے بچوں کو قتل کرنا ان کے عقیدے میں جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لَا تَنْزِلْ عَلٰی الْاَرْضِ مِنْ الْاَكَاخِرِ نَبِيًّا سَرًّا
فرقہ نجدات کے علاوہ تمام خارجی بالاتفاق گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر کہتے ہیں، ابو موسیٰ اشعریؓ اور عمر ابن العاصؓ کی تحکیم پر

رضا مندی کے باعث حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بھی تکفیر کرتے ہیں۔
شیعہ فرقہ مختلف ناموں سے موسوم ہے، اس کو رافضی، غالبیہ، شیعہ، طیارہ بھی کہتے ہیں، اس فرقہ کو شیعہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں اور آپ کو تمام صحابہ کرام سے افضل مانتے

ہیں۔ رافضی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ انھوں نے اکثر صحابہؓ (کرام) کو چھوڑ دیا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ (رضی اللہ عنہما) کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا۔ بعض لوگوں نے رافضی کی وجہ تسمیہ یہ بتائی ہے کہ جب زید بن علیؓ (حضرت زین العابدینؓ) نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے موذت کا اظہار کیا اور دونوں بزرگوں کی دوستی کا اعتراف کیا تو ان لوگوں (رافضیوں) نے حضرت زید بن علیؓ کو چھوڑ دیا۔ حضرت زیدؓ نے فرمایا ان لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا اس لئے ان کو رافضی کہا جائے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شیعوہ ہوتا ہے جو حضرت عثمان غنیؓ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل نہ قرار دے یعنی رافضی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنیؓ رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دیتا ہے۔

رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دیا ہے۔
 شیعہ کا ایک فرقہ قطعیت ہے، اس نے موسیٰ بن جعفر کی موت پر قطعی اجماع کر لیا ہے، ایک فرقہ غالیہ ہے، یہ گروہ...
 حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت زیادہ غلو کرتا ہے، نازیبا باتیں کہتا ہے۔ حضرت علی کے اندر ربوبیت اور نبوت کی
 صفات کو تسلیم کرتا ہے۔ ہشام بن حکم، علی بن منصور، حسین بن سعید، فضل بن شاذان، ابو عیسیٰ وراق، ابن راوندی، یحییٰ
 اس فرقے کے مذہبی مصنفین ہیں (اس فرقے کے لئے مذہبی کتابیں لکھی ہیں) اس فرقے کی بیشتر آبادی قم، کاشان، بلاد ایریں
 اور کوفہ میں ہے۔

اور کوفہ میں ہے۔

رافضیوں کے اصل تین گروہ ہیں غالبہ، زیدیہ اور رافضہ، غالبہ کے بارہ فرقے ہو گئے جو اس طرح ہیں۔

رافضیوں کے فرقے [بنائیت، طیارہ، منصورہ، مغیریہ، خطابہ، عمریہ، ابن زعلیہ، مفضلہ، متاسخ، تریعیہ، بختیہ، مفوضہ]

فرقہ زیدیہ کی یہ چھ شاخیں ہو گئیں۔ جاروہ، سلیمانہ، بتریہ، لغیمہ، یعقوبہ، تناسخ۔ دوبارہ دنیا میں واپس آئے

کافل، یعنی تناسخ کا۔

رافضیہ کے چودھا گروہ ہیں۔ قطعیہ، یکسانہ، کہلبیہ، عمیریہ، محمدیہ، حسینیہ، ناصبیہ، اسماعیلیہ، قرامضیہ، مبارکیہ، شمیٹہ، عمادیہ، مطوریہ، موسویہ، امامیہ۔

۱۔ دن کے دونوں اطراف (صبح و شام) میں نماز قائم کرو۔ ۲۔ روئے زمین پر کسی کافر کو باقی نہ چھوڑو (۱)۔

۳۔ حضرت مصنف پیران پیر کے مبارک دور میں ان کی تعداد ان شہروں میں ایسی ہی تھی جیسا کہ ارشاد فرمایا۔ ۴۔ یہ تعداد پندرہ ہوتی ہے۔

۵۔ حضرت مصنف نے چودھائی بتائی ہے غالباً آپ نے آئیمہ کو پہلے بیان فرمایا ہے اور دوبارہ شمار نہیں فرمایا۔ اصل عبارت یہ ہے: ”واما الراضیہ“ فالایح عشرۃ فرقتہ التي تفتت عنہا“

رافضیوں کے تمام گروہ اور فرقے اس امر پر متفق ہیں کہ خلافت کا ثبوت عقلی ہے (اجماعی نہیں ہے بلکہ نص کا محتاج ہے) تمام امام ہر غلطی سبیاں اور خطا سے پاک ہیں۔ بمنفصلوں کی امامت افضل کی موجودگی میں جائز نہیں (صحیح قول وہی ہے جب ہم

خلفائے کرام کے ذکر میں پہلے بیان کر چکے ہیں۔

حضرت علیؓ کو تمام صحابہ پر ترجیح دینے میں بھی یہ سب متفق ہیں انکا دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علیؓ کی خلافت منصوص ہے اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ کرام سے تبرا کرتے ہیں (بیزاری کا اظہار) صرف زیدیہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ (وہ اس بات کے مخالف ہیں)۔

تمام رافضی اس بات پر بھی متفق ہیں کہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی خلافت نہ دینے کے باعث (ان سے بیعت خلافت نہ کرنے کے سبب سے) سوائے چھ آدمیوں کے تمام صحابی مرتد ہو گئے۔ وہ چھ افراد یہ ہیں۔ حضرت علیؓ، حضرت عمارؓ، حضرت مقداد بن اسودؓ، حضرت سلمان فارسیؓ اور دو اور آدمی۔ اس فرقہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ خوف کی حالت میں امام یہ کہہ سکتا ہے کہ میں امام نہیں ہوں، ان کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ کسی چیز کے موجود ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم نہیں ہوتا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یوم حساب سے قبل مرنے دنیا میں دوبارہ لوٹ آئیں گے مگر رافضیوں کا فرقہ غالبہ اس کا قائل نہیں وہ حساب کتاب اور حشر کا بھی منکر ہے۔

رافضیوں کے تمام فرقوں کا عقیدہ ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہو چکا یا آئندہ ہو کچھ ہو گا امام کو ان سب کا علم ہوتا ہے (خواہ وہ دینی چیز ہو یا دنیوی) یہاں تک کہ زمین پر جس قدر رخت ریزے ہیں اور بارش کے جتنے قطرے زمین پر گرتے ہیں ان کا بھی اسے علم ہوتا ہے اور ان کا شمار جانتا ہے اسی طرح امام درخت کی پٹیوں کی تعداد سے بھی واقف ہوتا ہے؛ انبیاء علیہم السلام کی طرح آئندہ کے ہاتھوں سے بھی معجزات ظاہر ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض کا یہ خیال ہے کہ جن لوگوں نے حضرت علیؓ (کرم اللہ وجہہ) سے جنگ کی وہ کافر ہو گئے۔ اسی طرح کے ان کے اور بھی بہت سے عقائد و اقوال ہیں۔

غالبہ گروہ (جو رافضیوں سے الگ ہے) کو یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت علیؓ تمام انبیاء سے افضل ہیں، وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ دوسرے صحابہ کی طرح زمین میں دفن نہیں ہوئے بلکہ وہ ابر میں ہیں، وہ وہیں سے اللہ کے دشمنوں سے جنگ لیتے اور آخر زمانہ میں پھر آئیں گے اور دشمنوں کو قتل کرینگے۔ حضرت علیؓ اور دوسرے تمام آئمہ فوت نہیں ہوئے ہیں بلکہ یہ سب قیامت تک زندہ رہیں گے، ان کی طرف موت کو راستہ نہیں ملے گا (ان کو موت نہیں آئے گی) غالبہ فرقہ کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ علیؓ بنی ہیں، جبریل نے وحی کے پہنچانے میں غلطی کی، یہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ علیؓ اللہ تھے۔ اللہ اور اس کی مخلوق کی قیامت تک ان پر لعنت ہو۔ اللہ ان کی بستیوں کو اجاڑ اور دیران کر دے، ان کی کھیتیاں برباد کر دے اور زمین پر ان کی کوئی بستی باقی نہ چھوڑے۔ انھوں نے غلو کی حد کر دی اور کفر بڑھ گئے، اسلام کو ترک کر دیا، ایمان سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اللہ اس کے انبیاء اور مسلمان کے منکر ہو گئے ہم ایسے اقوال اختیار کرنے والوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

فرقہ غالبہ کی ایک شاخ بنائینہ ہے، یہ گروہ عثمان بن عفان سے منسوب ہے، ان کی تہمت تراشیوں اور لغو باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی طرح ہے۔ یہ جھوٹے ہیں اللہ تعالیٰ اس تشبیہ سے منفرہ اور پاک ہے۔ اس نے خود منہ پایا ہے کہ میں تشبیہ لائق نہیں ہوں۔ (اس جیسی کوئی شے نہیں)۔

غالیہ فرقہ ہی کی ایک شاخ طیارہ ہے یہ فرقہ عبد اللہ بن معاذ بن عبد اللہ بن جعفر طیار سے منسوب ہے یہ تنازع طیارہ کے قاتل ہیں اور کہتے ہیں کہ آدم کی روح اللہ کی روح بھی جو آدم کے اندر حلول کر گئی تھی۔ اسی گروہ کے بعض لوگ

یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد آدمی کی روح جب دوبارہ دنیا میں آتی ہے تو سب سے پہلے بکری کے بچے کے جون میں آتی ہے پھر اس کے بعد اس سے بھی زیادہ حقیر جون میں آتی ہے اور پھر حقیر سے حقیر تر قابلوں میں دورہ کرتی رہتی ہے یہاں تک کہ گندگی اور نجاست کے کڑوں میں جنم لیتی ہے، جون بدلنے کی یہ آخری حد ہے، اس گروہ کے بعض لوگ تو یہاں تک عقیدہ رکھتے ہیں کہ گنہگاروں کی رو میں لوہے، کیچڑ اور کچے برتنوں کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور پھر وہ اپنے گناہوں کی سزا اس طرح پاتی ہیں کہ آگ میں جلائی جاتی ہیں، کوٹا پٹیا جاتا ہے، گلایا جاتا ہے، اس طرح ذلیل و خوار ہونے کے لئے ان پر جسمانی عذاب ہونا رہتا ہے۔

یہ فرقہ مغیرہ بن سعد کی طرف منسوب ہے اس فرقہ کے سربراہ (مغیرہ) نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اس کا قول تھا کہ اللہ لڑے لیکن انسانی شکل میں، اس نے یہ بھی دعویٰ کیا تھا کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔

فرقہ منصورہ، ابو منصور سے نسبت رکھتا ہے، ابو منصور کا دعویٰ تھا کہ مجھے آسمانی معراج ہوئی تھی اور پروردگار نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا تھا، اس کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ اول ترین مخلوق تھے، پھر اس کے بعد حضرت علی کی پیدائش

ہوئی، اللہ کے پیغمبروں کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا، جنت، دوزخ کی کچھ حقیقت نہیں ہے، اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ جو شخص ہمارے چالیس مخالفین کو قتل کر دے گا وہ جنتی ہوگا۔ لوگوں کا مال لوٹنا ان کے نزدیک مباح ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جبریل نے نبوت کے پہنچانے میں غلطی کر دی، اس فرقہ کا یہ کفر اتنا عظیم ہے کہ اس کے برابر کوئی اور کفر نہیں ہے۔

یہ فرقہ ابی خطاب سے منسوب ہے اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ امام نبی اور امین ہے۔ ہر زمانے میں دو پیغمبر ضرور ہوتے ہیں، ایک ناطق ہوتا ہے اور ایک خاموش رہتا ہے۔ چنانچہ حضرت محمد مصطفیٰ پیغمبر ناطق تھے اور حضرت علی خاموش پیغمبر تھے۔

معرکہ کا بھی عقیدہ وہی ہے جو خطاب کا ہے، خطاب سے یہ اس امر میں بڑھ کر ہیں کہ یہ نماز کے بھی تارک ہیں۔

بزرگیہ فرقہ بزیع سے منسوب ہے، اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت جعفر اللہ ہیں، اللہ اسی شکل و صورت میں دکھائی دیتا ہے، یہ گروہ کہتا ہے کہ ہمارے پاس بھی وحی آتی ہے اور ہم کو عالم فرشتگان (عالم ملکوت)

کی طرف اٹھایا جاتا ہے، ان کی یہ افترا پردازی، دروغ بانی اور نہت تراشی کتنی عظیم ہے۔ اللہ ان کو اسفل السافلیین میں ہادہ کے اندر پھینک دے۔

مفضلیہ فرقہ مفصل صیرفی سے منسوب ہے، یہ فرقہ بھی جھوٹی رسالت اور نبوت کے داعی ہیں اماموں کے متعلق ان کے اقوال بھی وہی ہیں جو مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے بارے میں عیسائیوں کی ہیں۔

شرعیہ فرقہ شریع (نامی شخص) سے منسوب ہے، اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ ہستیوں میں حلول کیا تھا۔ نبی علیہ السلام۔ علی۔ عباس۔ جعفر اور عقیل (رضی اللہ عنہم)

فرقہ سبائیہ عبد اللہ بن سبا سے منسوب ہے، اس فرقہ کا دعویٰ ہے کہ علی (رضی اللہ عنہ) نے وفات نہیں پائی ہے، قیامت سے پہلے دنیا میں واپس آئیں گے مشہور شاعر سید حمیری اسی فرقہ میں سے تھا۔

مُفَوَّضِیۃ فرقہ مفوضیۃ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کا انتظام اماموں کے سپرد فرما دیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو پیدا نہیں کیا بلکہ ہر چیز تخلیق اور اس کے انتظام کی قدرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تفویض فرمادی تھی۔ حضرت علیؓ کے بارے میں بھی ان کا یہی خیال ہے ان میں سے بعض لوگ جب ابراہیم کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں علیؓ اس میں ہیں اور ان پر سلام بھیجتے ہیں۔

زیدِ سید اس فرقہ کا نام زید یہ اس مناسبت سے رکھا گیا کہ یہ لوگ زید بن علیؓ کے اس قول کی طرف راغب تھے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ سے تو لا درست ہے۔

بحارِ ودیہ فرقہ بحارِ ودیہ کی نسبت ابوالجاء رد سے ہے، اس گروہ کا خیال ہے کہ حضرت علیؓ رسول اللہ کے وصی تھے اور وہی خلیفہ اول تھے ان کا قول تھا کہ رسول اللہ نے حضرت علیؓ کے صفات کی (اپنے خلیفہ کے سلسلہ میں) صحت کردی تھی لیکن نام کا تعین نہیں فرمایا تھا۔ یہ لوگ امامت منصوص کا سلسلہ حضرت امام حسینؓ تک چلاتے ہیں اس کے بعد خلافت کے شورائی ہونے کے قائل ہیں۔

سلیمان بنہ یہ فرقہ سلیمان بن کثیر کی طرف منسوب ہے، زرفان کا قول ہے کہ اس فرقہ کا گمان ہے کہ امام حضرت علیؓ تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی بیعت غلط ہوئی۔ یہ دونوں حضرت علیؓ سے بیعت کے مستحق تھے اور امت نے امرِ صالح کو چھوڑ دیا۔

بترِ یہ یہ فرقہ ابتر نامی شخص کی طرف منسوب ہے، ابتر کا اصل نام نواء تھا لیکن ابتر کے نام سے مشہور تھا، اس گروہ کا خیال ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی بیعت غلط نہیں ہوئی کیونکہ حضرت علیؓ نے خلافت کو چھوڑ دیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے معاملہ میں یہ لوگ توقف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ان سے بیعت کی گئی تو حضرت علیؓ امام تھے۔

لغیمیہ فرقہ لغیمیہ لغیم بن بمان کی طرف منسوب ہے، اس فرقہ کا عقیدہ بھی ابتر یہ کی طرح ہے لیکن فتنہ یہ ہے کہ یہ حضرت عثمانؓ سے تبرا کرتے ہیں اور آپ کو (معاذ اللہ) کافر کہتے ہیں۔

یعقوبیہ یہ فرقہ یعقوب کی طرف منسوب ہے۔ یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی امامت کے قائل تھے اور رجعت کا انکار کرتے ہیں۔ اس گروہ کے بعض لوگ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہما سے تبرا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قائل ہیں۔

← رافضیوں کے مختلف فرقے

← رافضیوں کے شاخ در شاخ چودہ فرقے ہو گئے۔

لہ رجعت سے مراد اول بیعت نہ کرنا اس کے بعد پھر انکار سے ہٹ کر بیعت کی طرف رجوع ہو جانا ہے۔
نہ رافضیوں کے اہل تین گروہوں میں سے ایک گروہ خالیہ کے مختلف فرقے تفصیل سے ان کے عقائد کے ساتھ بیان کر دیئے گئے، اب دوسرے اہل فرقے کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

چونکہ قطعیہ فرقے کے پیروؤں کو حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی موت کا قطعی یقین تھا اسی لئے اس کو قطعہ کہا جاتا ہے، یہ لوگ امامت کا سلسلہ محمد بن حنفیہ تک لیجاتے ہیں اور آپ ہی کو قائم منتظر مانتے ہیں۔

قطعیہ

اس فرقہ کی نسبت کیسان کی طرف ہے یہ محمد بن حنفیہ کی امامت کے قائل تھے کیونکہ مبصرہ میں علم آپ ہی کو دیا گیا تھا۔

کیسانیہ

کریبیہ :- یہ لوگ ابن کریب ضرر کے ساتھی تھے۔ (اس لئے ان کو کربہ کہا گیا ہے)۔

عمیرہ :- اس فرقہ کے لوگ عمر کے ساتھی تھے اور جب انھوں نے ہمدی پر خردج کیا تو عمر ہی ان کا امام تھا۔

محمدیہ :- یہ گروہ اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسینؑ امام قائم ہیں اور امام قائم نے تمام بنی ہاشم کو چھوڑ کر اپنا وصی ابومصور کو بنایا تھا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اور حضرت ہارون (علیہما السلام) کی

محمدیہ

اولاد کو چھوڑ کر یوشع بن لون کو اپنا وصی بنایا تھا۔ اس لئے ابومصور کے اس گروہ کا خیال ہے کہ ابومصور نے اپنے بیٹے حسین کو اپنا وصی بنایا تھا، اس لئے ابومصور کے

حسینیہ

بعد حسین ہی امام ہوئے۔ یہ فرقہ نادس بصری کی طرف منسوب ہے وہی اس گروہ کا سردار تھا۔ یہ لوگ جعفرؑ کی امامت کے اور ان کے زندہ ہونے کے قائل ہیں۔ اور کہتے ہیں وہی قائم اور ہمدی ہیں۔

ناوسیہ

اسماعیلیہ کہتے ہیں کہ جعفرؑ کا انتقال ہو گیا ان کے بعد اسماعیل امام ہوئے۔ یہی بادشاہ ہنیکے امام منتظر وہی ہیں۔

اسماعیلیہ

یہ فرقہ سلسلہ امامت کو جعفر تک چلاتے ہیں اور اس کے قائل ہیں کہ امام جعفرؑ نے محمد بن اسماعیل کی امت کی مراحت کی تھی، محمد زندہ ہیں پس وہی امام ہمدی ہیں۔

قرامضیہ

مبارکیہ :- یہ مبارک نامی شخص سے منسوب ہے جو ان لوگوں کا سردار تھا، ان کا عقیدہ ہے کہ محمد بن اسماعیل زندہ نہیں، وفات پا چکے ہیں لیکن ان کے بعد ان کی اولاد میں امامت جاری ہے۔

مبارکیہ

یہ فرقہ یحییٰ بن شعیب سے منسوب ہے جو ان کا سردار تھا۔ ان کا عقیدہ ہے حضرت جعفرؑ امام ہیں ان کے بعد امامت ان کے بیٹے پوتوں میں جاری و ساری ہے۔

شمیطیہ

یہ فرقہ افطیہ بھی کہلاتا ہے ان کا عقیدہ ہے کہ امام جعفرؑ کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ امام ہیں، عبداللہ کے پاؤں بہت لمبے اور موٹے تھے، اس گروہ کی تعداد بہت زیادہ ہوئی۔

مغمریہ

اس فرقہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے یونس بن عبدالرحمن سے مناظرہ کیا (ان کا فرقہ قطعیہ سے تعلق تھا) یونس نے ان کے باپے میں کہا کہ تم لوگ کلاب مطمویہ سے بھی زیادہ گندے ہو۔ اسی وجہ سے اس فرقہ کا نام مطمویہ

مطمویہ

پڑ گیا۔ اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ موسیٰ بن جعفرؑ زندہ ہیں، نہ مرے ہیں نہ مرنے والے ہیں۔ اس فرقہ کو واقعہ بھی کہتے

لے کلاب مطمویہ، بارش میں بھیجے ہوئے کتے۔

ہیں کیونکہ یہ لوگ سلسلہ امامت میں موسیٰ بن جعفر پر ٹھہر جاتے ہیں

یہ لوگ سلسلہ امامت میں موسیٰ بن جعفر پر رک جاتے ہیں اس وجہ سے موسویہ سے ملقب ہیں لیکن (مطہویہ) موسویہ برعکس یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو معلوم نہیں کہ موسیٰ زندہ ہیں یا مر گئے اگر کسی دوسرے کی امامت صحیح در درست ہو تو لوگ اس کو نافذ کرتے۔

یہ فرقہ سلسلہ امامت کو محمد بن حسن کی طرف چلاتا ہے اور ان کو امام قائم منظر (مہدی) تسلیم کرتا ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ امام قائم ظاہر ہو کر زمین کو عدل سے بھر دینگے جس طرح اب وہ ظلم سے بھر پور ہے۔

یہ فرقہ زرارہ نامی شخص کے ساتھیوں کا ہے جو عقیدہ معمریہ کا تھا وہی ان کا ہے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زرارہ نے معمریہ کی مخالفت ترک کر دی تھی جس کا باعث یہ ہوا کہ عبداللہ بن جعفر سے کچھ مسائل دریافت کئے گئے

عبداللہ ان کا جواب نہ دے سکے تو لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا اور موسیٰ بن جعفر کی طرف رجوع کیا۔

رافضیوں کے اقوال (باطلہ)

رافضیوں کے اقوال یہودیوں سے مشابہت رکھتے ہیں، شعبی کہتے ہیں کہ رافضیوں کی محبت یہودیوں کی محبت ہے یہودی

اس بات کے قائل ہیں کہ امامت حضرت داؤد (علیہ السلام) کی اولاد کے علاوہ کسی دوسرے کیلئے درست نہیں اسی طرح رافضی

کہتے ہیں کہ امامت حضرت علیؑ کی اولاد کے علاوہ کسی اور کی صحیح نہیں ہے۔ یہودی اس بات کے قائل ہیں کہ جب مسیح و جال

خروج کرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر رسی پڑے گا کہ اترینگے اس وقت جہاد ہوگا اس سے پہلے جہاد نہیں

ہو سکتا۔ رافضی بھی کہتے ہیں کہ جب تک مہدی برآمد نہیں ہوں گے اور ایک منادی آسمان کی طرف سے نداء کرے گا اس

وقت تک جہاد نہیں ہو سکتا۔ یہودی مغرب کی نماز اتنی تاخیر سے پڑھتے ہیں کہ آسمان پر ستاروں کا اجتماع ایک جال

کی شکل میں نظر آنے لگے (اکافی سیاہی نہ پھیل جائے) رافضی بھی مغرب کی نماز میں اسی قدر تاخیر کرتے ہیں۔ یہودی قبلہ

کی طرف سے کچھ پھرے ہوئے نماز میں ہوتے ہیں۔ رافضی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہودی فجر کی نماز صبح کے خوب روشن

ہو جانے کے بعد ادا کرتے ہیں۔ رافضی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہودی نماز میں کپڑے لٹکائے رہتے ہیں۔ رافضیوں کی بھی

یہی حالت ہے۔ یہودی ہر مسلمان کے خون کو حلال سمجھتے ہیں۔ رافضی بھی یہی خیال کرتے ہیں۔ یہودی عورتوں کی عدت کے

قائل نہیں ہیں، رافضی بھی اسکے قائل نہیں ہیں۔ یہودی تین طلاؤں کو بے معنی سمجھتے ہیں، رافضیوں کا بھی یہی حال ہے۔

یہودیوں نے تورات میں تحریف کی ہے۔ رافضیوں نے قرآن میں تحریف کی۔ رافضی کہتے ہیں قرآن پاک میں تغیر و تبدل کر دیا گیا ہے

لے موسویہ تک چودھا فرقے ہو گئے صاحب غنیہ نے آغاز میں فرمایا تھا ”وَأَمَّا الرَّافِضِيَّةُ فَلَا رِبَاعَ عَشْرًا فَرَقَهُ الْبَنِي لَفَرَعَتِ

عنها“ الخ لیکن چودھا فرقے موسویہ پر ختم ہو جاتے ہیں لیکن صاحب غنیہ نے اس کے بعد دو فرقے اور بیان فرمائے ہیں۔ ایک امامیہ

دوسرا فرقہ زرارہ، اس طرح کل فرقے اس شاخ کے سولہ ہوئے نہ کہ چودھا۔

ترکیب ترتیب میں آٹھ پھیر کر دیائی ہے، نزول کی ترتیب باقی نہیں ہے اور قرآن میں کئی دہشتی کر دی گئی ہے، قرآن کی قرأت ایسے طریقوں سے کی گئی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔

یہودی جبریل (علیہ السلام) سے بغض رکھتے ہیں اور کہتے ہیں وہ ہمارے دشمن ہیں، رافضیوں کا ایک گروہ بھی اس کا قائل ہے کہ جبریل نے وحی پہنچانے میں غلطی کی، علیؑ کے بجائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی پہنچادی، اللہ نے ان کو وحی پر علیؑ کے پاس بھیجا تھا۔ اللہ کرے یہ ہمیشہ تباہ اور غارت رہیں۔

مرجئہ کے فرقے

مرجئہ کے ۱۲ فرقے یہ ہیں۔

جہمیہ۔ صالحیہ۔ شمریہ۔ یونسیہ۔ یونانیہ۔ سجائیہ۔ غیلانیہ۔ شبیتیہ۔ حنفیہ۔ معاویہ۔ مرثیہ اور کرامیہ۔

مرجئہ کی وجہ تسمیہ ہے کہ اس فرقہ کے خیال میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل خواہ کتنے ہی گناہ کرے مگر وہ دوزخ میں نہیں جائے گا، ایمان قول کا نام ہے عمل کا نہیں، اعمال احکام ہیں، ایمان صرف قول ہے، لوگوں کے ایمانوں میں باہم کمی بیشی نہیں ہوتی۔ پس عام آدمیوں کا ایمان، انبیاء کا ایمان اور ملائکہ کا ایمان ایک ہی ہے اس میں نہ کوئی زیادہ ہے نہ کوئی کم۔

اٹھارہ ایمان کے ساتھ انشاء اللہ نہیں کہنا چاہیے۔ بلکہ یقین کے ساتھ ایمان کا دعویٰ کیا جائے اور کہا جائے میں یقیناً مومن ہوں۔ اس طرح نہ کہے میں انشاء اللہ مومن ہوں، جو شخص زبان سے ضروریات دین کا اقرار کرے اور عمل نہ کرے جب بھی وہ مومن ہے۔

جہمیہ فرقہ جہم بن صفوان سے منسوب ہے۔ جہم کا قول ہے کہ اللہ کو، اللہ کے رسول کو اور ان چیزوں کو جو اللہ کی طرف سے آئی ہیں صرف جاننے اور ماننے کا نام ایمان ہے۔ اس فرقہ کا دعویٰ تھا کہ قرآن مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کلام نہیں کیا، اللہ تو کلام کرتا ہی نہیں ہے نہ اس کو دیکھا جاسکتا ہے اور نہ اس کی جگہ جانی جاسکتی ہے اس کے لئے نہ عرش ہے نہ کرسی اور نہ وہ عرش پر ہے۔ انھوں نے نامہ اعمال تولے جانے اور عذاب قبر اور جنت و دوزخ کے پہلا ہو جانے کا انکار کیا ہے، ان کا دعویٰ ہے کہ جب وہ دلوں پیدا ہونگے تو فنا ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے کلام نہیں فرمائے گا اور نہ روز قیامت ان کی طرف نظر کرے گا اور نہ اہل جنت اللہ تعالیٰ کی طرف نظر اٹھائیں گے اور نہ اس کا دیدار جنت میں ہوگا۔ ایمان صرف اعتراف قلب کا نام ہے نہ کہ زبان سے اقرار کرنے کا۔ اس گروہ نے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات سے انکار کیا ہے۔

اس فرقہ کا یہ نام اس وجہ سے پڑا کہ یہ لوگ خود کو ابوالحسن صالحی کے مذہب کا پیرو کہتے ہیں، ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ معرفت کا نام ایمان اور جہالت کا نام کفر ہے اور یہ کہ جس نے ثلاثہ (یعنی تین میں سے ایک)

تیسرا خدا کہا سو یہ کہنا کفر نہیں ہے مگر ایسی بات وہی کہے گا جو کافر ہو اگرچہ وہ ظاہر نہ کرے اور یہ کہ ایمان کے سوا کوئی اور عبادت نہیں ہے۔

یونانیہ یہ فرقہ یونیس بری سے منسوب ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ معرفت اور اللہ تعالیٰ سے محبت اور خضوع و خشوع کا نام ایمان ہے جس نے ان باتوں میں سے ایک بات بھی ترک کر دی وہ کافر ہو گیا۔

شمریہ یہ فرقہ ابو شمر کی طرف منسوب ہے اس گروہ کا خیال ہے کہ ایمان، معرفت، خضوع و خشوع اور محبت کے ساتھ ساتھ زبان سے یہ اقرار کرنا بھی ہے کہ خدا کے مثل کوئی نہیں ہے۔ ان سب باتوں کے مجموعہ کا نام ایمان ہے، ابو شمر نے کہا ہے کہ جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا ہے اس کو مطلقاً فاسق نہیں کہہ سکتا بلکہ اتنا کہہ سکتا ہے کہ وہ فاسق عمل سے فاسق ہے۔

یونانیہ یہ فرقہ یونان سے منسوب ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ معرفت اور اللہ اور رسول کا اقرار اور جسے عقل جائز نہیں سمجھتی اس کام کو نہ کرنا کہ خدا اس کو معاف نہیں کرتا ان سب کے مجموعہ کا نام ایمان ہے۔

نحاریہ فرقہ نحاریہ حسن بن محمد بن عبد اللہ بخاری سے منسوب ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کی معرفت اور اس کے متفق علیہ فرائض اور اس کے ساتھ خضوع و خشوع اور زبان کے ساتھ اقرار کرنے کا نام ایمان ہے، پس جو شخص ان میں سے کسی بات سے ناواقف ہے اور اس پر حجت قائم ہو جائے اور وہ اس کا اقرار نہ کرے تو وہ کافر ہے۔

غیلانیہ یہ فرقہ غیلان سے منسوب ہے اور یہ شمریہ کا ہم خیال ہے اس کا عقیدہ ہے کہ اشیاء کے حادث سے آگاہ ہونا ایمان کے لئے ضروری ہے۔ اور لوحید کا علم ہی صرف زبانی اقرار ہے، قلبی شہادت ضروری نہیں۔ زرقان کا قول ہے کہ غیلان نے کہا ہے کہ زبانی اقرار کا نام ہی ایمان ہے اور یہی تصدیق ہے۔

شبیہیہ یہ فرقہ محمد بن شبیب سے منسوب ہے، انکے سامعہی اس کے قائل ہیں کہ اللہ کا اقرار کرنا، اللہ کی وحدانیت کو پہچاننا اور اللہ کی ذات کی ہر شبیہ سے نفی کرنا یعنی لینن کبشہ شئی ایمان ہے۔ محمد کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ ابلیس میرا ایمان تھا لیکن وہ اپنے عذر اور تکبر کے باعث کافر ہو گیا۔

حنفیہ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کے بعض اُن پیروؤں اور ساتھیوں کو حنفیہ مرجعہ کہا جاتا ہے جن کا عقیدہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے پیغمبروں کو پہچانے اور ان تمام چیزوں کا اقرار کرنے کا جو اللہ کی طرف سے آئی ہیں، اس کا نام ایمان ہے۔ برہوتی نے اپنی کتاب الشجرہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

مسافر یہ فرقہ معاذ موسیٰ کی طرف منسوب ہے، معاذ کہتا تھا کہ جس نے اللہ کی طاعت ترک کر دی اس کو فاسق نہیں

مرجعہ حنفیہ کا اہلسنت والجماعت کے حنفی فرقہ سے کوئی تعلق نہیں کہ یہ فرقہ صرف فروع میں امام ابو حنیفہ کا مقلد ہے اصول میں نہیں، ظاہر ہے اصول میں مقلد ہونا اور فروع میں ہونا تقلید نہیں ہے پس ان کو حنفیہ کس طرح کہا جاسکتا ہے، وہ تو ایک فرقہ ہوا جو حنفیہ سے کٹ کر الگ ہو گیا، خود حضرت صاحب غنیہ فرماتے ہیں۔ داما الحنفیہ منقسم بعض اصحاب ابی حنیفہ، نعمان بن ثابت، پس حنفی اہل سنت سے اس گروہ کے عقائد کا تسوعی اتفاق ہے اور اصولی اختلاف۔ (مترجم)

کھا جائے گا بلکہ کہا جائے گا کہ اس شخص نے فسق کیا ہے، فاسق نہ اللہ کا دوست ہوتا ہے نہ دشمن۔

مرئیتہ: یہ فرقہ بشرِ مرئسی کا ہے، اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ ایمان تصدیق کا نام ہے، اور تصدیق دل اور زبان دونوں سے ہوتی ہے، ابنِ راوندی کا بھی یہی مسلک تھا اس کا قول تھا کہ سورج کو سجدہ کرنا کفر نہیں ہے بلکہ ایک علامت کفر ہے۔

یہ فرقہ ابو عبد اللہ بن کرم سے منسوب ہے اس کا عقیدہ ہے کہ زبانی اقرار ہی ایمان ہے، قلب کی تصدیق اس کے لئے ضروری نہیں، منافق حقیقت میں مومن تھے۔ قدرت فعل کو یہ وجود فعل سے مقدم جانتے ہیں خواہ قدرت فعل

ذوق فعل کے ساتھ مقصود و معاون ہو۔ اس کے برخلاف اہل سنت کہتے ہیں قدرت فعل ذوق فعل کے ساتھ ہے اور بغیر شرط کے اس کو مقدم کہنا جائز نہیں۔ ان کی کتابیں ابو الحسن صاحبی، ابنِ راوندی، محمد بن بشیب اور حمین بن محمد بخاری نے تصنیف کی ہیں۔ اس فرقہ کے ماننے والے زیادہ تر مشرق میں اور خراسان میں آباد ہیں۔

معتزلہ یا قدریہ کے اقوال

معتزلہ کی وجہ تسمیہ

۱۔ معتزلہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ لوگ حق سے کنارہ کش ہو گئے تھے (اعتزال کنارہ کش ہو جانے کو کہتے ہیں) دوسرے یہ کہ

۲۔ یہ لوگ مسلمانوں کے اقوال سے الگ تھلک ہو گئے تھے یعنی مسلمانوں میں گناہ کبیرہ کے مرتکب کے بارے میں اختلاف

تھا، بعض کہتے تھے کہ مرتکب گناہ کبیرہ مومن ہے۔ کیونکہ اس میں ایمان موجود ہے، بعض کہتے ہیں کہ وہ کافر ہو گیا۔

واہل بن عطاء نے قیسا قول ایجاد کیا اور کہا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مومن ہے نہ کافر، اس قول کی بنا پر وہ سب مسلمانوں سے

الگ ہو گیا اور اہل ایمان سے کنارہ کش ہو گیا اس وجہ سے ان کو معتزلہ کہا جانے لگا۔ ۷۷۷

۳۔ معتزلہ کہنے کی یہ وجہ بھی بتائی گئی ہے کہ یہ لوگ حضرت حسن بصری کی مجلس سے الگ ہو گئے تھے جب حسن بصریؒ

کا ان کی طرف گزر ہوا تو انھوں نے فرمایا یہ لوگ معتزلہ (الگ ہو جانے والے) ہیں۔ اس وقت یہ لوگ عمرو بن عبیدہ کی پیروی

کرتے تھے۔ حسن بصریؒ نے جب عمرو بن عبیدہ پر عتاب کیا تو لوگوں نے حسن بصریؒ کے اس غصہ پر آب کو ٹوکا، آپؒ نے فرمایا

کیا تم ایسے شخص کے سلسلہ میں مجھ سے بگڑتے ہو۔ جیل کو میں نے خود خواب میں سورج کو سجدہ کرتے دیکھا تھا۔

۴۔ معتزلہ کو قدریہ بھی کہتے ہیں، قدریہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ انسان کے گناہوں کو قضا و قدر کے تحت نہیں

سمجھتے بلکہ خود انسان کو اس کے گناہوں کا خالق سمجھتے ہیں۔

معتزلہ، جہمہ اور قدریہ صفات خداوندی کے انکار میں یکساں مسلک رکھتے ہیں، ہم اس سلسلہ میں ان کے کچھ عقائد

پہلے بیان کر آئے ہیں: اس مسلک کی کتابوں کے مصنف ابو الہذیل، جعفر بن حرب، خیاط، لعبی، ابو الہاشم، ابو عبد اللہ بصری

عبد الجبار بن احمد مدائنی ہیں، ان کا مذہب ابواء، عسکر اور جہنم میں زیادہ پھیلا، معتزلہ کے مندرجہ ذیل چھ فرقے ہیں۔

۱۔ عمرو بن عبیدہ

۲۔ واصل بن عطاء

نہلیہ نظامیہ معماریہ - جیانیہ - کعبیہ اور ہشیمیہ وہ باتیں جن پر معتزلہ کے تمام فرقے متفق ہیں وہ ذلت باری کی نفی پر مشتمل ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے علم قدرت حیات سمیع اور بصیر کی نفی کرتے ہیں اسی طرح وہ ان صفات کی نفی کرتے ہیں جو شریعت سے ثابت ہیں مثلاً استواء نزول وغیرہ وہ سب اس پر متفق ہیں کہ اللہ کا کلام محدث (نوپیدا شدہ) ہے اور اس کا ارادہ بھی محدث ہے نیز یہ کہ اس نے اس کلام سے تکلم فرمایا جس کو اس نے اپنے غیر میں پیدا کیا (مثلاً درخت وغیرہ) اللہ ارادہ کرتا ہے اور اس کا ارادہ حادث ہے۔ جو محل کا محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے معلوم کے خلاف ارادہ کرتا ہے (یعنی جاننا ہے کہ ایک فعل نہیں ہوگا اور پھر اس فعل کا ارادہ کرتا ہے)۔

بندوں کی طرف سے جو فعل ہونے والا نہیں ہے اللہ اس کا ارادہ کرتا ہے، اور جو بات ہوگئی ہے وہ نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے مقدرات پر قادر نہیں ہے بلکہ یہ محال ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے افعال کو پیدا نہیں کیا بلکہ بندے ہی ان افعال کے خالق ہیں۔ بکثرت ایسی چیزیں ہیں جن کو انسان کھاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو بندوں کا رزق نہیں بنایا ہے جب کہ وہ حرام ہوں۔ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ حلال ہی کو رزق بناتا ہے نہ کہ حرام کو۔ آدمی کبھی اجل معین سے پہلے قتل کر دیا جاتا ہے اور قاتل وقت سے پہلے اس کی زندگی ختم کر دیتا ہے۔

مومن گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے اگرچہ کافر نہیں ہو جاتا لیکن ایمان سے خارج ہو جاتا ہے، اس کی تمام نیکیاں برباد جاتی ہیں اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ معتزلہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کے لئے رسول اللہ کی شفاعت کے بھی منکر ہیں۔ معتزلہ میں اکثر ایسے ہی ہیں جو عذاب قبر کو نہیں مانتے اور میزان کا انکار بھی کرتے ہیں۔ یہ لوگ خلیفہ وقت کی اطاعت ترک کرنے اور اس کے خلاف خروج کو بھی جائز سمجھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ زندہ کی دعایا خیرات سے مرنے کو فائدہ اور نفع نہیں پہنچتا، یہ لوگ حصول ثواب کو نہیں مانتے، ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نہ اللہ نے آدم سے کلام کیا اور نہ نوح سے اور نہ ابراہیم (علیہم السلام) سے نہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نہ جبریل، میکائیل اور اسرافیل سے، نہ ان ملائکہ سے کلام کیا جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کی طرف بھی نہیں دیکھے گا نہ ابلیس، یہودیوں اور نصاریوں سے کلام فرمائے گا۔

نہلیہ فرقہ نہلیہ کا بانی اور سردار ابو الہذیل اس عقیدے میں معتزلہ کے دوسرے فرقوں سے منفرد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے علم بھی ہے اور قدرت بھی، سمیع بھی ہے اور بصیر بھی۔ اللہ تعالیٰ کا کچھ کلام مخلوق ہے اور کچھ غیر مخلوق۔ لفظ کن غیر مخلوق ہے، اللہ اپنی مخلوق کا دشمن نہیں ہے۔ اللہ کے مقدرات کی ایک خاص حد ہے۔ اہل جنت جنت میں رہیں گے لیکن وہ حرکت پر قادر نہ ہونگے اور نہ اللہ تعالیٰ ان کو حرکت دینے پر قادر ہوگا۔ اس کا عقیدہ ہے کہ مرنے، معدوم اور عاجز سے فعل کا صدور ہو سکتا ہے۔ ابو الہذیل کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لئے سمیع نہیں ہے۔

فرقہ نظامیہ کا بانی اور سردار نظام تھا اس کا عقیدہ تھا کہ جمادات تخلیقی امر ربیہ کے موافق عمل کرتے ہیں۔ وہ نظامیہ سوائے حرکت اعتمادیہ کے تمام اغراض کی نفی کرتا ہے (یعنی کسی عرض کا وجود تسلیم نہیں کرتا سوائے حرکت اعتمادیہ کے) وہ کہتا ہے کہ انسان روح کا نام ہے اور کسی نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہیں دیکھا بلکہ انسان کے جسم کو دیکھا۔ علم الکلام کے یہ مسائل صرف خواص کے لئے قابل توجہ ہیں۔ عوام اور حضرت غوث اعظم کے پرستاروں سے گزارش ہے کہ وہ ان مسائل پر غور و خوض نہ فرمائیں۔

اجماع کے خلاف اس کا قول یہ بھی تھا جس نے قصداً نماز کو ترک کر دیا تو لوٹنا اس کے ذمہ واجب نہیں ہے۔ نظامِ اجماع اُمت کا قائل نہیں تھا وہ کہتا تھا کہ ان کا اجماع باطل پر تھا۔ وہ اس کا بھی قائل تھا کہ ایمان کفر کی طرح ہے اور طاعت گناہ کے مانند اور حضور کا فعل ابلیس لعین کی طرح ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت حجاج کی سیرت کے مانند ہے، اس نے اس قول کو اس دلیل کے ساتھ اختیار کیا تھا کہ تمام جاندار ایک ہی جنسیت رکھتے ہیں (اس لئے ہر فعل اچھا ہے یا بُرا دوسرے فعل کی طرح ہے) نظام کا یہ بھی قول تھا کہ قرآن حکیم اپنی ترتیب عبارت کے اعتبار سے معجزہ نہیں ہے۔ اس کا قول ہے کہ بچہ اگر دوزخ کے کنائے پر ہو تب بھی اللہ تعالیٰ میں یہ قدرت نہیں کہ اس کو جلا ڈالے یا دوزخ میں پھینک دے اہل قبلہ میں یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے یہ اقوال کفر کیے ہیں۔ یہ کہتا تھا کہ جسم کی تقسیم کسی حد پر بھی جا کر ختم نہیں ہو سکتی (لا تقنا ہی ہے) اس کا قول تھا کہ سانپ، بچھو، گوبر کے کیرے، کتے اور سور بھی جنت میں ہیں۔

فرقہ معمریہ کا بانی معمر تھا، اس کے اقوال مادہ پرستوں کی طرح تھے بلکہ ان سے بھی کچھ بڑھ کر یہ کہتا تھا کہ اللہ نے رنگ پیدا کیا ہے اور نہ ذائقہ، نہ بو، نہ زندگی نہ موت بلکہ یہ سب جسم کے طبعی خواص ہیں (بچرنے انھیں ایسا ہی پیدا کیا ہے) وہ کہتا تھا کہ قرآن بھی اللہ کا فعل نہیں ہے بلکہ جسم کے افعال ہیں، اس نے اللہ تعالیٰ کے قدیم ہونے کا بھی انکار کیا ہے، اللہ اس کا ناس کرے اور اس اُمت سے اس کے خیالات کو دور رکھتے۔

جبائے جبائے فرقہ کا سردار جبائی تھا، چند امور میں اس نے اجماع کے خلاف کیا اور سب سے الگ ہو گیا، ان امور میں سے ایک ہے کہ وہ کہتا تھا ”بندے اپنے افعال کے خالق ہیں اور اس بات میں اس سے کوئی سبقت نہیں لے جاسکتا یعنی اس سے پہلے کسی نے یہ بات نہیں کہی تھی۔ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ عورتوں میں حمل کی تخلیق کرتا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ بندے جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اطاعت کرتا ہے۔ اس کا قول تھا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ انشاء اللہ میں کل کو اپنا قرض ادا کر دوں گا اور قرض ادا نہ کرے تو وہ حادث (قسم توڑنے والا) ہوگا اور انشاء اللہ کہنے سے اس کو کچھ فائدہ نہیں پہنچے گا۔ وہ کہتا تھا کہ پانچ درہم کی چوری کرنے سے آدمی ناسق ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس سے ایک جتہ بھی کم ہے تو ناسق نہیں ہوگا۔

مہشمیہ مہشمیہ فرقہ ابو الہاشم سے منسوب ہے، ابو الہاشم جبائی کا فرزند تھا اس کا قول تھا کہ مکلف قادر ہوتا ہے فاعل اور تارک نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے فعل پر عذاب دے گا، اگر گنہگار تمام گناہوں سے توبہ کر لے اور ایک گناہ سے نہ کرے تو جن گناہوں سے اس نے توبہ کی ہے وہ توبہ بھی صحیح نہ ہوگی۔

کعبیہ یہ فرقہ ابو القاسم کعبی بغدادی سے منسوب ہے، اس نے اللہ تعالیٰ کے سمیع و بصیر ہونے سے انکار کیا ہے اور اس کا بھی منکر تھا کہ اللہ حقیقت میں صاحب ارادہ ہے، وہ کہتا تھا کہ بندوں کے افعال کے متعلق اللہ کے ارادہ کرنے کے معنی ہیں ان افعال کا حکم دینا اور اپنے فعل کے ارادہ کرنے کے معنی ہیں فعل کو جاننا اور مجبور نہ ہونا۔ ابو القاسم کہتا تھا کہ عالم میں خلا محال ہے اور جسم کی صرف بیرونی سطح حرکت کرتی ہے گویا کوئی شخص اگر جسم پر تیل لٹکا کر چلے (تو اس نظر کے مطابق) تو وہ خود متحرک نہ ہوگا بلکہ تیل متحرک ہوگا، یہ فرقہ ان کو حادث تو کہتا تھا مگر اس کے مخلوق ہونے کا قائل نہیں تھا۔

فرقہ مشبہ کے عقائد و اقوال

مشبہ کے تین فرقے ہیں ہشامیہ - مقاتلیہ - واسمیہ -

یہ تینوں فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ جسم ہے اس لئے کہ کسی موجود کا علم بغیر جسم کے نہیں ہو سکتا۔ رافضیوں اور کراسیہ فرقے پر مشبہ کے عقائد کا بہت غلبہ تھا۔ ہشام بن حکم نے مشبہ فرقے کی کتابیں تالیف کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جسمانیت کے اثبات میں خصوصیت سے ایک کتاب تالیف کی ہے۔

یہ فرقہ ہشام بن حکم کی طرف منسوب ہے اس فرقے کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے جس میں طول، عرض اور عمق موجود ہے۔ ہشامیہ ہے وہ ایک چمکدار لوز ہے لیکن اس کی ایک مقدار مقرر ہے، وہ کھڑا ہوتا ہے اور بیٹھتا ہے وہ متحرک بھی ہوتا ہے اور ساکن بھی وہ سیال چاندی کی طرح ہے، ایک روایت میں آیا ہے کہ ہشام نے کہا کہ اللہ کے لئے سب سے اچھی مقدار (قامت) سات بالشت ہے، پوچھا کیا تیرا رب بڑا ہے یا کوہ احد؟ اس نے جواب دیا میرا رب بڑا ہے۔

یہ فرقہ مقاتل بن سلیمان کی طرف منسوب ہے، مقاتل کا عقیدہ تھا کہ اللہ انسان کی شکل میں جسم ہے، اس کے گوشت و ہڈیاں بھی ہیں اور خون بھی، سر، زبان، گردن اور دوسرے اعضاء و جوارح بھی ہیں لیکن اس کی کوئی چیز کسی چیز کے مشابہ نہیں ہے نہ کوئی شئی اس سے مشابہ ہے۔

جہمیہ کے اقوال

جہم بن صفوان اس قول میں سب سے منفرد اور الگ تھلک ہے کہ جو افعال انسان سے سرزد ہوتے ہیں ان کا حقیقی فاعل وہ نہیں ہے بلکہ مجازاً اس کی طرف نسبت کی جاتی ہے جیسے مثلاً کہا جاتا ہے کہ درخت لمبا ہو گیا، کھجور پک گئی، یہ سب بطور مجاز ہے۔ یہ اللہ کو تشبیہ کرنے کا منکر اور اللہ کے علم کے حادث ہونے کا قائل تھا، اس کا عقیدہ تھا کہ چیزوں کی پیدائش سے پہلے ان کا علم اللہ کے لئے محال ہے، وہ جنت اور دوزخ دونوں کو فانی کہتا تھا، اللہ تعالیٰ کے صفات کے وجود کی نفی کرتا ہے جہم کے مسلک کے لوگ (جہمی) شہر تزد کے ہیں۔ مرو میں بھی اس کے ہم خیال لوگ پائے جاتے ہیں، نفی صفات پر اس نے ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ اس کو مسلم بن احمر ماروانی نے قتل کر دیا۔

ضراریہ کے اقوال

ضراریہ فرقے کو ضرار بن عمرو سے نسبت ہے، ضرار اس امر کا قائل تھا کہ اجسام مجموعہ اعضاء کا نام ہے، اجسام کا اعضاء بن جانا اس کے نزدیک جائز تھا، (اس طرح جو ہر و عرض میں ان کے نزدیک کوئی فرق نہیں ہوا) ضرار کا عقیدہ تھا کہ قدرت

لے واسمیدہ کے عقائد وہی ہیں جو ہشامیہ اور مقاتلیہ کے ہیں، صاحب غنیہ نے واسمیدہ فرقہ کا کوئی قول بیان نہیں فرمایا ہے اصل کتاب میں حاشیہ پر صرف اسی قدر ہے کہ واسمیدہ کے عقائد دونوں فرقوں سے مشابہ ہیں ان میں کوئی مندرج نہیں۔

قادر کا جز ہے اور یہ فعل کے مصدر سے پہلے ہوتی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ کی قرائتوں کا منکر تھا۔

نحاریہ کے اقوال

نحاریہ فرقہ حسین بن محمد بنحار کی طرف منسوب ہے، بنحار بندوں کے فعل کا حقیقی فاعل اللہ کو بھی قرار دیتا ہے اور بندہ کو بھی اور ارادہ الہی کے سوا معتزلہ کی طرح باقی تمام صفات الہیہ کی نفی کرتا ہے چنانچہ اس نے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے لئے قدیم ارادہ کرنے والا ہے، وہ خلق قرآن کا قائل تھا اور کہتا تھا کہ اللہ کے صاحب ارادہ ہونے کے معنی ہیں اللہ کا مجبور و مغلوب نہ ہونا اسی طرح اللہ کے متکلم ہونے کے معنی ہیں کلام کرنے سے عاجز نہ ہونا، اسی طرح اللہ کے جواد اور سخا ہونے کے معنی ہیں بخیل نہ ہونا۔ بنحار کا مسلک ابن عون اور ابویوسف لازمی کے مسلک کے مطابق ہے، اس کے مسلک کے پیرو زیادہ تر کاشان میں آباد ہیں۔

کلابیہ کے اقوال

کلابیہ فرقہ ابو عبد اللہ بن کلاب کی طرف منسوب ہے اس کا عقیدہ تھا کہ اللہ کی صفات نہ قدیم ہیں نہ حادث، نہ علین ذات ہیں نہ غیر ذات، آیت الرحمن علی العرش استویٰ میں استوی ہونے کے معنی ہیں کچ نہ ہونا، اللہ تعالیٰ جس حال پر پہلے تھا اسی پر ہمیشہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی مخصوص جگہ نہیں، اس کا قول تھا کہ شران کے حروف نہیں ہیں۔

سالمیہ فرقے کے اقوال

فرقہ سالمیہ ابن سالم کی طرف منسوب ہے، اس کے بہت سے اقوال میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ محمدی آدمی کی شکل میں دیکھا جائے گا، جن دانش، طائیکہ اور حیوان ہر ایک کے سامنے اسی کی حیثیت میں اللہ نمودار ہوگا، اللہ کی کتاب میں ان کی تکذیب موجود ہے لیکن کذبہ شئی ذہو التیمع البصیرہ (اللہ کی طرح کوئی چیز نہیں ہے، وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے) اس فرقہ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی ایک از سر بستہ ہے اگر وہ اس کو ظاہر کرے تو نظام عالم درہم و برہم ہو جائے اور انبیاء کا بھی ایک از سر بستہ ہے اگر اس کا اظہار ہو جائے تو نبوت تباہ ہو جائے اور علما کا بھی ایک راز ہے اگر وہ کھل جائے تو علم ضائع ہو جائے مگر یہ قول غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس کا انتظام ناقابل زوال ہے، تباہی اور بربادی اس کی طرف رخ بھی نہیں کر سکتیں۔ اگر اس گروہ کے اس قول کو سچ مان لیا جائے تو حکمت الہی بے سود اور باطل قرار دینے تک پہنچا دیتی ہے اور حکمت الہی کو باطل قرار دینا کفر ہے، اس فرقہ کا یہ بھی قول ہے کہ قیامت کے دن کافر اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کا حساب کتاب لے گا۔

ان کا قول ہے کہ دوسری مرتبہ ابلیس نے آدم کو سجدہ کر لیا تھا، قرآن مجید میں ان کے اس قول کی تکذیب جو ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- **اِنَّ ابْلِسَ ابْنِیْ وَاسْتَکْبَرُوْا کَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ** (ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا)۔ دوسری آیت میں ہے **اِنَّ ابْلِسَ لَمِّنَ السَّاجِدِیْنَ** (سوائے ابلیس کے کوہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ تھا)۔

اس فرقہ کا یہ قول بھی ہے کہ ابلیس جنت میں داخل نہیں ہوا، اس بات کی تکذیب بھی قرآن حکیم میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ کا

ارشاد ہے اَخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ۝ (جنت سے نکل جاے شبہ تو مردود ہے)۔

اس فرق کا یہ قول بھی ہے، جبریل رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے تھے مگر اپنی اصل جگہ سے بیٹے بھی نہیں تھے یہ لوگ اس کے قائل ہیں کہ جب اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو حضرت موسیٰ میں کچھ غرور (خود بخوبی) پیدا ہو گیا۔ اللہ نے وحی بھیجی کہ موسیٰ تم خود پسند ہو گئے ہو، آنکھیں اٹھا کر تو دیکھو، موسیٰ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے سو طور نظر آئے اور ہر طور پر ایک موسیٰ موجود تھا، اصحاب حدیث اور اہل روایت کے نزدیک ان کا یہ قول بالکل لغو۔ غلط اور باطل ہے، اللہ کے رسول پر دروغ بندی کرنے والے کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وعید کے طور پر فرمایا تھا کہ جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ لگایا اس کو اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لینا چاہیے۔

ان کا یہ قول بھی تھا کہ اللہ بندوں سے طاعت کا ارادہ کرتا ہے معصیت و گناہ کا ارادہ نہیں کرتا بلکہ ان کی نافرمانیاں ان ہی کے ساتھ رکھنا چاہتا ہے۔ یہ سب خرافات ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَنْ يَدْرِ اللَّهَ فَتَنَّهُ فَلَنْ تَمُوتَ لَهُ" ۝ (اللہ جس کے فتنہ یعنی کفر کا ارادہ کرے تو اللہ سے تم اس کو بالکل نہیں بچا سکتے) اور "وَلَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَفَعَلْنَا مَا نَفَعُنَا" ۝ (اگر تمہارا رب چاہتا تو وہ کفر نہ کرتے)۔ "وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَفْتَنَّاوْهُ" ۝ (اگر اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے)۔

ان کا ایک خیال یہ بھی ہے کہ نبوت سے قبل اور حضرت جبریل کے آنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک یاد تھا، اس قول کی تکذیب بھی قرآن میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا كُنْتُ سَازِیَ مَا لِكِتَابٍ دَلَا إِلَهَ إِلَّا يَنْصُرُنِي ۝ (اے رسول تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیسے ہے اور نہ اہل ان سے اٹھتے تھے) مَا كُنْتُ تَنصُرُنِي قَبْلَهُ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخْطُءُ بِمِيزَانِهِ ۝ (اس سے پہلے نہ تم کوئی کتاب پڑھتے تھے نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے)۔

یہ فرقہ اس بات کا بھی قائل ہے کہ اللہ ہر قاری کی زبان سے پڑھتا ہے جب یہ لوگ کسی قاری کی زبان سے قرآن سنتے تھے یہ قول حلول کے عقیدہ تک پہنچا دیتا ہے اور اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ کبھی ستر آن غلط پڑھتا اور غلط تلفظ کرتا ہے کیونکہ کبھی کبھی قاری سے ایسا ہو جاتا ہے۔ ان کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے، عرش وغیرہ کی تخصیص نہیں۔ ستر آن پاک میں ان کے اس قول کی بھی تکذیب موجود ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ۝ اَلرَّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۝ (خدا نے عرش پر قرار پکڑا)۔

اللہ تعالیٰ نے عرش پر مستوی ہونا فرمایا ہے، زمین پر پہاڑوں پر یا حاملہ عورتوں کے پیٹوں پر مستوی ہونا نہیں فرمایا عقاید اور اصول کے بارے میں یہ آخری بیان ہے جو اشارہ و اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا درحقیقت ہم نے گمراہ فرقوں کے مذاہب مختلف کے ہر مذہب کے ابطال کی طرف اشارہ ہمیں کیا محض اس خوف سے کہ کتاب ضخیم نہ ہو جائے۔

بس میں نے ان کے چند اقوال کا ذکر ہی کر دیا تاکہ ان کی شناخت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم سب کو ان مذاہب (باطلہ) اور ان کے معتقدین کے شر سے بچائے اور ہمیں اسلام اور سنت پر اور فرقہ ناجیہ میں اپنی رضا سے موت عطا

فرمائے۔ (آمین)

باب ۱۰

مواعظ قرآن و حدیث

کے بیان میں

پہنچند مجالس

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝
 پہلی مجلس: { (تو جب تم قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ چاہو مردود شیطان سے) — کی تشریح
 یہ سورہ نحل کی ایک آیت ہے، سورہ نحل مکی ہے، سورہ نحل کی طرف تین آخری تہوں کا نزول مدینہ میں اس کی کل آیات ۱۶۸ ہیں
 شیطان اور کل الفاظ ایک ہزار آٹھ سو اکتالیس اور کل حروف ۷۰۹، (سات ہزار سات سو نو) ہیں، اس سورہ کی شان نزول۔
 اہل تفسیر نے یہ بیان کی ہے کہ ایک بار مکہ معظمہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر میں سورت النجم اور واللیل اذانی
 تلاوت فرمائی اور دونوں سورتوں کی قرأت بلند آواز سے فرمائی۔ سورہ النجم میں جب آپ آیت اَنْزَلْنَاهُ الْوُحْيَ الْوَحْيَ وَ الْوَحْيُ
 مَنَاقِبُ الثَّالِثَةِ اِذَا خَرَا (بھلا آپ نے لات وغزنی اور تیسرے منات کو دیکھا...) پڑھیں تو آپ کو اونکھ آگئی اور شیطان
 نے آپ کی قرأت میں ہم آواز ہو کر یہ الفاظ ملا دیئے۔ تِلْكَ الْغَايِثُ النَّعْتُ وَ عِنْدَهَا الشَّفَاعَةُ تُزَجَّجُ۔ (یہ عالی قدر
 بت میں جن کی شفاعت کی امید ہے) مشرک یہ سن کر بہت خوش ہوئے وہ لوہوں کی شفاعت ثابت ہی کرتے تھے اور کہتے تھے یہ
 اللہ کے پاس ہمارے شفیع ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو نقل فرمایا ہے۔

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُنَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ۚ ہم تو ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ کے قریب پہنچادیں۔
 مشرکین کہا کرتے تھے کہ بت ایک پاک اجسام ہیں ان کے لئے کوئی گناہ نہیں ہے پس یہ بادشاہوں اور ملائکہ کے
 مقابلہ میں عبادت کے لئے زیادہ موزوں اور بہترین ہیں اس لئے کہ ان کے لئے گناہوں کا امکان ہے اور وہ ذی روح ہیں۔ انہوں نے
 بتوں کو عزرائق سے تشبیہ دی ہے، عزرائق یا عزروق کی جمع ہے عزروق نر پرندے کو کہتے ہیں، بلندی مرتبہ کے باعث گنہگار بتوں کو
 عزرائق کہا کرتے تھے اس وجہ سے بھی کہ نر پرندہ زیادہ اونچا اڑتا ہے، بعض کا قول ہے کہ عزروق ایک سفید آبی رنگ کا پرندہ
 ہوتا ہے بعض لوگ اس کو نر کس یا کلنگ کہتے ہیں، گداز بدن والے جوان آدمی کو بھی عزروق کہا جاتا ہے۔ حضرت علی
 سے مروی حدیث اس مفہوم کو واضح کرتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں قریش کے ایک عزروق (گداز جسم کے نوجوان) کو دیکھ رہا ہوں
 کہ وہ قریش کو اپنے خون میں لتھیر رہا ہے۔ اور مقاتل کا قول ہے کہ عزروق سے مراد فرشتے ہیں۔ کافروں کا یہ گدہ ملائکہ
 کی پرستش کرنا اور وہ ملائکہ کو اپنا شفیع سمجھتا تھا۔ غرض حضور نے جب سورت النجم ختم فرمائی تو سجدہ اس وقت وہاں جو
 مسلمان یا مشرک موجود تھے سب نے سجدہ کیا صرف ولید بن مغیرہ نے سجدہ نہیں کیا۔ ولید ایک بوڑھا شخص تھا اس نے ایک گھٹن

مٹی اٹھائی اور اپنی پیشانی سے لگا کر سجدہ کر لیا اور کہنے لگا کیا ہم اس طرح جھک جائیں جس طرح اُمّ ایمن اور اس کے ساتھ والی عورتیں جھکتی ہیں۔ ایمن رسول اللہ کے خادم تھے جو یوم حنین میں شہید ہو گئے۔

مذکورہ بالا دونوں جملے ہر کامسر کے دل میں گھر کر گئے، حالانکہ یہ شیطان کی مقفی عبارت تھی اور اسی کا اٹھایا ہوا فتنہ تھا۔ اسی نے ان جملوں کو رسول اللہ کی قسرات میں شامل کر دیا تھا، سب لوگوں کے سجدہ کرنے پر منبر یقین (مسلمانوں اور مشرکوں) کو تعجب ہوا مسلمانوں کو تو اس وجہ سے کہ بغیر ایمان و ایقان کے مشرکوں نے سجدہ کیا اور رسول اللہ کی پیروی کی اور مشرکین کو اس وجہ سے خوشی ہوئی کہ محمدؐ اپنے اور اپنی قوم کے اول مذہب کی طرف واپس آ گئے، انھوں نے اپنے معبودوں کی تعظیم کے لئے سجدہ کیا تھا۔ شیطان کی شیطنت سے یہ دونوں جملے لوگوں میں خوب پھیل گئے یہاں تک کہ حبش میں بھی ان کی خبر جا پہنچی، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات بڑی شاق گزری۔ شام کو جبریل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے میں ان دونوں جملوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، میرے رب نے یہ دونوں کلمے نہیں آئے گئے مجھے ان کے پہچانے کا حکم دیا۔ حضورؐ پر جب یہ بات واضح ہوئی تو آپ کو بہت رنج ہوا اور فرمایا کیا میں نے شیطان کا کہا مانا اور اس کا کلام اپنی زبان سے ادا کیا اور شیطان کے کلام کو اللہ کے کلام کے ساتھ ملا دیا! اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان شیطانی الفاظ کردہ جملوں کو (سورہ النجم) سے الگ کر دیا اور رسول اللہ پر (آپ کی طہانیت خاطر کے لئے) یہ آیت اُناری۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

ہم نے آپ سے پہلے جو رسول اور نبی بھی بھیجا تو جب اس نے اللہ کا کلام پڑھا تو شیطان نے اس کی قرأت میں ضرور ہی دخل اندازی کی۔ پس جو کچھ شیطان ڈالتا ہے خدا اس کو دور کر دیتا ہے اور وہ اپنی آیات کو مستحکم کرتا ہے، خدا دانا اور حکیم ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کی منجوع عبارت اور اس کے فتنے سے اپنے نبی کو بری کر دیا تو مشرک پھر اسی گمراہی اور عداوت پر لوٹ آئے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا گیا اور یہ آیت نازل فرمائی۔

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝

جب قرآن پڑھو تو بھٹکارے ہوئے شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو۔

حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے جب قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو تعوذ پڑھو۔ (آعوذ باللہ من الشیطان الرجیم)۔ رجیم کے معنی ماندہ، بھٹکارا ہوا اور مردود کے ہیں۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابلیس لعین کے لئے آعوذ باللہ پڑھنے سے زیادہ سخت چیز اور کوئی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: إِنَّهُ كَيْنَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝

اِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَكَّلُونَ ۝

يَتَوَكَّلُونَ ۝ فَيَضَلُّهُمْ عَنْ دِينِهِمْ

جو لوگ اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اس پر کھبر دہہ کہتے ہیں شیطان کا ان پر قابو نہیں چل سکتا (کہ وہ ان کو سیرھے راستے سے بھٹکا سکے) شیطان کا قابو تو صرف ان لوگوں پر ہوتا ہے جو اس سے دستبردار نہیں ہیں (اکی پیروی کرتے ہیں) پس وہ ان کو اپنے دین سے بہکا دیتا ہے اور شیطان

الَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ ۝
 کا تسلط ان لوگوں پر ہوتا ہے جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک مانتے ہیں
 اعوذ کے معنی ہیں "میں پناہ پاتا ہوں" "پناہ لیتا ہوں" "رجوع کرتا ہوں" معاذ پناہ کی جگہ عوذ اور عیاذ
 عوذ کی تشریح مصابیح، عاذرہ (صید مانی) بمعنی اُس نے اُس کی پناہ لی "یعوذ بہ (صید مانی) وہ اس کی پناہ لیتا ہے"
 معاذ اللہ میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں۔ ہذا عوذ لئیں ہمتا آخاف کے معنی ہیں "جس چیز کا مجھے خوف ہے اس سے میرے لئے
 یہ پناہ ہے۔" مجھے پناہ دینے والا ہے، اس طرح گویا بندہ اللہ کی پناہ لیتا ہے تاکہ وہ اللہ کی پناہ میں شیطان کے شر سے محفوظ رہے۔
 وَالْعَوْدُ بِالْقُرْآنِ کے معنی ہیں قرآن کے ذریعے شفا حاصل کرنا۔ اِستعاذہ کے معنی بعض لوگوں نے سچاؤ اختیار کرنا "لے
 ہیں؛ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی والدہ کے قول کو اس طرح نقل فرمایا ہے۔

إِنِّي أَعِيزُكِ هَٰبِكُ وَذُرِّيَّتَهُمَا مِن
 الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝
 میں اس کو معنی مریم کو اور اس کی نسل کو شیطان مردود
 سے تیری حفاظت میں دیتی ہوں۔
 شیطان شیطن سے بنا ہے، شیطن کے معنی ہیں رس منحرک، دراز، اور دور ہونا، شیطان چونکہ خیر سے دور ہے
 اور شر کے اندر طویل و متحرک۔ انسان کو شیطان کہنے سے مراد ہے کہ اس سے شیطان کی طرح افعال کا صدور
 ہر بری چیز شیطان سے مشابہہ ہے، عربی کا ایک محاورہ ہے "كَانَ دَجَّةً دَجَّةً الشَّيْطَانُ"
 (اس کا چہرہ شیطان کے چہرے کی طرح ہے)۔ وَكَانَ رَأْسُهُ مِثْلَ الشَّيْطَانِ، اور اس کا سر شیطان کے سر کی مانند
 تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۱. طَلَعُوا كَانُفًا مِّنْ دُسِّ الشَّيَاطِينِ ۝ (اس درخت کی شاخیں شیطانوں کے سروں کی مانند ہیں)
 اس آیت میں شیاطین کے یہی عرفی معنی ہیں بعض حضرات کا خیال ہے کہ شیاطین بڑے بد صورت سانپ ہوتے ہیں شیاطین
 ایل یعنی گھوڑے کی گردن کے بالوں کو بھی کہتے ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ شیطان ایک مشہور گھاس کا نام ہے۔ رجیم بمعنی مرجوم
 (پھٹکارا ہوا) جس پر اللہ کی لعنت کی مار ہے۔ اللہ نے اس کو نافرمانی اور حضرت آدم کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے اپنی بارگاہ سے
 لعنت کے ساتھ دور کر دیا، اسے فرشتوں نے نیزوں سے مارا اور آسمان سے زمین کی طرف پھینکا پھر اس پر ستاروں کے ٹکڑوں
 کی بھی مار پڑتی رہے گی اور اسی کے ساتھ ساتھ پھٹکارا بھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۲. وَجَعَلْنَا هَٰرِجُومًا لِلشَّيَاطِينِ ۝
 شیطان اللہ تعالیٰ سے دور ہے اور ہر بھلائی سے دور ہے وہ جنت سے دور اور دوزخ سے بہت قریب ہے۔

شیطان کی
 حقیقت
 اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت مکرمہ کو شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم دیا تاکہ دوزخ
 سے دور اور جنت سے نزدیک ہو جائیں اور جزا و سزا کے مالک کے چہرے کی طرف دیکھ سکیں، گویا کہ اللہ عزوجل
 ارشاد فرماتا ہے کہ لے میرے بندے! شیطان مجھ سے دور ہے اور تو مجھ سے قریب ہے لہذا ہر حال میں حسن ادب کو ملحوظ رکھ
 یہاں تک کہ تجھ پر شیطان کا داؤں نہ چلے اور کسی بہانے وہ تجھ پر قابو نہ پاسکے۔
 "حسن ادب" احکام خداوندی کا بجالانا، ممنوعات سے بچنا، اپنی جان و مال اولاد اور تمام مخلوق میں حتی المقدور
 خداوند تعالیٰ کی رضا کو ملحوظ رکھنا ہے۔ اگر بندہ ان چیزوں پر پابندی کے ساتھ عمل پیرا ہو اور ان پر ہمیشہ گامزن رہے تو اس
 کو نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ شیاطین کے فتنوں اور وسوسوں، نفس کے خطروں اور دغدغوں، قبر کے فشار و عذاب، قیامت

کی شدت اور ہول، دوزخ کے عذاب اور اس کے قرب سے نجات حاصل ہوگی، ایسا بندہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں جنت المادی کے اندر پیغمبروں، صدیقیوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہوگا جو نہایت عمدہ رفیق اور ساتھی ہیں۔ ایسا بندہ ہر حال میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بہرہ یاب ہوتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ** میرے خاص بندوں پر تیرا قاتل نہیں چل سکے گا۔

جب بندے پر اللہ کی بندگی اور عبودیت کا نشان ہو ضعیف اور زہیل، کمتر شیطان کو اس پر غلبہ کا موقع نہیں ملے گا، نہ جلوت میں نہ خلوت میں، نہ خیالات پر نہ عمل پر نہ خواہشات پر نہ اعصاب پر شیطان کا اثر قائم ہو سکے گا۔ بلکہ بندہ اس دفت میں تنگی آواز سننے کا کہ "اسی طرح ہم نے ان لوگوں کے ساتھ کیا جنہوں نے خواہشات کو چھوڑا اور حق کی پیروی کی اور ہدایت پائی" ایسے شخص کے حق میں فرشتے باہم جھگڑتے ہیں اور عالم ملکوت میں اس کو عزت کے نام کے ساتھ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ مستوی عرش ہونے کی صورت میں اپنے کلام قدیم کے ساتھ جو شیطان کی ملاوٹ اور باطل کی آمیزش سے قاری کی قرأت کے وقت محفوظ کر دیا گیا ہے، اپنے اس بندہ پر فخر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

لَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ

ایسا اس لئے ہے کہ ہم اس (بندہ سے) برائی اور بے حیائی کو رفع فرمادیں بلاشبہ وہ ہمارے منتخب بندوں میں سے ہے۔

اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ بندہ ظاہر و باطن میں خدا سے ڈرا اور شیطان مردود سے بھاگا اور اس کی پکار سے

بچا۔ چنانچہ یہ ڈر تو اللہ کی طرف سے آچکا ہے۔

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ۚ وَالْقَدْرُ جَلَّ مِنْكُمْ جَبَلًا ۚ كَثِيرًا أَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ

بیشک، شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اس سے دشمنی رکھو۔ شیطان نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا، کیا تم نہیں سمجھتے؟

غرض شیطان کی پیروی ہر بد بختی اور مصیبت کی اصل ہے اور شیطان کی مخالفت میں خوش نصیبی، آرام، راحت،

ہدایت اور انوار جنت (کا حصول) ہے۔

اعوذ باللہ پڑھنے سے پانچ فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اول دین و ہدایت پر استقامت، دوم، معبود کے فائدے، شیطان مردود کے شر اور فساد سے بچاؤ، سوم، اللہ کی پناہ کے مضبوط قلعہ اور قرب کے مقام پر داخل ہونا، پنجم، دل، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ مقام امن تک رسائی، پنجم، ممالک زمین و آسمان کی آمد کا حصول۔

بعض کتب سابقہ میں آیا ہے کہ جب شیطان کہیں و مردود نے اللہ سے کہا کہ میں تیرے بندوں کے آگے پہنچے اور اب میں بائیں سے آؤں گا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی عزت و عظمت کی قسم ان کو میں حکم دوں گا کہ وہ تیرے آگے سے بچنے کے لئے میری پناہ میں آنے کی درخواست کریں، جب وہ مجھ سے یہ درخواست کریں گے تو میں اپنی ہدایت کے ذریعہ دائیں جانب سے

در اپنی عنایت کے ذریعہ بائیں طرف سے، اپنی نگہداشت کے ذریعہ ان کی پشت سے اور اپنی اعانت کے ذریعہ ان کے سامنے سے ان کی حفاظت کروں گا۔ اے ملعون تیرا ہر کان ان کو نقصان نہ پہنچا سکیگا۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ ایک مرتبہ اللہ کی پناہ مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ دن بھر اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ حضور کا

یہ بھی ارشاد ہے کہ، سِدِّی پناہ طلب کر کے گناہوں کے دروازوں کو مقفل کر دو اور بسم اللہ پڑھ کر طاعت و بندگی کے دروازوں کو کھول دو، روایت ہے کہ مومن کو گمراہ کرنے کے لئے ابلیس (لعین) روزانہ ۳۶۰ لشکر بھیجتا ہے، جب مومن اللہ کی پناہ مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کی طرف بین سوساٹھ مرتبہ نظر فرماتا ہے اور ہر مرتبہ نظر فرمانے سے شیطان کا ایک لشکر تباہ ہو جاتا ہے وہ چیز جس سے شیطان ڈرتا اور بھاگتا ہے وہ یا تو استعاذہ (اللہ کی پناہ طلب کرنا) ہے یا عارفوں کے دلوں کی نور معرفت کی شعاع ہے، اگر تم عارفوں میں سے نہیں ہو تو تم پر منہیوں کا استعاذہ لازم ہے یہاں تک کہ تم عارفوں کے درجہ تک پہنچو، جب تم عارفوں میں سے ہو جاؤ گے تو تمہارے دل کی لوزانی شعاع شیطان کی شوکت کو توڑ ڈالے گی اور اس کے شر کو نیست کر دے گی اور اس کے اثرات فنا ہو جائیں گے اور تمہاری ذات کے اندر اس کا جو لشکر کارفرمائی کے لئے موجود ہے اس کے پاؤں اکھڑ جائیں گے اور پھر بسا اوقات ایسا ہوگا کہ تم اپنے بھائیوں اور اپنے پیروؤں کے لئے نگہبان بن جاؤ گے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اے عمرؓ! شیطان تمہارے سایہ سے بھاگتا ہے! آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس وادی سے عمرؓ گزرتے ہیں شیطان اس وادی کو چھوڑ کر دوسری وادی میں چلتا ہے۔ ایک ضعیف روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ عمرؓ کو دیکھ کر شیطان بدحواس ہو جاتا ہے۔

شیطان جب کسی بندے میں اپنی عداوت اور مخالفت کی تصدیق کر لیتا ہے اور بندے کی سچائی اس پر ظاہر ہو جاتی ہے تو وہ اس سے مایوس ہو کر اس کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسرے کی طرف متوجہ ہوتا ہے لیکن پوشیدہ طور پر چھپتا چھپتا آتا رہتا ہے لہذا بندے کو چاہیے کہ صدق پر سختی سے قائم اور شیطان کے وار سے ہوشیار رہے اس لئے کہ اس کا سوراخ باریک ہے اور اس کی دہن پانی اور حقیقی ہے، وہ گوشت پوست میں خون کی طرح رواں دواں دہتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ کبر سنی میں دُعا مانگا کرتے تھے کہ اے الہی! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں زنا کروں یا کسی کو قتل کروں!! کسی نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو یہ خوف کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہ خوف کروں جب کہ شیطان زندہ ہے!!

جن کلمات کے ساتھ شیطان سے جنگ کرنے اور اس کو دور کرنے پر استقامت حاصل ہوتی ہے وہ کلہ اخلاص اور رب الغزت کا ذکر کرنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد ربانی کو نقل کرتے ہوئے فرمایا لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو شخص یہ کلمہ کہے گا میرے قلعہ میں داخل ہو جائے گا جو میرے اس قلعہ میں داخل ہو جائے گا وہ میرے ہر عذاب سے محفوظ ہو جائے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جس نے پورے اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ شیطان عذاب کا وسیلہ ہے۔ بندہ جب کلمہ توحید پڑھتا ہے اور کلمہ توحید کے تقاضے یعنی واجبات کے ادا کرنے اور منوعات کے ترک کا لباس پہن لیتا ہے اور شیطان یہ لباس اس کو پہنے دیکھتا ہے تو اس سے دور بھاگ جاتا ہے اور اس کے پاس آنے کی جرأت نہیں کرتا جس طرح جنگ میں سپاہی سپر کے ذریعے دشمن کے اہل سے محفوظ ہو جاتے ہیں اسی طرح بندہ

شیطان کے فتنے سے بچ جاتا ہے (گویا یہ چیزیں اس کے لئے سپرین جاتی ہیں)۔

بِسْمِ اللّٰهِ کا ذکر بھی بکثرت کرنا چاہیئے، روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ نے سنا کہ ایک کہہ رہا تھا کہ شیطان ہلاک ہو، آپ نے فرمایا ایسا نہ کہو کیونکہ اس طرح شیطان اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگتا ہے اور کہتا ہے مجھے اپنی عزت کی قسم! میں نے تجھ پر غلبہ پالیا! بلکہ اس کے بجائے تم بِسْمِ اللّٰهِ کہو کیونکہ اس سے شیطان چھوٹا بنتا ہے یہاں تک کہ وہ ایک چیز نبی کے برابر بن جاتا ہے۔

شیطان سے مقابلہ کرنے کی ایک اہم صورت یہ بھی ہے کہ اللہ کے فضل کے علاوہ دنیا والوں سے کسی قسم کی طمع نہ رکھے۔ دنیا والوں کی مدد کی نہ ان کے مال کی نہ ان کی تعریف کی نہ ان کے جتنے اور گروہ کی نہ ان کے تحفے ہدایا کی، کیونکہ دنیا اور دنیا والے سب شیطان کی فوج اور اس کا جتھا ہیں۔ دنیا میں آدمی اپنے مال کے ساتھ اور بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ ہوتا ہے۔ لہذا بندے پر لازم ہے کہ ہر ایک سے امید منقطع کرے، اللہ پر توکل اور بھروسہ کر کے ہر ایک سے بے نیاز ہو جائے۔ اپنے تمام معاملات اور تمام حالات میں صرف اللہ کی طرف رجوع کرے، حرام اور حرام کے شبہ سے بھی گریز کرے، مخلوق کا احسان نہ لے، مباح اور حلال چیزوں کے استعمال میں بھی کمی کرے۔ خواہش نفس اور حرص کے ساتھ کھانا نہ کھائے اور اس کو ہمارے کی طرح کمائی نہ کرے جو بغیر دیکھے اور تیز کے رات کے اندھیرے میں لکڑیاں جمع کیا کرتا تھا (تو خشک کچھ تیز نہ تھا) جو شخص اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کا کھانا کہاں سے آتا ہے (حلال ذریعہ سے یا حرام سے) تو اللہ تعالیٰ بھی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کو دوزخ کے کون سے دروازے سے داخل کرے، لہذا بندے کو چاہیئے کہ ان تمام باتوں کا خیال رکھے اور اس طرح کار بند ہو کہ شیطان اس سے ناامید ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرم سے وہ محفوظ ہو جائے اگر بندے نے ان باتوں پر عمل نہیں کیا تو شیطان اس کے دل اور سینے پر سوار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَعْصُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ فَقَدْ فُتِنَ لِّهٖ شَيْطٰنًا فُتُوْكَهُ قَبْرٰٓئِیْنٌ

جو شخص رحمن کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے ہم اس پر شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں۔

پس شیطان اس کا ساتھی بن جاتا ہے، کبھی نماز میں دوسو ڈالتا ہے کبھی ایسی باطل نفسانی خواہشوں میں مبتلا کر دیتا ہے جو حرام یا مباح ہوتی ہیں اور کبھی وہ بندے کو فرائض کی بجا آوری، نیک اعمال، سنن و واجبات، عبادات اور طاعات کے بجالانے میں رخنہ ڈالتا ہے جس کے نتیجے میں بندے کو دنیا اور آخرت کا خسارہ اٹھانا پڑتا ہے اور اس کا حشر شیطان کے ساتھ ہوتا ہے، بسا اوقات آخر عمر میں اس کا ایمان بھی چھین لیتا ہے جس کے باعث وہ قیامت کے دن جہنم کے اندر فرعون، ہامان اور فاردن کی معیت میں ہوگا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ایمان کے چھین جانے سے اور ظاہر و باطن میں شیطان کی پیروی کرنے سے پناہ مانگتے ہیں۔

شیطان کے احوال

مقاتل نے بروایت زہری بواسطہ عمر بن - حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ایک ات حضور کی تلاش میں آئے، ان صحابہ میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان، اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل تھے۔

ان اصحاب کے منہ پر رسول اللہ باہر تشریف لائے اور حالت یہ تھی کہ بخار کی وجہ سے آپ کی مبارک پیشانی پر پسینے کے قطرات
 موتیوں کی طرح چمک رہے تھے پھر حضورؐ نے اپنی مبارک پیشانی پر ہاتھ پھیر کر فرمایا "اللہ تعالیٰ ملعونوں پر لعنت کرے" آپ نے
 بین مرتبہ فرمایا اس کے بعد اس قدر جس جھکایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اس
 دقت آپ نے کس پر لعنت فرمائی؟ حضورؐ نے فرمایا: خدا کے دشمن ابلیس خبیث پر!! اس نے اپنی دم اپنی ذہن میں ڈال کر
 سات انڈے نکالے اور ان سے اس کی اولاد ہونی پھر ان کو بنی آدم کے ہرکانے پر اس نے مامور کیا ان سات میں سے ایک کا نام
 جوش ہے جس کو علماء رکے درغلانے پر مقرر کیا گیا چنانچہ وہ علماء کو مختلف خواہشات کی طرف لے جاتا ہے دوسرے کا نام صہب ہے
 جو نماز پر مقرر ہے نمازیوں کو ذکر الہی سے ہٹا کر ادھر ادھر لہو و لعب میں لگا دیتا ہے اور ان کو جاہی اور انکھ میں مبتلا کر دیتا ہے پس
 اس طرح نمازیوں میں سے کوئی سو جاتا ہے اور جب کوئی کہتا ہے کہ سو گئے؟ تو وہ کہتا ہے نہیں میں تو نہیں سویا! اس طرح وہ نماز
 میں بغیر وضو کے رہ جاتا ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے کہ ان میں سے کوئی نمازی اس حال میں نکلتا ہے کہ
 اس کو آدمی نماز کیا بلکہ جو تھائی نماز کے دسویں حصہ کا بھی ثواب نہیں ملتا بلکہ ایسی نماز کا گناہ ثواب سے بڑھ جاتا ہے۔
 شیطان کی تیسری اولاد کا نام زلیخون ہے۔ بازاروں میں مقرر ہے وہ لوگوں کو کم کرنے اور چھوٹ بولنے پر اکساتا ہے
 مال بیچتے وقت دوکانداروں کو مال کی جھوٹی تعریف پر ابھارتا ہے۔ تاکہ اپنا مال فروخت کر کے روزی کمائے۔ چوتھے کا نام ہنتر
 ہے وہ لوگوں کو گویاں جاک کرنے، منہ لوچنے اور مصیبت کے دقت وادبلا کرنے پر مقرر ہے (لوگ مصیبت پر پڑے پر ہائے وادبلا کرتے
 ہیں) تاکہ مصیبت کے اجرو ثواب کو (زیادہ فضاں کر کے) منافع کرائے۔ پانچویں کا نام منشوط ہے یہ درد فکری، جفا خوری، طعن، تشنیع
 کرنے پر مقرر ہے۔ چھٹے کا نام واسم ہے یہ شرمگاہوں پر مقرر ہے۔ چنانچہ یہ مرد اور عورت کی شرمگاہوں پر معمول کرتا ہے تاکہ
 وہ ایک دوسرے کے ساتھ زنا میں مبتلا ہوں۔ ساتویں کا نام اعور ہے یہ چوری پر مامور ہے یہ چور سے کہتا ہے کہ مال چوری کر، کہ
 چوری تیرے فائدہ کو دور کرے گی، تیرا فرض ادا ہو جائے گا اور تیری تن پوشی بھی ہو جائے گی بعد کو تو بہ کر لینا، لہذا ہر مسلمان کا
 فرض ہے کہ وہ کسی حالت میں بھی شیطان سے غافل نہ رہے اور اپنے کاموں میں اس سے بے خوف ہو کر نہ بیٹھ جائے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دینو پر ایک شیطان مقرر ہے جس کا نام ولہان ہے تم
 اس سے اللہ کی پناہ مانگو۔ نماز کی صفوں میں مل کر کھڑے ہونے کی بھی آپ نے ہدایت فرمائی ہے۔ تاکہ شیطان بکری کے بچہ (حذت)
 کی طرح صفوں میں نہ گھس آئے۔
 حضرت عثمان بن حسان نے فرمایا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا "میری نماز اور میری قرأت میں
 شیطان خلل ڈالتا ہے" حضورؐ نے ارشاد فرمایا اس کا نام خنزب ہے جب تم کو اس کا احساس ہو تو اللہ کی پناہ مانگو اور آؤ باللہ
 پڑھو اور بائیں طرف کو تین بار دھکا دو۔ حضرت عثمانؓ نے عرض کیا کہ میں نے ایسا ہی کیا ہے اور اللہ نے اس کو مجھ سے دور
 کر دیا ہے۔ ایک مشہور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس طرح آیا ہے کہ تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شیطان ہے
 صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا حضورؐ کے لئے بھی ہے؟ فرمایا میں بھی اس کے بغیر نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلہ میں
 لے حذت حجاز کی ان چھوٹی چھوٹی بکریوں کو کہتے ہیں جن کے زدم ہوتی ہے اور نہ کان ایسی بکریاں ہیں جن کے مقام جرش میں پایا ہوتا ہیں

میری مدد فرمائی ہے اور مجھے اس سے محفوظ و مامون کر دیا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک پر اس کا ایک جن ساتھی مقرر ہے، عرض کیا گیا کہ کیا حضور بھی اس کے بغیر نہیں ہیں؟ حضور نے ارشاد فرمایا ہاں میں بھی اس کے بغیر نہیں مگر اللہ نے اس کے مقابل میں میری مدد فرمائی ہے اور وہ میرا تابع ہو گیا ہے اب مجھے وہ نیکی کے سوا کچھ اور مشورہ نہیں دیتا۔

منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ سے ابلیس کو نکال دیا تو اس کی شیطان بیونی کو اسی کی بائیں پسلی سے پیدا کیا۔ جس طرح حوا کو حضرت آدم سے پیدا کیا گیا تھا۔ پھر اس عورت سے شیطان نے جماع کیا وہ حاملہ ہو گئی اور اس نے اکتیس اندے دے دیے اس کی ساری نسل کی اصل یہی اس اندے میں پھر اس سے شیطان کی تمام ذریعات پھیلی جس سے خشکی اور سمندر پٹ گئے یہاں تک کہ ہر اندے کے دس ہزار نر و مادہ پیدا ہوئے جنہوں نے پہاڑوں، جزیروں، ویرانوں، جنگلوں، دریاؤں، ریگستانوں، بیابانوں، چمنوں، چوراہوں، حاملوں، پاخانوں، فرجوں، جنگل جبل کے میدانوں، قرنا پھونکنے کے میدانوں، قبرستانوں، گھروں، کوٹھیلوں، بدوؤں کے خیموں، غرض کہ جملہ جگہوں کو بھردیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”تو کیا تم شیطان اور اس کی ذریت کو میرے سوا دوست بناتے ہو۔ حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے اور

ظالموں کے لئے کتنا بڑا بدلہ ہے۔“

بلاکت ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو شیطان اور اس کی ذریت کی اطاعت، اللہ کی عبادت کے بجائے اختیار کرتے ہیں۔ بلاشبہ انہی کے ساتھ یہ بھی دوزخ میں رہیں گے بشرطیکہ انہوں نے توبہ نہ کی نسیحت کو قبول نہیں کیا اپنے نفس کی رہائی اور خلاصی کی کوشش نہ کی۔ برے اعمال، برے رفقاء، اور شیطانی لشکر کو نہ چھوڑا، پس لازم ہے کہ اللہ کی طرف رجوع کرے اور اطاعت الہی کی پابندی کرے، اُن علماء اور اہل معرفت کی صحبت اختیار کرے جو اللہ کے حکم کے موافق عمل کرنے والے اور اللہ کی طرف بلانے والے اس کی رضا کی طرف راغب کرنے والے، اس کے فضل کے امیدوار اور اس کے قریب سے ڈرنے والے ہیں اور جن کو اللہ کی پکڑ کا خوف رہتا ہے، دنیا سے رغبت نہیں رکھتے، آخرت کے طالب ہتے ہیں۔ جو راتوں کو نمازوں میں گھڑے رہنے والے، دن کو روزہ رکھنے والے اور گزشتہ بیکار زندگی پر توبہ کرنے والے، آئندہ کے لئے توبۃ النصوح کرنے والے، تمام گناہوں اور خطاؤں سے توبہ کر نیوالے خالق کائنات پر توکل کرنے والے، شرب روزے اوقات میں عبادت کرنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو طوق و سلاسل دنیوی مصائب و جہنم کی آگ کے خون سے محفوظ و مامون ہیں اس لئے کہ انہوں نے شیطان کی پیروی سے منہ موڑا اور ظاہر و باطن میں اللہ کے احکام کی پیروی کی، پس جزا فیہ والا ان کے اعمال کے مطابق ان کو جزا اور احسان فرمانے والا اللہ ان کو ثواب عطا فرمائے گا ویسا ہی ثواب جیسا کہ اس نے خود ارشاد فرمایا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اس دن کے شر سے بچالیا خوشحال نازگی اور سرور ان کے سامنے لایا اور صبر رکھنے کے عوض ان کو جنت اور حیرت انگیز لباس عطا فرمایا۔

بلاشبہ پرہیزگار لوگ جنت میں اپنے قدرت والے بادشاہ کے پاس صدق کے مقام میں ہوں گے۔

فَوْقَهُمُ اللَّهُ شَرُّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّهْمُ نَضْرَكًا
وَسُورًا وَجَزَا هُمْ بِمَا صَبَرُوا
جَنَّتْ وَحَيْرَانًا

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّتٍ وَنَهْرٍ فِي مَقْعَدِ
صَدَقَةٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُفْتَدُونَ

وَلَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ هِ (اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے، خصوصیت کے ساتھ اس کو دو جنتیں ملیں گی۔)

اللہ کے جو بندے متقی ہونے کے بعد آزمائش میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ان کا ذکر اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتا ہے :-

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ

جب کبھی شیطان پرہیزگاروں کے دلوں میں سو سے ڈالتا ہو تو اُس وقت خدا کو یاد کرتے ہیں۔ اور ان کو حق و باطل کا فرق فوراً معلوم ہو جاتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اللہ کی یاد سے دلوں کو جیسا حاصل ہوتی ہے اور دل سے پردہ غفلت دور ہو جاتا ہے اور بے چینیوں کا تدارک ہو جاتا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی یاد پرہیزگاری کی کنجی ہے اور تقویٰ آخرت کا دروازہ ہے اسی طرح جیسے

هَوَاءَ (خواہشات) دنیا کا دروازہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَإِذْ كُودَا مَافِينِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

اور جو کچھ قرآن میں ہے اُسے یاد کرو تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ یاد الہی سے انسان متقی بن جاتا ہے۔

انسان کے موکل

انسان کے موکلین

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ انسان کے دل میں ہر وقت دو مشورہ دینے والے موجود رہتے ہیں ایک وہ فرشتہ ہے جو نیکی اور حق پر ابھارتا ہے دوسرا دشمن شیطان ہے جو بُرے کاموں پر ابھارتا

ہے اور حق کی تکذیب کرتا اور نیکی سے باز رکھتا ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں حقیقت میں یہ دو طرح کے خیالات ہوتے ہیں ایک اللہ کی طرف سے (ارادہ خیر) اور دوسرا شیطان کی طرف سے (تکذیب حق)۔ اللہ اپنے اس بندے پر رحم فرمائے جو ارادے کے وقت

توقف کرے اگر وہ اللہ کی طرف سے ہو تو اس کو عمل میں لائے اور شیطان کی طرف سے ہو تو اس سے جہاد کرے، آیت مِّنْ شَرِّ النَّفْسِ الَّتِي لَخَنَّاسٍ كِی تَشْرَحْ کرتے ہوئے مقاتل نے بیان کیا ہے کہ دوسرا آدمی کے دل پر پھیلتا ہے اگر انسان اللہ کو

یاد کرتا ہے تو یہ دوسرا ڈالنے والا خناس بھی بھٹ جاتا ہے اور اگر انسان غفلت برتتا ہے تو یہ دل پر چھا جاتا ہے یہاں تک کہ آدمی کے دل کو ہر طرف سے گھیر لیتا ہے اور جب انسان ذکر الہی کرتا ہے تو وہ اس کے دل سے جدا ہو کر اس سے دور ہو جاتا

ہے بلکہ اس کے دل سے نکل جاتا ہے۔ حضرت عکرمہ کا ارشاد ہے کہ دوسو سوں کے مقام مرد کا دل اور آنکھیں ہیں اور عورت کی صرف آنکھیں ہیں جب وہ سامنے ہو اور اگر عورت پشت پھیر کر جائے تو اس کے سر نیوں میں اس کا مقام ہے۔

القاہ بے قلب

دل میں چھ طرح کے القا ہوتے ہیں اول القاے نفس دوم القاے شیطان سوم القاے روح چہارم القاے ملک پنجم القاے عقل ششم القاے یقین القاے نفس خواہشات کی تحصیل جائز و ناجائز رجحانات میلان

کے درپے ہو جانے کا حکم دیتا ہے القاے شیطان عقیدہ کے اعتبار سے کفر و شرک کا حکم دیتا ہے نیز دوسرا خداوندی پر چھوٹے ہونے کا بہتان اور اس کے پورا ہونے کی شکایت پرا بھارتا ہے اعمال میں گناہ کرنے تو ہمیں تاخیر اور دنیا و آخرت کو تباہ کرنے والے امور کو اختیار کرنے کا مشورہ دیتا ہے۔ یہ دونوں القا، القاے بد ہیں ان کے برا ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ دونوں خطرے یا

القا عام سماویں کو لاحق ہوتے ہیں۔

﴿ اِقَاءِ رُوحِ اور البقاء ملک دونوں حق تعالیٰ کی اطاعت اور اس کا ہر حکم بجالانے کا جس کا نتیجہ دنیا و آخرت میں سلامتی کی صورت میں ہوتا ہے، حکم دیتے ہیں اور یہ ہر اس چیز کو لاتے ہیں جو شریعت کے مطابق ہوتی ہے یہ دونوں اِقَاءِ مَعْمُودِ قابلِ ستائش ہیں اور یہ خواص المسلمین میں پائے جاتے ہیں (عام میں نہیں) اِقَاءِ عَقْلِ کبھی اس بات کا حکم دیتا ہے جو نفس اور شیطان کے موافق ہوتی ہے اور کبھی ایسی بات کا حکم دیتا ہے جو اِقَاءِ رُوحِ و ملک کے موافق ہوتی ہے یہ اِقَاءِ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے اور اس سے تخلیق کائنات کا استحکام و ابستہ ہے تاکہ عقل صحت مشاہدہ اور نیک بُد کی تمیز کے ساتھ خیر یا شر کا اختیار کرے اور نتیجہ میں عذاب یا ثواب اس کے لئے موجب زیاں یا باعث سود مند ہی ہوں۔ چونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم کو اپنے احکام کے نزول کا محل اور امتنا ہی دارِ اقلوں کا مرکز بنایا اسی طرح عقل کو نیک و بد کی کسوٹی (معیار) بنایا ہے، عقل بھلائی برائی کو لیکر جسم کے اندر داخل ہوتی ہے، عقل اور جسم دونوں مکلف ہونے کے محل ہیں احوال کی تبدیلی کا مقام ہیں اور راحت کی لذت یا عذاب الیم کی کربت کی تعیین کے ذرائع ہیں (عذاب کی تکلیف اور ثواب کی لذت اس کے ذریعہ سے پہچانی جاتی ہے) ﴿ اِقَاءِ یَقِینِ رُوحِ ایمان ہے، منزل علم ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا نزول اور صدور ہوتا ہے، یہ اِقَاءِ صرف ان سینوں میں پیدا ہوتا ہے جو مرتبہ ایمان پر پہنچ جاتے ہیں۔ جیسے صدیقین، شہداء، ابدال اور مخصوص اولیاء کرام! یہ اِقَاءِ مخفی طور پر نازل ہوتا ہے اور اس کی آمد بہت ادق ہوتی ہے مگر برحق ضرور ہوتی ہے۔ اس کا صدور علم لدنی، اخبار بالغیب و اسرار الامور کے ساتھ ہوتا ہے، یہ مقام ان بندوں کو ملتا ہے جو اللہ کو محبوب مرغوب ہوں، اس کے منتخب ہوں، ذیانی اللہ ہوں اور اپنے ظواہر سے بھی غافل ہو گئے ہوں، فرض اور سنت ہائے موکدہ کی ادائیگی کے علاوہ ان کی ظاہری عبادات کا رُخ باطن کی طرف ہو گیا ہو (ہر وقت باطنی عبادات میں غرق ہوں سوائے فہرستوں اور موکدہ سنتوں کی ادائیگی کے) یہ لوگ ہر وقت اپنی باطنی کیفیات کی نگہداشت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی ظاہری تربیت کا خود ہی کیفی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (کہ وہ اس طرح کہتے ہیں) ﴿

إِنِّي لِيَ اللّٰهُ الَّذِي سَزَلْتُ لَكَ وَ
هُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ۝

میرا کار ساز تو اللہ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی وہی
نیکوں کا کار ساز ہے۔

پس اللہ تعالیٰ ان کا ذمہ دار ہوتا ہے، وہی ان کے کام پورے کرتا ہے وہی اسرار غیب کے مطالعہ میں ان کے قلوب کو مشغول رکھتا ہے وہی اپنے قرب کے جلووں سے ان کے دلوں کو روشن رکھتا ہے، اس نے ان حضرات کو اپنے ساتھ مکالمے کے لئے انتخاب کر لیا ہے اپنی ذات پاک کو خاص طور سے ان کے سکون و طمانیت کا مرجع بنا دیا ہے۔ پس ہر روز ان کے علم میں افزودنی، معرفت میں زیادتی، لورائیت میں کثرت اور قرب الہی میں اضافہ ہوتا ہے یہ حضرات ہمیشہ باقی رہنے والی اور کبھی ختم نہ ہونے والی راحت غیر منقطع لغت اور امتنا ہی مسرت میں غرق رہتے ہیں پھر جب ربی ان کی تحریر (آمد) اپنی آخری مدت پر پہنچ جاتی ہے اور اس دار فنا میں ان کے قیام کی مدت اختتام کو جا پہنچتی ہے تو ان کا انتقال بڑا پر شکوہ ہوتا ہے جیسے ایک دلہن حجابِ عروسی سے نکل کر صحن میں آجائے اور ایک دفی حالت سے اعلیٰ حالت میں پہنچ جائے۔ دنیا ان کے لئے جنت ہوتی ہے اور آخرت میں ان کو آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیف میسر ہوگا۔ یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنا میسر آئے گا۔ نہ دربان ہوگا، نہ ڈر، نہ حاجب ہوگا نہ دربان

کے گناہ کوئی روکنے والا ہو گا نہ ٹھکنے والا نہ کوئی احسان رکھنے والا ہو گا نہ احسان اٹھایا جائے گا نہ دکھ ہو گا نہ تکلیف اور نہ اس لذت کا اختتام ہو گا اور نہ انقطاع! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ فِي مَقْعَدٍ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

بیشک پرہیزگار باغوں اور نہروں میں صدقہ کے مقام میں قدرت رکھنے والے بادشاہ کے پاس ہوں گے۔

جن لوگوں نے دنیا میں نیک کام کئے اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی کی تو آخرت میں اس کے عوض وہ ان کو جنت، عزت کی نعمت اور سلامتی عطا فرمائی گئی۔ اور چونکہ دنیا میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے پاکی و صفائی میں زیادتی کی اور اس کے برخلاف عمل سے اجتناب کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بقا و عطا کے گھر میں زیادہ عطا فرمایا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ رب کریم کی طرف نظر کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارباب بصیرت اور اہل دانش کو اس کی خبر دی ہے۔

نفس اور روح نفس اور روح الفاسد شیطان و ملک کے دو مقامات ہیں، ملک دل میں تقویٰ کا القاء کرتا ہے اور شیطان نفس میں بدکاری کی تحریک کرتا ہے، نفس بدکاری میں اعضا کو استعمال کرنے کی دل سے خواستہ گاردی کرتا ہے۔ عقل اور خواہش جسم کے اندر نفس کے لئے مقام ہیں اور دونوں اپنے حاکم کی رضا کے مطابق جسم میں اپنا عمل کرتے ہیں تو فی خیر یا تو فی شر! دل میں دو روشن نور ہیں علم اور ایمان یہ سب دل کے کارندے، اس کے آلات ہیں، ان آلات و اسباب کے درمیان دل بادشاہ کی طرح ہے یہ سب اس کے لشکر کی ہیں جو اس کے پاس آکر آرتے ہیں۔ دل ایک روشن آئینہ کی مانند ہے اور یہ آلات اس آئینہ کے گرد آکر ہیں جب دل ان کی طرف دیکھتا ہے، یہ سب اس میں جلوہ فگن ہوتے ہیں یعنی آئینہ قلب ان سب کا ادراک کر لیتا ہے۔

خدا کی پناہ مانگنا میں کج و شیطان سے، برے خیالات سے، نفس کے خطرات سے ہر جن دانش کے فتنہ سے، ریا اور نفاق سے، خود پسندی اور تکبر سے، شرک سے، دل میں پیدا ہونے والی بری خصلتوں سے، ہلاکت کی منزل تک پہنچانے والی نفس کی شہوت و ہر لذت سے، بدعت و گمراہی سے، اُن خواہشوں سے جو آتش دوزخ کو جسم پر مسلط کر دینے والی ہیں اور اس قول و فعل اور فکر سے جو عرش سے نازل ہونے والے عیبی حکوم کے لئے دل کی رکاوٹ بن جائیں، گمراہ کی رغبتوں کے اتباع سے، نفسانی جذبات اور خراب خلاق سے، عیش و سرور کے مالک کی پناہ مانگتا ہوں۔ اگر میں طاعت و بندگی سے غافل ہو جاؤں تو رب و دود کی پناہ مانگتا ہوں اور اس کے عذاب سے جو میری رگت جاں سے بھی زیادہ مجھ سے قریب ہے۔

میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں اس کے اس وقت کے قہر سے جب وہ گناہگاروں پر غضبناک ہوتا ہے، میں اس کی پناہ مانگتا ہوں اپنے گناہوں کی پردہ دری سے اور خشکی و تری میں اس کی معصیت کرنے سے، کج روی اور غافلت سے، شیخی اور تکبر سے اطاعت و عبادت نہ کرنے سے اور اس کے نہ کرنے پر قسم کھانے سے، جھوٹی قسم کھانے اور قسموں کے توڑنے کے گناہ سے، نیز بڑے خاتمے، ہر نیکی کی دولت سے تہی داماں ہونے سے، مرتے وقت بری موت سے۔

شیطان سے جہاد کرنا جہاد کرو گے تو حق تعالیٰ کی مدد و تمغائے شامل حال ہوگی اور اللہ تعالیٰ تمھارا مددگار ہوگا، کافروں سے

جہاد کا ہری طور پر نیزے اور تلوار سے ہوتا ہے اور بادشاہ دو جہاں اس جہاد میں متدارمہ دگار ہوتا ہے اور اس جہاد میں مختار مرکز
 امید حصول جنت ہے اگر کافروں سے جہاد کے دوران تم شہید ہو گئے تو مختار مٹی جزا دار البقا ہے (بہشت جادواں ہے) اگر تم شیطان سے
 جہاد کرتے ہوئے فنا ہو گئے اور مختاری تمام عمر اس کی مخالفت میں صرف ہو جائے تو مختاری جزا یہ ہوگی کہ تم رب العالمین کے بندہ
 سے کفر فراد ہو گئے، اگر کافر تم کو مار ڈالے تو تم شہید ہو گئے اور اگر شیطان کی پیروی و اطاعت کی حالت میں شیطان نے تم کو مارا تو زندہ
 درگاہ حق ہو جاؤ گے، کافروں سے جہاد کی تو ایک حد و نہایت ہے لیکن شیطان اور نفس سے جہاد کی کوئی حد و غایت نہیں اللہ تعالیٰ
 فرماتا ہے: **وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ** ہ اپنے رب کی عبادت یقین یعنی موت آنے تک کرو شیطان اور خواہش
 نفس کی مخالفت کا نام عبادت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **فَكُنْ بِكَبُورٍ فِيهَا هُمْ وَأَنفَاؤُنَ وَجُنُودُ إِبْلِيسَ
 أَجْمَعُونَ** ہ (وہ اور سب گمراہ اور شیطان کا لشکر سب کے سب اس جہنم) میں سر کے بل ڈالے جائیں گے) پس
 غزوہ تبوک سے واپسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف واپس
 ہوئے، یہاں جہاد اکبر سے حضور والا کی مراد شیطان اور نفس سے جہاد کرنا تھا کیونکہ یہ جہاد دائمی ہے اور اس کی مدت طویل ہے
 پر خطر ہے اور اس میں نتیجہ کی خرابی کا خطرہ رہتا ہے (کہ کامیابی ہو یا نہ ہو)۔

دوسری مجلس

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تشریح میں

إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(بیشک یہ سلیمان کی جانب سے ہے اور مہربان اور رحم کرنے والے اللہ کے نام سے شروع ہے)

یہ سورہ نمل کی ایک آیت ہے، سورہ نمل مکی ہے اس کی آیات کی تعداد ۹۳ ہے اس سورت کے الفاظ ۱۱۴۹ اور اس
 کے حروف کی تعداد ۴۹۹۹ ہے اس آیت میں جس واقع کی طرف اشارہ ہے وہ اس طرح ہے کہ حضرت سلیمان بن داود ان
 پر اور ہمارے نبی رسول اللہ اور تمام انبیاء مومنین، اللہ کے نیک بندوں اور مقربین ملائکہ پر اللہ کی رحمت ہو بیت المقدس
 سے یمن جاتے ہوئے وادی غل (جنوٹوں کی وادی) سے گزرے لوگوں کو پیاس محسوس ہوئی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہڈ
 کو طلب فرمایا، اس وقت آپ کے ساتھ صرف ایک بچی ہڈ تھا، کنگ کو بلوا کر آپ نے اس سے ہڈ کے بارے میں دریافت کیا
 کنگ تمام پرندوں کا سردار تھا اس نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا کہ میں نے تو اس کو کوئی حکم نہیں دیا ہے (کسی گام پر نامور
 نہیں کیا ہے) حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہڈ کی تلاش اس لئے تھی کہ وہ اپنی منقار زمین پر لگا کر (زمین کھود کر) یہ بتا دے کہ
 پانی زمین کے اندر کتنی دور ہے اور کتنے فاصلہ پر ہے، ہڈ اسی کام کے لئے مخصوص تھا۔ جب اس کو پانی کی تلاش کا حکم دیا جاتا
 تو اول وہ ہوا میں اڑتا پھر کچھ دیکھ کر اسی خطہ زمین پر ٹوٹ کر گرا جہاں پانی موجود ہوتا اور پھر وہ اپنی منقار پانی کے
 مقام پر رکھ دیتا (اس طرح وہ پانی کے مقام کی نشاندہی کیا کرتا تھا) جنات جلدی جلدی اس جگہ کو کھودتے اور پانی نکل آتا

جنت حوض تلاب اور باولیاں تیار کر دیتے یہ سب بھرنے جاتے علاوہ ازیں پکھالیں، مشکیزے اور پانی کے تمام برتن بھرنے جاتے اس طرح تمام جانور، جنات اور انسان پانی سے خوب سیراب ہوتے اور بھر کچ ہو جاتا، (منزل کی طرف روانہ ہو جاتے) غرض ہدہ کا اس وقت کچھ بتیہ نہ چلا، حضرت سلیمان علیہ السلام کو بہت غصہ آیا اور کہا کہ میں اس کو اس نافرمانی کی سخت سزا دوں گا اس کے پر نوچ ڈالوں گا تا کہ سال بھر تک پرندوں کے ساتھ نہ اڑ سکے یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا یا وہ میرے سامنے اپنی غیر حاضری کی کوئی واضح دلیل (معقول وجہ) پیش کرے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دستور تھا کہ جب کسی پرندے کو سخت سزا دی جاتی تو اس کے پر اکھاڑ دیتے تھے اور اس کو لندہ راکر کے چھوڑ دیتے تھے۔

ابھی آپ کو وادی نمل میں ٹھہرے ہوئے کچھ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ سامنے سے ہدہ آگیا لہذا زیادہ دیر غیر حاضر نہیں رہا کسی نے اس کو بتایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تیرے لئے سزا کا حکم سنایا ہے۔ کہنے لگا کہ کوئی استثنا بھی اس سزا میں کیا ہے، کہنے والے نے کہا ہاں!!

ہدہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے جا کر گھڑا ہو گیا اور (تعظیماً) سجدہ کیا اور بولا کہ آپ کی سلطنت دائم و قائم رہے اور اللہ آپ کو عمر ابدی عطا فرمائے اس کے بعد چونچ سے زمین کریدنے لگا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں ایسی چیز معلوم کر کے آیا ہوں جس کی آپ کو خبر نہیں ہے (وہ آپ کے احاطہ علم سے باہر ہے) اور وہ یہ کہ سرزمین سبا سے میں ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دریافت کیا وہ کیا خبر ہے؟ ہدہ نے عرض کیا کہ میں نے وہاں ایک عورت کو حکمران پایا جس کا نام بلقیس بنت ابی سرج حمیری ہے۔ اس کو قدرت نے ہر چیز عطا کی ہے۔ اس کے پاس علم ہے، مال ہے، لشکر ہے اور قسم قسم کے گھوڑے ہیں۔ اس کے پاس ایک بہت بڑا تخت ہے وہ تخت بہت ہی خوبصورت ہے اس کی بلندی تیس گز (ایک روایت میں آشتی گز بھی آیا ہے) اور چوڑائی آشتی گز ہے۔ طرح طرح کے جواہر اور موتی اس تخت میں جڑے ہیں لیکن بلقیس اور اس کی قوم کو اللہ کے ہوا سوارج کو سجدہ کرتے ہوئے میں نے دیکھا ہے۔ یہ دین مجوسیوں اور آتش پرستوں کا ہے، شیطان نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ اور راہ راست سے ان کو ہٹا دیا ہے وہ اسلام سے نا آشنا ہیں۔

کیا دجہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے جو آسمان و زمین کی پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کرنا ہے اور لوگ جس چیز کو چھپاتے ہیں وہ سب سے واقف ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش کا مالک ہے۔ یہ حال سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہ سے فرمایا کہ پہلے تم پانی تلاش کرو اس کے بعد ہم تمھاری بات پر غور کریں گے (کہ تم سچ کہتے ہو یا غلط) یہ حکم ملتے ہی ہدہ نے پانی تلاش کر کے جگہ بتادی، سارے لشکر نے سیراب ہو کر پانی چا اور سب کی ضرورت پوری ہو گئی۔ تب حضرت سلیمان نے ہدہ کو طلب کیا اور خط لکھ کر اسے سزا عطا کیا اور ہدہ کو دیکر فرمایا اس خط کو لے جا اور اہل سبا (ملکہ سے مراد ہے) کے پاس پہنچا دے اور ان کے جواب کا انتظار کرنا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے خط میں لکھا تھا: بسم الله الرحمن الرحيم! میں تم کو جنادینا چاہتا ہوں کہ تم مجھ پر برتری اور بڑائی کے

خواستگار بنو (میری اطاعت کرنے میں اپنی بڑائی کو رکاوٹ نہ بناؤ) اور تم سب
فرما بندگان کر یعنی مصالحت کے رنگ میں میرے پاس آؤ، اگر تم جنات سے ہو تو تم
میرے خدمت گار ہو (کہ قوم جنات میری تابع ہے) اور اگر تم انسانوں سے ہو تو تم پر
میرے حکم کا سنا اور اسے ماننا لازم ہے۔

اِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ ذَا اِلَهٍ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلَا تَعْلَمُوْا
عَلٰی ذَا اَنْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ہ

یہ نامہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بیشک اس اللہ کے نام سے شروع ہے
جو مہربان اور رحیم ہے کہ تم مجھ سے سرکشی نہ کرو اور مطیع ہو کر (مسلمان
ہو کر) میرے پاس چلی آؤ!!

بدھ۔ یہ خط لیکر دوپہر کو بلقیس کے محل میں پہنچا۔ بلقیس اپنے محل میں سو رہی تھی، محل کے تمام دروازے بند ہو چکے تھے۔
کوئی اس کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پہرے والے محل کے گرد پہرہ دے رہے تھے اور اس کی قوم کے بارہ ہزار جنگجو سوار نگرانی کے لئے
اس کی فوج میں موجود تھے، ان بارہ ہزار جنگجو سواروں میں سے ہر ایک سوار (جوان) ایک لاکھ جوانوں پر حاکم تھا اور عورتوں اور
بچوں کا ان میں شمار نہیں تھا، ہفتہ میں ایک دن قوم کے معاملات اور ملکی قیامات کا فیصلہ کرنے کے لئے بلقیس باہر نکلتی تھی، اس
کا تخت سونے کے چار پایوں پر قائم تھا، وہ اس تخت پر اس طرح آکر بیٹھی تھی کہ خود تو لوگوں کو دیکھتی تھی لیکن اس کو کوئی نہیں
دیکھ سکتا تھا، جب کوئی شخص عرض مطلب کے لئے اس کے حضور میں پہنچتا تو سامنے پہنچ کر کچھ دیر سر جھکائے کھڑا رہتا اور پھر سجدہ
کرنا وہ سجدے سے اس وقت تک سر نہیں اٹھا سکتا تھا جب تک ملکہ بلقیس اس کو سر اٹھانے کی اجازت نہیں دے دیتی تھی۔
جب تمام معاملات اور قیامات کا فیصلہ ہو جاتا تو وہ پھر اپنے محل میں واپس چلی جاتی اور پھر ہفتہ بھر تک اسے کوئی نہیں دیکھ
سکتا تھا پھر دوسرے ہفتہ کو اسی صورت میں دیکھ سکتا تھا، بلقیس کا ملک (یعنی) بہت ہی بڑا ملک تھا۔
بدھ جب خط لیکر پہنچا تو اس نے محل کے دروازے بند پائے اور چاروں طرف پہرے والے پہرے پر موجود تھے، بدھ
نے بلقیس کے پاس پہنچنے کے لئے محل کے گرد چکر لگائے آخر کار وہ ایک کمرے سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے کمرے میں ہوتا
ہوا ایک روشن دان کے ذریعے بلقیس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ بلقیس تیس گز اونچے تخت پر چٹ لٹیٹی سو رہی تھی اور اس کے جسم پر
ایک چادر کے سوا کوئی اور لباس نہیں تھا اور وہ بھی اس کے زیر ناف پڑی تھی اور کا جسم بالکل برہنہ تھا چادر صرف شہوات کے
لئے تھی اور بلقیس ہمیشہ اسی ڈھنگ سے سوتی تھی، بدھ نے وہ خط اس کے پہلو میں رکھ دیا خود اڑ کر روشن دان میں جا بیٹھا اور
بلقیس کے بیدار ہونے کا انتظار کرنے لگا کہ جب وہ بیدار ہو تو خط پڑھے۔ لیکن بلقیس دیر تک سوتی رہی جب اس کو سوتے
ہوئے بہت دیر ہو گئی تو بدھ نے روشن دان سے اتر کر اپنی جو بیچ سے بلقیس کو ٹھونگ ماری، بلقیس کی آنکھ کھل گئی اور اس نے
اپنے پہلو میں خط رکھا ہوا پایا، اس نے خط کو اٹھایا اور آنکھیں مل کر اچھی طرح بیدار ہو کر اس خط کو دیکھا اور سوچنے لگی کہ محل کے
تمام دروازے بند تھے یہ خط یہاں کیسے آگیا، کمرے سے نکل کر محل کے پہرے والوں سے دریافت کیا کہ کیا تم نے کسی کو میرے کمرے
میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے، جو کیداروں نے کہا کہ دروازے ہی طرح بند ہیں جیسے بند کئے گئے تھے اور ہم محل کے اندر گروہ
نے ہے ہیں کسی کے اندر داخل ہونے کا امکان ہی نہیں، ملکہ سب پر بھی لکھی عورت تھی اس نے خط کھول کر پڑھا اس میں سب سے

پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تحریر تھا، خط پڑھ کر اس نے (عمادین) قوم کو طلب کیا، جب وہ سب جمع ہو گئے تو اس نے کہا "ایک عزت والا خط مجھے پہنچایا گیا ہے یعنی (ایک شاہی مکتوب سزہ مہر مجھے ملا ہے) یَاٰیہَا الْمَلُوْاۗۤ اِنِّیْ اِنِّیْ کِتَابٌ کَرِیْمٌ۔ اس خط میں تحریر ہے :-

اِنَّ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِسْمٰہُ بَنِیْ الْمَلِکِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلَا تَقْلُوْا عَلٰی وَاٰ تُوْفِیْ مُسْلِمٰیْنِ
یہ خط سلیمان کی طرف ہے اور اس اللہ کے نام سے شروع ہے جو بڑا مہربان
نہایت رحم والا ہے کہ تم مجھ سے اونچے نہ بنو اور میری اس فرمانبرداری کو نہ کرؤ
ملکہ نے خط کا مضمون سنا کر سرداروں سے کہا : اے سردارو! مجھے میرے (اس) معاملہ میں مشورہ دو۔

قَالَتْ یَاٰیہَا الْمَلُوْاۗۤ اَفْتُوْنِیْ فِیْ اَمْرِیْ
پس اس نے کہا کہ اے سردارو! مجھے میرے معاملہ میں مشورہ دو کہ میں کیا کروں
میرا تو یہ ہمیشہ سے معمول رہا ہے کہ جب تک تم موجود نہ ہو اور مشورہ میں حاضر نہ ہو تو میں کسی بات کا فیصلہ نہیں کیا کرتی ہوں۔

سرداروں نے جواب دیا کہ ہم بڑے طاقتور، جنگجو اور بہادر ہیں، جنگ، قوت اور کثرت افراد میں کوئی ہم پر غالب نہیں رہے گا
کسی سے شکست نہیں کھاتی ہے، اے بلقیس! تو ہم سب سرداروں کی سردار ہے، تو اپنے معاملہ کو خوب سمجھتی ہے، سرداروں کو
نصیحت نہیں کی جاتی بلکہ حکم کیا جاتا ہے! تو ہم کو حکم دے، ہم تیرے حکم پر چلیں گے، ملکہ نے سرداروں کا یہ جواب سن کر کہا کہ دستو
عام یہ ہے کہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے برباد کر دیتے ہیں اور معززین کو رسوا کرتے ہیں۔ لوگوں کا مال...

چھین لیتے ہیں اور قتل و غارت گری کرتے ہیں، قیدی بناتے ہیں، غرض کہ ہر طرح برباد کر کے چھوڑتے ہیں، اس کے بعد ملکہ سببانے
کہا کہ میں سلیمان کی خواب میں ایک ہدیہ بھیجی ہوں اور آزمائی ہوں کہ تیرے میرے پاس کیا جواب لاتے ہیں اور وہاں کے کیا حالات
سنا رہے ہیں۔ اس کے بعد بلقیس نے بارہ ایسے علام انتخاب کئے جن میں زنا، زینہائیاں تھا، ان کے ہاتھوں پر ہندی لگوئی اور بالوں
میں کنگھی کرانی گئی رہناؤں سنکھار کیا گیا، اور لڑکیوں کا لباس پہنا دیا گیا، ملکہ نے ان کو نصیحت کر دی کہ جب ان سے کچھ پوچھا جائے
اور سلیمان ان سے کچھ گفتگو کریں تو وہ اس طرح جواب دیں جس طرح عورتیں جواب دیتی ہیں، پھر ملکہ نے ایسی بارہ لڑکیاں منتخب کیں۔

جن میں مردانہ علامتیں نمایاں تھیں، مردوں کی طرح ان کے اعضا سخت تھے۔ ان کے سروں کے بال مردوں کی طرح بنوا کر ان کو مردانہ
کپڑے پہنا دیئے گئے اور جو تیاں بھی پہنا دیں۔ ان کو اچھی طرح سمجھا دیا گیا کہ تم سے جب گفتگو ہو تو تم مردوں کے لہجہ میں بے حجابانہ
جواب دینا۔ ان باندیوں و غلاموں کے ساتھ پلنچوج کی لکڑی، مشک، عنبر اور لیشم یہ تمام چیزیں طباقوں میں سجادی گئیں، بہت
زیادہ دودھ والی عربی نسل کی اونٹنیاں، دو خر مہرے (بڑی کڑیاں)، جن میں ایک بل دار سوراخ والا تھا اور دوسرا بغیر سوراخ
کے، ایک خالی پیالہ ان تمام تحفہ و ہدایا کے ساتھ ایک عورت کو بھی حضرت سلیمان کی خدمت میں بھیجا اور اس کو تاکید کر دی کہ حضرت سلیمان

جبات کہیں اسے یاد رکھے اور جو واقعات وہاں گذریں ان کو لفظ بہ لفظ یہاں آکر بیان کرے، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہدایت کی کہ دربار
میں سب کھڑے رہیں جب تک بیٹھنے کی اجازت نہ ملے، بیٹھیں، اگر وہ جبار بادشاہ ہونگے تو تم کو بیٹھنے کا حکم نہیں دیں گے
اور پھر میں ان کو مال دے کر راضی کر لوں گی تاکہ وہ ہماری طرف سے خائف نہ ہو جائیں (حملہ نہ کریں) اور اگر وہ بر دبار صاحب
اور فہیم ہوں گے تو وہ تم کو بیٹھنے کا حکم دیں گے۔

ملکہ سببانے اس عورت کو تاکید کی کہ وہ حضرت سلیمان سے کہے کہ سوراخ والا خر مہرہ (بڑی کڑی) میں کسی جن یا

انسان کی مدد کے بغیر دھاگا پرو دیں اور بغیر سوراخ کے خرہرے میں لوہے اور جن و انس کی مدد کے بغیر سوراخ کر دیں دوسرے یہ کہ غلام اور باندیوں کو الگ الگ کر دیں (عورتوں کو الگ اور مردوں کو الگ کر دیں) پیالہ کو ایسے پانی سے بھر دیں جو جھاگے الا میٹھا ہو اور پانی نہ زمین کا ہو نہ آسمان کا اس کے ساتھ ہی اور ہزاروں علمی سوالات پر مشتمل خط لکھ دیا الغرض یہ سب لوگ تحفے اور ہارے لیکر روانہ ہو گئے۔ جب یہ سب لوگ حضرت سلیمانؑ کے دربار میں پہنچے اور بلقیس کے ارسال کردہ تمام تحائف پیش کئے، حضرت سلیمانؑ نے جب ان کو دیکھا تو ان کی طرف قدم بڑھایا اور ان کو لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا، ان کو حیرت و کھربیا یعنی نہ کسی خوشی کا اظہار کیا اور نہ ناگواری کا! قاصدوں نے آپ کی طرف سے کسی ایسی بات کا مشاہدہ نہیں کیا جس نے ان کو تحفوں کی قبولیت یا عدم قبول کا اندازہ ہوتا، البتہ آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور قاصدوں کی طرف دیکھ کر فرمایا "زمین بھی اللہ کی ہے اور آسمان بھی: اس نے آسمان کو بلند کیا اور زمین کو بچھایا لہذا جو چاہے کھڑا رہے اور جو چاہے بیٹھ جائے، اور سب کے بیٹھنے کی اجازت دے دی!"

ملکہ بلقیس کی نمائندہ اور دیگر کارواں خاتون نے دونوں خرہرے حضرت سلیمانؑ کے حضور میں پیش کر کے کہا کہ ملکہ بلقیس نے استدعا کی ہے کہ جن و انس کی تدبیر کے بغیر سوراخ والے خرہرے میں دھاگا آریا پرو دیں، اور دوسرے خرہرے میں کوہے اور جن و انس کی مدد کے بغیر آریا سوراخ کر دیں۔ اس کے بعد اس نے پیالہ پیش کیا اور کہا کہ ملکہ نے درخواست کی ہے کہ اس کو ایسے جھاگ والے میٹھے پانی سے بھر دیں جو نہ زمین کا ہو نہ آسمان کا!! اس کے بعد غلاموں اور باندیوں کو پیش کر کے درخواست کی کہ عورتوں کو الگ اور مردوں کو ان میں سے الگ الگ فرمادیں۔

حضرت سلیمانؑ نے اعیان مملکت اور امرائے سلطنت کو جمع کیا اور دونوں خرہروں میں سے سوراخ والا خرہرے کو فرمایا کہ اس خرہرے میں کون اس بار سے دھاگا ڈال کر اُدھر نکال سکتا ہے لیکن جن و انس میں سے کوئی اس کو مس نہ کرے، یہ حکم سن کر کچھ عورتیں رہنے والے تخرخ رنگ کے ایک کیرے نے عرض کیا کہ اے سلطان! میں آپ کی یہ خدمت بجا لاتا ہوں بشرطیکہ آپ میری روزی رطب (جھوڑا۔ جھوڑا) سے مقرر فرمادیں آپ نے اس کی عرضداشت منظور کر لی، راوی کا بیان ہے کہ کیرے نے سر سے دھاگا لپیٹ لیا اور خرہرے میں داخل ہو گیا اور دوسری جانب دھاگا لیکر نکل گیا چنانچہ اس خدمت کے عوض آپ نے اس کو روزی رطب سے مقرر فرمادی۔ پھر آپ نے دوسرا خرہرہ لیا اور فرمایا کہ سن ہے! جو اس میں سوراخ کرے لیکن لوہے کی مدد کے بغیر یہ سن کر لکڑی کے کیرے نے آگے بڑھ کر کہا کہ میں یہ خدمت بجا لاؤں گا مگر اس شرط کے ساتھ کہ میری روزی لکڑی میں مقرر کر دی جائے اس کی بھی درخواست منظور ہوئی۔ بس لکڑی کے کیرے نے خرہرے میں سوراخ کرنا شروع کیا۔ اور اس میں آریا سوراخ کر دیا اور اس خدمت کے عوض اس کی روزی لکڑی میں مقرر کر دی گئی۔ اس کے بعد پیالہ آپ کے سامنے رکھا گیا۔ تاکہ میٹھے اور جھاگ والے پانی سے جو نہ زمین کا ہو نہ آسمان کا اس کو پر کر دیا جائے، آپ نے اپنے عربی گھوڑوں کو طلب کیا اور ان کو دوڑا دیا جب دوڑتے دوڑتے ان کے پسینے بہنے لگے اس وقت ان کے پسینے سے اس پیالے کو بھر لیا گیا یہی وہ جھاگ الا میٹھا پانی تھا جو نہ زمین کا تھا اور نہ آسمان کا! اس کے بعد آپ نے پانی منگوایا تو ان خدمتگزاروں کو (جس میں عورتیں اور مرد شامل تھے) وضو کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ لاکوں اور لاکھوں میں امتیاز ہو جائے اول لڑکیوں نے (جو لڑکوں کی شکل میں تھیں) ہاتھوں پر پانی اس طرح بہانا شروع کیا کہ ایک لڑکی نے بائیں ہاتھ میں پانی لیکر دائیں ہاتھ کی پھیلی پر پانی لیکر اپنا پایاں بازو دھویا پھر اسی طرح دائیں ہاتھ میں

پانی کا برتن لیکر دایاں بازو دھویا اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ لوٹیاں (لڑکیاں) ہیں) ان کو آپ نے ایک طرف کر دیا پھر اس کے بعد ان غلاموں کو پانی دیا گیا جو لوٹکیوں کی شکل میں تھے انھوں نے پہلے دایاں ہاتھ دھویا اس کے بعد دایاں جس سے پتہ چل گیا کہ یہ مرد غلام ہیں ان کو بھی الگ کر دیا یہ تعداد میں بارہ تھے اس طرح لڑکوں کو اور لڑکیوں کو آپ نے الگ الگ کر دیا پھر سوالات پر غور فرما کر آپ نے بلقیس کے ایک ہزار سوالات کے جوابات دیدیئے! پھر آپ نے بلقیس کے گدیوں کو واپس کر دیا اور پیغام رساں عورت سے فرمایا کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جو حکومت اور نعمت مجھے عطا فرمائی ہے وہ اس مال سے کہیں بہتر ہے جو اللہ نے تم کو دیا ہے، مجھے اس مال سے کیا خوشی ہو سکتی ہے، تمھارے بڑے تمھارے لئے ہی باعث مسرت ہو سکتے پھر بلقیس کے نام ایک خط لکھ کر مذکور دیا کہ یہ خط بلقیس تک پہنچا دے۔ ہم اُن پر ضرور ایسی فوجوں سے حملہ کریں گے جس کے مقابلہ کی ان میں طاقت نہیں ہے اور ان کو ذلیل و خوار کر کے سب سے نکال دیں گے اور زیادہ ذلیل و خوار ہونگے!!

پھر حضرت سلیمان کا خط لیکر دوبارہ بلقیس کے پاس پہنچا، بلقیس نے خط پڑھا، اس اثنا میں قاصد بھی لوٹ آئے انھوں نے حضرت سلیمان کا واقعہ اور سننے دیا کہ سلسلہ میں آپ نے جو کچھ فرمایا تھا اور لوٹا کر جو جواب دیا تھا وہ سب بلقیس کو سنایا اس وقت بلقیس نے اپنے قوم سے کہا کہ یہ حکم ہم پر آسمان سے نازل ہوا ہے اس کی مخالفت مناسب نہیں ہے اور نہ اس کی مخالفت کی ہم میں طاقت ہے۔ پھر ملکہ سبا اپنے تخت کی حفاظت کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کو سات گروں میں بند کر کے اس پر پہرے والے مقرر کر دیئے اور سلیمان کی خدمت میں روانہ ہو گئی۔ پھر اندر فوراً حضرت سلیمان کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دیدی کہ بلقیس آپ کی خدمت آرہی ہے۔ حضرت سلیمان نے عمائد سلطنت کو جمع کر کے فرمایا کہ سردارو! اس سے قبل کہ بلقیس ایک فرمان پذیر کی حیثیت سے میرے پاس پہنچیں ان کا تخت میرے پاس کون لا سکتا ہے کیونکہ صلح ہو جانے کے بعد ان کے تخت کو لینا جائز نہیں ہوگا، عمرہ نامی ایک تندخو اور غضناک جن نے عرض کیا کہ آپ اپنے اجلاس عدالت میں آٹھنے پائیں گے کہ اتنے عرصہ میں بلقیس کا تخت میں یہاں لا کر حاضر کر دوں گا (حضرت سلیمان کی مجلس عدالت صبح سے دوپہر تک ہوتی تھی)۔ مجھ میں اس تخت کو اٹھانے کی طاقت ہے، میں طاقت ور بھی ہوں اور امانت دار بھی! جو سونا چاندی اور جواہرات اس تخت میں لگے ہیں میں ان میں خیانت نہیں کروں گا! آپ آگاہ ہیں کہ حد نظر میرا ایک قدم ہے اس لحاظ سے میں اتنے وقت میں یقیناً تخت آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا) حضرت سلیمان نے فرمایا کہ میں تو اس سے بھی کم وقت میں تخت یہاں چاہتا ہوں۔ یہ سن کر ایک شخص نے جس کو کتاب اللہ کا کچھ علم تھا اور اللہ کے اسم اعظم یا حی یا قیوم سے وہ آگاہ تھا عرض کیا کہ میں اپنے رب سے دعا کروں گا اور اس کی طرہ رجوع ہوں گا، اپنے رب کی کتاب پر غور کروں گا تو امید ہے کہ آپ کی نظر کی دلچسپی رپاک چھپکتے میں) سے پہلے تخت کو حاضر کر دوں گا۔ اس شخص کا نام آصف بن برخیا بن شعیب تھا۔ اس کی والدہ کا نام باطورا تھا۔ یہ ہی اسرائیلی تھا، چونکہ وہ اسم اعظم سے واقف تھا اس لئے حضرت سلیمان نے کہا کہ اگر تم نے یہ کام انجام دے لیا تو تم غلبہ اور بلندی و مرتبت پاؤ گے اور اگر تم اس کام کو انجام نہ دے سکتے تو تم مجھے ان درباریوں کے سامنے شرمندہ کرنا کیونکہ میں جن دانش دونوں کا سردار ہوں (یعنی ناکامی کی صورت میں میرے حضور میں مت آنا)

Jump

تختِ بلقیس

سیلمان کے حضور میں

چنانچہ حضرت آصف برخیا اٹھے اور دھوکہ کر کے اللہ تعالیٰ کی جناب میں سجدہ کیا اور اسم اعظم پڑھ کر دعا کرنے لگے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اسم اعظم کے ساتھ جس نے بھی دعا کی اس کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور اسم اعظم کے وسیلے سے جس نے کچھ مانگا اسے اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیا وہ

ذوالجلال والاکرام ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ (آصف برخیا کے دعا مانگتے ہی) ملکہ بلقیس کا تخت زمین کے نیچے غائب ہو کر حضرت سلیمان کی کرسی کے پاس نمودار ہو گیا، ایک لے دیت یہ بھی ہے کہ اس کرسی کے نیچے نمودار ہوا جس پر حضرت سلیمان تخت نشینی کے وقت اپنے پاؤں رکھتے تھے۔ جب تخت حاضر ہو گیا تو جنات نے کہا کہ واقعی آپ کے صحابی آصف برخیا تخت کو لانے کی تو قدرت رکھتے ہیں لیکن وہ ملکہ سبا بلقیس کو نہیں لاسکتے! حضرت آصف نے حضرت سلیمان سے عرض کیا کہ (حکم ہو تو) میں ملکہ سبا کو بھی لاسکتا ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے ایک شیش محل تیار کیا گیا اور اس کے نیچے پانی جاری کیا گیا اور اس میں مچھلیاں چھوڑ دی گئیں۔ شیشہ کی صفائی کی وجہ سے فرش کے اوپر سے پانی اور مچھلیاں صاف نظر آتی تھیں پھر حکم کے بموجب حضرت کی کرسی محل کے وسط میں رکھ دی گئی اور مصاحبین کی کرسیاں بھی بچھا دی گئیں خود آپ بھی تشریف فرما ہو گئے۔ ترتیب یہ تھی کہ حضرت کی کرسی کے قریب آدمیوں کی، اس کے بعد جنات کی، اس کے بعد شیاطین کی نشست تھی۔ حضرت سلیمان کی نشست کا یہی طریقہ ہوتا تھا! جب آپ کہیں سفر میں تشریف لے جانا چاہتے تو آپ اپنی کرسی پر اور مصاحبین اپنی کرسیوں پر بیٹھ جاتے تھے پھر آپ ہوا کو حکم دیتے تھے وہ سب کو اٹھا کر فضا میں لے جاتی تھیں اور جب زمین پر چلنے کا قصد ہوتا تو حسب الحکم ہوا سب کو زمین پر لے آتی اور آپ زمین پر چلتے، حضرت سلیمان کی مجلس ایسی ہی ہوتی تھی جیسی اُس زمانے میں بادشاہوں کی ہوتی تھی۔

الغرض جب مجلس کی نشست درست ہو گئی تو حضرت سلیمان نے آصف برخیا کو بلقیس کے لانے کا حکم دیا۔ آصف نے دوبارہ سجدے میں گر کر دوبارہ اسم اعظم یا حتی یا قیوم پڑھ کر اللہ سے دعا مانگی، دعا کرتے ہی بلقیس سامنے آ موجود ہوئیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسم اعظم کا علم رکھنے والا حضرت سلیمان کے اصطل کا داروغہ خبہ بن اوکل تھا بعض کہتے ہیں کہ حضرت خضر ہیں۔

حضرت سلیمان اور

ملکہ بلقیس کی ملاقات

حضرت سلیمان نے بلقیس کو اپنے سامنے دیکھ کر فرمایا کہ یہ میرے رب کی مہربانی ہے وہ مجھے اس امر میں آزمانا چاہتا ہے کہ مجھے جو حکومت دی گئی ہے اس کا شکر ادا کرنا ہوں یا اپنے اس مانت کے علم کو دیکھ کر جو علم میں مجھ سے افضل ہے اس نعمت کی ناشکری کرنا ہوں (علم میں انفسل کے اشارہ)

آصف برخیا کی طرف ہے) حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی شکر کرے گا تو ای کو فائدہ ہوگا اور ناشکری کرے گا تو اس میں خدا کو کچھ نقصان نہیں ہے۔ وہ تو بے نیاز اور کریم ہے وہ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ جب جنات کو یہ خبر ہوئی کہ بلقیس آگئی ہیں۔ تو ان کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں حضرت سلیمان بلقیس سے نکاح نہ کر لیں اگر ایسا ہو گیا تو بلقیس دوزخ جنات کے تمام واقعات حضرت سلیمان کو بتا دیے گی، چونکہ بلقیس کی ماں ایک بری تھی اس لئے اس کو جنات کے بارے میں تمام باتوں کا علم تھا، بلقیس کی ماں کا نام عمیرہ بنت عمر یا راحہ بنت یمن تھا اور وہ جنات کی ملکہ تھی۔ اس لئے جنات اس کی عیب جوئی کرنے لگے تاکہ حضرت سلیمان اس سے نفور ہو جائیں پس وہ کہنے لگے! حضرت والا! بلقیس کو تاہ عقل ہے اور اس کے پاؤں گدھے کے سموں کی مانند ہیں

اور حقیقت بھی یہ تھی کہ بلقیس کے پاؤں کچھ تھے اور ان کی پنڈلیوں پر بال تھے۔ یہ سن کر حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کے عقل و فہم کا امتحان لینا چاہا اور ان کے پاؤں بھی دیکھنا چاہے اور اس کا انتظام یہ کیا تھا کہ شیش محل کے نیچے آپ نے پانی بھرا دیا تھا اور اس میں مینڈکیاں اور مچھلیاں چھوڑوا دی تھیں، بلقیس کی دانش کے امتحان کے لئے آپ نے ان کے تخت میں کچھ تبدیلیاں کر دی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد نکر دالہا عرشہا (بلقیس کے تخت میں کچھ تبدیلیاں کر دو) کے بھی معنی ہیں۔

جب بلقیس محل تک پہنچ گئیں تو ان سے کہا گیا کہ محل کے اندر داخل ہوں۔ جب بلقیس نے محل کے اندر نظر ڈالی تو ان کو وہاں پانی کا گمان ہوا، ان کو ڈر ہوا کہ شاید مجھے ڈبوئے کا انتظام کیا گیا ہے، اگر موت کا اور کوئی طریقہ ہوتا تو اچھا تھا یعنی سلیمان مجھے اور کسی طرح مار ڈالتے، بالآخر اُگے بڑھنے کے لئے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا تو ان کی دونوں پنڈلیوں پر بال نظر آئے باقی بدن کے لحاظ سے بلقیس بہت ہی حسین اور خوبصورت تھیں اور جو کچھ ان کے بارے میں کہا گیا تھا وہ ان عیوب سے بہت دور تھیں۔ کسی نے کہا کہ یہ شیش محل ہے اس میں غبار کا کوئی نشان نہیں ہے۔ یہ ایسا چمکنا ہے جیسے امرد جس کے رخسار پر بال نہ ہوں۔ اس محل کی چھت، زمین اور دیواریں سب شیش کی ہیں، بلقیس حضرت سلیمانؑ کی طرف روانہ ہوئیں حضرت سلیمانؑ ان کی پنڈلیوں پر بال دیکھ چکے تھے اور آپ کو وہ بھی بھلے لگے تھے۔ جب بلقیس حضرت سلیمانؑ کے سامنے پہنچیں تو بار بار اپنے تخت کو دیکھتی تھیں، ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا تمہارا تخت بھی ایسا ہی ہے انہوں نے تخت کو دیکھ کر کچھ ہچکا کچھ نہیں ہچکا، وہ دل میں کہنے لگیں کہ وہ تخت کہاں کیسے پہنچ سکتا ہے وہ تو سات کمرؤں کے اندر بند ہے اور اس کی نگرانی پر چوکیدار بھی مقرر ہیں غرض کچھ ہچکا کچھ نہیں ہچکا کوئی قطعی فیصلہ نہ کر سکیں اور کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا وہی ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا ہم کو اس سے پہلے ہی خبر ہے دیکھی ہے اور ہم اس سے پہلے اللہ کے فرمانبردار بن گئے تھے (بلقیس اسلام لانے سے قبل مجوسی مذہب کی پیرو تھیں) بلقیس کہنے لگیں میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا (یعنی میں نے خواہ مخواہ حضرت سلیمانؑ کے بارے میں بدگمانی کی کہ وہ مجھے ڈبو چاہتے ہیں) یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ میں نے آفتاب پرستی کر کے اپنے اوپر ظلم کیا اب میں سلیمانؑ کے ساتھ اللہ کی فرمانبرداری بنتی ہوں، یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ میں سلیمانؑ کے ساتھ رب العالمین کی خالص عبادت کروں گی۔ اس لئے میں مسلمان ہوتی ہوں۔ (یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ پہلے بلقیس کافرہ تھیں) حضرت سلیمانؑ نے اس کو اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت سے روکا، پھر حضرت سلیمانؑ نے ان سے نکاح کر لیا، ان کے (پنڈلیوں کے) بالی صاف کرنے کے لئے نوراً تیار کرنے کا حکم دیا۔ جب نوراً (چونے کا پوڈر) تیار ہو گیا تو حضرت سلیمانؑ اور بلقیس نے اس کا استعمال کیا۔ حضرت سلیمانؑ ہی نوراً کے موجد تھے۔

حضرت سلیمانؑ کی اولاد

راوی کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے بہت سی باتیں بلقیس سے دریافت کیں اور اس طرح بہت سی باتیں بلقیس نے حضرت سلیمانؑ سے معلوم کیں (یعنی بہت دیر تک دونوں باہم گفتگو کرتے رہے) پھر حضرت سلیمانؑ نے بلقیس سے مباشرت کی اور ان کے بطن سے حضرت سلیمانؑ کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا

نام داؤد رکھا گیا لیکن وہ آپ کی حیات ہی میں مر گیا اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت سلیمانؑ کی وفات ہو گئی اس کے ایک ماہ بعد بلقیس کا بھی انتقال ہو گیا، ایک روایت بھی ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے شام کے ملک میں ایک گاؤں بلقیس کو دے دیا تھا۔ مرنے دم تک بلقیس اس کا مکان لیتی رہیں اور اسی سے اپنا گذارہ کرتی رہیں، ایک روایت میں لڑکی بھی آیا ہے کہ مباشرت کے بعد حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو ان کے

ملک سبا واپس کر دیا تھا اور وہ خود ہمینے میں ایک بادشہیت المقدس سے سوار ہو کر یمن پہنچ جاتے تھے۔

بصائر

حضرت سلیمان اور بلقیس
کے قصہ سے عبرتیں
حاصل ہوتی ہیں !

ہم نے اس مجلس میں حضرت سلیمان کا پورا قصہ تفصیل کے ساتھ اس لئے پیش کر دیا ہے کہ اس میں
عاقبت ہیں، دانشمند مومن کے لئے بڑا سرمایہ نصیحت پنہاں ہے جو گزشتہ نیکوں اور بدوں
کی سیرت سے عبرت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ سابقہ امتوں میں اللہ تعالیٰ کا اقتدار نافذ تھا، جو
فرمان پذیر بندے تھے ان کو اس نے غرت عطا فرمائی اور نافرمانوں کو اپنے فرمانبرداروں کا مطیع

بنادیا۔ نافرمانوں کو خوار و ذلیل کیا اور ان کے اختیار کی باگ ڈور اپنے اطاعت کیشوں کے ہاتھ میں دے دی اور اپنے دوستوں اور
بھتیگوں کو مخلوق کا مالک بنادیا تو دانشمند مومن ان تمام باتوں سے نصیحت حاصل کرتا ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ حضرت سلیمان نے

لہذا کی اطاعت کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بلقیس اور اس کے ملک (سبا) کا مالک بنادیا جب کہ بلقیس کی سلطنت میں بارہ ہزار جنگجو
سردار ایسے موجود تھے جن میں سے ہر ایک کی کمان میں ایک لاکھ فوج تھی اور حضرت سلیمان کی فوج کی کل تعداد سہ لاکھ تھی، جس میں دو

لاکھ جنات تھے اور دو لاکھ انسان۔ دیکھو دونوں فوجوں کی تعداد میں عظیم الشان فرق تھا۔ کہاں بارہ کروڑ فوج اور کہاں
چار لاکھ! لیکن سلیمان کو ان کی اطاعت گزاری کے باعث غالب ملک و کفر و عصیان کی وجہ سے بلقیس کو مغلوب مملوک بنادیا

اس آدمی کو کچھ لینا چاہیے کہ اسلام ہمیشہ سر بلند رہتا ہے سرنگوں نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اہل ایمان پر کبھی کافروں کو مسلط نہیں
کرتا۔ اے مرد مومن! اللہ تعالیٰ تجھے حضرت سلیمان کی طرح توفیق دے، اگر تو سلیمان کی طرح صاحب ایمان ہوگا تو دنیا میں

عملوں سے محفوظ رہے گا اور آخرت میں جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ سے بچے گا، دوزخ تیرا خدمت گزار ہوگا۔ اور خادموں کی طرح
رے آگے آگے چل کر تجھے (جنت کا) راستہ بتائے گا اور اپنے مولا کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دوزخ تجھ سے بہت ہی

نرم الفاظ میں کہے گا: اے مرد مومن میرے اوپر سے گزر جا، تیرے (ایمان) کے نور نے میرے شعلوں کو ٹھنڈا کر دیا ہے غرض
کہ تیری بڑی توقیر ہوگی اور تیرا چہرہ پر نور ہوگا۔ حلقہ شاہی تیرے جسم پر ہوگا اور عظمت و بزرگی کی نشانیاں تجھ سے نمایاں

ہوں گی۔ اس بنا پر خادموں اور غلاموں پر تمھاری توقیر و تعظیم اور خدمت فرض ہے اس کے برعکس کافروں اور نافرمانوں پر وہ
آگ اپنا غیظ و غضب کھائے گی جیسے کوئی غالب آنے والا دشمن اپنی کامیابی کے بعد مغلوب سے انتقام لیتا ہے، اسی طرح وہ

تم سے بدلہ لے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

اِذَا رَاَ تَہْمُ مِنْ مَّکَاٍ بَعِیْدٍ رَجَبَ وَہِ اَسَ (آتش جہنم) دوزخ سے دیکھیں گے تو اس کے غیظ و غضب کی آواز سنیں گے۔
لہذا اگر تم دنیا و آخرت میں عزت کے خواہاں ہو تو تم پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری لازمی اور نافرمانی سے اجتناب

لے یہی لذتِ صحت سے زیادہ قریب ہے ورنہ ایک ملک کی ملکہ اور گزارہ کے لئے صرف ایک گاؤں! کیسے ممکن ہے۔
تہ صاحب غنیہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے۔ میں کیا پورے جزیرۃ العرب کی آبادی اتنی نہ تھی کہ اس سے بارہ کروڑ فوج

تیار ہوتی، آج بھی ممالک عرب کی آبادی اتنی نہیں ہے۔

مذہب، اللہ کی رحمت تم کو اسی وقت حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا
نیز ارشاد فرمایا :- وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ
لِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ
جو عزت چاہتا ہے سودہ جان لے کہ تمام عزت اللہ ہی کی جانب سے
عزت تو اللہ اس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے لیکن
منافق نہیں جانتے

پس اے ایمان کا دعویٰ کرنے والے! تیرا اتفاق اور اے اخلاص کے مدعی تیرا (عملی) شرک تیرے لئے اللہ تعالیٰ کی عزت
اور اس کے برگزیدہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مومنین انبیاء کی عزت کو دیکھنے میں مانع ہے اور ایک حجاب و پردہ ہے ہاں اگر تو
ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل پیرا ہوگا اور اخلاص کی شرائط کے مطابق یقین رکھے گا تو دنیا میں ہر دکہ اور ہرجئی و انسی شیطان
سے اور آخرت میں (دوزخ کی) آگ کے عذاب سے محفوظ رہے گا، تجھے کامیابی اور تیرے دشمنوں کو خواری نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے :- إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ہ اگر تم نے اللہ کی مدد کی تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدم
رکھے گا۔ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ سُبُحٌ وَمَكْرُورٌ بِنُورِ اِذْلَتِ اور نکلت کے ساتھ (صلح کے خواہاں نہ ہویم بھی غالب

ہوئے اللہ تمہارے ساتھ ہے لیکن غفلت تمہارے دلوں پر چھا گئی ہے اور رنگ کی تہیں چڑھ گئی ہیں اس کے گرد مسیحا ہی اور ظلمت
پھیل گئی ہے۔ ہائے افسوس! ہائے ندامت! ایسے دل والوں کے لئے جس دن قیامت میں مجید کھل جائیں گے، وہ دن واقع
ہو نا حق ہے، بڑی مصیبت کا دن ہوگا، تمہاری کوئی چھپی بات چھپی نہیں رہے گی اس روز لوگ پراگندہ و پریشان ہو کر قبروں سے
نکلیں گے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھائے جائیں پس جس نے ذرہ بھرنیکی کی ہے وہ اسے دیکھ لیگا اور جس نے ذرہ بھر بدی کی
ہے وہ اسے دیکھ لیگا۔ کہا گیا ہے کہ چار ذرے مل کر رائی کے دانے کے برابر ہوتے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ ایک ذرہ اس سُرُخ
چیونٹی کے برابر ہوتا ہے جو بمشکل غور کرنے پر نظر آتی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا کہ جب تم اپنا ہاتھ
زمین پر رکھ کر اٹھاؤ تو ہتھیلی میں جو مٹی لگ جائے وہی ذرہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ذرہ جو کے ہزاروں حصہ کا نام ہے بعض
کہتے ہیں کہ ذرہ غبار کے اس حصے کو کہتے ہیں جو شعاع خورشید سے سوئی کے ناکہ کی طرح چمکتا ہے۔ پس کتنا ہیبت ناک ہوگا وہ
دن جس میں ایسے ملے دن والے اعمال (یعنی ذروں کے برابر اعمال بھی) تو لے جائیں گے، اسی دن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اس روز ہم پر ہیزگاروں کو مہمان کے طور پر رحمن کی طرف لے جانے کا حکم دیں گے

اور مجرموں کو سخت پیاس کی حالت میں جہنم کی طرف ہنکائیں گے

اس وقت پردہ ہٹ جائے گا، پوشیدہ باتیں عیاں ہو جائیں گی، مومن اور کافر، صدیق و منافق، موحد و مشرک، دوست

دشمن، واقعی حقدار اور جھوٹے دعویدار میں امتیاز ہوگا (الگ الگ کر دیا جائے گا)

لے نا توں انسان! اس دن کی ہیبت سے ڈر اور غور کر کہ تو ان دو گرد ہوں میں سے کس گردہ میں شامل ہوگا! اگر تو نے

بزرگ و برتر معبود کے لئے اعمال کئے ہیں اور اپنے عمل میں خدائے عظیم و خیر سے خوف کھا یا ہے اور عمل کو ان تمام چیزوں سے

پاک رکھا ہے جو پرکھنے والے بصیرت رکھنے والے رب کی نظر میں بُری اور ناپسند ہیں۔ تو تو اس گردہ میں شامل ہوگا جو قیامت کے دن ار

کا مہمان ہوگا۔ تجھے عزت اور سلامتی حاصل ہوگی اور بشارت تیرے لئے موجود ہوگی اور اگر تیرا عمل اس کے برعکس ہے تو پھر یقیناً تو

گروہ کے ساتھ ہوگا۔ اور ان ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہوگا جو دوزخ میں فرعون و ہامان اور قارون کے ساتھ ہلاک کئے جائیں گے
 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا
 جو شخص یہ امید رکھتا ہو کہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرے پس
 (اس سے کہہ دو کہ) نیک عمل کرے اور اللہ کی عبادت میں
 کسی کو شریک نہ کرے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کی فضیلت!

فضائل حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ جب بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوئی تو بادل اور مشرق کی طرف بجائی ہوئی ہوئیں ٹھہر گئیں، سمندروں میں توجہ ہوا، جانوروں نے گھسنے کے لئے کان لگا دیئے اور شیطانوں پر آسمان سے انگاروں کی مار پڑی، اللہ تعالیٰ نے اپنے عزت و جلال کی قسم کھائی کہ جس بیمار پر اس کا نام لیا جائے گا وہ اس کو ضرور شفا پائے گا اور جس چیز پر اس کو پڑھا جائے گا اس میں برکت عطا فرمائے گا اور جو شخص بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ پڑھے گا وہ جنت میں جائے گا۔

ابو دآل کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ دوزخ کے انیس فرشتوں سے بچائے تو وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے اس کے ۱۹ حرف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر حرف کو عذاب کے ایک فرشتے کے لئے پیر بنا دے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے بقول طاووسؓ فرمایا ہے کہ حضرت عثمانؓ ابن عفانؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے متعلق دریافت فرمایا، حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اللہ کے اسم اعظم اور اس اسم میں ایسا ہی تعلق و اتصال ہے جیسے آنکھ کی سفیدی اور سیاہی میں۔

حضرت ابن مالکؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس شخص نے زمین سے ایسا کاغذ جس پر بسم اللہ تحریر معنی اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم کرتے ہوئے اس ڈر سے اٹھا لیا کہ یا مال نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا نام صدیقین کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اور اس کے والدین کا خواہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں عذاب ہلاک کر دیا جاتا ہے روایت ہے کہ تین مرتبہ شیطان اس طرح چیخ چیخ کر رویا کہ ایسا کبھی نہیں رویا۔ ایک تو اس وقت جب اس کو مردود و ملعون بنا کر عالم طائفہ سے خارج کر دیا گیا، دوسرے سرد کو نین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کے موقع پر، تیسرے اس وقت جب سورۃ فاتحہ نازل کی گئی جس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم موجود ہے۔ سالم بن الجعد کے قول کے مطابق حضرت علی مرتضیٰ

کم اللہ وجہ نے فرمایا کہ جب بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب پہلے جب یہ آیت حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری نسل جب تک اس کی تلاوت کرتی رہے گی عذاب سے محفوظ رہے گی، اس کے بعد اسے اٹھا لیا گیا پھر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئی تو انھوں نے

اس کو اس وقت پڑھا جب وہ آگ میں پھینکے جاتے وقت منجیق کے پلڑے میں تھے اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آگ کو سلامتی کے ساتھ ٹھنڈا کر دیا، پھر اسے اٹھایا گیا، پھر وہ حضرت سلیمان علیہ السلام تک کسی پر نازل نہ ہوئی، جب حضرت سلیمان علیہ السلام پر نازل ہوئی تو فرشتوں نے کہا کہ اے سلیمان! بخدا آپ کی حکومت تمام ہوگئی پھر وہ اٹھالی گئی اب اللہ تعالیٰ نے اسے مجھ پر نازل فرمایا ہے، میری امت قیامت کے دن اس حال میں آئے گی کہ وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے اور جب ان کے اعمال میزان میں تولے جائیں گے تو ان کی نیکیاں وزنی ہو جائیں گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس (بسم اللہ) کو اپنی کتابوں اور خطوں میں لکھو اور جب تحریر کرو تو اس کو زبان سے بھی پڑھو۔

بسم اللہ کی فضیلت کے بارے میں مزید وضاحت و تصریح

حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے لوح و قلم کو پیدا کیا تو سب سے پہلے قلم کو حکم دیا کہ لکھ، قلم لوح پر چلا اور اس پر وہ سب کچھ لکھ دیا جو قیامت تک ہونے والا ہے، قلم نے لوح پر سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم تحریر کیا جب تک لوگ اس آیت کی تلاوت کرتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے امان مقرر فرمادی ہے۔

ساتوں آسمان والے، بلند مرتبہ رکھنے والے، بزرگی والے، پردوں والے، اور صف بستہ مقرب فرشتے (سب) بسم اللہ کا نزول سب اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھنے والے (کو بیان) اس کو پڑھتے ہیں۔ یہ سب سے پہلی آیت ہے جو حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، انھوں نے ارشاد فرمایا تھا کہ (اس کی برکت سے) میری اولاد عذاب سے محفوظ رہے گی جب تک وہ اس کا ورد کرتی رہے گی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ سورت نازل ہوئی اور انھوں نے اس کی تلاوت اس وقت فرمائی جب وہ منجیق کے پلڑے میں بیٹھے تھے آگ میں پھینکے جا رہے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ کو سلامتی کے ساتھ سرد فرمادیا، اس کے بعد اس کو اٹھایا گیا پھر موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اس کی برکت سے وہ فرعون اور اس کے جادو گردوں پر مہمان اور اس کے لشکر، قارون اور اس کے پیروؤں پر غالب آئے اس کے بعد اس کو پھر اٹھایا گیا پھر وہ چوہی بار حضرت سلیمان پر نازل ہوئی اس وقت ملائکہ نے کہا! بخدا آج آپ کی سلطنت کامل ہوگئی چنانچہ جس چیز پر حضرت سلیمان بسم اللہ پڑھتے وہ ان کی تابع

فرمان بن جاتی تھیں۔

جس روز حضرت سلیمان پر بسم اللہ اتاری گئی تھی اللہ نے سلیمان علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ بنی اسرائیل کے تمام لوگوں میں منادی کرادو کہ جو شخص اللہ کی امان کی آیت سننا چاہتا ہو وہ حضرت داؤد کے ہیکل (محراب داؤد) میں سلیمان کے پاس آجائے وہ وعظ کہنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ہر وہ شخص جو اللہ کی عبادت کا شوق رکھتا تھا ان کی خدمت میں دوڑتا ہوا حاضر ہوا۔ چنانچہ تمام احبار بنی اسرائیل اور زہاد و عباد بنی اسرائیل کے تمام قبائل اور گردہ محراب داؤد میں حاضر ہو گئے (کوئی عابد و زاہد باقی نہ رہا) اس وقت حضرت سلیمان اٹھے اور منبر ابراہیم علیہ السلام پر تشریف لے گئے اور ان کے سامنے آیت امان "بسم اللہ الرحمن الرحیم" تلاوت کی جس نے بھی اس کو سنا وہ خوشی سے جھوم اٹھا، سب نے یکتا بان ہو کر کہا کہ ہم کو ابھی دیتے ہیں کہ آپ

اللہ کے رسول برحق ہیں غرضیکہ اس آیت کریمہ کے ذریعہ حضرت سلیمانؑ رد سے زمین کے سلاطین پر غالب آئے اور اسی کے ذریعے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ فتح کروادیا !!

حضرت سلیمان کے بعد اس آیت کو پھر اٹھایا گیا، اس کے بعد جب حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ پر نازل کی گئی تو وہ بہت خوش ہوئے اور آپ نے اپنے حواریوں کو اس کی خوش خبری سنائی، اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل فرمائی: اے کنواری مریم (بتول) کے فرزند! تم جانتے ہو کہ کوئی آیت تم پر نازل کی گئی ہے یہ آیت امان ہے یعنی یہ فرمان باری بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے اس کو تم کھڑے بیٹھے، لیٹے، آتے جاتے، چڑھتے اترتے ہر حال میں کثرت سے پڑھا کرو کیوں کہ جو شخص اس کا ورد رکھے گا وہ قیامت کے دن اس مال میں اٹھے گا کہ اس کے نامہ اعمال میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اٹھ درجہ درج ہوگا اور وہ شخص مجھ پر ایمان لانے والا اور میری بلوبیت کا اقرار کرنے والا ہوگا میں اس کو دوزخ سے آزاد کر کے جنت میں داخل کر دوں گا۔ لہذا بسم اللہ الرحمن الرحیم کو اپنی قرأت اور اپنی نماز کے شروع میں پڑھنا چاہیے کیونکہ جس نے اپنی قرأت اور اپنی نماز کے شروع میں اس کو پڑھا تو جب وہ مرے گا تو اس کو منکر نیکر کا کچھ خوف نہ ہوگا۔ اس پر موت کی سختی اور فشار قبر آسان ہو جائے گا اور میری رحمت اس کے شامل حال ہوگی میں اس کے لئے قبر کو کشتہ اور تاحد نظر روشن کر دوں گا، میں اس کو قبر سے اس حال میں نکالوں گا کہ اس کا بدن گورا اور تہرہ ایسا نورانی ہوگا کہ وہ چمکتا ہوگا، میں اس سے بہت نرم حساب لوں گا، اس کی نیکیوں کو وزنی کر دوں گا اور ضراط پر اس کو نور کامل عطا کر دوں گا۔ یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور میدان حشر میں گمناوی سے نڈا گراؤں گا کہ وہ سعید اور مغفور ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ! میرے رب! کیا یہ (الغام) میرے لئے خاص ہے، ارشاد ہوا تمہارے لئے بھی اور ان لوگوں کے لئے بھی جو تمہارے پیرو ہیں اور تمہارے طریقہ پر چلیں گے، تمہارے بعد احمد (مصلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت کے لئے بھی (یا لغام) خاص ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی اطلاع اپنے پیروؤں کو دی اور ان کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا ”میرے بعد ایک پیغمبر آئیں گے جن کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے ان کے اوصاف اور کمالات ایسے ایسے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے تابعین اور پیروؤں سے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانے کا پختہ عہد لیا اور جب اللہ تعالیٰ آپ کو آسمان کی طرف اٹھانے لگا تو آپ نے اپنے اصحاب (حواریں) سے اس عہد کو تازہ کیا (اس عہد کی تجدید کی) چنانچہ جب تمام حواریں اور آپ کے متبعین گزر گئے اور ان کے بعد دوسرے لوگ آئے تو خود بھی گمراہ ہو گئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیا اور دین کبھل کر دنیا کو لے لیا، اس وقت یہ آیت امان نصاریٰ کے سینوں سے اٹھالی گئی۔ صرف اُن چند لوگوں کے دلوں میں باقی رہ گئی جو انجیل کے پیروؤں میں صاحبِ سلام تھے جیسے بکرا راہب وغیرہ اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور مکہ میں سورۃ فاتحہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ناری ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ قرآن کریم کی سورتوں، خطوط اور کتابوں کے شروع میں لکھی جائے اس آیت کا نزول رسول خدا کے لئے عظیم فتح و کامرانی کا باعث ہوا، رب العزت نے اپنی عزت کی قسم کھا کر فرمایا کہ جو مسلمان، صاحبِ یقین اپنے کسی کام کو شروع کرنے سے پہلے اس کو پڑھ لے گا میں اس میں ضرور برکت پیدا کروں گا اور جب بھی کوئی مسلمان اس کو پڑھتا ہے تو جنت اس سے کہتی ہے ”لبیک وسعدیک“ الہی اپنے اس بندے کو بسم اللہ الرحمن الرحیم کے صدقہ میں جنت میں داخل فرما دے اور جنت کسی بندے کے حق میں دعا کرے تو اس کا

جنت میں جانا ضروری ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسی کوئی دعا نہ ہو جس کے آغاز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم ہو، اپنے فرمایا قیامت کے دن بلاشبہ میری امت بسم اللہ الرحمن الرحیم کہتی ہوئی آگے بڑھے گی اور میزان میں اس کی نیکیاں وزنی ہو جائیں گی اس وقت دوسری امتیں کہیں گی کہ امت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ترازوں میں کس قدر وزنی اعمال ہیں، انبیاء ان کے جواب میں کہیں گے کہ امت محمدیہ کے کلام کا آغاز اللہ تعالیٰ کے تین ایسے ناموں سے ہے کہ اگر ان کو ترازو کے ایک پتے میں رکھ دیا جائے اور تمام مخلوق کی برائیاں دگناہ (دوسرے پتے میں رکھ دیے جائیں تب بھی یقیناً نیکیاں ہی بھاری ہوں گی۔

حضور نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو ہر مرض کی شفا، ہر دوا کا مددگار (شفا) ہر فقیہ کے لئے توانجری (آتش دوزخ سے پر دہ زمین میں دھنسنے سے امان، صورت نسخ ہونے اور سختی میں پڑنے سے محفوظ رہنے کا ذریعہ بتایا ہے جب تک لوگ اس کی تلاوت کرتے رہیں گے۔

بسم اللہ کی تفسیر | عظیمی نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو ان کی والدہ ماجدہ (حضرت مریم) نے استاد کے پاس تحصیل علم کے لئے بھیجا تو استاد نے ان سے کہا پڑھئے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" حضرت عیسیٰ نے فرمایا آپ کو معلوم ہے یہ کیا ہے؟ استاد نے جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم! آپ نے فرمایا کہ ب تو اللہ کی روشنی، اس کی بلندی اور اس کی مملکت ہے۔

حضرت ابو بکر وراقؓ نے فرمایا کہ بسم اللہ، جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اس کے ہر حرف کی تفسیر الگ الگ ہے چنانچہ ب کے چھ معنی ہیں: ایک باری کے معنی، یعنی عرش سے تحت الثریٰ تک اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔ اور اس کا ثبوت اللہ کا یہ ارشاد ہے: **هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ** (۱) بصیر کے معنی میں اللہ عرش سے زمین تک تمام مخلوق کا دیکھنے والا ہے: **وَاللَّهُ بَصِيرٌ** (۲) بسم اللہ کا یہ معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی اللہ عرش سے فرش تک مخلوق کے رزق میں کشادگی کرنے والا ہے ارشاد ہے: **إِنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ** (۳) باقی کے معنی میں مستعمل ہے یعنی عرش سے زمین تک تمام مخلوق فنا ہو جائے گی اور صرف اللہ باقی رہنے والا ہے: **كُلُّ مَن مِّنْ عِلْقَتَانِ وَذِيْقَتَانِ وَجْهٌ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ** (۴) باقی کے معنی میں استعمال کیا ہے یعنی عرش سے فرش تک ہر مخلوق کو مرنے کے بعد عذاب و ثواب (حساب کتاب) کے لئے اٹھانے والا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: **إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَن فِي الْقُبُورِ** (۵) بزرگ کے معنی ہیں یعنی وہ عرش سے فرش تک تمام مومنوں کے ساتھ

احسان کرنے والا ہے: **هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ** (۶) پانچ صورتیں (یعنی سین سے اللہ تعالیٰ کے پانچ اسماء کی طرف مثل بات کے اشارہ ہے) (۱) بسینغ کی طرف یعنی عرش سے فرش تک اپنی تمام مخلوق کی آواز سننے والا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے: **أَمْ يَحْسُبُونَ أَنَّا لَنَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ** (کیا وہ گمان رکھتے ہیں کہ ہم ان کی آہستہ اور پوشیدہ بات کو نہیں سنتے) دوسرے سید کے معنی میں یعنی عرش سے فرش تک اللہ تعالیٰ کی ضروری ہے اس کا ثبوت اللہ الصمد میں موجود ہے۔ تیسرے معنی میں سویح الحسن کے معنی عرش سے تحت الثریٰ تک تمام مخلوق کا محاسبہ اللہ تعالیٰ جلد کرنے والا ہے جس کا ثبوت **وَاللَّهُ مُوَفِّعُ الْحِسَابِ** ہے۔ چوتھے معنی ہیں سلا م کے معنی عرش سے

فرش تک اس نے اپنی تمام مخلوق کو سلامتی عطا فرمائی ہے اور اس کا ثبوت السَّلَامَةُ الْمُؤْمِنِينَ بھی ہے۔ پانچویں معنی سائن کے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں پر پردہ ڈالنے والا ہے۔ جیسا کہ اس کا ارشاد ہے غَايِبُ الذَّنْبِ دَقَائِلُ التَّوْبَةِ اس میں لفظ غایب کے معنی ہیں سائن یعنی پردہ ڈالنے والا۔

﴿ہم﴾ کی بارہ صورتیں ہیں۔ یحییٰ سے اللہ تعالیٰ کے بارہ اسماء حسنی کی جانب اشارہ ہے، اَوَّلُ مَلِكُ الْخَلْقِ مخلوق کا بادشاہ یا حاکم جس کی وضاحت اَلْبَلَدِ الْقَدِيسِ میں موجود ہے۔ دُومُ مَلِكِ الْخَلْقِ مخلوق کا مالک جس کی وضاحت مَالِكُ الْمَلَائِكَةِ میں کی گئی ہے۔ سُوْمُ مَتَّانٍ عَلٰی الْخَلْقِ مخلوق پر احسان کرنے والا، اس کی تشریح بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ میں موجود ہے۔ پہرام عجیب یعنی اللہ بزرگی اور مجد و علا والا ہے اس کی وضاحت ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدِ سے فرمائی گئی۔ پنجم مُؤْمِنٌ کا اشارہ ہے یعنی عرش سے فرش تک اپنی مخلوق کو اَمْنٌ وَاَمَانٌ دینے والا جیسا کہ ارشاد فرمایا وَ اَمْنُهُمْ مِنْ نَحْوِكَ بِشْتَمِ مُهْلِكِينَ یعنی عرش سے فرش تک اپنی مخلوق سے آگاہی رکھنے والا۔ ارشاد ہوا ہے اَلْمُؤْمِنُ اَطْمَئِنِّمْ مَهْتَمٌ مُّقْتَدِرٌ یعنی عرش سے فرش تک اپنی مخلوق پر قدرت رکھنے والا جیسا کہ ارشاد فرمایا فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِكٍ مُّقْتَدِرٍ بِشْتَمِ مُقَيِّدٌ کی طرف اشارہ ہے یعنی عرش سے فرش تک اپنی مخلوق کی نگہبانی کرنے والا، ارشاد ربانی اس کی وضاحت میں موجود ہے۔ ذَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ مُّقَيِّدٌ۔ ہشتم مُكْرِمٌ یعنی سارے عالم میں اپنے دوستوں کو عزت دینے والا، جس کی وضاحت وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي اٰدَمَ وَهَمَّ بَعْضُهُمْ اَلْبَاطِلُ عَلٰی الْبَاقِيْنَ کو نعمت دینے والا ارشاد فرماتا ہے وَ اَسْبَغْنَا عَلَيْكُمْ نِعْمَتَنَا ظَاهِرَةً وَ بَاطِنَةً، یٰٰزِدْهُمْ مِّفْضِلٌ کی طرف اشارہ ہے یعنی عرش سے فرش تک اپنی مخلوق پر مہربانی کرنے والا ارشاد فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَذُو فَضْلٍ عَلٰی النَّاسِ۔ دوازدہم مُصَوِّرٌ کی طرف اشارہ ہے یعنی مخلوق کا صورت گر۔ اس آیت میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ اَلْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ۔

اہل معرفت حقیقت کا ارشاد ہے کہ شران مجید کو بسم اللہ سے شروع کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے تمام افعال و اعمال کی ابتدا اللہ کے نام سے کرے اور اس نام پاک سے برکت حاصل کرے۔ اور اسی کی ترغیب اس کا مقصود اعلیٰ ہے۔

اسم اللہ کے معانی اور اس کی تنقیح و تصریح میں علماء کا اختلاف ہے چنانچہ حلیل بن احمد اور علی بن عرب کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اللہ خدائے بزرگ برتر کا ایسا نام ہے جس میں اس کوئی شریک نہیں ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے هَلْ نَعْلَمُ مَكَهٖ سَمِيًّا (کیا اس کا کوئی ہم نام تم کو معلوم ہے) اس سے حلیل کا مطلب ہے کہ اسم اللہ کے علاوہ اللہ کے دوسرے نام مشترک ہیں۔ اللہ تعالیٰ پران ناموں کا اطلاق حقیقی ہوتا ہے اور دوسروں پر بطور مجاز مگر لفظ اللہ مشترک ہی نہیں ہے بطور مجاز بھی اس کا اطلاق کسی اور پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کے اندر ہمہ گیر مالکیت کا مفہوم پنہاں ہے باقی تمام معانی اس کے تحت ہیں۔

اگر اللہ کا الف حذف کر دیں تو لہ رہ جاتا ہے اب اگر پہلے لام کو بھی حذف کر دیں تو لہ رہ جاتا ہے پھر دوسرا لام بھی گرا دیا جائے تو ”ہو“ رہ جاتا ہے بعض علماء لفظ اللہ کو علم نہیں کہتے بلکہ اس کو علم مشتق کہتے ہیں۔ اللہ کو اسم مشتق تسلیم

لے صدق کی نشست میں قدرت والے بادشاہ کے پاس۔ لہ اور اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔ لہ اور تحقیق ہم نے انسان کو شرف بخشا ہے اور اس نے ظاہری و باطنی نعمتوں کو تم پر کامل کر دیا۔ شہ بیشک اللہ لوگوں پر مہربان ہے۔

کرنے کے بعد اس کے ماخذ و استفاق کے تعین میں بھی علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ چنانچہ نصر بن شبیل کا قول ہے کہ لفظ اللہ تبارک و تعالیٰ سے بنا ہے جس کے معنی بندگی اور عبادت کے ہیں **إِلَٰه** (باب فتح سے) استعمال ہوتا ہے جیسے عِبَادَةُ (اس نے عبادت کرنے کے طریقے سے عبادت کی) بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ لفظ "آلہ" سے مشتق ہے جس کے معنی اعتماد کرنے کے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں **أَلِیٰ فُلَانٍ أَلْهًا** (میں نے فلان شخص پر بھروسہ کیا) اس سورت سے اللہ کو **آلہ** کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مصائب اور اغراض کے تحت بندہ گھبرا کر "اللہ" کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کے سامنے تضرع و زاری کرتے ہیں اللہ ان کو گناہ دیتا ہے پس **آلہ** کے معنی ہونے وہ ذات جس کی پناہ لی جائے (جس طرح امام اس کو کہتے ہیں جس کی لوگ بیروی کریں) بندے نفع و نقصان میں ناچار و مجبور ہو کر اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

الوَعْدُ بن **عَلَا** کا قول ہے کہ لفظ "آلہ" **الْبَتُّ** فی الشیء سے مشتق ہے یعنی جب بندہ حیران و پریشان ہوتا ہے اور جب کوئی راہ نہیں پاتا تو وہ اس کو اس نام سے پکارتا ہے، نام انسانی عقول اللہ تعالیٰ کی عظمت و انصاف کی کُنہ اور حقیقت کی معرفت میں حیران ہیں پس اس کا نام **آلہ** یعنی حیرت میں ڈالنے والا قرار پایا جس طرح مکتوب کے لئے کاتب اور محسوب کے لئے حساب نام رکھا گیا یعنی کتاب بمعنی مکتوب اور حساب بمعنی محسوب!!

بَرَد (نحوی) کہتے ہیں کہ یہ لفظ **أَلْفَتْ** سے مشتق ہے عرب کہتے ہیں **أَلْفَتْ** **إِلَى فُلَانٍ** یعنی میں نے فلان شخص کے پاس آرام سکون حاصل کیا، چنانچہ مخلوق کو بھی اللہ کی یاد سے آرام اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **أَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ** (آگاہ ہو کہ اللہ کے ذکر سے لوگ چین اور آرام پاتے ہیں)۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ **آلہ** کی اصل **وَلَّہ** سے مشتق ہے۔ اور اس کا اصل مادہ **وَلَّہ** ہے جس کے معنی ہیں "کسی عزیز کے نہ ملنے سے ہوش و حواس کا غائب ہو جانا یا عقل سے عاجز رہنا، چونکہ اللہ کی یاد کے وقت شوق کی شدت محبت کے غلبہ اور دلی بیقراری کے باعث ہوش و حواس جاتے رہتے ہیں، عقل عاجز رہ جاتی ہے پس اس میں کم ہونے کی بنا پر اس کا یہ نام رکھا گیا، بعض نے کہا ہے کہ اس کا اصل مادہ **وَلَّہ** ہے (اس کی اصل صرف **لَاہ** تھی) اور **وَلَّہ** کے معنی ہیں پردہ میں چھپ کر آنے والا چونکہ اہل عرب جب کسی چیز کو پہچانتے ہوں پھر وہ نظروں سے اوجھل ہو جائے تو اس وقت **لَاہ** بولتے ہیں چنانچہ جب عروس نو پرے میں چلی جاتی تو اس وقت وہ کہتے ہیں **لَاہَتْ العروس تلوہ لولہا** "چونکہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت دلائل و شواہد کے ساتھ ظاہر ہے اور باعتبار کیفیت، ادوام سے وہ پردہ میں چھپا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں **آلہ** کے معنی ہیں بلند و برتر **لَاہ** رض، بلند ہو گیا اسی معنی کے اعتبار سے سورج کو **آلہ** کہا گیا ہے۔ بعض علماء اس بات کے قائل ہیں کہ **آلہ** کے معنی ہیں ایجاد کی قدرت رکھنے والا، بعض نے اس کے معنی "سردار" بیان کئے ہیں۔

الرَّحْمٰتِیْنَ الرَّحِیْمَہِ کے معنی میں بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ یہ دونوں الفاظ ہم معانی ہیں یعنی رحمت رحمن اور رحیم دونوں صفات ذاتیہ ہیں گویا رحمت صفت ذاتی ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ رحمت کے معنی مستحق عذاب کو عذاب نہ دینا اور جو شخص حیرت ہو اس کے ساتھ مجبلائی کرنے کے ہیں اس لحاظ سے یہ دونوں اسما صفات فعل میں سے ہیں یعنی صفت فعلیہ (صفت مشبہ) بعض علماء نے دونوں میں فرق بیان کیا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ **الرَّحْمٰن** مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی رحمت ہر چیز کو

ملے میں اس بات میں ہتھکڑ ہو گیا۔

اپنے اندر سمائے ہوئے ہے اور رحیم کا درجہ رحمن سے (معنا) کم ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ الرحمن کے معنی اپنی تمام مخلوق پر مہربانی کرنے والے کے ہیں خواہ وہ مخلوق مومن ہو یا کافر، خواہ نیک ہو یا بدکار، رحمت مہربانی یہ ہے کہ وہ سب ہی کو روزی دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ۔ (میری رحمت ہر شے کو اپنے اندر سموائے ہوئے ہے) اور الرحیم کے معنی ہیں کہ وہ خاص مومنوں پر رحم کرنے والا ہے (چنانچہ دنیا میں ہدایت و توفیق اور آخرت میں جنت اور دیدار کے انعامات مومنوں کے لئے مخصوص ہیں) اس لحاظ سے رحمن کا لفظ خاص ہے اور معنی عام اور رحیم کا لفظ عام ہے اور معنی خاص۔ لفظ رحمن کا اطلاق اللہ کے سوا کسی اور پر نہیں ہو سکتا اس لئے یہ لفظ خاص ہے اور چونکہ تمام مخلوق کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے اور وہی اس کو رزق دیتا ہے، وہی ہر قسم کے نفع و نقصان کا مالک ہے اور اس کی رحمت تمام موجودات کے شامل حال ہے پس معنی کی اس ہمہ گیری کے باعث اس کو رحمن کہتے ہیں لیکن لفظ رحیم مشترک ہے یعنی دوسروں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اس لئے یہ لفظ عام ہے لیکن اس کے معنی مخصوص ہیں یعنی خاص مہربانی اور ہدایت کی توفیق پس معنی کے لحاظ سے یہ خاص ہوا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں اسماء (رحمن و رحیم) دقیق ہیں اور ایک دوسرے سے دقیق تر! مجاہد فرماتے ہیں کہ دنیا والوں پر مہربانی فرمانے کے لحاظ سے وہ رحمن ہے اور آخرت والوں پر (کرم و راحت فرمانے کے باعث) رحیم ہے۔ دعائیں یا رحمن الدنیا اور یا رحیم الآخرة کہا گیا ہے۔ ضحاکؓ کہتے ہیں: اللہ آسمان والوں پر رحمن ہے ان کو آسمانوں میں رکھا اور اطاعت کو ان کی گردن کا طوق بنا دیا گناہوں سے ان کو محفوظ رکھا اور تمام دنیاوی لذتوں اور کھانے پینے سے ان کو دور رکھا، وہ الرحیم زمین والوں پر ہے کہ ان کے پاس (ہدایت کے لئے) پیغمبروں کو بھیجا اور کتابیں اتاریں۔ عکرمہؓ کا قول ہے کہ اللہ الرحمن ہے ایک ہی ہمہ گیر رحمت کے ساتھ اور رحیم سو متفرق رحمتوں کے ساتھ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عز و جل کی سورتیں ہیں ان میں سے ایک رحمت (بلاشبہ) اس نے زمین پر بھیجی اور اسے اپنی تمام مخلوق میں تقسیم فرمایا اسی ایک رحمت کے باعث وہ ایک دوسرے پر مہربانی اور شفقت کرتے ہیں اور رحمت کے باقی ننانوے حصے اپنی ذات کے لئے مخصوص فرمائے جس سے وہ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی اس ایک رحمت کو اپنی باقی ننانوے حصے (رحمتوں کے ساتھ ملانے والا ہے اور اس طرح اپنی سورتیں پوری کر کے قیامت کے دن ان کے ذریعے اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔ رحمن وہ ہے کہ جب اس سے کوئی ملے وہ عطا فرمائے اور رحیم وہ ہے جب اس سے نہ مانگا جائے تو غضب فرمائے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگا وہ اس پر غضب فرماتا ہے، کسی شاعر کا قول ہے: اللَّهُ يَغْضَبُ إِنْ تَرَكْتُ سْأَلَهُ وَبَنِي آدَمَ حِينَ يُسْأَلُ لِيَغْضَبَ۔

الرحمن وہ ہے جو نعمتوں کے ساتھ مہربانی فرماتا ہے، اللہ رحیم ہے جس نے تکالیف کو رُخ کا اور دفع فرمایا، اللہ رحمن ہے اس نے دوزخ سے بچایا۔ اللہ کا ارشاد ہے وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا (اور تم آتش جہنم کے کنارے پر تھے تو اس نے تم کو اس سے نجات بخشی) اسی نعمت کی طعن اشارہ ہے اور الرحیم وہ ہے جو جنت میں داخل فرمائیگا۔

جیسا کہ خود فرمایا اَدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ اٰمِنِيْنَ (تم جنت میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو جاؤ)۔ اللہ تعالیٰ رحمن ہے اس کی رحمت

جانوں پر ہے اور رحیم ہے کہ اس کی رحمت دلوں پر ہے۔
 اللہ رحمن ہے وہ مصیبتوں کو دور کرتا ہے رحیم ہے کہ گناہوں کو معاف فرماتا ہے اللہ رحمن ہے کہ بھیج اور غلط راستہ واضح کر دیتا ہے اور اس اعتبار سے رحیم ہے کہ (غلط راستہ سے) بچاتا ہے اور (راہ راست پر چلنے کی) توفیق عطا فرماتا ہے اللہ رحمن ہے گناہ معاف فرماتا ہے خواہ وہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہوں طاعتوں کو قبول فرماتا ہے خواہ خالص نہ ہوں اس لئے اہل اعتبار سے رحیم ہے۔ اللہ رحمن ہے کہ وہ معاش کی دہشتی کے اسباب فراہم کرتا ہے اور رحیم ہے کہ آخرت کو درست کرنے کے ذرائع عنایت کرتا ہے۔ رحمن وہ ہے جو رحیم فرماتا ہے اور دکھ، درد اور شر کو دور کرنے کی قدرت رکھتا ہے رحیم وہ ہے جو رزق دیتا ہے اور دوسروں کو کھانا کھاتا ہے اور خود نہیں کھاتا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی رزق دینے والا اور مضبوط قوت کا مالک ہے۔ وہ اس پر بھی رحمن ہے جو اس کا منکر ہے اور اس پر بھی رحیم ہے جو اس کو نہ مانے، وہ اس پر بھی رحمن ہے جو اس کی ناشکری کرے اور وہ اس پر بھی رحیم ہے جو اس کا شکر بجالائے، وہ اس پر بھی رحمن ہے جو دوسرے کو اس کا شریک ٹھہرائے (مشرک) یہی رحیم فرماتا ہے اور اس پر بھی رحیم ہے جو اس کے مالک ہونے کا فک کرے۔

بسم اللہ کے فائدے

تم بسم اللہ پڑھا کرو تاکہ اللہ کی طرف سے گناہوں کی معافی پاؤ، یہ فائدہ تو لوگوں کی زبانی (لذیہ مغفرت و معافی) سننے پر ہے جب حق تعالیٰ سے یہ سنو گے تو کیا کچھ فائدہ ہوگا! تمہارا یہ سننا تو اس حال میں ہے کہ غم دنیا موجود ہے لیکن اس وقت یہ سننا کیسا ہوگا جب وہ خود سنا ہی ہوگا! اب تو تمہارا یہ سننا واسطے کے ساتھ ہے لیکن بغیر واسطہ کے سننا کیسا ہوگا! تمہارا اب نانا تو دھوکے کے گھر میں سننا ہے لیکن وہ سننا کیا ہوگا جب تم سرور (دارالآخرت) کے گھر میں سنو گے! اب تو تمہارا یہ سننا شیطان کے گھر میں ہے لیکن تمہارا وہ سننا کیسا ہوگا جو رحمن کے سایہ میں ہوگا! تمہارا اب سننا تو ایک کمزور بندے سے سننا ہے لیکن تمہارا یہ سننا اس وقت کیسا ہوگا جو بادشاہ رب الجلیل کی طرف سے ہوگا! یہ تو صرف خبر کی لذت ہے تو نظر کی لذت کیسی ہوگی! یہ تو مجاہدے کی لذت ہے تو مشاہدے کی لذت کیسی ہوگی؟ یہ بیان کی لذت ہے تو ایمان کی لذت کیسی ہوگی؟ یہ منائے غیب کی لذت ہے تو اندازہ کرو کہ حضوری کی لذت کیسی ہوگی!

تم اس اللہ کا نام لو جو اسناد سے پاک ہے، اس خدا کے نام کے ساتھ شروع کرو جو شریکوں سے منزہ ہے، اس خدا کا نام لے کر جو اولاد کے بنانے سے پاک ہے، اس خدا کے نام کی برکت سے جس نے نوزوں کو روشنی بخشی، اس خدا کے نام کی مدد سے جس نے نیک لوگوں کو عزت بخشی، اس خدا کا نام لو جس نے تمام اندازے مقرر فرمائے دلوں اور آنکھوں کو روشنی عطا کی اور اس خدا کے نام سے جو نیکیوں کے دلوں میں سحر کے وقت جلوہ انداز ہوتا ہے، اس خدا کے نام کی برکت سے جس نے دوستوں کو اپنے امراء کا علم عطا فرمایا۔ ان کے قلوب کی انوار سے ڈھاپ لیا اور ان کے دلوں میں اپنے راز بطور امانت رکھے، ان کے قلوب سے خطرات دور کئے اور غیروں کی بندگی سے محفوظ و مامون رکھا ان سے بوجھوں، بندشوں

اور گناہوں کے انباروں کو دور رکھا کیونکہ اللہ تعالیٰ ازل ہی سے مہربانی کرنے اور مغفرت چاہنے والوں کے گناہ معاف کر دینے کی صفت کے ساتھ متصف ہے۔

کہو بسم اللہ اس کا نام ہے جس نے دریا جاری کئے، درخت اُگائے، یہ اس کا نام ہے جس نے اطاعت شعار بندوں کے ساتھ شہروں کو آباد کیا اور ان بندوں کو پہاڑوں کی طرح اوتاد (میخیں) بنایا جن کی وجہ سے زمین اپنے مسکن کے لئے فرش کی طرح ہو گئی۔ یہ لوگ چالیس ہزار گزیدہ ابدال ہیں یہ اللہ رب العزت کی پاکی بیان کرتے ہیں اس کی ذات میں کسی کے شریک اور اس کا ہمسر ہونے سے (یہ ابدال اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کے شریک اور ہمسر ہونے کی نفی کرتے ہیں) یہ ابدال دنیا میں بادشاہ ہیں اور قیامت کے دن سفارش کرنے والے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جہان کی تدبیر کرنے اور بندوں پر لطف کرم کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔

بسم اللہ کی برکت بسم اللہ اپنے ذاکروں کا ذخیرہ ہے، طاقتور لوگوں کے لئے عزت ہے کمزوروں کے لئے ملجا و مادی، محبوبوں کے لئے نور اور مشتاقوں کے لئے سمندر ہے۔ بسم اللہ اُدراج کی راحت ہے اور حبیبوں کی نجات ہے سینوں کا نور ہے اور تمام کاموں کی درستی کا نظام ہے، بسم اللہ اہل اعتماد کا تاج اور اہل وصال کا چراغ ہے۔ عاشقوں کو بسم اللہ صائے جہان سے بے نیاز کر دینے والی ہے۔ بسم اللہ اس ذات کا نام ہے جس نے کچھ بندوں کو عزت اور کچھ بندوں کو ذلت دی۔ یہ اس کا نام ہے جس نے اپنے دشمنوں کے لئے جہنم کو منتظر بنایا اور اپنے دوستوں کے لئے اپنے دیدار کا وعدہ فرمایا۔ یہ اس کا نام ہے جو واحد ہے اور گنتی سے خارج ہے، یہ اس کا نام ہے جو باقی ہے اور بے غایت (نہایت) ہے، بسم اللہ اس کا نام ہے جو بغیر کسی سہارے کے قائم ہے۔ بسم اللہ ہر سورت کا آغاز ہے یہ اس کا نام ہے جس کے (ذکر کی) بدولت خلوتیں پر کثیف ہو جاتی ہیں، اس کا نام ہے جس کے نام سے نمازیں تمام ہوتی ہیں، اس کا نام ہے جس پر سب کو حین نلن ہے، اس کا نام ہے جس کے لئے آنکھیں بیدار رہتی ہیں، اس کا نام ہے جس کے کُن فرمانے سے وہ چیز فوراً (موجود) ہو جاتی ہے۔ بسم اللہ اس کا نام ہے جو بس سے منزہ و پاک ہے، اس کا نام ہے جو لوگوں سے بے نیاز ہے، اس کا نام ہے جو قیاس سے بڑے ہے لہذا تم بسم اللہ پڑھو! ہر حرت کے بدلے ایک ایک ہزار اجر تم کو ملیں گے اور تمہارے سب کے سب گناہ مٹا دیئے جائیں گے، جس نے اس کو اپنی زبان سے کہا دنیا اس کی گواہ بنتی ہے، جس نے اسے اپنے دل میں کہا آخرت اس کی شاہد ہوتی ہے اور جس نے اس کو پوشیدہ طور پر کہا مولیٰ (عز و جل) اس کا گواہ ہوتا ہے، اس میں وہ حلاوت ہو کہ پڑھنے والے کا دہن شیریں بن جاتا ہے، اس کے پڑھنے سے دل میں کوئی غم باقی نہیں رہتا، سب نعمتیں اس کلمہ پر تمام ہو گئیں، جلال اور جمال دونوں بسم اللہ میں یکساں ہیں، لفظ بسم اللہ جلال اندر جلال ہے اور الرحمن الرحیم جمال در جمال ہے، جس نے جلال کا مشاہدہ کیا فنا ہو گیا اور جس نے جمال کا نظارہ کیا زندہ ہو گیا۔ بسم اللہ ایسا کلمہ ہے جو قدرت اور رحمت دونوں کا جامع ہے اس میں قدرت بھی ہے اور رحمت بھی، قدرت نے مطیع و فرمانبردار بندوں کو جمع کیا اور رحمت نے گناہگاروں کے گناہ دھو ڈالے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بسم اللہ پڑھو! گویا وہ فرماتا ہے کہ جس نے میری طاعت کی وہ میری حضوری میں باریاب ہو گیا اور نوظاعت کے بدولت اس کو معائنہ حاصل ہوتا ہے اور جس کو معائنہ (کی دولت) نصیب ہو وہ بیان سے بے نیاز ہو جاتا ہے، اس کا دل اسرار اور علوم ادیان کا ظرف بن جاتا ہے، جس نے اپنے محبوب کا وصال پایا وہ اشکباری اور اضطراب سے آزاد ہو گیا، جس نے نظر

سے اس کے جمال کا مشاہدہ کیا وہ خبر (آگاہی) سے بے پروا ہو گیا جو بارگاہِ صمدیت تک پہنچ گیا وہ رنج و غم سے نجات پا گیا۔ جس کو ذاتِ اقدس کا قرب حاصل ہو گیا اس کو فراق و جدائی سے نجات مل گئی اور جس نے دولت دیدار پائی وہ شقاوت و بدبختی سے مصون و مأمون ہو گیا۔

بسم اللہ کی صفت تم بسم اللہ کہو کیونکہ با مخلوق کو پیدا کرنے والے باری (البرایا) کی ہے، میں خطاؤں کی پردہ پوشی کرنے والے (سِتارِ خطایا) اور یم نعمت و عطا کے ساتھ احسان کرنے والے (مَنَّانٌ بَعْطَا)۔ ایک قول ہے کہ بآ اولاد سے بری ہوتی ہے، مین آوازوں (پکاروں) کے سننے والے اور یم دعاؤں کے قبول کرنے والے سے مراد ہے یم کی تشریح و تفسیر میں کہا گیا ہے کہ میں باقی (غیر فانی) ہوں، میری طرف دیکھو تم دوسروں کو پلاؤ میں تمہارا کسائی ہوں تم کو پلاؤں گا تم دوسروں کو کھلاؤ میں تمہارا مُطعم ہوں تم کو کھلاؤں گا۔

ایک قول ہے کہ بآ سے بکا و تابین (توبہ کرنے والوں کی کریم و زاری) اور سین سے سجود العابدین (عبادت کرنے والوں کے سجدے) اور یم سے مذنبوں (گنہگاروں) کی عذر خواہی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بآ بلایا کی یم معطی اور سین سار کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ مصائب کو دور کرنے والا، رحمن بخشش اور انعامات دینے والا اور رحیم گناہوں کو چھپانے والا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ اہل عرفان کے لئے اللہ ہے اور عبادت گزار بندوں کے لئے رحمن اور گنہگاروں کے لئے رحیم ہے۔

اللہ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور وہ کتنا اچھا پیدا کرنے والا ہے، الرحمن ہے جس نے تم کو روزی دی اور وہ کتنا اچھا روزی دینے والا ہے، الرحیم ہے جو تمہارے گناہوں کو بخشنے والا ہے اور وہ کتنا اچھا بخشش کرنے والا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ وہ ہے جو بھرپور نعمتوں کا دینے والا ہے وہ رحمن و رحیم ہے جو دو عطا کرتا ہے، وہ اللہ ہے جو ماؤں کے پیٹوں سے ہم کو باہر نکالتا ہے، وہ رحمن ہے قبروں سے باہر نکال کر لائے گا، رحیم ہے تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لائے گا۔

شیطان کی مخالفت اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے شیطان کے خلاف کیا اور گناہوں سے دور رہا وہ دوزخ سے بچا، اللہ تعالیٰ اس کو نیکیوں کی مزید ہمت دے اور رحمن کے ذکر میں ہمیشہ اس کو مشغول و مصروف رکھے کیونکہ اس نے بسم اللہ کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے اللہ کو مضبوط پکڑا اس کی طرف رجوع ہوا، اس نے اللہ پر توکل کیا اور اس کے ذکر میں مشغول رہا کیونکہ اس نے بسم اللہ پڑھی ہے، اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جس نے دنیا سے نفرت کی اور آخرت کا شائق رہا اور تکلیفوں پر صبر اور اللہ کی نعمتوں پر شکر ادا کیا، مولیٰ کے ذکر میں ہمیشہ محو رہا کیونکہ اس نے بسم اللہ کہا ہے۔

تبریک و تہنیت ہے اس بندے کے لئے جس نے شیطان سے پرہیز کیا اور قوت لایموت پر قناعت کی البتہ ضرورت روزی حاصل کرنے پر اور اس خدا کے ذکر میں مصروف و مشغول رہا جو حقیقی لایموت ہے۔ لہذا تم بھی بسم اللہ کہو!

مجلس سوم

وَتَوَلَّوْا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا

کی تشریح و تفسیر

توبہ کے معنی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَتَوَلَّوْا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (یعنی مومنو! تم سب اللہ کی طرف رجوع ہوتا کہ تم صلاح پاؤ۔ یہ خطاب توبہ کرنے کے بارے میں عام ہے۔ لغوی اعتبار سے توبہ کے معنی رجوع کرنا ہے چنانچہ کہتے ہیں تَابَ فُلَانٌ مِّنْ كَذَا یعنی فلاں شخص اس بات سے باز آگیا، اصطلاح شرع میں توبہ ہر شرعی مذموم سے باز رہ کر شرعی محمود کی طرف پلٹ آنے کا نام ہے یعنی جو چیز شرعاً بُری ہے اس کو چھوڑ کر جو چیز شرعاً اچھی اور پسندیدہ ہے اس کی طرف رجوع کرنا توبہ ہے۔

اس بات کا بعینہ رکھنا کہ گناہ اور نامسرمانیاں ہلاکت میں ڈالتے والی اللہ اور جنت سے دور کرتے والی ہیں نیز گناہوں کو ترک کرنا اللہ اور جنت سے قربت کا موجب ہے، توبہ ہے گویا اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ خواہشات پرستی نہ کرو، ہوا و ہوس کو چھوڑ کر میری طرف لوگو، اُمید رکھو کہ آخرت میں میرے پاس مراد پاؤ گے، ہمیشہ رہنے والے گھر میں میری نعمتوں کے اندر تم ہمیشہ رہو گے فلاح و کامیابی اور نجات سے ہمکنار رہو کہ میری رحمت کے ساتھ جنت کے ایسے بلند درجوں پر جن کو نیکو کاروں کے لئے تیار کیا گیا ہے فائز ہو گے، یہ خطاب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے خصوصیت کے ساتھ فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوَلَّوْا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنْكُم سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُم جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ (لے ایمان والو! خالص توبہ کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع ہو جاؤ، قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہوں کو تم سے بدل دے (معاف فرمائے) اور تم کو ان باغوں میں بھیجے جن کے نیچے نہریں داں ہیں۔)

نصوح کے معنی خالص کے ہیں توبۃ النصوح کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کی طرف اس طرح رجوع ہو کہ وہ مکمل درجہ کے شائبہ سے خالی ہو۔ نصوح نصاح سے ماخوذ ہے جس کے معنی دھاکے کے ہیں پس توبۃ النصوح وہ خالص توبہ ہے جو نہ کسی دوسری چیز سے وابستہ ہو اور نہ کوئی دوسری چیز اس سے متعلق ہو، بندہ طاعت پر قائم ہو جائے، گناہ کی طرف مائل نہ ہو، خلوص کے ساتھ اللہ کی طرف مائل ہو جائے جس طرح کہ (پہلے) اس نے خالص ہوائے نفس کی خاطر گناہ کا ارتکاب کیا تھا یہاں تک کہ (اس حال میں) اس کا خاتمہ ہو جائے۔ باجماع امت تمام گناہوں سے توبہ کرنا واجب ہے، اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے توبہ کرنے والوں کا ذکر متعدد جگہ (قرآن حکیم میں) فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ (اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے) اور يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (اور گناہوں سے پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے) اس آیت میں یہ صراحت فرمائی ہے کہ توبہ کرنے والوں کو توبہ کرنے اور اللہ سے دور کر دینے والے گناہوں سے پاک ہونے کی وجہ سے اللہ ان کو پسند فرماتا ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے:

الْتَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِدُونَ
السَّائِدُونَ السَّائِدُونَ السَّائِدُونَ السَّائِدُونَ
وَالْتَّائِبُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ
وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے والوں کا ذکر کیا اور پھر ان کے اعلیٰ اور عمدہ اوصاف کا ذکر فرمایا کہ توبہ کرنے والے وہ ہیں جو ان خصوصیات اور اوصاف کے حامل ہیں اور ”بشر المؤمنین“ فرما کر بتایا کہ جب بندہ ان اوصاف کا حامل ہو جاتا ہے تو وہ ایمان اور بشارت کا مستحق ہو گیا! ۷۷۷

گناہِ صغیرہ اور کبیرہ

کون سے گناہ صغیرہ اور کون سے گناہ کبیرہ ہیں جن گناہوں سے توبہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان میں صغیرہ بھی ہیں اور کبیرہ بھی۔ کون کون سے گناہ کبائر میں شمار ہوتے ہیں ان کی تعداد کے لغتین میں علما کا اختلاف ہے۔ بعض علمائے تین، بعض نے چار، کسی نے سات، کسی نے نو اور کسی نے ان کی تعداد گیارہ بتائی ہے حضرت

ابن عباسؓ تک جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول پہنچا کہ کبائر صرف سات ہیں تو آپ نے فرمایا کہ سات کہنے سے تو شتر کہنا بہتر تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جن کی ممانعت فرمادی ہے وہ کبیرہ ہے۔ بعض علمائے کہا ہے کہ کبیرہ کی تعداد مہم ہے ان کی صحیح تعداد کو کوئی نہیں جانتا اسی طرح جیسے کہ لیلة القدر اور جمعہ کے دن کی خاص مقبول ساعتوں کو کوئی نہیں جانتا اور اس میں رازیہ ہے کہ تاکہ لوگ کوشش اور حصول طلب میں زیادہ سے زیادہ راعب ہوں یہی حال کبائر کا ہے (کہ صحیح تعداد نہیں بتائی گئی) تاکہ لوگ تمام گناہوں سے بچنے کے لئے زیادہ سختی سے کام لیں۔ ۷۷۷

بعض کا قول ہے کہ ہر وہ گناہ جس کی سزا میں دوزخ کی وعید ہے وہ کبیرہ ہے، بعض کا قول ہے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس کی دنیوی سزا (حد شرعی) مقرر کر دی گئی ہے، بعض علمائے کہا ہے کہ کبائر سترہ ہیں ان میں چار کا تعلق دل سے ہے غیبت، گناہ پر جھوٹا شہادہ، خدا کی رحمت سے مایوسی، اللہ نے جو ڈھیل اور چھوٹ سے رکھی ہے اس سے بے خوف بن جانا، چار کا تعلق زبان سے ہے یعنی جھوٹی گواہی دینا، پاک امن پر زنا کی تہمت لگانا (خواہ مرد ہو یا عورت)، جھوٹی قسم کھانا جس کی وجہ سے حق کو باطل اور باطل کو حق قرار دیا جائے یا اس جھوٹی قسم کی وجہ سے کسی مسلمان کا مال مارا جائے (خواہ وہ بقدر ایک مسواک ہی کیوں نہ ہو) چوتھے جادو، مین کبائر کا تعلق پیٹ سے ہے، شراب اور دوسری نشہ آور چیزیں پینا، یتیم کا مال بغیر حق کے کھانا، دانستہ اور جان بوجھ کر سود کھانا، دو کا تعلق عضو مخصوص سے ہے۔ زنا اور لواطت (فعل غیر وضع فطری) دو کا تعلق ہاتھوں سے ہے قتل کرنا اور چوری کرنا۔ ایک کا تعلق پاؤں سے ہے۔ جہاد میں دشمن کے مقابلے سے بھاگنا (ایک کا دو کے مقابلے سے اور دس کا بیس کے مقابلے سے۔ سو کا دس سو کے مقابلے سے فرار کرنا) ایک گناہ ایسا ہے جس کا تعلق تمام بدن سے ۷۷۷

ہے، ماں باپ کی نافرمانی کرنا (حقوق والدین سے روگردانی) والدین کے حقوق یہ ہیں کہ جب وہ تمہارے اعتماد پر قسم کھالیں تو تم ان کی قسم کو نیچا نہ کرو، اگر وہ تم کو گالی دیں تو تم اس کے بدلہ میں ان کو نہ مارو۔ اگر وہ تم سے کچھ مانگیں تو تم دینے سے انکار کرو اگر وہ بھوکے ہوں اور تم سے کھانا مانگیں تو تم ان کو نہ کھلاؤ۔ یہ تمام باتیں والدین کے حقوق سے روگردانی اور ان کی ادائیگی سے فراہم ہے۔

صغیرہ گناہ

گناہ صغیرہ بے شمار ہیں۔ ان کی شناخت اور ان کی تعداد کے اظہار کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ صرف شرعی شہادت صغائر اور بصیرت سے ان کو شناخت کیا جاسکتا ہے، شرع کا مقصد تو یہی ہے کہ انسان کا دل گناہوں سے باز رکھے۔

متوجہ الی اللہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا قرب سے حاصل ہو، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِلَهِ تَبَهُّٰ وَبَاطِنَهُ﴾ یعنی ظاہری اور باطنی گناہ چھوڑ دو۔

مندرجہ ذیل گناہ صغیرہ میں شمار ہوتے ہیں: کسی خوب رو یا جنبی عورت یا مرد کی طرف (جنبی تحریک کے تحت)۔

دیکھنا، اس کا بوسہ لینا، اس کے ساتھ لیٹنا مگر جماع نہ کرنا، مسلمان بھائی کو گالی دینا اور تہمت زنا کے علاوہ کسی قسم کی اور شرم و عار دلانے والی بات کہنا، مارنا، ضیبت کرنا، چغلی کھانا، جھوٹ بولنا، اس کے علاوہ اور ایسی ہی بہت سی باتیں صغیرہ گناہ میں شمار ہوتی ہیں۔

اگر مومن کبیرہ گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے تو صغیرہ گناہ اس کے ضمن میں آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ﴾ اگر تم گناہ کبیرہ سے اجتناب کرو گے تو تمہاری چھوٹی سی گناہوں کو ہم خود ہی معاف کر دینگے۔

لیکن معافی کے اس ارشاد سے کسی کو لالچ میں نہ آنا چاہیے بلکہ تمام صغائر و کبائر سے توبہ کرنا چاہیے۔ ایک شاعر کا قول ہے:

وہ جو چھوٹے اور بڑے گناہوں سے پاک ہو گیا تو یہ تقویٰ اور استقامت دینی میں شمار ہوگا۔

اور اس طرح محتاط رہ کر جیسے خاردار زمین پر چلنے والا ہوتا ہے تیرے لیے بھی بہتر ہے کہ تجھ کو جو کاٹنا یعنی گناہ زندگی کی راہ میں نظر آئے اس سے پرہیز کرے۔

تو صغیرہ گناہوں کو حقیر نہ سمجھو بیشک پہاڑ پتھروں سے ہی بنتے ہیں۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک میدان میں جہان نہ لکڑیاں موجود تھیں اور نہ کوئی دوسری چیز راق و دوق میں میدان تھا، وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ فروکش ہوئے حضور ﷺ نے لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دیا صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں لکڑیاں تو نظر ہی نہیں آتیں۔ فرمایا کسی چیز کو حقیر نہ جانو جو چیز ملے اسے لے آؤ۔ چنانچہ صحابہ کرام ادھر ادھر گئے اور کچھ نہ کچھ اکٹھا لائے اور ایک جگہ جمع کر دیا چنانچہ ایک بڑا ڈھیر ہو گیا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو معلوم نہیں کہ یہی حال اس خیر و شر کا ہے جس کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ چھوٹا چھوٹے سے اور بڑا بڑے سے مل کر اور خیر خیر سے، شر شر سے مل کر ایک انبار ہو جاتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ بندہ جب گناہوں کو چھوڑا اور حقیر (جانتا ہے تو وہ اللہ کے نزدیک بڑا ہوتا ہے اور بندہ اس کو
بڑا جانتا ہے تو وہ اللہ کے نزدیک چھوٹا ہو جاتا ہے۔ بندہ مومن کا گناہ صغیرہ کو گناہ عظیم (گناہ کبیرہ) جانتا اس کے
ایمان کے بڑے ہونے اور معرفت الہی سے زیادہ قریب ہونے کے باعث ہوتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے
ہیں: ”مومن اپنے گناہ کو اپنے اوپر پہاڑ کی طرح سمجھتا ہے اس کو ڈر ہوتا ہے کہ وہ کہیں اس کے اوپر گرنے پڑے اور منافق
اپنے گناہ کو ناک پر بیٹھی ہوئی مکھی کی طرح (حقیر) جانتا ہے جس کو وہ ہاتھ سے اڑا دیتا ہے۔ بعض علمائے کہا ہے کہ یہ
ناتالی معافی گناہ ہے۔“

انسان کا یہ قول کہ کاش میرا عمل ایسا ہی ہوتا (گناہ صغیرہ کی طرح) ایسی بات کہنا آدمی کے ضعف ایمان معرفت
کی کمی اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کو نہ جاننے کی دلیل ہے، اگر اس کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا علم (کچھ بھی) ہوتا تو وہ چھوٹے گناہ
کو بڑا اور حقیر کو عظیم جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی پیغمبر علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ ہدیہ کی کمی کا خیال نہ کرو بلکہ اس کے بھیجنے
والے کی عظمت کی طرف دیکھو، تم گناہ کے معمولی اور چھوٹے ہونے کو نہ دیکھو بلکہ جس کے سامنے تم نے گناہ کیا ہے اس کی عظمت
کا لحاظ کرو اسی نے کہا گیا ہے کہ جس کی منزلت اور جس کا مرتبہ بارگاہ الہی میں زیادہ ہے وہ کسی گناہ کو حقیر اور چھوٹا نہیں
سمجھتا بلکہ ہر اس عمل کو جس سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت ہوتی ہے کبیرہ سمجھتا ہے۔“

بعض صحابہ کرام نے تابعین سے فرمایا ”جو گناہ تم کو بال سے زیادہ باریک (حقیر) نظر آتے ہیں وہ گناہ ہم کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پہاڑ کی طرح ہلاکت انگیز نظر آتے تھے“ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کو رسول اللہ اور بارگاہ الہی
سے قرب حاصل تھا۔ اسی طرح عالم سے جو گناہ سرزد ہو وہ بڑا سمجھا جائے گا اور حجاب الگ رہے گناہ کہے تو اس کو حقیر مانا جائے گا
اسی طرح عامی سے ان باتوں (لغزشوں) میں درگزر کیا جاتا ہے جن باتوں میں عارف سے درگزر نہیں کی جاتی۔ عارف اور
عامی کے علم معرفت اور ان کے مراتب میں جس قدر تفاوت ہے اس کے لحاظ سے یہ فرق و امتیاز ہے۔“

لہذا توبہ ہر شخص کے حق میں فرض عین ہے کیونکہ کوئی شخص بھی ہاتھ پاؤں کے گناہوں سے خالی نہیں
توبہ فرض عین ہے (وہ عالم ہو کہ عامی) اور اگر کوئی ان اعضاء کے گناہ سے خالی ہے تو کمال ہی سے اس نے گناہ کیا ہوگا اور
اگر یہ بھی نہ ہوگا تو ان شیطانی دوسو سوں سے خالی نہ ہوگا جو اللہ کی یاد سے غافل گردینے والے ہوں گے اور اگر ایسا بھی نہ
ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت حاصل کرنے میں کوتاہی اور غفلت برتنے سے تو کوئی بھی خالی نہیں ہوگا، یہ تمام
صورتیں اہل ایمان کے احوال و مقامات کے اعتبار سے علی قدر مراتب ہیں لہذا ہر حال کے لئے طاعات، گناہ اور حدود و شرائط
جد اجدا ہیں، ان ہی حدود کی (جو جس کے لئے معین ہیں) پابندی طاعت و بندگی ہے اور ان سے غفلت یا ان کی مخالفت گناہ ہے
اس لئے ہر شخص توبہ کا محتاج ہے۔ یعنی ضروری ہے کہ کج آدمی اس کے اندر پیدا ہو گئی ہے۔ اس سے لوٹ جائے اور شریعت
نے جو سیدھا راستہ اس کے لئے مقرر کر دیا ہے، جو مقام اسے عطا ہوا ہے اور جو منزل اس کے لئے بنادی گئی ہے اسی کی
طرف متوجہ ہو۔ چونکہ لوگوں کے مراتب مختلف ہیں اس لئے ہر شخص کی توبہ بھی جداگانہ ہے۔ یعنی توبہ کی ضرورت میں تو فرق
نہیں البتہ نوعیت و مقدار میں فرق ہے۔ عوام کی توبہ تو گناہوں سے ہوتی ہے (یعنی وہ گناہوں سے توبہ کرتے ہیں) لیکن

خواس کی توبہ غفلت سے ہوتی ہے اور خاص الخاص بندوں کی توبہ ہے اللہ عزوجل کے سوا کسی اور طرف دل کے میلان سے (یعنی

ماسوا کی طرف دل کا میلان توبہ کا باعث ہوتا ہے) جیسا کہ حضرت ذوالنون مرقی نے منسرایا کہ عوام گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور خواص غفلت سے۔ حضرت ابوالحسن لوزی فرماتے ہیں کہ توبہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے علاوہ ہر چیز سے توبہ کرے۔ پس توبہ کرنے

والوں کے مابین مندرجہ ذیل ہے کچھ تو گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور کچھ مابین ایسے ہیں جو اپنے خنات (نیکیوں) کے دیکھنے سے

توبہ کرتے ہیں (یعنی وہ اپنی نیکیوں کا اظہار اعتبار نہیں کرتے) اور کچھ بندے ایسے ہیں جو غیر خدا کی طرف طمانیت قلب سے توبہ

کرتے ہیں (یعنی ماسوا اللہ سے اگر ان کو طمانیت قلب و سکون و آسودگی میسر ہوئی ہے تو ان کے لئے توبہ کا موجب بن جاتی ہے) غور

کر کہ انبیاء کرام (علیہم السلام) بھی توبہ سے مستغنی نہیں ہیں، دیکھو! حدیث شریف میں آیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا میرے قلب پر ابرسا آجاتا ہے تو میں دن رات میں اللہ عزوجل سے ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

حضرت آدم کی توبہ حضرت آدم علیہ السلام نے جب شجر ممنوعہ سے کچھ کھایا (شجر ممنوعہ کا پھل کھایا) اور آپ کے جسم مبارک سے

بہشتی لیس اتر گیا، آپ کا ستر کھل گیا، سر تاج و کلفتی سر پر باقی رہ گئے، فرشتوں نے ان دونوں کو

اتارنے سے حیا کی اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور انھوں نے آپ کے سر سے تاج اور پیشانی سے کلفتی (پٹی) کو

اتار لیا پھر آپ کو اور حوا کو حکم ہوا کہ تم اور حوا میرے قرب سے دور ہو جاؤ یہاں سے نکل جاؤ (ما فرمان میرے قرب میں نہیں

سکتا) حضرت آدم علیہ السلام نے فرماتے ہوئے حضرت حوا کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ یہ پہلی شامت گناہ ہے، قرب حبیب (کی منزل)

سے ہم کو نکال دیا گیا، آرام بخش زندگی اور خوش گوار عیش کے بعد، تضرع اور الحاح و زاری کا محتاج ہونا پڑا ہے، حضرت آدم

علیہ السلام کی یہ حالت، عظیم سطوت، زبردست فضیلت، عزت و ناز اور سب سے زیادہ مالمون و محفوظ جگہ پر بلند مرتبہ رکھنے

اور اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ قرب رکھنے کے باوجود، ہوئی۔ اگر کوئی بھی توبہ سے مستغنی ہو سکتا تھا اور دشمن (شیطان) کی دشمنی

معاذ اللہ کسی کو سخت شیطان کی مکاری اور سیسہ کاری سے محفوظ رہ سکتا اور مرتبہ کی بلندی، عصمت و پاک امنی اور اللہ کی قربت پر

کسی کو ناز ہو سکتا تھا تو یہ بات حضرت آدم کے لئے سب سے زیادہ موزوں اور مناسب تھی (کہ آپ ان تمام خصوصیات اور صفات

سے منصف تھے) لیکن بایں ہمہ حضرت آدم علیہ السلام بھی توبہ سے بے نیاز نہ رہ سکے۔ یہاں تک کہ انھوں نے توبہ کی اور

اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول فرمایا، اللہ تعالیٰ کا حضرت آدم کی توبہ کے سلسلہ میں ارشاد ہے

فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۚ

إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا "جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی

تو فرشتوں نے انھیں مبارکباد پیش کی اور جبریل۔ اسرافیل (علیہم السلام) نے خدمت میں حاضر ہو کر کہا! اے

آدم! آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں (دعائیہ کلمات) کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی، یہ سن کر آدم علیہ السلام نے فرمایا۔

اے جبریل! اس توبہ کے قبول کرنے کے بعد بھی اگر باز پرس ہوئی تو پھر میرا ٹھکانہ نہیں۔ اسی وقت وحی نازل ہوئی، اللہ

تعالیٰ نے فرمایا! اے آدم تم نے اپنی نسل کو مشقت، تکلیف اور توبہ کا وارث بنایا ہے تو اب جو کوئی مجھے پکارے گا میں لبیک

فرماؤں گا۔ جس طرح میں نے تمہارے لئے لبیک کہا تھا اور جو کوئی مجھ سے مانگے گا میں اس عطا میں نخل نہیں کروں گا۔
 کیونکہ میں تو قریب ہوں اور قبول کرنے والا ہوں! اے آدم! میں گناہوں سے توبہ کرنے والوں کو جنت میں جمع کروں گا
 وہاں کو ان کی قبروں سے شاداں و فرحاں اٹھاؤں گا اور ان کو ان دعاؤں کی قبولیت کے باعث (قبروں سے) شاد کام

نکاح کا

حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ بھی اسی طرح کا ہے کہ ان کو اپنی ابرو بچانے کے لئے غیرت آئی، کافروں نے جب
 آپ کو جھٹلایا تو آپ کو ان پر سخت غصہ آیا اور آپ کی بددعا سے اللہ تعالیٰ نے تمام اہل مشرق و اہل مغرب تمام دنیا کو غرق
 کر دیا، آپ ہی آدم ثانی تھے، آپ ہی کی نسل سے یہ انسان (تمام دنیا میں) پھیلے۔ کیونکہ جو لوگ آپ کی کشتی میں ڈوبنے سے
 محفوظ و مامون رہے ان میں سے آپ کے تینوں فرزند سام - حام اور یافث کے علاوہ کسی اور کے اولاد نہیں ہوئی اس
 شان و مرتبہ کے باوجود آپ نے بارگاہ الہی میں اس طرح دعا کی تھی۔

رَبِّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِیْکَ اَنْ اَسْئَلَکَ مَا
 کُنْتُ فِیْہِ وَاَلَا تَقْضِیْ فِیْ دَعْوِیْ
 اَکُنُّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ ۔
 اے میرے رب! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں تجھ سے
 ایسی درخواست کروں (ایسا سوال کروں) جس کا مجھے علم نہ ہو اور اگر تیرے
 تجھے بخش اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں یاں کاروں میں رہوں گا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ جلیل القدر پیغمبر تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی دوستی کے لئے منتخب فرمایا تھا، ان کو پیغمبروں
 اور نبیوں کا باپ بنایا۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد میں چار ہزار پیغمبر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے
 ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو باقی رکھا۔ ”وَجَعَلْنَا ذُرِّیَّتَهُ هُمُ الْبَاقِیْنَ“ ہم نے ان کی اولاد کو باقی رہنے والا بنایا،
 یہاں تک کہ ہمارے پیغمبر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان اعلیٰ نبینا و علیہم السلام
 بھی ان ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ وہ بھی بایں جلالت شانِ توبہ، اطہار عجز اور اللہ تعالیٰ کے سامنے احتیاج سے بے نیاز نہ تھے

چنانچہ حضرت ابراہیم نے مناجات اس طرح کی:

اَللّٰہِیْ خَلِّصْنِیْ فَمَوْ یٰہِدِیْنِ وَالَّذِیْ ہُوَ
 یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ وَاِذَا مَرَضْتُ فَمَوْ یٰشَفِیْنِ
 وَ الَّذِیْ یُبْرِیْ بِیْ ثُمَّ یُخْطِیْنِ وَالَّذِیْ اٰطَعْتُ
 اَنْ یُّغْفِرَ لِیْ خَطِیْئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ۔
 وہ خدا جس نے مجھے پیدا کیا، وہی مجھے راستہ دکھاتا ہے، وہ خدا جو مجھے
 کھانا پلاتا ہے اور جب بیمار ہو جاتا ہوں تو مجھے شفا عطا کرتا ہے
 اور وہ خدا جو مجھے موت دے گا پھر مجھے زندہ کرے گا۔ وہی ذات
 جس سے میں قیامت کے دن اپنی خطاؤں کی بخشش کی امید کرتا ہوں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (حضرت ابراہیم کے قول کو اس طرح بیان فرمایا ہے)
 وَ اٰمَرْنَا مٰکَ سَکَنًا وَ تَبَّ عَلٰیْنَا اِنَّکَ
 اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۔
 اے رب! ہم کو ہماری عبادت کے طریقے سکھا اور ہم پر رحمت
 نازل فرما تو بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک جلیل القدر نبی تھے۔ وہ خدا کی ہم کلامی سے سرفراز ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے
 لئے پسند فرمایا اور اپنی محبت ان پر القاسمائی (آپ کے دل میں ڈال دی) ظاہری اور باطنی معجزوں سے آپ کی تائید

فرمائی تھی جیسے یہ بیضا (چمکتا ہوا ہاتھ) عصا (جو زمین پر ڈالنے سے اڑھواہن جاتا تھا) اور وہ نور، نشانیاں جو صحرائے تیرہ میں عطا ہوئیں جیسے رات میں نور کا ستون، من و سلویٰ کا نزول وغیرہ۔ یہ وہ معجزات تھے جو آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے مگر آپ نے بھی اس طرح دعا کی تھی :-

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلَا تُخَيِّ وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ
وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝

الہی! مجھے اور میرے بھائی (ہارون) کو بخشدے اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل کر تو ہی توبہ قبول کر نوا لاسے زیادہ مہربان ہے

حضرت داؤد علیہ السلام جلیل القدر نبی تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو عظیم ملک عطا فرماتے ان کے دربار تیس ہزار افراد تھے اور وہ جب زبور کی تلاوت فرماتے تھے تو ان کے سر پر پرندے صف بستہ رک جاتے تھے اور پانی اپنی روانی میں بڑھ جاتا تھا، ان کے گرد تمام جن و انس، درندے اور گزندے جانور اس طرح پرے کے پرے باندھ کر کھڑے ہو جاتے اور ایک دوسرے کو گزندہ پہنچانے، پہاڑ تسبیح کرنے لگتے۔ ان کی جلالت شان اور ان کے منصب کی حفاظت کی خاطر آپ کی عزت افزائی کے لئے اور روزی فراہم کرنے کے لئے لہجے کو نرم کر دیا گیا، ان تمام کمالات کے باوجود آپ سجدے میں چالیس دن تک روئے یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں (کی نمی) سے گھاس آگ آئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور ان کی توبہ قبول کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہوا :-

فَقَضَيْنَا لَهُ ذَاتَ الْوَالِدِ وَرِثَ لَهٗ عِنْدَنَا
لُزْنًا وَحُسْنَ مَّآبٍ ۝

تو ہم نے ان کو معاف کر دیا اور یقیناً ہمارے پاس ان کو

حضرت سلیمان علیہ السلام عظیم تر بادشاہ ہوئے ہیں۔ ہوا بھی ان کی فراہم کردہ تھی۔ ایک مہینہ کا راستہ دل کے نصف اول میں اور ایک مہینہ کی راہ دن کے نصف آخر میں طے کر لیا کرتے تھے اور ان کو ایسی حکومت حاصل تھی کہ آپ کے بعد کسی کو حاصل نہیں ہوئی اس کے باوجود جہاں پر بس لغزش کی بنا پر عتاب فرمایا گیا ان کے علم کے بغیر ان کے گھر میں چالیس دن تک موتی کی پوٹیاں لگیں تو چالیس روز تک ان کی حکومت چھین لی گئی۔ آپ جبرائیل پریشان ہو کر جبر کو منہ اٹھا بھاگ کھڑے ہوئے ہاتھ پھیلا پھیلا کر سوال کرتے تھے مگر کھانے کو کچھ نہیں ملتا تھا جب وہ کہتے کہ میں سلیمان بن داؤد ہوں۔ مجھے کچھ کھانے کو دو تو ان کا سر پھوڑ دیا جاتا تھا، ان پر پتھر پھینکے جاتے تھے اور طرح طرح کی توہین کی جاتی۔ ان کو چھوٹا سمجھا جاتا تھا۔ ایک روز کسی کے گھر پر آپ نے کھانا مانگا تو دھکے دیے کہ وہاں سے نکال دیئے گئے۔ ایک عورت نے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ روایت میں آیا ہے کہ ایک ضعیفہ پنجاب سے بھرا ہوا آجورہ لیکر نکلی اور سلیمان کے سر سے اس کو پھوڑ دیا فرض کہ اس کس پیرسی میں آپ چالیس روز تک رہے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے پیٹ سے آپ کی انگوٹھی برآمد کر دی آپ نے اس کو پہن لیا۔ اس وقت پرندے آپ کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ تمام جنات، شیاطین اور چرندے و درندے سب کے سب آپ کے گرد حاضر ہو گئے۔ آپ کی تدبیر کرنے والوں نے جب آپ کو پہچان لیا تو سابقہ سبکی آمیز سلوک کے معذرت خواہ

۱۔ الفیہ مطبوعہ مصر سامنے ہے :- حضرت سلیمان ؑ کا یہ واقعہ لفظ بہ لفظ اس میں موجود ہے ہو سکتا ہے کہ حضرت سلیمان کی پرس پیرسی اسرائیلیات سے ہو۔ قرآن پاک میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ کی تصریح میں کس پرس کی یہ داستان نہیں ہے۔

ہوئے، آپ نے جواب میں منسوب کیا جو کچھ تم نے اس سے پہلے کیا میں اس عمل پر تم کو ملامت نہیں کرتا اور اب جو کچھ کر رہے ہو اس کو بھی اچھا نہیں کہتا یہ سب کچھ میرے رب کی طرف سے تھا اور اس سے کچھ اور چارہ کار بھی نہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کا ملک ان کو واپس کر دیا اور بھرا اپنی پناہ میں لے لیا۔

جب ایسے بڑے بڑے سرداروں، پیشواؤں اور صاحبانِ حکم و اہلیانِ شرع اور اللہ کے خلفاء (پیغمبروں) کا یہ حال تھا تو بچائے تیری کیا ہستی مانے مسکین اور تیرا کیا اترا! تو دھوکے کے گھر میں شیطان کے پاس ہے۔ تجھے تو دشمنوں کا لشکر گیرے ہوئے ہے کہیں ہوئے نصیب ہے تو کہیں شہوت، کہیں تمنائیں ہیں کہیں دوسرے کہیں شیطان کی ملیع کاری ہے لیکن تو اپنی ظاہری عبادت روزہ، نماز اور حج و زکوٰۃ پر مغرور اپنے اعضا کو ظاہری ڈر سے گناہ سے باز رکھنے پر نازاں ہے۔ حالانکہ تیرا باطن، روحانی عبادت خالی ہے اور وہ کامل پر ہیزکاری، تقویٰ، زہد، شکر، صبر رضا بقضا، قناعت، توکل، تسلیم، توفیق، یقین، ماسوا اللہ سے دل کا بچاؤ، اس کی سخاوت، احسان شناسی، حسن نیت، حسن سلوک، حسن ظن، حسن اخلاق، حسن صحبت، حسن معرفت، حسن طاعت، صدق و اخلاص اور دوسرے محاسن و فضائل اخلاق سے خالی ہے، اس کے بجائے تیرا باطن بڑی خصلتوں سے بھر پور اور ایسے گناہوں کی جڑوں میں جکڑا ہوا ہے جن سے ہر قسم کی تکالیف، مصائب اور دنیا و آخرت میں ہلاک کرنے والی باتیں پھونکتی ہیں یعنی تجھے مفلسی اور محتاجی کا ڈر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر (تقدیر الہی) سے ہزاری دناڑی، قضا و قدر پر اعتراض اور اس سلسلہ میں تو خدا پر بہتان باندھتا ہے، اس کے وعدوں پر تجھے شک ہے۔ تیرا دل کھوٹ، کینہ، حسد، دھوکا، فریب، جاہ طلبی، خود ستائی، دنیا میں منزلت کی آرزو اور اس پر خوشنودی اور اطمینانِ قلب! اللہ کے بندوں پر تکبر کرنا ہے، اتنا ہے، یہی کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَإِذْ قِيلَ لَهُ أَتَأْتِيكَ اللَّهُ أَخَذْتَهُ الْعِزَّةَ بِإِذْنِهِ ۖ رَاوِجِبَاس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تو اسے عزت گناہ کیساتھ کر لیتی ہے حد سے زیادہ غیظ و غضب، عصبیت (بیجا طغیاری)، عاثر انگیز (سپرداری کی محبت، باہمی عناد، عداوت، طمع، نخل، خون، اترا، شیخی بگھارنا، دولت مندوں کی تعظیم، مفلسوں کی تحقیر، فخر، دنیاوی حرص، مہابت، ریا، تعلیٰ (شیخی) کے باعث حق سے روگردانی، یہودہ باتوں میں غور و فکر، یادہ کوئی کی کثرت، لات زنی، دوسروں کے احوال کی لڑ، اور اپنی حالت سے خبری حالانکہ خود خبری اور اپنی حالت کی نگہداشت بھی ایک گونہ عبادت ہے، اپنی ملکیت جتنا، خدا کے حاکموں میں اپنی قوت اور اپنے زور پر غور کرنا، خلق خدا کی حد سے زیادہ (دنیوی) معاملات میں تعظیم کرنا اور ان کی خاطر سے حق کو چھپانا، اپنے اعمال پر مغرور ہونا، جمہولی تعریف سے خوش ہونا، دوسروں کی عیب جوئی کرنا، اپنے عیبوں سے چشم پوشی، خدا کی نعمتوں کو فراموش کر دینا، ہر نعمت کی اپنی ذات یا کسی دوسری مخلوق سے نسبت کرنا حالانکہ تمام مخلوق اللہ ہی کے احکام کے تابع اور اسی کی آلہ کار ہے، ظاہر پرستی کرنا اصول اور مقررہ حدود کے تحفظ کا خیال نہ کرنا، بیجا کام کرنا، خوشی کو پسند اور غم سے نفرت کرنا حالانکہ غم و ملال کے بغیر دل دیران بے جوہل اس سے عاری ہیں ان میں حکمت کا فرغ اور گور الہی سمجھ جاتا ہے۔ حالانکہ حکمت الہی کے نور کی فراوانی سے حق تعالیٰ کی قرب حاصل ہوتی ہے۔ اللہ سے دل کا لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے، توبہ کے ساتھ بگوشت و مہوش اس کا کلام سنتے ہیں اور اس کے احکام کا ہم پیدا ہو جاتا ہے تمام مخلوق سے بے نیازی حاصل ہو جاتی ہے، سعادت دوام اور لازوال نجات اور کامل نعمت

میسر آتی ہے یہی حزن و ملال نفس کی فرب کاریوں سے بچانے میں معاون و مددگار ہوتا ہے کیونکہ جب نفس کو ذلت پہنچتی ہے اور بندہ صبر و شکر کرتا ہے تو اس کو نیک بخشی حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں اس کے اصفیاء مجتہدین، شہداء صالحین، عباد و عارفین اور انبیاء علیہم السلام کے زمرہ میں اس کو محبوب کیا جاتا ہے۔

مگر تیرا حال تو یہ ہے کہ تیرا باطن دین سے تعاون میں مستی کرتا ہے اور حامیان دین، اولیاء کا ملین کو (جن کی دعوت خلق کے لئے حجت ہے) ان کا اللہ کی طاعت کی طرف بلانا اور خداوند تعالیٰ کے عذاب و عتاب سے ڈرانا اور اس کی رحمت و جنت کے وعدے کو یاد دلانا ان کا کام ہے (ظاہر میں اپنا بھائی قرار دیتا ہے (بھائی کی طرح ان کی محبت کا مدعی ہے) مگر باطن میں ان سے مخالفت رکھتا ہے اور ان نیک اور مقدس لوگوں کی موافقت سے گریز کرتا ہے حالانکہ ان کے دل اللہ کی محبت سے چور چور ہیں وہ رحمن کے دوست ہیں اور سارے جہان سے منہ موڑ کر صرف اللہ پر توکل کے بیٹھے ہیں شہادت کے ساتھ مصائب کو برداشت کرتے ہیں اور اطاعت الہی سے کبھی غافل نہیں ہوتے وہ اللہ تعالیٰ کے احسان کے مرہون اور اس کی دوستی کا خلعت پہنے ہوئے ہیں۔ ان کا نام رب العزت کے مخلصین میں تحریر ہے، دنیا میں امراء کے دروازوں کا طوائف کرنے، دنیاوی فتنوں و درجوں میں بربزخ کے خوف اور اس کے فشار سے مامون و معصون ہیں۔ قیامت میں ان کو حساب دینے کی دحشت اور ڈر نہیں ہے وہ جنت میں نعمت و سرور اور تازگی و فرحت کے ساتھ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

تعمکو دنیا میں جو مال و دولت دیا گیا، مصیبتوں سے آزادی دی گئی، تکلیف کے بدلے تجھے راحت سے نوازا گیا تو اس پر تو فرب خوردہ اور مغرور ہو گیا، اور اللہ تعالیٰ کی اس بخشش، فضل و کرم کے چھینے جانے کا خوف تیرے دل سے جاتا رہا جو تجھ سے پہلے دوسروں کو عطا کی گئی تھیں اور ان سے منتقل ہو کر تیرے پاس آئی تھیں یہ مال و منال، فرعون، ہامان، قارون، شداد، عاد، قیسر، کسریٰ اور دوسرے شاہان ماضی اور ان اقوام کو حاصل تھا جو صفحہ ہستی سے مٹ گئیں یہ دنیا ان کے لئے بازیچہ اطفال بن گئی تھی، امیدوں اور آرزوؤں نے فرب میں مبتلا کر رکھا تھا اور شیطان نے اللہ تعالیٰ سے ان کو برگشتہ کر رکھا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آگیا اور ان کا وہ مال و منال جس سے ان کی دلچسپیاں وابستہ تھیں ان سے واپس لے لیا گیا، نرم بستروں سے ان کو اٹھا دیا گیا، بلند ایوانوں اور کوشکوں سے ان کو نکالا مل گیا۔ وہ عزت جو ان کو حاصل تھی، ان سے چھین لی گئی، وہ ملک جس پر ان کو ناز تھا ان کی ملکیت تھا ان سے لے لیا گیا اور وہ امانتیں مال و منال دنیا، جو عارضی طور پر ان کے پاس رکھی گئی تھیں ان سے واپس لے لی گئیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں وہ حکم پہنچا جس کا ان کو گمان تک نہ تھا (یعنی موت کا حکم) پھر ان کی بد اعمالیاں ان کے سامنے لائی گئیں اور معمولی سے معمولی اعمال کا سختی کے ساتھ محاسبہ کیا گیا، جن تنگ قید خانوں میں وہ دنیا کے اندر دوسروں کو بند کیا کرتے تھے ان سے بھی زیادہ تنگ و تاریک قید خانوں میں ان کو بند کیا گیا اور جو سختی وہ دوسروں پر کرتے تھے اس سے کہیں زیادہ تشدد سے ان کو دوچار ہونا پڑا اور جو عذاب وہ دوسروں کو دیتے تھے اس سے بھی زیادہ سختان کو دیا گیا، ان کے ہاتھ پیروں کو زنجیروں سے جکڑ کر دوزخ میں جلا دیا گیا۔ زقوم اور قحطیران کو کھانے کو دیا گیا،

اور بھر کچھ اور پیپ پلایا گیا۔ کیا عہد ماضی کے ان افراد کے احوال سے تجھے کچھ بھی عبرت حاصل نہیں ہوئی؟ کیا ان لوگوں کے انجام سے تجھے نصیحت حاصل نہیں ہوئی جن کو ان کے گھروالوں سے الگ کر کے قید کر دیا گیا اور تو ان کے ترکہ کلاماک بن بیٹھا ہے اور ان

کے بنائے ہوئے مکانوں میں آج آباد ہے حالانکہ ان کے بانیوں کو ان سے نکال باہر کر دیا گیا کیونکہ ان کی تعمیر میں انھوں نے ظلم و ستم کو اپنا شعار بنایا تھا، بہت سے لوگوں کی ان محلات میں توقیر کی تھی اور بہت سے لوگوں کی تذلیل، ان کے رخساروں، پیشوں اور مشن براداری کی تھی۔ بہت سی غریب، مصیبت زدہ، بد حال آنکھوں کو دلایا تھا، بہت سے شریف، متمول افراد کو ان کا سرکھ چھین کر گھنچ بنایا تھا، بہت سی نئی رسمیں جاری کی تھیں اور مذموم طریقے رائج کئے تھے۔ دانشمندی اور دانائیوں کو پست جو صلیب بنایا ان کے دل توڑے اور اپنے سے ناراض کیا، بہت سے اہل دل حضرات نے اللہ کے حضور میں آدمی آدمی رات کو ان کے مظالم کی شکایتیں پیش کیں، آہ وزاری اور فریاد کی، تاکہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی مصیبتوں کو دور کرے، چونکہ اہل دل نے اپنی فریاد سب سے باخبر ہستی (خداوند دو جہاں) سے کی تھی اس لئے معزز فرشتوں نے ان کو (ہاتھوں ہاتھ) لیا اور اس عظیم المرتبت شہنشاہ اور سب سے بڑے مصنف کے سامنے پیش کر دیا جو ظالم نہیں۔

عزیز و حکیم، خالق برتر رب العزت نے ان (دنیا پرستوں) کے سینوں میں جو کچھ تھا دیکھ لیا اس لئے کہ وہ بہرگلی اور چھپی چیز سے باخبر ہے۔ اس لئے ان نیک بندوں کی شکایت اور فریاد پر توجہ فرمائی اور ان کی دعا کو قبول فرما کر جواب میں فرمایا "میں ضرور ضرور تمہاری مدد کر دوں گا اگرچہ وہ مدد کچھ دیر بعد ہو، چنانچہ ان ظالموں کو (ان کے ظلم کی پاداش میں) ایسی کمی ہوئی کہیتی کی طرح کر دیا جس کا اب کہیں نشان بھی باقی نہیں! ایسی قوم کو غریب کر کے ہلاک کیا گیا، کسی کو زمین دھنسا کر فنا کے گھاٹ اتار دیا گیا اور کسی پر سنگباری کر کے نیست و نابود کر دیا۔ کسی کو قتل کر کے، کسی قوم کی صورتیں مسخ فرما کر برباد کر دیا گیا اور کسی قوم کی عقل و خرد کو اس طرح سلب کیا گیا کہ ان کے دلوں کو پتھر کی طرح سخت کر دیا۔ ان پر کفر کی مہریں لگا دیں اور شرک و ظلمت کے پردوں سے ان کو سر ہند کر دیا گیا، چنانچہ ان کے دلوں میں نہ ایمان داخل ہوا نہ اسلام اس کے بعد ان کو ایک سخت مواخذہ کے پکڑ لیا اور سخت ترین سنجہ عقوبت میں لیکر ایسی ہلاکت خیز جگہ پر جھونکا گیا جہاں ان کی گھاسیں جھلس جاتی ہیں پھر اس کی جگہ دوسری کھال بدل دی جاتی ہے، اس طرح وہ ہمیشہ مذاب میں دھکتی آت اور مصیبت میں مبتلا رہیں گے۔ اور ان کو گھٹانے کو وہ کچھ دیا جائے گا جو ان کے خلق سے بچے نہیں آتے گا۔ ان کا وہاں رہنا دائمی ہے، جب تک یہ زمین و آسمان موجود ہیں وہ نہ مریں گے اور نہ وہاں سے جھٹکا رہا جائیگا ان کے مذاب کی نہ کوئی انتہا ہے اور نہ ان کی ہلاکت کی کوئی حد، دوزخ میں بھی ان کے لئے رسوائی کی زندگی ہے ان کی طرف غرضی کا گزرنے ہوا، نہ وہاں ہے ان کی سانس نکلے گی نہ روح، ان کی ساری امیدیں لوٹ جائیں گی اور ان کا نالہ و شیون بیکار ہوگا، ان کے دل گلے میں پھنسے ہوں گے اور ان کی زبانوں میں بولنے کی سکت نہیں ہوگی، ان سے کہا جائے گا دور رہو! ات نہ کرو!!

لئے مسکین، (لئے محتاج) اس مذاب سے ڈرا اگر تو ان جیسے اعمال کا مرتکب ہے، ان کی روش پر پھل نہ ملے۔ ان کی پیروی کرتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تو بغیر توبہ کے مر جائے اور غفلت و فریب میں مبتلا ہو کر ان کی حالت میں پکڑا جائے تو اپنے نفس کے لئے تو کوئی مذبہ جواب نہیں دے سکتے۔ پس رہائی، غلصی اور نجات کی تدبیر کر اور آگے کے لئے زاد راہ تیار کر دینے وہی طالب و عقوبت جو ان کے لئے ہے قیرے لئے بھی ہوگی۔

توبہ کی شرطیں

اور

ان کی نوعیت

توبہ کی تین شرطیں ہیں، پہلی شرط احکام الہی کے خلاف اعمال پر شرمنندی و ندامت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "الندۃ توبۃ" پشیمانی و ندامت توبہ ہے، صحیح ندامت اور پشیمانی کی پہچان یہ ہے کہ دل میں رقت پیدا ہو اور کثرت سے آنسو بہائے جائیں۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ توبہ کرنے والوں کی مجلس میں بیٹھو کیونکہ وہ لوگ نرم دل ہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ ہر آن اور ہر گھڑی گناہوں سے باز رہ جائے۔ تیسری شرط ہے کہ معاصی اور خطاؤں کا دوبارہ ارتکاب نہ کرے جس طرح کہ پہلے مرتکب ہوا ہے۔ ابوبکر واسطیؓ سے جب توبۃ النصوح کے معنی دریافت کئے گئے تو فرمایا کہ گناہگار پر گناہ کا کوئی بیرونی اور اندرونی اثر باقی نہ رہے، جس کی توبہ خالص ہوتی ہے وہ پرواہ نہیں کرتا کہ کس طرح شام ہوتی ہے او کس طرح صبح، توبۃ النصوح پشیمانی (گناہ نہ کرنے کا) اچھے ارادہ پیدا کر دیتی ہے، پختہ ارادہ اور عزم اس بات کا ہوتا ہے کہ جو گناہ پہلے کئے ہیں دوبارہ ان میں مبتلا نہ ہو کیونکہ پشیمانی اور ندامت سے اس کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اور اس کے رجب درمیان معاصی حاصل ہو جائے ہیں اور یہ گناہ اس کو اس آخرت سے باز رکھتے ہیں جو دنیا کی محبت اور بڑے انجام سے محفوظ ہے۔ حدیث شریفہ میں وارد ہے کہ گناہ کرنے سے بندہ رزق کثیر سے محروم ہو جاتا ہے چنانچہ زنا افلاس کا موجب اور سبب بنتا ہے۔

بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی میں تغیر رزق میں تنگی، پریشانی اور بد حالی دیکھو تو جان لو کہ وہ اپنے مولا کے حکم کو بجالانے والا نہیں ہے بلکہ وہ گناہوں کے فیض کا تابع ہے، جب تم دیکھو کہ لوگوں کی دراز دوستی، زبان درازی، تم پر غالب ہے اور ظالموں کا بیچہ تمھاری جان و مال اور اولاد پر مسلط ہے تو سمجھ لو کہ تم ممنوعات کے مرتکب، حقوق العباد میں کوتاہی کرنے والے، حدود الہی سے تجاوز کرنے والے اور آداب و طریقت کو برباد کرنے والے بن گئے ہو، جب تم دیکھو کہ اندھ دغم اور حزن و ملال کے بادل تمھارے دلوں پر منڈلا رہے ہیں (دل غم میں گرفتار ہیں) تو جان لو کہ تمھارے رب نے تمھارے لئے جو تقاضا قدر و قدر فرمادی تھی تم اس سے اعراض کر رہے ہو اور اللہ کے وعدے کو جھٹلا رہے ہو تم کو اس پر اعتماد نہیں ہے اور جو تدبیر خدا نے تمھارے اور اپنی مخلوق کے لئے کی ہے تم اس سے راضی نہیں ہو، تو جب توبہ کرنے والا اپنے حال پر غور نہ کرے کہ جان لینا ہے تو وہ اس پر پشیمان ہوتا ہے۔

پشیمانی اور ندامت کے معنی یہ ہیں کہ محبوب کے جدا ہونے سے اس کے دل کو دکھ پہنچتا ہے، دل سے ہواک اٹھتی ہے اور وہ غم زدہ رہ جاتا ہے اسی بنا پر اس کا حزن و ملال بڑھتا ہے اور اس کی حسرت میں اضافہ ہوتا ہے وہ بکثرت گریہ و زاری کرتا ہے اس کے ساتھ ہی وہ آمادہ کر لیتا ہے کہ پھر ایسی حرکت (گناہ) نہیں کرے گا۔ گناہ زہر سے زیادہ طاقت آفریں ہے اور وہ حملہ آور و فتنہ ہے جلائیے والی آگ اور ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والی تلوار سے زیادہ ضرر دہاں ہے۔ مومن کی یہ نشان نہیں ہے کہ ایک سانچ سے دوبارہ ڈسکا

لہذا وہ گناہوں سے ضرور بھگتا ہے اور اس طرح بھگتا ہے جس طرح مہلک اور حضرت رساں چیزوں سے لوگ بھگتے ہیں۔ لہذا یہ بات گروہ میں باندھ لینی چاہئے کہ گناہوں (کے ارتکاب) میں پوری پوری ہلاکت ہے اور اطاعت خداوندی میں کئی طور پر بقا۔ ابدی سعادتی کی لذت۔ گناہ، طویل حزن و ملال پیدا کرتے ہیں اور بعد میں زحمت، بیماری، عمر گناہوں سے گھٹتی ہے اور لوگوں کو آگ کا۔ ایندھن بننا پڑتا ہے۔

صحیح توبہ کی شرط توبہ سے جو نتیجہ پیدا ہوتا ہے اس سے جذبہ تدارک پیدا ہوتا ہے اس کا تعلق حال سے بھی ہے اور ماضی سے بھی حال سے تعلق کا تقاضہ یہ ہے کہ ان تمام ممنوعات (معاصی) کو ترک کر دے جن کا ترکیب ہو رہا ہے اور جن کو کرتا چلا

آ رہا ہے۔ اور جس فرض کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہے اس کو فوراً ادا کر دے اور ماضی سے تعلق یہ ہے کہ زمانہ ماضی میں جو گناہ ہی ہو گئی ہے اس کو آئندہ پورا کر دے ترک معاصی اور اطاعت پر مرتے دم تک قائم رہے۔ صحت توبہ کا ماضی سے متعلق ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ اپنے خیال کو اس دن کی طرف منعطف کرے جس دن بالغ ہوا تھا اور اس دن تک غور کرے جس دن اس نے توبہ کی ہے اور پھر حساب لگائے کہ اس عمر کے کتنے سال، کتنے دن، کتنی گھنٹیاں اور کتنے سانس گزرے ہیں اور غور کرے کہ اس عرصہ میں اس سے کتنی کوتاہیاں ہوئی ہیں۔

اور کس قدر معاصی کا ارتکاب ہوا ہے، طاعات و عبادات میں اس طرح غور کرے کہ اس نے کتنی نمازیں اس کے شرائط و ارکان کے بغیر پڑھی ہیں اور کتنی نمازیں سرے سے پڑھی ہی نہیں، کتنی نمازیں بغیر وضو ادا کی ہیں اور کتنی ناکارہ وضو کے ساتھ پڑھی ہیں مثلاً وضو میں نیت نہیں کی یا یہ کہ واجبات وضو کو ترک کیا، کلی نہیں کی، ناک میں پانی نہیں چڑھایا، پیر و ہونا بھول گیا یا ٹال دیا یا

ناپاک کپڑوں یا ریشمی لباس یا غضب کے ہوئے کپڑوں اور مخصوص زمین پر نماز ادا کی) اب ایسا شخص جو جن بلوغت کے دن سے اپنی توبہ کے دن تک تمام فرائض کی قضا کرے تو سب نے پہلے ان تمام فرائض کی ادائیگی میں مصروف ہو جو اس سے قضا ہوئے

ہیں اور اس وقت تک قضا ادا کرتا ہے جب تک موجودہ وقت کی نماز کا وقت نہ آجائے۔ موجودہ نماز کا وقت آجائے پس گو ادا کرے پھر قضا پڑھنا شروع کرے یہاں تک کہ تمام نمازیں ادا ہو جائیں۔ جب جماعت ہونے لگے تو اس کے ساتھ بھی نیت قضا شریک ہو جائے اور جماعت کے بعد پھر حسب معمول تنہا لوٹتا رہے یہاں تک کہ جب اس وقت کی نماز کا وقت تنگ ہونے

لگے تو وقتی نماز تنہا نیت ادا پڑھے اور امام کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز کو فوت شدہ نماز کی قضا قرار دے لے۔ یہ تمام احتیاط قضا میں اس لئے کرے کہ اسے ترتیب حاصل ہو جائے اس لئے کہ ہمارے نزدیک ترتیب قضا واجب ہے اگرچہ وقتی نماز جماعت سے امام کے ساتھ ادا کی نیت سے بڑھ لی تو اس کی ادا ہے دوبارہ وقتی نماز تنہا لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے مگر زیادہ صحیح پہلی صحت ہی ہے

لیکن اگر اس کا شمول ان لوگوں میں رہا اور ان لوگوں میں اس کی زندگی گزری جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاخْرُؤْنَ اعْتَرِفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخِرُ سَيِّئًا عَسَىٰ اللَّهُ اَنْ يَّتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ لَا يَنْكُرُ اللَّهُ اَنْ يَّتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ

یعنی جہاں لوگوں پر ایمان کا غلبہ ہوتا ہے تو گناہ نماز خوب اچھی طرح ادا کرتے ہیں، نجاست اور حرام شرعی سے اجتناب کرتے ہیں اور اپنے دین میں احتیاط کرتے ہیں اور جہاں پر گنہگاری کا غلبہ ہوتا ہے تو ان کو شیطان بہکا رہا ہے وہ نماز میں کوتاہی اور اس کے شرائط و ارکان ادا کرنے میں کاہلی اور سستی برتتے ہیں کچھ ادا کرتے ہیں اور کچھ چھوڑ دیتے ہیں یا کسی دن نماز پڑھی کسی

دن نہیں پڑھی یا دن رات میں دو ایک نمازیں پڑھ لیں۔ باقی چھوڑ دیں نہیں پڑھیں ان کے لئے اس صورت میں لازم یہ ہے کہ خیر کے شش کر کے یقین کے طریقے تک پہنچے اور نمازوں کو تمام نکال طریقے سے جس طرح تشریف لے کر فراموش کیا ہے بجالائے یعنی ترتیب حاصل کرنے کی کوشش کرے) ورنہ جس نماز کے کامل ادا کرنے کا یقین ہو اس کو دوبارہ نہ لوٹائے لیکن اگر اولیٰ اور بہتر کا خواہاں ہے تو اگرچہ دشواری بہت ہے مگر سب نمازیں لوٹائے اس صورت میں جو کوتاہی ادا کی گئیں وہ تعمیل میں ہو گئی ہے اس کی درستی ہو جائے گی اور یہ نمازیں ان احکام میں کوتاہی کا کفارہ بن جائیں گی جو اس سے ہو چکی ہے مثلاً کبھی جھوٹ بولا تھا یا ناجائز طور پر ہنسی کمانی تھی تو ان گناہوں کا کفارہ ان نمازوں سے ادا ہو جائے گا (ایسی صورت میں جنت کے اندر اس کے بلند مراتب ہونگے بشرطیکہ توبہ کی حالت میں اسلام اور سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اس کا خاتمہ ہو (اس کی موت واقع ہو)۔

جب تائب تمام فرائض کی قضا (لوٹائے) سے فارغ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اس کو مہلت اور عطا فرمائے اور اپنی طاعت و بندگی کی توفیق اس کو مرحمت فرمائے اور اپنی طاعت کے لئے اس کو منتخب فرمائے اور اس کو استقامت بخشے اپنے محبت کرنے والوں میں اس کو محبوب کرے، ضلالت و گمراہی سے اسے بچائے، شیطان کی پیروی، اس کی دوستی اور ہوا و ہوس کی لذت سے اسے محفوظ رکھے، اس کا منہ دنیا سے موڑ کر آخرت کی جانب اسے متوجہ کرے) تو اسے چاہیے کہ موکذہ سنتوں کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہو جائے (جو سنت ہائے موکذہ فوت ہو چکی ہیں ان کی قضا پوری کرے) اور فوت شدہ متعلقات نماز کے ادا کرنے میں اسی طرح مشغول ہو جس کی تفصیل فرائض کے ضمن میں ہم بیان کر چکے ہیں، اس کے بعد وہ تہجد رات کی نماز اور ان اور آدم میں مشغول ہو جائے جن کا ذکر مفصل انشاء اللہ ہم آخر کتاب میں کریں گے۔

اب رہا روزے کی قضا کا مسئلہ تو جس نے سفر یا مرض کی وجہ سے روزہ چھوڑ دیا، قصداً روزہ نہیں روزے کی قضا رکھا یا رات سے قصداً یا سہواً نیت کو چھوڑ دیا روزہ بغیر نیت رکھ لیا) تو ایسے تمام روزوں کی قضا کرے، لیکن اگر ایسی ہی طور پر کچھ یاد نہ ہو تو یاد کرے، سوچے اور غور کرے جس روزے کے چھوٹ جانے کا زیادہ گمان ہے اس کو دوبارہ رکھے باقی چھوڑ دے ہاں اگر احتیاط ملحوظ ہے تو سب کی قضا کرے یہ زیادہ بہتر ہے اگر ایسا کرے تو سن بلوغت سے یوم توبہ تک حساب کرے یعنی تمام روزوں کو شمار کرے، اگر دس سال گزرے ہوں تو دس ماہ کے اور اگر بارہ سال گزرے ہوں تو بارہ مہینے کے روزے رکھے۔ غرضیکہ ہر سال کے لئے ایک ماہ کے روزوں کی قضا ادا کرے یہ قضا ماہ رمضان کے روزوں کی قضا ہوگی۔

نماز اور روزوں کی طرح ادائیگی زکوٰۃ کا حساب وقت بلوغ سے نہیں لگایا جائے گا بلکہ اس وقت سے لگایا جائے گا جب سے وہ ممالک نصاب ہوا ہے ہر چند کہ ہمارے نزدیک نابالغ بچے اور دیوانے کے مال پر بھی زکوٰۃ واجب ہے بشرطیکہ وہ ممالک نصاب ہوں وہ اس وقت سے تمام سالوں اور کل مال کا حساب کرے پھر تمام سالوں کی زکوٰۃ نکال کر فقراء اور مساکین اور حجاجوں کو دے اگر اس نے بعض سالوں کی زکوٰۃ ادا کر دی ہے اور بعض سالوں کی ادائیگی ہو ان میں سستی کی ہو تو ان سالوں کا حساب کرے (جن میں زکوٰۃ نہیں دی ہے) پھر ان برسوں کی زکوٰۃ ادا کرے (ادائے ہوئے سالوں کو چھوڑ دے) جیسا کہ ہم پہلے نماز اور

روزے کے سلسلہ میں بیان کر چکے ہیں۔

قضا ج کی ادائیگی ج کی ادائیگی کے بارے میں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اگر حج کے تمام شرائط اس کے حق میں پورے ہو گئے ہوں تو فوراً اسے حج ادا کر لینا چاہئے، سستی اور کوتاہی میں اگر کچھ مدت گزر گئی اور اس مدت میں حج کی کچھ شرطیں مفقود ہو گئیں، محتاج ہو گیا لیکن کچھ مدت کے بعد پھر استطاعت حاصل ہو گئی تو اس وقت فوراً ارادہ کر لینا چاہئے اور حج کے سفر پر چل کر لینا چاہئے اگر دوبارہ مالی استطاعت تو حاصل نہ ہوئی لیکن سفر حج کے لئے جسمانی طاقت موجود ہے تب بھی حج کا ارادہ کر لینا اور سفر پر نکل کھڑا ہونا واجب ہے، اگر مال (زاد راہ) موجود نہیں ہے لیکن جسمانی طاقت موجود ہے تو اس پر لازم ہے کہ کسب حلال کرے اور اس سے سفر خرچ اور سواری وغیرہ کا انتظام کرے اگر کھانے پر قدرت نہیں ہے تو دوسروں سے امداد طلب کرے تاکہ دوسرے اپنے زکوٰۃ و صدقات سے ادا حج کے لئے اس کی مدد کریں اور اس کو زکوٰۃ و خیرات سے اس قدر مال مل جائے کہ وہ حج کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے مصارف صدقات کے حکم میں (آیت میں) جو آٹھ قسمیں مستحقین کی بیان فرمائی ہیں ان میں "فی سبیل اللہ" بھی ایک قسم ہے اور ہمارے نزدیک حج کرنا، فی سبیل اللہ کے زمرے میں ہے۔ اگر ایسا شخص حج کے بغیر مر گیا تو وہ گنہگار اور عاصی رہے گا۔ اس لئے کہ اس نے ادائیگی حج میں کوتاہی کی۔ ہمارے نزدیک صاحب استطاعت ہوتے ہی حج کے لئے روانہ ہو جانا واجب ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص خانہ کعبہ تک پہنچنے کے لئے سواری اور زاد راہ کے لئے پس انداز کرتا ہے اور پھر وہ حج نہ کرے تو وہ اپنے دین پر نہیں اور کوئی فوٹ نہیں کہ وہ یہودی، نصرانی ہو کر مرے، یہ سب کچھ ادائیگی حج کے حکم کی تاکید، تحفظ حج کی احتیاط اور حج کے ضائع ہونے کے اندیشہ کے طور پر فرمایا گیا ہے۔

گناہوں کی ادائیگی اگر کسی شخص پر کفارہ یا نذریں واجب ہیں تو سب سے پہلے ان کی ادائیگی سے عہدہ برہا ہو جو کچھ بیان کیا جا چکا ہے اس کے مطابق ضروری ہے۔ ان تمام فرائض و واجبات اور سنن موکدہ کی ادائیگی کے بعد گناہوں کے بارے میں غور کرے اور سوچے کہ اول بلوغ سے توبہ کے وقت تک آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، آلات جنسی اور دوسرے تمام اعضا سے کیا کیا گناہ صادر ہوئے ہیں، اس کے بعد تمام ذنوں، گھڑیوں پر غور کرے اور اپنے سامنے اپنے گناہوں کی تفصیل کا دفتر لائے (تمام گناہوں کا جائزہ لے) یہاں تک کہ اپنے تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے باخبر ہو جائے (سب اس کو یاد آجائیں)۔ گناہوں کی یاد ان لوگوں کے دیکھنے سے بھی آجاتی ہے جو گناہوں کے سامنے اور شریک تھے اور ان تمام مقامات اور جگہوں کو بھی یاد کرے جہاں اپنے گناہوں کی نگاہوں سے چھپ کر گناہ کئے اور ان آنکھوں کے دیکھنے سے خافل رہا جو نہ سوتی ہیں اور نہ ہلک جھپکاتی ہیں یعنی کرنا کا تبین جو نامہ اعمال لکھنے والے فرشتے ہیں۔ تم جو کچھ کہتے ہو اور جو کچھ منہ سے نکالتے ہو وہ سب جانتے ہیں وہ ہر حال میں بندہ کے پاس اس کے نگہبان و محافظ ہیں اور بندہ ان عزت والے نگہبان فرشتوں سے خافل ہے حالانکہ وہ آگے پیچھے دائیں بائیں موجود رہتے ہیں اور اللہ کے حکم سے اس کی نگرانی کرتے ہیں اور ہر فعل اور اس کی ہر سانس کا شمار کرتے رہتے ہیں، بندہ اس خدا سے چھپ کر گناہ کرتا ہے جو ہر راز اور بہت ہی پوشیدہ بات

۱۔ حضرت مصطفیٰ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آجکل کی طرح زرمبادلہ کی پابندیوں اور اس کے باعث اس سہولت کے حصول سے محرومی کا سوال ہی نہیں تھا۔

کو بھی جانتا ہے، جو دلوں کے رازوں سے آگاہ ہے اور ظاہر و باطن اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں (یعنی تمام ظاہر و باطن سے باخبر ہے) پس اپنے گناہوں پر غور کرنا چاہئے اگر وہ محض اللہ تعالیٰ (حقوق اللہ) کی نافرمانیاں ہوں اور بندوں کے حقوق سے ان کا کچھ تعلق نہ ہو جیسے زنا، شراب خوری، باجا اور گانا سننا اور غیر محرم کی طرف دیکھنا، مسجد میں ناپاکی کی حالت میں بیٹھنا وغیرہ وضو کے قرآن پاک چھونا، کوئی برا عقیدہ رکھنا تو ان گناہوں کی توبہ اس طرح ہوگی کہ ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں معذرت خواہ ہو اور ان گناہوں کی تعداد، کثرت اور مدت کو شمار کر کے بقدر ان کے نیکیاں کرے اور ہر گناہ اور معصیت کا بدلہ اسکی نوعیت کے اعتبار سے نیکیوں سے کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿نیکیاں بدیوں کو فنا کر دیتی ہیں﴾۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر حالت میں اللہ سے ڈرو اور ہر بدی کے عوض نیکی کرو کیونکہ نیکی بدی کو زائل کر دیتی ہے۔

الفرض ہر بدی کا کفارہ ویسی ہی نیکی یا اس سے ملتی جلتی نیکی کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ مثلاً شراب نوشی کا کفارہ ہر حلال مشروب کے ذریعہ ہو سکتا ہے لیکن وہ مشروب ایسا ہو جو اس کے نزدیک بہت ہی پسندیدہ اور مرغوب ہو، گانے بجانے کا کفارہ یہ ہے کہ قرآن کریم احادیث نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حکایات الصالحین کو سننا جائے مسجد میں حالت جنابت میں بیٹھنے کا کفارہ یہ ہے کہ مسجد میں عبادت میں مشغول ہونے کے علاوہ اعتکاف بھی کرے، بے وضو قرآن کریم کو چھونے کا کفارہ قرآن کریم کی بہت زیادہ عزت و توقیر اور اسے کثرت سے پڑھنا اور بآوض ہو کر اس کو خوب چھوئے اور تعلیمات قرآن سے عبرت حاصل کرے، اس کا اقرار کرے اور ان احکام پر عمل کرے نیز یہ کہ قرآن کریم خود لکھ کر اس کو دوسروں کے لئے وقف کر دے۔

اب رہے بندگان خدا پر چہرہ دستی اور ان کی حق تلفی تو ان میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہے، اللہ نے زنا، شراب، سود وغیرہ کی طرح بندوں کی حق تلفی کی بھی ممانعت فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کا کفارہ تو وہی گنہگار، ندامت انہوں

بندگان خدا کے حقوق کا ادا نہ کرنا

اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد اور نیکی کرنا ہے لیکن بندوں کے حقوق تلف کرنے کا تدارک اور ان کی تلافی یہ ہے کہ اگر لوگوں کو دکھ دیا ہے تو ان کے ساتھ بھلائی کرے تاکہ ان کا کفارہ ادا ہو جائے گویا زیادتیوں اور حق تلفیوں کا کفارہ لوگوں کے ساتھ نیکیاں کرنا اور ان کے لئے دیکھ کر گناہ ہے۔ اگر وہ شخص جس کو ایذا دی تھی فوت ہو چکا ہے تو اس کے لئے رحمت کی دعا مانگے اس کی اولاد اور اس کے ورثہ کے ساتھ مہربانی اور حسن سلوک کرے ہی اس کا کفارہ ہے بشرطیکہ وہ اذیت زبان سے نہیں ہو یا بار پیٹ سے اور اگر اذیت اموال کے غصب کرنے سے پہنچی ہے تو اس کا کفارہ اس طرح ہوگا کہ جو حلال مال اس کے پاس ہے اس کو بوجہ اللہ صدقہ کرے اور اگر اس کو بے آبرو کیا ہے یعنی کسی کی غیبت کی ہے، چغلی کھائی ہے، عیب جوئی کی ہو تو اس کا کفارہ یہ ہے۔ اگر وہ شخص دیندار اور اہل سنت ہو تو اس کے دوستوں اور اس کے احباب کے سامنے مختلف مجلسوں و محفلوں میں اس کی تعریف و توصیف کرے اور جو کچھ غمیاں اس کی معلوم ہوں ان کو بیان کرے۔ کسی کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے حق سے متعلق ہے اس کا کفارہ غلام آزاد کرنا ہے اس لئے کہ غلام کی آزادی اس کی زندگی ہے (کیا اس طرح زنی بچشنا ہوا کیونکہ غلام اپنے ذاتی حقوق میں بالکل مرفی کی طرح ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ضرب اللہ مثلاً عبداً

﴿مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ﴾ اللہ ایک غلام مملوک کی مثال دیتا ہے جو کسی چیز پر قادر نہیں ہے اس کی تمام کمائی اس کے آقا کی ہے اس کے تصرفات و حرکات و سکنات سب اس کے مالک کی ملکیت ہیں پس اس کو آزاد کر دینا گویا اس کو نسبت سے ہست کر دینا اور مرے کو زندہ کر دینا ہے (مجازاً) اسی طرح گویا قاتل ایک عبادت گزار بندے کو معدوم کر دیتا ہے اور اللہ کی وہ اطاعت جو وہ کرنا تھا اس کے فعل سے معطل ہو جاتی ہے اس صورت میں وہ اللہ تعالیٰ کا بھی خطا کار ہے اس صورت میں اللہ نے اس کو حکم دیا ہے کہ مقتول کے بجائے کسی عبادت گزار بندے کو پیش کر جس کی صورت صرف یہی ممکن ہے کہ کسی غلام کو غلامی سے نجات دلائے تاکہ پھر وہ بغیر کسی رکاوٹ کے اپنے لئے جو چاہے کرے اس طرح معدوم کا معاوضہ موجود سے ہو جائیگا گناہ کی یہ تمام کیفیات حقوق اللہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

﴿حق تلفی اور قتل خطا﴾ بندوں کی حق تلفی خواہ وہ جانی و مالی ہو یا اس کو بے آبرو کیا جائے یہ سب کی سب خالص ایذا میں ہیں۔ جانی حق تلفی کی صورت یہ ہے کہ کسی کو بغیر ارادہ قتل کیا جائے تو اس کی توبہ کی شکل اس کے خون بہا (دیت) کی ادائیگی ہے۔ مقتول کے ورثا یا اس کا آقا یا حاکم اس خون بہا کے وصول کرنے کے مستحق ہیں، قتل خطا میں (یعنی بھول چوک سے کسی کو قتل کر دینے میں) ہمارے نزدیک قاتل کے خاندان والوں پر دیت ادا کرنا لازم ہے۔ جب تک خون بہا ادا نہ ہوگا یعنی مستحقین کو نہیں پہنچے گا قاتل ذمہ دار ہے لیکن اگر قاتل کے رشتے کنبہ والے (عاقلہ) نہ ہو اور قاتل بنی آدمی کی استطاعت ہو تو ایک مسلمان غلام آزاد کرے بہتر یہ ہے کہ قاتل دیت خود بخود رضا و رغبت ادا کر دے اس لئے کہ ہمارے نزدیک دیت کا ادا کرنا صرف وارثوں (عاقلہ) کی ذمہ داری ہے، قاتل کا ادائیگی دیت سے کوئی تعلق نہیں (قاتل کو صرف اس صورت میں ایک بردہ آزاد کر دے گا جب کہ اس کے ورثا نہ ہوں) یہی قول صحیح ہے۔

﴿امام شافعی کا ارشاد﴾ ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر قاتل صاحب حیثیت ہے اور اس کے ورثا نہیں ہیں تو قاتل اپنے پاس سے دیت ادا کر دے یہ مسلک امام شافعی کا ہے، اُن کی دلیل یہ ہے کہ دیت ابتداً قاتل ہی پر واجب ہوتی ہے اس کے بعد اس کی آسانی (اور امداد) کے لئے اس کے رشتہ داروں پر یہ بوجھ ڈال دیا جاتا ہے اور بطور تاوان ورثا اس بوجھ کو برداشت کرتے ہیں اس لئے ورثا (عاقلہ) اور قاتل میں باہم توازن پایا جاتا ہے، جب عاقلہ نہ ہو تو قاتل پر اس کی ادائیگی ضروری ہے خصوصاً جب کہ وہ توبہ کی حالت میں ہو اور ظلم و تعدی اور گناہوں سے عہدہ برآ ہونا چاہتا ہو اور حقوق انسانی کے بارے میں رستگاری کا خواستگار اور تقویٰ کا آرزو مند ہے۔

﴿قتل عمد سے توبہ﴾ قتل عمد سے بغیر قصاص کے خلاصی ناممکن ہے، اگر قتل نہیں کیا بلکہ ایسی جگہ ضرب لگائی گئی ہے جس کا عوض (قصاص) لینا ممکن ہو لیکن اس ضرب سے جان جانے کا خطرہ تھا تو بدلہ کے لئے وارثوں سے گفتگو کی جائے اور اگر ضرب میں اتلاف جان کا خطرہ نہیں تو پھر مضروب سے بات کی جائے اگر ورثا قصاص سے دستبردار ہو جائیں اور اس کو معاف کر دیں تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور اگر مال لیکر معاف کرنا چاہیں (خون بہا قبول کریں) تو مال ادا کرنا ہوگا اس طرح وہ اپنے گناہوں سے نجات حاصل کرے گا۔

﴿نامعلوم قاتل﴾ اگر کسی انسان کو قتل کیا اور کسی کو نہیں معلوم کہ قاتل کون ہے تو قاتل پر لازم ہے کہ مقتول کے وارثوں سے

سانے خود قتل کا اقرار و اعتراف کرے اور اپنی جان کا اختیار ان کو دیتے خواہ وہ معاف کر دیں خواہ قصاص سے لیں یا دیت طلب کریں، اخفاء قتل جائز نہیں، قتل کا جرم صرف توبہ سے معاف نہیں ہوگا، اگر کسی شخص نے ایک جماعت کو مختلف جگہوں پر قتل کیا تو مقتولین کے ورثا کا پتہ نہیں اور نہ مقتولین کی صحیح تعداد کا پتہ ہے تو اس صورت میں پختہ توبہ کرے اور اپنے کردار کو سزا دے اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ سزا خود اپنی جان کو دے یعنی گونا گوں نفسانی مجاہدے کرے اور جانسوزی کے کام کرے، اگر کوئی شخص تجھ پر ظلم کرے یا اسے ایذا پہنچائے (تو اپنے لئے ہوئے قتل کے بدلے میں) تو اسے معاف کر دے، غلام آزاد کرے مال کا صدقہ دے اور بکثرت نوافل ادا کرے تاکہ اس کے ان اعمال خیر کی جزا قیامت کے دن اس کے ان متعدد جرم ہائے قتل کے برابر ہو جائے اور اس کو رعداب سے نجات حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جنت الغلام فرمائے اس لئے کہ اس کی رحمت برتر ہے کو اپنے آغوش میں لئے ہے وہ احرم الرحمن ہے۔

ایسی صورت میں جب کہ وہ مقتولین کے ورثا سے واقف نہیں، مقتولین کو مجروح کرنے کی وضاحت ان کو لوٹنے کی صراحت لوگوں کے سامنے بے فائدہ ہے اس لئے کہ عدم آگاہی کے باعث وارثوں کو ان کا حق تو پہنچا ہی نہیں سکتا یا ان سے عذر تقصیر کر سکے، اپنا گناہ معاف کر لئے، بلکہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے ویسا ہی عمل کرے۔

اسی طرح اگر اس نے زنا کیا، شراب پی، چوری کی اور وہ اس کے مالک کو نہیں پہچانتا، ڈاکا ڈالا لیکن نامعلوم افراد کا گناہ صاحب مال سے واقف نہیں راستہ میں لوٹا، لوٹے جانے والے سے نابالغ ہے، یا جماع کے علاوہ کسی اجنبی عورت سے کوئی ایسی حرکت کی جس کی کوئی شرعی تعزیر نہیں ہے تو ان جرائم سے صحیح توبہ کرے اس بات پر متوقف نہیں ہے کہ وہ گزشتہ واقعات کا تذکرہ کر کے خود اپنے آپ کو رسوا کرے اور آپ اپنی پردہ دری، یا ان جسموں پر حدود (شرعی سزائیں) قائم کرانے کے لئے امام وقت یا حاکم کو تلاش کرے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو پردہ ڈال دیا ہے اس پردہ میں چھپا ہے اور در پردہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے، نفسانی جہاد کرے، روزے رکھے، مباح چیزوں اور لذتوں سے محفوظ ہونے میں کمی کرے، کسب و کسب بکثرت کرے، تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرے، حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "اگر کوئی شخص ان گناہوں میں سے کوئی گناہ کر بیٹھے تو اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی کے ساتھ اسے پوشیدہ رکھے، اور ہمارے روبرو اپنے گناہوں کو ظاہر نہ کرے، اگر اس نے اپنے قصور بتا دیئے تو ہم اس پر اللہ کی حد نافذ کریں گے اور اگر اس کے برعکس اس نے حاکم کے پاس جا کر اپنا جرم پیش کر دیا اور حاکم اس کے لئے سزا تجویز کر دے، اس کو سزا دیدے تو پھر اس مجرم کی توبہ صحیح اور مقبول ہوگی اور وہ گناہ کی ذمہ داری سے عہدہ برا ہو جائیگا اور جرم کی نجاست سے اس کو پاکی حاصل ہو جائے گی۔

مالی حقوق کا غضب کرنا

آپ ہا یہ سوال کہ اموال میں توبہ کی صحت کیا ہے؟ (یعنی اگر کسی نے کسی شخص کے اموال مالی حقوق کا غضب و ران سے توبہ غضب کئے ہیں تو وہ صحیح توبہ کس طرح کرے) اگر کسی نے کسی انسان کا مال چھینا ہے یا

چوری کی ہے یا کسی کے مال پر ڈاکا ڈالا ہے یا امانت میں خیانت کی ہے یا کسی معاملہ مالی میں دھوکہ دیا ہے۔ خراب مال فروخت کیا ہے یا بیچے جانے والے مال کے عیب کو چھپایا ہے یا مزدور کی اجرت میں کمی کی یا سرے سے اس کی اجرت ہی نہ دی تو ان تمام صورتوں میں حسابی نظر ڈالنا چاہیے اور اس وقت سے اس کا حساب کرے جب سے وہ عاقل اور تمیز دار ہوا ہے اس میں بالغ ہونے کے وقت آغاز کی شرط نہیں ہے بلکہ اس وقت سے شمار کرے جب کہ کسی دھمی کی زیر نگرانی تھا اور دھمی نے اس کے مال کو اپنے مال کے ساتھ خلط ملط کر دیا تھا اور دھمی نے اپنی دینی سستی (ضعف دینداری) کے باعث اس کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی کیونکہ دھمی تو خود حق تلفی کرنے والا تھا۔ اور اس سے مذہب کی شرائط کی خلاف ورزی ہوئی اس لئے دھمی کا حرام مال بڑے کے مال میں مل گیا کچھ تو دھمی کی نا انصافی اور بددیانتی اور ظلم کی وجہ سے اور کچھ خود لٹ کے کی جانب سے خیانت کے باعث مال میں ملاوٹ ہوتی تو بالغ ہونے کے بعد جب یہ لٹ کا ماتب ہوا تو اس کو اس معاملہ پر تفتیشی نظر ڈالنا چاہیے اور غیر کا حق اس کو واپس دینا چاہیے اور اپنے مال کو حرام اور شربہ رکھنے والے مال سے پاک کرنا چاہیے۔

۷۷۷

۴۸

۵۹

۶۰

۶۱

۶۲

۶۳

۶۴

۶۵

۶۶

۶۷

۶۸

۶۹

۷۰

۷۱

۷۲

۷۳

۷۴

۷۵

۷۶

۷۷

۷۸

۷۹

۸۰

۸۱

۸۲

۸۳

۸۴

۸۵

۸۶

۸۷

۸۸

۸۹

۹۰

۹۱

۹۲

۹۳

۹۴

۹۵

۹۶

۹۷

۹۸

۹۹

۱۰۰

جائیں گے ہلاک اور تباہ ہو جائے گا اس طرح مظلوم ظالم کی نیکیوں کے ذریعے نجات پائیں گے کیونکہ ظالم کی نیکیاں بطور تادان مظلوم کے حق میں منتقل کر دی گئی ہیں۔

اعمال کے تین دفتر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعمال کے تین دفتر ہوں گے، ایک دفتر ایسا ہوگا جس کا لکھا ہوا اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا، ایک دفتر ایسا ہوگا جس کا لکھا ہوا اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمادے گا اور ایک دفتر کا نوشتہ بغیر بدلے معاف نہیں کیا جائے گا۔

وہ دفتر جس کا لکھا اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمادے گا وہ شرک (کا گناہ) ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **إِنَّهُ مَنْ شَرَكَ بِاللَّهِ فَقَدْ خُذَ اللَّهُ عَلَيْهِ جُزَاءً مِمَّا دَاوَاهُ النَّارُ** جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا بلاشبہ اس پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اور جس دفتر کا نوشتہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا وہ حقوق اللہ ہیں یعنی وہ ظلم جو اس نے اپنے اور اپنے رب کے حقوق کے مابین اپنی جان پر کئے ہیں، اور تیسرا دفتر جس کا نوشتہ بغیر بدلے کے نہیں رہے گا وہ حقوق العباد ہیں یعنی بندوں کی باہم حق تکلفی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جانتے ہو کہ قیامت کے دن میری امت میں سے کون مفلس ہوگا صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس مال و دولت نہ ہو، نبی کریم نے فرمایا میری امت میں سے مفلس وہ ہوگا جو اپنے روزوں اور نماز کے ساتھ تو اسے گالی دے گی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون ناحق بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا پس وہ مظلوم ظالم کی نیکیوں سے بدلہ حاصل کرے گا اور ظالم کی نیکیاں اس کی ہونگی، اگر نیکیاں (بدلے کے لئے) ختم ہو جائیں گی تو مظلوم کی برائیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھ دی جائیں گی، پھر اس (مفلس) کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا اس لئے ظالم کے لئے ضروری ہے کہ توبہ میں جلدی کرے

توبہ میں عجلت کی جائے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسے تاخیر کرنے والے لوگ ہلاک ہو گئے جو کہتے ہیں کہ ہم کچھ عرصہ بعد توبہ کر لیں گے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ انسان چاہتا ہے کہ گناہوں کو بڑھاتا رہے اور توبہ میں تاخیر کرتا رہے اور پھر کبے عنقریب توبہ کر لوں گا یہاں تک کہ اسے موت جانی ہے اور بدترین حالت میں آتی ہے۔ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا: پیارے بیٹے! توبہ کو کل پر نہ ماننا کیونکہ موت ناگہانی طور پر آجائے گی، پس ہر ایک شخص پر واجب ہے کہ صبح و شام توبہ کرتا رہے۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ جو شخص صبح و شام توبہ نہ کرے وہ ظالم ہے۔

توبہ دو قسم (نوعیت) کی ہے ایک وہ جس کا تعلق حق العباد سے ہے، اس کا مفصل ذکر ہم کر چکے دوسری وہ ہے جس کا تعلق بندہ اور اللہ تعالیٰ سے ہے یعنی حق اللہ سے ہے، حق اللہ سے اخراجات اور اتلاف سے توبہ کی شکل یہ ہے کہ زبان سے استغفار کرے اور دل میں اپنے کئے پر ہشامندہ ہو، اور یہ نچتہ ارادہ کرے کہ وہ گناہ (جن کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں) نہیں کرے گا لہذا توبہ کرنے والے کو انتہائی کوشش کرنی چاہیے اور اپنی پوری قوت اس پر صرف کر دینا چاہیے کہ اس کی نیکیاں زیادہ ہو جائیں تاکہ قیامت کے دن جب کہ اس کی نیکیاں اس سے لیکر مظلوموں کے پلڑے میں رکھ دی جائیں تو یہ خالی ہاتھ نہ رہ جائے

چنانچہ بندوں کے جتنے زیادہ حقوق اس کے ذمہ ہوں اتنی ہی زیادہ نیکیاں اس کو کرنا چاہئے ورنہ دوسروں کے گناہوں کی وجہ سے یہ ہلاک و تباہ ہو جائے گا۔ پس یہ ضروری ہے کہ تمام عمر کو نیکیاں حاصل کرنے میں مصروف رکھے اور توبہ کے بعد باقی رہنے والی زندگی بھی طویل ہو تو خیر نیکیاں کما سکے ورنہ موت تو گھٹات ہی ہے اور اکثر موت قریب آ جاتی ہے اور تکمیل آرزو، اخلاص عمل اور درستی بیت سے پہلے ہی موت زندگی کو کاٹ دیتی ہے تو اگر ایسی صورت واقع ہو گئی تو تیرا کیا حال ہوگا۔ اس لئے نیکیوں کے کرنے میں اپنی پوری کوشش کرے، ان سے معافی طلب کرے اور ان کے حقوق ادا کر دے، اگر وہ لوگ نہ ملیں جن کے حقوق اس نے تلف کئے ہیں تو ان کے دشمن سے رجوع کرے، یہ تمام حقوق ادا کرنے کے بعد بھی ظالم اللہ کے عذاب سے ڈرتا رہے اور اس کی رحمت کا امیدوار رہے۔ خداوند بزرگ و برتر کی ناپسندیدہ باتوں سے بچتا رہے اس کی اطاعت و رضا کے حصول میں لگا رہے ایسی حالت میں اگر موت آجائے گی تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يُخْرِجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۖ

موت آگئی (اس حال میں) تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔

صحیح بخاری و مسلم شریف میں بروایت حضرت ابو سعید خدریؓ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا: ”تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے (۹۹) خون کئے تھے اس نے روئے زمین کے سب بڑے عالم کے بارے میں دریافت کیا کسی شخص نے اسے ایک راہب کا پتہ بتا دیا، یہ شخص اس راہب کے پاس پہنچا اور اس سے دریافت کیا کہ کسی شخص نے ۹۹ خون کئے ہیں کیا اس سے لئے توبہ ممکن ہے؟ راہب نے کہا نہیں! یہ جواب سن کر اس شخص نے راہب کو بھی قتل کر دیا۔ اس طرح سو خون پورے کرینے پر اس نے پھر سب بڑے عالم کا پتہ دریافت کیا اُسے پھر ایک عالم کا پتہ بتا دیا گیا وہ وہاں پہنچا اور اس عالم سے دریافت کیا کہ میں نے سو خون کئے ہیں کیا میرے لئے توبہ ممکن ہے اور کیا وہ توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس عالم نے کہا ہاں ہو سکتی ہے۔ تیرے اور توبہ کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے؟ فلاں مقام پر جا وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہیں ان کے ساتھ مل کر تو بھی عبادت کر اور اپنے علاقہ کی طرف پھر لوٹ کر کبھی نہ جانا کیونکہ وہ بہت بُری سرزمین ہے، چنانچہ یہ شخص نینائے ہوئے مقام کی طرف چلا اس نے ابھی نصف راستہ ہی طے کیا تھا کہ اس کو موت نے آکر دبوچ لیا۔ رحمت اور عذاب کے فرشتوں کے مابین اس کے لئے اختلاف پیدا ہو گیا، رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ توبہ کرتا ہوا اللہ کی طرف رجوع ہوا ہے عذاب کے فرشتوں نے کہا، اس نے کبھی نیکی نہیں کی تھی، اس اثنا میں ایک فرشتہ آدمی کی شکل میں آیا تمام فرشتوں نے اس کو حکم بنالیا۔ اس نے کہا دونوں طرف زمین ناپ لوجو جگہ قریب ہو وہی اس کے لئے ہے چنانچہ دونوں طرف کی زمین ناپی گئی، اُس طرف زمین کم نکلی جدھر توبہ کرنے جا رہا تھا۔ (یعنی اس سے قریب تھی) چنانچہ رحمت کے فرشتوں نے اسے لے لیا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ نیک آبادی کا فاصلہ صرف ایک بالشت کم تھا، دوسری روایت میں ہے کہ گناہوں کی آبادی کو اللہ نے حکم دیا کہ اس سے دور ہو جا اور دوسری آبادی (یعنی نیکی کی آبادی) کو حکم ہوا اس سے قریب ہو جا پھر فرمایا اب دونوں زمینوں کا فاصلہ ناپ لو، فرشتوں نے نیک آبادی کا فاصلہ کم پایا (یعنی اس سے قریب پائی) اور اس کی منفرت

کردی گئی یہ اس امر کی کھلی اور روشن دلیل ہے کہ نیت کے توبہ کا ارادہ کرنا، توبہ کی طرف دوڑنا اور توبہ کی نیت کرنا بھی مفید ہے اور اس امر کی بھی دلیل ہے کہ نیکیوں کا پلڑا ورنہ ہوئے بغیر بھی خواہ وہ ذرہ بھر ہی کیوں نہ ہو اس کی نجات نہیں ہے پس توبہ کرنے والوں کے لئے نیکیوں کی کثرت ضروری ہے اور اس کو نوافل بھی کثرت سے پڑھنے چاہئیں تاکہ قیامت کے دن حقوق کے دعویداروں کو وہ راہنی کر سکے اور فرائض بھی مرتفع ہو جائیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نفل کی کثرت کرو ان کے ذریعہ فرائض بلند کئے جائیں گے، اللہ سے نجات اور مستحکم وعدہ اور مضبوط عہد کر لو کہ آئندہ یہ اور اس جیسے دوسرے گناہ کبھی نہیں کروں گا اور اس وعدے کو اس طرح تقویت پہنچائے کہ تنہائی اور خاموشی اختیار کرے خوراک کم کر دے، کم سوئے، حلال روزی کا التزام کرے اور شبہ کی روزی سے بچے خواہ کمائی کر کے یا میراث سے یا کسی اور حلال ذریعہ سے روزی حاصل کرے اگر میراث کے مال میں شبہ ہو یا حرام کا جزو ہو تو اس کو دور کر دے، اُسے نہ کھائے نہ پہنے کیونکہ گناہوں کی جڑ حرام پر اور دین کی بنیاد حلال روزی پر ہے، تقویٰ کے ساتھ حلال اور پاک لقمہ دین کی اصل ہے۔ انسان میں نیکی اور بدی کی جو خصلت پیدا ہوتی ہے وہ اسی لقمہ سے پیدا ہوتی ہے، پس یاد رکھو کہ حلال لقمہ نیکی پیدا کرتا ہے اور حرام لقمہ بدی جیسے کہ ہانڈی اُسی چیز کی خوشبو دیتی ہے جو اس میں پکانی جا رہی ہے۔

توبہ کرنے والے کو چاہئے کہ علماً اور فقہاء کی صحبت میں زیادہ بیٹھے اور ان سے اپنے دین کے بارے میں استفسار کرے اور راہ خدا میں چلنے کی معرفت حاصل کرے، اللہ کی اطاعت میں حسن ادب اور دینی امور میں استقامت ان سے سیکھے، علماً اس کو وہ تمام مخفی باتیں سکھائیں گے جو طریقت اور سلوک کے لئے ضروری ہیں کیونکہ ہر ناواقف راہ کے لئے دلیل راہ کی ضرورت ہوتی ہے اور ہادی کی ضرورت ہے کہ وہ ہدایت کرے۔ توبہ کرنے والا ان تمام باتوں میں سچائی، اخلاص اور مجاہدہ کو کام میں لائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (جو ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ان کو راستہ بتاتے ہیں)۔
 بلاشبہ ہدایت کی راہ میں سچی کوشش کرنے والے کا خدا ہادی ہے، جب وہ اس راہ میں صادق ہوگا تو ہدایت کو وہ معدوم نہیں پائے گا۔ (ضرور ہدایت پائے گا) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ خدش ہے اور نہ بندوں پر ظلم کرنے والا ہے وہ ارحم الراحمین، رؤف ورحیم ہے، اپنی مخلوق پر مہربانی کرنے والا ہے۔ وہ اپنی طرف متوجہ ہونے والوں کا مددگار اور توفیق دینے والا ہے اور جو اس سے لڑکر دان ہوتے ہیں اور اس سے پیچھے ہٹتے ہیں ان کو مہربانی کے ساتھ بلاتا ہے اور ان کی توبہ سے خوش ہوتا ہے اسی طرح جیسے ایک مہربان ماں طویل سفر سے اپنے بیٹے کی واپسی پر خوش ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ سے اس طرح خوش ہوتا ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص ہلاکت خیز میان میں سفر کر رہا ہو اور اس کے ساتھ ایک سواری ہو جس پر ضروریات زندگی لگی ہوں اور وہ سواری مع تمام سامان کے گم ہو جائے (پھر وہ اس کی تلاش میں اس قدر مارا مارا پھرے کہ جان لہوں پر آجائے اس وقت وہ دل میں کہے کہ اب وہیں چلنا چاہیے جس جگہ سواری گم ہوئی

اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی ایک مثال

ہے اور وہیں مجھے مرنے کا ہے پھر وہ اس جگہ واپس آئے، اس کی آنکھیں بند سے بوجھل ہوں۔ چنانچہ ایک لمحہ کے لئے وہ آنکھیں بند کر لے اور ایک لمحہ بعد جب آنکھیں کھولے تو دیکھے کہ اس کی سواری مع سامان کے اس کے سرہانے موجود ہے۔ اس وقت اس مسافر کی خوشی کا کیا حکمانہ ہوگا (پس جیسی اس مسافر کو خوشی ہوگی ایسی ہی خوشی اللہ تعالیٰ کو ہوتی ہے)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی بندہ اگر گناہ کرے پھر اٹھ کر وضو کرے اور اپنے گناہوں سے استغفار کرے تو اللہ پر اس کو بخش دینے کا حق ہو جاتا ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

لَا مَن يَحْمِلُ سُوءًا أَوْ يَظْلِمُ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا

جس شخص نے کوئی گناہ کیا ہو یا اپنے نفس پر ظلم کیا ہو وہ اللہ سے معافی مانگے تو وہ اللہ کو بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا پائے گا۔

اگر موجودہ مال (جو ترکہ میں ملا ہے) اس میں چھینا ہوا مال شامل ہو (تو توبہ سے پہلے) اس مال کو اس کے مالک کے واپس کر دے اس صورت میں کہ وہ اس کے خاص مالک کو جانتا ہو اگر مالک نہ مل سکے تو اس کے ورثاء کو واپس کر دے، اگر یہ صورت نہ ہو تو لازم ہے کہ اس کے مالک کی طرف سے اس مال کو صدقہ کر دے، اگر حلال مال کے ساتھ حرام مال مل گیا ہے تو غور سے حساب لگائے اور حرام مال کی مقدار جاننے کی کوشش کرے پھر اتنا مال صدقہ کر دے بقیہ مال اپنے اور اہل و عیال کے خرچ میں لائے۔

کسی کی بے آبروئی کرنا جیسے کسی کو گالی دینا یا کسی کو برا کہنا دل آزاری ہے اور یہ گناہ ہے اسی طرح کسی کو پیٹ بچے برا کہنا (غیبت کرنا) یا اس طرح برائی کے ساتھ اس کا ذکر کرنا کہ (اگر وہ سنے تو) اس کو برا معلوم ہو، غیبت میں داخل ہے اس کا عوض یا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے اس سے وہ بات کہہ دے جو اس کے پیچھے کہی گئی ہے اور اس سے اس بات کی معافی مانگے اگر کسی جماعت کو برا کہا ہے تو اس کے ہر فرد سے معافی مانگے اگر کوئی فرد اس جماعت کا فوت ہو گیا تو مرنے والے کی نیکیوں کا کثرت سے ذکر کرے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، اگر جس شخص کی غیبت کی ہو اس کی اطلاع اس کو نہ پہنچی ہو تو ایسی صورت میں اس سے معافی نہ مانگے کہ اس صورت میں اس کے دل کو دکھ پہنچے گا بلکہ جن لوگوں کی موجودگی میں غیبت کی ہو ان کے سامنے خود کو جھوٹا قرار دے اور جس کی غیبت کی ہو اس کی تعریف کرے۔

مظالم کا تدارک اور

بدلہ لینے کا بیان

گناہگار نے جس کی غیبت کی ہے یا برائی کی ہے اس کے دوبرو تمام مظالم کو مباحث و تفصیل سے بیان کرنے اور اس کی مقدار بتانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہم طریقے سے کہہ دے کہ تفصیل کی صورت میں اس کا نفس ظالم کو بخشنے پر رضامند نہیں ہوگا بلکہ وہ اسے قیامت کے دن کے لئے اٹھا رکھے گا تا کہ مظلوم اس کا بدلہ اس کی نیکیوں سے لے لے یا مظلوم کی برائیاں ظالم کے دفتر اعمال

میں شامل کر دی جائیں ہاں اگر اس قسم کا گناہ ہے جس کے جبران کرنے سے مظلوم کو اذیت پہنچے گی اور اس کا دل دکھے گا جیسے اس کی بیوی یا باندی سے زنا کرنے کی خبر یا کسی پویشیدہ عیب سے اسے منسوب کرنے کا گناہ اگر کیا ہے تو مبہم طریقے پر معافی طلب کرے اس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں ہے اور پھر جو کچھ حق اس کا رہ جائے اس کا ازالہ نیکیوں سے کرے جیسے میت یا مفقود کی حق تلفی ازالہ کی صورت ہے کہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمائے کہ قیامت کے دن اگر مظلوم اپنے حق کے عوض ظالم کی نیکیاں بھی لے لے تب بھی اتنی نیکیاں نچ جائیں کہ اس کو ظالم کو جنت میں جگہ مل جائے (بخشد یا جائے)۔

اگر صاحب حق کو اپنی حق تلفی کا علم نہ ہو اور گناہ کا یہ شائبہ ہو کہ میں اگر صاحب حق کے سامنے اس کی حق تلفی بیان کر دوں گا تو وہ جلد معاف نہیں کریگا یا مقابلہ پر آمادہ ہو جائے گا، یا اس کے اظہار میں ایک جان کے زیان کا اندیشہ ہے تو کفارہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے، اس کی مشکلات کو دور کرے اور اس کے ضروری کاموں کی تکمیل میں سہی کرے، اس طرح محبت و شفقت کے برتاؤ سے اس کا دل اس کی طرف مائل ہو جائے گا کیونکہ انسان بندۂ احسان ہے، ہر شخص برائی دیکھ کر بھاگتا اور بچتا ہے اور حسن سلوک کے باعث اس کا دل مائل ہوتا ہے اگر ایسا طریقہ اختیار کرنا بھی دشوار ہو تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ کثرت سے نیکیاں کرے تاکہ اس کے گناہ کے عوض اس کی نیکیاں بدلہ بن سکیں، مثلاً کسی نے کسی کا مال تلف کر دیا ہے اور تلف شدہ مال کے عوض دوسرا مال اس کو دینا چاہا مگر اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور حق اسی طرح باقی رہا، لیکن حاکم حکم دیتا ہے کہ اس مال کو قبول کرنا ہو گا اسی طرح میدان قیامت میں اللہ تعالیٰ عوض قبول کرنے کا حکم دے گا، وہ سب سے بڑا حاکم اور سب سے بڑا عادل ہے۔

رَبِّهِ وَتَقْوٰی

توبہ کرنے والا جب حقوق العباد سے بیباک ہو جائے اور اس کے ذمہ کوئی ظلم نہ رہے اور خصوصیت کے ساتھ عبادات میں مشغول ہو تو پھر تقویٰ کا راستہ اختیار کرے، تقویٰ ہی کے باعث بندے کو دنیا اور آخرت میں بندوں کے حقوق سے اور اللہ کے عذاب سے نجات حاصل ہوگی اور اسی کے بدولت ہر حساب اس سے آسان حساب لیا جائے گا اس لئے کہ بروز قیامت حقوق العباد اور انسانوں کے اُن باہمی معاملات کا ضرور حساب ہوگا جو شریعت کے خلاف سرزد ہوئے ہیں۔ جس شخص نے دنیا میں بھی اپنا حساب کر لیا اور اپنا حق مخلوق سے حاصل کر لیا اور اس چیز کو چھوڑ دیا جس پر اس کا حق نہیں تھا اور وہ قیامت کے دن حساب کتاب کی طوالت سے ڈرا تو اس کے حساب میں سختی نہیں کی جائے گی۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو پرہیزگاروں کا حساب کرتے شرم آئے گی، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اس سے قبل کہ تم سے حساب لیا جائے اپنا محاسبہ خود کرو اور اعمال کو وزن کرو قبل اس کے کہ ان کو تولد جائے، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے اسلام کی خمیوں میں سے یہ بھی ایک خوبی ہے (یعنی حسن اسلام ہے) کہ وہ غیر ضروری باتوں سے اجتناب کرے۔ اس حدیث شریف میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہر معاملہ میں سوچ بچار سے کام لے اور شرعی اجازت

کے بغیر کسی کام کی طرف قدم نہ بڑھائے اگر شریعت میں اس کو اختیار کرنے کی گنجائش موجود ہے تو کرے ورنہ باز ہے اور شریعت کے مطابق دوسرے کام کی طرف رجوع ہو، اس ارشاد میں اس جانب حضور کا ارشاد ہے دَعُ مَا يُرْبِكُ اِلَى مَا لَا يُرْبِكُ کہ جرات تم کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ دو اور اس چیز کو اختیار کرو جس میں شک شبہ نہ ہو۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن توقف کرنے والا ہے اور منافق عجالت کرنے والا ہوتا ہے۔ یعنی مومن سوچ سمجھ کر اس وقت کام کرتا ہے جب کہ اس کو شریعت کے مطابق پاتا ہے اور اگر خلاف شرع ہوتا ہے تو اس کو ترک کر دیتا ہے) آپ نے ارشاد فرمایا! اگر تم اتنی نمازیں پڑھ لو کہ کمان کی طرح خمیدہ ہو جاؤ اور اتنے روزے رکھ لو کہ تانت کی طرح (دبیلے بننے) بن جاؤ تب بھی بغیر تقویٰ کے تم کو یہ عبادت کوئی نفع نہ دے گی۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ جس کو یہ پرواہ نہیں کہ اس کا کھانا پینا کیسا ہے احلال طریقہ سے حاصل ہوا ہے یا حرام طریقہ سے تو اللہ تعالیٰ بھی پرواہ نہیں کرے گا کہ اسے جہنم کے کس دروازے سے داخل کیا جائے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ حرام مال کھاتا ہے اور اسی مال سے صدقہ دیتا ہے تو اس کو (اس صدقہ پر) کچھ اجر نہیں ملے گا اور نہ حرام مال کے خرچ میں برکت ہوتی ہے اور جو کچھ حرام مال وہ اپنے پیچھے چھوڑ جائے گا وہ اس کے لئے جہنم کے راستہ کا توشہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ بدی کو بدی سے نہیں مٹاتا بلکہ بدی کو نیکی سے مٹاتا ہے۔

حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! میں نے تم پر جو فرض کیا ہے اسے بجا لاؤ تاکہ تم لوگوں میں سب سے بڑھ کر عابد بنو اور جن باتوں سے میں نے منع کیا ہے ان سے باز رہو تاکہ تم لوگوں میں زیادہ متقی بنو اور جتنا رزق میں نے تم کو دیا ہے اس پر قناعت کرو تاکہ تم لوگوں میں سب سے زیادہ غنی بن جاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ”پرہیزگاری اختیار کرو تاکہ لوگوں میں سب سے زیادہ عابد بنو“

حضرت حسن بصری نے فرمایا ”ذکرہ بھر پرہیزگاری“ ہزار روزے اور نماز (نفل) سے بہتر ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو وحی فرمائی کہ اہل قربت کو کوئی چیز پرہیزگاری کی طرح مجھے قریب نہیں کرتی (پرہیزگار مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہیں)۔ ایک دایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہم کا ایک مالک کو واپس کر دینا (اس میں خباثت نہ کرنا) سو مقبول حجوں سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے ایک دایت میں ستر مقبول حج آئے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ قیامت کے دن باری تعالیٰ کا قرب پانے والے اہل تقویٰ اور زیادہ ہوں گے۔

ابن مبارک نے فرمایا کہ حرام کا ایک پیسہ لینا (رد کر دینا) سو پیسے صدقہ کرنے سے بہتر ہے، ابن مبارک کے ایسے میں منقول ہے کہ وہ ملک شام میں حدیث اشرف کی کتاب کر رہے تھے، ان کا سلم ٹوٹ گیا انھوں نے عاریتاً کسی سے

قلم مانگا جب کتابت سے فارغ ہو گئے تو قلم واپس کرنا بھول گئے اور قلمدان میں وہ قلم پڑا رہ گیا جب وہ شام سے مرد پہنچے تو قلمدان میں وہ قلم نظر پڑا فوراً پہچان گئے اور پھر انھوں نے قلم واپس کرنے کے لئے ملک شام کے سفر کی تیاری شروع کر دی اور واپس جا کر دے دیا۔

حضرت لقمان بن بشر سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ حرام واضح ہے اور حلال بھی واضح ہے لیکن ان دونوں کے درمیان بکثرت شبہات ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے لہذا جس نے شبہات سے اجتناب کیا اس نے اپنا دین محفوظ کر لیا اور اپنی عزت بچالی جس نے ایسا نہیں کیا وہ حرام میں مبتلا ہوا، جس طرح چرواہا بکریاں چراتا ہے اور خیال رکھتا ہے کہ (دوسرے کے) کھیت میں نہ جانے پائیں کہ ہر بادشاہ کی ایک محفوظ چراگاہ ہوتی ہے، اچھی طرح سن لو کہ اللہ تعالیٰ کی محفوظ چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں (تحرمی احکام ہیں)۔ سنو! جسم میں ایک پارہ گوشت ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو سارا جسم صحیح و سالم (صحت مند) رہتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے، جلتے ہو وہ پارہ گوشت کیا ہے؟ وہ دل ہے!!

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی ایک خاص حد معین ہے اور اسلام کی حدود ہیں۔ ہر میزگاری، تواضع، صبر اور شکر! تقویٰ اور ہر میزگاری ان سب کی جڑ ہے، صبر و دوزخ سے نجات کا باعث ہے اور شکر جنت کے حصول کا ذریعہ حضرت حسن بصریؒ مکہ کو گئے تو دیکھا کہ حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ایک صاحبزادے کا خذ کعبہ سے پشت لگائے لوگوں کو نصیحت کر رہے ہیں (وعظ کہہ رہے ہیں) حضرت حسن بصریؒ وہاں رک گئے اور ان سے دریافت کیا: میاں صاحبزادے! دین کا ستون کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا تقویٰ، پھر حضرت حسن بصریؒ نے دریافت کیا: دین کو تباہ کرنے والی چیز کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا لالچ!! یہ سن کر حضرت حسن بصریؒ کو کمال تعجب ہوا!!

حضرت ابراہیم ادہمؒ نے فرمایا کہ تقویٰ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو فرض ہے دوسرا وہ جو ڈر اور خوف سے ہو غرض تقویٰ تو معاصی سے بچنا ہے اور خوف اور ڈر کا تقویٰ اللہ تعالیٰ کے محرمات میں شبہات سے بچنا۔ عوام کی ہر میزگاری تو حرام و شبہ کی ان تمام چیزوں سے بچنا ہے جن کا مخلوق کی نظر میں بُرا انجام اور شریعت کی طرف سے ان پر مواخذہ ہے اور خواص کی ہر میزگاری ہے ان تمام چیزوں سے الگ ہونا جن میں خواہش (نفس) کا دخل اور نفس کی لذت و رغبت کا شائبہ ہے اور جو حضرات خواص میں خاص ہیں یعنی خاص الخاص ہیں ان کا تقویٰ ہے ان چیزوں سے بچنا جن میں انسان کے ارادے اور رائے کو دخل ہو، گویا عوام کا تقویٰ ہے ترک دنیا میں، خواص کا تقویٰ ہے ترک جنت میں اور خاص الخاص کا تقویٰ ہے ماسوا اللہ سے ہر شے کا ترک کر دینا!!

بھجی بن معاذ رازی کا قول ہے کہ تقویٰ دو قسم کا ہے ایک ظاہری اور دوسرا باطنی! ظاہری تقویٰ یہ ہے کہ تیرا ارادہ اور ہر حرکت اللہ کے لئے ہو اور باطنی تقویٰ یہ ہے کہ تیرے دل میں اللہ کے سوا کسی کا دخل ممکن نہ ہو۔ بھجی بن معاذ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص تقویٰ کے دقائق اور باریکیوں پر نظر نہیں کرتا اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا یہ خدا کی طرف سے اس کو کچھ عطا ہوتا ہے کہا گیا ہے کہ جس کی نظر تقویٰ میں باریک بین ہے قیامت میں اس کا مرتبہ بلند اُفَع ہوگا، ایک قول یہ بھی ہے کہ گفتگو کا تقویٰ

سونے چاندی کے تقویٰ سے زیادہ سخت ہے اور سرداری میں تقویٰ، سونے چاندی کے تقویٰ سے زیادہ سخت ہے اس لئے کہ ان دونوں کو تو اس کے حصول کے لئے خرچ کیا گیا ہے۔

ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ تقویٰ زہد کا پہلا درجہ ہے جس طرح قناعت رضا کی آخری منزل ہے۔ حضرت ابو عثمان نے فرمایا تقویٰ کا ثواب حساب میں بلکا ہوتا ہے اور یحییٰ بن معاذ رازی نے فرمایا تقویٰ بغیر تادیل کے علم کے مرتبہ پر ناز نہ ہونا ہے ابن الجلاء کا قول ہے کہ جس کی درویشی میں تقویٰ نہیں ہے وہ ظاہر میں حرام کھاتا ہے۔ یونس بن عبد اللہ نے فرمایا کہ تقویٰ ہر مشتبہ چیز سے گریز کرنے (بچ نکلنے) اور ہر آن نفس کا محاسب کا نام ہے۔ حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ تقویٰ سے زیادہ آسان چیز میں نے نہیں دیکھی کہ جو چیز دل میں کھٹکی (ذرا بھی مشتبہ معلوم ہوئی) اس کو میں نے چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا بھی یہی مطلب ہے کہ جس چیز کے حلال ہونے میں تمھارے دل میں شبہ ہو اور اس پر دوسرے لوگوں کا آگاہ ہونا تم پر گراں گزرے، تمھارے سینے میں اس کے لئے کشادگی پیدا نہ ہو اور دل میں کچھ شبہ ہو تو ایسی چیز گناہ ہے۔

اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گناہ دلوں میں خراش پیدا کرنے والا ہے یعنی جو چیز دل میں خراش اور کھٹک پیدا کرے اس پر دل مطمئن نہ ہو تو اس سے بچ کر ہیز کر، اسی سلسلہ کی ایک اور حدیث بھی ہے جس میں حضور نے فرمایا کہ "دل میں خراش پیدا کرنے والی چیزوں سے بچو وہ گناہ ہیں" یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ دل میں شک شبہ ڈالنے والی چیز کو چھوڑ کر اس چیز کو اختیار کر دو جو شک شبہ پیدا کرنے والی نہیں ہے۔

حضرت معروف کرخی کا قول ہے کہ جس طرح مذمت سے زبان روکتے ہو اسی طرح دوسروں کی مدح سے بھی روکو! بشرحائی نے فرمایا: بنی کام مشکل ترین ہیں اول ناداری میں سخاوت، تنہائی میں پرہیزگاری اور ایسے شخص کے سامنے حق بات کہنا جس سے امید بھی ہو اور خوف بھی (لفضان پہنچانے کا خوف اور انعام و الطاف کی امید) بشرین حارث مافیہ کی بہن حضرت امام احمد بن حنبل کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ اے امام! ہم حجت پر بیٹھ کر سوت کاتتے ہیں۔ جب اچھے مشعلیں گزرتی ہیں تو اس کی روشنی ہم پر پڑتی ہے کیا اس کی روشنی میں ہمیں سوت کاتنا جائز ہے؟ حضرت امام نے یہ سن کر فرمایا: خدا تمہیں معاف کرے تم کون ہو! انہوں نے کہا کہ میں بشرین حارث کی بہن ہوں، یہ سن کر حضرت امام احمد روئے لگے اور فرمایا کہ تمھارے گھر سے تو پرہیزگاری اور تقویٰ کا دریا بہتا ہے، تم مشعلوں کی روشنی میں سوت نہ کاتا کرو! حضرت علی عطار نے فرمایا میں بصرے کے ایک کوچہ سے گزر رہا تھا میں نے دیکھا چند ضعیف لوگ بیٹھے ہیں اور بچے کھیل رہے ہیں، میں نے ان بچوں سے پوچھا تم کو ان بزرگوں کے سامنے کھلتے شرم نہیں آتی، یہ سن کر ایک بچہ بولا چونکہ ان بزرگوں میں تقویٰ کم ہو گیا ہے اس لئے ان کی ہیبت بھی کم ہو گئی ہے۔

حضرت مالک بن دینار چالیس سال بصرہ میں رہے لیکن مرتے دم تک بصرہ کا چھوٹا رایا کچھ پرہیز نہیں چکھی! جب کھجوروں کی فصل ختم ہو جاتی تو فرماتے بصرہ والو! نہ میرے اس پیٹ کا لقمان ہوا اور نہ تمھاری کھجوروں میں کچھ کمی و بیشی ہوئی! حضرت ابراہیم بن ادہم سے کہا گیا کہ حضرت! آپ مزم کیوں نہیں پیتے، فرمایا میرے پاس ڈول نہیں ہے میرا ڈول ہوتا تو پیتا۔۔۔ رعایت ہے کہ حارث محاسبی جب مشتبہ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے تھے تو انگلیوں کے پوروں پر پسینہ آ جاتا تھا،

اس سے آپ سمجھ جاتے تھے کہ کھانا حلال نہیں ہے، کہتے ہیں کہ حضرت بشر حافی کے سامنے مشتبہ کھانا لایا جاتا تو آپ کا ہاتھ کھانے کی طرف بڑھتا ہی نہیں تھا، حضرت بایزید بسطامی جب شکم مادر میں تھے اس وقت آپ کی والدہ کے سامنے اگر مشتبہ کھانا آ جاتا اور وہ اس کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہتیں تو ہاتھ بڑھتا ہی نہیں تھا۔ بعض بزرگوں کے سامنے جب مشتبہ کھانا لایا جاتا تو کھانے سے بدبو نکلنے لگتی جس سے وہ سمجھ جاتے کہ کھانا مشتبہ ہے اور وہ اسے نہ کھاتے، بعض حضرات کے متعلق منقول ہے کہ جب وہ مشتبہ کھانے کا لقمہ منہ میں رکھتے تو لقمہ چبا یا ہی نہ جاتا تھا بلکہ وہ لقمہ ان کے دہن میں ریت کی طرح ہو جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ صورتیں ان کا بوجھ ہلکا کرنے، ان کی آسانی اور ان کی حفاظت کے لئے کر دی تھیں جب ان لوگوں نے اپنے لقموں کو حرام سے پاک رکھا، طلب حلال اور ترک حرام کی کوشش کی تو اللہ نے بھی ان کو مشتبہ اور نامرغوب کھانوں سے محفوظ رکھا اور کھانے کی شناخت ان پر آسان کر دی۔ فروخت کرنے والوں کی تلاش اور ان کے احوال کی جستجو اور حرام و حلال کی تہقیق کی ان کو ضرورت باقی نہیں رہی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو پہچان عطا کر دی یہ نشانیاں اور علامات ان اکابرین کو عطا ہوئیں جن کے حال پر حق تعالیٰ کی عنایت مبذول اور اس کی رحمت ان کے شامل حال ہوئی، عام مسلمانوں کے لئے ہر وہ چیز حلال ہے جس کا نتیجہ مخلوق کی نظر میں قابل مذمت نہ ہو اور نہ اس پر شرعی مواخذہ ہو جیسا کہ حضرت سہیل بن عبد اللہ تستری کے بارے میں منقول ہے کہ جب ان سے رزق حلال کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا حلال وہ ہے جس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو ایک قول یہ بھی اس کے جواب میں ان سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا ”حلال اور پاک وہ ہے جس میں اللہ کو فراموش نہ کیا گیا ہو“

عام مسلمانوں کے لئے ہر وہ چیز حلال ہے جس میں کسی مخلوق کا حق نہ ہو اور اس پر کوئی شرعی مطالبہ بھی نہ ہو جیسا کہ حضرت سہیل بن عبد اللہ تستری نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔ حلال ہر وہ چیز ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو دوسری مرتبہ فرمایا کہ حلال وہ صاف مال ہے جس میں اللہ تعالیٰ کو نہ بھلایا جائے، غرضیکہ حلال خدا کے حکم سے حلال ہوتا ہے خود کسی کے بنانے سے حلال نہیں بن جاتا، اس لئے کہ حلال عینی ہی اگر حلال ہوتا (اس کے سوا ہر چیز حرام) تو کسی کے لئے مردار کا کھانا حلال نہ ہوتا اور نہ وہ کھانا حلال ہوتا جسے کسی سپاہی نے اپنے حرام مال سے خریدا اور پھر جس سے خریدا اس کو واپس کر کے اپنے دام واپس لے لئے، ایسا کھانا منقہ مومن کے لئے کھانا جائز نہیں اس لئے کہ خریدنے اور واپس کرنے کے درمیان اس کھانے پر ایک ایسی حالت بھی گزری ہے جس میں وہ کھانا حرام تھا اور وہ حرمت سپاہی خریدار کے ہاتھ میں جانے سے پیدا ہوئی اگرچہ تمام مسلمان بالاتفاق واپسی کے بعد اس کھانے کو حلال جانتے ہیں، اس طرح یہ بات ظاہر ہو گئی کہ حلال و حرام وہ ہے جس پر شریعت نے حکم دیا نہ کہ وہ شے بذات خود حلال و حرام ہے۔ حلال عین انبیاء علیہم السلام کا کھانا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ دعا مانگتے سنا کہ الہی! مجھے حلال مطلق روزی عطا فرما! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال مطلق روزی

لے حلال محکی وہ چیز ہے جو بنفسہ نہ حلال ہے نہ حرام بلکہ بعض حالتوں میں اس کا کھانا بعض لوگوں کے لئے حلال ہے جیسے مردار کے بعض حالتوں میں بعض لوگوں کے لئے اس کا کھانا حلال ہے ورنہ عام طور پر حرام اور پرچہ بیان ہوا وہ حلال محکی کے بارے میں ہے حلال عینی کے بارے میں نہیں ہے۔

انبیاء کا رزق ہے، تو ایسا رزق اللہ سے مانگ جس پر تجھے عذاب نہ ہو۔
شریعت میں ہے کہ اگر کوئی کافر، ذمی، یہودی، نصرانی اور مجوسی، حرام چیزوں کی تجارت کرے

یہودی، نصاریٰ اور ذمیوں
کے بارے میں حرام چیزوں
کی فروخت کا حکم!

مثلاً شراب، خنزیر وغیرہ تو اس کو اس کی اجازت دے دی جائے گی اس سے قیمت کا عشر
(۱۰٪) لے لیا جائے گا یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے حکم فرما دیا تھا کہ
ان ذمیوں کو ایسی تجارت کرنے کی اجازت دیدو اور ان سے اس کی قیمت کا دسواں حصہ
لے لو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس عشر (۱۰٪) کا کیا کیا جاتا تھا؟ کیا اس سے مسلمان فائدہ
اٹھاتے تھے (مزد اٹھاتے تھے) اب اگر صرف حلال عینی (وہ شے جو اپنی ذات کے اعتبار سے حلال ہو) ہی کو حلال قرار دیا جائے
تو شراب اور خنزیر حرام ہیں، ان کی قیمت کا عشر کس طرح حلال ہو سکتا ہے حالانکہ مقدار اور قبضہ کے تغیر کے باعث اس کو حضرت عمر
نے حلال قرار دے دیا تھا۔ پس جس شخص نے اپنے ہاتھ میں شریعت کی مشعل لے کر اس کی روشنی میں لبن دین کیا اور اس لبن دین
میں کچھ تغیر و تبدل نہیں کیا اور شریعت کے دائرہ سے قدم باہر نہ رکھا اور وہی لیا جس کی شریعت نے اجازت دی ہے اور وہی
دیا جس کا حکم شریعت نے دیا ہے اور شریعت کے مطابق ہی تمام تصرفات کئے تو ایسے شخص کو حلال کھانے والا کہا جائے گا اور
حلال مطلق کی طلب اور تلاش اس کے لئے ضروری نہیں ہے۔ نیز یہ کہ حلال مطلق کا دستیاب ہونا تقریباً ناممکن ہے بجز اسکے
کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض اولیاء و اصفیاء کو اس سے سرفراز فرمائے اور اللہ تعالیٰ کے لئے یہ امر کچھ دشوار نہیں۔

روزی کمانے کے لحاظ سے
سے تین قسم کے لوگ

روزی کمانے کے لحاظ سے لوگ تین طرح کے ہیں، اول متقی، دوم ولی، سوم اہل معرفت،
متقی کے لئے بس وہ چیز حلال ہے جو اپنے نیچے کے اعتبار سے مخلوق کی نظر میں عیب کے قابل
نہ ہو اور نہ اس پر کوئی شرعی مواخذہ ہو۔ ولی کامل مومن کے لئے وہ کھانا حلال ہے جس میں
نفسانی خواہشات کا شائبہ اور اس کی آغیزش نہ ہو محض امر الہی کے تابع ہو (جو کچھ مبیسر آگیا وہ کھالیا)۔
عارفوں اور اہل معرفت کا کھانا وہ ہے جس میں ان کے قصد و ارادہ کو مطلق دخل نہ ہو بلکہ صرف تقدیر الہی کا فرا
ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا فضل ہمیشہ ان کے شامل حال رہتا ہے، وہی ان کی روزی فراہم کرتا ہے اور وہی اس روزی تک ان کی
رہنمائی فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور مشیت سے ان کے لئے ہر شے ہتیا کرتا ہے اور اپنی نعمتوں سے سرفراز کرتا ہے اور
وہ اللہ کے فضل کے تحت اس طرح پرورش پاتے ہیں جس طرح ایک شیرخوار بچہ مال کی آغوش میں پرورش پاتا ہے، پس جب
ہم پہلا مرتبہ حاصل نہ ہو دوسرے درجہ تک رسائی حاصل نہیں ہوتی، اور جب تک دوسرے درجہ پر نہ پہنچ جائے تیسرے مقام
کا حصول نہیں ہو سکتا۔

متقی کا کھانا بے نفس آدمی کے لئے مشتبہ ہے اور بے نفس شخص کا کھانا اس شخص کے حق میں مشتبہ ہے جس
نے اپنے ارادوں کو مشیت الہی کے تابع کر دیا۔ اور راہ الہی میں فنا کر دیا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے "سُبْحَانَ الْمُقَرَّبِينَ حَسَنَاتِ الْإِبْرَارِ" ہیں
یعنی اہل قربت کی برائیاں نیک لوگوں کی نیکیوں کے برابر ہیں۔ پس شیخ کا کھانا مرید کے لئے تو مباح ہے مگر شیخ کے لئے مرید کا طعام
شیخ کے نزدیک حال، پاکیزگی، نفس قرب الہی اور منزلت کی بلندی کے باعث حرام ہے۔

حقائق تقویٰ کے سلسلہ میں ایک اور مثال کہش سے منقول ہے، کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک ایسا گناہ تقویٰ کی ایک اور مثال ہو گیا جس کی نہ امت میں میں چالیس سال سے روتا ہوں، میرا ایک بھائی مجھ سے ملنے کو آیا میں نے اس کی مارات کے لئے ایک داہک کی بھٹی بھٹی خریدی، جب وہ کھانے سے فارغ ہو گیا تو ہاتھ صاف کرنے کے لئے پڑوسی کی دوا سے اس کی اجازت کے بغیر ایک ڈھیلا ٹوڑ کر میں نے اس کو دیدیا اس نے اس مٹی سے ہاتھ مل کر صاف کر لئے اور میں نے اس فعل پر پڑوسی سے اس کی معافی طلب نہیں کی۔

منقول ہے کہ ایک مکان میں کرایہ دار رہتا تھا اس نے کسی کو خط لکھا، (دوستانی تازہ بھی) اس نے جاہا کہ اس مکان سے دوسری مثال تھوڑی سی مٹی لیکر سیاہی کو خشک کر دے فوراً اس کے دل میں خطرہ گزرا کہ مکان اس کی ملک نہیں ہے بلکہ کرایہ پر ہے، چند لمحے بعد اس نے دل کو یہ کہہ بھلا لیا کہ تھوڑی مٹی لینے میں کیا ڈرا! جتنا بچہ مٹی لے کر خط خشک کر لیا فوراً غیب سے آواز آئی کہ اے مٹی کو حقیقت خفیف سمجھنے والے! تجھے بہت جلد تیرے چل جائے گا جب کل تو طویل حساب میں گرفتار ہوگا۔

تیسری مثال عتبہ کو لوگوں نے دیکھا کہ وہ موسم سرما میں سینے سے شرابور ہیں کسی نے وجہ پوچھی تو کہا کہ یہ مکان وہ ہے جس میں میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی تھی، جب ان سے گناہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو بتایا گیا کہ ہاتھ صاف کرنے کے لئے مٹی کا ڈھیلا دیوار سے اکھاڑ لیا تھا اور مالک مکان سے اس کی اجازت نہیں لی تھی۔

منقول ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل نے مکہ مکرمہ میں ایک دوکاندار کے پاس اپنا طشت گدرد رکھ دیا چہند اور مثالیں جب اس کو واپس لینے کا وقت آیا تو دوکاندار نے دو طشت آپ کے سامنے رکھ دیئے اور کہا کہ ان دونوں میں جو آپ کا ہولے لیجئے، حضرت امام نے فرمایا کہ اپنے طشت کا پہچاننا میرے لئے مشکل ہے لہذا یہ دونوں طشت تم ہی اپنے پاس رکھنے دو امام صاحب نے کہہ کر واپس اس کو دے دیا۔ دوکاندار نے کہا کہ حضرت میں تو آپ کی آزمائش کر رہا تھا، یہ رہا آپ کا طشت!! امام صاحب نے فرمایا، اب میں نہیں لوں گا یہ کہہ کر طشت چھوڑ کر چلے گئے۔

سہاروی ہے کہ حضرت رابعہ مدوڑ نے شاہی مشعل کی روشنی میں اپنی بھٹی ہوئی قمیص سی لی اس کے نتیجہ میں ان کے دل کی حالت بدل گئی (دل کو کھویا کھویا سا پانے لگیں)، ان کو کچھ مدت بعد اپنی بھٹی ہوئی قمیص کا خیال آیا۔ فوراً ہی قمیص کو چھاڑ ڈالا اور رکھ دیا، دل کی حالت درست ہو گئی اور پھر روز پیدا ہو گیا۔

کسی نے سفیان ثوری کو خواب میں دیکھا کہ پرندے کی طرح آپ کے دو بازو ہیں اور جنت میں وہ ایک درخت سے اڑ کر دوسرے درخت پر پہنچ جاتے ہیں ان سے پوچھا کہ آپ کو یہ مرتبہ کیسے ملا آپ نے جواب دیا کہ تقویٰ کے باعث۔

حسان ابن سنیان کے بارے میں روایت ہے کہ وہ ساٹھ برس تک لیٹ کر سوئے نہ چربی (چکنائی) کھائی اور نہ ٹھنڈا پانی پیا۔ آپ کے انتقال کے بعد کسی شخص نے آپ کو خواب میں دیکھا آپ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا، فرمایا اچھا سلوک کیا لیکن میں ایک سوئی کے باعث جسے میں نے عاریتاً لیا تھا اور اسے واپس نہیں کیا جنت سے روک دیا گیا ہوں۔ حضرت عبدالواحد بن زید کا ایک غلام چند سال سے ان کی خدمت میں تھا، وہ چالیس سال تک عبادت گزار رہا۔

حضرت کہش اور حضرت عتبہ کے واقعات میں مشابہت ہے لیکن دونوں واقعات الگ الگ ہیں۔

عبدالواحد کے پاس وہ غلہ ناپنے کی خدمت پر مامور تھا، اس کے انتقال کے بعد کسی شخص نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کیا معاملہ کیا، اس نے جواب دیا کہ میرے ساتھ بہتر ہوا ہے لیکن مجھے جنت سے روک دیا ہے کیونکہ جب میں غلہ ناپ کے دینا تھا تو میرے پیمانے سے چالیس پیمانے گرو غبار (میرے ذمہ) نکالی گئی یعنی ہر ناپ کے ساتھ جو گرو غبار غلہ کے ساتھ مل کر جاتا تھا وہ چالیس پیمانے نکلا اور اس کی سزا میں مجھے جنت میں جہنم سے روک دیا گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک قبرستان سے گزر ہوا، آپ نے ان مردوں میں سے ایک مردے کو پکارا حکم الہی سے وہ زندہ ہو گیا، آپ نے اس سے دریافت کیا تو کون ہے؟ اس نے عرض کیا حضرت میں ایک حتمال (نفل) ہوں۔ لوگوں کے بوجھ اٹھایا کرتا تھا ایک روز ایک آدمی کا گٹھا میں نے پہنچایا۔ اثنائے راہ میں ان لکڑیوں میں سے ایک تنکا دانت کریدنے کے لئے ٹوڑ لیا، اس کا مطالبہ کرنے کے وقت سے اب تک مجھ سے کیا جا رہا ہے۔

تقویٰ کی تکمیل کے شرائط

- ۱۔ انسان جب تک ان دس باتوں کو پورا نہ کرے اس وقت تک کامل تقویٰ حاصل نہیں ہوگا۔
- ۲۔ **تقویٰ کی تکمیل کی دس شرطیں**
 - اول: غیبت سے زبان کو روکنا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا (تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے)۔
 - دوم: بدگمانی سے بچنا اور پرہیز کرنا، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ (بہت گمان کرنے سے بچو بعض گمان گناہ ہوتے ہیں)۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گمان سے پرہیز کرو، گمان بڑی صھوٹی بات ہے۔
 - سوم: مزاج (ٹھٹھ باری) سے اجتناب کرو، اللہ کا ارشاد ہے لَا يَسْتَعِزُّ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ (کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑے)۔
 - چہارم: نامحرم سے آنکھیں بند رکھنا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا مِن الْبَصَارِ هِمٌّ (اہل ایمان سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی آنکھیں نہ کھلیں)۔
 - پنجم: زبان (گفتگو) کی سچائی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدُوا (یعنی جب بات چیت کرو تو سچ بولو) (انصاف کرو)۔
 - ششم: اللہ کے احسان کو پہچاننا تاکہ مغرور نہ ہو جائے۔ اللہ کا ارشاد ہے بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَىٰ بِكُمْ لِلْإِيمَانِ (بلکہ یہ تو اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو مومن ہونے کی ہدایت کی)۔
 - ہفتم: راہ حق میں مال کو خرچ کرنا، ناجائز راستہ میں خرچ نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا (اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں) (نیک کاموں میں خرچ میں سخی نہیں کرتے اور معصیت میں خرچ نہیں کرتے)۔
 - ہشتم: دنیا میں عروج اور غرور کا طالب نہ ہو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَذَّكَّرُ لِلْآخِرَةِ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ

لَا يَبْرِيْدُونَ عُلُوًّا فِى الْاَمْرِ وَلَا خَسَادًا ۚ (آخرت کا گھروم ان لوگوں کے لئے رکھیں گے جو زمین پر نہ اترتے ہیں اور نہ فساد برپا کرتے ہیں)۔

نہم : نماز پنجگانہ کی ان کے اوقات میں حفاظت کرنا (ان کو ادا کرنا) اور ان کے رکوع و سجود میں پابندی کرنا کیونکہ ارشاد ربانى ہے : حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْاَوْسَطَىٰ وَفُوْا لِلّٰهِ قَلِيْلَتَيْنِ ۚ تمام نمازوں کو نگاہ رکھو (نمازوں کی پابندی کرو) خصوصاً درمیانی نماز عصر کو، اور اللہ کے حضور خضوع کے ساتھ کھڑے رہو۔

دہم : مذہب سنت و جماعت پر قائم رہنا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَإِنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ لَا تَتَّبِعُوا (السَّبِيلَ فَتَنَفَرُوا بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ اور یقیناً یہ میری سیدھی راہ ہے تم اس (سنت) پر چلو دوسری راہیں مت اختیار کرو اگر دوسرے راستوں میں داخل ہو گے تو اللہ کے سیدھے راستہ سے بھٹک جاؤ گے۔

بعض گناہوں سے توبہ

بیک وقت تو بہ : بیک وقت اگر تمام گناہوں سے ممکن نہ ہو تو بعض گناہوں سے توبہ کرنا اور بعض سے نہ کرنا جائز ہے مثلاً کبیرہ گناہوں سے توبہ کرے اور صغیرہ سے نہ کرے کہ وہ جانتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کبائر بڑے گناہ ہوتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور سخت عذاب میں مبتلا کرنے والے ہیں اور صغیرہ گناہوں کا درجہ کمتر ہے اس لئے ان کی معافی کا راستہ قریبی ہے یہ خیال کر کے کبائر سے توبہ کرنا دشوار نہیں ہے اس کے بعد جب دل میں ایمان و یقین مستحکم ہو جائے گا اور ہدایت کے انوار ظاہر ہو جائیں اور اللہ کی طرف رجوع ہونے میں بندے کا سینہ کھل جائے تو اس وقت تمام صغائر گناہوں کی باریکیوں، شرک خفی، دلوں کے گناہ اور مقامات و حالات کے تمام گناہوں سے توبہ کرے بلکہ اس کے بعد توبہ مقام اور ہر حالت کے گناہ سے بھی توبہ کرنا رہے گا، جب بندہ کو کسی مقام (عرفان) پر ترقی ہوتی ہے تو وہاں پہنچ کر وہ خود جان لیتا ہے کہ اُسے کیا کرنا چاہیے اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جو اس کا مذاق رکھتا ہے اور اس راستہ پر گامزن ہے۔ اس راہ کے راہ ریزوں سے ملتا جلتا ہے اس لئے بار ازل ہی ان لوگوں کی گرفت اس چیز پر نہ بڑھنے لگے جو انتہا درجہ کی چیز ہے تم کو آسانی پیدا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے، دشواریاں اور نفرت پیدا کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہے۔ بلاشبہ دین اسلام ایک مضبوط دین ہے یہ کچا دین نہیں ہے، آہستگی اور نرمی کے ساتھ اس پر چلو، جس نے ترقی کی راہ چھوڑی اس کے لئے کوئی سواری نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی راہ بر ہے۔

جس شخص نے بعض کبیرہ گناہوں سے توبہ کی اور بعض سے نہیں کی اور یہ خیال کیا کہ اللہ کے نزدیک زیادہ سخت اور زیادہ عذاب کا باعث میں یہ سمجھ کر وہ ان بعض کبائر سے تائب ہو گیا اور بعض سے نہیں ہوا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص قتل، لوٹ مار اور لوگوں پر ظلم و ستم کرنے سے اس لئے توبہ کر لیتا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ بندوں کے حقوق بدلنے کے بغیر نہیں چھوڑے جائیں گے۔ اور وہ گناہ جن کا تعلق بندے اور اللہ کے درمیان ہے جلد تر معاف ہو جائیں گے یا ایک شخص شراب پینے

سے تو توبہ کر لیتا ہے لیکن زینا سے نہیں کرتا اس خیال سے کہ شراب تمام برائیوں کی جڑ ہے اور اس سے عقل زائل ہو جاتی ہے اور بندہ تمام گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے، مدہوش ہو کر انسان منغلات بکنے لگتا ہے، اللہ سے منکر ہو جاتا ہے، ہمت پر اتر آتا ہے، زنا کرتا ہے اسے بت پرستی سے رکنے کا بھی ہوش نہیں رہتا غرضیکہ وہ تمام گناہ کر گزرتا ہے کیونکہ شراب تمام گناہوں کی جڑ ہے اور ان کا سرچشمہ ہے، جیسے کوئی شخص چند صفیرہ گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے مگر کبیرہ گناہوں پر ڈٹا رہتا ہے جیسے غیبت یا نامحرم کو دیکھنے سے توبہ کر لیتا ہے مگر مے نوشی پر قائم رہتا ہے کیونکہ وہ اس کا بہت زیادہ عادی ہے اور اس کا خوگر ہے یا اس کا نفس اس کو دھوکا دیتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ میری بیماری کا علاج ہے اور دوا کے طور پر استعمال کی ہم کو اجازت ہے، شیطان بھی اس کو درغلانا ہے اور شراب کی اچھائیاں اس کے سامنے پیش کرتا ہے اور خود بھی اس کو مے نوشی کا بڑا شوق ہے جانتا ہے کہ پینے سے سرور و کیف حاصل ہوتا ہے تمام غم دور ہو جاتے ہیں علاوہ ازیں صحت جسمانی کا فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے بلکہ آفریں نتائج اور برے عواقب اس کی نظر سے چھپ جاتے ہیں اور وہ اللہ کے عذاب کی طرف سے غافل ہو جاتا ہے نہ دین کی خرابیوں کی طرف اس کی نظر جاتی ہے اور نہ دنیا کی! اس کو یہ خیال نہیں آتا کہ شراب عقل کو برباد کر دیتی ہے اور عقل ہی سے دین اور دنیا کے تمام کام سرانجام ہوتے ہیں۔

ہم نے ابھی اوپر بیان کیا ہے کہ بعض گناہوں سے توبہ کرنا درست ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر مسلمان عام حالت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور نافرمانی سے خالی نہیں ہوتا ہاں حالات میں تغاوت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قربت کے لحاظ سے گناہوں کا چھوٹا بڑا ہونا الگ الگ چیز ہے، فاسق تک یہ کہتا ہے کہ ہوا دھوس کے غلبہ کی وجہ سے شیطان اگر مجھ پر غالب آگیا تھا اور اس نے مجھ سے گناہ سرزد کرائے تھے تو یہ تو مجھے کبھی زیب نہیں دیتا کہ میں نفس کو آزادہ و چھوڑ ڈال اور گناہوں میں آلودہ ہوتا رہوں بلکہ جن گناہوں کا ترک کرنا میرے لئے آسان ہے ان کو کوشش کر کے چھوڑ دوں میری یہ کوشش میرے دوسرے گناہوں کا کفارہ بن جائے گی اور شاید اللہ تعالیٰ یہ دیکھ کر کہ میں اس کے خوف سے بعض گناہ ترک کر رہا ہوں اور اپنے نفس اور شیطان سے جہاد میں مصروف ہوں، میری مدد فرمائے اور مجھے اپنی رحمت سے دوسرے گناہوں کے ترک کی توفیق مرحمت فرمادے اور میں جو دوسرے گناہ کرتا ان کے درمیان رکاوٹ ڈال دے۔

اگر ہمارا یہ قول درست قرار نہیں دیا جائے گا۔ تو پھر فاسق کی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج غرضکہ کوئی فاسق کی عبادات طاعت و عبادت بھی صحیح نہیں ہوگی اور اس سے بس یہ کہہ دیا جائے کہ تو فاسق ہے۔ اللہ کی طاعت سے خارج ہے حکم الہی کی خلاف ورزی کرنے والا ہے اس لئے تیری طاعتیں اور عبادتیں اللہ کے لئے نہیں ہیں بلکہ غیر اللہ کے لئے ہیں۔ اگر تو اللہ کی عبادت کا داعی ہے تو فسق کو چھوڑ دے اس راہ میں بس اللہ کا ایک ہی حکم ہے اور جب تک تو فسق کو ترک نہ کر دے یہ خیال نہیں کیا جاسکتا کہ تو اپنی نمازوں سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے یہ محال ہے ایسا نہیں کیا جائے گا۔

اس دلیل کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص پچھڑو لوگوں کے دو دینار قرض ہیں اور مقروض اتنی استطاعت ایک مثال رکھتا ہے کہ دونوں کا قرض ادا کرے لیکن وہ شخص دو میں سے ایک کا قرض چکاتا رہتا ہے (ایک مینا ادا

کرتا ہے) اور دوسرے کا قرض ادا کرنے سے انکار کر دیتا ہے اور قسم کھا لیتا ہے باوجودیکہ وہ جانتا ہے اور دل میں قرض دار ہونے کا بھی اقرار کرتا ہے تو اس صورت میں بلاشبہ جس کا اس نے قرض ادا کر دیا اس کے بارے میں وہ سبکدوش ہو گیا لیکن دوسرے شخص کا قرض جس سے وہ منکر ہے اس پر باقی رہا، اسی طرح وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے بعض احکام بجالاتا ہے اور اس کا مطیع ہے لیکن جب وہ ممنوعات کے ارتکاب سے نافرمانی کرتا ہے تو وہ اس معصیت کی وجہ سے گنہگار بنتا ہے اور اس کا ایمان ناقص ہوتا ہے کیونکہ وہ ایک ہی وقت میں کچھ امور میں اللہ کا مطیع و فرمانبردار ہے اور بعض باتوں میں نافرمان ہے، دینی امور میں طاعت و معصیت کا خلط ملط کرنے والوں کا یہی طریقہ ہے، اب اگر یہ شخص ترقی کر کے اس درجہ پر پہنچ جائے کہ نفسانی خواہشات زائل ہو جائیں اس وقت وہ تمام گناہوں سے باز آ جاتا ہے بشرطیکہ خداوند تعالیٰ یہ سلسلہ منقطع کرنا چاہے، اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی نہیں ہے اور بندہ پر گنہگار ہونے کا آخری فیصلہ وہ کر دے تو کسی کے بس کی بات نہیں کیونکہ گناہوں سے محفوظ رہنا ہماری بس کی بات نہیں مگر جو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ رحم بھی فرماتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اُس کی مہربانی اس کے شامل حال ہوتی ہے۔

توبہ کے بارے میں

احادیث و آثار

توبہ کے متعلق احادیث حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں ہم سے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! مرنے سے پہلے توبہ کرو اور قبل اس کے کہ ضعف یا بیماری کی وجہ سے عاجز ہو جاؤ نیک اعمال میں عجلت کرو، اللہ سے اپنا تعلق جوڑ لو کا باب ہو جاؤ گے، خیرات زیادہ کرو تمھارے رزق میں افزونی ہوگی، دوسروں کو بھلائی کا حکم دو محفوظ رہو گے، بُری باتوں سے لوگوں کو روکو کہ تمھاری مدد کی جائے گی، حضور اقدسؐ اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (اے الہی مجھے بخشدے اور میری توبہ قبول فرما بیشک تو ہی توبہ قبول کرنے اور مہربانی کرنے والا ہے)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ابلیس کو جب جہنم میں پڑا تو کہنے لگا: الہی! تیری عزت اور جلال کی قسم! آدمی کے بدن میں جب تک جان رہے گی میں برابر اس کو پہکاتا رہوں گا، پروردگار نے فرمایا مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم! جب تک موت کی آخری ہچکی اُسے نہ آجائے میں اس کی توبہ بھی قبول فرماؤں گا۔

حضرت محمد بن مطرف فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آدمی پر رحمت ہو کہ وہ گناہ کرتا ہے اور مجھ سے معافی مانگتا ہے، میں اس کو بخش دیتا ہوں، اس پر رحمت ہو وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے اور مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے اور میں اسے معاف کر دیتا ہوں، رحمت ہو اس پر کہ نہ تو وہ گناہ کے ارتکاب سے باز آتا ہے اور نہ میری رحمت سے مایوس ہوتا ہے، میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس کو بخش دیا۔

حضرت انسؓ نے فرمایا کہ آیتہ کریمہ وَ اِنْ اسْتَغْفِرْ دَ اَرْبَعِ مِاٰلِ اَلْفِ مَرَّةٍ ثُمَّ لَا يَنْتَظِرِ الْحَبْلَ الْوَسِيْلَ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور صحابہ کرام ہر روز توبہ مرتبہ استغفار کرتے اور کہتے تھے۔ نَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَنَتُوبُ إِلَيْهِ (ہم اللہ سے مغفرت چاہتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ ایک شخص حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھ سے ایک بڑا گناہ سرزد ہو گیا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، اس نے عرض کیا میں استغفار کر لیتا ہوں پھر دوبارہ ویسا کرتا ہوں، آپ نے فرمایا جب بھی گناہ کا ارتکاب کیا کرے توبہ کیا کر، یہاں تک کہ شیطان ذلیل و خوار ہو جائے، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میرے گناہ زیادہ ہو جائیں تو؟ حضورؐ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کی معافی تیرے گناہوں سے بہت زیادہ ہے۔ ۷۷۷۷

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ بغیر توبہ کے مغفرت کی اور بغیر عملِ ثواب کی امید نہ رکھ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہونا اس کے غضب میں مبتلا کر دیتا ہے اور ایسے اعمال کا ارتکاب کرنا جن سے وہ راضی نہ ہو اور اس پر مغفرت کی آرزو کرنا تیری آرزو کی فریب خوردگی ہے، یہاں تک کہ (اسی حالت میں) موت آجائے گی کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا۔ وَغَضَبْنَاكَ إِذْ جَاءَكَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَضَبْنَاكَ بِاللَّهِ الْغَدُورَہ یعنی بیکارامیوں نے تم کو فریب دیا آخر تم کو خدا کا حکم پہنچا اور اللہ کے متعلق تم کو شیطان نے دھوکے میں رکھا۔ دوسری جگہ (اسی باب میں) ارشاد ہوتا ہے وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ اَمَّنْ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ جس نے توبہ کی، ایمان لایا، نیک کام کئے اور سیدھی راہ اختیار کی میں اسے بخش دیتا ہوں یہ بھی ارشاد فرمایا۔ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَاسْتَغْفِرُوا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ دَيُّوتُونَ النَّاسَ وَلِلَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ میری رحمت ہر چیز کو اپنے اندر سمائے ہوئے ہے میں اپنی رحمت ان لوگوں کے لئے مقدر کروں گا جو تقویٰ رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور میری آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔

پس بغیر توبہ و تقویٰ رحمت اور جنت کی آرزو و حماقت، نادانی اور نفس کا فریب ہے کیونکہ رحمت اور جنت کی شرطیں ان مذکورہ آیتوں میں بیان کر دی گئی ہیں، یعنی رحمت و جنت توبہ و تقویٰ کے ساتھ مربوط ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، مومن اپنے گناہوں کو پہاڑ کے مانند سمجھتا ہے اور خدا ہے کہ وہ پہاڑ کہیں سر بزد آگے اور فاجر اپنے گناہوں کو اس مکھی کے مانند سمجھتا ہے جو ناک پر بیٹھی ہوئی ہے کہ اشارے سے اس کو اڑایا جاسکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ گناہ کرتا ہے اور وہ گناہ اس کو بہشت میں لے جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا گناہ اس کی نظر کے سامنے رہتا ہے جس سے اس کو ندامت اور شرمندگی محسوس ہوتی ہے وہ اللہ سے مغفرت چاہتا ہے بالآخر وہی گناہ اسے بہشت میں لیجانے کا موجب بن جاتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے کسی چیز کو طلب میں اتنا حسین اور تاثیر میں اتنا تیز نہیں پایا۔ جتنی برائے گناہ کے لئے نئی نیکی ہوتی ہے، بلاشبہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ فرمان نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے ایک عظیم نصیحت ہے۔ جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو گناہ سے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے، وہ توبہ کرتا ہے گھبرا کر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور استغفار کر لیتا ہے اس وقت وہ نقطہ دل سے صاف ہو جاتا ہے اگر وہ توبہ زاری اور استغفار نہیں کرتا تو گناہ بالائے گناہ داغ پر داغ تہہ بہ تہہ ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ تمام دل سیاہ ہو کر مردہ ہو جاتا ہے اور اور یہی معنی ہیں اس آیت کے، بَلْ زَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ یعنی ایسا نہیں ہے بلکہ جو کام وہ کرتے تھے ان کاموں کے عاث

اُن کے دلوں پر زندگ آگیا ہے ان کے اعمال کا زندگان کے دلوں پر چڑھ گیا ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گناہ کرنے کا طلبِ توبہ سے زیادہ آسان ہے اس لئے موت کی تاخیر کو غنیمت جانو۔

آدم بن زیاد کا قول ہے کہ اپنے آپ کو ایسا سمجھو کہ موت سامنے آگئی ہے اور تم اللہ سے معافی طلب کر رہے ہو اور اللہ تعالیٰ نے معافی دے دی ہے۔ اس لئے ہر وقت اللہ کی اطاعت کے کام کرو!!

حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس وحی آئی کہ ڈرتے رہو! کہیں ایسا نہ ہو کہ غفلت کی حالت میں تم کو میں پکڑ لوں اور میرے سامنے آؤ تو کوئی حجت کا منہ نہ آئے۔ کوئی مرد صالح عبد الملک بن مروان کے پاس گئے۔ عبد الملک نے اُن سے کہا مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ مرد صالح نے فرمایا اگر تمھارے پاس موت آئے تو کیا تم مرنے کے لئے تیار ہو گے؟ عبد الملک نے کہا نہیں! تب اُن بزرگ نے فرمایا کیا تم اتنی قدرت رکھتے ہو کہ اس حالت کو ایسی حالت کی طرف لوٹا سکو جو تم کو پسند ہے؟ یعنی موت کو واپس کر سکتے ہو؟ عبد الملک نے نفی میں جواب دیا، بزرگ نے فرمایا کیا تم اس سے محفوظ ہو کہ تم کو موت اچانک آدلوچے؟ عبد الملک نے نفی میں جواب دیا، اس وقت اُن بزرگ نے فرمایا کہ میں نے کسی ذی فہم شخص کو اُن باتوں سے رہنی اور خوش ہوتے نہیں دیکھا جن پر تم مغرور ہو! یعنی ملکے متابع دنیا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (گناہ پر) ندامت اور پشیمانی توبہ ہے آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس نے گناہ کیا پھر اس پر پشیمان ہوا تو پشیمانی اس گناہ کا کفارہ ہو گیا۔ حسن تبصریؒ نے فرمایا ہے کہ توبہ کے چار ستون ہیں ۱) زبان سے معافی کا طالب ہونا ۲) دل سے پشیمان ہونا ۳) اعضا کو گناہ سے روکنا ۴) یہ نیت رکھنا کہ آئندہ ایسا گناہ نہیں کروں گا۔ یہ بھی فرمایا کہ توبۃ النصوح یہ ہے کہ توبہ کرے اور جس گناہ سے توبہ کی ہے اس کی طرف پھر نہ لوٹے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کی طرح ہو جاتا ہے“ اور گناہ کا ارتکاب کرنے کے باوجود رب سے معافی طلب کرنے والا گویا اپنے رب سے مذاق کرتا ہے۔ جب کوئی بذاتہ استغفرک و التوبۃ الینک کہتا ہے اور اس کے بعد پھر گناہ کرتا ہے پھر یہی کہتا ہے اور پھر گناہ کرتا ہے تو تین بار (اسی طرح) گناہ کرنے کے بعد چوتھی بار اس کے گناہ کو (صغیر ہونے کے باوجود) کبیرہ کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا کہ تم اپنی ذات کے خود کو صی بنو اور دوسرے لوگوں کو اپنے لئے دھی نہ بناؤ! جب کہ خود تم نے اپنی زندگی میں اپنے نفس کی وصیت ضائع کر دی تو پھر تم ان دوسروں کو اس بات پر کس طرح برا کہہ سکتے ہو کہ انھوں نے تمھاری وصیت رانگاں اور ضائع کر دی!! کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

وَأَنْتَ دَوَامُهَا لَا يَسْتَطَاعُ	تَمْتَعُ إِنَّمَا الدُّنْيَا مَتَاعٌ
اور اس دنیا کو ہمیشگی نہیں ہے، پس کی بات نہیں	یہ دنیا تھوڑی پونجی ہے جہانک ہو فائدہ اٹھاؤ
أَمِيرٍ فِيهِ مَتَبَعٌ مَطَاعٌ	وَقَدْ هَمَّ مَا مَلَكَتْ وَأَنْتَ حَيٌّ
یہی کے آگے بیج کو امیر ہے جب نیکی میں تیری پیروی کیگئی ہو	جب تمک کرنے پر قدرت رکھتا ہے اور زندہ ہے
فَقَضَرُ وَصِيَّةِ الْمَرْءِ الضَّيَاعُ	وَلَا يَغْتَرِكُ مَنْ تَوَصَّى إِلَيْهِ
کہ کوشش کی کئی تعمیل وصیت میں کوٹنا کارہ بنا دینی ہے	کسی کو دھی بنانے کے دھوکے میں نہ رہنا

ایک اور شاعر کہتا ہے !

اِذَا مَا كُنْتَ مُتَّخِذًا وَصِيًّا
اَلَا تَوَكَّلُ عَلَى دُوسَرٍ كَوَدَّ مَنَّا
سَتَحْصِدُ مَا زَرَعْتَ عِنْدَ وَجْهِ
جَو تَوَاجُّ بُوْنِ كَاكِلٍ دَهِي كَاكِلِ

فَلَنْ فِيهَا مَلَكَتُ وَصِيًّا
جَو تَوَاجُّ بُوْنِ كَاكِلٍ دَهِي كَاكِلِ
اِذَا وَضَعَ الْحِسَابَ ثَمَارَ غَرْسِكَ
اَوْ جَبَّ حَبَابَ حَبَابِ تَوَاجُّ بُوْنِ كَاكِلِ

VVV IMP

حضرت ابوامامہ باہلی سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دایئہ بازو کا فرشتہ بائیں بازو کے فرشتے پر حاکم ہے جب بندہ نیکی کرتا ہے تو دایئہ بازو کا فرشتہ اس کی دس نیکیاں لکھ لیتا ہے اور جب بندہ برائی (گناہ) کرتا ہے اور بائیں بازو کا فرشتہ اس کی برائیاں لکھنے لگتا ہے تو دایئہ بازو کا فرشتہ کہتا ہے ٹھہر جاؤ چنانچہ وہ چھ سات گھڑی تک (لکھنے سے) رکا رہتا ہے اب اگر اس عرصہ میں بندہ نے اپنا گناہ اللہ تعالیٰ سے بخشوا لیا تو گناہ نہیں لکھا جاتا ورنہ بدی لکھ لی جاتی ہے۔ حدیث شریف کے دوسرے الفاظ اس طرح سے ہیں کہ ”بندہ جب گناہ کرتا ہے تو وہ نہیں لکھا جاتا یہاں تک کہ وہ دوسرا گناہ کرے“ جب اس کے پانچ گناہ جمع ہو جاتے ہیں اور ان کے بعد وہ ایک نیکی کر لیتا ہے تو اس کے لئے پانچ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور وہ پانچ نیکیاں ان پانچ گناہوں کا بدل ہو جاتی ہیں، اس وقت ابلیس جیجتا ہے اور کہتا ہے میرا ابن آدم پر قابو کس طرح چلے ہیں کتنی ہی کوشش کیوں نہ کروں وہ ایک نیکی کر کے میری ساری کوشش پر پانی پھیر دیتا ہے۔

حضرت امام حسنؑ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بندے پر دو فرشتے مقرر ہیں: دایئہ طرف والا بائیں طرف کے فرشتے پر حاکم ہے، بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے اور بائیں طرف کا فرشتہ کہتا ہے کہ میں اس کو لکھ لوں تو دایئہ طرف والا (حاکم) فرشتہ کہتا ہے ابھی ٹھہر کہ وہ پانچ گناہ کر لے (تب لکھنا) جب بندہ پانچ گناہ کر لیتا ہے اور بائیں طرف کا فرشتہ ان کو لکھنا چاہتا ہے تو دایئہ طرف کا فرشتہ کہتا ہے ابھی ٹھہر جا کہ وہ کوئی نیکی کرے جب بندہ کوئی نیکی کر لیتا ہے تو دایئہ طرف کا فرشتہ کہتا ہے کہ ہم کو بتایا گیا ہے کہ ہر نیکی کا عوض دس گناہ ہے بس آدھم پانچ گناہوں کو پانچ نیکیوں سے مٹا دیں اور باقی پانچ نیکیاں اس کی لکھ لیں اس وقت شیطان جیجتا ہے اور کہتا ہے کہ میں انسان پر کس طرح غالب آسکتا ہوں! میں جتنی کوشش اور محنت کرتا ہوں اس کی ایک نیکی میری تمام کوششوں کو بے اثر کر دیتی ہے۔ یہ تمام احادیث شریفہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہیں: **وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآٰ مَن دَعَا إِلَى تَحْتَالِ اِهْتَدَىٰ**

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ سے چار ہزار سال پہلے عرش کے گرد لکھ دیا گیا تھا: **وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآٰ مَن دَعَا إِلَى تَحْتَالِ اِهْتَدَىٰ** نیز احادیث مذکورہ اس حکم الہی کے عین مطابق ہیں۔

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُكَفِّرْنَ بِالسَّيِّئَاتِ ذَاكَ ذِكْرُكَ لِيْلَتِ اَكْبَرُ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بندہ جب توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے تو باری تعالیٰ کو انا کا تین کو اس بندے کے گناہ فراموش کر دیتا ہے اور بندہ کے وہ اعضا

مزید احادیث

جن سے گناہ کئے اور وہ زمین جہاں اس نے گناہ کئے، وہ آسمان جس کے بچے اس نے گناہ کئے سب فراموش کرادی جاتی ہیں (اعضاء زمین اور آسمان سب فراموش کر دیتے ہیں) اسی طرح قیامت کے دن جب وہ بندہ آئے گا تو اس کے گناہوں پر کوئی گواہی دینے والا نہ ہوگا اور نہ اس پر گناہ کا بوجھ ہوگا۔

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس نے کوئی گناہ نہیں کیا" ایک روایت میں اس حدیث میں اتنا اور زیادہ ہے "اگرچہ دن میں ستر بار گناہ کرے اور توبہ کرے" حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جو شخص تین بار اَسْتَغْفِرُ اللہَ الْعَظِيمَ الَّذِیْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ذَا نُورٍ اَلِیْسَ بِرُءُوسِ کَاسٍ کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے خواہ وہ مقدار میں سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ یہ بھی حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی قیامت کے دن اپنے اعمال نامہ میں اول گناہوں کو مندرج اور آخر میں نیکیوں کو درج پائے گا لیکن جب دوبارہ اعمال نامہ کے آغاز پر نظر ڈالے گا تو اس کو سب نیکیاں ہی نیکیاں تحریر نظر آئیں گی۔ آیت کریمہ فَادْلَیْکُمْ یَبْدِلُ اللہُ سَیِّئَاتِہُمْ حَسَنَاتٍ (یہ وہ لوگ ہی ہوں گے کہ اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیگا) کے بھی معنی ہیں اور یہ اس توبہ کرنے والے کے حق میں ہے جس کا خاتمہ انابت اور توبہ پر ہوا ہو۔

بعض اکابرین سلف کا قول ہے کہ بندہ جب گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے تو اس کے تمام گزشتہ گناہ نیکیوں سے بدل جاتے ہیں، حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن کچھ لوگ تمنا کریں گے کہ ان کے گناہ زیادہ ہوتے، حضرت ابن مسعود نے یہ بات اس لئے فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے گناہ چاہے گا نیکیوں سے بدل دے گا۔ حضرت حسن بصریؒ نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضور والا نے ارشاد فرمایا "تم میں سے جب کوئی گناہ کرتا ہے تو زمین سے آسمان تک فضا گناہوں سے پُر ہو جاتی ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے اسی لئے حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اے ابن آدم! اگر تو سطح زمین کو گناہوں سے بھر کر مجھ سے ملے گا تو میں اس کے برابر مغفرت کے ساتھ تجھ سے ملوں گا۔"

ایک روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کوئی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ ایک فاسق کے گھر میں بہت سے ادبائش جمع تھے اور شراب پی جا رہی تھی۔ ان لوگوں میں ایک گانے والا بھی تھا جس کا نام زادان تھا وہ بربط پر عمدہ آواز سے گارہا تھا، حضرت ابن مسعود نے اس کی آواز سن کر فرمایا، کیسی اچھی آواز ہے، کاش یہ قرآن کی تلاوت کرتا تو کتنا اچھا ہوتا پھر آپ اپنی چادر سر پر ڈال کر آگے بڑھ گئے، زادان نے آپ کی آواز سن لی، لوگوں سے پوچھا یہ کون صاحب تھے لوگوں نے بتایا کہ یہ رسول اللہ کے صحابی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ہیں زادان نے کھایا کیا فرما رہے تھے لوگوں نے کہا کہ وہ کہہ گئے ہیں "کتنی اچھی آواز ہے کاش گانے کے بجائے قرآن کی تلاوت کی جاتی تو کتنا اچھا ہوتا" یہ سنتے ہی زادان کے دل پر مہیبت طاری ہو گئی فوراً اٹھ کھڑا ہوا، بربط کو زمین پر مار کر توڑ ڈالا اور دوڑتا ہوا حضرت تک پہنچا اور گلے میں چادر ڈال کر (خطا کار کی شکل بنا کر) رونے لگا آپ نے زادان کو گلے لگایا اور اس کے ساتھ خود بھی رونے لگے اور فرمایا "میں کیسے اس سے محبت نہ کروں جس

ہ میں اس اللہ بزرگ و برتر سے مغفرت طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ زندہ اور ہمیشہ رہنے والا ہے میں اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔

سے اللہ کو محبت ہے، اس کے بعد زادن نے برہنہ بجانے اور گانے سے توبہ کر لی اور حضرت ابن مسعود کی خدمت میں پہنچے لگا یہاں تک کہ قرآن پاک پڑھ لیا اور اتنا علم حاصل کیا کہ علم دین کا امام بن گیا چنانچہ زادن نے بہت سی حدیثیں حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت سلمان فارسی سے روایت کی ہیں۔

اسراہیلی روایات میں آیا ہے کہ ایک زبڈی گانے کا پیشہ کرتی تھی لوگوں کو اپنے حسن و جمال سے فتنہ میں ڈال رکھا تھا، اس کے گھر کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا اور وہ خود کھلے دروازے کے پاس تخت پر بیٹھا کرتی تھی، جو شخص ادھر سے گزرتا اور اس کو دیکھتا فریفتہ ہو جاتا مگر اس کے پاس آنے کی اجازت اس وقت ملتی جب تک دینار یا اس سے زیادہ رقم پیش کرتا۔ ایک روز کوئی اسرائیلی زاہد ادھر سے گزرا اچانک اس عابد کی نظر اس فاحشہ عورت پر پڑی وہ عابد بھی اسے دیکھتے ہی فریفتہ ہو گیا لیکن عابد نے اپنے نفس سے جنگ شروع کر دی یہاں تک کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ اس گناہ کی خواہش اس کے دل سے دور کرے وہ برابر اپنے دل کو قابو میں کئے رہا مگر آخر کار دل بے قابو ہو گیا یہاں تک کہ اس کے پاس جس قدر مال و متاع تھا وہ سب اس نے فروخت کر دیا اور جس قدر دنیا رول کی ضرورت تھی جمع کر کے اس فاحشہ عورت کے دروازے پر آیا، فاحشہ نے عابد سے کہا کہ دینار اس کے وکیل کے سپرد کرے پھر اس کے پاس آئے، عابد نے اس کے کہنے کے مطابق کیا، وہ اس کے سامنے تخت پر بنی سنوڑی بیٹھی تھی عابد دینار دے کر اس کے پاس بیٹھ گیا جب عابد نے ہاتھ بڑھا کر اس سے لطف اندوز ہونے کا قصد کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی سابقہ عبادت کی برکت اور اپنی رحمت سے اس کو اس طرح بچا لیا کہ عابد کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش سے اس کی اس ناگفتنی حالت کو دیکھ رہا ہے اور وہ اس فعل حرام میں مصروف ہے، ہائے ہائے میرے تمام اعمال ضائع ہو گئے پس اسی وقت عابد کے دل میں خوف خدا پیدا ہوا اور وہ سارے بدن سے کانپنے لگا اور اس کا رنگ فق ہو گیا، بدکار عورت نے اس کا اڑا رنگ دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے؟ عابد نے کہا میں اپنے رب سے ڈر رہا ہوں، مجھے واپس جانے دو عورت نے کہا تم بھی خوب ہو! سینکڑوں لوگ تو میری آرزو کرتے ہیں کہ مجھے پالیں اور تم میری محبت سے منہ موڑ رہے ہو عابد نے کہا میں اپنے اللہ سے ڈرتا ہوں رہا وہ مال جو میں نے تم کو دیا ہے وہ مجھے واپس نہیں چاہیے وہ تمھارے لئے حلال ہے۔ وہ تم ہی لے لو اور مجھے جانے دو، فاحشہ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ کبھی تم نے اب سے پہلے یہ لطف (صحبت) نہیں اٹھایا ہے! عابد نے کہا ہاں!! پھر فاحشہ نے اس کا نام اور پتہ دریافت کیا، عابد نے اپنا اور اپنے گاؤں کا نام بتا دیا اس کے بعد عورت نے اس کو جانے کی اجازت دیدی، عابد افتال و خیزاں اپنی حالت پر گریہ کنان وہاں سے واپس آیا، اس کے بعد عابد کی برکت سے عورت کے دل میں بھی اللہ کا خوف پیدا ہوا اور دل میں کہنے لگی، اس شخص کا تو یہ پہلا گناہ تھا اور اس کے دل میں اللہ کا اس قدر خوف پیدا ہوا، میں تو اتنی برسوں سے یہ گناہ کر رہی ہوں اور میرا رب بھی وہی ہے جو اس شخص (عابد) کا ہے، ڈرنا تو مجھے چاہئے تھا، اس کے بعد فاحشہ عورت نے اپنا دروازہ لوگوں پر بند کر دیا، شریفانہ لباس پہن کر اللہ کی یاد میں مصروف ہو گئی۔ ایک دن اس عورت نے سوچا کہ اب اسے اس عابد کے پاس چلنا چاہیے کیا تعجب کہ وہ مجھ سے نکاح کر لے! اگر ایسا ہو جائے تو میں اپنے دین کی باتیں اس سے سیکھ لوں گی اور وہ اللہ کی عبادت میں میرا مدد و معاون ہوگا۔ یہ سوچ کر اس نے اپنا تمام سامان اور روپیہ پیسہ اپنے ساتھ لیا اور عابد کے بتائے ہوئے پتہ پر

یہ پہنچ کر عابد کے متعلق لوگوں سے پوچھا، لوگوں نے عابد کو بتایا کہ ایک عورت آئی ہے اور آپ کو دریافت کر رہی ہے، عابد اٹھ کر اس عورت کے پاس پہنچا تو عورت نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ دیا تاکہ عابد اس کو پہچان لے، عابد نے اس کو پہچان لیا اور اسی کے ساتھ اس کو اپنا گناہ بھی یاد آگیا، ایک چیخ ماری اور گھر پڑا کرتے ہی اس کی روح قفسِ عمری سے پرواز کر گئی، اب تو وہ عورت بہت گھبرائی اور بہت کڑھی اور کہنے لگی میں نے جس کے لئے گھر چھوڑا وہ خود ہی دنیا چھوڑ کر چلا گیا، اس نے لوگوں سے پوچھا کیا اسکے رشتہ داروں میں کوئی ایسا شخص ہے جو مجھ سے شادی کرے، لوگوں نے بتایا کہ عابد کا ایک نیک اور صالح بھائی ہے لیکن وہ مفلس اور تنگ دست ہے عورت نے کہا کچھ مضائقہ نہیں میرے پاس کافی مال موجود ہے چنانچہ عابد کے بھائی نے اس عورت سے نکاح کر لیا نکاح کے بعد اس صالح عورت کے بطن سے سات لڑکے پیدا ہوئے جو سارے کے سارے بنی اسرائیل کے بنی ہوئے۔ ۷۷۷

صدق و طاعت کا اثر | تم نے صدق و طاعت اور حسن نیت کی برکت دیکھی، حضرت عبداللہ بن مسعود کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے زادان کو کس طرح ہدایت بخشی چونکہ حضرت عبداللہ خود صادق اور نیک دل تھے اس لئے ان کی بات نے زادان پر یہ اثر کیا، لہذا تم اس وقت تک کسی بدکار کو نیک نہیں بنا سکتے جب تک تم اپنی ذات میں خود نیک نہ بنو اور رب کا خوف تمہارے دل میں نہ ہو، اگر تم غلصہ ہو اور اپنی حرکات و سکنات میں ریاکار نہیں ہو، ہر حال میں اللہ کو واحد یکتا سمجھو گے تو تم کو نیکی کی توفیق اور زبان ملے گی اور اللہ تعالیٰ تمہاری راہِ راست پر زیادہ رہنمائی فرمائے گا اور تمہارے باعث (دوسرے کی) برائی بجز کسی تکلیف کے زائل ہو جائے گی اور موجودہ زمانے کی طرح نیکی برائی کی صورت میں رونما نہیں ہوگی اس زمانہ میں تو اگر کوئی کسی ایک برائی کو رد کرنے کی کوشش کرتا ہے تو لوگ اس کے درپے آزاد ہو جاتے ہیں اور فسادِ عظیم برپا کر کے روکنے والے کو گالیاں دیتے ہیں، اس پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں اور مار دھاڑ کرتے ہیں۔ اس کو لوٹ لیتے ہیں غرضیکہ طرح طرح سے اس کو ستاتے ہیں یہ ساری برائیاں اس لئے ہیں کہ ان کے ایمان و یقین میں نقص ہے اور ان کے اندر صدق کی کمی ہے کیونکہ وہ اپنی خواہشات سے مغلوب ہیں اور ساری برائیاں ان میں موجود ہیں، پس ان برائیوں کے دور کرنے کا فرض ان پر عائد ہوتا ہے لیکن وہ کیسے یہ فرض ادا کریں کہ ان کے نفوس تو بڑے بڑے مشغولوں میں لگے ہوئے ہیں وہ دوسروں کو تو برائی سے منع کرتے ہیں مگر ان پر جو فرض عین ہے اس کو چھوڑ کر فرض کفایہ میں مصروف ہیں، وہ اپنے فرض کو چھوڑ کر ایسی باتوں میں مشغول ہوتے ہیں جو ان کے لئے موزوں نہیں ہیں۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کے اسلام کی خوبی اس میں ہے کہ جو چیز اس کے لائق نہ ہو اس کو ترک کر دے، اگر وہ چاہتا ہے کہ دوسرے جلد برائی کو ترک کر دیں تو خود اس پر لازم ہے کہ پہلے وہ اپنے سے اس برائی کو دور کرے اور اپنے آپ کو نصیحت کر کے اس سے بچا رہے اور تمام گناہوں کو چھوڑ دے خواہ وہ ظاہری گناہ ہوں یا باطنی، جب وہ خود ان گناہوں سے پاک صاف ہو جائے اس وقت دوسروں کی (اصلاح کی) طرف متوجہ ہو۔ اور حسن تدبیر کے ساتھ ان سے برائیوں کو دور کرے جس طرح حضرت عبداللہ بن مسعود کے ذریعہ زادان کی برائی زائل ہوئی، بنی اسرائیل کے عابد کی عبادت اور اس کے اخلاص اور صدق دلی پر غور کرو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے گناہ کبیرہ اور بدکاری کے ارتکاب سے بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ (واقعہ یوں ہی ہوتا ہے کہ ہم اس کو برائی

اور بے حیائی سے روکیں یقیناً وہ ہمارے مجلس بندوں میں سے تھا) چونکہ سابقہ آیام میں خلوتوں اور تنہائیوں میں ان کے اندر خلوص سجائی اور حسن طاعت تھا اس لئے اللہ کی مدد ان کے اور اس فاحشہ عورت کے درمیان حائل ہو گئی، اس پر بھی غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اس عابد کی بددلت اس بدکار عورت کو (بدکاری سے) کس طرح نجات دی اور پھر کس طرح عابد کی برکت سے عابد کے بھائی کو کیا کچھ میسر آگیا، اللہ تعالیٰ نے اس کی مفلسی اور تکلیف (عسرت) کو دور ہی نہیں کیا بلکہ ایک حسین ترین بیوی بھی اسے عطا فرمادی۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح رزق دیا اور اس طرح غنی کیا کہ وہ اس کا سان و گمان بھی نہیں کر سکتا تھا پھر اسے سات بیویوں کا باپ اور اس عورت کو ان کی ماں بنایا۔

خلاصہ یہ کہ تمام بھلائیوں اللہ تعالیٰ کی طاعت، فرمانبرداری میں ہیں اور تمام برائیاں اس کی نافرمانی اور معصیت میں لہذا تم کو کسی حالت میں بھی معصیت شعار نہیں بننا چاہیے، اگر ہم عصیاں کو شش ہوئے تو نہ ہم ہوں گے اور نہ عصیاں رہیں گے!

توبہ کی شناخت

توبہ کرنے والے کی توبہ کی شناخت چار باتوں سے ہوتی ہے: اول زبان کو بہودہ باتوں، غیبت، چنل، خونی اور جھوٹ سے روک لئے دھوم: اپنے دل میں کسی کی طرف سے حد اور دشمنی نہ رکھے، سوم: ہر لوگوں سے دور رہے کیونکہ یہ لوگ برائی کی طرف اس کو راغب کرینگے اس طرح توبہ کی بختی میں فتور ڈالیں گے اور اس کی توبہ ٹوٹ جائے گی۔ ان باتوں کو اپناتا رہے جن سے توبہ میں بختی آتی ہے اور ان باتوں سے پرہیز کرے جن سے توبہ میں لچک پیدا ہوتی ہے لہذا امید، قوت اور قلبی ارادے کو مضبوط کرے کیونکہ اس طرح اس میں قوت اور لولہ پیدا ہوگا اور یہ ارادہ توبہ کو برقرار رکھنے کا محرک ہوگا، پس ممنوعات شرعیہ سے دور رہے اور نفسِ آمارہ کو خواہشوں کی تکمیل سے باز رکھے اور اس کو روکے رہے تاکہ وہ دوبارہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ چہارم: بندہ (توبہ کرنے والا) خود کو ان کاموں سے الگ رکھے جس کا ذمہ خود حق تعالیٰ نے لیا ہے مثلاً رزق وغیرہ اور ان کاموں میں (اطاعت و بندگی) میں مصروف ہو جائے جس کی ادائیگی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ جب تم کسی توبہ کرنے والے میں یہ علامتیں موجود پاؤ تو جان لو کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَّابِينَ (توبہ کرنے والوں کو اللہ دوست رکھتا ہے)۔

لوگوں پر بھی چار باتیں عائد ہوتی ہیں: اول: اسی طرح توبہ قبول کرنے والے (حق تعالیٰ) کی طرف سے چار باتیں دوسرے لوگوں کے ذمہ ہیں اول یہ کہ لوگوں کو چاہیے کہ ایسے شخص سے محبت کریں کیونکہ اس بندے نے اللہ سے محبت کرنا شروع کر دی ہے دوم: لوگ اپنی دعاؤں کے ذریعے اس کی توبہ کی حفاظت کریں اور کہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے توبہ پر قائم رکھے۔ سوم: لوگ اس کے گزشتہ (سابقہ) گناہوں پر ملامت نہ کریں۔ طعنہ نہ دیں، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کسی مومن کو توبہ کرنے والے کو اس کی برائی (گناہ) کے ساتھ ملامت کی تو وہ برائی اس مومن کے لئے کفارہ بن جائے گی۔

اور اللہ تعالیٰ اگر چاہے گا تو برائی کرنے والے کو اس برائی میں مبتلا کر دے گا۔

اگر جو شخص کسی مسلمان کے کسی گزے ہوئے گناہ سے اس پر طغی زل ہو تو وہ دنیا سے اس وقت تک نہیں جائے گا جب تک وہ خود اس جرم کا ارتکاب نہ کر لے اور اس کے باعث رسوائہ ہو، اس لئے کہ کوئی مومن ارتکاب گناہ کا ارادہ نہیں کرتا۔ اپنے دل سے قصد گناہ کرتا ہے گناہ کو دین کا جزد سمجھتا ہے کہ اسے دینداری کے طور پر کرتا ہو صرف شیطان کی فریب دہی، جوش شہوت اور نفسانی شوق کی سرادانی، غفلت اور فریب خوردگی کی وجہ سے اس سے گناہ واقع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَكَثْرَةُ إِلْتِكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ اور اللہ نے کفر، فسق اور نافرمانی کو تمہارے لئے ناپسندیدہ بنا دیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمادی ہے کہ اہل ایمان کے نزدیک معصیت انتہائی ناگوار چیز ہے اس لئے مومن جب توبہ کرے اور اللہ کی طرف رجوع ہو جائے تو اس کو توبہ کردہ گناہ یاد دلا کر شرمندہ کرنا جائز نہیں بلکہ اس کے لئے دعا کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اس توبہ پر اس کو قائل رکھے اور اس کو توفیق دے اور اس کی حفاظت فرمائے۔ چہارم: لوگوں پر واجب ہے کہ اس کے ساتھ بلیغیں اٹھیں اس سے بات چیت کریں۔ اس کے مدد و معاون ہوں اور اس کی عزت کریں۔

توبہ کرنے والے کو بھی اللہ تعالیٰ چار باتوں سے سربلند و معزز فرماتا ہے (۱) گناہوں سے اس کو اس طرح نکال دیتا ہے جیسے اس نے گناہ ہی نہیں کیا، (۲) اللہ تعالیٰ اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہے، (۳) شیطان اس پر غالب نہیں ہوتا۔

۴، دنیا سے رخصت ہونے سے قبل اس کو خون سے امن و امان بخشتا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: تَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أُنْ لَا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا ان پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ تم خوف نہ کرو اور نہ حزن و ملال! تم کو اس جنت کی خوشخبری ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے

توبہ کے بارے میں

مشائخ طریقت کے اقوال

توبہ کے درجے | شیخ طریقت ابوعلی دقانیؒ نے فرمایا ہے کہ توبہ کے تین درجے ہیں (۱) توبہ (۲) انابت (۳) اوبت، توبہ ابتدائی درجہ ہے، درمیانی درجہ انابت ہے اور آخری یا انتہائی درجہ اوبت ہے۔ جس نے عذاب الہی کے خوف سے توبہ کی وہ صاحب توبہ ہے، جس نے توبہ کی خاطر یا عذاب سے بچنے کے لئے توبہ کی وہ صاحب انابت ہے اور جس نے محض اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں توبہ کی، توبہ کی امید اور عذاب کے اندیش سے نہیں وہ صاحب اوبت ہے۔ مشائخ کرام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ توبہ عام اہل ایمان کی سنت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (اے ایمان والو! اللہ سے توبہ کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ!)

انابت اولیائے مقررین کی صفت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ (اللہ کی طرف) متوجہ ہو نیوالے دل کے ساتھ آیا ہے۔ اذبت انبیاء مرسلین علیہم السلام کی صفت ہے ارشاد باری ہے: لَنِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ کتنا اچھا بندہ ہے کیونکہ وہ اللہ کی طرف رجوع ہونے والا ہے۔

حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ توبہ تین معانی پر حاوی ہے، ۱۔ گناہ پر پشمانی، ۲۔ جس چیز کو اللہ نے منع فرمایا ہے اس کو دوبارہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ، ۳۔ حقوق انسانی کو ادا کرنے کی کوشش۔

حضرت سہل بن عبد اللہؒ نے فرمایا کہ توبہ نام ہے آئندہ گناہ کو ترک کر دینے کا (آئندہ گناہ نہ کرنے کا) حضرت جنیدؒ سے مروی ہے کہ میں نے حارثؒ کو یہ کہتے سنا کہ میں کبھی اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ التَّوْبَةَ نہیں کہتا بلکہ کہتا ہوں اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ شَهْوَةَ التَّوْبَةِ (یعنی اے اللہ میں تجھ سے توبہ کی آرزو طلب کرتا ہوں)۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت سری سقطیؒ کے پاس پہنچا تو میں نے ان کا رنگ پریدہ پایا میں نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ ایک جوان نے مجھ سے توبہ کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے اس کو بتایا کہ توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہ کو بھولے، وہ جوان مجھ سے جھگڑنے لگا اور کہا کہ توبہ تو یہ ہے کہ تو اپنے گناہوں کو بھلا دے، میں نے کہا کہ میرے نزدیک توبہ کے یہی معنی ہیں جو اس جوان نے بتائے ہیں۔ حضرت سری سقطیؒ نے پوچھا کیوں یہ معنی کیونکر ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ جب میں رنج و الم کے عالم میں ہوتا ہوں تو وہ مجھے آرام و راحت کی حالت میں لے جاتا ہے اور آرام و راحت کی حالت میں رنج و الم نو یاد کرنا ظلم ہے یہ سنکر وہ خاموش ہو گئے۔

حضرت سہل بن عبد اللہؒ نے فرمایا توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہوں کو بھولے! حضرت جنید بغدادیؒ نے کسی شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ توبہ یہ ہے کہ اپنے گناہوں کو بھول جاؤ، حضرت ابو نصر سراجؒ نے مذکورہ بالا (دونوں متضاد) قولوں کی تشریح کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت سہلؒ کے قول میں مریدوں اور ان دوسرے لوگوں کے احوال کی طرف اشارہ ہے کہ وہ کبھی تو اپنے نفع کے سلسلے میں سوچتے ہیں اور کبھی نقصان پر افسوس کرتے ہیں لیکن حضرت جنیدؒ نے محققین کی توبہ کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ جب محققین کے دلوں پر غنیمت الہی کا طبع ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ ذکر الہی میں مشغول رہتے ہیں اس لئے وہ اپنے گناہوں کو یاد ہی نہیں کر پاتے، حضرت جنیدؒ کا یہ قول حضرت رُویمؒ کے قول کے مانند ہے کہ جب ان سے توبہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ توبہ کی یاد سے توبہ کرنا چاہیے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ عوام کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے اور خواص کی غفلت سے! حضرت ابو الحسن لوزیؒ نے فرمایا کہ توبہ یہ ہے کہ ماسوا اللہ سے توبہ کی جائے! حضرت عبد اللہ بن محمد بن علیؒ نے فرمایا کہ ایک توبہ کرنے والا تو ایسی لغزشوں سے توبہ کرتا ہے ایک تائب غفلت سے توبہ کرتا ہے اور ایک توبہ کرنے والا نیکیوں کے دیکھنے سے توبہ کرتا ہے ظاہر ہے کہ ان تینوں میں کتنا عظیم فسرق ہے۔

حضرت ابوبکر واسطیؒ نے فرمایا کہ خالص توبہ یہ ہے کہ تائب کے ظاہر و باطن میں معصیت کا شائبہ بھی باقی نہ رہے جس کی توبہ خالص ہوتی ہے وہ پرواہ نہیں کرتا کہ توبہ

کے بعد اس کی شام کیسی گزری اور صبح کیسی ہوئی! حضرت یحییٰ بن معاذ رازی نے مناجات میں کہا: الہی! میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میں نے توبہ کی ہے نہ یہ کہتا ہوں کہ اب ایسا نہیں کروں گا۔ کیوں کہ میں اپنی سرشت کو پہچانتا ہوں اور نہ میں اس کی صفات دے سکتا ہوں کہ آئندہ گناہ نہیں کروں گا کیونکہ میں اپنی کمزوریوں کو جانتا ہوں۔ پھر بھی میں کہتا ہوں کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا کہ نہ شاید میں دوبارہ ایسا کرنے سے پہلے مر جاؤں۔

حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا کہ گناہوں کو چھوڑے بغیر توبہ کرنا جھوٹوں کی توبہ ہے، آپ نے یہ بھی فرمایا کہ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمین اپنی وسعت و وسعت کے باوجود تجھ پر تنگ ہو جائے یہاں تک کہ تیرے لئے فرار کی راہ باقی نہ رہے اس کے بعد تیری جان تجھ پر تنگ ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:-

وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ه
وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ
لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ
عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا ه

فراخ ہونے کے باوجود زمین ان پر تنگ ہو گئی.....
اور ان کی جانیں ان پر تنگ ہو گئیں اور انہوں نے جان لیا کہ اللہ کے
سوا اور کوئی ذریعہ اللہ سے بچاؤ کا نہیں ہے پھر اللہ نے ان کی
طرف توبہ فرمائی تاکہ وہ (اسی کی طرف) لوٹ آئیں۔

ابن عطاء نے فرمایا کہ توبہ دو طرح کی ہے توبہ انابت اور توبہ استجابت۔ توبہ انابت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے توبہ کرے۔ توبہ استجابت یہ ہے کہ بندہ خداوند تعالیٰ کے لطف و کرم سے حیا کرے ہوئے توبہ کرے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی کے فرمایا کہ توبہ کے بعد کا ایک گناہ، توبہ سے پہلے کے ستر گناہوں سے بدتر ہے۔
حضرت ابو عمر انطاسی نے فرمایا کہ علی بن عیسیٰؒ وزیر ایک عظیم لشکر کے ساتھ جا رہا تھا۔ عوام پوچھنے لگے کہ یہ کون شخص ہے؟ سر راہ کھڑی ہوئی ایک ضعیفہ نے کہا کہ کیا تم یہ پوچھتے ہو کہ یہ کون ہے؟ یہ ایک بندہ ہے جو خدا کی نظروں سے گر گیا ہے اور خدا نے اس کو (دنیا) میں مبتلا کر دیا ہے جس میں تم اسے دیکھ رہے ہو، ضعیفہ کی یہ بات علی بن عیسیٰ نے سن لی۔ گھر واپس جا کر انہوں نے وزارت سے استعفا دے دیا اور مکہ مکرمہ میں پہنچ کر مقیم ہو گئے!!

باب ۱۱

آیت، إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ

(اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے)

کی تشریح و تفسیر

علمائے ربانی نے تقویٰ کے معنی اور متقی کی حقیقت کے بارے میں اختلاف کیا ہے (علماء کے اقوال مختلف ہیں) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مکمل تقویٰ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ
ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ
وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ

بیشک اللہ تعالیٰ تم کو عدل، احسان اور قربت والوں کو مال دینے کا حکم دیتا ہے اور تمہیں بدکاری، بیجائی اور نافرمانی سے منع کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے متقی ہر وہ شخص ہے جو کسی دوسرے شخص کو دیکھے تو یہ کہے کہ یہ مجھ سے بہتر ہے۔ حضرت عمرانؓ خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت کعبؓ احیار سے فرمایا مجھے تقویٰ کے بارے میں کچھ بتاؤ تو انہوں نے فرمایا کیا آپ کبھی خاردار راہ سے گزرے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں! حضرت کعبؓ نے فرمایا اس وقت آپ اس راہ سے کیسے گزرے؟ آپ نے فرمایا دامن سمیٹے ہوئے گزرا ہوں! حضرت کعبؓ نے کہا کہ یہی حال تقویٰ کا ہے۔ ایک شاعر نے اس مضمون کو اس طرح نظم کیا ہے: کہتا ہے!

حَلَّ الذَّنْبِ صَغِيرَهَا
يَا بَرُّ... اِذَا كَانَ نَامُ تَقْوَىٰ هِيَ
ضُ الشُّوْكِ يَحْذَرُ مَا يَتْرَىٰ
كَيْ كَانُتُوْنَ سَ جَوَّاسٍ كُوْ نَظَرَاتِيْ هِي
اِنَّ الْجَبَالَ مِنْ الْحِصَىٰ

کسی چھوٹے گناہ کو حقیر نہ سمجھو
بیشک پہاڑ چھوٹے سنگریزوں سے بنا ہے

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا کہ دن کو روزہ رکھنا، رات کو نمازیں پڑھنا اور ان کے درمیان گڑبڑ کرنا (نامناسب اعمال کا ارتکاب) تقویٰ نہیں ہے، تقویٰ تو یہ ہے کہ جس کو اللہ نے حرام کیا ہے اس سے بچے اور جو فرض کیا ہے اس پر عمل کرے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ تجھے جو رزق عطا فرمائے وہ خیر ہی خیر ہے۔

منقول ہے کہ طلق بن حبيبؓ سے دریافت کیا گیا کہ تقویٰ کیا ہے؟ اس کی تعریف بیان فرمائیے تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روشنی میں ثواب کی امید پر اللہ سے شرم کرتے ہوئے احکام الہی کی طاعت اور ان پر عمل کرنا تقویٰ ہے۔ یہ بھی کہا

گیا ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے نوز کے مطابق اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے معصیت کو ترک کر دینا تقویٰ ہے۔ بکر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ انسان اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک اس کا کھانا حرام اور مشتبہ سے پاک نہ ہو اور وہ غضب سے بچنے کی کوشش نہ کرے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا متقی کو لکام دی گئی ہے جس طرح حرم میں احرام باندھنے والے کو (یعنی جس طرح محرم پر بہت سی حلال چیزیں حرام ہو جاتی ہیں اسی طرح متقی کے لئے بہت سی چیزیں حرام ہو جاتی ہیں) حضرت شہر بن مؤثب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ متقی وہ ہے جو ایسے کام کو چھوڑ دے جس کے کرنے میں کچھ مضائقہ نہ ہو اور کسی کا ترک اس خوف سے ہو کہ وہ کسی خطر والے کام میں پڑ جائے۔

حضرت سفیان ثوریؒ اور فضیل رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا متقی وہ ہے جو لوگوں کے لئے حضرت سمری سقطیؒ کا سلام | وہ چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرنا ہے کیونکہ متقی وہی ہوتا ہے جو دوسروں کے لئے دل میں زیادہ وسعت رکھتا ہے (اسی طرح جس طرح اپنے لئے) انھیں معلوم ہے میرے استاد محترم سمری سقطیؒ کو ایک واقعہ پیش آیا۔ ایک روز کسی دوست نے آپ کو سلام کیا آپ نے ان کے سلام کا جواب دیدیا لیکن آپ تیوری چڑھائے رہے اور شگفتہ روی کا اظہار نہیں ہوا، میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کو سلام کرتا ہے اور وہ جواب دیتا ہے تو دونوں پر سورحمۃ اللہ تقسیم کی جاتی ہیں، تو اے اس شخص کو ملتی ہیں جو زیادہ شگفتہ رو ہوتا ہے اور دس دوسرے کو دی جاتی ہیں۔ میں چیں بجیں اس لئے رہا کہ یہ تو اے رحمۃ اللہ اس کو مل جائیں۔

حضرت محمد بن علی ترمذیؒ نے فرمایا متقی وہ ہے جس سے جھگڑا کرنے والا کوئی نہ ہو۔ حضرت سمری سقطیؒ نے فرمایا متقی وہ ہے جو اپنے نفس سے بغض رکھتا ہے۔ حضرت شبلیؒ نے کہا کہ متقی وہ ہے جو اللہ کے سوا ہر چیز سے بچے۔ ناطق صادقؒ نے فرمایا: آگاہ رہو اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔ محمد بن حنیفؒ نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جو اللہ کے دور کرے اس سے کنارہ کش ہونے کا نام تقویٰ ہے۔ قاسم بن قاسمؒ نے فرمایا: آداب شریعت کی محافظت کا نام تقویٰ ہے۔ حضرت لوزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ متقی وہ ہے جو دنیا اور اس کی آفتوں سے بچے، ابو یزیدؒ نے فرمایا تمام شہوں سے بچنے کا نام تقویٰ ہے، نیز فرمایا تقویٰ یہ ہے کہ جو کچھ تو کچھ خدا کے لئے کہے اور جب خاموش ہے تو خدا کے لئے خاموش رہے اور جب ذکر کرے تو اللہ کا ذکر کرے؛

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ بندہ اس وقت تک متقیوں میں سے ہرگز نہیں دشمن بھی محفوظ رہیں | ہو سکتا جب تک اس کے دشمن اس سے اس طرح امن و امان میں نہ ہو جائیں جیسے اس کے دوست! حضرت سہلؒ فرماتے ہیں متقی وہ ہے جو اپنے وجود کی طاقت اور قدرت سے بے پروا ہو جائے یہ بھی کہا گیا ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس جگہ نہ دیکھے جس جگہ کے لئے تجھے منع کیا گیا ہے اور اس جگہ تو غیر موجود ہو جہاں موجود ہونے کا تجھے حکم دیا گیا ہے۔ ایک قول ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا نام تقویٰ ہے۔ یہ بھی کہنا گیا ہے کہ غفلتوں سے دل کو، خواہشات سے نفس کو، لذتوں سے حلق کو اور بُری باتوں سے اعضا کو بچانا اور محفوظ رکھنا

تقویٰ ہے اس وقت یہ اُمید ہو سکتی ہے کہ زمین و آسمان کے مالک تک تیری رسائی ہو جائے۔ حضرت ابو القاسم فرماتے ہیں کہ حُسن خلق، تقویٰ ہے۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ مرد کا تقویٰ تین چیزوں سے معلوم ہوتا ہے ۱۔ جو چیز اسے نہ ملے نہ اس تک پہنچے اس پر توکل، ۲۔ جو چیز مل گئی ہے اس پر رضا مندی، ۳۔ جو چیز جانی دہی اس پر خوبصورتی کے ساتھ صبر۔
کہا گیا ہے کہ جو شخص اپنی خواہشات کا تابع نہیں وہی متقی ہے۔ مالک نے کہا کہ مجھ سے وہ بے بن یہاں نے کہا کہ مہینہ کے کسی فقیہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو لکھا کہ اہل تقویٰ کی چند علامتیں ہوتی ہیں ان کے ذریعہ ان کی شناخت کی جاتی ہے ”مصیبت پر صبر، حکم الہی پر راضی، نعمتوں پر شکر، احکام الہی کی اطاعت اور سیرا برداری کرتے ہیں۔“

نفس سے حساب نہیں
تقویٰ ہے !!
میسگون بن ہران کہتے ہیں کہ آدمی اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے نفس سے اس سے بھی زیادہ حساب نہیں نہ کرے جس طرح ایک نخل شریک تجارت اپنے شریک سے کرتا ہے یا ایک ظالم بادشاہ اپنے دیوان سے۔

حضرت ابو تراب نے فرمایا، منزل تقویٰ سے پہلے پانچ گھاٹیاں آتی ہیں جب تک تو ان کو عبور نہیں کرے گا منزل تقویٰ تک نہیں پہنچ سکتا: (۱) نعمت پر فقر کو ترجیح (۲) بقدر کفایت روزی کو کثیر روزی پر ترجیح (۳) دولت کو عزت پر ترجیح (۴) رنج کو راحت پر ترجیح (۵) موت کو زندگی پر ترجیح دینا۔

بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ آدمی جب تک ایسے مقام پر نہ پہنچ جائے کہ اس کی دلی آرزوؤں اور خواہشات کو طشت میں رکھ کر بازار میں پھیلنے کے لئے کہا جائے تو اس کو جھجک محسوس نہ ہو کیونکہ اس کے خیالات اور آرزوئیں خلاف تقویٰ نہیں ہونگی، اس وقت وہ تقویٰ کی چوٹی پر پہنچ سکتا ہے ورنہ اس کی رسائی وہاں تک نہیں ہو سکتی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جن طرح تم اپنا ظاہر مخلوق کے لئے آراستہ کرتے ہو اسی طرح اپنا باطن حق تعالیٰ کے لئے آراستہ کرو۔ یہی تقویٰ ہے۔
حضرت ابو ذر وارضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

يُؤَيِّدُ الْعَبْدُ أَنْ يُعْطِيَ مَنَاءً
بِئْزِدَ مَا هُوَ فِيهِ
وَقَوْلُ الْمَرْءِ فَايِدَ لِي وَمَا لِي
بِئْزِدَ مَا هُوَ فِيهِ
وَقَوْلُ الْمَرْءِ فَايِدَ لِي وَمَا لِي

بندہ کہتا ہے کہ یہ میرا فائدہ ہے یہ میرا مال ہے
حالانکہ وہ جن سے نفع اندوز ہونا چاہتا ان تقویٰ بہتر ہے

حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ ہدایت فرمائیے، آپ نے ارشاد فرمایا: خدا سے ڈرتے رہو، یہ تمام بھلائیوں کا مجموعہ ہے، جہاد کے پابند رہو یہ اسلام کی (جائز) رہبانیت ہے، خدا کی یاد پابندی سے کرو یہ تمھارے لئے روشنی ہے۔

ابی ہریرہ بن ہریرہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انس سے سنا ہے کہ انھوں نے ارشاد فرمایا ”کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور! آپ کی آل کون ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا ہر مومن منقی میری آل ہے۔ الغرض تقویٰ ہم خوبیوں کا مجموعہ ہے اور تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی فرامرداری کے ساتھ ساتھ اس کے عذاب سے بچا رہے۔ عرب

کا محاورہ ہے اتقی فلان بتوسلہ فلاں شخص نے اپنی ڈھال سے پناہ لی۔ تقویٰ کی اصل شرک سے بچنا، اس کے بعد معاصی و۔۔۔
سینیات سے بچنا پھر شہادت سے بچنا اور اس کے بعد فضول اور بیکار باتوں کو ترک کر دینا ہے۔ اَتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ،
(اللہ سے ڈرو جتنا ڈرنے کا حق ہے) کی تفسیر میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے اس کو یاد کیا جائے۔
فراموش نہ کیا جائے اس کا شکر ادا کیا جائے ناشکری نہ کی جائے۔

حضرت سہیل بن عبد اللہ نے فرمایا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے، رسول اللہ کے سوا کوئی دلیل و رہنما نہیں،
تقویٰ کے سوا کوئی توشہ نہیں اور صبر کرنے کے سوا کوئی عمل نہیں۔ کنانیؒ نے فرمایا: ”نیا کو مصیبتوں پر تقسیم کیا گیا ہے اور جنت
کو تقویٰ پر جو شخص اپنے اور اللہ کے مابین تقویٰ اور مراقبہ کو کام میں نہ لائے وہ کشف و مشاہدہ تک نہیں پہنچ سکتا۔
نصر آبادیؒ نے فرمایا کہ تقویٰ یہ ہے کہ بندہ ماسوا اللہ سے بچے (اللہ کے سوا ہر چیز سے گریز کرے) سہیلؒ فرماتے ہیں کہ
جو چاہتا ہے کہ اس کا تقویٰ درست ہو جائے اس کو چاہیے کہ تمام گناہوں کو چھوڑ دے اور یہی قول ہے نصر آبادیؒ کا کہ جس نے
تقویٰ کو اختیار کر لیا وہ دنیا کو چھوڑنے کا مشتاق بن گیا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ
يَتَّقُونَ ہ بیشک آخرت کا گھر متقی لوگوں کے لئے بہتر ہے۔

بعض مشائخ عظام نے فرمایا کہ جس کا تقویٰ درست ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل سے دنیا کی کنارہ کشی کو سہل و آسان
بنا دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ زودباریؒ فرماتے ہیں کہ تقویٰ ہر اس چیز کے ترک کر دینے کا نام ہے جو تجھے اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتی
ہے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ جو اپنے ظاہر کو مخالف شرع باتوں سے اور اپنے باطن کو خدا سے غافل رکھنے والی باتوں
سے آلود نہ کرے، موقف الاتفاق میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ ابن عظیمہؒ نے فرمایا متقی کے لئے ظاہر بھی ہے اور
باطن بھی اس کا ظاہر حدود شرعی کی محافظت ہے اور اس کا باطن حسن نیت اور اخلاص ہے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا
کہ زندگی اسی کی ہے جو ایسے مردان خدا کے ساتھ ہو جن کے دل تقویٰ کے آرزو مند ہوں اور اللہ کے ذکر میں خوشحال ہوں۔
ابو حفصؒ نے فرمایا پرہیزگراں محض کو اختیار کرنے میں ہے کسی دوسری چیز میں نہیں ہے، حضرت ابوالحسن زنجانیؒ نے فرمایا
جس کا سرمایہ تقویٰ ہے اس کی تعریف سے زبانیں گنگ ہیں (اس کی تعریف نہیں کی جاسکتی) واسطیؒ نے کہا کہ تقویٰ یہ ہے کہ اپنے تقویٰ
کی دید سے پرہیز کرے (ایسی صورت پیدا نہ کرے کہ اس کے تقویٰ کے اظہار کے مواقع پیدا ہوں اور اس کی نگاہوں سے گزریں
لوگ اس کے سامنے اس کے تقویٰ کی تعریف کریں)۔

مروی ہے کہ ابن سیرینؒ نے گھسی کے پالیس کپتے خریدے ان کے غلام نے کسی کپتے سے چوہا نکالا! ابن سیرینؒ نے
غلام سے دریافت کیا کہ چوہا کس کپتے سے نکالا؟ غلام نے کہا مجھے یاد نہیں رہا تو آپ نے تمام کپتوں کا گھسی پھینکوا دیا۔
بعض آثار کبار سے منقول ہے کہ وہ اپنے مقروض کے درخت کے سائے میں بھی نہیں بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے
کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس قرض سے کچھ نفع حاصل ہو وہ سود ہے، منقول ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے
اپنے ایک فقیہ کے ساتھ جنگل میں کپڑے دھوئے، دھونے کے بعد ان کے ساتھی نے کہا کہ ان کپڑوں کو انگور کی باڑھ (انگور کی ٹٹی)
پر پھیلا دیں، آپ نے کہا ہم لوگوں کی دیوار میں مینج نہیں کاڑتے، ساتھی نے کہا اچھا درخت سے لٹکا دیں تو آپ نے فرمایا

نہیں اسی ٹبنیاں لوٹ جائیں گی، ساتھی نے کہا تو پھر اذخر (مرچیا گند) گھاس پر پھیلا دیں تو آپ نے فرمایا یہ چوپالوں کا چارہ ہے ہم جانوروں سے اس کو نہیں چھپا سکتے (کپڑوں کے پھیلائے سے گھاس چھپ جائے گی) آخر کار آپ نے اپنی ہڈی پر کپڑے ڈال لئے اور سورج کی طرف ہڈی کر کے کھڑے ہو گئے، جب کپڑے ایک رخ سے سوکھ گئے تو ان کو الٹ دیا پھر دوسرا رخ بھی سوکھ گیا، اس طرح آپ نے کپڑے خشک کر لئے۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے فرمایا کہ مبین ایک رات منجرہ بیت المقدس کے نیچے ٹھہر گیا۔ کچھ رات گئے دو فرشتے اترے، ایک نے دوسرے سے کہا یہاں کون ہے؟ دوسرے نے جواب دیا ابراہیم بن ادھمؒ! پہلے فرشتے نے کہا یہ وہی ابراہیم ادھمؒ ہے جس کے مراتب میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ کم کر دیا ہے، دوسرے نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہوئی۔ پہلے نے کہا ابراہیم نے بقرہ میں کچھ جھوٹے خریدے تھے، میوہ فروش کے چھوڑوں میں سے ایک چھوہارا (تول کے علاوہ) ان کے چھوہاروں میں گر گیا تھا (وہ انھوں نے رکھ لیا)۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کا بیان ہے کہ یہ سنتے ہی میں بصرہ واپس آیا، اسی دوکاندار سے چھوہارے خریدے۔ ایک چھوہارا دوکاندار کے چھوہاروں میں ڈال دیا اور پھر بیت المقدس لوٹ آیا اور منجرہ کے نیچے آکر سویا۔ کچھ رات گئے وہی دو فرشتے وہاں اترے اور ایک نے دوسرے سے پوچھا یہاں کون ہے؟ دوسرے فرشتے نے جواب دیا ابراہیم ادھمؒ ہے، پہلے نے کہا یہ وہی شخص ہے جس نے چیز کو اس کی جگہ واپس کر دیا (یعنی چھوہارا)، اور اس کا درجہ جو کم کر دیا تھا پھر بلند کر دیا گیا۔

کہا گیا ہے کہ تقویٰ کی کئی قسمیں ہیں ان میں سے عوام کا تقویٰ ترکِ شرک ہے، خواص کا تقویٰ ترکِ معاصی کے بعد خواہشاتِ نفس کو ترک کر دینا اور ہر حال میں نفس کی مخالفت کرنا ہے، اولیاء و خواص کا تقویٰ ہے ہر چیز میں اپنے ارادہ کا ترک کر دینا، نفلی عبادات کا خالص اللہ کے لئے بجالانا، اسباب سے وابستگی کو ختم کر دینا اور ماسویٰ اللہ کی طرف توجہ اور میلان سے کنارہ کش ہو جانا، حال و مقام کی پابندی کو ترک کر کے تکمیلِ فرائض کے ساتھ تمام باتوں پر اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرنا۔

انبیاء علیہم السلام کا تقویٰ یہ ہے کہ کوئی غیبان سے غیب میں سجادہ نہیں کرتا (یعنی عالم غیب میں ہر غیبان کی مذہبی کارہنما ہوتا ہے اور وحی پر ہر وقت ان کی نظر ہوتی ہے بس یہ تقویٰ میں اللہ (اللہ کی طرف سے) الی اللہ (اللہ کی طرف) ہوتا ہے اللہ ہی ان کو حکم دیتا ہے اور اللہ ہی منع فرماتا ہے، وہی ان کو توفیق عطا کرتا ہے اور ادب سکھاتا ہے، وہی ان کو پاکیزہ بناتا بنا دیتا ہے، وہی ان کو بیماری سے شفا دیتا ہے، وہی ان سے کلام اور گفتگو کرتا ہے وہی ان کو ہدایت دیتا اور رہنمائی فرماتا ہے۔ وہی ان کو برکت عطا کرتا ہے، وہی ان کو آگاہ کرتا ہے، وہی ان کو صاحبِ بصیرت بناتا ہے، عقل کو اس میں مجال نہیں دیکر مداخلت کر سکتے) انبیاء تمام انساؤں بلکہ فرشتوں سے بھی الگ ہوتے ہیں۔ البتہ ان امور میں جن کا تعلق امت اور عام مومنین کے جو ظاہری احکام اور واضح امور ہیں ان میں انبیاء عام لوگوں کے ساتھ شریک ہیں ان باتوں کے علاوہ دوسرے امور میں وہ منفرد ہیں البتہ مخصوص اولیائے کرام اور عظیم المرتبت ابدالوں کو اس تقویٰ کا کچھ حصہ مل جاتا ہے، یہ حضرات تقویٰ کی اپنے الفاظ میں تعبیر نہیں کر سکتے ان امور کا ان سے ظہور ہوتا ہے، لوگوں کے فہم و ادراک اور حس سامعہ میں صرف وہی چیز آجاتی ہے۔ جو ان اولیاء کرام کی زبان پر آجائے پس اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بغیر ارادہ، بیاختہ کوئی لفظ یا چند الفاظ ان کی زبان سے نکل جاتے ہیں بس فوراً ہی ان کے اس جوش کو ساکن اور ان کے ہیجان کو ساکت کر دیا جاتا ہے اور اس پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے وہ

اس سکوت و سکون کے بعد فوراً بیدار ہو جاتے ہیں اور اپنی زبانوں کو (بیان سے) روک لیتے ہیں اور جو کچھ ہو چکا ہے (یا وہ کہہ چکے ہیں) اس کی اللہ سے معافی مانگتے ہیں، عبارت کو بدل دیتے ہیں اور ادا شدہ الفاظ کو معقول طریقے پر درست کر لیتے ہیں اس طرح کہ معمول کے مطابق ان کا مفہوم پیدا ہو جائے۔

حصول تقویٰ

کی

ابتدائی صورت

تقویٰ کس طرح حاصل کیا جائے

حصول تقویٰ کی ابتدائی صورت یہ ہے کہ سب سے پہلے ان مظالم کی معافی مانگے جو اس نے لوگوں پر کئے ہیں اور ان کے حقوق کے مطالبات سے عہدہ برآ ہو جائے اس کے بعد صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے آزادی حاصل کرے اور اپنے دل کے گناہوں کو ترک کرنے میں مشغول ہو کہ دل کے گناہ ہی تمام گناہوں کی اصل بنیادیں

دل ہی سے دوسرے اعضاء میں گناہوں کی تحریک ہوتی ہے جیسے ریا و نفاق، عجب و تکبر، حرص و طمع، مخلوق سے امید جاہ و مرتبت اپنے ہم جنسوں پر تفوق و برتری کے گناہ (کہ ان کی جڑ دل ہی ہے) جن کی تفصیل بہت طویل ہے، ان تمام کو ترک کرنے کی طاقت خواہشات نفس کی مخالفت سے پیدا ہوتی ہے، (پس نفسانی خواہشات کی مخالفت کرے تاکہ تمام قلبی گناہوں کو ترک کرنے کی طرف قدم بڑھا سکے۔)

اللہ تعالیٰ کے حکم کی موجودگی میں (اس کے حکم کے خلاف) کسی چیز کو پسند نہ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے ساتھ اپنی کسی تدبیر کو کام میں لائے اور نہ اپنی تدبیر کو تدبیر الہی پر ترجیح دے، اپنے رزق میں کسی سبب اور وجہ کو تلاش نہ کرے خلق کے انتظام میں اللہ کے کسی حکم پر اعتراض نہ کرے، ہر چیز کو اللہ کے سپرد کرے اور اس کا مطیع و فرماں بردار بن جائے، اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دے اور اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ایسا بن جائے جیسے ایک شیر خوار بچہ اپنی آنکھ (دودھ کھلائی) کی گود میں ہوتا ہے، جیسے مردہ غسل کے ہاتھ میں مسلوب لاختیار ہوتا ہے۔ بندوں کی نجات اور رستگاری صرف اسی طریقہ میں ہے۔

تقویٰ کا حصول

اگر کوئی یہ کہے کہ اس طریقہ کو کس طرح حاصل کیا جائے تو اس کو بتا دیا جائے کہ اس راستہ کے حصول کا مدار ہے، سچے دل سے اللہ کی پناہ حاصل کرنا، سب سے الگ ہو کر اللہ کا ہو جانا اس کے اوامر و نواہی کی تعمیل کر کے اس کی طاعت و بندگی کی پابندی، اپنے آپ کو تقدیر الہی کے سپرد کر دینا، اس کے حدود کی حفاظت کرنا اور ہمیشہ اپنے حال کی نگہداشت کرنا۔

نجات

نجات کے بارے میں مشائخ کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ جس کو بھی نجات ملی اس کو بغیر اس کے نہیں ملی جب تک وہ صدق دل سے اللہ عزوجل کی پناہ میں نہ آجائے۔

نجات کے بارے میں مشائخ کے اقوال

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ عَلَى الْبَلَاءِ الَّذِينَ خَلَقُوا حَتَّىٰ إِذَا أَصَابَتْ عَلَيْهِمُ الْأَمْْرُضُ بِمَا رَحَبَتْ وَ ضَا قَتْ عَلَيْهِمُ أَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوا أَنَّهُمْ لَا مُجَاءَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ۚ

اللہ نے اپنی رحمت فرمائی ان تین شخصوں پر جو پہچھے رہ گئے تھے یہاں تک کہ زمین ان پر تنگ ہو گئی اپنی وسعت کے باوجود اور ان کے نفوس بھی ان پر تنگ ہو گئے (جہاں سے عاجز آ گئے) اور انھوں نے گمان کیا اس کے سوا کہ اللہ ہی کی طرف رجوع کیا جائے اس سے بچنے کا کوئی اور طریقہ نہیں ہے۔

حضرت ادریسؒ نے فرمایا کہ جس نے بھی نجات پائی وہ صدق و صفا کے بجز نہیں پائی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ يُنَجِّی اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَخَارِقِهِمْ ۚ اللَّهُ تَعَالٰی اَهْلُ تَقْوٰی کو ان کی کامیابی کے ساتھ نجات دیتا ہے۔

حضرت حریریؒ نے فرمایا کہ کوئی شخص وعدہ پورا کئے بغیر ایفائے عہد کے بغیر نجات نہیں پاسکتا جس نے ایفائے وعدہ کا پکڑ لیا وہ نجات پاگیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الَّذِينَ يُؤْتُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ ذَكَرًا يُنْقِضُونَ أَعْمَارَهُمْ ۚ

وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور عہد پیمان کو نہیں اڑتے حضرت عطاءؒ کا ارشاد ہے کہ جب تک حیا موجود نہ ہو کوئی نجات نہیں پاسکتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْصُرُ مَا هُمْ بِرُكْبَةٍ ۚ

رکھا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے۔ بعض مشائخ عظامؒ فرماتے ہیں کہ بغیر حکم الہی اور قضاے سابق کے جو اللہ کے علم میں پہلے سے تھی کسی نجات پانے والے نے نجات نہیں پائی۔ اللہ فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ ۚ

(جن کے لئے ہماری طرف سے پہلے ہی بھلائی مقدر ہو چکی ہے) وہ دونوں میں نہیں جائیں گے

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ دنیا اور دنیا سے روگردانی کے بغیر کسی نجات پانے والے کو نجات متیسر نہیں آئی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے إِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَ لَعِبٌ (دنیاوی زندگی تو نرا لہو و لعب ہے) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے قرب الہی حاصل کرنے والوں کے لئے قرب کے حصول کا ذریعہ ادائے فرض سے زیادہ بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا، جب سے اللہ نے دنیا کو پیدا کیا ہے اس کو کبھی پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا اس حدیث کی تشریح و تفسیر میں حضرت بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا مکروہ ہے اللہ تعالیٰ نے نگاہ رحمت سے اس کی طرف کبھی نہیں دیکھا یہ دنیا اللہ اور بندے کے درمیان بڑا حجاب ہے، یہ کھوٹے کھرے کا معیار (کسوٹی) ہے

جن کو دنیا سے لگاؤ ہوتا ہے وہ حق سبحانہ تعالیٰ کی مناجات میں لذت نہیں پاتے اس لئے کہ دنیا اللہ اور اس کی پسندیدہ چیزوں کی ضد ہے اور ضد کو اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا۔

توحید و طاعت اور

وعدہ و وعید

وعدہ و وعید | جس طرح اللہ تعالیٰ نے ثواب کا وعدہ فرمایا اور عذاب سے ڈرایا ہے، جنت و راحتِ عقبیٰ کی رغبت دلائی ہے اور دوزخ سے ڈرایا ہے، اسی طرح مخلوق کو اپنی توحید اور طاعت کی طرف بلایا ہے پس اس نے ڈرایا، دھمکایا، متنبہ فرمایا تاکہ حجت پوری ہو جائے اور مخلوق کو کوئی عذر باقی نہ رہے، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

مُرْسَلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لَعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ

ہم نے پیغمبروں کو بھیجا جو لوگوں کو بہشت کی خوشخبری دیتے ہیں اور دوزخ سے ڈراتے ہیں تاکہ رسولوں کو بھیجنے کے بعد لوگوں کو اللہ کے خلاف کوئی حجت باقی نہ رہے۔

اور ایک دوسری آیت میں فرمایا:-

وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَا هُمْ بَعْدَ آبٍ مِّن قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَمْرُنَا سَلَّمْنَا إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ مِّن قَبْلِ أَنْ نَذِلَّ وَنَخْزَىٰ ۚ

اگر اس سے قبل ہم ان کو عذاب سے ہلاک کر دیتے تو (قیامت کے دن) وہ کہتے کہ پروردگار تو نے ہمارے پاس پیغمبر کیوں نہیں بھیجا کہ ہم ذلیل و خوار ہونے سے پہلے تیرا حکم بجالاتے۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:- وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ۚ (بغیر پیغمبر بھیجے ہم عذاب نہیں دیا کرتے) اور یہ بھی ارشاد فرمایا:- يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مُّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۚ

اے لوگو! بیشک تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور شفا اس کے لئے ہے جو سینوں میں ہے اور مومنین کے لئے ہدایت اور رحمت آچکی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خوف دلانے اور عذاب سے ڈرانے کے لئے ارشاد فرمایا:-

وَعِيدُ اللَّهِ | وَيَحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَاللَّهُ رَؤُفٌ بِالْعِبَادِ ۚ

اللہ تم کو اپنے (ذاتی) عذاب سے ڈراتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا شفقت کرنے والا ہے۔

مزید ارشاد فرمایا:- وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ

جان لو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ اس سے واقف ہے پس اس سے ڈرتے رہو۔

اور:- وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۚ

جان لو کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

اور فرمایا:- وَالْقَوْنِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ۚ

اے دانشورو! مجھ سے ڈرو۔

اور بھی زیادہ واضح طور پر ارشاد فرمایا:-

وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

ارشاد فرمایا: ۱۔ وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةُ ۝ اور ارشاد فرمایا: ۲۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ وَاحْشَوْا يَوْمًا لَا تَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلَاٌ ذُو جَانٍ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغُرُورُ ۝

مزید فرمایا: ۳۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝

۴۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَتُؤْتُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلَنْ نَنْظُرَ نَفْسٌ مَّا قَدْ مَتَّ لِعَاقِبَةٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

اور ارشاد فرمایا: ۵۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۝

اسی سلسلہ میں مزید فرمایا گیا: ۶۔ أَفَحَسِبْتُمْ إِنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنْتُمْ لَا تَرْجَعُونَ ۝ أَمْ يَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى ۝ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ۷۔ أَفَأَمِّنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيِّنًا وَهُمْ نَائِمُونَ ۝ أَوَأَمِّنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا مُضْهِيًا وَهُمْ يَلْعَبُونَ ۝

اس دن سے ڈرو جس دن تم اللہ کی طرف لوٹو گے پھر وہ نفس (رجان) کو بدل دیگا۔ جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا اور اس دن سے ڈرو جو کبھی کسی کے کام نہ آئے گا اور اس سے بدلہ قبول کیا جائے گا اور کوئی سفارش اس کیلئے نفع بخش ہوگی۔ اے لوگو! اپنے اللہ سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جب باپ اپنے بیٹے کو نجات نہ دلا سکے گا اور بیٹا باپ کو، خدا کا وعدہ سچا ہے پس دنیا کی زندگی سے دھوکا نہ کھاؤ! اور شیطان اللہ کے متعلق تم کو بھوکے میں نہ رکھے

اے لوگو! اپنے اس مالک سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اس سے اس کے جوڑے کو پیدا کیا پھر دونوں سے بہت سے مرد اور عورتوں کو پیدا کیا اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس کے ہاں پریم باہم مانگتے ہو اور رشتہ داروں کو منقطع کرنے سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تمہارا نگہبان ہے۔

ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچ بات کہو!!

اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور ہر شخص اس چیز کو دیکھے جو اس نے کل کے لئے بھیجی ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم نے تمہیں یونہی بے فائدہ پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہیں لوٹو گے۔

کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ وہ یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا۔ کیا بستی والوں کو اس بات کا ڈر نہیں کہ رات کے وقت ان پر ہمارا عذاب آئے اور وہ سوتے ہوں یا وہ اس بات سے بے خوف ہو گئے ہوں کہ چاشت کے وقت ان پر ہمارا عذاب آئے اور وہ کھیل میں لگے ہوں۔

اے مسکین! ان آیات (مذکورہ بالا) کا تیرے پاس کیا جواب ہے؟ اور ان ارشادات کے مطابق تیرا خواہشات کی پٹری کیا عمل ہے؟ کیا تو اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی سے باز آ گیا ہے؟ یہ خواہشات ناپاک ہیں دنیا کا انجسام! اور آخرت میں تجھے ہلاک کرنے والی ہیں، تجھے بدبختی اور خواری کی جگہ پر جھونکنے والی ہیں وہ جگہ ایسی ہے جس کی آگ تجھے جلائے گی اور جس کے سانپ تجھے ڈسیں گے، اور جہاں کے بچھو تجھے گزند پہنچائیں گے، اذیت، تکلیف دینے والی چیزیں تجھے اذیت و تکلیف میں مبتلا کر نیچی، جہاں کے کیڑے مکوڑے تجھے کھائیں گے، جہاں کے فرشتے اور نگہبان تجھے ماریں گے اور ہر روز نو بنو قسم قسم کے عذاب تجھے دیئے جائیں گے، جہاں فرعون، ہامان، قارون اور شیطان کے ساتھ ساتھ تو بھی ہوگا۔

ترغیب (تقویٰ) کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:-

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ اس کے لئے نیکاس (بچاؤ) کا راستہ نکال دیتا ہے اور ایسی جگہ سے اس کو رزق پہنچاتا ہے جس کا گمان بھی نہیں تھا

مزید ارشاد فرمایا:-

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَكْفِرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا ۚ
اور فرمایا:- يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّتْ بِرَبِّكَ
الْكِبْرِيْمَةُ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّكَ فَعَدَّ كَلَّكَ ۚ
مزید ارشاد فرمایا:- أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَخْشَوْا
فَلَوْ بِهِمْ لَبُذْ كَرِ اللَّهُ ۚ

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے گناہ ساقط کر دیتا ہے
اے انسان! تجھے کس شے نے دھوکا دیا؟ تیرا پروردگار وہ اللہ کریم
ہے جس نے تجھے پیدا کیا اور ٹھیک کیا اور سوار (تیرے صحیح اور مکمل اعضاء پر)
جو لوگ ایمان لائے ہیں، کیا ان کے لئے (ابھی) وقت نہیں
آیا ہے کہ ان کے دل ڈراور عاجزی سے اللہ کو یاد کریں۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کی رغبت دلائی ہے کہ تم اس فضل تلاش کرو، اس کی وسیع رحمت کو ڈھونڈو، اس کے پاک رزق کی جستجو کرو اور تقویٰ کی راہوں پر چل کر اور اس پر مداومت کر کے راحت پذیر اور طمانیت اندوز ہو۔ تمہارے لئے اس نے تقویٰ کی راہوں کو واضح کر دیا ہے اور حجت بیان فرمادی ہے، اس کے بعد تمہارے گناہوں کو معاف فرمائیے، خطاؤں کو ساقط فرمادینے اور اجر و ثواب کو بڑھانے کا ذمہ لیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے:-

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَكْفِرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا ۚ

سے آنکھیں بند کر لینے اور اس کی آیات و نصائح کے سننے پر بہرہ بن جانے پر خبردار کیا ہے اور ارشاد فرمایا:-
مَا غَرَّتْ بِرَبِّكَ الْكِبْرِيْمَةُ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّكَ فَعَدَّ كَلَّكَ ۚ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو صفت کریم سے موصوف فرمایا ہے تاکہ تم اس کے معاملے میں روگردانی اختیار نہ کرو، اور اس کے قرب سے نفرت نہ کرنے لگو اور دوسری مخلوق کی طرف راغب ہو جاؤ اس کے بعد اس نے تم کو پیدا کیا اور عدم سے تم کو وجود میں لایا، ساتھ ہی زندگی عطا فرمائی، اس کے بعد تم کچھ بھی نہ تھے، تمہاری تنگدستی کے بعد تمہیں غنی کیا اور تمہاری ضعیفی کے بعد تم کو قوی کیا، تمہارے اندھے پن کے بعد اپنے معاملات میں تمہیں بصیرت بخشی، جہالت کے بعد علم دیا اور گمراہی کے بعد ہدایت مرحمت فرمائی، پس اے غافل تو اس کے

اس فضلِ عظیم کو طلب کرنے سے بیٹھ رہا ہے اور کیوں اس کی طاعت کی پابندی سے سستی کر رہا ہے، اس کی طاعت تو تجھے دنیا میں معزز بنا دے گی اور آخرت میں سعادت تیرے نصیب میں ہوگی اور تیرے بلند درجات کو مزید بلند کر دے گی۔ کیا تجھے دنیاوی حیات پسند ہے؟ کیا تو بہتر کے عوض حقیر چیز کے لئے تیار ہے؟ کیا تو نے دنیا کو، دنیا والوں کو، اور اس کی ظاہری زرب و زینت کو جو سب کے سب فنا ہونے والے ہیں، فرزندِ مومن اعلیٰ پر پیغمبروں، صدیقوں اور شہیدوں کی رفاقت پر ترجیح دی ہے؟

کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا:-

أَرْضَيْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۚ

کیا تم نے آخرت کے بجائے دنیاوی زندگی کو پسند کر لیا ہے؟ حیاتِ دنیا کا سامان تو آخرت میں بہت حقیر ہوگا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:-

بَلْ تُؤْخِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى ۚ

بلکہ تم تو دنیاوی زندگی ہی کو پسند کرتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور لازوال ہے

ارشاد فرمایا ہے:-

فَمَا مِمَّنْ ظَلَعَا أَشْرَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَى ۚ

جس نے سرکشی کی اور دنیاوی زندگی کو اختیار کیا تو اس کے لئے دوزخ ہے اور وہی اس کا ٹھکانہ ہے!!

باب ۱۲

جنت اور دوزخ

جنت اور دوزخ
میں داخلہ

واضح رہنا چاہیے کہ دوزخ میں داخل ہونا کفر کے سبب سے ہے اور وہاں عذاب کی زیادتی اور جہنم کے

طبقات کا فرق اور ان کی تقسیم برے اعمال، اخلاق کے مطابق ہوگی، اور جنت میں داخلہ ایمان

کی وجہ سے ہوگا اور وہاں کا عیش (جاودانی) اور اس کی فراوانی اور جنت کے طبقات کی تقسیم

فضائل اخلاق اور اعمال حسنہ کے مطابق ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمایا اور اہل جنت کے ثواب کے لئے اس کو نعمتوں

معمور فرمادیا اور دوزخ کو پیدا کر کے دوزخیوں کے عذاب کے لئے اس کو عذاب سے بھریا ہے، دنیا کو پیدا فرما کر آزمائش و

امتحان کے لئے اس کو آفتوں اور نعمتوں سے بھر دیا پھر حق تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور ان سے جنت و دوزخ کو چھپادیا،

انسان نے ان دونوں کو نہیں دیکھا، لہذا دنیا میں جس قدر دکھ سکھ ہیں وہ آخرت کی راحت و تکلیف کا نمونہ ہیں اور جو

کچھ آخرت میں ہے اس کا ذائقہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے زمین پر اپنے بندوں میں سے بادشاہ بنائے اور ان کو سلطانی قدرت اور غلبہ عطا فرمایا لوگوں

کے دلوں میں ان کی ہیبت بٹھائی، تاکہ وہ ان پر حکومت کریں یہ ایک نمونہ اور مثال ہے اللہ کی تدبیر حکمرانی اور اس کے

نفاذ حکم کی، ان سب باتوں کی خبر اس نے قرآن مجید میں مے دی !! دنیا اور آخرت کی حالت بیان فرمادی، اپنی

حکومت، اقتدار، انتظام، احسان اور اپنی صنعت گری کو بھی واضح فرمادیا اور مثالیں بھی بیان فرمادیں۔

(تاکہ فہم کو آسانی ہو)۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:-

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ لَضَرِبَ لَهَا لِلنَّاسِ
وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ

وہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں۔ جسے دانہ
لوگ ہی سمجھتے ہیں۔

بس اللہ کے جاننے والے اللہ کی بیان فرمودہ مثالوں کو سمجھتے ہیں، مثل کے معنی ہیں کہ دیکھی ہوئی چیز کے ذریعہ

مثلاً کا فائدہ کسی ان دیکھی چیز کی حالت کو تم سمجھ سکو، اور جس چیز کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اس کے واسطے سے

اس چیز کو پہچان لو جو آنکھوں کے سامنے نہیں ہے اس طرح تم ان چیزوں کا ادراک کر لو گے جو آنکھوں سے نظر نہیں

آتی ہیں، تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی حقیقی بادشاہت اور دونوں جہان کی بھلائیوں اور اس کے معاملات کو خوب اچھی طرح

سمجھ لو۔

پس دنیا کی ہر راحت اور لذت جنت کا نمونہ اور اس کا ذائقہ ہے، جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے

جنت کی مثال اور نہ کسی کان نے سنا نہ کسی انسان کے دل میں اس کا تصور آیا، اگر بندوں کے سامنے اللہ تعالیٰ

ان نعمتوں میں سے کسی نعمت کا نام ظاہر بھی فرمادیتا تو نام سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا کہ نہ کسی نے اس کو سمجھا ہے اور

دیکھا ہے اور نہ دنیا میں اس کا کوئی نمونہ موجود ہے، مثلاً اسلام نے بتایا ہے کہ جنت کے سوجھے ہیں اور ان میں سے صرف تین درجوں کی حالت اور کیفیت بیان کی گئی ہے یعنی سونا، چاندی اور نور کے درجات، اس سے آگے بیان نہیں فرمایا کیونکہ وہ عقل میں نہیں آسکتے۔

اسی طرح دنیا میں جو تکالیف اور آلام ہیں وہ بھی دار آخرت کا نمونہ ہیں، ان کے علاوہ عذاب کی دوزخ کی مثال جو اور شکلیں ہیں عقل ان کو برداشت نہیں کر سکتی۔ یہ تمام عقوبتیں اور دوزخ کے عذاب ان پر ہونگے جن پر اللہ کا غضب و عتاب ہوگا اور جنت کی تمام نعمتیں ان کے لئے ہوں گی جو اللہ کی رحمت کے مستحق ہیں۔ جو بندہ دنیا کی چیزوں میں سے متباح نعمت کو استعمال کرتے ہیں اور اس پر اللہ کا شکر بجالاتے ہیں اس کو اس شکر کے عوض جنت میں ایسی نعمت ملے گی جس کے سامنے یہ دنیاوی نعمت بہت ہی حقیر ہے اور جو دنیا کی ممنوعہ نعمت کو استعمال کرے گا وہ آخرت کے درجات اور اس کی نعمتوں سے اپنے آپ کو محروم کر دے گا اور جو آخرت کو سچا (حقیقت) نہیں سمجھے گا وہ اپنے نفس کو جنت کی ہر نعمت سے محروم کر دے گا۔

اہل جنت کے انعامات اہل جنت کے لئے جنت عروسیں، ولیمے اور مہانیاں ہونگی۔ عرائس، دعوتیں وغیرہ اس لئے ہونگی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دارالسلام کی جانب بلایا تاکہ ان کو خوبصورت، تروتازہ اور ابدی زندگی عطا فرمائے، شادیوں کی دعوتیں اور ضیافتیں ملاقات کے لئے ہونگی کیونکہ اہل جنت باہم ملاقات بھی کریں گے اور آپس میں باتیں کرنے کے لئے اچھی اچھی جگہیں بھی ہوں گی، طوبی کے سائے میں ان کا اجتماع بھی ہوگا جہاں پیغمبروں کی نیارت اور ملاقات سے مشرف ہونگے، فرشتوں کے آپس میں جلسے بھی ہونگے، ان سب پر اللہ رب العزت جل و علی کا سلام ہوگا، وہاں بازار ہونگے وہاں وہ اپنی پسند کی چیزیں منتخب کریں گے۔ اور نماز کے اوقات میں صبح و شام اللہ تعالیٰ کی جانب سے الوان نعمت مطعومات و مشروبات اور فواکھات تحفہ میں دیئے جائیں گے، ان کو اتنا دافر رزق دیا جائے گا کہ وہ کبھی کم نہیں ہوگا اور نہ اس کی کمی محسوس ہوگی بلکہ اللہ کی جانب سے روز بروز اس میں اضافہ ہوگا۔ جب اہل جنت کے سامنے یہ عمدہ، لذیذ تازہ بتازہ نعمتیں آئیں گی تو وہ پہلی چیزوں کو بھول جائیں گے پھر وہ ایسے مقام پر لے جاتے جائیں گے جہاں نہر کوتر کے کنارے باغوں میں موتیوں کے خیمے نصب ہونگے، ان میں سے ہر خیمہ ساٹھ مربع میل کا ہوگا اور اس میں کوئی دروازہ نہیں ہوگا، ان خیموں کے اندر عطر بیز جسم والی باندیاں ہوں گی ایسی جن کو نہ کبھی فرشتے نے دیکھا ہوگا نہ جنت کے کسی خادم نے نہ وہ خیمے فیہن خیرات حسن کا مطلب یہی ہے۔ ان خیموں کے اندر ان باندیوں کے علاوہ خوبصورت اور حسین بیبیاں ہونگی، ان کی خوبصورتی کی تعریف جب خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے تو پھر کس کی مجال ہے کہ ان کی تعریف کرے؟ ارشاد فرمایا حور مفعورات فی الخیام (خیموں کے اندر محفوظ حوریں ہونگی) یہ حوریں اللہ تعالیٰ کی منتخب کردہ ہونگی اللہ تعالیٰ نے انھیں خوبصورت اور نیک بنایا ہے، انھیں ابر رحمت سے پیدا کیا ہے جب ابر رحمت برسا ہے تو یہ خوبصورت حوریں پیدا ہوتی ہیں، ان کے چہروں کا نور عرش کے نور سے مستیز و مستفاد ہے پھر ان حوروں کے گرد موتیوں کے خیمے نصب کر دیئے جاتے ہیں۔ تاکہ انھیں کوئی نہ دیکھ سکے گویا انھیں ان خیموں میں پردے میں رکھا گیا ہے

بس وہ صرف اپنے شوہروں کے لئے جیموں کے اندر محفوظ ہوں گی، اہل جنت محلوں کے اندر اپنی ان بیویوں (ازواج) کے ساتھ لطف اندوز ہوں گے اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، وہ اس نعمت کو پاتے رہیں گے، جب مثبت الہی کے مطابق ان نعمتوں اور راحتوں کی تجدید کا دن آئے گا تو بہشت کے درجات میں ان کو پکارا جائے گا کہ اے اہل جنت! آج خوشی مسرت اور سرور کا دن ہے تم اپنی تفریح گاہ کی طرف نکلو اس وقت وہ لوگ موتی اور یاقوت کے گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے اپنے محلوں کے دروازوں سے نکلیں گے اور فرحت و سرور کے میدانوں میں پہنچیں گے یہ لوگ وہاں پہنچ کر ان باغوں کی سیر کریں گے جو نہر کوثر کے کنارے واقع ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ ہر جنتی کی اس کی منزل کی طرف رہنمائی فرمائے گا اور پھر ہر شخص اپنے آپ کو اپنے خیمے کے پاس کھڑا ہوا پائے گا، اس خیمے کا کوئی دروازہ نہیں ہوگا اسی وقت وہ خیمہ اللہ کے محبوب بندے کے سامنے شق ہو جائے گا اور اس سے دروازہ نمودار ہوگا تاکہ اس کو معلوم ہو جائے کہ اندر کی نعمتوں (جو وہ کو کسی نے نہیں دیکھا ہے) اس طرح اس وعدہ کی تکمیل ہو جائے گی جو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں فرمایا تھا کہ فیہن خیرات حسان اور فرمایا تھا خُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِی الْخِیَامِ اور جس کی صفت یہ بیان فرمائی تھی لَمْ یُطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ (جنتیوں سے پہلے ان عورتوں کو نہ کسی انسان نے چھوا ہوگا اور نہ کسی جن نے)۔ پھر یہ لوگ جنتی عورتوں کے ساتھ نزہت کے تختوں پر ٹھکن ہونگے، ان کے سامنے ازواج کے ولیمہ کا کھانا پیش ہوگا ولیمہ کے کھانے سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو شراب طہور (پاکیزہ شربت) سے سیراب فرمائے گا، اور یہ تازہ پھل کھائیں گے جو نو بنو اللہ تعالیٰ ان کو مرحمت فرمائے گا ان کو زیور اور اعلیٰ جوڑے (خلعت) بھی پہنائے جائیں گے اور یہ اپنی خوبصورت بیویوں سے راحت اندوز ہونگے، اپنی حاجت ان سے پوری کریں گے۔ پھر ان باغوں میں نہروں کے کنارے منبت کاری سے آراستہ پیراستہ نفیس نشست گاہوں کی طرف آئیں گے وہاں یہ سبز موٹے گدوں پر بیٹھ جائیں گے اور ان سے سہارا لگائیں گے۔ مُتَّكِنِينَ عَلٰی رُفُوٰی خُضِرٍ وَ عُبُقَرِیٍّ حسان ہ کے یہی معنی ہیں۔

زفرن کی تعریف جب اللہ تعالیٰ خود کسی شے کے بارے میں حسان فرمادے تو پھر کوئی خوبصورتی باقی رہ جاتی ہے زفرن وہ چیز ہے کہ آدمی اس پر بیٹھے تو وہ لچک جاتی ہے اور جذبہ کو جھکے تو بیٹھنے والا بھی ادھر کو جھک جائے۔ (اسپرنگ والا گدا، صوفیہ یا جھولنا اس کی مشابہت کامل تو نہیں ہاں مثال کے طور پر کہہ سکتے ہیں)۔ جب جنتی ان صوفیوں پر بیٹھ جائیں گے تو حضرت اسرافیل علیہ السلام نغمہ سرائی شروع کریں گے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ کی مخلوق میں حضرت اسرافیلؑ سے زیادہ اور کوئی خوش آواز نہیں، جب حضرت اسرافیلؑ نغمہ سرائی شروع کریں گے تو ساتوں آسمان والوں کی تسبیح و تہلیل کی۔ حضرت اسرافیلؑ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کے زنگارنگ منغمے سنائیں گے ان کی نغمہ سرائی کے وقت جنت کا ہر درخت پھولوں سے بھر جائے گا۔ ہر پردہ اور دروازہ گونج اٹھے گا اور کھل جائے گا۔ دروازے کی زنجیر بھی بصورت نغمہ بجنے لگے گی۔ سونے اور چاندی کے جھاری والے نیستانوں (گنجان جھاڑیوں کے جنگل) میں جب اسرافیلؑ کے نغموں کی گونج پہنچے گی تو ان سے بھی طرح طرح کے زمزمے پیدا ہونگے اس وقت ہر حور اپنے مخصوص راگ میں اور ہر کپندہ اپنی آواز میں نغمہ سرا ہو جائے گا، اس وقت اللہ تعالیٰ

ملائکہ کو حکم دے گا کہ تم بھی ان نعمت سراؤں کو جواب دو اور میرے ان بندوں کو اپنے نعمت سناؤ جنہوں نے دنیا میں شیطان کے باجوں سے اپنے کان بند کر لئے تھے۔ فرشتے جواب میں اپنے روحانی نعمت سنائیں گے ان تمام آوازوں سے اہل کر ایک ہمہ پیدا ہوگا اس وقت اللہ تعالیٰ حکم دے گا اے داؤد! اٹھو! سابق عرش کے پاس گھڑے ہو کر میری تقدیس بیان کرو! حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تقدیس و تجید ایسے لکھن سے بیان کریں گے کہ آپ کی آواز تمام آوازوں پر غالب آجائے گی اور ان آوازوں کی لذت چند در چند ہو جائے گی۔ جیسے والے اپنے اپنے گدیوں پر متمکن ہوں گے رنگا رنگ لذتیں اور راگ گانے ان کو محفوظ کر رہے ہوں گے، گونا گوں نعمتوں کے سروں سے ان کے کان بھر جائیں گے۔ ”فہم فی دوضۃ یخبرون“

کے بھی معنی ہیں۔

یحییٰ بن کثیر فرماتے ہیں کہ ”روضہ سے مراد ایک قسم کی لذت ہے اور یہ سماع کا نام بھی ہے“ غرضیکہ اہل جنت اسی لذت و سرور میں ہونگے اتنے میں جنت عدن کی طرف سے ملک القدوس (اللہ تعالیٰ) کی رحمت کا دروازہ کھل جائے گا فوراً ہی باب عدن سے لیکر تمام جنتوں کے تمامی درجات تک روحانیوں کی آوازیں اللہ تعالیٰ کی تجید و تقدیس میں مصروف ہو جائیں گی اور گونجنے لگیں گی۔ عدن سے ایک ہوا طرح طرح کی خوشبو کے ساتھ حیات بخش اور کیف آفریں جھونکے لیکر چلے گی اس کا نام نسیم قربت ہوگا۔ اس کے پیچھے ایک نور چمکے گا، اس نور سے اہل جنت کے باغات، ان کے جیسے اور نہروں کے کنارے روشن ہو جائیں گے اور ہر چیز پر نور ہو جائے گی، اس کے بعد رب العزت کی آواز ان کے سروں کے اوپر سے آئے گی۔ تم پر سلامتی ہو اے میرے محبوبو! میرے دوستو! میرے برگزیدہ بندو! جنت والو! تم نے اپنی تفریح گاہ کیسی پائی! یہ تمہاری عید کا دن ہے، دشمنوں کے نوردز کے بجائے۔ میرے دشمنوں نے نعمتوں کی تجدید کے لئے دنیا میں ایک دن مقرر کیا تھا مگر اپنی بد بختی اور خباثت کی وجہ سے انہوں نے خود اس نعمت کو خراب بنا دیا اس لئے وہ اپنے لئے مطلوبہ لذت نہ پاسکے اور جو کچھ انہوں نے اس دنیا میں طلب کیا تھا اس کے مقابل وہ آخرت میں گھٹے میں رہے اور ان سے اتنا صبر نہ ہو سکا کہ جو چیز میں نے آخرت میں اپنے اطاعت گزاروں کے لئے ہتیا کی ہے اس کو وہ حاصل کر لیتے۔ تم نے ان سے کنارہ کشی کی اور دنیا پرستوں نے جس چیز کی حرص کی تھی تم اس سے باز رہے، آج وہ اپنے کئے کا وبال چکھیں گے۔ دار فنا (دنیا) میں ان کی وہ لذت اور خواہش جلد ہی فنا ہو گئی تھی اور آج وہ ذلت و خواری میں مبتلا ہو گئے۔ تم کو اُس صبر کے عوض جنت محلہ بہشتی۔ تفریح گاہ اور سلامتی حاصل ہوئی، پس یہ تمہارا ”یوم یوزوز“ ہے۔ میرے گھر میں جنت عدن کے اندر یہ تمہاری باہمی ملاقات کا دن ہے۔ دنیا میں تم کو آج کے دن اکثر عبادتیں کرتے اور گناہوں سے اعراض کرتے دیکھا تھا جب کہ لوگ دنیا کے لہو و لعب، معصیتوں اور عیش و عشرت کے مزے اڑا رہے تھے اور دنیا کے لین دین میں مست و مغرور تھے۔ تم میرے حدود کی پابندی کرتے رہے تھے، مجھ سے کئے ہوئے عہد کے پابند تھے اور میرے حقوق کو ضائع کرنے سے ڈرتے تھے (یہ سب کچھ اس کا صلہ ہے۔

لے پس وہ نعمت کی لذت سے بھر جائیں گے۔

دوزخ

دوزخ اور دوزخیوں کے حالات

اس کے بعد دوزخ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا جائے گا جس سے آگ کے شعلے اور دھواں اٹھے گا، دوزخی جیتے چلا تے اور فریاد کرتے ہونگے تاکہ (اس حالت کو دیکھ کر اہل جنت اپنی جنت اور اپنی نشستوں پر بیٹھے ہوئے ان نعمتوں کو دیکھیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی ہیں تاکہ ان کی قابل رشک حالت اور کیف و سرور میں اضافہ ہو۔

دوزخی اپنے قید خانوں اور جیل خانوں سے اس حال میں کہ وہ طوقوں اور بیڑیوں سے کسے ہوئے ہیں اپنے ہاتھ سے کھوئی ہوئی نعمتوں کو دیکھ کر تأسف کریں، چونکہ اس وقت اہل جنت کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگا اس لئے وہ اہل جنت کا وسیلہ لے کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے اور اہل جنت کو ان کے ناموں سے پکاریں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا !!

اِنَّ اَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغْلٍ خَالِكُونَ هُمْ
وَازْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَكِدُونَ ه
لَهُمْ فِيهَا مِمَّا حَبَّطُوا لَهُمْ مَا يَدْغُونَ ه
سَلَامٌ مُّقْتَدًا مِنْ رَبِّ رَحِيمٍ وَاضْطَامُوا
الْيَوْمَ اَيْهَا الْمَجْرُمُونَ ه اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ
يٰبَنِي اٰدَمَ اَنْ تَعْبُدُوْا الشَّيْطَانَ اِنَّهٗ
لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ، وَ اِنْ اَعْبَدُوْنِيْ هٰذَا
صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ

اہل جنت بلاشبہ آج کے دن چین (مرنے) کرتے ہیں وہ اور ان کی بیویاں گدیوں پر تکیہ لگائے سائوں میں ہیں۔ ان کے لئے جنت میں میوے ہیں اور ہر وہ شے ہے جس کی وہ خواہش و طلب کریں۔ رحم والے رب کی جانب سے ان پر سلامتی ہے۔ مہربان رب کا فرمایا ہوا آج پورا ہوگا! اور کہا جائیگا کہ لے مجرمو! آج چھٹ جاؤ! اے اولاد آدم کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا، بلاشبہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری بندگی کرنا کہ یہی سیدھی راہ ہے۔

اس کے بعد آتش جہنم میں جوش پیدا ہوگا، دوزخیوں کی جماعت منتشر ہو جائے گی ان کی فریاد و داؤد بلند ہو جائیگا۔ اور ان کو آگ کے جزیروں میں پھینک دیا جائے گا جب دوزخی وہاں پہنچیں گے تو کھجور کے تنوں کے مانند ڈنک رکھنے والے جھوپٹیں دوڑ دوڑ کر ڈنک ماریں گے پھر آگ کا سیلاب ان پر چڑھ آئے گا، یہ خدا کا عذاب ہوگا یہ سیلاب ان کو آگ کے سمندر میں غرق کر دیگا اللہ کی طرف سے ایک منادی پکاریگا یہ وہی دن ہے جس کے جھٹلانے کے لئے تم میرے مقابلہ میں جنگ کرتے رہے ہو اور میری ہی نعمتوں میں مست ہو کر میرے خلاف سرکشی کرتے آئے ہو، تم دارالحن اور عبودیت کے گھر میں (یعنی دنیا میں) اس تکذیب پر خوش ہوتے تھے، آج ہم نے اپنے فطریہ دار بندوں کے لئے جو نعمتیں فراہم کی ہیں تم اپنی دنیاوی نعمتوں کو ان کے مشابہہ اور مثل قرار دیتے تھے، اب تمہاری لذتیں ختم ہو گئیں جس چیز کو تم نے دنیا میں پسند کیا تھا اس کا مزا چکھو، اہل جنت بیشک تم سے الگ تھلک ہیں۔ وہ ولیموں کی دعوتوں، انواع و اقسام کے میووں، تروتازہ تحائف، دوشیزہ حوریں کی قربت سے محفوظ ہو رہے ہیں، گدیوں پر بیٹھے ہیں، طرح طرح کے نعمات سننے میں مشغول ہیں، میرا ان پر سلام ہے۔ میں ان پر نرمید لطف و کرم کے ساتھ متوجہ ہوں۔ میری نعمتوں کا ان پر روز بروز اضافہ ہوتا جائے گا تاکہ وہ سرور و شاد کام

رہیں! تو اے اہل جنت! تمہارا یہ دن میرے دشمنوں کے اُس دن کا بدل ہے جس میں وہ ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کرتے تھے اور اپنے (دنیاوی) بادشاہ کے حضور میں نذریں پیش کرتے تھے، تم یقیناً اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے اچھی آواز سے بہت رغبت ہے کیا جنت میں بھی اچھی آوازیں ہوں گی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ضرور ہوں گی!! قسم ہے اُس پاک ات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جنت میں اللہ تعالیٰ درختوں کو حکم دے گا کہ میرے ان بندوں کو گانا سناؤ جو میری عبادت اور میرے ذکر میں (دنیا میں) مشغول رہے اور جنگ و رہاب سے دنیا میں بچتے رہے، تو درخت ایسی آواز سے نغمہ سرا ہوں گے کہ ایسی آواز مخلوق نے کبھی نہیں سنی ہوگی، درخت اللہ تعالیٰ کی تجید و تقدیس میں نغمہ سرائی کریں گے۔

حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا جنت میں رات بھی ہوگی؟ حضور نے ارشاد فرمایا تمہیں اس سوال کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد کیا ہے:

وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا

جنت میں اہل جنت کو صبح و شام ان کا رزق ملے گا۔

میں نے یہ خیال کیا کہ صبح و شام کے درمیان رات ہوگی۔ حضور نے ارشاد فرمایا بہشت میں رات نہیں ہے وہاں تو روشنی ہی روشنی ہے، صبح کے بعد شام اور شام کے بعد صبح ہوگی۔ اہل جنت جن اوقات میں دنیا میں نمازیں پڑھتے تھے ان اوقات میں جنت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو تازہ اور عمدہ تحفے ملیں گے اور فرشتے ان کو سلام کریں گے۔ پس جو شخص چاہتا ہے کہ دوائی پر کیف زندگی اس کو حاصل ہو اسے چاہیے کہ تقویٰ کے حدود کی پابندی کرے اور انہیں محفوظ رکھے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں پرہیزگاری کی یہ بشرطیں بیان کی ہیں:

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوا وَتَجُوهَا مَشْرِقًا

مشرق و مغرب کو منہ کر لینا ہی (برس) نیکی نہیں ہے،

لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تُولُوا وَتَجُوهَا مَغْرِبًا

نیکی تو ان کی نیکی ہے جو اللہ پر روز آخرت پر، ملائکہ پر اللہ کی کتابوں پر اور اس کے نبیوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ مال کی محبت ہوتے ہوئے اس کو یتیموں، مسکینوں، مسافروں مانگنے والوں کو اور گروں چھڑانے کے لئے دیتے ہیں۔

نمازیں ادا کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور جب کوئی وعدہ کر لیتے ہیں تو اس کو پورا کرتے ہیں۔ تکلیف اور دکھ میں اور خوف کے وقت صبر کرتے ہیں۔

یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ متقی اور پرہیزگار ہیں۔

پس اہل تقویٰ پر لازم ہے کہ وہ اسلام کے ارکان اور ان شرائط کو بجالائے۔

﴿ روایت ہے کہ حضرت خلیفہ بن بیان نے یا ایہذا الذین آمنوا اذ خلوا فی انفسکم کافۃ کی تفسیر میں فرمایا کہ اسلام کے آٹھ حصے ہیں۔ ایک حصہ نماز ہے، ایک زکوٰۃ ہے، ایک روزہ، ایک حج، ایک عمرہ۔ ایک جہاد، ایک امر بالمعروف اور ایک حصہ نبی عن المنکر ہے۔ وہ شخص بڑا ہی نامراد ہے جس کے پاس اسلام کا کوئی حصہ نہ ہو! ﴾

﴿ عہم احوال نے بردایت حضرت انس بن مالک بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی مثال ایسی ہے جیسے زمین میں جہاں ہوا درخت، اللہ کا ماننا اس درخت کی جڑ ہے۔ پانچوں وقت کی نماز اس کی شاخیں ہیں، روزہ اس کی چھال ہیں اور حج و عمرہ اس کے پتے ہوئے پھل (جو توڑنے کے قابل ہیں) وضو اور غسل جنابت اس کی سیرابی کے لئے پانی ہے۔ مالِ باپ کی فرمانبرداری اور اقربا پروری اس کی نازک ٹہنیاں ہیں، ممنوعات شرعیہ سے خود کو باز رکھنا (روکے رکھنا) اس کے پتے ہیں اور اعمالِ صالحہ اس کے پھل اور اللہ کی یاد اس کے ریشے (سوتے) ہیں، اس کے بعد حضور نے فرمایا جس طرح درخت کی خوبصورتی اور درستی اس کے سبز پتوں کے بغیر نہیں ہوتی اسی طرح اسلام کا حسن ترکِ منہا ہی اور اعمالِ حسنہ کی ادائیگی کے بغیر نہیں پایا جاتا۔ ﴾

دوزخ اور دوزخ کے عذاب

اللہ نے دوزخیوں کیلئے جو عذاب رکھے ہیں

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا، جب قیامت کا دن ہوگا۔ اور اس بھتیجی دن میں سب مخلوق ایک میدان میں اکٹھا ہوگی تو ایک کالا سا تان ان پر جھکا جائے گا اس کی سیاہی کی شدت ایسی ہوگی کہ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکے گا سب لوگ اپنے اپنے پیروں پر کھڑے ہوں گے، ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کا فاصلہ شتر سال کی مسافت ہوگی لوگ اسی حالت میں ہوں گے کہ اچانک اللہ تبارک تعالیٰ فرشتوں پر نجات فرمائے گا اس وقت اللہ کے لوز سے تمام زمین روشن ہو جائیگی تمام تاریکی دور ہو جائے گی وہ لوز تمام مخلوق کو احاطہ کر لے گا۔ فرشتے اپنے رب کی تسبیح و تحمید میں عرش کے گرد گرد و طواف میں مشغول ہو جائیں گے حضور نے فرمایا کہ اس اثنا میں تمام مخلوق صاف بستہ کھڑے ہوگی۔ ہر امت کی ایک (مخصوص) جگہ ہوگی اس وقت صحیفے اور میزان لائی جائے گی، یہ میزان ایک فرشتے کے ہاتھ پر معلق ہوگی اور وہ کبھی ایک پلٹے کو اٹھائے گا اور کبھی جھکائے گا، اعمال نامے اس میں رکھے جائیں گے اسی حالت میں جنت کا پردہ اٹھایا جائے گا اور پھر جنت قریب لائی جائے گی پھر بھی اس کا فاصلہ اہل ایمان سے پانچ سو برس کی راہ ہوگا، جنت سے ایک ہوا چلے گی جس کی خوشبو ایمان والے مشک کی طرح محسوس کریں گے۔ پھر دوزخ کے اوپر سے پردہ اٹھایا جائے گا، دوزخ کی بدبودار ہوا اس کے دھوئیں سے آلودہ ہوگی، مجرم اس کی بو کو محسوس کریں گے حالانکہ ان کے اور دوزخ کے درمیان پانچ سو برس کی راہ کا فاصلہ ہوگا، پھر دوزخ کو بڑی بڑی زنجیروں سے کھینچ کر (قریب) لایا جائے گا اس پر وہ فرشتے ٹوکل ہوں گے اور

لے آئے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ (پت رکوع)

ہر موکل کے مددگار ستر ہزار فرشتے ہوں گے تمام موکل اور ان کے مددگار فرشتے دوزخ کے دائیں بائیں اور پیچھے پیچھے چلتے ہوئے اس کو گھیرے میں لئے ہوئے کھینچ کر لائیں گے۔ ہر فرشتے کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہوگا جس کی ضرب سے دوزخی چیخ اٹھیں گے۔ دوزخ کی آوازیں گدھے کی پہلی اور آخری آواز کی طرح انتہائی کریمہ ہونگی، دوزخ میں مصیبتیں ہوں گی، تاریکی ہوگی، بدبودار دھواں ہوگا، شور ہوگا، دوزخ دوزخیوں پر غضبناک ہوگا اور شدت غضب کے باعث اس سے شعلے اٹھیں گے، فرشتے دوزخ کو کھینچتے ہوئے جنت اور محشر کے درمیان نصب کردنیکی اس وقت دوزخ آنکھ اٹھا کر ساری مخلوق کو دیکھے گا پھر ان پر حمد اور ہوگا تاکہ سب مومنوں و دوزخیوں کو نکل لے مگر دوزخ دوزخ (مالک) اور اس کے موکل اس کو زنجیروں سے روکے رکھیں گے، دوزخ جب دیکھے گا کہ اس کو باندھ لیا گیا ہے تو اس میں سخت جوش آئے گا اور غضب کی شدت کی وجہ سے قریب ہوگا کہ وہ بھٹ جائے پھر وہ دوبارہ دھاڑے گا، تمام مخلوق اس کے دانت پیسنے کی آواز سنے گی، مخلوق کے دل دہل جائیں گے اور دھڑک کر سینوں سے نکلنے لگیں گے۔ لوگوں کے ہوش اڑ جائیں گے، آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

منقول ہے کہ ایک شخص نے حضور کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو دوزخ کی حالت سے آگاہ فرمائیے! آپ نے فرمایا: دوزخ زمین سے ستر گنا بڑا ہے، کالا ہے، تاریک ہے، اس کے سات سر ہیں، ہر سر پر تیس دروازے ہیں۔ ہر دروازے کا طول تین روز کی راہ کے برابر ہے، اس کا بالائی لب نمتھنے سے لگتا ہے اور زبریں لب (اس قدر لمبا ہوگا کہ وہ اسے گھسیٹتا ہوا چلے گا، اس کے ہر نمتھنے میں ایک بڑی زنجیر اور سخت بندش پڑی ہوگی اس زنجیر کو ستر ہزار فرشتے تھامے ہوں گے، وہ فرشتے بھی بہت تند خوا اور ہتیک ہونگے، ان کے دانت باہر نکلے ہوئے ہونگے، آنکھیں انگاروں کی طرح دھکتی ہوں گی، آگ کے شعلوں کی طرح رنگ ہوگا، نمتھنوں سے شعلے نکلتے ہوں گے اور ان سے دھواں اٹھتا ہوگا اور ہر ایک نبی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہونگے۔ اس وقت دوزخ اللہ کے حضور میں سجدہ کرنے کی اجازت طلبے گا جو اس کو بلجائے گی اور دوزخ اس وقت تک سجدے میں رہے گا۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ اسے سراٹھانے کا حکم دے گا، دوزخ سراٹھا کر کہے گا وہ اللہ تمام تعریفوں کا سزاوار ہے جس نے مجھے ایسا بنایا کہ میرے ذریعہ سے وہ اپنے نافرمانوں سے انتقام لیتا ہے اور کسی دوسری مخلوق کو ایسا نہیں بنایا کہ وہ مجھ سے انتقام لے سکے، پھر وہ روان اور صاف شستہ زبان میں کہے گا کہ خدا ہی کے لئے ہے وہی اس کے لائق ہے۔ وہ یہ حمد با آواز بلند بجالائے گا، پھر بڑے زور سے فریاد کرے گا اس وقت مقرب فرشتہ، نبی، رسول اور موقوف (محشر) میں کھڑے ہوئے افراد میں سے کوئی بھی ایسا باقی نہ رہے گا کہ وہ زانو کے بل (خدا کے حضور میں) نہ گر پڑے اس کے بعد دوزخ دوبارہ فریاد کرے گا اس وقت ہر فرد کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑیں گے پھر وہ تیسری بار فریاد کرے گا اس وقت اگر کسی جن یا انسان کے اعمال بہتر (۲) پیغمبروں کے برابر بھی ہوں گے تو وہ بھی خیال کرے گا کہ میں دوزخ میں گر پڑوں گا پھر وہ چوتھی بار فریاد کرے گا اس وقت کوئی فرد ایسا باقی نہیں رہے گا جو خاموش نہ ہو جائے صرف جبریل میکائیل اور حضرت ابراہیم علیہ السلام عرش کو پکڑے ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک مناجات میں مشغول ہوگا، ہر طرف نفسی نفسی کا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس کے بعد دوزخ آسمان کے ستاروں کے برابر چنگاریاں پھینکے گا اس کی ہر چنگاری اتنے بڑے بادل کے برابر ہوگی جو مغرب سے اُٹھتا چلا آتا ہو اور یہ چنگاریاں مخلوق کے سروں پر آکر گریں گی۔ اس کے بعد دوزخ پر پہل صراطِ نصب کیا جائے گا، اس پر سات سو گزرگا ہیں بنائی جائیں گی، ہر گزرگاہ کے درمیان ستر سال کی مسافت ہوگی، ایک روایت میں ہے کہ اس پر سات گزرگا ہیں ہوں گی اور پہل کی چوڑائی ایک راستہ سے دوسرے راستہ کے مابین پانچ سو سال کی مسافت کی ہوگی۔ ساتواں طبقہ یا راستہ اپنی گرمی اور سستی کے لحاظ سے سب سے زیادہ گرم ہوگا اور اس گہرائی بھی دوسرے طبقوں کے مقابل میں بہت زیادہ ہوگی یہی طبقہ عذاب میں دوسرے تمام طبقوں سے زیادہ شدید، انتہائی بھیانک اور ہولناک ہوگا، اس کی چنگاریاں بھی ستر گز لمبی ہوں گی۔

﴿ قریب ترین درجے کے شعلے پہ صراط سے گزر کر ادھر ادھر جائیں گے اور ان کی اونچائی تین تین میل ہوگی۔ دوزخ کا ہر درجہ حرارت کی تیزی، انگاروں کی لمبائی اور نوع بہ نوع عذاب کی کثرت کے لحاظ سے اپنے بالائی طبقے سے ستر گونہ زیادہ ہوگا ہر طبقے میں سمندر دریا اور پہاڑ بھی ہوں گے، پہاڑ کی اونچائی ستر ہزار سال کی مسافت کے برابر ہوگی۔ دوزخ کے ہر درجہ میں ستر ستر پہاڑ ہوں گے اور ہر پہاڑ کے ستر درجے ہوں گے، ہر درجے میں ستر ہزار درخت، ہر درخت (اندر ان) کے ہونگے، ہر درخت کے ستر ہزار شاخیں ہونگی۔ ہر شاخ پر ستر ستر سانپ اور بچھو ہوں گے، ہر سانپ کی لمبائی تین میل کی مسافت کے برابر ہوگی۔ ہر بچھو بڑے بڑے بجتی اونٹ کے برابر ہوگا۔ ہر درخت میں ستر ہزار بھل ہوں گے اور ہر بھل دیو کے ستر کے برابر ہوگا، ہر بھل کے اندر ستر ہزار کیڑے ہونگے اور ہر کیڑا تیر کی مسافت کے بقدر لمبا ہوگا۔ بعض پھلوں میں کیڑے نہیں ہونگے بلکہ کانٹے ہوں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد فرمایا کہ دوزخ کے سات دروازے ہونگے ہر دروازے کی ستر وادیاں ہوں گی ہر وادی کا عمق (گہرائی) ستر میل کی مسافت کے بقدر ہوگی، ہر وادی میں ستر ہزار درختے اور ہر درجے میں ستر ہزار خار اور ہر خار کی ستر ہزار شاخیں ہوں گی، ہر شاخ ستر ہزار سال کی مسافت کے برابر ہوگی۔ ہر شاخ کے اندر ستر ہزار اڑدے ہوں گے ہر اڑدے کی باجھ میں ستر ہزار بچھو پوشیدہ ہونگے ہر بچھو کے ستر ہزار گرنے ہوں گے اور ہر گرنے یا منکے میں ٹسکا بھرنہ ہر بھرا ہوگا جو کا فر یا منافق اس میں پہنچیکا اس کو یہ تمام زہرینا ہوگا۔

﴿ حضور نے ارشاد فرمایا تمام مخلوق گھٹنوں کے بل کھڑی ہوگی اور جہنم ان پر بار بار اس طرح حملہ کرے گا جیسے مسّت اونٹ حملہ کرتا ہے اس وقت ایک منادی پکارے گا اور تمام انبیاء صدیقین، شہدا اور صالحین اٹھ کھڑے ہونگے اس کے بعد تمام مخلوق کی پیشی ہوگی اور ہر شخص اپنے اپنے مظالم اور اعمال کے عوض کیفر کردار کو پہنچے گا اس کے بعد دوسری پیشی ہوگی اور ارواح واجسام میں جھگڑا ہوگا (کہ کون پیش ہو) بالآخر اجسام ارواح پر غالب آئیں گے، اس کے بعد تیسری پیشی ہوگی اس وقت نامہ اعمال اڑا کر لوگوں کے ہاتھوں میں جا کر گریں گے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کے دامن ہاتھ میں نامہ اعمال ہوگا اور کچھ کے بائیں ہاتھ میں، کچھ لوگوں کا نامہ اعمال ان کی پشت پر ہوگا۔

ن کے نامہ اعمال دامن ہاتھ میں ہوں گے (اصحاب الیمین) ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور عطا ہوگا، ان

کی اس عزت افزائی پر فرشتے ان کو مبارکباد دینگے اور وہ لوگ اپنے رب کی رحمت کے ساتھ بل صراط (آسانی) عبور کر جائیں گے اور جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ جنت کے دریاں جنت کے دروازہ پر ان کی سواریوں اور ان کے محلہ ہائے بہشتی کے ساتھ ان سے ملاقات کریں گے ان کو سواریاں اور جنتی خلعتیں پیش کرینگے، یہاں سے سب جنتی الگ الگ ہو کر اپنے اپنے مخصوص ایوانوں اور خوش خوش اپنے محلوں کی طرف جائیں گے، اپنی بیویوں (حوروں) کے پاس پہنچیں گے اور ایسی نعمتیں دیکھیں گے جن کے بیان سے زبان قاصر ہوئی ہے ان کی آنکھوں نے اس سے پہلے یہ نعمتیں دیکھی ہوئی اور نہ دل میں ان کا تصور آیا ہوگا پھر یہ مقررہ اندازہ کے مطابق کھائیں اور پیئیں گے، زیور اور خلعتیں پہنیں گے۔ بیویوں کو گلے لگائیں گے پھر اپنے خالق کی حمد کریں گے جس نے ان کے غم کو دور کر دیا۔ اضطراب سے امن بخشی اور ان کے حساب کو آسان فرما دیا۔ یہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کریں گے اور کہیں گے کہ تمام حمد اللہ ہی کو سزاوار ہے جس نے اس راہ کی طرف ہماری راہنمائی فرمائی اگرچہ ہمارے اندر ایسی طاقت نہ تھی اگر اس کی ہدایت شامل حال نہ ہوتی تو ہم راہ سے بھٹک گئے ہوتے۔

اس وقت ان کی آنکھیں لائے ہوئے توشہ سے ٹھنڈی ہوں گی، وہ دنیا میں یقین و ایمان رکھتے تھے تصدیق کرتے تھے۔ عذاب سے ڈرتے تھے۔ اللہ کی رحمت کے امیدوار تھے اور ثواب (آخرت) سے ان کو رغبت تھی۔ اس وقت نجات پانے والوں کو نجات متبرک آجائے گی اور کافر تباہ ہو جائیں گے۔ جن لوگوں کو ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ یا پیٹھ کے پیچھے سے دیئے گئے ہوں گے ان کے ہاتھ سیاہ ہوں گے ان کی آنکھوں کی سفیدی پھر جائے گی (آنکھیں بے نور ہو جائیں گی) ان کی ناک پر داغ لگا دیا جائے گا ان کے بدن بڑے اور بدن کی کھالیں موٹی بڑ جائیں گی۔ جب وہ اپنے اعمال نامے کو دیکھیں گے تو واویلا کریں گے۔ اور انھیں معلوم ہوگا کہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی بغیر درج ہوئے نہیں بچا۔ وہ لوگ ہونگے جن کے دل کھوئے ہونگے اور خیالات برے، وہ اس وقت زبردست خوف و ہراس میں مبتلا ہونگے ان کو سردوں کے بل اندھا کر دیا جائے گا، شرم سے ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی اور گردنیں لٹکی ہوئی ہوں گی۔ دوزخ کی طرف دیکھنے سے ان کی آنکھیں تھپڑائی اور ایک لحظہ کے لئے بھی اس طرف نظر نہ اٹھا سکیں گے کیونکہ ان کے سامنے بڑا بھیانک منظر ہوگا۔ سخت دشوار ہر طرف مصیبت ہی مصیبت، اضطراب آفریں حالت اور گھبراہٹ والی دہشت، غم پیدا کرنے والی، ذلیل بنانے والی، دلوں کو فکر میں ڈالنے والی اور آنکھوں کو رلانے والی فضا ہوگی۔

اس وقت وہ اپنے رب کی بندگی کا اقرار کریں گے اور اپنے گناہوں کا اعتراف بھی مگر اس وقت اس کا اقرار اعتراف ان پر آگ، شرم، غم، بدجنتی، الزام اور غضب میں اور بھی اضافہ کر دے گا۔ (بجائے فائدے کے اور نقصان ہوگا)۔ یہ رب کے سامنے دوزخو بلیٹھے گناہوں کا اقرار کرتے ہوں گے، آنکھیں نبلی ہوں گی کچھ دکھائی نہ دے گا۔ دل گڑھوں میں گر رہے ہوں گے کچھ ان کی سمجھ میں نہ آئے گا۔ عضو عضو کا پتہ باہوگا، کچھ بول نہ سکیں گے، باہمی شتہ واریاں کٹ چکی ہونگی، نہ نسب باقی ہوگا، نہ برادری، کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا، سب اپنی اپنی مصیبت میں مبتلا ہونگے،

اور اس کا دور کرنا ان سے ممکن نہ ہوگا دنیا میں لوٹ جانے کی درخواست کرینگے تو وہ قبول نہ ہوگی، اس وقت ان کو اس چیز کا یقین ہو جائے گا جس کو وہ دنیا میں تسلیم نہیں کرتے تھے، وہاں ان کو پیاس بجھانے کو نہ پانی ملے گا نہ پیٹ بھرنے کو کھانا۔

زین دھانکنے کو کپڑا پس وہ پیاس سے، بھوکے ننگے بے یار و مددگار، غمگین پریشان حال پھرتے ہوں گے، جان، مال، کمائی، بیوی بچوں غرض کہ ہر طرف سے گھائے ہی گھائے میں ہوں گے اس حالت میں اللہ تعالیٰ دوزخ کے موکلوں کو حکم دے گا کہ اپنے کارندوں کو ساتھ لے کر جہنم سے باہر آئیں اور تمام زنجیریں، بیڑیاں، طوق اور گرز ساتھ لائیں چنانچہ سب اس سامان کے ساتھ حاضر ہو جائیں گے، جب لوگ عذاب کی ان چیزوں کو دیکھیں گے تو اپنے ہاتھ اور اپنی انگلیاں جھاڑ لیں گے، موت کو بکاریں گے، آنسو بہائیں گے اور ان کے پاؤں لڑکھڑا جائیں گے اور اس وقت وہ ہر بھلائی اور بہتری سے نا امید ہو جائیں گے (ان کی تمام امیدیں منقطع ہو جائیں گی) باری تعالیٰ کا حکم ہوگا ان کو بڈلو، ان کی گردنوں میں طوق ڈال کر جہنم میں ڈھکیں دو اور وہاں زنجیروں میں جکڑ دو، اس کے بعد اللہ تعالیٰ جس شخص کو جہنم کے جس درجے میں داخل کرنا چاہے گا اس درجہ کے موکلوں کو بلا کر حکم دے گا اس کو گرفتار کر لو چنانچہ ایک ایک آدمی کی طرف ستر ستر موکل بڑھیں گے اس کو خوب جکڑ کر باندھیں گے، بھاری طوق گردنوں میں اور بھاری زنجیریں نکتھوں میں ڈالیں گے جس سے دم گھٹنے لگے گا پھر پیٹھ کی طرف سے ان کو طوقوں سے ملا دیا جائے گا جس کے باعث پیٹھ کی ہڈیاں لوٹ جائیں گی، اس تکلیف سے آنکھیں مچھٹ جائیں گی، رگیں پھول جائیں گی، گردنوں کا گوشت طوق کی گرمی سے جل جائے گا، رگوں سے کھال اتر جائے گی، مسروں کے اندر بھیجے پگھل جائیں گے اندر سے بہہ کر باہر آ جائیں گے۔ بہتے ہوئے پیروں تک پہنچ جائیں گے۔ بدن کی کھال اُدھڑ کر گر پڑے گی۔ گوشت نیلے پڑ جائیں گے اور خون اس سے بہنے لگے گا۔ ان کی گردنیں موٹڑھوں سے کانوں تک بہت سے طوقوں سے بھری ہوں گی سارا گوشت جل جائے گا۔ ہونٹ کٹ جائیں گے، دانت اور زبانیں باہر نکل آئیں گی وہ واہلا کریں گے، چیخیں گے، طوقوں سے شعلے نکلیں گے، ان کی گرمی رگوں میں اس طرح دوڑے گی جس طرح خون دوڑتا ہے ان کے طوق کھوکھلے ہوں گے جن کے اندر تپش گردش کرتی ہوگی، ان طوقوں کی گرمی دلوں تک پہنچے گی اور دلوں کی کھال کو اُدھیڑ دے گی۔ دل جھل کر حلق تک آ جائیں گے، دم بہت زیادہ گھٹے گا یہاں تک کہ آوازیں نکلنا بند ہو جائیں گی۔ اسی اثنا میں اللہ تعالیٰ جہنم کے موکلوں کو حکم دے گا کہ ان کو (جہنم کا) لباس پہناؤ، موکل ان کو کپڑے پہنائینگے ان کو انتہائی کانٹے بدبودار کھڑے، جہنم کی گرمی سے دھکتے ہوئے کرتے پہنائے جائیں گے، وہ اس قدر دھکتے ہوں گے کہ اگر پہاڑ پر ان کو رکھ دیا جائے تو وہ بھی پگھل جائیں، پھر اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ ان کو ان کے ٹھکانے پر لے جاؤ اس وقت ان کو لیجانے کے لئے دوزخ سے اور زنجیریں آئیں گی جو پہلی زنجیروں کے مقابلہ میں بہت زیادہ بھاری اور بڑی ہوں گی، فرشتے ان زنجیروں کو پکڑیں گے اور ان سے ہر ایک زنا فرمان امت کو الگ الگ باندھیں گے پھر فرشتہ زنجیروں کے سروں کو اپنے کاندھوں پر رکھ کر پیٹھ پھیر کر منہ کے بل کھینچتا ہوا لے چلیگا، پیچھے سے ستر ہزار فرشتے ہر گروہ کو پیچھے سے گردنوں سے مارتے ہوئے ہنکائیں گے، جب جہنم پر پہنچ جائیں گے تو یہ موکل کہیں گے ”یہ وہ آگ ہے جس کو تم نہیں مانتے تھے کیا یہ کوئی جادو ہے، کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا، کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا، اب تو تم کو اس

میں داخل ہونا ہے تم صبر کرو گانہ کرو دونوں برابر ہیں، تمھارے اعمال کی تم کو سزا دی جائے اس وقت جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے، تاکہ وہ اس آگ میں داخل ہو جائیں۔ دروازوں کے پردے اٹھا دیئے جائیں گے اس وقت آتش دوزخ جوش مارے گی اور لپٹیں بھڑکنے لگیں گی، دھواں بلند ہوگا شرارے بلند ہوں گے، ہر ایک شرارہ ستر سال میں طے ہونے والی مسافت کے بقدر بلند ہوگا، یہ شرارے بلند ہو کر پھیر پلٹیں گے اور ان دوزخیوں کے سروں پر گریں گے، ان کے بال جل کر بھسم ہو جائیں گے اور کھوپڑیاں ٹوٹ جائیں گی، اس وقت دوزخ بڑے زور سے جلائے گا اور کہے گا اے دوزخ والو! میری طرف جلدی آؤ! قسم ہے میرے رب کی کہ میں تم سے ضرور بدلہ لوں گا، پھر دوزخ کہے گا کہ تمام حمد اسی کو سزا دار ہے جس نے اپنے غضب کے باعث مجھے غضناک بنایا اور اپنے دشمنوں سے میری آگ کے ذریعہ انتقام لیتا ہے اے پردہ گار! میری گرمی میں اور میری قوت میں اور اضافہ فرما۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد کچھ فرشتے جہنم سے باہر آئیں گے، ہر فرشتہ ہر امت کو اپنی پتھیلی پر اٹھا کر اوندھا جہنم میں پھینک دیگا۔ یلوگ سزنگوں حالت میں ستر سال کی مسافت تک لڑھکتے ہوئے چلے جائیں گے آخر کار یہ جہنم کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچیں تو وہاں بھی ان کو آرام میسر نہیں آئے گا ہر جہنمی کی ستر کھالیں تہ بہ تہ ہو جائیں گی پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچنے کے بعد سب پہلے ان کو تھوہڑ (زقوم) کھانے کو ملے گا جس کی گرمی اس کے (اوپر) پوست سے نمودار ہوگی۔ وہ بہت زیادہ گڑا اور کانٹوں دار ہوگا۔ دوزخی زقوم چبا رہے ہوں گے کہ یکبارگی گرز بردار ہوکل ان کو گرزوں سے مارنا شروع کر دیں گے گرز کی ضربات سے ان کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی۔ پھر ان کو پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹ گھسیٹ کر دوزخ میں پھینک دیں گے۔ پھر ستر سال کے راستہ کے برابر فاصلہ تک دوزخ کی گہرائی میں لڑھکتے چلے جائیں گے اور آخر کار پھر ان پہاڑوں کے دروں میں جا پہنچیں گے!! اس اثنا میں ۷۰ مرتبہ ان کا پوست بدلا جائے گا اور وہاں بھی ان کو غذا زقوم (تھوہڑ) ہی ملیگی لیکن ان کی یہ خوراک ان کے منہ ہی میں رہے گی (حلق سے نیچے اتارنے کی ان میں طاقت نہیں ہوگی) ان کا منہ اور ان کا دل دونوں ان کے گلے میں پھنس جائیں گے جس سے ان کا دم گھٹنے لگیگا۔ اس وقت وہ شور و داد مارتے ہوئے اور پانی مانگتے ہوئے ان گھاٹیوں میں کچھ ندیاں اور نہریں ہوں گی۔ یہ جہنمی پانی کے لئے ان نہروں کی طرف بڑھیں گے اور ان کے کناروں پر پہنچ کر اوندھے گر پڑیں گے تاکہ کسی صورت سے پانی نہ ملے، اس وقت ان کے منہ کی کھالیں الگ ہو کر نہروں میں گر پڑیں گی اور وہ پانی نہ پی سکیں گے۔ وہ مالوس ہو کر نہروں سے پلٹنا چاہیں گے کہ دوزخ کے فرشتے پھر آ موجود ہوں گے دوزخ کے فرشتے اٹھیں آتے ہی مارنا شروع کر دیں گے، مار مار کر ان کی ہڈیاں چور چور کر دیں گے پھر ان کو پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹ لینگے اور باہر لاکر پھر دوزخ میں پھینک دیں گے، پھر یہ لوگ اوندھے منہ چالیس سال کی راہ تک آگ کے شعلوں اور ان کے سخت دھوئیں میں پھنسے ہوئے عذاب بھگتے رہیں گے۔ جہنم کی دادیوں میں اترنے سے پہلے ہر جہنمی کی ستر بار کھال بدلی جائے گی۔ ۷۷۷

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ کی یہ ندیاں دادیوں میں جا کر ختم ہوں گی۔ یہ لوگ ان ندیوں کا پانی نہیں پیں گے مگر وہ اتنا گرم ہوگا کہ پیٹ میں نہیں ٹھہرے گا۔ ان کے پیٹ کی کھال جل جائے گی، اس وقت اللہ تعالیٰ

ان کو سات نئی کھالیں عطا فرمائے گا تب کہیں کچھ پانی اُن کے پیٹ میں گھڑے گا لیکن پیٹ میں پہنچ کر آنتوں کو تھڑے
 ٹھکڑے کرنے کا اور یہ کٹی ہوئی آنتیں مقعد کی راہ سے نکل جائیں گی، پانی کا کچھ باقی حصہ رگوں میں پھیل جائیگا جس
 سے ان کا گوشت پگھل جائے گا اور ہڈیاں خشک جائیں گی، اب پھر ان کو فرشتے جابچکویں گے، ان کی پیٹھ، منہ اور سروں پر
 گزرا دیں گے ہر گزری ۲۶۰ دھاریں ہوں گی، گزری ضربات سے ان کی پشتیں ٹوٹ جائیں گی اس کے بعد انہیں کھینچ کر پھر
 اوندھے منہ میں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا جب یہ دوزخ کے پچھونچ پھنچیں گے تو ان کی کھالوں میں آگ بھڑک
 اٹھے گی، کانوں میں پھنچے گی، ناک کے نتھنوں اور پسلیوں سے شعلے نکلنے لگیں گے اور سارے بدن سے کچلیو (خونابہ) بہنے
 لگے گا، آنکھیں نکل کر رخساروں پر لٹک جائیں گی اس وقت ان کو ان شیطانوں کے ساتھ جنھوں نے ان کو بہکا یا تھا
 اور ان (جھوٹے) معبودوں کے ساتھ جن سے یہ مصیبت کے وقت مدد مانگا کر سے تھے ہلا کر باندھ دیا جائے گا اور تنگ
 جگہوں پر ان کو ڈال دیا جائے گا۔ اس وقت وہ (تنگ کر) موت کو پکارینگے مگر موت نہیں آئے گی پھر ان کے دنیوی مال
 کو آگ میں تیا کر ان کی پیشانیوں اور پہلوؤں پر داغ لگائے جائیں گے اور ان کی پیٹھوں پر وہ گرم گرم سونا اور چاندی
 رکھ دیا جائے گا جو ان کی پیٹھ پھاڑ کر باہر نکل آئے گا یہ لوگ جہنم کے مستحق ہوں گے اور اپنے شیطانوں اور تمیزوں
 (معبودوں) کے ساتھ بندھے پڑے ہوں گے اس وقت گناہوں کے باعث ان کے بدن پہاڑوں کی طرح کر دیئے جائیں گے
 تاکہ عذاب کی شدت اور زیادہ ہو جائے، ایک ایک پہاڑ کی لمبائی ایک مہینے کی مسافت کے بقدر اور چوڑائی تین راتوں کی مسافت
 کے بقدر ہوگی۔ ہر ایک پہاڑ کا سراسر فرش کے برابر ہوگا، ہمیں دانت رکھنے والے دوزخی کے دانت بعض اس کے سر سے بعض
 اس کی ٹھوڑی سے نکل آئیں گے، ناک ایک بڑے ٹیلے جیسی ہو جائے گی، بالوں کی لمبائی اور ان کی سختی صنوبر کے درخت
 کی طرح ہوگی، بال اپنی کثرت اور زیادتی میں دنیا کے گھنے جنگلوں ایسے ہو جائیں گے، اوپر کا ہونٹ کھینچا ہوا ہوگا اور نیچے
 کا ہونٹ فوسے ہاتھ کا ہو جائے گا۔ ہاتھ دس شبانہ روز مسافت کے برابر اور ان کی موٹائی ایک دن رات کی مسافت کے برابر
 ہوگی۔ دوزخی کی ران درختان کی طرح اور کھال کی موٹائی چالیس ہاتھ ہوگی، پسٹلی کا طول پانچ رات کی مسافت کے
 برابر ہوگا اور موٹائی ایک دن کی مسافت کے برابر ہوگی۔ ہر آنکھ کوہِ حرا کی طرح بن جائے گی، جب ان کے سر پر تاروں
 ڈالا جائے گا تو آگ بھڑک اٹھے گی اور اس کی شعلہ باری بڑھتی ہی چلی جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری
 جان ہے کہ اگر آدمی اس ہیئت کدائی میں دوزخ سے باہر آجائے کہ اس کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوں۔
 گردن میں بہت سے طوق پڑے ہوں اور پاؤں میں بیڑیاں اور وہ زنجیریں کھڑکھڑاتا باہر نکلا آئے اور لوگ
 اس کو اس حالت میں دیکھ لیں تو (ڈر کر) بھاگ کھڑے ہوں اور جہاں تک اُن سے بھاگا جائے وہ بھاگتے چلے جائیں
 حضور نے فرمایا کہ دوزخ کی گرمی، تاریکی، گونا گوں عذابوں اور ٹھکانوں کی تنگی کی وجہ سے دوزخیوں کے گوشت
 نیلے پڑ جائیں گے، ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی، دماغ کھوئے لگے گا، بھیجا پھل پھل کر باہر نکل کر جسم پر بہتا ہوگا، جہاں سے گزریگا

لے شام کی سرحد کے قریب ایک پہاڑ کا نام۔ یہ بھی ایک پہاڑ کا نام ہے۔

اس جگہ کو (اپنی حدت اور تپش سے) جلا دیکھا۔ جوڑ جوڑ پارہ پارہ ہو جائیں گے، ان سے کچلہو بہنے لگے گا۔ ان ٹوٹے ہوئے جوڑوں میں کپڑے پڑ جائیں گے، ان میں ایک ایک کپڑا گورخر کی برابر ہوگا۔ گوہوں اور شاہین کی طرح ان کے نکیلے ناخن ہونگے یہ ناخن کھال اور گوشت کے اندر پیوست ہو جائیں گے، ادھر ادھر دوڑیں گے، یہ کپڑے کاٹیں گے، سہمے ہوئے جنگلی جانوروں کی طرح ادھر ادھر جاتیں گے۔ دوزخیوں کا گوشت کھائیں گے، ان کا خون پئیں گے، گوشت اور خون کے ہوا ان کی کوئی غذا نہیں ہوگی۔

پھر فرشتے دوزخیوں کو پکڑ کر انگاروں پر نيزوں کے بھالوں جیسے نوکیلے پتھروں پر بڑی قوت اور سختی کے ساتھ گھسیٹنے اور اسی طرح گھسیٹتے ہوئے جہنم کے سمندر تک جو یہاں سے ستر میل کی مسافت پر ہوگا لے جائیں گے اس اثناء میں ان کا جوڑ جوڑ کھل جائے گا اور پارہ پارہ ہو جائے گا۔ ان کو روزانہ ستر ہزار نئی کھائیں (عذاب سہنے کے لئے) دی جائیں گی، بحر جہنم پر پہنچ کر ان کو جہنم کے موکلوں کے سپرد کر دیا جائے گا۔ وہ ان دوزخیوں کی ٹانگیں پکڑ کر جہنم کے سمندر میں پھینک دینگے، جہنم کے سمندر کی گہرائی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ توریت میں مرقوم ہے کہ بحر جہنم کے مقابلے میں دنیا کا سمندر ایسا ہی ہے جیسے اس دنیاوی سمندر کے مقابلے میں ایک چھوٹا چشمہ! بحر جہنم میں پھینکے جانے کے بعد جب وہ عذاب اٹھائیں گے اور عذاب کا مزہ چکھیں گے تو ایک دوسرے سے کہے گا کہ پہلے ہم کو جو کچھ عذاب دیا گیا تھا وہ تو اس عذاب کے مقابل میں محض ایک خواب تھا (کچھ بھی نہیں تھا)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بار اس جہنم کے سمندر میں غرق ہونے کے بعد سمندر انہیں اچھال کر ستر ہاتھ دور پھینکے گا۔ ہر ہاتھ کا فاصلہ باگز کا نہیں ہوگا بلکہ اتنا ہوگا جتنا مشرق سے مغرب تک ہے، پھر فرشتے ان دوزخیوں کو گرزوں سے ماریں گے اس کے بعد انہیں ستر سال کی مدت میں طے ہونے والی گہرائی میں غرق کر دیا جائے گا۔ ان کا کھانا پینا اسی دریا سے ہوگا پھر وہ ایک سو چالیس سال کی مسافت کے بقدر اوپر ابھریں گے اور ان میں سے ہر ایک چاہے گا کہ ذرا دم لے لے، مگر فوراً ہی فرشتے گز مارنے کے لئے آجائیں گے یہ عذاب اس عذاب کے علاوہ ہوگا جو ان پر جاری ہے جب وہ دم لینے کو سراؤ پر اٹھائیں گے تو ستر ہزار گز ان کے سروں پر پڑیں گے اور پھر ان کو ستر ہاتھ کی گہرائی میں غوطہ دے دیا جائے گا۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا وہ اسی حال میں رہیں گے یہاں تک کہ ان کا گوشت اور ہڈیاں سب گل سٹر جائیں گی صرف جان باقی رہ جائے گی اس وقت ایک موج اٹھ کر ان کو ستر سال کی مسافت کے بقدر دوری پر لیجا کر کسی ساحل کی طرف ان کو اچھال دے گی۔ اس ساحل میں ستر ہزار غار ہوں گے اور ہر غار کی ستر ہزار شاخیں ہوں گی اور ہر شاخ کا طول ستر سال کی مسافت کے بقدر ہوگا۔ ہر شاخ میں ستر ہزار اڑدے ہوں گے اور ہر اڑدے کی لمبائی ستر گز ہوگی، اس کے ستر دانت ہوں گے اور ہر دانت میں ایک ٹنکا زہر بھرا ہوگا۔ ان غاروں میں آنے کے بعد ان کی رگوں کو نئی کھالیں اور نئے بدن دیئے جائیں گے، لوہے کے طوق پہنائے جائیں گے۔ سانپ اور کچھو ان طوقوں سے لپٹ جائیں گے، ہر دوزخی پر (عذاب کے لئے) ستر ہزار سانپ اور ستر ہزار بچھو مقرر کئے جائیں گے۔ پہلے تو یہ سانپ ان کے گھٹنوں

تک اوپر چڑھیں گے دوزخی اس اذیت کو برداشت کریں گے پھر یہ سینوں تک آجائیں گے اس پر بھی یہ صبر کریں گے پھر ہینسلی تک چڑھ آئیں گے اس پر بھی یہ صبر کریں گے یہاں سے یہ اوپر چڑھ کر ان کے نتھنوں، لبوں، زبانوں اور کانوں کو پکڑ کر لٹک جائیں گے۔ اسی طرح بجھو عمل کریں گے۔ بجھو اور سانپ اپنا تمام زہر ان کو پلائیں گے اس وقت جہنم کی طرح بھانگے اور اس میں گر پڑنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہوگا، کوئی اس وقت ان کی مدد کو نہیں آئے گا۔ سانپ ان کا گوشت چبائیں گے، خون چوسیں گے اور کچھو ان کو ڈسیں گے، اس وقت ان کا سارا گوشت گل گل کر گر پڑے گا اور ہر جوڑ الگ ہو جائے گا، جب یہ (اس اذیت سے بچنے کے لئے) بھاگ کر دوزخ میں جا کر نیچے لو ستر برس تک ان سانپوں اور بجھوؤں کے زہر کی وجہ سے آگ کا ان پر اثر نہیں ہوگا۔ پھر آگ میں جلنے کے بعد ان کو نئی کھالیں دی جائیں گی اس وقت وہ کھانا مانگیں گے، فرشتے کھانا لے کر آئیں گے جو ولیمہ سے موسوم ہوگا، یہ کھانا لوہے سے زیادہ سخت ہوگا وہ اسے چبانہ سکیں گے اور آگ لگ دینگے اور بھوک کی شدت میں اپنی انگلیوں اور ہاتھوں کو چبا ڈالیں گے، وہ اپنی ہتھیلیوں کو کھا جائیں گے، اس کے بعد کلائیاں پھر کھنیاں اور اس کے بعد مونڈھے کھا جائیں گے، صرف شانے باقی رہ جائیں گے اس سے آگے ان کا منہ نہیں پہنچے گا اس لئے وہ مزید نہ کھا سکیں گے، پھر لوہے کے آنکڑوں میں ان کی کوئیخیں (ایٹریوں کے اوپر کا حصہ) پھنسا کر تھوہڑ کے درختوں میں (الٹا) لٹکا دیا جائے گا، زقوم کی ہر شاخ میں اگرچہ یہ دوزخی ستر ستر ہزار لٹکے ہوں گے لیکن ان کے بوجھ سے شاخ نیچے کو نہیں جھکے گی، نیچے سے ان کو جہنم کی لپیٹیں پہنچیں گی اور ستر برس تک یہ عذاب ان پر ہوتا رہے گا یہاں تک کہ ان کے جسم کچھل جائیں گے اور جائیں باقی رہ جائیں گی پھر از سر نو ان کے جسم اور کھالیں پیدا کی جائیں گی اس وقت ہاتھ کے پوروں کے بل ان کو لٹکایا جائے گا، ان کے سرینوں سے آگ ان کے جسموں کے اندر داخل ہوگی اور ان کے دلوں کو کھاتی ہوئی ان کے نتھنوں اور کانوں سے نکل جائے گی، اس عذاب کی مدت ستر سال ہوگی جب اس مرتبہ میں ہڈیاں اور گوشت کچھل جائیں گے اور صرف جائیں باقی رہ جائیں گی تو پھر از سر نو بدن اور کھالیں پیدا کی جائیں گی، اس بار ان کی آنکھوں میں آنکڑے ڈال کر ان کو لٹکایا جائے گا اور برابر عذاب ہوتا رہے گا غرضیکہ کوئی جوڑ کوئی عضو اور سر کا کوئی بال ایسا نہیں ہے گا جہاں آنکڑا ڈال کر تھوہڑ کے درخت سے ستر سال تک نہ لٹکایا جائے پس وہ ہر عضو اور ہر جوڑ سے موت کا مزا چکھیں گے لیکن ان کو موت نہیں آئے گی، ان عذابوں کے بعد بھی ان پر طرح طرح کے عذاب ہوں گے۔ جب فرشتے ان دوزخیوں کو یہ تمام عذاب دے چکیں گے اور ان کو چھوڑ دیں گے تو ہر جہنمی ہر دوزخی کو زنجیر میں باندھ کر منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے دوزخ میں ان کے ٹھکانوں پر لیجا دیں گے، ہر دوزخی کا ٹھکانہ اس کے اعمال کے مطابق ہوگا، کسی کے ٹھکانے کا طول ایک ہینے کی مسافت کے بقدر ہوگا اور وہاں آگ دہکتی ہوگی اور سوائے اس شخص کے کوئی دوسرا وہاں نہیں ہوگا، کسی کی فرودگاہ کا طول ۱۹ دن کی مسافت راہ کے بقدر ہوگا پھر یہ ٹھکانے تنگ اور چھوٹے ہونا شروع ہوں گے اور بعض ٹھکانوں کا طول صرف ایک دن کی مسافت کے بقدر رہ جائے گا، ان ٹھکانوں کی وسعت اور تنگی کے تناسب ہی مکینوں پر عذاب کیا جائے گا۔ کسی کو الٹا لٹکا کر عذاب دیا جائے گا اور کسی کو چت لٹا کر، کسی کو بٹھا کر، کسی کو گھٹنوں کے بل جھکا کر، کسی کو گھڑا کر کے عذاب دیا جائے گا

یہ تمام مقامات عذاب اپنے والوں کے لئے نیزے کی نوک سے بھی زیادہ تنگ ہوں گے، آگ کسی کے ٹخنوں تک ہوگی اور کسی کے گھٹنوں تک، کسی کی رانوں تک پہنچے گی، کسی کی ناف تک اور کسی کے حلق تک کوئی آگ میں غوطہ کھاتا ہوگا اور کوئی اس میں غرق ہوگا۔ کوئی آگ میں (گرداب کی طرح) چکر کھائے گا، یہ آگ انھیں سترہ کی مسافت کے بقدر گہرائی تک پہنچائے گی پھر جب وہ اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں گے تو ہر ایک کو اس کے ساتھی کے ساتھ ملا دیا جائے گا یہ حال اتنا روئیں گے کہ ان کے آنسو سوکھ جائیں گے اس وقت وہ خون کے آنسو روئیں گے، ان کے آنسو اس قدر ہوں گے کہ اگر جمع ہو جائیں تو ان میں کشتی رانی ہو سکتی ہے۔ ۷۷۷

دوزخ کی تہ میں دوزخیوں کے جمع ہونے کا ایک دن ہوگا اور اس دن کے بعد پھر وہ کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکیں گے، خدا کے حکم سے منادی دوزخ کی تہ میں ندا دے گا: اس منادی کی آواز دور، نزدیک، دوزخ کے بلائی حصے اور زیریں حصے والے سب ہی سن لیں گے۔ اس منادی کا نام حشیشی ہوگا۔ حشر بچا لے گا! لے دوزخیو! جمع ہو جاؤ! سب کے سب جہنم کے بنیادی حصے میں جمع ہو جائیں گے، ان کے عذاب کے فرشتے ساتھ ہوں گے یہ سب دوزخی آپس میں مشورہ کر نیچے۔ دنیا میں جن لوگوں کو کمزور اور حقیر سمجھا جاتا تھا وہ بڑے لوگوں سے کہیں گے ہم دنیا میں تمھارے مطیع و فرمانبردار بنے رہے کیا آج تم ہم کو خدا کے عذاب سے بچا سکو گے؟ دنیا کے یہ بڑے (مغرور و متکبر) لوگ کہیں گے کہ ہم سب دوزخ میں پڑے ہیں، اللہ اپنے بندوں کا فیصلہ کر چکا ہے! (پھر تم ہم سے کیا مدد طلب کرتے ہو) اللہ تم کو سمجھے تم ہم سے فریاد کر رہے ہو، یہ کمزور لوگ جواب دیں گے خدا کرے تم کبھی خوشی کا منہ نہ دیکھو! تم ہی تو یہ عذاب ہم پر لائے ہو (تمھاری ہی بدولت یہ عذاب ہم پر نازل ہوا ہے) پھر یہ لوگ خداوند عالم سے عرض کر نیچے! لے ہمارے رب جن کی بدولت ہمیں اس عذاب کا سامنا کرنا پڑا ہے ان پر اپنا عذاب دوگنا کر دے (بد دعا سنکر یہ منکر و مغرور لوگ کہیں گے کہ اگر اللہ ہم کو ہدایت دیتا تو ہم ضرور تمھاری مدد کرتے، غریب اور کمزور لوگ جواب دینگے کہ تم جھوٹ کہتے ہو تم رات دن مکرو فریب میں مبتلا رہے کہ ہم اللہ کی نافرمانی کریں اور اس کا شریک بنائیں آج ہم تم سے اور ان جھوٹے معبودوں سے جن کی پرستش کی تم ہم کو دعوت دیتے تھے، بیزار ہیں۔

اس کے بعد یہ سب دوزخی اپنے ساتھ کے شیطانوں کی طرف توجہ کریں گے اور کہیں گے تمھارے گمراہ ہونے سے ہم بھی گمراہی کے گڑھے میں گر پڑے سب سے آخر میں شیطان ملعون بلند آواز سے کہے گا! لے دوزخیو! بیشک اللہ تعالیٰ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا، اس نے تم کو دعوت حق دی تھی مگر تم نے اس کو قبول نہیں کیا اور اس کے وعدے کو سچ نہ جانا اور اس کی تصدیق نہیں کی، اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا آج اس کے خلاف کیا میرا تم پر کوئی زور تو تھا نہیں صرف اتنی بات تھی کہ میں نے تم کو (باطل کی) دعوت دی تھی تم نے وہ دعوت قبول کر لی۔ اب مجھے تم برا نہ کہو بلکہ خود اپنے آپ کو ملامت کرو، اب تو میں نہ تمھاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ اپنی مدد پر قادر ہوں، اللہ کے سوا جن کی تم پرستش کرتے تھے میں آج ان کا انکار کرتا ہوں۔ اس کے بعد منادی اعلان کرے گا ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے اس وقت کمزور متکبران پر اور متکبر و مغرور کمزور لوگوں پر لعنت بھیجیں گے، یہ سب اپنے ساتھ والے

شیطانوں پر اور ان کے ساتھی شیطان ان سب پر لعنت بھیجیں گے اور اپنے ساتھی شیطانوں سے کہیں گے کاش! ہمارے
 اور تمہارے درمیان فاصلہ، مشرق و مغرب کے فاصلے کے برابر ہو جائے، تم آج بھی برے ساتھی ہو اور کل دنیا میں بھی
 برے ساتھی تھے۔ ۱۱۷۹

بعد ازیں لوگ اپنے اپنے جماعت اور گروہ پر نظر ڈالیں گے اور ایک دوسرے سے کہیں گے آؤ! ان موگلوں سے
 کہیں کہ یہ اللہ سے ہماری سفارش کریں تاکہ ایک ن کا عذاب ہی اللہ تعالیٰ ہلکا کر دے، اپنے موگلوں سے گفتگو کرنے
 میں ان کو ستر سال لگ جائیں گے اور اس تمام مدت میں وہ عذاب میں مبتلا رہیں گے آخر کار موگلوں سے وہ یہ بات
 کہیں گے وہ ان کو جواب دیں گے کہ کیا اللہ کے احکام لے کر پیغمبر تمہارے پاس نہیں آئے تھے، سب کہیں گے بیشک آئے تھے
 اس وقت موکل کہیں گے بس تو اب تم یونہی فریاد کرتے رہو مگر کافروں کی بیکار اب بیکار ہے، جب موگلوں کے
 جواب سے وہ مایوس ہو جائیں گے اور ان کو اچھا جواب نہیں ملا تو وہ مالک (داروغہ جہنم) سے فریاد کریں گے اور کہیں گے
 اے مالک تم ہی ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو! کہ وہ ہم کو موت دیدے، مالک اول تو بقدر مدت دنیا ان کی بات
 کا جواب نہیں دینگے، کوئی بات ہی نہیں کریں گے پھر جواب دیں گے بھی تو کہیں گے، موت کے فیصلہ سے پہلے مدتوں
 تک تم کو یہاں رہنا ہوگا۔ جب وہ مالک کے جواب سے بھی مایوس ہو جائیں گے تو اس وقت اپنے رب سے فریاد کریں گے
 اور کہیں گے الہی! تو اب ہم کو یہاں سے نکال دے اگر دوبارہ ہم تیری نافرمانی کریں تو بیشک ہم ظالم ہوں گے
 اللہ تعالیٰ ان کی اس فریاد کا بقدر زمانہ ستر سال جواب نہیں دیگا پھر جس طرح کتوں کو دھتکارتے ہیں اسی طرح (دھتکار
 ہوئے) ان کا جوابے لگا کہ "جہنم میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو" مجھ سے فریاد نہ کرو، جب وہ دیکھیں گے کہ ان کا رب
 بھی ان پر رحم نہیں فرماتا اور کوئی امید افزا جواب نہیں دیا گیا تو ایک دوسرے سے (مایوسی کے ساتھ) کہیں گے کہ
 اب ہم اس عذاب پر صبر کریں یا نہ کریں دونوں باتیں برابر ہیں ہم کو رہائی تو نصیب نہیں ہوگی اس وقت نہ ہمارا کوئی سفارشی
 ہے اور نہ کوئی دلسوزی کرنے والا دوست ہے۔ اگر ایک بار ہم دنیا میں پھر لوٹ جائیں تو ضرور ایمان والوں میں شامل ہو جائیں
 بعد ازیں فرشتے ان کو لوٹا کر ان کے ٹھکانوں پر لے جائیں گے اس وقت ان کے قدم ڈگمگاتے ہونگے ان کی تمام جنتیں،
 ناکارہ بن چکی ہوں گی، اللہ کا عذاب یکم چکے ہوں گے اور اس کی رحمت کی امید منقطع ہو چکی ہوگی سوت اضطراب عالم
 ہوگا، رسوائی اور ایک عظیم ذلت ان پر مسلط ہوگی وہ اپنی اس کوتاہی پر جو ان سے دنیا میں سرزد ہوئی بہت کچھ فریاد و
 فغاں کریں گے اور اعمال کے ان بوجھوں پر حسرت و افسوس کریں گے جو اپنی گردنوں پر دنیا سے لاد کر لائے تھے، ان کی گردنوں
 پر نہ صرف ان کے بوجھے ہوں گے بلکہ ان کی گردنوں پر ان کی پیروی کرنے والوں کے بوجھے ہوں گے، ان کا عذاب ان کی
 زمین کے ذروں اور ان کے دریاؤں کے قطروں سے بھی زائد ہوں گے ان کے ارد گرد عذاب دینے والے ستفاک و طرار فرشتے
 ہوں گے جو عذاب دینے میں کوئی رورعایت نہیں کریں گے، ان کا حکم بہت سخت اور بات اٹل ہوگی، ان عذابے بینے والے
 فرشتوں کے جسم بڑے بڑے، بجلی کی طرح کوند تے چہرے انگاروں سی دھبے آئیں اور شعلہ آتشیں کی طرح سرخ بمبوٹھا

وَمَا دَعَا الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ (کافروں کی دعا سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو لوگ اپنی شرمگاہوں کو فعل حرام سے محفوظ نہیں رکھتے گناہوں کے ساتھ مختص عذاب

موت کے بقدر دوزخ میں لٹکا دیا جائے گا یہاں تک کہ ان کے جسم پھل جائیں گے صرف ان کی جانیں باقی رہ جائیں گی پھر ان کو اتار لیا جائے گا اور از سر نو جسم اور کھالیں دی جائیں گی پھر ان کو اسی عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا اور بقدر مدت دنیا ستر ہزار فرشتے کوڑے ماریں گے یہاں تک کہ ان کے بدن گل جائیں گے اور صرف جانیں رہ جائیں گی۔ جو چوری کے گناہ کا مرتکب ہے اس کا عذاب یہ ہے کہ اس کا بندہ بند کاٹا جائے گا پھر از سر نو جسم دیا جائے گا چور کا عذاب

ستر ہزار فرشتے اس کے بند کاٹنے کے لئے، چھریاں ہاتھ میں لئے اس کی طرف بڑھیں گے۔ جھوٹی گواہی دینے والوں پر عذاب کی کیفیت یہ ہوگی کہ ان کی زبانوں میں آنکڑے ڈال کر ان کو اٹا لٹکا دیا جائے گا پھر ستر ہزار فرشتے ان پر کوڑے برسائیں گے یہاں تک کہ ان کے جسم پھل جائیں گے صرف روحیں باقی رہ جائیں گی۔

وہ لوگ جو شرک میں مبتلا رہے ہیں ان کو جہنم کے غاروں میں ڈال دیا جائے گا پھر غاروں کے دہانے بند مشرک پر گناہ کر دیئے جائیں گے، ان غاروں میں سانپ اور بچھو کثرت سے ہونگے، آگ کے شعلے اور اس کا دھواں ہوگا اور ہر دوزخی کا ہر گھڑی ستر ہزار بار جسم تبدیل کیا جائے گا۔

ظالم، سرکشوں اور متکبروں جیسے فرعون، ہامان وغیرہ پر اس طرح عذاب ہوگا کہ ان کو آگ کے صندوقوں میں ڈال کر مقفل کر دیا جائے گا پھر ان صندوقوں کو جہنم کے سب سے زیریں حصہ میں رکھ دیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسے ہر دوزخی کو ایک لمحہ میں ننانوے قسم کا عذاب دیا جائے گا اور دن میں ہزار مرتبہ ان کی کھالیں تبدیل کی جائیں گی۔

جو لوگ خیانت کرتے ہیں ان کو ان چیزوں کے ساتھ لایا جائے گا جن میں انھوں نے خیانت کی ہوئی خیانت کرنیوالوں کا عذاب ! پھر ان کو جہنم کے دریا میں ان چیزوں کے ساتھ ڈال دیا جائے گا پھر ان سے کہا جائے گا کہ دریا میں غوطہ لگاؤ اور ان چیزوں کو نکالو جن میں تم نے خیانت کی تھی وہ دریا کی تہ تک جائیں گے۔ صرف اللہ تعالیٰ کو اس کی گہرائی کا علم ہے اور کسی کو نہیں! وہ اس دریا میں غوطہ لگائیں گے اور جب سانس پھنکے لئے سر اٹھائیں گے تو ستر ہزار فرشتے لوہے کے گرد سے انھیں ماریں گے یہ عذاب ان پر ہمیشہ ہوتا رہے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اہل دوزخ جہنم میں قرون (احقاب) تک رہیں گے، مجھے ان قرون (احقاب) کی تعداد نہیں معلوم ہاں آخرت کا قرن (حقب) اسی ہزار برس کا ہے۔ برس تین سو ساٹھ دن کا اور دن ہزار برس کا ہوگا۔ پس اہل دوزخ کی ہلاکت ہی ہلاکت ہے، ان کے چہروں کی ہلاکت وہ کہ وہ آفتاب کی گرمی اور جدت کو تو برداشت نہیں کر سکتے مگر دوزخ کی آگ میں ان کو جلنا پڑے گا۔ ان سروں کی ہلاکت ہے سر کا درد تو برداشت نہیں کر سکتے تھے مگر دوزخ میں ان پر کھولتا پانی ڈالا جائے گا۔ اور ہلاکت ہے ان آنکھوں

کی جو آشوبِ جہنم کو برداشت نہیں کر سکتی تھیں مگر دوزخ میں ان سے آگ کے شعلے نکلیں گے۔ اور ہلاکت ہے ان نھنوں کی جو بدلو کو سونگھنا گوارا نہیں کرتے تھے مگر وہاں آگ ان کو کھائے گی۔ ان کاؤں کی ہلاکت ہے جو خوشگوار آوازیں سننا پسند کرتے تھے مگر جہنم میں ان سے شعلے نکلیں گے، ہلاکت ہے ان گردنوں کو جو دردِ الم تو برداشت نہیں کر سکتی تھیں مگر اس وقت ان میں طوق ڈالے جائیں گے، ہلاکت ہے ان کھالوں کی جو موٹا لباس پہننا برداشت نہیں کرتی تھیں مگر جہنم میں ان کو آگ کے کھردرے بدبودار اور سخت کپڑے پہنائے جائیں گے، ہلاکت ہے ان پیٹوں کی جو ذرا سی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے تھے مگر دوزخ میں زقوم (مقوہڑ) کے کھولتے پانی سے ان کو جھینا پڑے گا جس سے انٹریاں بھی کٹ جائیں گی۔ ان پیروں کی ہلاکت ہے جو برہنہ پائی برداشت نہیں کر سکتے تھے مگر انھیں آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی، پس اہل دوزخ کے لئے ہلاکت ہی ہلاکت اور عذاب ہی عذاب ہے جس میں وہ مبتلا ہوں گے۔ الہی اپنے حلمِ عظیم اور فضلِ عظیم کی برکت سے دوزخی نہ بنانا راہِ امنِ ثمین (

دوزخ کے پل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جہنم کے سات پل ہیں اور ہر دو پلوں کے درمیان ستر سال کا فاصلہ ہے، ہر پل کی چوڑائی تلوار کی دھار کے برابر ہے، لوگوں کا پہلا گروہ پلک جھپکنے کی تیزی کی طرح اس پل پر سے گزر جائے گا، دوسرا گروہ بجلی کے کوندے کی طرح تیسرا گروہ تیز ہوا کے جھونکے کی مانند، چوتھا گروہ پرندے کی پر دان، پانچواں گروہ دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی طرح، چھٹا تیز رفتاروں کی مانند اس پل سے گزر جائے گا۔ ساتواں گروہ پیادہ پا لوگوں کی طرح اس سے گزرے گا، پل سے گزرنے والوں میں جب آخری آدمی رہ جائے گا تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ گزرا! وہ اپنے دونوں پاؤں جیسے ہی پل پر رکھے گا اس کا پاؤں پھسل جائے گا تو وہ گھٹنوں کے بل چلنے کی کوشش کرے گا، آگ فوراً اس کے بالوں اور کھال پر اثر انداز ہوگی۔ وہ پیٹ کے بل چلنے کی کوشش کرے گا اور گھسٹتا ہوا چلے گا جب پاؤں بھی سہارا نہیں دے گا تو ایک ہاتھ پکڑ کر چلے گا اور دوسرا ہاتھ اس کا لٹکتا رہے گا۔ دوزخ کی آگ اس پر عذاب کرتی ہے گی وہ خود یہ گمان کرے گا کہ اب میں عذاب سے بچ نہیں سکتا مگر پیٹ کے بل سرکے سرکے وہ پل کو پار کرے گا پل پار کرنے کے بعد وہ پل کی طرف دیکھے گا اور کہے گا ”کیسی برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے عذاب سے نجات بخشی، مجھے یقین نہیں آتا کہ میرے رب نے انگوں یا پچھلوں میں سے کسی پر ایسی رحمت و بخشش فرمائی ہو جیسی اس نے مجھ پر فرمائی“

حضور نے ارشاد فرمایا کہ ایک فرشتہ آئے گا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو حوض کے پاس لے جائے گا جو جنت کے دروازے کے سامنے ہے۔ اور کہے گا اس میں غسل کر لو اور اس کا پانی پی لو وہ غسل کرے گا اور پانی پیے گا۔ اس سے بہشت والوں کی خوشبو آئے گی اور اس کا رنگ نکھر جائے گا پھر وہی فرشتہ اسے جہنم کے دروازے پر لاکر کھڑا کر دیگا اور کہے گا اس وقت تک یہاں کھڑے رہو جب تک اللہ تعالیٰ کی اجازت تمہارے ہائے میں نہ آجائے اس وقت وہ دوزخیوں کی طرف دیکھے گا، دوزخی کتوں کی طرح بھونکتے ہوں گے اس وقت وہ شخص درود کو عرض

کرے گا الہی! میرا منہ ان دوزخیوں کی طرف سے پھیر دے (تاکہ میں انہیں نہ دیکھ سکوں) اے میرے رب! اس کے سوا میں تجھ سے کچھ اور طلب نہیں کروں گا۔ وہی فرشتہ رب العالمین کی بارگاہ سے آئے گا اور اس کا منہ جہنم کی طرف سے پھیر دے گا اس وقت وہ بندہ جہاں کھڑا ہوگا وہاں سے جنت صرف ایک قدم کے فاصلے پر ہوگی۔ وہ جنت کے دروازے اور اس کی وسعت کی طرف دیکھے گا۔ دروازے کے دونوں بازوؤں کے مابین فاصلہ تیزاڑنے والے پرندے کی چالیس سال کی فست کے بقدر ہوگا، حضورؐ نے ارشاد فرمایا وہ بندہ اپنے رب سے عرض کرے گا اے میرے رب! یقیناً تو نے مجھ پر احسانات عظیم فرمائے ہیں، تو نے مجھے آگ سے نجات دی منہ پھیر کر جنت کے رخ پر کر دیا۔ اب میرے اور جنت کے درمیان صرف ایک قدم کا فاصلہ ہے! اے پروردگار! تیرے جلال و عزت کی قسم میں تجھ سے عرض کرتا ہوں کہ تو مجھے جنت کے دروازے میں داخل کر دے میں تجھ سے اور کچھ طلب نہیں کروں گا سوائے اس کے کہ جنت کے دروازے کو میرے اور اہل دوزخ کے درمیان حاصل فرمادے تاکہ میں ان کی آواز بھی نہ سُن سکوں اور نہ انہیں دیکھوں۔ پھر وہی فرشتہ رب العالمین کی بارگاہ سے آئے گا اور کہے گا اے ابن آدم! تو کس قدر جھوٹا ہے؟ کیا تو نے سوال نہ کرنے کا وعدہ نہیں کیا تھا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بندہ کہے گا اور قسم کھائے گا کہ عزت رب کی قسم میں کچھ اور نہیں مانگوں گا، اس وقت فرشتہ اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت کے دروازے میں داخل کر دے گا اور خود بارگاہ الہی میں واپس چلا جائے گا وہ شخص اس وقت اپنے دائیں بائیں اور سامنے یکساں مسافت کے بقدر جنت کو دیکھے گا تو اسے سوائے درختوں اور مچھلیوں کے کچھ نظر نہیں آئے گا، جنت کے قریب ترین درخت کا اس کے مقام سے فاصلہ ایک پر تیر ہوگا۔ وہ اس پیر کو دیکھے گا تو اس کی جڑ سونے کی شاخیں چاندی کی اور پتے اُن حسین پتروں کی طرح نظر آئیں گے جنہیں انسان نے دیکھا ہے۔ اس کے پھل ممکن سے زیادہ نرم شہد زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہیں۔ بندہ یہ دیکھ کر حیران رہ جائے گا اور پھر عرض کرے گا! الہی تو نے مجھے جہنم سے نجات دی اور جنت کے دروازے میں داخل کر دیا، تو نے مجھ پر بڑے احسانات کئے ہیں لیکن مجھے اور اس درخت کے درمیان صرف ایک قدم کا فاصلہ ہے اس کو بھی دور فرمادے اس کے سوا میں تجھ سے اور کوئی سوال نہیں کروں گا، پھر وہی فرشتہ آئے گا اور کہے گا تو بھی بڑا جھوٹا ہے تو نے تو مزید سوال نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا پھر مزید سزا کیوں کر رہا ہے تیری قسم کہاں گئی تجھے شرم نہیں آتی! آخر کار اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت کے اندر قریب ترین محل تک لے جائیگا پیکا ایک اسے ایک سال کی مسافت کے بقدر دوری پر موتی کا ایک محل دکھائی دے گا۔ اس محل کو اپنے سامنے اور اپنی قیام گاہ کو اپنے عقب میں دیکھ کر اسے ایسا معلوم ہوگا کہ پچھلی جگہ بالکل پیچ مٹی اس وقت وہ بے ساختہ عرض کرے گا! الہی! میں یہ مکان تجھ سے مانگتا ہوں اس کے بعد کسی چیز کی درخواست نہیں کروں گا۔ ذرا ایک فرشتہ آئے گا وہ کہے گا اے انسان! کیا تو نے اپنے رب کی قسم اس سے پہلے نہیں کھائی تھی؟ تو کس قدر کاذب ہے خیر جانتے ہو کہ وہ محل ہے یا جب یہ بندہ اس محل میں پہنچے گا تو اس کے مقابل کا سماں اور منظر دیکھ کر یہ مکان اور محل تو بے وقت معلوم ہوگا، محل کچھ کر بے تابو ہو جائے گا اور عرض کرے گا اے رب میں تجھ سے اس محل کا خواستگار ہوں اس کے بعد کوئی اور سوال نہیں کروں گا فرشتہ پھر کہے گا اے ابن آدم کیا تو نے قسم نہیں کھائی تھی؟ آخر تو کتنا دروغ گو ہے؟ فرشتہ اسے اس محل میں داخل کر دے گا

مک نظر آئے گا جب یہ بندہ اس کی طرف سے ذرا دیر کو بھی غافل ہو کر دوبارہ اس کے جمال کو دیکھے گا تو اس کو حور کا جسم پہلے سے سترگنا زیادہ حسین نظر آئے گا، حور اس کے لئے آئینہ ہوگی اور وہ حور کے لئے آئینہ ہوگی۔

جنت کے محل کی کیفیت ہر محل کے تین سو ساٹھ دوازے ہوں گے اور ہر دروازے پر تین سو ساٹھ موتی، یا قوت اور دیگر جواہر کے قیمتی ہونگے اور ہر قبے کا رنگ ایک دوسرے سے مختلف ہوگا جب وہ محل سے سرنکال کر جھانکے گا تو بقدر مسافت زمین اس کو اپنی ملکیت نظر آئے گی اور جب وہ اس کی سیر کرنے کا تو سو برس تک اپنی ہی ملکیت (سرزمین) میں چلتا رہے گا مگر اس کی حد ختم نہیں ہوگی۔ ہر دروازے پر فرشتے موجود ہونگے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام اور تحفے لا کر آئے۔ ہر فرشتے کے پاس ایسا ہدیہ ہوگا جو دوسرے کے پاس نہیں ہوگا۔ یہ فرشتے اپنے ہدیوں اور تحفوں کے ساتھ روزانہ دن چڑھے اس بندے کو سلام کرنے آئیں گے، اللہ کی کتاب (قرآن شریف) میں اس کی تصدیق اس طرح موجود ہے۔

وَأَمَّا لَشَيْكَةِ يُدْخِلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ
سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ
مزیادہ ارشاد فرمایا:-

وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا
اور جنت میں ان کے لئے صبح و شام رزق ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ بندہ جو سب سے آخر میں داخل ہوا تھا اہل جنت اسے مسکین کے نام سے پکاریں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسروں کے مرتبے اس سے کہیں زیادہ افروز ہونگے، اس مسکین کے کھانے کے لئے صرف اتنی ہزار خادم مقرر ہوں گے جب وہ کھانے کی خواہش کرے گا تو اس کے سامنے کھانا ایسے خوانوں میں پیش ہوگا جو زرد اور سرخ یا قوت سے مرصع ہوں گے ان خوانوں کے پائے مروارید کے ہوں گے ہر پائے کی لمبائی بیس میل ہوگی ان خوانوں میں ستر قسم کے لذیذ اور رنگا رنگ کھانے ہوں گے۔ پیالوں میں مختلف قسم کے شربت ہوں گے۔ کھانے کا مزہ شروع سے آخر تک یکساں قائم رہے گا، اگرچہ بعض کھانے ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے لیکن ان کا رنگ و روپ ایک دوسرے سے الگ ہوگا ہر خادم کو اس کا حصہ کھانے سے ضرور دیا جائے گا لیکن جب یہ بندہ کھا چکے گا تب اس کے پس خوردہ سے دیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ اونچے درجہ والے اس مسکین جنتی کی زیارت کرینگے زبندی سے اس کو دیکھیں گے، لیکن یہ ان لوگوں کو نہیں دیکھ سکے گا۔ اونچے درجے والے ہر جنتی کی خدمت میں آٹھ لاکھ خدمت گار ہوں گے ہر خادم کے ہاتھ میں ایک خوان ہوگا جس میں کھانا ہوگا اور جو کھانا ایک خوان میں ہوگا وہ دوسرے میں نہیں ہوگا۔ جنتی ہر قسم کے کھانے میں سے کچھ نہ کچھ ضرور کھائے گا، جب یہ کھانے سے فارغ ہوگا تو ہر خادم کو اس پس خوردہ کھانے اور شربت سے حصہ ملے گا۔ ہر جنتی کو ۲۰ حوریں اور دو انسانی بیویاں عطا ہوں گی۔ ہر بیوی کا محل یا قوت سبز کا ہوگا جو سرخ یا قوت سے مرصع ہوگا ہر قصر کے ستر ہزار دروازے (گواڑ) ہونگے۔ ہر گواڑ پر

موتی کا ایک قُبّہ ہوگا۔ ہر بیوی شتر ہزار جوڑے پہنے ہوگی۔ ہر جوڑے کے شتر ہزار رنگ ہوں گے اور کوئی جوڑا ایک دوسرے کے مانند و مشابہ نہ ہوگا۔ ہر بیوی کی خدمت میں ایک ہزار لونڈیاں ہوں گی اور شتر ہزار خواتین سہیلیاں ہوں گی، ہر لونڈی کے ہاتھ میں کھانے سے بھرا ہوا خوان اور شربت سے پُر پیالہ ہوگا اور ایک خوان کا کھانا اور پیالہ کا شربت دوسرے خوان کے کھانے اور شربت سے مشابہ نہیں ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب وہ بندہ خواہش کریگا کہ اپنے اس بھائی سے ملاقات کرے جس سے دنیا میں اللہ عزوجل کے واسطے محبت کرتا تھا، وہ کہے گا کہ کاش مجھے اپنے بھائی کا حال معلوم ہوتا کہ وہ کس حال میں ہے اس کو خطرہ ہوگا کہ کہیں وہ تباہ نہ ہو گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل کے اس خطرے سے واقف ہوگا وہ فرشتوں کو حکم دے گا کہ میرے بندے کو اس کے بھائی کے پاس پہنچا دو، اس حکم کے بعد فرشتہ اس کے پاس ایک عدد اونٹنی لیکر آئے گا جس پر پالان کے بجائے لوز کے گدے (نمدے) بڑے ہوں گے، جنتی اس کو سلام کریگا فرشتہ سلام کا جواب دینے کے بعد کہے گا کہ اٹھو سوار ہو اور اپنے بھائی کے پاس ملاقات کے لئے چلو، جنتی اونٹنی پر سوار ہو کر ہرگز ہشت کا وہ راستہ جو ہزار برس میں طے ہو سکتا تھا اتنی جلدی طے کر لیا جتنی دیر میں تم اونٹنی پر سوار ہو کر تیز رفتاری سے ایک قدم کا راستہ طے کرتے ہو۔ یہ راہ طے کر کے اپنے بھائی کے گھر پہنچ جائے گا اور اس کو سلام کرنے گا وہ سلام کا جواب دے گا۔ اور اسے خوش آمدید کہے گا وہ دریافت کرے گا کہ لے بھائی تم کہاں تھے؟ مجھے تو تمھارے بارے میں اندیشہ لاحق ہو گیا تھا، دونوں معانقہ کریں گے اور کہیں گے اس خدا کا شکر و احسان ہے جس نے ہم کو ملایا پھر دونوں اللہ تعالیٰ کی حمد ایسی خوش الحانی سے کریں گے کہ کسی نے ایسی آواز کبھی نہیں سنی ہوگی۔

حضور نے فرمایا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ ان دونوں سے فرمائے گا کہ لے میرے بندو! یہ وقت عبادت اور بندگی کا نہیں ہے بلکہ ہم سے تحائف مانگنے کا وقت ہے لہذا تم دونوں کی جو خواہش ہو ہم سے طلب کرو، وہ دونوں عرض کریں گے کہ الہی! ہم دونوں کو اس درجہ (نزالت) میں یکجا کر دے، اللہ تعالیٰ ان دونوں کو ایک خیمہ میں یکجا کر دیگا (دونوں کو ایک ساتھ رہنے کا حکم فرما دیگا) اس خیمہ کے چاروں طرف موتی اور یاقوت ہوں گے ان کی بیویوں کے لئے الگ مقام ہوں گے پھر وہ دونوں ایک ساتھ کھائے پئیں گے اور ہر طرح کا لطف اٹھائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنتی جب کوئی لقمہ اپنے منہ میں رکھے گا اور اس کے دل میں کسی دوسرے کھانے کی خواہش ہوگی تو اللہ تعالیٰ اسی لقمہ کو اس کے منہ میں اسی مرغوب و مطلوب کھانے میں تبدیل فرمادے گا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ جنت کی زمین کیسی جنت کی زمین ہوگی؟ حضور نے ارشاد فرمایا اس کی زمین سفید و نرم چاندی کی اور اس کی مٹی مشک کی ہوگی اور ٹیلے زعفران کے ہوں گے اس کی چہار دیواری مروارید، یاقوت اور سونے چاندی کی ہوگی اور ایسی شفات کہ اندر سے باہر کی چیز اور باہر سے اندر کی چیز نظر آئے گی، جنت میں ایسا کوئی محل نہ ہوگا جس کی اندر کی چیزیں باہر سے اور باہر کی چیزیں اندر سے نظر نہ آتی ہوں، جنت میں ہر شخص کا لباس تہ بند (ازار) اور چادر اور بغیر سٹے ہوئے جوڑے ہوں گے

موتیوں کا تاج سر پہ ہوگا، تاج میں چاروں طرف موتی، یاقوت اور زمرد ہوں گے اور اس سے سونے کی دو زنجیریں لٹکتی ہونگی۔ گردن میں سونے کا گلابند ہوگا جس کے کنارے یاقوت سبز اور مروارید کے ہوں گے۔ ہر جنتی کے ہاتھ میں تین کنگن ہوں گے، ایک کنگن سونے کا، ایک چاندی کا ایک موتیوں کا ہوگا، تاج کے نیچے موتیوں اور یاقوت کے سربند ہوں گے۔ جوڑوں کے اوپر ہر ایک ریشم کا لباس ہوگا جن کے استر سبز حریر کے ہونگے۔ سب تکئے لگائے ایسے بستروں پر بیٹھے ہوں گے جن کا استر موٹے ریشم کا اور ابرہ عمدہ سُرخ نفیس کپڑے کا ہوگا۔ اس پر سُرخ یاقوت کی دھاریاں پڑی ہوں گی۔ ان کے تحت سُرخ یاقوت کے اور ان کے پائے مروارید کے ہوں گے، ہر تخت پر ہزار فرش چھ ہوں گے اور ہر فرش میں ستر رنگ ہونگے کوئی رنگ ایک دوسرے سے مشابہ نہیں ہوگا۔ ہر تخت کے سامنے ستر ہزار بستر ہوں گے اور ہر بستر کے ستر رنگ ہوں گے۔ اور کوئی بستر دوسرے سے مشابہ نہیں ہوگا۔ ہر بستر کے دائیں بائیں ستر ہزار کرسیاں ہوں گی اور ہر کرسی نئی ہوگی اور ایک دوسرے سے مختلف۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام اہل جنت خواہ وہ دنیا میں پست قدمی کیوں نہ ہوں اہل جنت کی ہیئت جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کے قدم کے برابر ہوں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا قدم ساٹھ ہاتھ کا ہوگا۔ تمام جنتی جوان ہوں گے، ریش و برودت (اداسی موچھ) کے بغیر، ان کی گہری سترنگیں آنکھیں ہونگی ان کی بیویاں سب یکساں قدمی ہوں گی، اس اہتمام کے بعد منادی ایسی آواز میں پکائے گا جو دور و نزدیک پہنچے اور اوپر یکساں سنی جائے گی کہ اے جنت والو! کیا تم کو اپنے یہ گھر پسند آئے؟ سب جواب میں عرض کریں گے، خدا کی قسم ہمارے رب نے ہمیں عزت اور کرامت کی جگہ اتارا ہے ہم یہاں سے کہیں اور منتقل نہیں ہونا چاہتے اور نہ اس کے بدلے دوسرا گھر ہم چاہتے ہیں، ہم اپنے رب کے جوار میں خوش ہیں اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! ہم نے تیری منائی سنی اور اس کا سچا جواب عرض کر دیا۔

الہی ہم تیرے دیدار کے طالب ہیں تو ہمیں اپنا جلوہ دکھا دے کیونکہ تیرا دیدار ہی تو سب سے بڑھ کر ہے۔ دیدار الہی اس وقت اللہ تعالیٰ اس جنت کو جس کا نام دارالسلام ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ کی مجلس در مقام ہے حکم دیکھا کہ خود کو سجائے اور آراستہ کرے اور اس کے لئے تیار ہو جائے کہ میں اپنا دیدار اپنے بندوں کو دکاؤں۔ جنت دارالسلام رب کا حکم سننے کی ادبات ختم ہونے سے پہلے ہی خود کو آراستہ کرے گی اور اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے والوں کے لئے تیار ہو جائے گی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو حکم دے گا کہ میرے دیدار کے لئے میرے بندوں کو بلاؤ وہ فرشتہ بارگاہ الہی سے روانہ ہو کر بہت پر کیف بلند اور لمبی آواز میں پکارے گا اے اہل جنت اے اللہ کے دوستو! آؤ اپنے رب کا دیدار کرو، اس کی آواز ہر جنتی سن لے گا خواہ وہ اوپر کے طبقے میں ہو یا نیچے کے طبقے میں! تمام جنتی اونٹوں اور گھوڑوں پر سوار ہو جائیں گے سفید ستوری اور زرد زعفران کے ٹیلوں کی طرف چلیں گے اور دروازے کے قریب پہنچ کر سلام پیش کریں گے اور اس طرح کہیں گے "السَّلَامُ عَلَيْنَا مِنْ رَبِّنَا" (ہم پر ہمارے رب کی طرف سے سلام ہو) پھر وہ داخلے کی اجازت چاہیں گے ان کو اجازت دیدی جائیگی۔

جو نبی وہ دروازہ میں داخل ہونے کا ارادہ کر نیچے کے عرش کے نیچے سے مشیرہ نامی ہوا چلے گی وہ ہوا مشیرہ زعفران کے ٹیلوں کو اٹھائے گی اور نابین کران طالبان دیدار کے سروں، گریبانوں اور کپڑوں پر ڈال دے گی پھر وہ اندر داخل ہو کر اپنے رب اور اس کی عرش و کرسی پر نظر ڈالیں گے، ان کو ایک نور تاباں نظر آئے گا مگر رب جلوہ فرما نہ ہوگا اس وقت یہ سب یکے بان ہو کر کہیں گے "سُبْحَانَكَ رَبَّنَا قَدْ دُشِّنَا بِرَبِّكَ اَمْلَا شُكْرَكَ وَالتَّوْحِيدُ تَبَارَكَتْ وَتَعَالَى لَيْتَ" اے ہمارے پروردگار تو ہر عیب سے پاک ہے تو قدوس ہے تو فرشتوں اور رُوحوں کا رب ہے تو برکت والا اور عالی مرتبہ ہے، ہمیں اپنے جمال کے دیدار سے مشرف فرما! اس وقت اللہ تعالیٰ حجابات نور کو حکم دے گا کہ ہٹ جاؤ، فوراً یکے بعد دیگرے حجابات اٹھتے چلے جائیں گے اس طرح ستر حجابات اٹھ جائیں گے اور زیرین حجاب اپنے بالائی حجاب سے نورانیت میں سترگنا زیادہ ہوگا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ جلوہ افروز ہوگا۔ طالبان دیدار سب سجدے میں گر پڑیں گے اور جتنی دیر اللہ چاہے گا سجدہ ریز رہیں گے، سب سجدے میں کہیں گے "ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں تیرے ہی لئے تمام حمد و ثنا ہے، تو نے ہم کو دوزخ سے بچایا اور جنت میں داخل کیا، یہ مکان ہمارے لئے کتنا اچھا ہے ہم تجھ سے پورے پورے راضی ہیں تو بھی ہم سے راضی ہو جا" اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تم سے پورے طور پر راضی ہوں، یہ بندگی اور حمد و ثنا بیان کرنے کا وقت نہیں ہے، یہ عیش و شاد کامی کا وقت ہے، مجھ سے مانگو میں تمہیں عطا کروں گا،

آرزو کرو میں تمہاری آرزو سے بہت زیادہ تم کو دوں گا۔ IMP

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت دل ہی دل میں آرزو کر نیچے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو کچھ عطا فرمایا ہے وہ ہمیشہ قائم رکھے اللہ تعالیٰ (ان کی آرزو کے جواب میں) فرمائے گا کہ جو کچھ میں نے تم کو عطا کیا ہے اور اسی کی مثل و مانند جو کچھ اور عطا کروں گا وہ سب تمہارے لئے قائم و دائم رکھوں گا، اہل جنت اللہ اکبر کہتے ہوئے سیر اٹھائیں گے اور رب العزت کے نور پاک کی شدت سے اس طرف نظر نہ اٹھا سکیں گے اس مجلس کا نام "مشرقِ قبیہ عرش رب العالمین" ہوگا۔ اس کے بعد رب العزت ان سے فرمائے گا اے میرے بندو! اے میری قربت والو! میرے دوستو! میرے محبوبو! مجھ سے محبت رکھنے والو! اے وہ لوگو جن کو میں نے اپنی مخلوق اور اطاعت گزار بندوں میں سے منتخب کیا ہے! مرحبا مرحبا!!

عرش الہی اور منبر منبروں کے نیچے نور کی کرسیاں ہوں گی، ان کرسیوں کے نیچے فرش پر غالیچے اور غالیچوں کے نیچے مسندیں ہونگی۔ اللہ جل و جلالہ فرمائے گا! آؤ اور حسب مراتب بیٹھو، سب سے آگے رسولانِ کرام (علیہم السلام) تشریف لائیں گے اور منبروں پر تشریف فرما ہو جائیں گے پھر انبیاء علیہم السلام کرسیوں پر جلوہ افروز ہوں گے اور حضرات صاحبین آگے بڑھ کر مسندوں پر بیٹھ جائیں گے اس کے بعد نورانی خوان بچھائے جائیں گے، ہر خوان کے ستر رنگ ہوں گے اور ہر ایک مردارید و یا قوت سے مرصع ہوگا۔ پھر حق تبارک تعالیٰ اپنے خدام کو حکم دے گا کہ سب کو کھلاؤ یہ خدام سب کے آگے خوانوں میں ستر پیالے یا قوت و مردارید کے رکھیں گے ہر ایک پیالے میں ستر قسم کا کھانا ہوگا اللہ عزوجل اوشاد

فرمائے گا کہ کھلاؤ، ہر ایک جتنا چاہے گا کھائیکا، کھاتے وقت آپس میں یہ حضرات کہیں گے کہ آج کے کھانے کے مقابل میں ہمارے گھر کا کھانا بالکل میچ تھا۔ وہ اس کے مقابلہ میں خواب و خیال ہے پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ حضرات شراب ظہور سے سیراب کئے جائیں گے اس وقت اہل جنت آپس میں کہیں گے کہ ہمارے مشروبات تو اس مشروب کے مقابلے میں ایک خواب و خیال (میچ) ہیں، پھر رب العزت فرمائے گا کہ تم نے ان کو کھلا پلا دیا اب ان کو پھل اور میوے کھلاؤ، خدام پھل لیکر آئیں گے اہل جنت ان پھلوں میں سے کچھ کھائیں گے اور کہیں گے ان پھلوں کے مقابلے میں ہمارے (دنیا کے) پھل بالکل میچ اور بے حقیقت ہیں۔ اللہ تعالیٰ خادموں کو حکم دیگا کہ تم نے ان کو کھلا پلا دیا میوے بھی کھلا دیئے اب ان کو لباس بہشتی اور زیور سے آراستہ کرو۔ خدام لباس اور زیور ان کو پہنائیں گے اس وقت یہ لوگ آپس میں کہیں گے کہ اس کے مقابلے میں ہمارے زیور اور لباس تو بالکل میچ تھے۔ یہ لوگ کرسیوں پر بھی بیٹھے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ عرش سے ایک ہوا بھیجے گا جس کا نام میسرہ ہوگا یہ ہوا زیرین عرش سے مشک اور کافور کا غبار (جو برت سے زیادہ سفید ہوگا) ساتھ لاکر ان کے سروں گریبانوں اور کپڑوں پر ڈال دے گی جس سے یہ سب معطر ہو جائیں گے، پھر تمام خوان بچے ہوئے کھانوں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندو! مجھ سے سوال کرو میں عطا کر دوں گا اور آرزو کرو گے اس سے زیادہ دوں گا یہ سب جنتی متفقہ طور پر کہیں گے اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم تجھ سے تیری رضا کے طالب ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے بندو میں تم سے راضی ہوں، سب سجدے میں گر پڑیں گے اور تسبیح و تکبیر میں مشغول ہو جائیں گے اس وقت رب العزت فرمائے گا میرے بندو! سر اٹھاؤ یہ عبادت کا وقت نہیں ہے یہ وقت تو عیش و عشرت اور راحت و نصیب کا ہے، بندے سجدے سے سر اٹھائیں گے، انوار ربی کی دہر سے ان کے چہرے تاباں ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب اپنے اپنے محلوں کو واپس جاؤ۔ یہ سب جنتی بارگاہ الہی سے نکل آئیں گے، خدام سواریاں لے آئیں گے یہ تمام جنتی اپنی اپنی اونٹنی یا خچر پر بیٹھ جائیں گے ہر ایک کی رکاب میں ستر ہزار غلام ہوں گے یہ غلام بھی اسی جیسی سواری پر سوار ہوں گے۔ راستہ میں سے جو چاہے گا اپنے علاقے اور محل کی طرف چلا جائے گا باقی سب اس کے ہم رکاب ہیں گے یہاں تک کہ اس کا قصر آجائے گا۔ قصر میں پہنچ کر جنتی اپنی بیوی کی طرف چلے گا وہ کھڑے ہو کر اس کا استقبال کرے گی، خوش آمدید و مرحبا کہے گی اور کہے گی میرے محبوب آپ تو اپنے رب کے پاس حسن و جمال اور نور لیکر خوشبودار لباس اور حسین زیور کے ساتھ آئے، میں بھی آپ سے مدد بھی (آپ کے ساتھ تھی) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ بلند آواز سے پکار کر کہے گا، اے اہل جنت! تم ہمیشہ اسی حال میں رہو گے اور تم کو اسی طرح تو بہ نعمتیں ملتی رہیں گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے ہر دروازے سے سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ کہتے ہوئے آئیں گے ان کے ساتھ ہدیے کے طور پر مطعومات، مشروبات، بلوسات اور زیورات ہونے لگیں۔

حضور فرماتے تھے کہ جنت کے سو درجے ہوں گے ہر دو درجوں کے درمیان ایک سردار معین ہے جس کی بزرگی اور فضیلت کا سب اقرار کریں گے۔ جنت میں سفید کستوری اور زعفران کے پہاڑ ہیں، اہل جنت کی ڈکار سے کستوری کی اور پسینے سے مشک کی خوشبو آتی ہے وہ نہ تھوکتے ہیں اور نہ انھیں بول و براز کی ضرورت پیش آتی ہے نہ ان

کی ناک بہتی ہے اور نہ وہ بیمار ہوتے ہیں نہ ان کے سر میں درد ہوتا ہے۔
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ تمام اعلیٰ درجہ اور کم درجہ والے جنتی چاشت کے وقت کھانا کھاتے
 ہیں پھر دو گھنٹی آرام کرتے ہیں اور دو گھنٹی آپس میں ملاقاتیں کرتے ہیں۔ چار گھنٹی اپنے خالق کی تہجد بیان کرتے
 ہیں پھر دو گھنٹی آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ جنت میں رات اور دن بھی ہیں لیکن جنت کی رات کی تاریکی دن کی روشنی سے
 ستر گنا زیادہ ہوگی۔ حضور فرماتے تھے کہ تحفہ و ہدایا دینے کے اعتبار سے ادنیٰ درجہ کا شخص بھی ایسا ہوگا کہ اگر اس کے
 پاس جن دس مہمان ہوں تب بھی اس کے پاس اپنے مہمانوں کے لئے کرسیاں، فرش، تیکے اور بستر ہوں گے اور
 مہمانوں کو کھلانے کے لئے بھی کافی سامان خوراک ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں بعض درختوں کے تنے سونے کے بعض چاندی کے اور بعض یاقوت
 زبرجد کے ہوں گے ان کی شاخیں بھی ایسی ہی ہوں گی اور ان کے پتے دنیوی زیوروں سے زیادہ خوبصورت ہوں گے
 ان کے پھل مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ شیریں ہوں گے، ہر درخت کی لمبائی پانچ سو سال اور موٹائی ستر سال
 کی مسافت کے بقدر ہوگی، دیکھنے والے کی نظر درخت کے آخری پتے اور پھل تک پہنچے گی۔ ہر درخت کے پھل ستر ہزار قسم
 ہوں گے اور کوئی پھل ہم رنگ نہیں ہوگا، جنتی کو جس قسم کے پھل کی خواہش ہوگی وہی پھل رکھنے والی شاخ پانچ سو پچاس یا
 اس سے کم مسافت کی راہ سے نیچے جھک آئے گی، اس پھل کا طالب اگر اس پھل کو ہاتھ سے توڑنا چاہے گا تو اس کو توڑے گا،
 اور اگر منہ میں لینا چاہے گا تو اپنا منہ کھول دیگا وہ پھل اس کے منہ میں آجائے گا۔ جب پھل کو توڑے گا فوراً اس کے عوض ایک
 دوسرا خوبصورت اور عمدہ پھل اللہ تعالیٰ پیدا کرے گا، جب جنتی پھل توڑنے اور کھانے کی خواہش پوری کرے گا تو شاخ
 (اچک کر) پھر وہیں اوپر لوٹ جائے گی جہاں سے جھکی تھی، جنت میں بعض درخت ٹھنڈے نہیں ہوں گے بلکہ ان میں صرف ٹھنڈوں
 کے ظاف اور آستینیں ہوں گی جن میں حریر خوبصورت نفیس ریشم، ہاریک ریشمی کپڑے ہوں گے اور بعض آستینوں میں مشک اور کافور
 ہونگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ اہل جنت ہر جمعہ کو اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہوں گے، نیز ارشاد فرمایا
 کہ اگر بہشت کا ایک تاج آسمان سے نیچے لٹکا دیا جائے تو اس کی تابانی سورج کی چمک دمک کو ماند کر دے گی۔

حضور فرماتے تھے کہ جنت میں بہت سے محل ہیں ہر محل میں چار نہریں رواں ہیں۔ ایک آب شیریں کی، دوسری
 دودھ کی، تیسری شراب (طہور) کی اور چوتھی شہدہ مصفا کی، اگر جنتی کسی نہر کا پانی پیئے گا تو آخر میں اس پانی سے مشک کی خوشبو
 آئے گی۔ جنتی ان چشموں کا پانی ملائے بغیر نہروں کا پانی پیئیں گے، ایک چشمہ کا نام زنجبیل ہے، دوسرے کا نام تینیم
 تیسرے کا کافور، چہترے کا فود سے صرف مقررین حضرات سیراب ہوں گے۔ رسول اللہ فرماتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ فیصلہ صاف
 نہ فرما چکا ہوتا کہ اہل جنت شراب طہور کے پیالے لینے میں ایک دوسرے پر پیشقدمی کریں گے تو اہل جنت ان کا سول کو کبھی اپنے
 منہ سے نہ ہٹاتے، حضور فرماتے تھے کہ اہل جنت ایک لاکھ سال یا اس سے بھی زیادہ دور کی مسافت سے باہم ملاقات
 کے لئے جائیں گے اور جب وہ ملاقات کے بعد اپنے اپنے محلات کو واپس جائیں گے تو وہ سیدھے اپنے اپنے ٹھکانوں
 پر (راہ بھٹکے اور بھولے بغیر) واپس آجائیں گے۔

والیسی پر اللہ کی طرف سے تحفے

اہل جنت جبے یلدا الہی سے مشرف ہو کر واپسی کا قصد کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہر شخص کو ایک سبز رنگ کا انار مرحمت فرمائے گا جس میں ستر دے ہونگے اور ہر دلنے میں سورنگ ہونگے اور کوئی دانہ ہم رنگ نہیں ہوگا، بارگاہ الہی سے مراجعت کے وقت وہ جنت کے بازاروں سے گزریں گے

ان بازاروں میں خرید و فروخت نہیں ہوگی بلکہ وہاں زیور کپڑوں کے جوڑے باریک اور موٹا ریشمی کپڑا، خوبصورت منقش موتی اور یاقوت اور مرصع تاج لٹکے ہوں گے، وہاں سے جنتی اتنی چیزیں لیں گے جتنی وہ لے جانا چاہیں گے مگر ان بازاروں میں کچھ کمی نہیں آئے گی، وہاں حسین ترین تصویریں بھی ہوں گی ایسی ہی جیسی آدمیوں کی تصویریں ہوتی ہیں ان تصویروں کے سینوں پر تحریر ہوگا کہ جو شخص مجھ جیسا حسین ہونا پسند کریگا اللہ تعالیٰ اس کو مجھ جیسا بنادے گا پس جو ان تصویروں جیسا حسین ہونا پسند کرے گا اس کے پھرے کا حسن اس تصویر کی طرح حسین ہو جائے گا۔ جب لوگ لوٹ کر اپنے محللات میں آئیں گے تو غلمان صفت باندھے کھڑے ہوں گے اور ان واپس آنے والوں کو خوش آمدید مرحبا کہتے ہوئے آگے بڑھیں گے، ہر ایک اپنے برابر والے کو ان جنتیوں کی واپسی کی بشارت دے گا اس طرح سلسلہ بہ سلسلہ یہ خوشخبری اس کی بیوی (جو) تک پہنچ جائے گی، بیوی فرط انبساط سے دروازے تک آئے گی اور اس کو سلام و مرحبا کہے گی، دونوں گلے ملیں گے اور معافہ کرتے ہوئے اندر آجائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جنتی کی بیوی اتنی حسین و جمیل ہوگی کہ اگر اسے کوئی فرشتہ نبی یا رسول دیکھ لے تو اس کے حسن پر فریفتہ ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کھانے کے بعد جو آخری شربت پئیں گے اس کا نام طہور حاق (ریاک لبریز) ہوگا اس کا ایک گھونٹ پینے کے بعد جو کچھ کھایا پیاجے سب مہضم ہو جائے گا اس کی ڈکار مشک کی خوشبو کی طرح ہوگی اہل جنت کے پیٹ میں کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی شراب طہور پینے کے بعد انھیں پھر کھانے کی خواہش ہوگی اور ہمیشہ ان کا یہی طریقہ رہے گا۔

جنت کی قسمیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اہل جنت کی سواریاں سفید یا قوت سے بنائی گئی ہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ جنتیں تین قسم کی ہیں ایک کا نام الجنتہ دوسری کا عدن اور تیسری کا دار السلام ہے۔ جنت عدن الجنتہ سے ستر کروڑ گنا بڑی ہے، الجنتہ کے محل باہر سے سونے کے در اندر سے زبرجد کے ہوں گے اس کے برج سرخ یا قوت کے اور اس کے جھرو کے (کھڑکیاں) موتیوں کی لڑیلوں کے ہونگے، جنتی اپنی بیوی سے سات سو سال کی مدت کے بقدر لطف اندوز ہوگا پھر اس کی دوسری بیوی جو پہلی بیوی سے زیادہ حسین و جمیل ہوگی دوسرے محل سے اس کو پکارتے گی کہ لے دوست! اب وقت آگیا ہے کہ میں تم سے دولت وصال حاصل کر دوں! وہ پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ جواب دے گی کہ میں وہ ہوں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُوَّةٍ أَعْيُنٍ (کوئی نہیں جانتا کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کیا کیا چھپا کر رکھا گیا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جنت میں ایک درخت ہے اس کا سایہ اتنا ہے کہ سواریاں سات سو سال تک چلے تب بھی اس کا سایہ ختم نہ ہو اس کے نیچے نہریں رواں ہیں اس کی ہر شاخ پر شہر تعمیر ہیں، ہر شہر کی لمبائی دس ہزار

میل ہے، ایک شہر سے دوسرا شہر مشرق و مغرب کے فاصلہ پر ہے ان کے محلوں سے سلبیل کے چشتی شہروں کی طرف جاری ہیں اس درخت کا پتہ اتنا بڑا ہے کہ اس کے سایہ میں پوری ایک اُمت آجائے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب جنتی مرد اپنی بیوی کے پاس جائے گا تو وہ کہے گی قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے آپ کی ملاقات کی عزت بخشی کہ جنت کی کوئی چیز مجھے آپ سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔ جنتی بھی ایسا ہی جواب دے گا۔ حضورؐ فرماتے تھے کہ جنت میں ایسی ایسی چیزیں موجود ہیں جن کی تعریف بیان کرنے والے بیان نہیں کر سکتے نہ ساری دنیا ان کا تصور کر سکتی ہے نہ کسی سننے والے کا دل ان کو سنا اور نہ مخلوق کی آنکھوں نے ان کو دیکھا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے دو شخصوں کو جو محض اللہ کے لئے آپس میں محبت رکھتے **جنت عدن** تھے "عدن" کی جنت میں ایسے سرخ یا قوت کے منار برائے گا جس کا عرض ستر ہزار سال کی مسافت کے بقدر ہے، اس منار پر ستر ہزار کمرے ہوں گے اور ہر کمرہ ایک محل کی صورت میں ہوگا، محض اللہ کے لئے محبت کرنے والے اوپر سے تمام اہل جنت کو دیکھیں گے۔ ان اہل منار کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا "ہم لوجہ اللہ محبت کرنے والے ہیں" جہان میں سے کوئی اپنے محل سے اہل جنت کو دیکھے گا تو اس کے چہرے کے نور سے اہل بہشت کے محلات اس طرح معمور ہو جائیں گے جس طرح خورشید کے نور سے اہل زمین کے گھر بھر جاتے ہیں اس وقت ایک جنتی دوسرے جنتی سے کہے گا یہ روشنی ان چہروں کی ہے جنہوں نے محض اللہ کے لئے آپس میں دوستی کی ہے یہ کہتے ہی اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح درخشاں اور فروزاں ہو جائے گا۔

حضورؐ فرماتے تھے کہ جنتی اپنے حسن میں جنت کے خادموں پر ایسی فضیلت برتری والا ہوگا جیسے ستاروں پر ماہِ کامل کو فضیلت حاصل ہے، اپنے فرمایا کہ جب اہل جنت کھانے سے فارغ ہو جائیں گے تو جنت کی بیویاں کیف آفرین کے ساتھ گائیں گی اور کہیں گی "ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں ہم کو کبھی موت نہیں آئے گی، ہم امن و امان میں رہنے والی ہیں ہم کو کبھی خوف و امنگی نہیں ہوگا، ہم خوش و خرم رہنے والی ہیں ہم کبھی ناخوش نہیں ہوں گی، ہم ہمیشہ جوان رہنے والی ہیں ہم کو بڑھاپا لاحق نہ ہوگا ہم ہمیشہ لباس میں ملبوس رہنے والی ہیں کبھی بھر ہنسنے نہیں ہوں گی، ہم نیک و حسین ترین عورتیں اور عزت والی قوم کی بیویاں ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جنت کے ہر پرندے کے ستر ہزار ہیں، ان کا ہر پرندہ سے **جنت کے پرندے** سے الگ الگ کاس ہے، ہر پرندہ کی جسامت طول و عرض میں ایک ایک میل ہوگی اگر جنتی ان پرندوں میں سے کسی کے کھانے کا خواست کرے گا تو اس پرندے کو ایک طرف میں لاکر رکھ دیا جائے گا اس وقت وہ اپنے پر پھڑپھڑاتا ہوگا جس سے ستر رنگ کے کھانے گرینگے، ان میں کچھ کچھ گوشت ہوگا اور کچھ بھٹا ہوا، ہر گوشت کا رنگ الگ الگ ہوگا اس کا مزہ منہ کی مانند ہوگا، یہ گوشت منہ کے مزے کے ترچین سے زیادہ لذیذ اور مکھن سے زیادہ نرم و لطیف چھاپہ سے زیادہ سفید ہوں گے، جب جنتی کھانے سے فارغ ہو جائے گا، تو یہ پرندہ پھڑپھڑا کر اڑ جائے گا اور اس کا ایک پر بھی کم نہ ہونے پائے گا لے جو بنی اسرائیل پر بیان تیر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا تھا یہ ایک قسم کا گوند تھا جو مزے میں ترچین سے زیادہ لذیذ تھا۔

جہنمیوں کے پرندے اور ان کے گھوڑے جنت کے باغوں میں اور ان جہنمیوں کے محلوں کے آس پاس چراگاہوں میں چریں گے۔

مزید انعامات

حضور فرماتے تھے کہ اہل جنت کو اللہ تعالیٰ سونے کی انگلیوں میں مرحمت فرمائے گا (جنہیں وہ پہنیں گے)۔ یہ بہشت کی انگشٹریاں ہوں گی، اس کے بعد مزید یاقوت اور لؤلؤ کی انگشٹریاں ہوں گی، یہ انگشٹریاں دارالسلام میں دیدار الہی کے وقت عطا ہوں گی۔ اہل جنت جب اپنے رب کی زیارت سے مشرف ہونگے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا فرمودہ مہمانی کے کھانوں کو کھائیں گے، مشروبات پیئیں گے اور ان کی لذتوں سے محفوظ ہوں گے اس وقت رب العزت فرمائے گا۔ اے داؤد اب خوش الحانی سے میری عظمت کے ترانے گاؤ حضرت داؤد حکم کی تعمیل فرمائیں گے۔ آپ کی خوش الحانی سے جنت کی ہر چیز پر ایک سکوت کا عالم طاری ہو جائے گا اور ہمہ تن گوش ہو جائے گی۔ پھر رب العزت اہل جنت کو لباس اور زیورات عطا فرمائے گا اور یہ لوگ اپنے اپنے مکانات میں واپس آجائیں گے۔

WWW IMP

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر جہنمی کے لئے ایک درخت مخصوص ہوگا جس کا نام طوبی ہوگا، جب اس کو اعلیٰ لباس پہننے کی خواہش ہوگی تو وہ طوبی کے پاس جائے گا، درخت اپنے شکوفوں کے غلاف کھول دے گا وہ چھ رنگ کے ہونگے ہر غلاف میں ستر رنگ کے کپڑے ہوں گے ہر ایک رنگ اور نقش دوسرے کے نقش اور رنگ سے جداگانہ ہوگا، جہنمی جو لباس چاہے گا منتخب کرے گا، منتخب لباس کا کپڑا لالہ کے پھول کی پنکھڑیوں سے زیادہ نرم و نازک اور لطیف ہوگا۔ حضور فرماتے تھے کہ جنت کی بیویوں کے گلوں میں سحر ہوگا، تم میرے حبیب ہو اور میں تمہاری محبوبہ ہوں تمہاری طرف سے میرے دل میں نہ کدورت ہوگی اور نہ شکایت، جنتی جب اپنی بیوی کے سینے کی طرف نظر ڈالے گا تو (جسم اس قدر شفاف ہوگا کہ) گوشت اور ہڈیوں کے عقب سے جگر کی سیاہی نظر آئے گی، عورت کا جگر مرد کے لئے آئینہ ہوگا اور مرد کا جگر بیوی کے لئے آئینہ ہوگا۔ جگر کی سیاہی سے اس بیوی کے حسن میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوگا جس طرح یاقوت میں دھماگہ پروانے سے کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا، ان کی سفید موتی کی طرح اور چمک دمک یاقوت کی طرح ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: كَانَتْ هُنَّ أَلْيَا قُوتٍ زَاوٍ جَانٍ ۝ (گویا وہ یاقوت اور مرجان کی طرح ہیں)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جہنمی لوگ موتی اور یاقوت کی اونٹنیوں اور خچروں پر سوار ہوں گے، ان کے قدم منتہائے نظر پر پڑیں گے، ہر چوپائے کی جسامت ستر میل کی ہوگی، ان کی مہاریں اور لگائیں موتی اور زبرجد کی ہوں گی۔



کافروں، مشرکوں اور بت پرستوں پر اس کی بدی اور شر کو زیادہ فرمائے گا، ان کے لئے خوف و عذاب کو بھی دونا کر دے گا اور پھر انھیں دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ڈال دیگا (یہ معنی تشریح و تفسیر فَوْقَهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ النَّوْمُ کی) اس کے بعد ارشاد باری ہے **وَلَقَدْ هَمَمْنَا فَنَصْرُقُكَ وَنُسْزِرُكَ** (اور ان کو تانگی، فرحت اور مسرت سے ہمکنار کریگا) اس کی صورت یہ ہوگی کہ ہر مومن بروز قیامت جب اپنی قبر سے باہر آئے گا اور اپنے سامنے دیکھے گا تو اس کو ایک ایسا شخص (ادی) نظر آئے گا جس کا چہرہ چاند کی طرح چمکتا ہوگا اور وہ مسکراتا اور ہنستا ہوگا اس کے کپڑے سفید ہونگے اور سر پر تاج ہوگا وہ مومن کے قریب آکر کہے گا کہ اے اللہ کے دوست (ولی) آپ کے لئے سلامتی ہے، مومن جواب میں کہے گا کہ آپ پر بھی سلامتی ہو اے بندہ خدا آپ کون ہیں؟ کیا فرشتہ ہیں؟ وہ کہے گا نہیں! مومن بندہ کہے گا کہ کیا آپ پیغمبر ہیں؟ وہ جواب نفی میں دے گا مومن کہے گا کہ کیا آپ مقربین الہی سے ہیں؟ وہ کہے گا نہیں! تب بندہ مومن کہے گا خدا کی قسم پھر آپ کیا ہیں؟ وہ کہے گا میں آپ کا عمل صالح ہوں، میں آپ کے لئے دوزخ سے نجات اور بہشت کے انعام کی خوشخبری لے کر آیا ہوں، مومن کہے گا کہ کیا آپ دونوں باتوں سے آگاہ ہیں جو مجھے خوشخبری اور بشارت دے رہے ہیں وہ کہے گا جی ہاں میں آگاہ اور واقف ہوں!! بندہ مومن کہے گا پھر آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں تو وہ جواب دیگا کہ آپ مجھ پر سوار ہو جائیں! مومن کہے گا کہ آپ جیسے روزانی اور بزرگ فرد پر سوار ہونا میں مناسب نہیں سمجھتا! وہ جواب دیگا کہ اس میں کیا ہرج ہے میں بھی تو دنیا میں مدتوں آپ کے اوپر سوار رہا ہوں! اب میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے اوپر سوار ہو جائیں، خدا کا واسطہ پا کر مومن اس کے اوپر سوار ہو جائے گا اس وقت وہ کہے گا کہ آپ ڈرے نہیں میں آپ کو جنت کی طرف لے جاؤں گا مومن یہ سن کر اس قدر خوش ہوگا کہ اس خوشی کا اثر چہرہ سے نمایاں ہوگا۔ چہرہ جگمگانے لگیگا اور دل میں کیف و سرور پیدا ہوگا۔ **وَلَقَدْ هَمَمْنَا فَنَصْرُقُكَ وَنُسْزِرُكَ** کا یہی مطلب ہے۔

کافروں کی بد انجامی کافر جب قبر سے اٹھے گا تو وہ اپنے سامنے ایک بد ہیئت شخص کو دیکھے گا جس کی آنکھیں نیلی اور رنگ اس کا فرسے بھی زیادہ سیاہ ہوگا جیسے تاریک رات میں قبر کی تاریکی!! اس کا لباس بھی سیاہ ہوگا اس کی داڑھیں زمین سے لگی ہوں گی (بڑے بڑے دانت ہونگے) گرج کی طرح گر جتا ہوا آئے گا، اس سے مردار سے بھی بدتر سڑاند آتی ہوگی! کافر اسے دیکھ کر کہے گا کہ تو کون ہے؟ اور اس سے منہ پھیرنا چاہے گا تو وہ کہے گا! اے عدو اللہ! امیری طرف آ! آج میں تیرے لئے ہوں اور تو میرے لئے ہے! کافر کہے گا! اے تو غارت ہو! کیا تو کوئی شیطان ہے! وہ کہے گا نہیں! خدا کی قسم میں تیرا عمل بد ہوں، کافر کہے گا کہ مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ وہ کہے گا کہ میں تجھے پر سوار ہونا چاہتا ہوں! کافر کہے گا میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں مجھے چھوڑ دے اور مجھے ساری مخلوق کے سامنے رسوا نہ کر! وہ کہے گا خدا کی قسم اس کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں مدتوں تک (دنیا میں) تو مجھ پر سوار رہا ہے آج مجھے تجھے پر سوار ہونا ہے یہ کہہ کر وہ کافر پر سوار ہو جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ آیت **وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْثَارَهُمْ عَلَى ظُهُورِهِمْ** (انہیں کافروں کے کافراپنی پیٹھوں پر اپنے گناہوں کا بوجھ لادیں گے، آگاہ رہو وہ کیا برا بوجھ اٹھائیں گے) کا یہی مطلب ہے

گوشے ہونگے، ہر ایک گوشہ پر ایک موتی ہوگا جس کی قیمت مشرق و مغرب کے تمام مال متاع کے برابر ہوگی۔ ہاتھوں میں کنگن ہونچے ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں میں سونے کی انگوٹھیاں ہوں گی ان انگوٹھیوں میں رنگ برنگ کے نیگنے ہوں گے، اس جنتی کے پاس دس ہزار غلام ہوں گے۔ یہ نہ کبھی بڑے ہوں گے نہ بوڑھے (ہمیشہ اُمرد رہیں گے) سامنے یا قوت سرخ کا ایک خوان رکھا جائے گا، جس کی لمبائی چوڑائی ایک میل ہوگی، اس خوان میں سونے چاندی کے ستر ہزار برتن ہوں گے اور ہر برتن میں سبز رنگ کا کھانا ہوگا۔ جنتی اگر کوئی لقمہ کسی کھانے کا اٹھائے گا اور اتنی دیر میں کسی دوسرے رنگ کے کھانے کی خواہش پیدا ہوگی تو وہ لقمہ فوراً اسی کھانے کے ذائقے کے مطابق ہو جائے گا۔ جنتی کے سامنے غلمان کھڑے ہوں گے

ان کے ہاتھوں میں چاندی کے کوزے اور برتن ہوں گے، ان کے پاس شربت اور پانی بھی ہوگا۔ جنتی چالیں آدمیوں کے کھانے کے برابر کھانا تمام گھالوں میں سے کھائے گا، کھانے سے فراغت کے بعد غلمان اس کو اس کی پسند کا شربت پلائیں گے

جب وہ ڈکارے گا اور جب پانی پی کر اس کو پسینہ آئے گا تو اللہ تعالیٰ کھانے کی خواہش کے ہزار دروازے اس پر کھول دیگا (یعنی تمام کھانا ہضم ہو جائے گا اور بھر شدت کے ساتھ بھوک لگے گی) جو پرندے جنتی کے حصو میں آئیں گے وہ سختی آؤٹوں کے برابر ہوں گے یہ پرندے جنتی کے سامنے آکر کھڑے ہو جائیں گے ہر ایک پرندہ دنیا کے ہر کانے سے زیادہ سریلی آواز

میں اپنی تعریف بیان کرے گا اور کہے گا اے اللہ کے دوست! آپ مجھے کھالیں! میں ترقوں تک جنت کے باغوں میں چگتا رہا ہوں اور میں نے فلاں فلاں چیتے کا پانی پیا ہے۔ یہ تمام پرندے بڑی خوش الحانی کے ساتھ گائیں گے، اس وقت جنتی ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے گا تو وہ سب زیادہ خوش الحان پرندہ کو پسند کرے گا۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ خواہش کتنی دیر

اس کے دل میں رہے گی کہ وہ پرندہ اس کے خوان پر گر جائے گا، اس کا کچھ حصہ قسید (نمکین خشک کیا ہوا گوشت) بن جائے گا اور بعض شوی یعنی برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں بھنا ہوا گوشت ہوگا، جنتی اس میں سے کچھ کھائے گا، اس کے سیر ہو جانے پر وہی پرندہ پہلا جیسا بن کر اسی دروازہ سے نکل کر واپس چلا جائے گا جس سے وہ داخل ہوا تھا۔

جنتی مسہری پر آرام فرما ہوگا اور اس کی بیوی کے سامنے موجود ہوگی، جنتی کو انتہائی صفائی کے باعث اپنے چہرے کا عکس بیوی کے چہرے میں نظر آئے گا۔ جنتی کے دل میں قربت (مجامعت) کی خواہش پیدا ہوگی تو اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے گا۔ لیکن جیا کے باعث اس کو اس مقصد سے اپنے پاس بلانے سے شرمائے گا، بیوی اس کے اس مقصد کو سمجھ جائے گی اور وہ خود اس کے قریب آجائے گی اور کہے گی آپ پر قربان جاؤں! ذرا میری طرف تو دیکھئے آج آپ میرے لئے ہیں اور میں آپ کیلئے

جنتی اس وقت اس سے جماع کرے گا، جماع کے وقت اس میں سو مردوں کی طاقت اور چالیس مردوں کی خواہش جماع ہوگی۔ جماع کے وقت وہ اس بیوی کو باکرہ پائے گا اس کی دھبہ سے اس کے دل میں اس کی محبت اور بڑھ جائے گی وہ برابر چالیس دن تک اس سے جماعت میں مشغول رہے گا، جماع سے فارغ ہوگا تو بیوی کے جسم سے مشک کی خوشبو آئے گی اس خوشبو کے باعث جنتی کے دل میں اس کی محبت اور بڑھ جائے گی، اس جنتی کے لئے ایسی چار ہزار آٹھ سو بیویاں

ہوں گی، ہر بیوی کے ستر خدمت گار اور لونڈیاں ہوں گی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ اگر ایک خدمت گار لونڈی کو دنیا میں بھیج دیا جائے تو تمام

ان کے دل کو اغراض نفسانیہ سے پاک کر کے حضرت ایوب علیہ السلام کے دل کی طرح کر دے گا اور ان کی زبان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح (عربی) ہوگی، اس کے بعد سب جنتی چل کر جنت کے دروازے پر پہنچیں گے ان سے جنت کے دربان کہیں گے، طِبُّم دِم راضی اور خوش ہو آپ کے مزاج ٹھیک ہیں جنتی کہیں گے ہاں! ہم راضی اور خوش ہیں اس وقت دربان کہیں گے کہ آپ ہمیشہ کے لئے جنت کے اندر آجائیے، جنت کے اندر داخل ہونے سے پہلے ہی جنت کے دربان ان کو بشارت دے دیں گے کہ فَاذْ خَلَوْاْ هَا خَالِدِينَ ہ کہ اب وہ کبھی جنت سے نہیں نکلیں گے۔ سب سے اول جب جنتی اندر داخل ہوگا اور اعمال لکھنے والے دو فرشتے کراما کا تبین اس کے ساتھ ہوں گے تو سامنے سے ایک فرشتہ آئے گا جس کے ساتھ سبز یا قوت کی ایک اونٹنی ہوگی جس کی مہار سُرُخ یا قوت کی ہوگی، کجاوہ کا اکلا اور پھیلا حصہ گھومتی اور یا قوت کا ہوگا۔ پالان کے دو دونوں اطراف سونے اور چاندی کے ہوں گے، اس فرشتہ کے ساتھ ستر جوڑے ہوں گے۔ جنتی ان جوڑوں کو پہنے گا اس کے سر پر تاج رکھے گا، جنتی کے آگے آگے سیپ میں چھپے ہوئے صاف و شفاف موتی کی طرح دس ہزار غلمان ہوں گے اس وقت فرشتہ کہے گا، اے اللہ کے دوست اس اونٹنی پر سوار ہو جائے یہ آپ کی ہے اور اس طرح آپ کے لئے اور بھی چیزیں ہیں۔ جنتی اس اونٹنی پر سوار ہو جائے گا، اس اونٹنی کے پرندے کی طرح دو بازو ہوں گے اور قدم اس کا ملتہماتے نظر پر پڑے گا۔

اس کی سواری کے آگے آگے دو فرشتے اور دس ہزار غلمان ہوں گے (یہ دونوں فرشتے وہی دنیا والے کراما کا تبین ہوں گے) اس طرح اس کی سواری چلتی ہوئی اس کے محلات کے پاس پہنچے گی (وہ اپنے محلات کے پاس پہنچ جائے گا)۔ وہ اپنے محلات کے پاس پہنچ کر سواری سے اتر آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

إِنَّ هَذَا الَّذِي وَصَفْتُ لَكُمْ فِي هَذِهِ السُّورَةِ كَانَ لَكُمْ جَزَاءً لِأَعْمَالِكُمْ وَمِنْ حَسَنِ الثَّوَابِ وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا ۝

یعنی میں نے تمہارے انعام کا صلہ جو کچھ اس سورت میں بیان کیا ہے وہی تمہارا صلہ ہے، بیشک تمہاری مساعی قابل تعریف تھیں تو تم کو اس کے عوض جنت عطا فرمائی۔

www
Shafiq

کفار سے اس ماہ میں لڑو اور ارشاد فرمایا کہ وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ اللہ کی مدد پر ہمیں گاروں کے ساتھ ہے۔
مفسرین حضرات نے الدین القیم کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔ مقاتل نے کہا کہ دین قیم دین حق ہے اور دیگر
مفسرین نے کہا کہ وہ دین صادق ہے یعنی دین اسلام۔ اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ دین قیم وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے
مسلمانوں کو حکم دیا ہے۔

لفظ رَجَب کی تحقیق رَجَب اسم مشتق ہے اور "رَجَب" سے بنا ہے، اہل عرب کے نزدیک رَجَب کے معنی تعظیم کے
ہیں، اہل عرب کا ایک محاورہ ہے رَجَبْتُ هَذَا الشَّيْءَ (میں نے اس چیز کو تعظیم جانا) جب
کبھی مہینہ کو عظیم و بزرگ بنانا مقصود ہوتا ہے تو یہ جملہ استعمال کرتے ہیں۔ حباب بن منذر بن جموع کا بھی یہی قول
ہے وہ کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس وقت صحابہ کرام بنی ساعدہ کے خیمے میں جمع ہوئے
اور امیر کے تقرر میں مباحثین و انصار کے درمیان اختلاف پیدا ہوا یہ دونوں گروہ (انصار و ہاجرین) مصرحتے کہ ایک
امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے ہو، یہ تاریخی واقعہ ہے، حباب بن منذر بن جموع نے اس وقت غضبناک ہو کر تلوار نیام
سے نکال لی اور کہا کہ أَنَا جُنْدُ نِيلَهَا الْمَلِكُ وَحَدَّيْهَا الْمَرْجَبُ میں اپنے قبیلہ کی جھکی (سڈول تراشی موٹی) لکڑی
ہوں اور میں اس قبیلہ کی عظیم کھجور ہوں، مدعا یہ کہ میں اپنی قوم میں عظیم المرتبت ہوں، اُن میں میری بات مانی جاتی اور
تسلیم کی جاتی ہے۔

لفظ "عَذِيق" کی تصنیف ہے، عَذِيق اس کھجور کے درخت کو کہتے ہیں جس کے کھجور کے خوشے بڑے بڑے ہوں اور
اور اپنے مالک کو خوب کھجوریں دے، کھجور کا درخت جب بڑے بڑے خوشوں کی کثرت سے نیچے کو جھک جاتا ہے تو اس کے ٹوٹ کر
گر پڑنے کے ڈر سے اس کے نیچے لکڑی کے ستون لگا دیئے جاتے ہیں رَجَب ان ہی ٹیکوں (سہاروں) کو کہتے ہیں جو کھجور کے
درخت کے آس پاس لگادی جاتی ہیں جُنْدِیل درخت کا تنہ، موٹی لکڑی اور کھجور کا تنہ جس سے خارجی اونٹ اپنے آپ کو
رکڑتے تھے۔ بعض کا قول ہے کہ جُنْدِیل ایک لکڑی ہوتی ہے جو ایک جگہ گاڑ دی جاتی ہے تاکہ سخت نیچے اس سے خود کو...
کھجائیں، اُن کو پشت خار کا کام دے۔

قرآن نے کہا کہ رَجَب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں عرب کھجور کے خوشوں کو سہاروں کے ذریعہ روکتے تھے اور
اور شاخوں کے ساتھ پتوں کو بھی باندھ دیتے تھے تاکہ ہوا سے ٹوٹ نہ جائیں چنانچہ جو شخص ساقی کی نخل بندی یا خوشہ بندی
کرتا تھا اس موقع پر کہتا کہ رَجَبْتُ النِّخْلَةَ تَرْجِيًّا (میں نے کھجور کے ارد گرد سہارے کھڑے کر دیئے۔)
بعض لوگوں کا قول ہے کہ رَجَب کے معنی ہیں کھجور کے درخت کے نیچے ارد گرد کانٹوں کی باڑھ رکھ دینا تاکہ لوگ
خیر مانے توڑ سکیں اور خرما محفوظ رہے یہ باڑھ رَجَب کہلاتی ہے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ رَجَب کے معنی ہیں کھجور کے
درخت کو ٹیکیاں لگا کر جھکنے سے روک دینا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ رَجَب کا لفظ عرب کے قول رَجَبْتُ الشَّيْءَ
سے ماخوذ ہے یعنی میں نے اُسے ڈرایا، رَجَبْتُ الشَّيْءَ رَجَبًا بعض نے کہا ہے کہ رَجَب آمادہ و تیار کرنے کے معنی میں
آتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: إِنَّهُ لَيُرَجَّبُ فِيهِ خَيْرٌ كَثِيرٌ لِّلشَّعْبَانِ (ماہ رَجَب)

والے مہینے میں قتل و غارت کی اجازت مل جاتی تھی۔ انشاء کے معنی یہی ہیں یعنی تاخیر، دیر اسی معنی میں اہل عرب کا یہ محاورہ ہے ہے: **نَسَاءُ اللَّهِ فِي أَجَلِهِ** اللہ تعالیٰ نے اس کی موت میں تاخیر کر دی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ رجب کے دو وصف بیان کئے ہیں اور اس کو دو صفتوں سے مقید فرمایا ہے اول تو رجبِ مضر فرمایا چونکہ قبلی مضر ماہِ رجب کی بہت زیادہ تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ اسے جمادی الثانی و شعبان کے درمیان مقید فرمایا تاکہ تقدیم و تاخیر کا اندیشہ نہ رہے تاکہ ماہِ محرم کی حرمت کو ماہِ صفر سے نہ بدل دیا جائے، اسی لئے حضور نے خصوصیت کے ساتھ رجبِ مضر فرمایا اور جمادی و شعبان کے درمیان مقید فرما کر اس کی حرمت کو دوا می اور بچتہ فرمادیا۔ (تاکہ اس کو یزید کا مہینہ نہ بنایا جاسکے)

بعض نے اس کو رجبِ مضر کہنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ بعض کافروں نے اس مہینے میں کسی قبیلہ کے لئے بڑائی مٹی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بددعا سے اس قبیلے کو تباہ کر دیا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس مہینے میں ظالموں اور ستمگاردوں کے حق میں بددعا قبول ہو جاتی ہے اسی لئے عرب جاہلیت کو جب بددعا کرنا ہوتی تو اس مہینے کا انتظار کرتے اور جب مہینہ آجاتا تو بددعا کرتے اور ان کی بددعا ہمیشہ کامیاب اور مؤثر ہوتی تھی۔

ماہِ رجب کو **مَنْصِلُ الْأَسْنَمَةِ** یعنی نیزوں سے بھالوں کو نکال دینے والا اس کی وجہ تسمیہ ہے کہ اہل عرب (عرب جاہلیت) اس ماہ میں اس کی عزت و حرمت کے پیش نظر نیزوں سے ان کی بھالوں کو الگ کر دیتے اور تلواروں و نیزوں کو نیا مول اور ترکشوں میں ڈال دیتے تھے۔

أَصْلَتْ السَّهْمُ ثَلَاثِي مَجْرَدٍ میں نے تیر میں پھل یا بوری لگائی، **أَصْلَتْ السَّهْمُ** (ثلاثی مجرد باب اشتقاق کی مثالیں) میں نے تیر سے اس کی بھال الگ کی پس **مَنْصِلُ** اسم فاعل ہے، باب افعال سے۔

اس ماہ کو شہرِ اللہ الاہم راند کا خاموش مہینہ بھی کہتے ہیں۔ وجہ تسمیہ کے بارے میں مروی ہے کہ جب رجب کا چاند دکھائی دیا تو جگہ کے دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منبر پر تشریف لاکر خطبہ دیا اور فرمایا: لو کو! سنو! اللہ کا یہ اہم مہینہ ہے، اس زکوٰۃ دینے کا مہینہ ہے جس پر قرض ہو کہ قرض ادا کر کے باقی مال کی زکوٰۃ دے، ابنِ انباری نے کہا کہ حضرت عثمان کے اہم فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ عرب ہمیشہ آپس میں جنگ و جدل میں مصروف ہوتے تھے لیکن جب رجب کا مہینہ آتا تو وہ نیزوں کے پھل بالنوں سے الگ کر دیتے۔ پس اس مہینے میں نہ ہتھیاروں کی جھنکار سنائی دیتی تھی نہ نیزوں کی کھانکٹ اگر کوئی شخص اپنے باپ کے قاتل کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا اور وہ قاتل رجب کے مہینے میں مل جاتا تو اس سے کچھ تعرض نہ کرتا۔ گویا یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس نے قاتل کو دیکھا ہی نہیں اور اس کی اُسے کوئی خبر ملی ہے۔ بعض نے اہم کی وجہ تسمیہ یہ بتائی ہے کہ اس مہینے میں کسی قوم پر اللہ کا غضب نازل ہونے کی خبر کبھی نہیں سنی گئی، اقوامِ سابقہ پر اس مہینے کے سوا اہم مہینوں میں اللہ کا غضب نازل ہوا۔

اسی مہینے میں حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کشتی میں سوار ہونے کا حکم دیا چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام

نَسَاءُ اللَّهِ فِي أَجَلِهِ اللہ تعالیٰ نے اس کی موت کو موخر کر دیا

کے امراض سے اور دجال کے فتنوں سے محفوظ رکھے گا جس نے پانچ روزے رکھے اسے قبر کے عذاب سے بچایا جائے گا جس نے چھ دن کے روزے رکھے تو وہ اپنی قبر سے اس طرح اٹھے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح تاباں و درخشاں ہوگا۔ اور جس نے سات روزے رکھے تو اس کے لئے دوزخ کے ساتوں دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور جس نے آٹھ روزے رکھے تو جنت کے آٹھوں دروازے اس کے لئے کھول دیئے جائیں گے اور جس نے نو دن کے روزے رکھے تو وہ اپنی قبر سے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہوا اٹھے گا۔ اس کا منہ جنت کی طرف ہوگا۔ جو دس روزے رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے پل صراط کے ہر میل پر ایک بستر آرام کے لئے ہتیا فرمادے گا، اور جو رجب کے گیارہ روزے رکھے گا قیامت کے دن اس سے افضل اور کوئی آدمی نظر نہ آئے گا سوائے ایسے شخص کے جس نے اس کے برابر یا اس سے زیادہ رجب کے روزے رکھے ہوں، اور جو شخص اس ماہ کے بارہ روزے رکھے گا اللہ تعالیٰ قبرت کے دن اسے دو جوڑے پہنائے گا کہ اس کا ایک جوڑا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے افضل اور بہتر ہوگا۔ اور جو رجب کے تیرہ روزے رکھے گا قیامت کے دن عرش کے سایہ میں اس کے لئے دسترخوان بچھایا جائے گا اور اس سے وہ جو دل چاہے گا کھائے گا جب کہ اور دوسرے لوگ سخت تکالیف میں مبتلا ہوں گے، جس نے رجب کے چودہ روزے رکھے تو قیامت کے دن اللہ اسے وہ چیز عطا کرے گا جو نہ کبھی دیکھی اور نہ اس کے ہاں سے آج تک کسی نے سنا نہ کسی دل میں اس کا خیال گزرا ہوگا، جس نے پندرہ دن کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ موقف (حشر) میں اُسے امن کے ساتھ کھڑے ہونے والوں میں شامل کر دے گا جہاں کسی مقرب فرشتہ کا گزر ہوگا یا کسی نبی یا رسول کا۔ تو اس سے کہا جائے گا مبارک ہو تو امن والوں میں سے ہے۔ ایک اور روایت میں پندرہ دن سے زائد روزوں کا بھی ذکر آیا ہے، اس طرح پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے سولہ دن کے روزے رکھے تو وہ اللہ تعالیٰ کا دہار کرنے اور کلام کرنے والوں کی پہلی صف میں ہوگا اور جس نے سترہ دن کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے پل صراط کے ہر میل پر ایک آرام گاہ مقرر کر دے گا جس میں وہ آرام کرے گا اور جس نے ماہ رجب کے اٹھارہ روزے رکھے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبۃ میں قیام کرے گا، جس نے انیس روزے رکھے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ ایک ایسا محل ہتیا فرمادے گا جو حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے محلات کے درمیان ہوگا اور وہ ان دونوں نبیوں کو سلام نیاز پیش کرے گا وہ دونوں نبی اس کو جواب دیں گے اور جس نے رجب کے بیس کے روزے رکھے تو آسمان سے ایک منادی ندادے گا کہ اے اللہ کے بندے! تیرے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے، تو بخشیدیا گیا۔ اب جس قدر تیری عمر باقی ہے ان میں نیک عمل کر۔

ماہ رجب کا نام "مطہر" رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مہینہ اپنے روزہ دار کو گناہوں اور خطاؤں سے پاک کر دیتا ہے، اس سلسلہ میں دوسری روایتوں کے منجمد ایک روایت وہ ہے جو شیخ امام مہتبہ اللہ بن مبارک سبکی نے حسن بن احمد بن عبد اللہ مقری کے حوالے سے اور انھوں نے ہارون بن غنیزہ اور انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "رجب کا مہینہ عظمت و بزرگی والا مہینہ ہے جو شخص اس کا ایک روزہ رکھے گا اس کو ایک ہزار برس کے روزوں کا ثواب ہوگا اور جو دو روزے رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے

پر بھر دے کرتے ہوئے جو آرزو کرنا چاہتا ہے کردہ یوری ہوئی، جو چھ روزے رکھے گا اس کو بھی یہی کچھ ملے گا اور اس کے علاوہ ایسا نور بھی عطا ہوگا جس سے قیامت میں جمع ہونے والے لوگ دشمنی حاصل کر نیچے اور اس کو امن و امان والے لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا یہاں تک کہ وہ بغیر حساب کے پل صراط سے گزر جائے گا نیز والدین کی نافرمانی اور قطع رحمی کے گناہوں سے بھی اس کو معافی دے دی جائے گی، قیامت کے دن بسم اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کی پیشی ہوگی تو رَبُّ الْعِزَّتِ بذات خود اس کی طرف توجہ فرمائے گا۔ جو سات روزے رکھے گا اس کو مندرجہ بالا اجر بھی عطا ہوگا اور مزید برآں اور اجر بھی ملے گا، دوزخ کے ساتوں دروازے اس کے اوپر بند کر دیئے جائیں گے، اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو اس پر حرام کرے گا اور جنت کو اس کے لئے واجب فرما دے گا وہ جہاں چاہے قیام کرے اور جو آٹھ روزے رکھے گا اس کے لئے مذکورہ بالا اجر بھی ہوگا اور مزید برآں اور اجر بھی ملے گا۔ بہشت کے آٹھوں دروازے اس پر کھول دیئے جائیں گے جس دروازے سے چاہے اس دروازے سے داخل ہو، جو نو روزہ روزے رکھے گا اس کو اس اجر کے علاوہ اور اجر بھی ملے گا۔ اس کا اعمالہ علیین میں اٹھایا جائے گا، قیامت کے دن انبیاء کے ساتھ ہوگا قبر سے نکلنے وقت اس کا چہرہ ایسا تاباں اور نورپاش ہوگا کہ تمام اہل جنت کے چہرے جگمگا اٹھیں گے یہاں تک کہ لوگ کہیں گے کہ کیا یہ کوئی برگزیدہ ہی ہے! جو درجات اس بندے کو عطا ہوں گے ان میں سب سے کم درجہ یہ ہوگا کہ وہ بغیر حساب دینے جنت میں داخل ہونے والوں میں سے ہوگا۔ اور جو دس روزے رکھے گا اس کا تو کیا ہی کہنا، وہ ہر طرح تعریف و توصیف کا مستحق ہوگا اس کو دس گنا زائد ثواب ملیگا وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جن کی بدیوں کو نیکیوں سے بدل دیا جائے گا وہ اللہ کے مقربین اور اللہ کے لئے عدل و انصاف پر قائم رہنے والوں میں سے ہوگا وہ اس شخص کے مانند ہوگا جس نے ہزار سال تک روزہ دار رہ کر خلوص اور جذبہ کے ساتھ عبادت کی ہو۔

جس نے بیس دن کے روزے رکھے اس کو بیس گنا ثواب ملیگا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبۃ کے برابر ہوگا اور وہ قبیلہ ربیعہ اور مضر کے لوگوں کے برابر خطا کاروں اور گنہگاروں کی شفاعت کرے گا۔

جو شخص ماہِ رجب کے تیس روزے رکھے گا اس کو ان کے ثواب کے علاوہ تیس گنا اور مزید ثواب اور اجر ملے گا ایک منادی آسمان سے ندا کرے گا کہ اے اللہ کے ولی! کرامت عظمیٰ کی آپ کو بشارت ہو، حضورؐ سے دریافت کیا گیا کہ حضورؐ کرامت عظمیٰ کیا ہے؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے درجہ جمیل کی طرف نظر کرنا دیدارِ الہی سے مشرف ہونا، اور انبیاء، صدیقین اور شہداء کی رفاقت (جو بہت ہی اچھے رفیق ہیں) کرامت عظمیٰ ہے، اے ماہِ رجب کے روزے رکھنے والے! کل کو جب حجابات اٹھ جائیں گے تو اپنے رب کے اجر عظیم تک پہنچے گا اور پھر تیرے لئے مسرت ہی مسرت ہوگی۔

مرتے دم اس روزہ دار پر جب موت کا نشانہ آئے گا تو نزع کے وقت اللہ تعالیٰ حوضِ فردوس کا شربت اس کو پلائے گا اس طرح موت اس پر اس قدر آسان ہو جاتی ہے کہ اس کی تکلیف اس کو قطعی محسوس نہیں ہوتی۔ قبر میں وہ سیراب رہتا ہے اور قیامِ محشر میں بھی سیراب رہے گا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوضِ (حوضِ کوثر) پر وہ پہنچ جائے گا جب وہ قبر سے اٹھے گا تو ستر ہزار فرشتے، موتی اور یاقوت کی اونٹنیاں، قسم قسم کے زیور اور خلعیں ساتھ لیکر آئیں گے اور اس سے کہیں گے کہ اے اللہ کے دوست اپنے رب کے پاس جلد چلو! جس کی خوشنودی کے لئے تم نے اپنے آپ کو بدن بھر

کا مہینہ ہے۔ حضرت موسیٰ بن عمرانؑ نے کہا کہ میں نے حضرت بن مالکؓ سے خود سنا وہ فرمایا ہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جنت میں ایک نہر ہے جس کا نام رجب ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے جس نے رجب کا ایک دن کا بھی روزہ رکھا اللہ اس کو اس نہر کا پانی پلائے گا۔ حضرت انسؓ بن مالکؓ سے مروی ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک محل ہے اس میں صرف وہی داخل ہوگا جس نے رجب کے روزے رکھے ہیں: **حصہ ۷۷۷**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے علاوہ رجب اور شعبان کے سوا کسی اور مہینے کے پورے روزے نہیں رکھے؛ حضرت انسؓ بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا جس نے ماہ حرام کے تین دنوں کے روزے رکھے یعنی جمعرات، جمعہ اور مفتہ تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے نو سو سال کی عبادت لکھے گا۔ بعض اصحاب کا مقولہ ہے کہ رجب کا مہینہ ظلم چھوڑنے کے لئے، ماہ شعبان اعمال دین کے عہد کے لئے اور رمضان کا مہینہ صدق و صفا کے لئے ہے، رجب توبہ کا مہینہ ہے، شعبان محبت کا، رمضان قرب الہی کا۔ رجب عزت کا مہینہ ہے، شعبان خدمت کا اور رمضان نعمت الہی کا؛ رجب ماہ عبادت ہے، شعبان دنیا سے قطع تعلق اور بے نیازی کا اور رمضان کثرت ثواب (اور نیکی میں زیادتی) کا مہینہ ہے۔ رجب ایسا مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نیکیاں دو چند کر دیتا ہے، شعبان کے مہینے میں اللہ تعالیٰ برائیوں کو دور کر دیتا ہے اور رمضان عطا، اعزاز کا مہینہ ہے۔ رجب نیکیوں میں سب سے آگے بڑھ جانے والے کا مہینہ ہے، شعبان میانہ روی اختیار کرنے والوں کا اور رمضان گناہگاروں کی معافی کا مہینہ ہے۔

حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا کہ رجب آفتوں کو ترک کرنے کے لئے، شعبان عبادت کرنے کے لئے اور رمضان کرامتوں کی عطا کا انتظار کرنے کے لئے ہے، جو آفتوں کو ترک کرے، عبادات بجا لائے اور کرامتوں کا انتظار نہ کرے وہ اہل باطل سے ہے، حضرت ذوالنونؒ نے یہ بھی فرمایا۔ رجب کھیتی بونے کا مہینہ ہے اور شعبان کھیت کو سیراب کرنے اور رمضان کھیتی کاٹنے کا مہینہ ہے، ہر شخص وہی کاٹے گا جو اس نے بویا ہے اور اسی کا بدلہ پائے گا جو اعمال اس نے کئے ہیں پس وہ جس نے کھیتی بوی نہیں وہ کاٹتے وقت شرمسار ہوگا اور اسی کے ساتھ اس کا انجام برا ہوگا۔

بعض صالحین نے فرمایا کہ سال ایک درخت ہے اور رجب کے ایام اس کے پتے ہیں، شعبان کے ایام اس کے پھل ہیں اور رمضان کے دن میوہ چھنی کے دن ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ رجب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزات کے ساتھ، شعبان کو شفاعت کے ساتھ اور رمضان کو نیکیاں بڑھانے کے ساتھ، شب قدر کو نزول رحمت کے ساتھ اور یوم عرفہ کو دین کی تجسس کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **النَّوْمَةُ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ** (آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا) یہ آیت یوم عرفہ میں نازل ہوئی تھی۔ اسی طرح جمعہ کا دن دعاؤں کے مقبول ہونے کے لئے اور یوم عید کو آتش دوزخ سے رستگاری کے لئے اور مومنوں کی گردنیں (غلامی سے) آزاد کرنے کے لئے مخصوص کر دیئے گئے ہیں۔ مازنیؒ نے حضرت امام حسینؑ کا قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رجب کے روزے رکھا کرو کیونکہ رجب کے روزے بارگاہ الہی کی طرف سے ایک توبہ ہے (نازل کردہ) حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ

اس طرح ہے:

۱۔ ماہ محرم کی پہلی رات	۱	۴۔ شعبان کی چودھویں رات	۱
۲۔ عاشورہ کی رات	۱	۵۔ عرفہ کی رات	۱
۳۔ ماہ رجب کی پہلی رات	۱	۸۔ عیدین کی دو راتیں (عید الفطر اور عید الاضحیٰ)	۲
۴۔ رجب کی پندرہویں شب	۱	۹۔ رمضان شریف کے آخری عشرہ کی پانچ	
۵۔ رجب کی ستائیسویں رات	۱	طاق راتیں (۲۱-۲۳-۲۵-۲۷-۲۹)	۵

کل ۱۴ راتیں

اسی طرح سال میں انیس دن ایسے ہیں جن میں عبادت کرنی اور ارادہ و وظائف میں مشغول رہنا مستحب ہے یعنی

۱۔ یوم عرفہ	۱	۵۔ عیدین کے دونوں دن	۲
۲۔ یوم عاشورہ	۱	۶۔ ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن (ایام معلومات)	۱۰
۳۔ شعبان کا پندرہواں دن	۱	۷۔ ایام تشریق، ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ	۳
۴۔ جمعہ کا دن	۱	(ایام معدودات)	

ان میں سب سے زیادہ تاکید روز جمعہ کی اور ماہ رمضان کی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جمعہ کا دن سلامت رہتا ہے تو دوسرے تمام دن سلامت رہتے ہیں۔ اور جب ماہ رمضان سلامت رہتا ہے تو پورا سال سلامت رہتا ہے، اس کے بعد تمام دنوں سے زیادہ دو شنبہ اور پنجشنبہ کی تاکید اور فضیلت ہے، انہی دونوں دنوں میں اللہ کے سامنے بندوں کے اعمال پیش ہونگے۔

ماہ رجب کی اربعہ ماثورہ

مستحب ہے کہ ماہ رجب کی پہلی رات میں نماز سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھے۔

رجب کی پہلی رات میں
پڑھی جائے والی دعائیں

الہی! اس رات میں بڑھنے والے تیرے حضور میں بڑھے اور تیری طرف قصد کرنے والوں نے قصد کیا، اور طالبوں نے تیری بخشش اور تیرے احسان کی امید رکھی، اس رات میں تیری طرف سے مہربانیاں، عطیے اور بخششیں ہیں، تو ہی ان پر احسان کرتا ہے جن کو چاہتا ہے اور جن پر تیری عنایت نہ ہوگی۔ ان سے روک لیگا۔ میں تیرا محتاج بندہ ہوں، تیرے فضل و کرم کا امیدوار ہوں۔

إِلٰهِي تَعَرَّضْتُ لَكَ فِي هَذِهِ
الَّيْلَةِ أُلْتَمَعِزُّنُوكَ وَ
قَصِدْتُكَ الْقَاصِدُونَ وَأَهْلُ فَضْلِكَ وَمَعْرِزُوكَ
الطَّالِبُونَ وَلَكَ فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ لَفَحَاتٌ وَجَوَائِزُ
وَعَطَايَا وَمَرَاهِبٌ تَمُنُّ بِهَا عَلَيَّ مَنْ تَشَاءُ مِنْ عِبَادِكَ
وَتَمْنَعُهَا مِنِّي لَمْ تَسْبِقْ لِي الْإِعْنَايَةَ مِنْكَ وَهَذَا
أَنَا عَبْدُكَ الْفَقِيرُ إِلَيْكَ أَلُوِّ قِلْفُ فَضْلِكَ وَ.....

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ماہِ رَجَب کی نمازیں

شیخ امام ہیبت اللہ بن مبارک سقطی نے ہم سے حدیث بیان کی جو چند اسناد سے ان تک پہنچی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سلمان! رَجَب کا چاند طلوع ہو گیا اگر اس مہینے میں کوئی مومن مرد یا عورت بیس رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص تین بار اور سورہ الکافرون تین بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معفو فرمادیتا ہے اور اس کو اتنا اجر عطا فرماتے گا کہ جیسے اس نے پورے مہینے کے روزے رکھے۔ اور اس کا شمار آئندہ سال تک نماز پڑھنے والوں میں ہوگا۔ (یعنی اس کو سال بھر کی نمازوں کا ثواب ملے گا) اور شہید بدر کے عمل کے برابر اس کے اعمال کو روزانہ بلند سے بلند کر دیا جائے گا اور ہر دن کے روزہ کے عوض سال بھر کی عبادت کا ثواب اس کے لئے لکھا جائے گا اور اس کے ہزار درجے بلند کئے جائیں گے اور اگر اس نے پورے مہینے (ماہِ رَجَب کے) روزے رکھے اور یہی نماز پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے بچالیکا اور اس کے لئے جنت واجب کرے گا وہ خداوند دو جہاں کے قرب و جوار میں ہوگا، مجھے اس کی خبر حضرت جبریلؑ نے دی ہے، جبریلؑ نے کہا تھا کہ یہ آپ کے اور مشرکوں اور منافقوں کے درمیان فشق پیدا کرنے والی نشانی ہے، منافق یہ نماز نہیں پڑھتے ہیں، حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بتائیے کہ میں یہ نماز کس طرح پڑھوں!!

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اول ماہ میں دس رکعتیں پڑھو اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار، سورہ اخلاص تین بار اور قل یا ایہا الکافرون تین بار اور رجب سلام پھیرو تو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھو!!

لا اِلهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ اَبَدًا اَبَدًا بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَنَّةِ مِنْكَ الْجَنَّةُ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا و یگانہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں سب ملک اسی کا ہے، اسی کے لئے حمد ہے وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے وہ خود ہمیشہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آتی، نیکی اس کے ہاتھ میں ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے، جسے تو عطا کرتا ہے کوئی اسے روک نہیں سکتا اور جسے تو روک دے اسے کوئی دینے والا نہیں، تیری مرضی کے علاوہ کوئی شخص کو شش کئے تو وہ لا حاصل ہے

حضرت نے فرمایا اور دس رکعتیں وسط ماہ میں پڑھو اس طرح کہ ہر رکعت میں الحمد ایک بار، سورہ فاتحہ ایک بار، سورہ اخلاص تین بار اور قل یا ایہا الکافرون تین بار، سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر کہو:-

لا اِلهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ اَبَدًا اَبَدًا بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَنَّةِ مِنْكَ الْجَنَّةُ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں تمام ملک اسی کا ہے، اسی کے لئے تمام ملک ہے، اسی کے لئے

قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رجب کا مہینہ اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان کا مہینہ میری امت کا مہینہ ہے۔ عرض کیا کیا یا رسول اللہ "اللہ کے مہینے" سے کیا مطلب ہے؟ حضور نے فرمایا اس ماہ میں خاص طور پر مغفرت ہوتی ہے، اس ماہ میں خونریزی سے بچایا گیا ہے، اس مہینے میں اللہ نے اپنے بندوں کی گناہیں قبول فرمائیں اور اسی ماہ میں اپنے دوستوں کو دشمنوں سے رہائی عطا کی جس نے اس ماہ کے روزے رکھنے کو اس نے اللہ تعالیٰ کے ذمہ تین چیزیں واجب کر لیں، تمام گزشتہ گناہوں کی معافی، آئندہ عمر میں ہونے والے گناہوں سے بازداشت اور تیسرے یہ کہ قیامت کے دن (بڑی پیشی کے دن) پیاسے ہونے کا اندیشہ باقی نہیں رہے گا۔ یہ سن کر ایک ضعیف شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں (بڑھاپے کے باعث) پورے مہینے کے روزے رکھنے سے عاجز و قاصر ہوں، آپ نے فرمایا اول تاریخ، درمیانی تاریخ اور آخری تاریخ کا روزہ رکھ لیا کرو تم کو پورے مہینے کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ کیونکہ اس ماہ میں ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہے، مگر رجب کے پہلے جمعہ کی رات سے غافل نہ رہنا کیونکہ یہ رات ایسی ہے کہ فرشتے اس رات کو "لیلۃ الرغائب" (مقاصد لی رات) کہتے ہیں۔ جب اس شب کی اول تہائی گزر جاتی ہے تو تمام آسمانوں اور زمینوں میں کوئی فرشتہ ایسا باقی نہیں رہتا جو کعبہ یا اطراف کعبہ میں جمع نہ ہو جائے، اس وقت اللہ تعالیٰ تمام ملائکہ کو اپنے دیدار سے نوازتا ہے اور فرماتا ہے مجھ سے مانگو جو چاہو، فرشتے عرض کرتے ہیں اے رب! ہماری عرض یہ ہے کہ تو رجب کے روزہ داروں کو بخش دے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے انھیں بخش دیا، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رجب کی پہلی جمعرات کا روزہ رکھا اور اس کی رات (شب جمعہ) میں مغرب عشاء کی نماز کے درمیان بارہ رکعتیں پڑھیں اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ القدر تین بار اور سورہ اخلاص بارہ مرتبہ پڑھی اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرا اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ستر بار مجھ پر درود پڑھا اور "اللہم صلی علی سیدنا محمد النبی الامی وعلی آلہ وسلم" پڑھ کر ایک سجدہ کیا اور سجدے میں ستر مرتبہ "سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِکَۃِ وَالرُّوحِ" پڑھ کر سجدے سے ستر اٹھایا اور ستر مرتبہ یہ دعا پڑھی رَبِّ اغْفِرْ ذَنْبِیْ وَارْحَمْنِیْ تَجَاوِزْ عَنَّا لَعْنَتَہٗ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْعَظِیْمُ یہ دعا پڑھ کر پہلے سجدہ کی طرح دوسرا سجدہ کیا اور سجدہ کی حالت میں ہی اللہ سے اپنی مراد مانگی تو اس کی مراد پوری کر دی جائے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جو بندہ پابندی سے یہ نماز پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا، خواہ وہ سمندر کے جھاگوں، ریت کے ذروں کے برابر یا پہاڑوں کے جم وزن ہوں یا بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کے برابر گنتی میں ہوں۔ قیامت کے دن اپنے گھر کے (کنبہ کے) سات سو آدمیوں کے حق میں آجی شفاعت اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا اور جب قبر میں اس کی پہلی رات ہوئی تو اس نماز کا ثواب شکفتہ روی اور فصیح زبان کے ساتھ اس کے سامنے آئے گا اور اس سے کہے گا، اے میرے پیارے! تجھے بشارت ہو یقیناً ہر شرت اور سختی سے تو نجات میں رہے گا، وہ شخص پوچھے گا تو کون ہے؟ میں نے تیرے چہرے سے زیادہ حسین کوئی چہرہ نہیں دیکھا، تمھاری شیریں گفتار سے زیادہ کسی کی گفتار نہیں پائی اور تمھاری خوشبو سے بڑھ کر کسی کی میں نے خوشبو سونگھی، وہ جواب دے گا، اے میرے پیارے! میں تیری اس نماز کا ثواب ہوں جسے تو نے فلاں سال فلاں مہینہ میں پڑھا تھا آج میں اس لئے آیا ہوں کہ تیری حاجت پوری کروں

ساتھ اس کو پورا کرے۔ ہم سے شیخ ہمتیہ اللہ نے بالاسناد حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رجب حرمت والے مہینوں میں سے ہے، اس کے تمام دن چھٹے آسمان پر تحریر ہیں اگر کوئی شخص رجب کے کسی دن کا روزہ رکھتا ہے اور اللہ کے خوف سے اپنے روزے کو گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے تو وہ روزہ بھی کلام کرتا ہے وہ دن بھی اس سے بولتا ہے اور دونوں اس کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ پروردگار! اس روزہ رکھنے والے کو بخش دے اور اگر کسی کے روزہ کی تکمیل اللہ کے تقویٰ کے ساتھ نہیں ہوتی تو دونوں اس کے لئے دعائے مغفرت نہیں کرتے اور کہتے ہیں اے شخص تجھے تیرے نفس نے فریب دیا! ۱۱۱

بروایت اعرج حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ جہنم کی آگ کے لئے ڈھال ہے اگر کسی کا روزہ ہو تو وہ جہالت کی حرکتیں نہ کرے اگر اس کو کوئی گالی دے یا اس سے لڑے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس سے کہدے کہ میں روزہ دار ہوں! ۱۱۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے روزہ میں جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی اللہ کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بروایت حسن بصریؒ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ جہنم کی ڈھال ہے جب تک روزہ دار اس کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کر دے، کسی نے عرض کیا کہ ڈھال کو کون سی چیز ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی ہے؟ حضور نے فرمایا جھوٹ اور غیبت! ۱۱۱

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صرف کھانا پینا ترک دینے سے روزہ نہیں ہوتا بلکہ یہود اور لغویات سے بچنا روزہ ہے۔ شیخ ابونصر محمد بن البنا سے بالاسناد حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ چیزیں روزے کو خراب کر دیتی ہیں اور ان ہی پانچ چیزوں سے وضو بھی ناقص ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہیں۔ ۱۱۱

۱۱ جھوٹ بولنا ۱۲ چغلی کھانا ۱۳ غیبت کرنا ۱۴ شہوت سے کسی عورت یا مرد کو دیکھنا ۱۵ جھوٹی قسم کھانا ۱۱۱
 شیخ ابونصر نے بحوالہ ابوعلیؒ بالاسناد حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگوں کا گوشت کھاتا رہا غیبت کرتا رہا اس کا روزہ نہیں ہے، ابونصر نے اپنے والد سے ان کی اسناد کے ساتھ بیان کیا کہ حضرت خذیفہ بن یمان نے فرمایا کہ جس نے کسی عورت کے عقب سے بھی اس کے کپڑوں کے اوپر نظر جما کر دیکھا اس کا روزہ بیکار ہو گیا! (باطل ہو گیا)۔ ۱۱۱

شیخ ابونصر نے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ نے فرمایا جب تم روزہ رکھو تو یاد رکھو کہ تمہارے کانوں آنکھوں اور زبان کا بھی روزہ جھوٹ بولنے اور حرام چیزوں کے دیکھنے سے ہے، اپنے پیروسی کو ایذا نہ دو اور روزے میں وقار اور سنجیدگی کو قائم رکھنا چاہیے، اپنے دوست کے دن کو بغیر روزے کے دن کی طرح نہ بناؤ۔ ۱۱۱
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کا روزہ بھوکے پیاسے گارینے کے سوا کچھ نہیں! بہت سے عبادت گزار اور شب زندہ دار ایسے ہیں جن کی بیاری جاگنے کے سوا کچھ اور نہیں ایسے اعمال ۱۱۱

افطارِ صوم

جب روزے کے افطار کا وقت ہو جائے تو افطار سے پہلے یہ دعا پڑھے۔

روزہ افطار کرنے کی دعا اللَّهُمَّ لَكَ مُمْتٌ
وَعَلَىٰ بِرِزْقِكَ أَفْطَرْتُ سُبْحَانَكَ
وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ
أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ روزہ کھولتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ
الَّتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ أَنْ تَغْفِرَ لِي ۝ (اللہ! میں تجھ سے تیری اس رحمت کے صدقے میں جو تمام چیزوں پر محیط
ہے، تجھ سے مغفرت کا طلبگار ہوں) ۝

ابوالعالیہ کا قول ہے کہ جو شخص افطار کے وقت یہ دعا پڑھے گا

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَلَا فَقْهَرًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ
الَّذِي نَظَرَ فَنَيَّرَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي مَلَكَ فَقَدَّرَ
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي دَخَّي الْمَوْقِيَ ۝

تو گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے گا جیسے مال کے پیٹ سے پیدائش کے دن (گناہوں سے پاک و صاف) تھا۔
(حضرت) مصعب بن سعیدؓ نے بروایت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت سعید بن مالکؓ سے روایت کی ہے
کہ انھوں نے فرمایا کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی صحابی کے یہاں روزہ افطار کرتے تو ارشاد فرماتے :-

أَفْطَرَ عِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ وَ أَكَلَ كُلُّ طَعَامِكُمْ ۝
روزہ داروں نے تمہارے پاس افطار کیا اور نیکوں نے تمہارا
کھانا کھایا اور فرشتوں نے تم پر رحمت بھیجی۔

ماہِ رَجَب کی برکتیں

ماہِ رَجَب ایسا مہینہ ہے کہ اس میں دعائیں قبول اور خطائیں معاف ہوتی ہیں اور جس نے اس مہینہ میں گناہ
کیا اس پر اس کا دو گنا عذاب کیا جاتا ہے اس سلسلہ میں شیخ ہبۃ اللہ نے بالاسناد حضرت حسین بن علی کرم اللہ وجہہ سے روایت
کی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم طواف میں مشغول تھے کہ ایک آواز سنی، کوئی شخص کہہ رہا ہے۔

يَا مَنْ يَجِيبُ دُعَاءَ الْمُضْطَرِّ فِي الظُّلُمِ
یا کاشف الكرب و البلوی مع السقم
اے وہ ذات جو تاریکیوں میں غم زدہ کی دعا قبول کرتا ہے
اے وہ ذات جو بیماریوں کے ساتھ غم و بلا دور کرتا ہے

اُنے وہ ذات پاک جس کی طرف دُور دُور سے حاجی آتے ہیں اور اس بے نیاز اور یتیم ذات کے لطف و کرم کی آس لگاتے ہیں میری فریاد سن! منازل (میرا بیٹا) میری نافرمانی سے باز نہیں آتا۔ اے رحمن! میرے بیٹے سے میرا حق لے لے، اے پاک ذات کَمِيلِدْ وَلَمْ يُولَدْ! مجھے پر بخشش کر اور (میری بددعا سے) منازل کا ایک پہلو (بدن کا ایک رُخ) مفلوج کر دے۔
منازل نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آسمان کو بلند کیا ہے اور پانی کو چشموں سے نکالا ہے کہ میرے والد ابھی نہیں تک کہنے پائے تھے کہ میرا دایاں حصہ (پہلو) مفلوج ہو گیا اور میں ان تختوں کی طرح (ایسے حس حرکت) ہو کر رہ گیا جو حرم کے کونوں میں پڑے رہتے ہیں۔ لوگ صبح و شام میرے پاس سے گزرتے تو کہتے یہ وہی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس کے باپ کی بددعا قبول فرمائی! ص ۷۷

یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر تمہارے باپ نے کیا کیا! منازل نے کہا کہ امیر المومنین ہیں نے اپنے باپ کو راضی کر لیا، جب وہ مجھ سے راضی ہو گئے تو میں نے درخواست کی کہ جس جگہ کھڑے ہو کر آپ نے میرے لئے بددعا کی تھی اسی جگہ کھڑے ہو کر آپ میرے لئے دعا کیجئے، انھوں نے میری درخواست قبول کر لی، ہم روانہ ہو گئے اثنا عشر سفر ایک اونٹنی مل گئی، میں نے والد کو اس پر سوار کرایا اور ان کو لے چلا، وادی اراک میں جب ہم پہنچے تو درخت سے ایک پرندہ (پر پھر پھر اس طرح) اڑا کہ اس کی آواز سے اونٹنی بدگ گئی، میرے والد اونٹنی سے کرک ہلاک ہو گئے۔ ص ۷۷

یہ تمام قصہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تجھے ایک عبادتاً ہوں جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے حضور نے فرمایا تھا کہ ایسا کوئی غم زدہ نہیں جس نے ان الفاظ سے دعا کی اور اللہ نے اس کے غم دور نہ کر دیئے ہوں اور نہ کوئی ایسا مضطرب ہے جس نے اللہ سے ان الفاظ میں دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے اضطراب کو ختم نہ فرما دیا ہو۔ منازل نے کہا بہت بہتر (میں ضروریہ دعا پڑھوں گا) ص ۷۷

حضرت حنین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے منازل کو یہ دعا سکھا دی۔ منازل نے اللہ سے وہی دعا کی اور اس کو مرض سے نجات ملی گئی، چنانچہ وہ ہمارے پاس دوسرے دن صبح کو تندرست ہو کر آیا، میں نے اس سے پوچھا کہ منازل! تو نے کیا عمل کیا! منازل نے جواب دیا کہ جب تمام لوگ (رات کو) سو گئے تو میں نے وہی دعا تین مرتبہ پڑھی، غیب سے ندا آئی "تیرے لئے اللہ کافی ہے، تو نے کس عظم کے ساتھ اللہ سے دعا کی ہے۔ اللہ کو جب بھی اسم اعظم لے کر پکارا جاتا ہے اللہ تعالیٰ دعا قبول فرما لیتا ہے اور جو چیز اس سے طلب کی جاتی ہے وہ اس کو مل جاتی ہے" اس کے بعد میری آنکھ لگ گئی، میں خواب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا میں نے وہ دعا عرض کی، حضور نے فرمایا میرے ابن عم علیؑ نے سچ کہا ہے اسی دعا میں وہ اسم اعظم ہے کہ اگر اس کو لے کر اللہ سے دعا کی جائے

يَرْجُونَ لُطْفَ غَازِيٍّ وَاحِدٍ صَدَقَ
فَخَذَ بِحَقِّي يَا رَحْمَنُ مِنْ وَلَدِي
يَا مَنْ تَقَدَّسَ لَمْ يُولَدْ وَ لَمْ يَسُدْ

يَا مَنْ إِلَهِي يَا بَاقِي الْحَاجَّ مِنْ بَعْدِ
هَذَا مَنَازِلُ لَا يَزِيدُ عَنْ عَقْبِي
وَسَلِّ مِنْهُ بِجُودٍ مِنْكَ جَانِبَهُ

سَهَامُ اللَّيْلِ لَا تَخْطِي وَ لَكِنْ
 لَهَا أَمَدٌ وَ لِلأَمَدِ الْقَضَاءُ
 رات کے تیرا نام لے) خطا نہیں کرتے مگر
 ان کے لئے ایک وقت ہے اور وقت کو گزرنا ہے

مَجْلِس مَآه شَعْبَانَ کی فضیلت

شیخ ابونصر نے بالاسناد ابوسلمہ سے اور انھوں نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَآه شَعْبَانَ کے روزے اس طرح رکھتے تھے کہ ہم کہتے تھے حضور اب کوئی دن نافرمان نہیں فرمائیں گے اور جب حضور نافرمان فرماتے تھے تو ہم کہتے تھے کہ اب (اس ماہ میں) حضور روزہ نہیں رکھیں گے اور میں نے یہ بھی کبھی نہیں دیکھا کہ سوائے مَآه رمضان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں اور میں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ حضور نے شَعْبَانَ سے زیادہ کسی مہینے میں روزے رکھے ہوں (علاوہ رمضان کے) یہ حدیث صحیح ہے اس کو امام بخاری نے بروایت عبداللہ بن یوسف امام مالک سے روایت کی ہے۔

شیخ ابونصر نے بالاسناد حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح مسلسل روزے رکھتے تھے کہ ہم خیال کرنے لگتے کہ آپ کسی دن کا روزہ نہیں چھوڑیں گے اور جب آپ روزہ دار بنے ہوتے تو ہم خیال کرتے کہ آپ اب روزہ نہیں رکھیں گے، آپ کو شَعْبَانَ کے روزے بہت زیادہ محبوب تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا سبب ہے کہ آپ مَآه شَعْبَانَ میں روزے رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا عائشہ! یہ ایسا مہینہ ہے کہ سال کے باقی عرصہ میں مرنے والوں کے نام ملک الموت کو لکھ کر اس ماہ میں دیدیئے جاتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ میرا نام ایسی حالت میں نقل کر کے دیا جائے کہ میرا روزہ ہو۔

ابونصر نے اپنے والد محمد کی اسناد سے بروایت عطاء بن یسار حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں اتنے روزے نہیں رکھتے تھے جتنے مَآه شَعْبَانَ میں! اس کی وجہ یہ ہے کہ (سال میں) مرنے والوں کے نام زندوں کی فہرست سے نکال کر مردوں کی فہرست میں شامل کر دیئے جاتے ہیں آدمی سفر میں ہوتا ہے حالانکہ اس کا نام مرنے والوں کی فہرست میں لکھ لیا جاتا ہے۔

شیخ ابونصر نے بالاسناد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب مہینہ شَعْبَانَ کا تھا چونکہ وہ رمضان سے متصل ہے۔

یعنی حضورؐ اس ماہ میں بعض تاریخوں میں روزہ رکھتے تھے اور بعض تاریخوں میں نافرمان کرتے تھے۔
 لہٰذا مَآه شَعْبَانَ میں اس طرح مسلسل روزے رکھتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شعبان میرا مہینہ ہے رجب اللہ کا مہینہ ہے" **Imp**

شعبان رسول اللہ کا اور رمضان میری امت کا، شعبان گناہوں کو دور کرنے والا ہے اور رمضان بالکل پاک **Imp**

کرنے والا! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رجب اور رمضان کے درمیان شعبان کا مہینہ ہے **Imp**

لوگ اس کی طرف سے غفلت کرتے ہیں حالانکہ اس ماہ میں بندوں کے اعمال رجب العالمین کے حضور پیش کئے جاتے ہیں اس لئے میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال اللہ کے حضور میں اس طرح پیش ہوں کہ میرا روزہ ہو، **Imp**

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ حضور اقدس نے فرمایا رجب کا شرف اور فضیلت باقی مہینوں پر ایسی ہے **Imp**

جیسے دوسرے کلاموں پر قرآن مجید کی فضیلت اور تمام مہینوں پر شعبان کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام انبیاء پر میری **Imp**

فضیلت ہے اور دوسرے مہینوں پر رمضان کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام کائنات پر اللہ کی فضیلت!! **Imp**

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جب شعبان کا چاند دیکھ **Imp**

لیتے تو کلام مجید کی تلاوت میں منہمک اور محو ہو جاتے! اور مسلمان اپنے اموال کی زکوٰۃ نکالتے تاکہ مسکین اور غریب **Imp**

مسلمانوں میں بھی روزے رکھنے کی تسکین پیدا ہو جائے۔ حکام قیدیوں کو طلب کرتے جس پر حد قائم ہونا ہوتی اہل **Imp**

پر حد قائم کرتے باقی مجرموں کو آزاد کر دیتے، ربا دار اپنے قرضے ادا کر دیتے، دوسروں سے اپنا قرض وصول کر لیتے اور **Imp**

جب رمضان کا چاند اُن کو نظر آ جاتا تو دنیا کے تمام کاموں سے فارغ ہو کر اعتکاف میں بیٹھ جاتے۔ **Imp**

ماہ شعبان کے فضائل

شعبان میں پانچ حروف ہیں شش شرن کا ہے، ع علو کا، ب بر (احسان اور بھلائی) **Imp**

لفظ شعبان کی تحقیق کا الف کا اور ن نور کا ہے، اس مہینے میں یہ پانچوں حروف بارگاہ الہی سے بندے کے لئے مخصوص ہوتے ہیں اس ماہ میں نیکیوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، برکتوں کا نزول ہوتا ہے، خطاؤں کو **Imp**

معاف کیا جاتا ہے، رسول اللہ پر درود کی کثرت کی جاتی ہے (کثرت سے آپ پر درود بھیجا جاتا ہے) درود بھیجنے کا یہ خاص **Imp**

مہینہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **Imp**

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ کے معنی رحمت کے ہیں، ملائکہ کی طرف سے صلوٰۃ کے معنی مدد، نصرت اور استغفار کے **Imp**

اور مومنوں کی طرف سے صلوٰۃ کے معنی ہیں دعا اور ثناء کے۔ مجاہد کا قول ہے کہ صلوٰۃ کے معنی اللہ کی طرف سے توفیق و رحمت **Imp**

کے ہیں، فرشتوں کی جانب سے مدد و نصرت کے اور مسلمانوں کی طرف سے پیروی کرنے اور عزت و احترام پہنچانے کے ہیں۔ **Imp**

ہے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔

اسی طرح پانی کو بھی برکت والی چیزوں میں فرمایا ہے وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبَارَكًا، ہم نے اوپر سے برکت والا پانی نازل کیا، یہ پانی ہی کی برکت ہے کہ چیزیں اس سے زندہ ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ (ہم نے سب چیزوں کو پانی سے زندہ کیا ہے پھر بھی تم ایمان نہیں لاتے) کہا گیا ہے کہ پانی میں دس خوبیاں ہیں، یعنی ۱۱ رقت (پتلین) ۱۲ نرمی ۱۳ طاقت ۱۴ پاکیزگی ۱۵ صفائی ۱۶ حرکت ۱۷ تری ۱۸ خنکی ۱۹ تواضع ۱۰ زندگی۔ یہ سب خوبیاں اللہ تعالیٰ نے دانشمند مومن کو بھی عطا فرمائی ہیں دل میں نرمی مکی ہے اور رقت بھی۔ طاعت و بندگی کی طاقت بھی ہے اور لطافت نفس بھی۔ عمل کی صفائی بھی ہے اور بھلائی کی طرف حرکت بھی ہے، آنکھوں میں تری۔ گناہوں سے افسردگی، مخلوق سے تواضع بھی ہے اور حق بات سننے سے زندگی بھی۔

پانی کی طرح اللہ تعالیٰ نے زیتون کو بھی مبارک فرمایا ہے ارشاد ربانی ہے شَجَرَةً مُّبَارَكَةً زَيْتُونَةٍ (برکت والے زیتون کے درخت سے) یہی وہ پہلا درخت ہے جس کا پھل حضرت آدم علیہ السلام نے اُتارنے کے بعد سب سے پہلے کھایا اس میں غذا بھی ہے اور روشنی بخشنے والا تیل بھی اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا وَصَبَّغْ لِلْأَعْيُنِ یہ درخت کھانے کا کام دیتا ہے (کھانے والوں کے لئے سالن ہے) یہ بھی کہا گیا ہے کہ شجرہ مبارکہ سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن کریم ہے یا ایمان ہے یا مومن کا وہ نفس مطمئنہ ہے جو نیکی کا حکم کرنے والا ہے اور ممنوعات سے بچنے والا اور قضا و قدر کو قبول کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ لکھا اور حکم فرمایا وہ اس کی موافقت کرنے والا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی اللہ تعالیٰ نے مبارک نام رکھا۔ حضرت عیسیٰ کا قول نقل فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَجَعَلْنِي مُبَارَكًا أَيْنَمَا كُنْتُ! (اور مجھے برکت والا بنایا گیا جہاں کہیں بھی میں ہوں) یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی برکت تھی کہ حضرت کی والدہ مریم علیہا السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے کعبور کے خشک درخت میں پھل پیدا کر دیئے تھے اور نیچے چشمہ رواں فرما دیا تھا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: فَنَادَا هَآءِ مِنْ تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ سَوِيًّا وَهَؤُلَاءِ إِلَيْكَ بِجُزْءِ التَّخْلِةِ تُسَاقُطُ عَلَيْكَ رُطْبًا جَنِينًا فِكُنِّي وَاشْرَبِي وَقَدِّرِي عَيْنًا ہ

درازا دنا بنیا اور کوڑھیوں کو تندہ ست کر دنیا، دُعا سے مردوں کو زندہ کر دینا اور دوسرے معجزات بھی عیسیٰ علیہ السلام کی برکتوں میں سے ہیں، کعبہ شریف کو بھی مبارک فرمایا گیا ہے۔

بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے قائم کیا گیا وہ گھر ہے جو مکہ میں ہے برکتوں والا ہے۔

یہ کعبہ ہی کی برکت ہے کہ جو کوئی اس میں داخل ہوا اس پر گناہوں کا کتنا ہی بوجھ کیوں نہ ہو جب وہ اس (گھر) سے

مِنْ نَعْمَتِكَ وَاعُوذُ بِرَحْمَتِكَ مِنْ سَخَطِكَ
وَاعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ
أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ ه

کا طالب ہوں تیرے عذاب سے ان میں سے کئے گئے تیرے ہی سے
کا درخواست کرتا ہوں تیری حمد و ثنا کوئی بیان نہیں کر سکتا تو نے
آپ اپنی ثنا کی ہے تو ہی آپ اپنی ثنا کر سکتا ہے اور کوئی نہیں کر سکتا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ صبح تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں مصروف رہے کبھی آپ کھڑے ہو جاتے اور
کبھی بیٹھ کر عبادت فرماتے یہاں تک کہ آپ کے پائے مبارک متورم ہو گئے، میں آپ کے پاؤں کو دباتے ہوئے کہنے لگی، میرے
مال باپ آپ پر قربان! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف نہیں کر دیئے ہیں، کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ
ایسا کریم نہیں کیا اور آپ پر (لطف و کرم) نہیں کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! کیا میں خدا کا شکر گزار
بندہ نہ ہوں؟ محققین معلوم ہے یہ رات کیسی ہے؟ میں نے عرض کیا آپ فرمائیں یہ رات کیسی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا اس
رات میں کمال بھر میں بکرا ہونے والے ہرنچے کا نام لکھا جاتا ہے اور اسی کے ساتھ ہر مرنے والے کا نام بھی لکھا جاتا ہے اسی
رات مخلوق کا رزق تقسیم ہوتا ہے، اسی رات ان کے اعمال و افعال اٹھائے جاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ!
کیا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل ہو؟ آپ نے فرمایا کوئی شخص بھی اللہ کی رحمت کے
بغیر جنت میں داخل نہیں ہوگا، میں نے عرض کیا "کیا آپ بھی؟" آپ نے فرمایا ہاں میں بھی مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی
رحمت میں ڈھانپ لیا ہے، اس کے بعد حضورؐ نے اپنا دست مبارک چہرے اور سر پر پھیرا۔

سے شیخ ابو نصرؒ نے بلا سناد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مجھ سے فرمایا! عائشہؓ یہ کونسی رات ہے؟ انھوں نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول ہی بخوبی واقف ہیں، حضورؐ نے فرمایا یہ
نصف شعبان کی رات ہے اس رات میں دنیا کے اعمال، بندوں کے اعمال اور پراٹھائے جاتے ہیں رات کی پستی بارگاہ
رَبِّ الْعِزَّت میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رات بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد میں لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتا
ہے تو کیا تم آج کی رات مجھے عبادت کی آزادی دینی ہو؟ میں نے عرض کیا ضرور! پھر آپ نے نماز پڑھی اور قیام میں
تخفیف کی، سورہ فاتحہ اور ایک چھوٹی سورت پڑھی، پھر آدھی رات تک آپ سجدے میں رہے پھر کھڑے ہو کر دوسری
رکعت پڑھی اور پہلی رکعت کی طرح اس میں قرأت فرمائی (چھوٹی سورت پڑھی) اور پھر آپ سجدے میں چلے گئے، یہ
سجدہ فجز تک رہا، میں دیکھتی رہی مجھے یہ اندیشہ ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی روح (مبارک) قبض فرمائی ہے پھر
جب میرا انتظار طویل ہوا (بہت دیر ہو گئی) تو میں آپ کے قریب پہنچی اور میں نے حضورؐ کے تلووں کو چھوا تو حضورؐ نے
حرکت فرمائی، میں نے خود سنا کہ حضورؐ سجدے کی حالت میں یہ الفاظ ادا فرما رہے تھے

الہی میں تیرے عذاب سے تیری عفو اور بخشش کی پناہ میں
آتا ہے تیرے قہر سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں، تجھ سے ہی
پناہ چاہتا ہوں تیری ذات بزرگ ہے، میں تیری شایان شان

اعُوذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاعُوذُ بِرَحْمَتِكَ
مِنْ نَعْمَتِكَ وَاعُوذُ بِرَحْمَتِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاعُوذُ
بِكَ مِنْكَ جَلَّ ثَنَاءُكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ

وہ جادو کرتے ہو، کاہن نہ ہو، اور سود خوار نہ ہو، زانی نہ ہو، عادی شرابی نہ ہو، ان لوگوں کی اللہ تعالیٰ اس وقت تک بخشش نہیں فرماتا جب تک وہ توبہ نہ کر لیں۔ پھر جب رات کا چوتھا حصہ گزر گیا تو جبریل (علیہ السلام) پھر آئے اور کہا یا رسول اللہ! اپنا سر مبارک اٹھائیے! آپ نے ایسا ہی کیا، آپ نے دیکھا کہ جنت کے دروازے کھلے ہیں اور پہلے دروازے پر ایک فرشتہ بیکار رہا ہے، خوشی ہو اس شخص کے لئے جس نے رات کو رکوع کیا، دوسرے دروازہ پر ایک اور فرشتہ نڈا رہا ہے، خوشی ہو اس کے لئے جس نے اس رات میں سجدہ کیا، تیسرے دروازہ پر ایک اور فرشتہ نڈا رہا تھا، خوشی ہو اس شخص کے لئے جس نے اس رات دعا کی، چوتھے دروازے پر ایک اور فرشتہ نڈا رہا تھا، خوشی ہو اس رات میں ان لوگوں کو جو ذکر کر نیوالے ہیں، پانچویں دروازے پر فرشتہ بیکار رہا تھا خوشی ہو اس کے لئے جو اللہ کے خوف سے اس رات میں رویا، چھٹے دروازے پر فرشتہ بیکار رہا تھا اس رات میں تمام مسلمانوں کے لئے خوشی ہو، ساتویں دروازے پر فرشتہ نڈا رہا تھا کیا ہے کوئی مانگنے والا کہ اس کی آرزو اور طلب پوری کی جائے! آٹھویں دروازے پر فرشتہ بیکار رہا تھا کیا کوئی معافی کا طلبگار ہے کہ اس کے گناہ معاف کئے جائیں، حضور فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ جبریلؑ یہ دروازے کب تک کھلے رہیں گے؟ جبریلؑ نے کہا کہ اول شب سے طلوع فجر تک! اس کے بعد جبریلؑ نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس رات میں دوزخ سے رہائی پانے والی کی تعداد نبی کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر ہوگی۔

شب برات کی وجہ تسمیہ

دو برائیں اس رات کو شب برات اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس رات میں دو بیزاریاں ہیں۔ (۱) بد بخت لوگ اللہ تعالیٰ سے بیزار ہوتے ہیں اور دور ہو جاتے ہیں اور اولیاء اللہ ذلت اور گمراہی سے دور ہو جاتے ہیں۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب نصف شعبان کی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر نظر فرماتا ہے (متوجہ ہوتا ہے) مومنوں کو تو بخش دیتا ہے اور کافروں کو اور ڈھیل دے دیتا ہے اور کینہ رکھنے والوں کو اس وقت تک چھوڑے رکھتا ہے جب تک وہ کینہ پروری سے باز نہ آجائیں۔ روایت ہے کہ فرشتوں کے لئے آسمان میں دو راتیں عید کی ہیں جن طرح زمین پر مسلمانوں کے لئے دو دن عید کے ہیں، فرشتوں کی عید کی راتیں ہیں شب برات اور شب قدر مسلمانوں کی عیدوں کے دن ہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ فرشتوں کی عیدیں رات میں اس لئے رکھتی گئی ہیں کہ وہ سوتے نہیں ہیں مسلمانوں کی عیدیں دن میں اس لئے رکھی گئی ہیں کہ وہ سوتے ہیں۔ بعض علما نے کہا ہے کہ اس میں حکمت الہی یہ ہے کہ شب برات کو تو ظاہر فرما دیا اور شب قدر کو پوشیدہ رکھا، شب قدر رحمت و بخشش اور جہنم سے آزادی کی رات ہے اسے اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ ہی رکھا کہ لوگ اسی پر تکیہ نہ کر لیں اور اعمال صالح سے غافل نہ ہوں۔ شب برات کو اس لئے ظاہر کر دیا کہ یہ رات حکم و فیصلہ کی رات ہے اور خوشی و اطمینان کی رات ہے، لہذا قبول کی رات ہے، رسانی اور نرسانی کی رات ہے (فصل و اعراض سے مراد ہے) خوش نصیبی اور بد بختی کی رات ہے، حصول شرف اور اندیشہ عذاب

باب ۱۳

وَهْدَىٰ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مجلس

رمضان المبارک کے فضائل

میں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا
كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝اے ایمان والو! تم پر روزے (اسی طرح) فرض کئے گئے جس
طرح تم سے پہلے لوگوں پر تاکہ تم متقی بنو۔

سے حسن بصری فرماتے ہیں کہ جب تم سنو کہ اللہ تعالیٰ یا ایہذا الذین آمنوا فرما رہا ہے تو اپنے کانوں کو اس کی ساعت
کے لئے خالی کر دو (ہمہ تن گوش بنجاؤ) اس کے بعد جو ارشاد ہونے والا ہے اس میں یا تو حکم ہوگا جس کو بجالانا ہوگا یا ممانعت ہوگی
جس سے اجتناب ضروری ہوگا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ وہ لذت جو خطاب انداز سے حاصل ہوتی ہے وہ
عبادت کی مشقت اور کلفت کو دور کر دیتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا ایہذا الذین آمنوا۔ اس میں یا "حرف ندا ہے" عالم
(ذات باری) کی طرف سے اس حرف کے ذریعہ ندا لیکتی ہے "آئی" وہ آم ندا ہے جو منادی معلوم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ہا
حرف تنبیہ ہے منادی کو (اس تنبیہ سے) ندا کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ الذی (اہم موصول ہے) اور اس کے ذریعہ محبت قدیمہ اور معرفت
سالقہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور آمنوا میں اس باطنی حالت کی طرف اشارہ ہے جو پکارنے والے اور جس کو پکارا گیا ہے دونوں
کے درمیان ایک گراں کی طرح پوشیدہ ہے (جیسے کوئی کہے اے وہ شخص جو میرے باطنی راز سے واقف ہے اور وہ اسے جانتا ہو)
کُتِبَ عَلَيْكُمُ یعنی تم پر فرض کئے گئے الصیام روزہ رکھنا یہ مصدر ہے جیسے تم کہو صُمْتُ صَبَامًا اور صُمْتُ صَيَامًا۔ اصل
لغت میں صیام کے معنی ہیں رک جانا، جیسے صَامَتِ التَّيْبُجُ (ہواری کئی) صَامَتِ الْحَيْثِلُ (گھوڑے دوڑنے سے رک گئے)
صَامَ النَّهَارُ (دن ٹھہر گیا، دہرہ نہ ہوئی) یعنی جب سورج آسمان کے بیچ میں پہنچ جاتا ہے تو ٹھہر جاتا ہے اور میر سے رک جاتا
ہے، صَامَ النَّجَلُ، مزدبابت کرنے سے رک گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا حضرت مریم کا قول (إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّبِّ صَوْمًا
میں نے آج خاموشی رہنے کی اللہ سے منت مانی ہے۔) شریعت میں روزہ کے معنی ہیں انسان کا کھانے پینے اور جماع سے
باز رہنا اور گناہوں سے رک جانا۔

کَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ — یعنی دوسرے انبیاء اور ان کی امتوں پر جیسے روزہ رکھنا فرض کیا

گیا تھا۔ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام پر روزہ فرض ہوا۔ عبدالملک نے ان کے والد ابراہیم بن عنترہ سے بالاحاد حضرت علی رضی

میں نہیں رکھوں گا اس کا۔ مجہ یہ ہے کہ ہماری طرح نصاریٰ پر بھی ماہ رمضان کے روزے فرض کئے گئے تھے تو انھوں نے ان روزوں کو موسم بہار میں کر دیا یعنی رمضان کو دوسرے موسم سے تبدیل کر لیا کیونکہ گرمی کے زمانے میں تو یہ گن کر تیس روزے رکھ لیا کرتے تھے، ان کے بعد جب دوسرے لوگ آئے (دوسری نسل) تو ان کو اپنی طاقت پر بڑا اعتماد تھا اس لئے انھوں نے رمضان سے پہلے ایک یا دو دن کے روزے رکھنا شروع کر دیئے اس طرح ان کے بعد آنے والوں نے بھی اگلے لوگوں کی پیروی میں ایک ایک دو دو روزوں کا اضافہ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ پورے چار دن کے روزے۔

آیت کتبت علی الذین من قبلكم ما مطلب ہی ہے اور لعلکم تتقون کے معنی ہیں کہ تم کھانے پینے اور جماع سے (ان آیات میں) باز رہو۔

مفسرین کرام کا ارشاد ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں پر عاشورہ کے دن کا اور ہر مہینے میں تین دن کے روزے فرض کئے جنک بدر سے ایک ماہ اور چند روز قبل رمضان کے روزوں کی فرضیت کا حکم نازل ہوا جس سے مذکورہ روزے منسوخ ہو گئے، حق تعالیٰ کے ارشاد آیا ما تعدودات (گنتی کے دن ہیں) سے یہی ماہ رمضان کے ۲۹ یا ۳۰ دن مراد ہیں۔

سعد بن عمرو بن سعید بن العاص سے مروی ہے کہ انھوں نے ابن عمر سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اور میری امت آرتی ہے ہم نہ حساب کر سکتے ہیں اور نہ لکھ سکتے ہیں کہ مہینہ اتنا، اتنا یا اتنا ہے حضور نے دست مبارک کی تمام انگلیاں کھول کر سامنے بنایا کہ مہینہ اتنا، اتنا اور اتنا ہوتا ہے (یعنی ۳۰ دن کا)۔

شہر کے معنی مہینے کے ہیں یہ لفظ شہرت سے بنا ہے اور اس کے معنی ہیں مشہور ہونا اور سفیدی، طلوع اور دنیا کرنا چنانچہ کہتے ہیں شہرت التین میں نے تلوار نبیام سے نکال لی اور اونچی کی۔ شہر الہلال پہلی تاریخ کا چاند نکل آیا۔

لفظ رمضان کی تحقیق و تشریح میں علما کا اختلاف ہے، بعض علما کہتے ہیں کہ رمضان اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور شہر رمضان کہا جاتا ہے (یعنی اللہ کا مہینہ) جب کہ رجب کے لئے شہر الاقصم کہا گیا یہ حضرت عبداللہ کا قول ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے بالاسناد اپنے اجداد سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان اللہ کا مہینہ ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے لفظ "رمضان" نہ کہو بلکہ اس کو نسبت کے ساتھ کہو جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کی نسبت فرمائی ہے اور شہر رمضان (ماہ رمضان) کہلا ہے۔ اجمعی نے ابو عمر بن السعد کا قول نقل کیا ہے کہ رمضان کی وجہ تسمیہ ہے کہ اس مہینے میں اونٹ کے بچے گرمی کی وجہ سے جھلس جاتے ہیں۔

بعض اصحاب کا خیال ہے کہ چونکہ اس ماہ میں گرمی کی وجہ سے پتھر تپنے لگتے ہیں اور رمضان گرم پتھر کو کہتے ہیں اس لئے اس کو رمضان کہنے لگے، ایک قول یہ بھی ہے کہ چونکہ اس ماہ میں گناہ جلا دیئے جاتے ہیں یا رمضان گناہوں کو جلا دیتا ہے اس لئے رمضان کہا گیا، رمض کے معنی ہیں جلانا، اجمعی اور بعض دوسرے وہ لوگ جنھوں نے گرمی کی شدت وجہ تسمیہ بتائی ہے شاید

شہاب بن طارق نے بروایت حضرت ابوذر غفاریؓ بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ماہ رمضان المبارک کی تین راتوں میں صحیفے نازل کئے گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تو ریت ماہ رمضان کے جمعہ کی راتوں میں نازل ہوئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور ماہ رمضان کی اٹھارویں شب کو اتھری۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل ماہ رمضان کی تیرہ تاریخ کو نازل ہوئی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید رمضان المبارک کی چودھویں تاریخ کو اترا۔ اس کے بعد یعنی نزول قرآن کے مہینے کی تصریح کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی صفت بیان فرمائی کہ وہ ہدیٰ للناس ہے (لوگوں کو گمراہی سے نکالنے والا ہے) وَبَيَّنَّتْ مِنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ ۱۰ یعنی حلال و حرام اور احکام کی روشن دلیلیں ہیں اور وہ حق و باطل کے درمیان فسرق کر دینے والا ہے۔

ابو نصر نے بالاسناد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ شعبان کے آخری دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا، آپ نے

فرمایا ————— ”اے لوگو! ایک عظیم المرتبت اور برکتوں والا وہ مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ کے روزے فرض کئے ہیں۔ اور اس مہینے کی راتوں میں عبادت کو افضل قرار دیا ہے۔ جس شخص نے اس مہینے میں ایک نیکی کی یا ایک فرض ادا کیا اس کا اجر اس شخص کی طرح ہوگا جس نے کسی دوسرے مہینے میں ۷۰ فرض ادا کئے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا صلہ جنت ہے۔ یہ مہینہ نیکی پہنچانے کا ہے۔ اس مہینے میں مومن کی روزی میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس شخص نے کسی روزہ دار کو افطار کرایا اس کے گناہ بخش دیئے گئے اس کی گردن آتش دوزخ سے آزاد کی جائے گی اور روزہ دار کے روزے کا ثواب کم کئے بغیر افطار کرنے والے کو بھی روزے دار کی برابر ثواب ملے گا۔“

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ہم میں سے ہر ایک کی استطاعت اتنی نہیں ہے کہ افطار کر لے! حضور نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو اجر مرحمت فرمایا جس نے ایک کھجور یا ایک گھونٹ دودھ یا ایک گھونٹ پانی سے بھی روزہ کھلویا۔ یہ مہینہ ایسا ہے کہ اس کا اول حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ دوزخ سے آزادی ہے، پس جس نے اس مہینے میں اپنے غلام پر آسانی کی اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور جہنم سے آزادی عطا فرمائے گا پس اس مہینے میں یہ چار باتیں زیادہ سے زیادہ کرنا چاہیئے، ان میں سے دو باتیں ایسی ہیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کر سکتے ہو ادنیٰ یہ کہ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، دوم اپنے رب سے مغفرت طلب کرنا۔ دو باتیں وہ ہیں جن کی تم کو ضرورت ہے، وہ یہ ہیں اول یہ کہ اللہ تعالیٰ سے جنت کی طلب کرو، دوم اللہ تعالیٰ سے جہنم سے نجات (نیاہ) مانگو۔ جس نے اس مہینے میں کسی کو شکم ٹیسر کر کے کھلایا اللہ تعالیٰ اس کو میرے حوض (کوثر) سے ایک گھونٹ پلائے گا اور پھر کبھی اسے پیاس نہیں محسوس ہوگی۔

علی نے ابو نصر سے اور ابو نصر نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

رمضان کے استقبال کے لئے جنت ایک سال سے دوسرے سال تک (یعنی تمام سال) مزین و آراستہ کی جاتی ہے پھر جب ماہ رمضان کی پہلی شب آتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس کا نام مشریقہ ہے، یہ ہوا جنت کے درختوں کے پتوں اور کواڑوں کی زنجیروں سے لمس ہوتی ہے اور ان کو ہلاتی ہے، اس ہوا کے لگنے سے ایسی آواز پیدا ہوتی ہے کہ اس سے اچھی آواز سننے والوں نے کبھی نہیں سنی ہوگی، پھر حوریں آراستہ ہو کر جنت کے غروں (چھروں) میں آکر کھڑی ہو جاتی ہیں اور آواز دیتی ہیں کہ کیا کوئی ہے جو ہم کو اللہ سے مانگ لے اور اللہ تعالیٰ اس کا نکاح ہم سے کر دے پھر وہ رضوان جنت سے کہتی ہیں آج کی رات کیسی ہے؟ رضوان جواب دیتا ہے: اے بیشمار حسنینو! یہ ماہ رمضان کی پہلی رات ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت میں سے روزہ داروں کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اے مالک (داروغہ جہنم) امت محمدیہ کی طرف سے دوزخ کے دروازے بند کر دو اے جبریل! زمین پر جاؤ اور شیاطین کو مفید کر دو! ان کو زنجیروں سے جکڑ دو، ان کو سمندر کے گردابوں میں پھینک دو تاکہ میرے حبیب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت کے روزوں کو خراب نہ کریں۔ حضور والا نے ارشاد فرمایا کہ ماہ رمضان کی ہر رات میں اللہ تعالیٰ تین مرتبہ فرماتا ہے کیا کوئی مانگنے والا ہے کہ میں اس کا سوال پورا کر دوں؟ کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ میں اس کی توبہ قبول کر دوں؟ کیا کوئی مغفرت کا طالب ہے کہ میں اس کو بخش دوں؟ کوئی ہے جو ایسے غنی کو قرض دے جو نادار نہیں ہے اور پورا بدلہ دینے والا ہے اور وہ کسی کی حق تلفی کرنے والا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ماہ رمضان میں ہر روز افطار کے وقت ہزاروں دوزخی دوزخ سے آزاد کر دیئے جاتے ہیں حالانکہ ان میں سے ہر ایک عذاب کا مستحق ہوتا ہے اور جب جمعہ کا دن اور جمعہ کی شب آتی ہے تو لاکھوں دوزخی دوزخ سے آزاد ہو جاتے ہیں جن میں سے ہر ایک عذاب سزاوار ہوتا ہے۔ جب رمضان کا آخری دن آتا ہے تو اول تاریخ سے آخر تاریخ تک مجموعی طور پر جتنے افراد دوزخ سے آزادی پا چکے ہیں ان کی تعداد کے برابر (اس آخری روز) آزاد کئے جاتے ہیں۔

شب قدر شب قدر کو اللہ تعالیٰ جبریل کو حکم دیتا ہے، حضرت جبریل حسب الحکم فرشتوں کی جماعت کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں ان کے ساتھ ایک سبز پرچم ہوتا ہے اس کو وہ خانہ کعبہ کی چھت پر گاڑ دیتے ہیں اور وہ اپنے چہرہ سوار پر پھیلا دیتے ہیں جو مشرق سے مغرب تک پھیل کر نکل جاتے ہیں۔ یہ پرچم لیلۃ القدر کے علاوہ نہیں لہرایا جاتا۔ جبریل فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ امت محمدیہ میں پھیل جاؤ۔ فرشتے ہر نمازی عبادت گزار اور ذکر الہی کرنے والے کو سلام کرتے ہیں ان سے مصافحہ کرتے ہیں اور دعا کے وقت ان کے ساتھ آمین کہتے ہیں یہ حالت صبح تک قائم رہتی ہے اس کے بعد جبریل (علیہ السلام) اعلان کرتے ہیں کہ اے اللہ کے لشکر! واپسی کے لئے کوچ کر دو اس وقت وہ فرشتے کہتے ہیں اے جبریل (علیہ السلام) تم نے امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حاجتوں کے بارے میں کیا کیا؟ جبریل جواب دیتے ہیں اللہ نے ان پر رحمت کی نظر فرمائی ان کو معاف کر دیا اور بخش دیا بجز چار قسم کے لوگوں کے جو یہ ہیں۔

(۱) مے خواہ (۲) والدین کے نافرمان (۳) رشتوں کو منقطع کرنے والے۔ (۴) مشاحن (بغض رکھنے والا) عرض کیا گیا، یا

رسول اللہ مشاحن کون ہیں آپ نے فرمایا مسلمانوں سے قطع تعلق کرنے والا۔

جب عید الفطر کی رات آتی ہے جس کو شب جائزہ کہتے ہیں یعنی شب انعام، اس کے بعد صبح کو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو

حضرت قتادہؓ نے حضرت انسؓ بن مالکؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماہ رمضان کی جب پہلی رات ہوتی ہے تو رمضان جنت سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ امت محمدیہ کے روزہ داروں کے لئے جنت کو آراستہ کرو اس کے دروازوں کو بند نہ کرو جب تک ان کا یہ مہینہ ختم نہ ہو جائے پھر داروغہ جہنم مالکؓ سے خطاب فرماتا ہے کہ لے مالک! وہ کہتا ہے لبیک (میں حاضر ہوں) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے محمدؐ کی امت کے روزہ داروں کی طرف سے دوزخ کے دروازے بند کر دو اور جب تک یہ مہینہ نہ گزر جائے ان کو نہ کھولو! پھر جبریلؑ کو ندا فرماتا ہے۔ جبریلؑ کہتے ہیں میں حاضر ہوں۔ اللہ فرماتا ہے زمین پر اتر دو اور سرکش شیاطین کو جکڑ کر بازو دو تاکہ امت محمدیہ کے روزوں اور روزوں کی افراط میں وہ غلغلہ ڈال سکیں۔

ماہ رمضان میں ہر روز طلوع آفتاب سے افطار کے وقت تک اللہ تعالیٰ اپنے کچھ بندوں کو خواہ مرد ہوں یا عورت جہنم سے آزادی عطا فرماتا ہے۔ ہر آسمان پر ایک ندادینے والا فرشتہ ہوتا ہے جس کی چوٹی عرش کے نیچے اور پاؤں زمین کے سائیں طبقہ کی انتہا پر ہوتے ہیں اس کا ایک بازو مشرق میں اور ایک مغرب میں ہوتا ہے اس کے سر پر کلو، مرجان اور جواہر کا تاج ہوتا ہے، یہ ندادینے والا فرشتہ پکارتا ہے کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے کوئی مانگنے والا ہے جس کی دعا قبول کی جائے کوئی مظلوم ہے جس کی داد رسی کی جائے کوئی مغفرت چاہنے والا ہے جس کی مغفرت کی جائے، کوئی سائل ہے جس کے سوال کو پورا کیا جائے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تمام ماہ رمضان میں اسی طرح ندا فرماتا رہتا ہے کہ میرے بندو! اور میری بندیو! تم کو بشارت ہو صبر کرو (کھانے پینے وغیرہ سے) اور پابندی کرو (احکام روزہ کی) میں عنقریب تمہاری شفقتیں دور کر دوں گا اور تم میری رحمت اور کرامت تک پہنچ جاؤ گے (تم کو میری رحمت حاصل ہوگی)۔

شب قدر کو جبریلؑ فرشتوں کے ساتھ اترتے ہیں اور ہر ذکر الہی کرنے والے (خواہ وہ کھڑا ہو یا بیٹھا ہو) کے لئے دعا رحمت کرتے ہیں۔ حضرت انسؓ بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو بات کرنے کی اجازت دیتا تو یقیناً وہ ماہ رمضان کے روزہ داروں کو جنت کی بشارت دیتے۔ حضرت عبداللہ بن عوفؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ روزہ دار کی نیند عبادت ہے وہ خاموش تسبیح ہے اس کی دعا مقبول ہے اور اس کا عمل دونا گیا جاتا ہے۔

اعشؓ نے ابوخیثمہؓ کا قول نقل کیا ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کہتے تھے کہ ایک رمضان دوسرے رمضان تک ایک حج دوسرے حج تک ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور ایک نماز سے دوسری نماز تک جو گناہ اس عرصہ میں سرزد ہوتے ہیں وہ ان کا کفارہ بن جاتے ہیں۔ جب ماہ رمضان آتا تو حضرت امیر المومنینؓ عرض فرماتے کہ لے لوگو! تمہیں یہ مہینہ مبارک ہو کیونکہ یہ مہینہ سگرا یا خیر و برکت ہے اس کے دن روزے کے اور راتیں عبادت کی ہیں اس میں خرچ کرنا راہ خدا میں خرچ کرنا ہے حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے یقیناً وصول ثواب کی خاطر رات میں قیام کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے تمام

سرداری اور سردری

کہا گیا ہے کہ سید النثر حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سید العرب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت سلمان فارسیؓ تمام اہل فارس کے سردار تھے اسی طرح سید الروم حضرت مہیب دمی رضی اللہ عنہ، سید الحبش حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ ہیں اسی طرح تمام بستیوں میں سردری مکہ مکرمہ کو، وادیوں میں سب سے برتری دادی بیت المقدس کو حاصل ہے۔ دنوں میں جمعہ سید الايام ہے راتوں میں شب قدر کو سردری حاصل ہے، کتابوں میں قرآن کریم کو، سورتوں میں سورۃ البقرہ کو، سورۃ البقرہ میں آیت الکرسی کو سبکدات میں سرداری اور بزرگی حاصل ہے۔ پتھروں میں سنگ اسود تمام پتھروں میں بزرگ ہے اور چاہ زمزم ہر کنوئیں سے افضل ہے، حضرت موسیٰ کا عصا ہر عصا سے برتر تھا اور جس پھلی کے شکم میں حضرت یونس علیہ السلام رہے تھے وہ تمام مچھلیوں میں افضل تھی، حضرت صالح کی اونٹنی تمام اونٹنیوں میں افضل تھی اور اسی طرح براق ہر گھوڑے سے افضل تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری تمام انگشتریوں سے برتر و افضل تھی اور ماہ رمضان تمام مہینوں کا سردار اور ان سے بزرگ افضل ہے۔

شب قدر کے فضائل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَشَدَّ لَئِنَّہٗ فِی لَیْلَۃِ الْقَدْرِ (آخر سورت تک) یعنی ہم نے اسے سورۃ قدر کی تفسیر قرآن، شب قدر میں اتارا، قمران اتارنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر لکھنے والے فرشتوں کے پاس بھیجے اس قرآن مجید کا جس قدر حصہ پورے سال میں مجسم الہی حضرت جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیکر آتے تھے اتنا حصہ ہی شب قدر میں آسمان پر نازل ہو جاتا تھا اسی طرح دوسرے سال شب قدر میں اتنا نازل ہوتا تھا کہ اس سال حضرت جبریل کو لانا ہوتا یہاں تک کہ تمام قمران مجید لیلۃ القدر میں رمضان کے اندر لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل کر دیا گیا۔

حضرت ابن عباسؓ اور دوسرے مفسرین نے آیت اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِی لَیْلَۃِ الْقَدْرِ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ مراد یہ ہے کہ ہم نے اس سورت اوپر سے قرآن کے ساتھ جبریل کو لکھنے والے فرشتوں کے پاس شب قدر میں اتارا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پھوٹا مقرر تیس سال کی مدت میں مختلف دنوں مختلف اوقات اور مختلف مہینوں میں نازل ہوتا رہا۔

لیلۃ قدر کے معنی لیلۃ القدر کے معنی ہیں عظیم رات یا فیصلہ والی رات اس کو لیلۃ القدر کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس رات میں آئندہ سال تک ہونے والے تمام واقعات متقرر کر دیئے جاتے ہیں اس کے بعد حق تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَا اَدْرَاکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ یعنی اے محمد اگر اللہ آپ کو شب قدر کی اہمیت و عظمت نہ بتاتا تو آپ کو کیا معلوم ہوتا کہ شب قدر کیا ہے؟ قرآن مجید میں جس مقام پر بھی وَمَا اَدْرَاکَ آیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو اس چیز

”لَيْلَةُ الْقَدْرِ“ ہے

شب قدر کی تلاش

شب قدر کو رمضان شریف کے آخری عشرہ میں تلاش کیا جائے (یعنی ۲۰ تا ۲۹) آخری تاریخ تک ان تاریخوں میں زیادہ مشہور ستائیسویں شب ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک کسی تاریخ کا تعین و توفیق کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا، آخری عشرہ کی سب ایسی برابر ہیں، امام شافعیؒ کے نزدیک کیسویں شب زیادہ قابل اعتماد ہے۔ ایک قول ہے کہ انتیسویں شب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بھی مسلک تھا وہ اسی رات کو خیال فرماتی تھیں، حضرت ابو مروہؓ تیسویں شب کے قائل تھے۔ حضرت ابو ذرؓ اور حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ یہ پچیسویں شب ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ وہ چوبیسویں شب ہے، حضرت ابن عباسؓ حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا کہ وہ ستائیسویں شب ہے اس تعین پر ان کی دلیل یہ ہے کہ ستائیسویں شب زیادہ موکد ہے، مختصر یہ کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کون سی شب ہے۔

امام حنبلیؒ نے بالاسناد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ صحابہ کرامؓ اپنے اپنے خواب آخری عشرہ (رمضان) میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کرتے تھے اس پر حضورؐ نے فرمایا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگوں کے خواب ستائیسویں شب کے متعلق متواتر ہیں۔ اس لئے جو شخص شب قدر کی جستجو کرے وہ ستائیسویں رات کو کرے۔ یہ بھی موی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا میں نے طاق عددوں پر تو سات سے زیادہ کسی طاق عدد کو لائق اعتماد نہیں پایا۔ پھر جب سات کے عدد پر غور کیا تو آسمانوں کو بھی سات، زمین کو بھی سات، رات کو بھی سات، دریا بھی سات، صفا و مڑوہ کے درمیان سعی بھی سات بار ہے، خانہ کعبہ کا طواف بھی سات بار ہے، رُمی جمار بھی سات ہے۔ انسان کی تخلیق بھی سات اعضا سے ہے، اس کے چہرے میں بھی سات سوراخ ہیں، قرآن مجید میں حاکم سے شروع ہونے والی سورتیں سات ہیں سورہ الحمد کی آیات سات ہیں، قرآن پاک کی قرأتیں سات ہیں۔ نیز منزلیں بھی سات ہیں۔ سجدہ بھی سات اعضا سے ہوتا ہے جہنم کے دروازے سات ہیں۔ جہنم کے نام سات اور اس کے درجے بھی سات ہیں۔ اصحاب کعبہ سات تھے۔ سات دن کی مسلسل اور لگاتار آندھی سے قوم عاد ہلاک ہو گئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام سات سال جیل خانہ میں رہے، بادشاہ مصر نے خواب میں جو گائیں دیکھی تھیں وہ سات تھیں، قحط کے بھی سات سال تھے اور ازرانی کے بھی سات سال، پنجگانہ نماز کے فرائض کی

میں ایک روایت یہ ہے جس کے راوی حضرت انسؓ ہیں انھوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا کہ آفتاب کسی ایسے دن پر کبھی طلوع نہیں ہوا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعہ کے دن سے افضل ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یوم جمعہ سے افضل دن پر سورج نہ طلوع ہوتا ہے نہ غروب اور سوائے دو بڑے فرقوں یعنی جن و انس کا ہر جاندار اللہ سے ڈر کر جمعہ کے دن اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا روز قیامت اللہ تعالیٰ ہر دن کو اس کی صورت میں اٹھائے گا لیکن جمعہ کے دن کو اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ روشن اور تاباں ہوگا اور اہل جمعہ اس کے گرد اگر دس طرح چلنکے جیسے دلہن کو جہر مٹ میں اس کے شوہر کی جانب بے جلتے ہیں سب لوگ اس کی روشنی میں چلنکے، ان کے رنگ برف کی طرح سفید اور ان کی خوشبو مشک کی مانند ہوگی وہ سب کا فوری پہاڑوں میں داخل ہوں گے، اہل محشر میں تمام جن و انس ان کو تعجب سے دیکھیں یہاں تک کہ وہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ تو شب قدر کو ہزار مہینوں سے بہتر اور افضل فرماتا ہے تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ حضرات مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن ہزار مہینوں میں شب قدر نہ ہو ان ہزار مہینوں سے بہتر ایک شب قدر ہے یہ مطلب نہیں کہ جن مہینوں میں شب قدر بھی نہ ہو ان سے شب قدر افضل ہے بالفاظ دیگر مراد یہ ہے کہ شب قدر ایسے ہزار مہینوں سے افضل ہے جن میں شب جمعہ نہ ہو۔ نیز یہ وجہ ہے کہ شب جمعہ جنت میں بھی باقی رہے گی کیونکہ اس دن میں اللہ تعالیٰ کا دیدار واقع ہوگا اور یہ شب جمعہ دنیا میں قطعی اور یقینی طور پر یقین و معلوم ہے اور شب قدر کا یقین محض ظنی ہے۔

امام ابو الحسن تمیمیؒ اور دیگر علماء کرام کا مذہب یہ ہے کہ شب قدر افضل ہے اس کی وجہ (دلیل) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ ہزار مہینوں سے افضل ہے اور ہزار مہینے تیرہ سال سے چار مہینے کے ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جب آپ کی

امت کی عمریں پیش کی گئیں تو وہ آپ کو بہت کم معلوم ہوئیں جس پر آپ کو شب قدر پیش کی گئی (یعنی عطا کی گئی) امام مالک بن انسؒ نے فرمایا کہ میں نے ایک قابل اعتماد شخص سے سنا ہے کہ گزشتہ لوگوں کی عمریں بڑی طویل تھیں حضور والا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے مقابلہ میں اپنی امت کی عمروں کو کم پایا اور خیال نہ فرمایا کہ جتنے اعمال (حسنہ) گزشتہ لوگ اپنی طویل عمروں میں کر چکے اس حد تک میری امت کے لوگ اپنی کوتاہ عمروں میں نہیں کر سکیں گے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو شب قدر عطا فرمائی جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔

امام مالک بن انسؒ نے سعید بن مسیبؒ کا قول نقل کیا ہے کہ جو شخص شب قدر میں عشا کی نماز باجماعت میں حاضر ہوا اس کو شب قدر کی عبادت کا ایک حصہ مل گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جس نے عشا اور مغرب جماعت کے ساتھ پڑھی اس نے شب قدر سے اپنا حصہ حاصل کر لیا۔ حضور نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس نے سورۃ القدر کی تلاوت کی اس نے چوتھی ائمہ، قرآن کی تلاوت کی اس سورہ کو ماہ رمضان کی آخری نماز عشا میں پڑھنا مستحب ہے۔

فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ (ہم نے قرآن کو برکت والی رات میں نازل کیا ہم ہی ڈرانے والے ہیں اسی رات میں ہر حرکت والا کام تقسیم کیا جاتا ہے)۔ چوتھی رات قرب اور نزدیکی کی تھی یعنی شب معراج تھی! اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى (پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے ایک حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی)۔ پانچویں رات تحیت و سلام کی رات ہے، ارشاد خداوندی ہے إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ تَنْزِيلَ الْفَلَاكِ وَالشَّوْجِ فِيهَا تَكِيَّةُ شَبِّ قَدَرٍ ہے۔

بدکاروں کے لئے نیکوکاروں کی شفاعت

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ جبریل (علیہ السلام) کو زمین پر اترنے کا حکم دیتا ہے۔ جبریلؑ کے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ پر رہنے والے شترنزار فرشتے بھی ہوتے ہیں جن کے پاس نوری جھنڈے ہوتے ہیں۔ زمین پر نزول کے بعد جبریلؑ اور فرشتے اپنے اپنے جھنڈے چاڑھ کر دیتے ہیں (۱) خانہ کعبہ کے پاس (۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے پاس (۳) مسجد بیت المقدس کے پاس (۴) مسجد طور سینا کے پاس۔ اس کے بعد جبریلؑ فرشتوں سے کہتے ہیں کہ تم پھیل جاؤ فرشتے ساری زمین پر پھیل جاتے ہیں کوئی گھر، کوئی کمرہ، کوئی کوٹھری اور کوئی کشتی ایسی باقی نہیں رہتی جہاں مؤمن مرد یا عورت موجود ہو اور فرشتے وہاں داخل نہ ہوں۔ البتہ جس گھر میں کتا، سورہ، تصویر یا وہ پلید موجود ہو جس کی پلیدی زنا سے ہوئی ہو، وہاں یہ فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ داخل ہونے کے بعد تمام فرشتے تسبیح، تقدیس اور تہلیل میں مصروف ہو جاتے ہیں اور اُمت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے استغفار کرتے ہیں (تمام رات رہ کر) فجر کے وقت آسمان پر چڑھ جاتے ہیں، آسمان دنیا کے رہنے والے دریافت کرتے ہیں کہ آپ کہاں سے آئے۔ فرشتے جواب دیتے ہیں ہم دنیا میں تھے کیونکہ یہ رات اُمت محمدیہ کے لئے شب قدر تھی، وہی فرشتے پھر کو چھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حاجتوں کی بابت کیا حکم فرمایا اس وقت جبریلؑ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اچھے عمل کرنے والوں کو بخش دیا اور بدکاروں کے لئے نیکوکاروں کی شفاعت قبول فرمائی، یہ سنتے ہی آسمان دنیا کے فرشتے اپنی اپنی آواز میں تسبیح و تقدیس اور رب العالمین کی حمد و ثنا کرنے لگتے ہیں اور اس امر پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُمت محمدیہ کی مغفرت فرمادی اور اپنی رضا مندی کا اظہار فرمایا، اس کے بعد آسمان دنیا کے فرشتے ان فرشتوں کے ساتھ دوسرے آسمان تک جاتے ہیں وہاں بھی اسی طرح سوال و جواب و حمد و ثنا کا غلغلہ بلند ہوتا ہے یہاں تک کہ یہ فرشتے سالویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں اس کے بعد جبریلؑ فرماتے ہیں کہ اے آسمان کے رہنے والوں! لوٹ جاؤ! فرشتے اپنی اپنی جگہ واپس چلے جاتے ہیں، سدرۃ المنتہیٰ کے رہنے والے فرشتے بھی چلے جاتے ہیں، سدرۃ کے رہنے والے دریافت کرتے ہیں کہ تم کہاں گئے تھے یہ بھی ویسا ہی جواب دیتے ہیں جیسا کہ آسمان دنیا کے رہنے والے فرشتوں نے دیا تھا، ان کا جواب سن کر سدرۃ المنتہیٰ کے رہنے والے فرشتے بھی تسبیح و تہلیل و تقدیس بلند آواز میں کرنے لگتے ہیں ان کی آوازیں جنت المادی سنتی ہے اس کی آواز جنت النعیم اس کی آواز جنت عدن اس کی آواز جنت الفردوس اور اس کی آواز عرش الہی تک جاتی ہے تو وہ بھی حمد و ثنا و تسبیح و تہلیل میں مصروف ہو جاتا ہے اور ان العاتات

سے عاجز ہو جاؤ، حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو رمضان کی راتوں کو زندہ رکھنے (نماز پڑھنے) کی ترغیب دیا کرتے تھے بغیر اس کے کہ آپ ان پر لزوم کے ساتھ حکم فرمائیں (یعنی وجوبی حکم حضور نہیں دیتے تھے) آپ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے مجھ سے تراویح کا معاملہ یہی رہا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت عمر بن الخطاب نے مجھ سے تراویح کی نماز کی حدیث جب سنی تو آپ نے اس پر عمل نہ کیا، لوگوں نے دریافت کیا کہ امیر المؤمنین وہ حدیث کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عرش الہی کے ارد گرد ایک جگہ ہے جس کا نام "حضیرۃ القدس" ہے وہ نور کی جگہ ہے اس میں اتنے فرشتے جن کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، عبادت الہی میں مشغول رہتے ہیں اور اس میں ایک لمحہ کی بھی کوتاہی نہیں کرتے۔ جب ماہ رمضان کی راتیں آتی ہیں تو یہ اپنے رب سے زمین پر اترنے کی اجازت طلب کرتے ہیں اور وہ بنی آدم کے ساتھ ملکر نماز پڑھتے ہیں۔ امت محمدیہ میں جس نے ان کو چھوایا انھوں نے کسی کو چھوا تو وہ ایسا نیک نخت و سعید بجاتا ہے کہ پھر کبھی بد نخت و شقی نہیں بنتا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب کہ اس (نماز) کی یہ شان ہے تو ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں پھر آپ نے تراویح کی جماعت قائم کر کے اس کو سنت قرار دے دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ماہ رمضان کی ابتدائی رات میں جب گھر سے باہر آتے اور مسجدوں میں تلاوت قرآن سنتے تو فرماتے اللہ! عمر کی قبر کو روشن کر دے جنھوں نے اللہ کی مسجدوں کو قرآن سے منور کیا ہے (نور اللہ قبو عمر کما نور مساجد اللہ بالقآن) اسی طرح کی ایک روایت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجدوں کے قریب سے گزرے تو مسجدوں کو قندیلوں سے روشن اور لوگوں کو تراویح پڑھتے دیکھا تو فرمائے اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کو روشن فرمائے جس طرح انھوں نے ہماری مسجدوں کو روشن کیا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کے گھر میں قندیل لٹکاتا ہے (روشن کرتا ہے) ستر ہزار فرشتے اس قندیل کے بجھنے تک اس کے لئے دعائے مغفرت اور استغفار کرتے رہتے ہیں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ رمضان کی تیسویں رات کو ایک تہائی رات تک حضور والا نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔ چوبیسویں رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لائے، چھبیسویں رات کو تشریف لائے تو نصف شب تک نماز پڑھائی۔ ہم نے عرض کیا کہ اگر حضور ہم کو آج پوری رات تک نفل پڑھاتے تو خوب ہوتا حضور نے ارشاد فرمایا جو شخص امام کے ساتھ نماز صبح ہونے تک باجماعت نماز میں کھڑا رہا اسے پوری رات کا ثواب ملے گا۔ چھبیسویں شب کو حضور پھر تشریف نہ لائے پھر تیسویں شب آئی تو حضور والا نے اہل بیت کرام کو بھی جمع فرمایا اور ہم سب کو ساتھ لیکر نماز پڑھائی کہ ہم کو خوف ہوا کہ ہماری صلاح نہ فوت ہو جائے، لوگوں نے عرض کیا کہ صلاح کے کیا معنی ہیں آپ نے فرمایا سحری۔

منسوب ہے کہ نماز تراویح باجماعت ہو اور تلاوت قرآن جہری ہو، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح اسی طرح پڑھی تھی۔ نماز تراویح کی ابتدا اسی رات سے کرنا چاہیے جس رات کو ماہ رمضان کا چاند نظر آجائے اس لئے کہ وہ رات ماہ رمضان کی رات ہوتی ہے اور اس لئے کہ کبھی کہ حضور والا نے

شب قدر اور ماہ رمضان

کے مزید مسائل

بطور تمیز بحث

۱۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے تَنْزِيلُ الْمَلَكَةِ وَالرُّوحِ فِيهَا رُوحٌ یعنی جبریل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کو ساتھ لیکر اترتے ہیں ان میں جبریل سب فرشتوں کے سردار ہوتے ہیں جبریل ہر اس شخص کو جو بیٹھا ہو اور دوسرے فرشتے ہر اس شخص کو بھی جو سویا ہو سلام کرتے ہیں جن سبحانہ تعالیٰ اپنے ہر اس بندے پر جو نماز میں کھڑا ہو اسی طرح سلام بھیجتا ہے جن لوحِ جنت کے اندر مومن بندوں کو اللہ کا سلام پہنچانا ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ الرَّحِيمِ (مہربان رب کی طرف سے ان کو سلام ہوگا) اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ دنیا میں ان نیک بندوں پر سلام بھیجے جن کے لئے روزِ ازل ہی سے اللہ کی طرف سے بھلائی، رحمت اور سعادت مقدر ہو چکی ہے جو فانی دنیا سے محبت نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ ہی سے لگا رہے ہیں اور اللہ ہی کی طرف توجہ اور سکون کے ساتھ رجوع ہو کر اپنے گناہوں پر نادام ہیں۔ ۷۷۷۷

۲۔ شب قدر میں زمین کا کوئی چپہ ایسا باقی نہیں رہتا جہاں کوئی فرشتہ حالتِ سجود یا قیام میں مصروف مومن مرد یا عورت کے لئے دعا نہ کرتا ہو ہاں صرف عیسائیوں کے معبد (گرجا) یہودیوں کی ہیکل، بت پرستوں کے مندر اور وہ مقامات جہاں فلاظت ڈالی جاتی ہے اس سے گنتی نہیں (فرشتے وہاں نہیں جاتے) ۷۷۷۷

۳۔ رات بھر یہ ملائکہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا میں مصروف مشغول رہتے ہیں۔ حضرت جبریلؑ بھی ہر مومن مرد اور عورت کو سلام و مصافحہ کرتے ہیں وہ ہر مسلمان سے کہتے ہیں اگر تو عبادت میں مشغول ہو تو تجھے پر سلام ہے اللہ تیری عبادت کو قبول کرے اور تیرے ساتھ بھلائی فرمائے اگر تو گناہوں میں مبتلا ہو تو تجھے پر سلام ہو اللہ تیرے گناہوں کو معاف کرے اگر تو سونا ہے تو تجھے پر سلام ہو اللہ تجھ سے راضی ہو اگر تو قبر میں ہو تو تجھے پر سلام ہو اور تجھے راحت اور رحمت الہی میسر ہو۔ آیت مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ سَلَامٌ کا یہی مطلب ہے۔ بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ فرشتے اہل طاعت پر سلام بھیجتے ہیں اہل عقیان پر نہیں! ان گنہگاروں میں کچھ تو وہ ہیں جو ظالم ہیں ان کے لئے فرشتوں کے سلام سے کچھ حصہ نہیں ہے کچھ لوگ ایسے ہیں جو حرام خور ہیں، رشتہ داریاں منقطع کرنے والے ہیں، چغلیں، یمیموں کا مال کھانے والے ہیں تو ان لوگوں کے نصیب میں فرشتوں کا سلام نہیں ہے۔ پس گناہوں سے بڑھ کر اور کونسی مصیبت ہے کہ مبارک ماہ کے آغاز میں رحمت، درمیانی حصہ میں مغفرت اور آخری حصہ میں جہنم سے آزادی کی نعمت موجود ہو اور یونہی گزر جائے اور ملائکہ کے سلام سے محرومی نصیب ہو۔ اس محرومی اور بد نصیبی کی وجہ اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ تو رحمن سے دور رہ کر نافرمانوں میں شامل ہے۔ تو شیطان کی موافقت کرتا ہے اور ایسے خراسے دور بھاگتا ہے جس کے قبضہ قدرت میں برائی اور بھلائی ہے۔ ۷۷۷۷

۴۔ رمضان المبارک کا مہینہ گناہوں سے رہائی دلانے کا مہینہ: اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدوں کو نبھانے کا مہینہ

چار اُمتوں کی چار عیدیں

چار اُمتوں کی چار عیدیں ہیں؛ ایک عید حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کے لئے بخشی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا **فَنظَرْنَا نَظْرًا فِي النُّجُومِ فَقَالَ (قِي سَقِيمَةً) (حضرت ابراہیم سے)** ستاروں پر نظر ڈالی اور کہنا میری طبیعت خراب ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کی قوم کی عید کا دن تھا وہ لوگ عید منانے شہر کے باہر نکلے حضرت ابراہیم کا مذہب ان کے مذہب سے الگ تھلک تھا، آپ ان لوگوں کے ساتھ (عید منانے) نہیں گئے اور بیمار بن گئے، جب لوگ شہر کے باہر چلے گئے تو آپ نے تیشہ اٹھایا اور ان کے بتوں کو توڑ ڈالا اور اس کے بعد ہمیشہ بڑے بت کے کاغذ پر رکھ دیا، جب قوم ابراہیم واپس آئی تو اس نے اپنے بتوں کی یہ درگت بھی دیکھی انھوں نے حضرت ابراہیم سے پوچھا کہ ہمارے بتوں کے ساتھ یہ سلوک کسے کیا؟ (اس کا پورا قصہ قرآن مجید میں مذکور ہے) حضرت ابراہیم کو اپنے رب کی عزت کی خاطر جوش آیا اس لئے انھوں نے غصہ میں تمام بتوں کو توڑ ڈالا اور رب العالمین کی محبت میں اپنی جان کو خطرے میں ڈالا اس کے صلہ میں رب العالمین نے آپ کو اپنی دوستی سے نوازا، ان کے ہاتھوں سے مردہ پرندوں کو زندہ کر دیا ان کی نسل میں انبیاء و مرسلین پیدا فرمائے اور ان کو حضرت خیر المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جَدِ اعلیٰ بنایا۔

اُمتِ موسیٰ کی عید

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی اُمت کی عید۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **مُؤَعِدًا كَمَا يَوْمَ الذِّكْرِ** (مقابلہ کا مقرر شدہ دن تمھارے لئے یومِ زینت ہے) یومِ زینت کہنے کی وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے دشمن فرعون اور قوم فرعون کو ہلاک کر کے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور آپ کی قوم کو زینت بخشی، فرعون اور قوم فرعون کے ساتھ ۲ یا ۳۷ جادوگر میدان میں نکل آئے تھے، ان جادوگوں کے پاس سات لاکھیاں تھیں، ان جادوگوں نے لاکھیوں کے خول میں پارہ بھر دیا تھا اور آپ سے ان پر رستیاں لپیٹ دی تھیں، سب لوگ گرم ریت پر سوچ کے پیچھے کھڑے تھے (تیز دھوپ میں کھڑے تھے) جب دھوپ تیز ہوئی تو پارہ میں حرکت پیدا ہوئی اور رسیوں سے لپٹی ہوئی لاکھیاں دوڑنے لگیں لوگوں کو گمان ہوا کہ وہ سانپ ہیں دوڑ رہے ہیں حالانکہ لاکھیاں غیر متحرک تھیں ان کے اندر پارہ متحرک تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں اپنی قوم کے بارے میں یہ خطرہ محسوس کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ دوڑ کر ان کی اس شعبہ بازی کو دیکھ کر ان ساحروں سے مرعوب ہو جائیں اور صحیح راستہ سے بھٹک کر راندہ درگاہِ نبیا میں رُبتما **يَتَوَهَّمُونَ إِنَّ الَّذِي فِي لُكُوهُ حَقٌّ فَيَتَّقِيْهِمْ (بِمَا نَفْسُهُمْ) (وَيُؤَيِّدُوْنَ) اللہ تعالیٰ نے اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم بھی اپنا عصا زمین پر ڈال دو جو کچھ انھوں نے جھوٹ بنایا ہے تمھاری لاکھی اس کو نکل لے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاکھی زمین پر پھینک دی وہ فوراً اُڑ رہا بیکر ایک بڑے اونٹ کی طرح دوڑنے لگا، اس کی دو آنکھیں آگ کی طرح دھکنے لگیں (اس اُڑ رہے کو دیکھ کر) ایک قیامت برپا ہو گئی ان لوگوں نے جادو کے زور سے جتنے سانپ دوڑائے تھے حضرت موسیٰ کے اس (اُڑ رہا) عصا نے ان سب سانپوں کو یکبارگی نکل لیا اور اس کی حالت میں کچھ فرق نہیں آیا نہ پیٹ پھولانہ حرکت میں آئی نہ اس کی لمبائی چوڑائی میں اضافہ ہوا۔ چنانچہ بے اختیار ہو کر تمام جادوگر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے میں گر گئے ان**

اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے جواب میں ارشاد فرمایا:

إِنِّي مُنْزِلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ
فَإِنِّي أَخَذْتُ بِعَذَابِي لَا أَعْدِي بَعْدَ أَهْلًا
مِنَ الْعَالَمِينَ ۝

غرض کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر خوانِ نعمت اتارا جس میں تازہ مچھلی، چبائیاں، پتلی پتلی روٹیاں اور کھجوریں تھیں۔ ایک قول ہے کہ تلی ہوئی مچھلی بھی جس کے سر کے پاس ہر ایک دردم کے پاس سرکہ رکھا تھا۔ روٹیاں پانچ تھیں ہر روٹی پر زیتون کا ایک پھل رکھا تھا، پانچ انار اور کچھ کھجوریں تھیں، ان کے گرد اگر وہ مختلف ترکاریاں (علاوہ لہسن) کے چنی ہوئی تھیں بعض علما نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب کہ وہ ایک باغ میں مقیم تھے اپنے حواریوں سے کہا کہ تم میں سے کسی کے پاس کچھ کھانے کے لئے موجود ہو تو لاؤ! سمعون نے دو چوٹی مچھلی اور پانچ روٹیاں پیش کیں، ایک حواری حضور سے استفادہ کرنے ہوئے جو کا آٹا لے آیا۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان مچھلیوں کے چھوٹے ٹکڑے کئے اور روٹیوں کے بھی ٹکڑے کر دیئے، استفادہ اسی طرح رہنے لگے پھر حضور کے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ سے برکت کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے حواریوں پر اوفک طاری کر دی جب ان کی آنکھ کھلی تو کھانا اتنا زیادہ تھا کہ ایک قافلہ کے لئے کافی ہو، حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ اللہ کا نام لیکر کھانا کھاؤ، اٹھا کر رکھ دینے کی اجازت نہیں ہے۔ حکم دیا کہ سب حلقہ بنا کر بیٹھیں چنانچہ سب بیٹھ گئے اور اللہ کا نام لے کر سب نے کھانا شروع کر دیا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے۔ کھانے والوں کی تعداد پانچ ہزار تھی۔ ایک روایت ہے کہ وہ سب لوگ اٹھا رہے سو مرد عورت تھے، ان میں کچھ فقیروں بھی تھے اور کچھ فاقہ کش تھے اور ایسے لوگ بھی تھے جنہیں ایک روٹی بھی میسر نہ ہوتی تھی، ان سب نے وہ کھانا کھایا، خوب سیر ہو کر کھایا اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے سب لوگ اٹھ گئے اور کھانا اتنا کا اتنا ہی موجود تھا، اس میں کچھ کمی نہیں آئی۔ اس کے بعد لوگوں کی نظروں کے سامنے ہی دسترخوان آسمان کی طرف اٹھ گیا جس فقیروں نے اس خوانِ نعمت سے کھانا کھایا وہ توانگر بن گیا اور مرتے دم تک توانگر رہا جس بیمار یا پانچ نے کھایا وہ تندرست ہو گیا۔

مقابل کا قول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قوم سے پکار کر کہا کیا تم کھانے کے لوگوں نے جواب دیا جی ہاں تو آپ نے فرمایا کہ دوسرے وقت کے لئے کچھ اٹھا کر نہ رکھنا لوگوں نے وعدہ کیا لیکن وعدہ خلافی کرتے ہوئے کچھ اٹھا کر رکھ لیا جس قدر کھانا انہوں نے اٹھایا تھا اس کی مقدار چوبیس مکیال تھی۔ اس معجزے کو دیکھ کر وہ سب کے سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور آپ کی رسالت کی تصدیق کی۔ جب بنی اسرائیل کے پاس پہنچے تو ان لوگوں نے خوانِ نعمت کی شہادت دی اور اس کے ثبوت میں جو کھانا اچھا لائے تھے پیش کیا لیکن بنی اسرائیل نے جو یہودی تھے نہ مانا اور ان ایمان لانے والوں کے ساتھ لگے رہے یہاں تک کہ ان کو اسلام سے پھیر دیا باوجودیکہ خوانِ نعمت سے لی ہوئی خوراک ان کے پاس اب بھی موجود تھی پھر بھی یہ نزولِ مادہ کے منکر ہو گئے اس انکار کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دن سوتے میں اللہ تعالیٰ نے ان سب کی صورتیں سوتوں کی طرح

لے مکیال۔ غلہ ناپنے کا پیمانہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں اس پیمانے میں غلہ جس قدر بھی آتا ہو جیسے عرب میں صاع ہے۔

عید میں عمدہ اور اچھا لباس پہننے، عمدہ اور لذیذ کھانا کھانے، حسین عورتوں سے معانقہ کرنے اور لذت و شہوت سے لطف اندوز ہونے سے عید نہیں ہوتی ہے، بلکہ مسلمان کی عید ہوتی ہے طاعت و بندگی کی علامات کے ظاہر ہونے سے گناہوں اور خطاؤں سے دوری سے، نیکیات کے عوض حسنات کے حصول سے، درجات کی بلندی کی بشارت، اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلق میں بخشش اور کرامتیں حاصل ہونے سے، ذرا ایمان سے سینہ کی روشنی، قوت یقین اور دوسری نمایاں علامات کے سبب دل میں سکون پیدا ہو جانے سے، علوم و فنون اور حکمتوں کا دل کے انتہاء سمندر سے نکل کر زبان پر رواں ہو جانے سے عید کی حقیقی معنی حاصل ہوتی ہیں۔

عید کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا آپ اس وقت بھوسی کی روٹی کھا رہے تھے۔ اس نے عرض کیا کہ آج عید کا دن ہے اور آپ جو کچھ (بھوسی) کی روٹی کھا رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا آج عید تو اس کی ہے جس کا روزہ قبول ہوا، جس کی محنت مشکور ہو، اور جس کے گناہ بخش دیئے گئے ہوں۔ آج کا دن بھی ہمارے لئے عید کا دن ہے اور کل بھی ہمارے لئے عید ہوگی اور ہر وہ دن ہمارے لئے عید کا دن ہے جس دن ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں۔

پس ہر صاحب عقل و شعور کے لئے مناسب یہی ہے کہ عید کے ظاہر پر نظر رکھنے سے باز آجائے۔ ظاہر پر فریفتہ نہ ہو بلکہ روز عید کو عبرت اور غور و فکر کی نگاہ سے دیکھے، عید کے دن کو قیامت کا دن سمجھے اور شب عید میں شاہی نقارہ کی آواز کو صورت کی آواز سمجھے۔ جب لوگ عید کے انتظار میں تیاری کر کے رات کو سو جاتے ہیں تو ان کی اس حالت کو ایسا سمجھے جیسا کہ صورت کے دو نفیوں کے درمیان خواب کی حالت ہوگی۔ عید کی صبح لوگوں کو جب اپنے اپنے محلوں اور گھروں سے نکلے دیکھ ان کو رنگ برنگ لباس، طرح طرح کے زیورات میں لیٹا خوشی سے جھومتا دیکھے تو خیال کرے کہ اہل معصیت غم زدہ ہیں اور اہل تقویٰ خوش و خرم ہیں، بیشکوں اور مجربوں پر خدا کی پھٹکار برس رہی ہے وہ منہ کے بل اوندھے پڑے رنگ رنگ کر چل رہے ہیں، متقی سواروں پر سوار ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

یَوْمَ نُخْرِجُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفْدًا وَغُفُوقُ
الْمُجْرِمِينَ إِلَى جَهَنَّمَ وَرِثَاةُ

باب ۱۴

دس راتیں، عشرہ ذی الحجہ، پیغمبروں کی دس چیزیں
پہلے عہد کی آٹھ شریعتیں، حج، احرام و لیکن ترویہ اور عرفہ

دس دنوں کے فضائل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَالشَّفْعِ وَالْوُسْطَىٰ وَالْآخِرِ
إِذَا يُنَادِي فِي ذَاكَ قَسَمٌ لِّذِي حَبْرَةٍ

عشرہ ذی الحجہ کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فجر سے صبح کی نماز مراد ہے و لیلای عَشْرٍ سے ذی الحجہ کی دس راتیں مراد ہیں۔ یعنی عشرہ ذی الحجہ، شفع سے جس کے لغوی معنی جفت کے ہیں مخلوق مراد ہے اور وُسْطَىٰ (طاق) سے مراد اللہ تبارک تعالیٰ ہے۔ وَالْآخِرِ اِذَا یُنَادِیٰ سے مراد قسم اس رات کی جو گزر جاتی ہے یا جاتی ہوئی رات کی قسم اور اہل دانش کے لئے یقیناً یہ بڑی قسم ہے کہ اِنَّ رَبَّکُمْ لَیَاذُنُّکُمْ وَ لَکُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (مجادلہ) میں ہے۔

سے مقاتل کا قول ہے کہ فجر سے مراد مزدلفہ کی وہ صبح ہے جو تیسرے بانی کے دن ہوتی ہے اور لیلای عَشْرٍ سے عبد الصغی کے قبل کی دس راتیں ہیں اور الشفع سے مراد حضرت آدم و حوا ہیں اور الوُسْطَىٰ مراد اللہ تعالیٰ ہے اور الْآخِرِ اِذَا یُنَادِیٰ کے معنی ہیں آئی ہوئی رات یعنی ذی الحجہ کی دسویں رات گویا اللہ تعالیٰ نے تیسرے بانی کے دن کی دس راتوں کی، آدم و حوا کی، اپنی ذات کی اور عبد الصغی کی رات کی قسمیں کھائیں اور ان (متعدد قسموں کے بعد فرمایا هَلْ فِي ذَاكَ قَسَمٌ لِّذِي حَبْرَةٍ یعنی کیا یہ قسمیں صاحب عقل و تیز کے لئے کافی نہیں ہیں۔ یہ قسمیں بہت عظیم الشان ہیں اور جواب قسم اِنَّ رَبَّکُمْ لَیَاذُنُّکُمْ ہے، یعنی تمہارا رب یقیناً انتظار میں ہے)۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ فجر سے مراد ہے پوچھنا یعنی عام صبح، بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے دن مراد ہے اور دن کو فجر سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ وہ دن سے پہلے ہوتی ہے، مجاہد کا خیال ہے کہ اس سے روزِ آخر (قرآنی کے دن) کی فجر مراد ہے۔ علامہ نے کہا کہ فجر سے مراد چشموں سے پانی کا پھوٹ کر بہنا، سبزے کا زمیں پھار کر نمودار ہونا اور پھلوں کا درختوں میں آنا فجر ہے اسی فجر کی اللہ نے قسم کھائی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشت ہاتھ مبارک سے پانی پھوٹ کر بہنے نکلنے کی اللہ نے قسم کھائی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ پھر سے پھٹ کر حضرت عیسیٰ کی اوستی کا براہ نمودار ہونا اس سے مراد ہے۔ یہ بھی روایت ہے

اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سے پہلے دن تو ہوتے ہیں اور راتیں دس۔

اپنا مال مہانوں کے لئے، اپنی جان آتشِ مزد کے لئے اور اپنے فرزند اسماعیلؑ کو قربانی کے لئے پیش کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات والا پر کمال توکل ختم ہو گیا۔ اسی عشرہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ شریف کی بنیاد رکھی و اذ یرفع مبراہیم انقوا عید من البیت و اسماعیلؑ اسی عشرہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کھلم کی عزت عطا ہوئی۔ اسی عشرہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کی لغزش معاف کی گئی، اسی عشرہ میں لیلۃ المبارکات (فخر مبارکات کی رات) کسی گئی۔ روایت میں آیا ہے کہ نزولِ قرآن کی ابتدا، اسی عشرہ میں دس تاریخ کی صبح کو ہوئی اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ کو تشریف لے جا رہے تھے اسی عشرہ میں بیعت رضوان ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اذ یبایعونک تحت الشجرۃ۔ جس درخت کے نیچے یہ بیعت ہوئی وہ نمرہ (بول) کا درخت تھا۔ یہ بیعت حدیبیہ کے دن ہوئی تھی، اس وقت صحابہ کرامؓ کی تعداد چودھار پانچ سو تھی، سب پہلے حضرت ابوسنان اسدیؓ نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا (علیہ دغلی جمیع اصحابہ رحمۃ اللہ و برکاتہ و تخیلاتہ و التاب لہم باحسن)۔ اسی عشرہ میں یومِ ترویہ (آٹھ تاریخ) یومِ عرفہ (قرآن تاریخ) اور یومِ نحر (ارباب تاریخ) ہے۔ اور یومِ حج اکبر ہے۔

شیخ ابوالبرکاتؒ نے بالاسناد بروایت حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام مہینوں کا سردار ماہِ رمضان ہے اور تمام مہینوں میں حرمت والا مہینہ ذی الحج ہے۔ شیخ ابوالبرکاتؒ نے بالاسناد بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کے دلوں میں سب سے افضل ذی الحج کے دس دن ہیں صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، کیا ان دنوں کے عمل کے برابر راہِ خدا میں جہاد کرنا بھی نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں البتہ اس شخص کی بزدلی کے برابر ہے جس نے اپنا منہ خاک آلود کیا۔

عشرہ ذی الحج کی عبادات شیخ ابوالبرکاتؒ نے بالاسناد بیان فرمایا کہ عطاء بن ابی رباح نے فرمایا کہ میں نے خود سنا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرما رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص گانا سننے کا بہت دلدادہ تھا لیکن ذی الحج کا چاند دیکھ کر صبح سے روزہ رکھ لیتا تھا اس کی اطلاع حضور اقدسؐ تک پہنچی حضور نے فرمایا اس کو بلا کر لاؤ وہ شخص حاضر خدمت ہوا حضور نے دریافت فرمایا کہ تم ان دنوں کے روزے کیوں رکھتے ہو؟ کون سی ایسی چیز ہے جس نے تم کو ان دنوں کے روزوں پر ابھارا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ دن حج کے ہیں اور عبادت کے ہیں اور میری خواہش ہے کہ اللہ ان کی دعا میں مجھے بھی شریک کر دے، حضور نے ارشاد فرمایا، تم جو روزے رکھتے ہو اس کے ہر روزے کے عوض تم کو سو غلام آزاد کرنے، قربانی کے لئے حرم میں سواوٹ بھیجنے اور جہاد میں سواری کے لئے ست سو گھوڑے دینے کا ثواب ہوگا اور ترویہ کے دن روزہ دار کو ہزار غلام آزاد کرنے، ہزار اونٹ قربانی کے لئے حرم میں بھیجنے اور ہزار گھوڑے جہاد میں سواری کے لئے دینے کا ثواب ہے اور عرفہ کے روزے کے عوض دو ہزار غلام آزاد کرنے، دو ہزار اونٹ قربانی کے لئے بھیجنے اور دو ہزار گھوڑے جہاد میں دینے کا ثواب ہوگا، اور سال بھر پہلے اور سال بھر بعد کے روزوں کا ثواب مزید برآں ہوگا۔

لے اد جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے اس گھر کی بنیادیں اٹھائیں، لے جب وہ اصحابہ کرامؓ تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

فاتحہ، سورہ خلق، سورہ ناس، ایک ایک بار، سورہ اخلاص تین بار اور آیت الکرسی تین بار پڑھے۔ نماز سے فارغ ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے۔

سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْجَبُّوتِ سُبْحَانَ
ذِي الْقُدْرَةِ وَالْمَلَكُوتِ سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِي
لَا يَمُوتُ سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعِبَادِ وَالْبَلَادِ
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا طَيِّبًا مَبَارَكًا عَلَى
كُلِّ حَالٍ اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا رَبَّنَا جَلَّ
جَلَالُهُ وَقَدَّرَتْهُ بِحُلِّ مَكَانٍ ه

اللہ تعالیٰ پاک، بزرگ، جبروت کا، قدرت کا مالک ہے، وہ مالک
الملک ہے، وہ ہمیشہ جاتی رہے گا اسے موت نہیں ہے اسے سوا کوئی
معبود نہیں۔ وہ مومن اور مشرک دونوں کا پالنے والا ہے، وہی کبیتوں کا
مالک ہے، ہر حال میں کثیر، پاکیزہ اور برکت والی حمد اللہ کے لئے ہے اللہ
بڑی بزرگی والا ہے، ہمارا رب بزرگ ہے، اسکی عظمت بڑی ہے اس کی
قدرت ہر جگہ ہے شیخ ابوالبرکات فرماتے ہیں کہ قدرت سے مراد علم ہے
یعنی اس کا علم ہر شے کو محیط ہے

اس دعا کے بعد جو چاہے دعا کرے۔ اگر ایسی نماز عشرہ کی ہر ایک رات کو پڑھے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ فرود بس اعلیٰ میں
جگہ دے گا اور اس کے ہر گناہ کو محو کر دے گا پھر اس سے کہا جائے گا اب از سر نو عمل شروع کر۔ اگر عرفہ کے دن کا روزہ رکھے اور
عرفہ کی رات کو بھی نماز پڑھے اور یہی دعا کرے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں زیادہ سے زیادہ تضرع و زاری کرے تو اللہ فرماتا ہے
میرے فرشتو! میں نے اس بندے کو بخش دیا اور حاجتوں میں اس کو شامل کر دیا، فرشتے اللہ تعالیٰ کی اس عطا سے سجدہ
مسرور ہوتے ہیں اور بندہ کو بشارت دیتے ہیں۔

پانچ پیغمبروں کی

الک الک دس مخصوص چیزیں

حضرت آدم علیہ السلام کو خواب تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت خوا کو ان کی بائیں چھوٹی پسلی سے پیدا
فرمایا، بیدار ہونے پر آپ نے حضرت خوا کو اپنے پاس بیٹھا دیکھا تو پوچھا تم کس لئے ہو؟ انھوں
نے جواب دیا کہ میں آپ ہی کے لئے ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کو چھوٹا چاہا تو حکم ہوا کہ
بغیر ہر ادا کئے ان کو ہاتھ نہ لگانا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دریافت کیا کہ الہی! ان کا مہر کیا ہے؟ اللہ نے ارشاد فرمایا! بنی آخر الزما
پر دس بار درود پڑھنا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے بھی دس چیزیں مخصوص تھیں! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَإِذْ ابْتَلَىٰ
إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ دَجَّ اِبْرَاهِيمَ کی آزمائش اللہ نے چند باتوں سے کی تو ابراہیم
نے ان کو پورا کر دیا یہ دس احکام تھے پانچ کا تعلق سر سے ہے، یعنی سر کے بالوں میں مانگ نکالنا
موتھیں کتر دانا۔ سواک کرنا۔ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔ باقی پانچ چیزوں کا تعلق سارے جسم سے ہے یعنی ناخن کھٹانا۔ زیر ناف

سید المرسلین کی دس چیزیں

ارشاد ہے: وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا -

سید المرسلین کی دس چیزیں
سہرا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس چیزیں وہ ہیں جن کا ذکر والفجر وکیاں عشر میں کیا گیا ہے۔ یہی الحج کی دس باتیں ہیں جن کی تشریح و تفسیر اس سے قبل کی جا چکی ہے۔

عشرہ ذی الحج کی عظمت

کہا گیا ہے کہ جو شخص ان دس ایام کی عزت کرتا ہے اللہ تعالیٰ یہ دس چیزیں اس کو مرحمت فرما کر اس کی عزت افزائی کرتا ہے، (۱) عمر میں برکت، (۲) مال میں افزودگی، (۳) اہل و عیال کی حفاظت، (۴) گناہوں کا کفارہ، (۵) نیکیوں میں اضافہ، (۶) نزع میں آسانی، (۷) ظلمت میں روشنی، (۸) میزان میں نیکیوں (وزنی بنانا)، (۹) دوزخ کے طبقات سے نجات، (۱۰) جنت کے درجے پر عروج، جس نے اس عشرہ میں کسی مسکین کو کچھ خیرات دی اس نے گویا اپنے پیغمبروں کی سنت پر صدقہ دیا۔ جس نے ان دنوں میں کسی کی عبادت کی اس نے اولیاء اللہ اور ابدال کی عبادت کی، جو کسی کے جنازے کے ساتھ گیا اس نے گویا شہیدوں کے جنازے میں شرکت کی، جس نے کسی مومن کو اس عشرہ میں لباس پہنایا، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف سے خلعت پہنائے گا جو کسی یتیم پر مہربانی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس پر عرش کے نیچے مہربانی فرمائے گا، جو شخص کسی عالم کی مجلس میں اس عشرہ میں شریک ہو وہ گویا انبیاء اور مرسلین کی مجلس میں شریک ہوا۔

وہب بن منبہ کا ارشاد ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تو وہ اپنی خطاؤں پر چھ روز تک روتے رہے، ساتویں دن اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی اس حال میں کہ حضرت آدم منعم و غم زدہ اور سر جھکائے بیٹھے تھے، کہ اے آدم! یہ تم نے کیسی مشقت اور محنت اختیار کر رکھی ہے؟ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: الہی! میری مصیبت بڑی مصیبت ہے، میرے گناہ نے مجھے ہر طرف سے گھیر رکھا ہے، میں سعادت اور عزت کے گھر یعنی خلد سے نکل کر، ذلت بد بختی موت اور فنا کے گھر میں پہنچ گیا ہوں پھر اپنے گناہوں پر کیوں نہ دوں! اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ آدم کیا میں نے تجھے اپنا خاص نہیں بنایا تھا، اپنی مخلوق پر تجھے فضیلت نہیں دی تھی؟ کیا مخصوص طریقہ پر تجھے معزز نہیں بنایا، کیا اپنی محبت سے تجھے نہیں نوازا۔ کیا تجھے اپنے ہاتھوں سے نہیں بنایا، کیا اپنے فرشتوں سے تجھے سجدہ نہیں کرایا، کیا تو میری طرف سے منہائے کرامت اور مقام عزت نہیں نہیں رہا؟ پھر تو نے میرے حکم کے خلاف کیوں کیا؟ میرے حکم کو بھلا دیا، تو نے کس طرح میری رحمت اور نعمت کو بھلا دیا؟ مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے کہ اگر تیری طرح لوگوں سے ساری زمین بھر جائے اور وہ سب رات دن میری تسبیح میں مشغول رہیں اور ایک لمحہ کو بھی میری عبادت پرستی نہ کریں اور پھر وہ میری نافرمانی کریں تو میں ان کو ضرور نافرمانوں کی منزل پر اتار دوں گا! یہ سن کر حضرت آدم علیہ السلام کو ہند پر تین سو برس تک روتے رہے، ان کے آنسو پہاڑی نالوں میں بہتے تھے اور ان سے پاکیزہ درخت اُگ آتے تھے، پھر حضرت جبریل نے کہا کہ اے آدم! بیت اللہ جائیے اور عشرہ ذی الحج کے منتظر رہیے۔ شاید اللہ تعالیٰ آپ کی لغزش پر رحم فرمائے! حضرت آدم وہاں سے کعبہ کو روانہ ہو گئے، حضرت آدم کا قدم جس جگہ پڑا

یوم الترویہ

(۸ ذی الحجہ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَ اِذْ قَالَ فِي النَّاسِ بِاَلْحَجِّ يَتَوَلَّوْنَ رُكْبَانًا... الخ ذی الحجہ ۱۲۷۷ھ
مختار کی اولاد ہو یا دوسرے مومنین سب کو حج کے لئے پکار دیا کچھ ان میں سے پاپیادہ اور کچھ ذیلے (سفر کے عادی) اونٹوں پر سوار
حج کے لئے تھکے پاس دور اور نزدیک کی مسافتوں سے آجائیں گے۔

یہ آیت سورہ حج کی ہے اور یہ سورہ قرآن کریم کی عجیب تر سورتوں میں ہے کیونکہ اس میں مکی آیات بھی ہیں و
مدنی بھی، سفری بھی ہیں اور حضری (غیر حالت سفر) بھی، رات والی بھی ہیں اور دن والی بھی، ناسخ بھی ہیں اور منسوخ بھی ہیں
تیسویں آیت سے آخری سورت تک تمام آیات مکی ہیں، مدنی آیات پندرہویں آیت سے اُنسیسویں تک ہیں

پانچ پہلی آیات رات میں نازل ہونے والی ہیں اور چھ سے نو تک دن میں نازل شدہ ہیں۔ ایک سے بیسویں آیت تک
حضری آیات ہیں اور لہذا سفری ہیں۔ اس سورہ کو مدنی اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ مدینہ کے قریب ان کا نزول ہوا،
ناسخ آیت یہ ہے اِذْ قَالَ لِقَائِهِمْ يَوْمَئِذٍ اُولَئِكَ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَيُعْطِيهِمْ نِعْمَةً جَدِيدًا

مَنْ رَسُوْلٍ وَلَا يَنْتَظِرُ اس کی ناسخ آیت سَنَقِرُ لَكَ فَلَا تَنْتَضِلْ ہے دوسری منسوخ آیت ہے اَللّٰهُ
يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ اس کی آیت
سُيْفٌ لِّعْنِ آيَتِ جِهَادٍ نَّاسِخٌ ہے۔ تیسری منسوخ آیت ہے وَ جَاهِدُوا فِيْ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادٍ اس کی
ناسخ آیت ہے فَاَتَقٰتُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ

آیت مذکورہ (وَ اِذْ قَالَ...) میں حج کے لئے ایک عمومی حکم اس وقت دیا تھا جب خانہ
کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہو کر انھوں نے جناب الہی میں عرض کیا تھا۔ الہی! اس مکان کا حج کون کرے گا؟
اللہ تعالیٰ نے حج کے لئے لوگوں کو پکارنے کا حکم آپ کو دیا۔ آپ نے کوہ بوقریس پر تشریف لے جا کر بلند آواز

سے پکارا! لوگو! اپنے رب کے فرمان کو قبول کرو اللہ تم کو اپنے گھر کا حج کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ یہ کوہ قریس
وہی دیہاڑ ہے جس کی پہاڑی میں صفا پہاڑی ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس پکار (نذر) کو ہر اس مومن مرد اور عورت نے سُن لیا جو رُستے زمین پر
موجود تھا، یا صُلب پدر یا شکم مادر میں تھا، آج کل حج کے موقع پر جو لبتیک کہی جاتی ہے یہ اسی دعوت کا جواب
ہے جو اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دی تھی اس روز اس دعوت پر جس نے لبیک کہا تھا وہ خانہ کعبہ
کی زیارت کے بغیر دنیا سے رخصت نہیں ہوگا۔

اعرابی سے فرمایا پھر کس طرح یہ ہو سکتا ہے کہ تم کو حد جی کا ثواب مل جائے۔ (تم حاجی کے مرتبہ کو پہنچ جاؤ)۔
 حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔
 میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ (کعبہ) کیسا گھر ہے، حضور نے ارشاد فرمایا علی! اس کی بنیاد
 اللہ نے ڈالی تاکہ میری امت کے گنہگاروں کے گناہوں کا کفارہ ہو سکے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ سیاہ چھپر کیا ہے؟
 حضور نے فرمایا یہ جنتی جوہر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اتار دیا، یہ سورج کی کرنوں کی طرح تابندہ و درخشندہ تھا لیکن
 جب سے اس کو مشرکوں نے ہاتھ لگایا اس کی سیاہی بڑھتی رہی اور اس کا رنگ بگڑ گیا۔
 ابن ابی ملیکہ کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا میں نے خود رسول اللہ کو فرماتے سنا کہ اس بیت الحرام پر ہر
 شعبہ روز میں ایک گلو میں رحمتیں نازل ہوتی ہیں ساتھ تو کعبہ طواف کرتے والوں کے لئے اور چالیس کعبہ کے گرد اعتکاف کرنے والوں
 کے لئے اور بیس اس کی طرف دیکھنے والوں کے لئے ہیں۔

زہری نے بروایت سعید بن المسیب حضرت عمرؓ ابی سلمہ کا قول نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق تعالیٰ
 تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے بندوں کو صحت و تندرستی عطا کی عمر میں درازی بخشی اگر تین ایسے سال گزر جائیں کہ وہ اس گھر کعبہ
 کی طرف نہ آئیں تو یقیناً وہ محروم ہے، بیشک وہ محروم ہے۔

حجر اسود حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا کہ ہم نے امیر المومنین حضرت عمرؓ بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی خلافت
 کے ابتدائی زمانے میں حج کیا، جب وہ مسجد حرام میں داخل ہو کر حجر اسود کے پاس کھڑے ہوئے تو فرمایا یقیناً تو
 ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تب میں بھی
 تجھے بوسہ دیتا، اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا اے امیر المومنین ایسا نہ فرما، بیشک حجر اسود خدا کے حکم سے نفع و
 نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اگر آپ نے قرآن پڑھا ہوتا اور مضمون قرآن کو سمجھا ہوتا تو آپ اس کا انکار نہ کرتے، حضرت عمر
 رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوالحسن! کتاب اللہ میں اس کی تشریح کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے
 وَإِذَا أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ
 وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ ۖ أَلَسَتْ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ ۖ شَهِدْنَا
 أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ ۚ
 یہ اقرار نامہ ایک صحیفہ پر لکھا اس کے بعد اس پتھر کو طلب کیا اور یہ اقرار نامہ اس پتھر کو نکلا دیا، پس اس جگہ یہ اللہ کا
 مقرر کردہ امین ہے تاکہ قیامت کے دن اس شخص کی شہادت دے جس نے اپنے اقرار کو پورا کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا
 اے ابوالحسن اللہ نے آپ کے سینے میں بڑا علمی خزانہ پوشیدہ رکھا ہے۔

اور اے محبوب یاد کرو! جب تمہارے رب ادلاد آدم کی پشت سے آدمی
 نسل نکالی اور انہیں ان پر گواہ کیا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے کہا ہاں
 نہیں ہم گواہ ہوتے کہ قیامت کے دن یہ یہ کہو کہ ہم کو خبر نہ تھی۔ (سورہ الاعراف پ)

ابوصالح نے بروایت حضرت ابو ہریرہ بیان کیا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا "حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کے یہاں
 ہیں وہ جو دعا کرتے ہیں اللہ ان کی دعا قبول فرماتا ہے اور جب وہ گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں تو اللہ ان کے گناہ معاف فرماتا

ترویہ کہتے ہیں ترویہ بروزان تفریق یعنی سیراب کرنا ہے یہ ارتوی سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں پانی پینا اور غسل کیا اور حاجی اس روز کثرت سے آب زمزم پیتے ہیں۔ ایک وجہ تسمیہ بتاتی ہے کہ ترویہ کے معنی ہیں غور کرنا، سوچنا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صبح آٹھ تاریخ کی رات کو خواب میں دیکھا تھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں صبح کو سوچ میں پڑ گئے اور غور کرنے لگے کہ یہ خواب ۷۷۷۷ Imp
دشمن خدا شیطان کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے، دن بھر سوچتے رہے جب عرفہ کی شب آئی تو غیب سے کہا تم سے کچھ تم سے کہا گیا ہے وہی کرو۔ اس وقت آپ نے سمجھ لیا کہ یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا، اسی بنا پر اس کا نام لیا گیا۔ نام یوم ترویہ رکھا گیا، اور نوں تاریخ کو یوم عرفہ (پہچان کا دن) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ۷۷۷۷ Imp
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَذْكُرْ نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكَ إِذْ رَحِمَكَ بِذِي الْقُرْبَىٰ (لوگوں میں حج کی منادی کرو) اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کو حکم دیا کہ وہ اس کے بندوں کو اس کے گھر کی طرف آنے کی دعوت دیں، چنانچہ یہ دعوتیں چار ہیں؛ پہلی دعوت اللہ کی طرف سے ۷۷۷۷ Imp
بندوں کو ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاللَّهُ يُدْعِي إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ (اور اللہ تم کو دار السلام کی طرف بلاتا ہے) ۷۷۷۷ Imp
یہ دعوت ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف ہے۔ بیت الم سے عزت خانے کی طرف آنے کا حکم، غیبت کے مقام سے (جہاں ۷۷۷۷ Imp
اللہ کا مشاہدہ نہیں تھا، مشاہدہ کے مقام کی طرف آنے کی دعوت دی۔ سیر کے زوال پذیر مقام سے مقام بقا کی طرف بلایا ۷۷۷۷ Imp
بندوں کو ایسے گھر کی طرف بلایا جہاں کا آغاز رونے سے اور درمیانی راستہ تکلیف سے اور آخری حصہ فنا ہے، ایسے گھر ۷۷۷۷ Imp
کی طرف بلایا جس کے شروع میں عطا، درمیان میں رضا اور آخر میں دیدار الہی ہے۔ ۷۷۷۷ Imp

۷۔ دوسری دعوت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اُمت کو اسلام کی دعوت، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ۷۷۷۷ Imp
ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (اللہ کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ) ۷۷۷۷ Imp
دعوت کا کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فرمایا لیکن اُمت کو سیدھی راہ پر چلانا رسول اللہ کے فرائض میں ۷۷۷۷ Imp
نہیں رکھا گیا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بُعِثْتُ هَادِيًا وَنَذِيرًا (میں نے اُمت کو ہدایت دینے اور ڈرانا کے لیے بھیجا گیا ہے) ۷۷۷۷ Imp
راہنما بنا کر بھیجا گیا ہے لیکن یہ میرے اختیار میں نہیں ہے کہ میں کسی کو زبردستی اچھے راستے پر ڈال دوں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۷۷۷۷ Imp
وَبُعِثْتُ إِبْلِيسَ غَاوِيًا وَكَانَ مِنَ الضَّالِّينَ شَيْئًا (میں نے ابلیس کو گمراہ کرنے والے کے طور پر بھیجا ہے) ۷۷۷۷ Imp

۸۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَكَانَ اللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (تو نہیں ہدایت دے گا جو تم نے چاہا ہے بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے پر چلاتا ہے)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجاج ۷۷۷۷ Imp
ابوطالب کی ہدایت یا نبی کی درخواست کی حق تعالیٰ نے ان کو ہدایت یاب بنانے کے انکار کر دیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ۷۷۷۷ Imp
قاتل وحشی بنہذہ زوجہ البوسفیان کے غلام کو ہدایت یاب بنادیا، گویا اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے فرما رہا ہے، اے محمد! تمہارے ذمہ صرف ۷۷۷۷ Imp
دعوت دینا ہے۔ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ (اے رسول! آپ پر جو کچھ اُتارا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دیجئے) ۷۷۷۷ Imp
ایسا درایت میں ہے۔ اِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (وہاں سے اللہ کی طرف سے حکم ہے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ ۷۷۷۷ Imp
بنا کر بھیجا ہے۔ ۷۷۷۷ Imp

وہ مرد بھول یا عورت وہ اللہ کے خدمت گزار ہیں ان کی جزا جنت ہے (اس کے سوا کچھ نہیں)۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تمام لوگوں سے زیادہ لمبی (ادبچی) اگر دن کوڑن کی ہوگی۔ یہ بھی فرمایا
 کہ جس نے سات سال تک اذان دی اللہ تعالیٰ اسے دوزخ سے نجات عطا فرمائے گا بشرطیکہ وہ اذان حُسنِ نیت کے ساتھ دے نیز
 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کوڑن کو اس کی بلند آوازی (موتی) کے اعتبار سے تجھے گا (جتنی بلند آواز ہوگی اتنا ہی اس پر لطف و کرم بندل
 ہوگا) اس کی تصدیق ہر وہ خشک و تر چیز کرے گی جس نے وہ آواز (اذان) اُسنی ہوگی۔
 پھر بھی دعوتِ ابراہیم علیہ السلام کی ہے، حق تعالیٰ نے فرمایا اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ (لوگوں کو حج کی دعوت دو) اس
 کی تشریح اولاً کی جا چکی ہے۔

یومِ عرفہ کے فضائل

تکمیلِ نعمت کا دن
 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي
 وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ہ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا
 اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا۔ یہ آیت کہ یہ عرفات میں نازل ہوئی ہے اس آیت کے
 علاوہ اس سورہ کی کوئی اور آیت ملتی نہیں وہ تمام آیتیں مدینہ میں نازل ہوئیں یہ سورہ سورہ مائدہ ہے اس آیت میں میں سے
 مراد کھلاں و حکمران کے دینی قوانین ہیں اور نعمت سے مراد ہے وہ احسان کہ آئندہ سے عرفات (کے میدان میں مسلمانوں کے ساتھ کافر
 اور مشرک جمع نہیں ہوں گے۔ کہ ضیئت کے معنی ہیں میں نے پسند کیا میں نے انتخاب کیا یہ آیت عرفہ کے دن حجتہ الوداع میں
 عرفات کے مقام پر اُتری، اس آیت کے نزول کے بعد چند ہی دن مزید سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز عالم رہے
 اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رحمت و رضوان کی طرف طلب کر لیا۔ یہ تشریح و تفسیر حضرت عبداللہ ابن عباس اور
 دوسرے مفسرین نے کی ہے۔

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ الیوم
 کا اشارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور رسالت کی طرف ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ الیوم سے یومِ ازل کی طرف
 اشارہ ہے اور اتمام سے وقت کی طرف اور رضا سے ابد کی طرف اشارہ ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ دین کا کمال دو چیزوں میں ہے
 ایک معرفتِ الہی دوم سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع و پیروی ہے؛ بعض نے کہا ہے کہ دین کا کمال امن و فراغت میں
 ہے اس لئے کہ جب تم اس سے بے خوف ہو گئے جس کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے تب تم اس کی عبادت کے لئے فارغ ہو گئے۔ بعض حضرات
 نے کہا کہ دین کا کمال گردشِ قدرت اور مخلوق کی طرف سے بیزاری ہے ان تمام چیزوں سے گزارہ کش ہو کر اس کی طرف رجوع ہو جانا
 حوکل کا مالک ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ تکمیلِ دین یہ ہے کہ حج کے لئے عرفہ کا دن مقرر کر دیا کیونکہ اسلام سے پہلے لوگ ہر سال
 جس جگہ کرتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے حج کا دن مقرر کر دیا اور اس کو فرض کر دیا تو الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ

طارق بن شہابؒ زہیری سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمرؓ خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ لوگ ایک ایسی آیت پڑھتے ہیں کہ اگر وہ ہم پر نازل ہوئی ہوتی اور اس کا روز نہ نازل ہم کو معلوم ہوتا تو ہم لوگ اس روز عید مناتے حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ کون سی آیت ہے یہودی نے کہا الیوم اکملت لکم الحج حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ یہ آیت کس روز اور کہاں نازل ہوئی! یہ آیت عرفہ کے روز، جمعہ کے دن نازل ہوئی! ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات کے میدان میں ٹھہرے ہوئے تھے اور اللہ کا شکر ہے کہ یہ دونوں دن ہمارے لئے عید کے دن ہیں۔ (جمعہ اور روزِ حج) اور جب تک ایک مسلمان بھی دنیا میں باقی رہے گا یہ دن مسلمانوں کے لئے عید کا دن ہی رہے گا۔

ایک یہودی نے حضرت ابن عباسؓ سے عرض کیا کہ اگر یہ دن ہم میں ہوتا تو ہم اس روز عید مناتے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ یوم عرفہ سے بڑھ کر عید کا اور کونسا دن ہوگا۔

عرفات اور عرفہ

کے معانی

موقف کو عرفات اور موقف کے دن کو عرفہ کیوں کہا جاتا ہے، اس میں علما کا اختلاف ہے اس کی وجہ مختلف فیہ ہے۔ ضحاکؒ نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ہندوستان میں در حضرت خوا کو جدہ میں اتارا گیا۔ حضرت آدمؑ کو اور خوا آدم علیہ السلام کو ڈھونڈتے رہے، آخر کار ایک مدت بعد دونوں عرفات کے میدان میں عرفہ کے دن مل گئے، ایک دوسرے کو پہچان لیا، اس لئے اس دن کا نام عرفہ اور مقام کا نام عرفات رکھا گیا۔

سدی کا قول ہے کہ عرفات کی وجہ تسمیہ ہے کہ حضرت ہاجرہ حضرت اسماعیلؑ کو لیکر حضرت سارہؑ کے پاس سے چلی آئیں اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام موجود نہ تھے جب آئے تو اسماعیلؑ کو موجود نہ پایا، حضرت سارہؑ نے واقعہ بیان کیا کہ ہاجرہ اسماعیلؑ کو لیکر چلی گئیں، حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ کی تلاش میں روانہ ہو گئے۔ آخر عرفات میں دونوں مل گئے۔ حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام نے حضرت اسماعیلؑ کو پہچان لیا اسی لئے اس مقام کا نام عرفات ہو گیا۔

ایک روایت میں آیا ہے (جو مرفوع ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین سے روانہ ہوئے تو حضرت سارہؑ نے آپ کو قسم دی کہ آپ میرے پاس واپس آنے تک سواری سے نہ اتریں۔ (یعنی حضرت ہاجرہ سے قربت نہ کریں) حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیلؑ کو دیکھ کر لوٹ آئے پھر ایک سال تک سارہؑ نے حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسماعیلؑ کے پاس نہیں جانے دیا۔ (ایک سال تک روکے رکھا)۔ ایک سال بعد سارہؑ نے اجازت سے دی آپ روانہ ہو گئے اور مکہ کے کوہستان تک پہنچ گئے لیکن باوجود رات بھر چلنے اور دوڑنے پھرتے رہنے کے آپ کو منزل نہیں ملی، نہانی رات گزرنے پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے میدان عرفات میں ٹھہرے رہے صبح ہوئی تو بستیاں اور وہاں کے راستے پہچان لئے اسی شناخت اور پہچان کی وجہ سے اس کو یوم عرفہ قرار دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں عرض کیا کہ الہی اس جگہ کو اپنا گھر بنا لے جو

عرف (یعنی پاک و رضاف) سے ماخوذ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَعَرَفْتُمْهَا لَكُمْ اَنَّ كَلِمَةَ اس کو پاکیزہ بنادیا۔ یہ مینا کی ضد ہے کیونکہ مینا وہ مقام ہے جہاں خون بہایا جاتا ہے وہاں گوبر بھی ہوتا ہے اور خون بھی کس سے یہ مقام پاک نہیں رہتا۔ عرفات میں یہ پلیدیاں نہیں ہوتی ہیں اس لئے اس کو عرفات کہا گیا۔ یوم وقوف یوم عرفہ ہوتا ہے اس کی وجہ تسمیہ بقول بعض یہ ہے کہ عرفہ میں لوگ ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں لفظوں کی وجہ تسمیہ ہے کہ عرف کے معنی ہیں صبر۔ خشوع اور خضوع (گرا کرانا۔ گریہ و زاری اور عاجزی کرنا) چنانچہ رجل عارف وہ شخص ہے جو صبر کرنے والا اور عاجزی کرنے والا ہو۔ ایک ضرب المثل ہے التفسُّ عُذُوفٌ وَمَا حَمَلَتْهَا تَحْمِلُ۔ نفس بڑا صابر ہے اس پر جو کچھ بوجھ رکھ دو وہ اٹھاتا ہے۔

شاعر ذوالرئیمہ کا قول ہے عَرَفْتُ لَهَا حَقَّتْ مَقَادِيرُہ حکم خداوندی اس پر جو کچھ لاڈالتا ہے وہ اس پر صبر کرتا ہے، چونکہ حاجی بھی اس جگہ پر بہت کچھ گریہ و زاری کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں طرح طرح کی تکالیف و رشائد اس عبادت کی تکمیل کے لئے برداشت کرتے ہیں اس لئے اس دن کو عرفہ اور مقام کو عرفات کہتے ہیں۔

عرفہ کے روز و شب

روز عرفہ اور شب عرفہ کی فضیلت

شیخ بیہ اللہ بن مبارک نے بالاسناد حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ نے فرمایا "یوم عرفہ سے افضل کوئی دن نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس دن زمین والوں کے ذریعہ آسمان والوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے میرے ان بندوں کو دیکھو بکھرے اور گرد آلود ہاں ہیں میرے پاس در دراز راستوں سے میری رحمت کی امید اور میرے عذاب کا خوف لے کر آئے ہیں۔ لہذا یوم عرفہ سے زیادہ دوزخ سے رہائی کا دن کوئی دوسرا نہیں ہے اس دن جتنے مجرم دوزخ سے رہائی پاتے ہیں کسی اور دن نہیں پاتے۔" شیخ ہتیب اللہ نے بالاسناد حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا۔

اے لوگو! گھوڑوں اور اونٹوں کو ایذا پہنچانے اور لاغر کرنے میں نیکی نہیں ہے۔ عمدہ اور اچھی رفتار سے چلو اور کمزوروں پر رحم کھاؤ، کیسی مسلمان کو ایذا پہنچاؤ؟

حضرت نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن اپنے بندوں پر نظر فرماتا ہے تو جس کے دل میں خدا کا بھی ایمان ہوتا ہے وہ ضرور بخش دیا جاتا ہے۔ میں نے حضرت ابن عمر سے پوچھا کہ یہ مغفرت تمام لوگوں کے لئے ہے یا اہل عرفات کے ساتھ مخصوص ہے؟ انھوں نے فرمایا یہ مغفرت تمام لوگوں کے لئے ہے۔" شیخ بیہ اللہ نے بالاسناد حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کی کہ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

بتھائے گناہوں کو معاف کر دیا اور تمھارے وہ گناہ بھی معاف کر دیئے جو اذراسانی کے باعث تم پر ہوئے تھے اور اذرا سنان کے Imp
 تواب کا بھی ذمہ دار ہو گیا! چلو اللہ کا نام لے کر چلو! آپ کے اس ارشاد کے بعد ایک عربی آپ کی اونٹنی کی ٹہار پکڑ کر کھڑا ہوا Imp
 اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! دنیا میں ایسا کوئی کام نہیں Imp
 جو میں نے نہیں کیا، میں نے جھوٹے حلف بھی اٹھائے ہیں تو کیا میں بھی ان لوگوں میں شامل ہوں جن کی آپ نے صفت بیان کی ہے؟ Imp
 حضور والا نے ارشاد فرمایا اے عربی! اب تو از سر نو نیک عمل کرنا شروع کر دے! تیرے پہلے تمام گناہ بخش دیئے گئے!! Imp

مہار چھوڑ دے!!

Imp شیخ ہبتہ اللہ بن مبارک نے بلا سناد حضرت عباس بن مروان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم Imp
 نے عرفہ کی رات اپنی امت کے لئے مغفرت، بخشش اور رحمت کی دعا فرمائی اس کے بعد آپ نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میری Imp
 امت کو بخش دیا سوائے ان کے جو ایک دوسرے پر ظلم کریں، لہذا اللہ تعالیٰ نے وہ گناہ بخش دیئے جو بندے اور اللہ کے درمیان Imp
 تھے، پھر آپ نے فرمایا! الہی!! یقیناً تو قادر ہے کہ اس مظلوم کو اس پرکے گئے ظلم کا بہتر تواب عطا فرمائے اور اس ظالم کو Imp
 بخش دے! حضور نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے اس رات جواب عطا نہیں فرمایا پھر جب مزدلفہ کی رات آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم Imp
 نے پھر بارگاہ الہی میں عرض کیا اور اللہ تعالیٰ نے اسی وقت آپ کو جواب عطا فرمایا کہ میں نے ان کو بھی بخش دیا" راوی کا بیان Imp
 ہے کہ اس وقت حضور نے تبسم فرمایا، ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ حضور ایسے وقت مسکرائے کہ اس سے پہلے ایسے وقت Imp
 کبھی تبسم نہیں فرماتے تھے (یعنی دعا کے وقت) آپ نے فرمایا میں دشمن خدا ابلیس کی حالت پر مسکرایا جب اس کو معلوم ہوا کہ Imp
 میری مراد کے مطابق امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی ہے تو وہ اپنی بربادی اور تباہی کو بچارنے لگا اور سر پر Imp
 خاک ڈالنے لگا۔

Imp حضرت سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ عرفہ کے دن رسول اللہ عرفات کے اس مقام پر تشریف فرما تھے جہاں بندے Imp
 اللہ کے حضور میں ہاتھ پھیلاتے ہیں اور چلا چلا کر دعا مانگتے ہیں کہ جبریل نازل ہوئے اور کہا اے محمد رسول اللہ خدا نے Imp
 بزرگ و برتر آپ کو سلام کہہ رہا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ لوگ میرے گھر کے حاجی اور میری زیارت کے لئے آئے والے ہیں۔ Imp
 یہ جس کی طاقات کو آئے ہیں اس پر لازم ہے کہ آئے والے کی توقیر کرے میں آپ کو اور اپنے ملائکہ کو گواہ بناتا ہوں کہ Imp
 میں نے ان سب کو بخش دیا اور جمعہ کے دن زیارت کرنے والوں کے ساتھ ایسا ہی کرتا رہوں گا۔ Imp
 Imp حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عرفہ کے دن جب شام ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں ٹھہرے Imp
 ہوئے تھے آپ نے لوگوں کی طرف مستوجہ ہو کر تین بار فرمایا۔ اللہ کے ان مہانوں کو مرحبا! یہ جو سوال کرتے ہیں ان کا سوال Imp
 پورا کیا جاتا ہے، دنیا میں ان کے رزق میں برکت پیدا کرتا ہے اور آخرت میں ہر درہم کے عوض اللہ تعالیٰ ہزار درہم ان کو Imp
 عطا فرمائے گا۔ کیا میں تم کو بشارت دوں! صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں نہیں اصرار دیجئے! آپ نے فرمایا جب یہ رات آتی ہے Imp
 تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے پھر اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ زمین پر اتر جائیں چنانچہ فرشتے اتنے گھر Imp
 تعداد میں اترتے ہیں کہ اگر سوئی گرے تو فرشتے پر گرنے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ملائکہ! میرے بندوں کو دیکھو کہ میرے پاس Imp

Imp

۴۰۱

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص غزوہ کے دن دو رکعتیں پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ تین بار (سورہ فاتحہ کو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرے) پھر سورہ کافرون تین بار اور سورہ اخلاص ایک بار ہر بار سورہ کو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم گواہ رہو میں نے اس کے گناہ بخش دیئے۔

۷۷۷۷۷ Imp

یوم عرفات کی دعائیں

شیخ سیدہ اللہ نے اپنی اسناد کے ساتھ عمر لیتی سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا ہم کو اطلاع ملی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حضرت جبریل کے توسط سے پانچ دعائیں بطور ہدیہ بھیجیں، جبریل نے کہا کہ آپ یہ پانچ دعائیں پڑھا کریں۔ اللہ کو فی الحج کے عشرہ کی عبادت سے زیادہ کسی دن کی عبادت محبوب اور پسندہ نہیں ہے۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کو حمد ہے وہی زندہ کرتا وہی مارتا ہے اسی کے قبضہ میں خیر ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ معبود ہے، ایک ہے، بے نیاز ہے نہ اس کے بیوی ہے نہ بچے۔

پہلی دعا ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
دوسری دعا ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، إِلَهًا وَاحِدًا صَدَقْنَا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہت ہے اسی کے لئے حمد ہے وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے وہ زندہ ہے اس کے لئے موت نہیں ہے اسی کے قبضہ میں بھلائی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے

تیسری دعا ہے: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ خَيْرُ مَا يُشْرِكُونَ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

میرے لئے اللہ کافی ہے اور وہی کافی ہے، اللہ کو جس نے پکارا اس نے اس کی پکار سنی اللہ کے سوا کوئی اور منتہی نہیں ہے

چوتھی دعا ہے: حَسْبِيَ اللَّهُ وَكَفَى بِيَمِينِ اللَّهِ بَلَنْ دَعَا لَيْسَ دَعَاءُ اللَّهِ مُنْتَهَى

الہی! تو ہی ساری تعریفوں کے لائق ہے جیسا کہ تو نے آپ اپنی تعریف فرمائی ہے۔ ہماری ہر تعریف سے تو بالاتر اور بہتر ہے! الہی میری نماز میری عبادت، میری زندگی اور میری موت سب تیرے ہی لئے ہے میری میراث بھی خاص تیرے لئے ہے اے مالک ہر صورت میں تیری ہی بارگاہ میں عذاب قبر سے بچنے کی درخواست کرتا ہوں میرے کانوں کی پابندی سے مجھے بچا جس چیز پر ہوا چلتی ہے میں اسکی بہتری کے لئے تیرے حضور

پانچویں دعا ہے: اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَكْبَرُ تَقُولُ اللَّهُمَّ لَكَ صَلَواتِي وَنُصْرَتِي وَفُحْصَايَ وَمَمَارِجِي وَلَكَ يَا رَبِّ سُرَاتِي اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ شَتَاتِ أَلَمِ الْمَدَامَةِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَجِبُ

Imp

۴۰۱

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص غزوہ کے دن دو رکعتیں پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ تین بار سورۃ فاتحہ کو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرے پھر سورۃ کافرون تین بار اور سورۃ اخلاص ایک بار پھر بار سورۃ کو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم گواہ رہو میں نے اس کے گناہ بخش دیئے۔

۷۷۷۷۷

یوم عرفات کی دعائیں

شیخ سیدہ اللہ نے اپنی اسناد کے ساتھ عمر لیتی سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا ہم کو اطلاع ملی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حضرت جبریل کے توسط سے پانچ دعائیں بطور ہدیہ بھیجیں جبریل نے کہا کہ آپ یہ پانچ دعائیں پڑھا کریں۔ اللہ کو ذی الحجہ کے عشرہ کی عبادت سے زیادہ کسی دن کی عبادت محبوب اور پسندہ نہیں ہے۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کو حمد ہے وہی زندہ کرتا وہی مارتا ہے اسی کے قبضہ میں خیر ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ معبود ہے ایک ہے، بے نیاز ہے نہ اس کے بیوی ہے نہ بچے۔

پہلی دعا ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ دوسری دعا ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، إِلَهًا وَاحِدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا تیسری دعا ہے: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ خَيْرُ مَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ چوتھی دعا ہے: حَسْبِيَ اللَّهُ وَكَفَى بِيَمِينِ اللَّهِ مَنْ دَعَا لِيَنَّ دَعَاءُ اللَّهِ مُنْتَهَى ہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہت ہے اسی کے لئے حمد ہے وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے وہ زندہ ہے اس کے لئے موت نہیں ہے اسی کے قبضہ میں بھلائی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے میرے لئے اللہ کافی ہے اور وہی کافی ہے، اللہ کو جس نے پکارا اس نے اس کی پکار سنی اللہ کے سوا کوئی اور منتہی نہیں ہے الہی! تو ہی ساری تعریفوں کے لائق ہے جیسا کہ تو نے آپ اپنی تعریف فرمائی ہے۔ ہمدانی ہر تعریف سے تو بالا تر اور بہتر ہے! الہی میری نماز میری عبادت، میری زندگی اور میری موت سب تیرے ہی لئے ہے میری میراث بھی خاص تیرے لئے ہے! اے مالک ہر صورت میں تیری ہی بارگاہ میں عذاب قبر سے بچنے کی درخواست کرتا ہوں، میرے کاموں کی پُرکندگی سے مجھے بچا جس چیز پر ہوا چلتی ہے میں اسکی بہتری کے لئے تیرے حضور

پانچویں دعا ہے: اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا تَقُولُ اللَّهُمَّ لَكَ صَلَواتِي وَنُسُكِي وَفُحْيايَ وَصَمَاتِي وَ لَكَ يَا رَبِّ سَدَائِي اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ شَتَاتِ أَلَمِ الْمَيِّتِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَجَرَّوْا

ضمائم کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں جب لوگ عرفات میں جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ سچ اکبر کا دن ہے جو شخص آج رات یا دن میں عرفات میں نہیں پہنچا اس کا حج نہیں ہوا، آج یرور دگارسے دعا کرنے اور مانگنے کا دن ہے آج پھیل و تبکیر اور تلبیہ کا دن ہے جو شخص آج اس جگہ پہنچے گا اور اپنے پروردگار سے مانگے گا وہ محروم نہ رہی محروم ہے۔ حقیقت میں تم ایسے سخی سے مانگتے ہو جو عطا میں نخل نہیں کرتا اور ایسے متحمل و بردبار سے مانگتے ہو جو جہل (غصہ) نہیں فرماتا، ایسے عالم سے مانگتے ہو جو بھولتا نہیں۔ جس نے اپنے گھرہ کر عرفہ کے دن روزہ رکھا گویا اس نے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے روزے رکھے۔

۷۷۷۷۷

عرفہ کی شام کی وہ دعائیں

جو

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خصوصیت کے ساتھ فرماتے

عرفہ کی وہ دعائیں جو —
آنحضرت کے ساتھ مخصوص تھیں
شیخ ہبہ اللہ نے بالاسناد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا کہ موقف عرفہ میں اس دعا سے افضل اور کوئی قول یا عمل نہیں ہے۔ اس دعا کو پڑھنے والے کی طرف اللہ عزوجل توبہ فرماتا ہے، حضرت علی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں قبلہ رو ہو کر دعا مانگنے والے کی طرح دونوں ہاتھ پھیلا کر تین بار لبیک فرماتے پھر سوار ارشاد فرماتے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْخُبْرُ يُحْيِي وَيُمِيتُ يَبْدَأُ الْخَيْرَ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

پھر سو مرتبہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا

فرماتے، اس کے بعد شیطان مردود سے پناہ مانگتے اور تین بار فرماتے إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پھر تین بار سورہ فاتحہ پڑھتے ہر بار سورہ فاتحہ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ سے شروع فرماتے اور آمین پر ختم کرتے پھر سورہ اخلاص پڑھتے پھر سورہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ پڑھتے اس کے بعد حضور جو چاہتے وہ دعا کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص اس طرح دعا کرتا ہے تو ملائکہ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ کو دیکھو اس نے میرے گھر کی طرف رخ کیا میری بزرگی بیان کی۔ تسبیح و تہلیل میں مشغول ہوا اور جو سورہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی وہی پڑھی اور میرے رسول پر درود بھیجا میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس کے عمل کو قبول کیا اس کے اجر کو واجب کر دیا، اس کے گناہ بخش دیے اور اس نے جو کچھ مانگا میں اس کی سفاقت قبول کی

عرفہ کے دن کی دعا

میں اقوال و اخبار

ابن جریرؒ نے کہا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ عرفات میں مسلمان کی دعا زیادہ

ایک حدیث

یہ ہونا چاہئے: ﴿

الہی! ہم کو دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور اے ہمارے رب ہم کو آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿

مجاہدؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا "جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا فرمائے ہیں

رکنِ یمانی کے پاس ایک فرشتہ آمین کہنے کے لئے کھڑا ہے لہذا تم یہ کہو رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿

دعا نے مغفرت فرمائے آپ نے اس طرح دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿

لوگوں نے عرض کیا کچھ مزید دعا فرمائیے آپ نے پھر وہی دعا دہرا دی لوگوں نے پھر عرض کیا کہ مزید دعا فرمائیے تو آپ نے فرمایا تم اور کیا چاہتے ہو میں نے تمہارے لئے اللہ سے دنیا اور آخرت کی بھلائی مانگ لی۔ حضرت انسؓ

بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر انہی الفاظ سے دعا فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا خود ارشاد ہے کہ جو شخص یہ دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت کا کچھ حصہ اس کا عطا فرمائے گا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے فَمِنْ النَّاسِ مَنْ

يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا! بعض لوگ کہتے ہیں پروردگار ہم کو دنیا ہی عنایت کر، یعنی دنیاوی مال و متاع عنایت کر، اونٹ، بکری، گھوڑے، گائے غلام و باندی سونا چاندی عطا فرما، دنیا ہی اس کی نیت میں ہوتی ہے، دنیا ہی کی نیت سے وہ خرچ کرتا ہے، دنیا ہی کے لئے نیک کام کرتا ہے، دنیا ہی کے لئے کوشش کرتا ہے اور تھکتا ہے اور دنیا ہی اس کا انتہائے مقصود ہوتی ہے (تو ایسے لوگوں کے لئے) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ -

(آخرت میں ایسے کا کچھ حصہ نہیں ہے)۔ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿ اور کچھ لوگ (یعنی مومن) کہتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور

آخرت میں بھی، ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ ۷۷۷۷۷ Imp

دنیا اور آخرت کی بھلائیاں کیا ہیں! اس کے معنی کے تعین میں مختلف اقوال ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دنیا میں حسنہ (نیکی) سے مراد نیک بی بی (بیوی) اور آخرت میں حسنہ کے معنی عور عین ہے وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ سے مراد بُری بیوی ہے۔ ۷۷۷۷۷ Imp Imp Imp

حضرت حق بصریؒ نے فرمایا دنیا میں حسنہ سے مراد علم و عبادت اور آخرت میں حسنہ سے مراد جنت ہے۔ سدی

جنت سے رواں ہے جس کا اندر دنی حصہ اندر کی سطح (کھوکھلے موتی) سے بنا ہے اور اس کے دونوں کناروں پر سبز یا قوت کے قصبے ہیں، جس کا پانی شہد سے زیادہ شیریں، ملکتن سے زیادہ نرم اور جس کی کچھ خالص مشک سے زیادہ خوشبودار ہے اس کی مٹی سفید کافور اور اس کی کنکریاں موتی اور یا قوت کی ہیں۔ تیر کی طرح اس کے پانی کی روانی ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ نہراپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے۔

مقاتل کہتے ہیں کہ کوثر اس نہر کا نام ہے جو وسط جنت میں رواں ہے۔ چونکہ یہ نہراپنے اوصاف اور خوبیوں میں جنت کی تمام نہروں سے افضل ہے اس لئے اس کا نام کوثر ہے، یہ نہر عجاج یعنی لہروں والی ہے اس میں لہریں اٹھتی رہتی ہیں، تیر کی مانند رواں ہے۔ اس کی مٹی خالص مشک کی، کنکریاں یا قوت زعفران اور موتی کی ہیں، اس کا پانی برف سے زیادہ سفید ملکتن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ شیریں ہے، اس نہر کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتی کے گنبد ہیں، ہر گنبد کی لمبائی چوڑائی ایک ایک فرسنگ ہے، ہر گنبد کے چار ہزار سنہری دروازے ہیں اور ہر گنبد میں ایک طرحدار حور موجود ہے جس کی ستر ہزار خادماں ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے شب معراج میں جبرئیل سے دریافت کیا کہ یہ جحیم کیسے ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ یہ جنت میں آپ کی بیویوں کے رہنے کے مکانات ہیں۔ کوثر سے اہل جنت کے لئے وہ چار نہریں نکلتی ہیں، جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں فرمایا ہے: ایک نہر پانی کی۔ ایک دودھ کی۔ ایک شراب کی۔ (شریک) کی اور ایک شہد کی ہے۔

فصل لدرتک وانحر کی تفسیر میں مقاتل کہتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ نماز پنجگانہ پڑھو اور قربانی کے دن جانور (اونٹ بکری) ذبح کرو، بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد عید کی نماز پڑھنا ہے اور منا میں اونٹ کی قربانی کرنا ہے۔ بعض علمائے انحر کی تشریح میں کہا ہے کہ اپنے ہاتھوں کو تکبیر کے لئے ہنسی کی ہڈی تک اٹھاؤ (انحر تک) اور بعض نے کہا ہے کہ اپنے سینہ کو قبلہ رخ کرو۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَثْبَتُ عاص بن وائل کہتے ہیں کہ اس کی تشریح یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی تہم کے دروازے سے کعبہ میں داخل ہوئے، اندر تشریف بیٹھے ہوئے تھے، حضور ان کے سامنے سے گزر گئے اور آپ ان کے پاس نہیں رُکے اور باب صفا سے باہر تشریف لے گئے اُن لوگوں نے داخل ہوتے وقت تو آپ کو دیکھا نہیں جاتے وقت دیکھ لیا مگر پہچان سکے (بشت ہونے کے باعث) لیکن اسی وقت عاص بن وائل بن ہشام بن سعید بن سعد باب صفا سے کعبہ میں داخل ہو رہا تھا اس نے آپ کو دیکھ پہچان لیا، یہ وہ زمانہ تھا کہ حضور والا کے صاحبزادے عبداللہ کا انتقال ہو چکا تھا، اہل عرب کا قاعدہ اور معمول تھا کہ جب کسی شخص کی اولاد نرینہ باقی نہیں رہتی تھی (جو اس کی وارث بن سکے) تو ایسے شخص کو وہ اہتر کہتے تھے (یعنی نسل بریدہ) چنانچہ عاص جب اپنی قوم کے لوگوں کے پاس پہنچا تو انھوں نے کہا کہ وہ کون شخص تھا جو تمہیں بھی راستہ میں ملا تھا۔ (بدبخت) عاص نے فوراً جواب دیا: اہتر! مجھے اہتر یعنی نسل بریدہ ملا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ "آپ سے بغض رکھنے

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اِنَّآ لَا نُفِضُ عَنْهُمْ
اَجْرًا مِّنْ اَحْسَنَ عَمَلًا اَوْ لَكِنَّكَ لَهُمْ
حَسَنَتْ عَذَابٍ ۝

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ہم اُن کا اجر
ضائع نہیں کرتے، نیک کام کرنے والوں کے لئے عذاب
کی بہشت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے اللہ کی طاعت کی تو حقیقت میں اس نے اللہ کی یاد کی، خواہ اس کی
نمازیں، اس کے روزے اور قرآن کی تلاوت کم ہو، اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی وہ اللہ کو بھول گیا خواہ اس کی نمازیں
روزے اور قرآن کی تلاوت زیادہ ہو۔ حضرت امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”عبادت کے لئے توحید کافی ہے
اور ثواب کے لئے جنت کافی ہے“۔

ابن کبیرؒ کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں ”میری یاد کرو یعنی شکر کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا“ یعنی زیادہ
اجر دوں گا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاٰزِيدَنَّكُمْ“ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو
زیادہ عطا کروں گا، بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں ”میری یاد کرو یعنی مجھے واحد جانو اور مجھ پر ایمان لاؤ میں تمہاری
یاد کروں گا“ یعنی بہشت میں مراتب عطا کروں گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اَنَّ لَهُمْ
جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا اَنْهَارٌ“ ان لوگوں کو بشارت ہے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کے لئے جنتیں ہیں جن
کے پتے نہیں بہہ رہی ہیں۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی ہیں ”تم زمین کے اوپر مومنوں کی حالت میں میرا ذکر کرو جب تم زمین کے اندر
ہو گے اور اوپر والے تم کو بھول جائیں گے تو اس وقت میں تم کو یاد رکھوں گا، جیسا کہ اہمیتی نے کہا ہے کہ میں نے عرفہ کے
دن ایک اعرابی کو میدان عرفات میں دیکھا کہ وہ کھڑا کھڑا رہا تھا! الہی! طرح طرح کی زبانوں میں تیری طرف آوازیں بلند
ہو رہی ہیں (لوگ اپنی اپنی زبان میں تجھے پکار رہے ہیں) لوگ تجھ سے حاجتیں مانگ رہے ہیں، میری مراد صرف یہ ہے کہ
تو مجھے مصیبت کے وقت میں یاد رکھنا جب کہ میرے گھر کے لوگ مجھے فراموش کر دینگے۔

اس آیت کے معنی اور تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ”تم مجھے دنیا میں یاد رکھو میں آخرت میں تمہیں یاد رکھوں گا“
ایک قول اس سلسلہ میں یہ بھی ہے کہ اس کے معنی ہیں ”تم بندگی کے ساتھ مجھے یاد کرو میں ہر دھڑکے سے تجھ کو یاد رکھوں گا“
اس قول کی تائید اس ارشاد ربانی سے ہوتی ہے: ”مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْشَأَ وَهُوَ مُؤْمِنٌ
فَلَنُحْيِيَنَّاهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً“ یہ قول بھی (اس کی تفسیر و تشریح میں) آیا ہے کہ تم مجھے خلا و ملا و جلوت و خلوت میں
یاد کرو میں تمہیں خلا و ملا میں یاد کروں گا اس سلسلہ میں ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کتابوں (صحیفوں) میں فرمایا ہے کہ
میں اپنے بندہ کے گمان کے قریب ہوں میرے بارے میں وہ جیسا چاہے گمان کرے، جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس
کے ساتھ ہوتا ہوں جو مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے میں اسے باطن میں یاد کرتا ہوں اور جو مجھے ظاہر میں یاد کرتا ہے میں اسے
ظاہر میں یاد کرتا ہوں جو میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں، جو میری طرف چل کر آتے ہیں
۔ جس مرد یا عورت نے ایسا اندازہ کر نیک اعمال کئے تو ہم ضرور (آخرت میں) پاکیزہ زندگی دینگے۔

نہرانی و الفت کے ساتھ کروں گا، تم میرا ذکر تعظیم سے کرو میں تمہارا ذکر تحکیم سے کروں گا، تم میرا ذکر اللہ اکبر (میری عظمت و جلال) کے ساتھ کرو میں تمہارا ذکر دوزخ سے نجات کے ساتھ کروں گا، تم میرا ذکر ظلم کو ترک کر کے کرو میں تمہارا ذکر وفا کی نگہداشت کے ساتھ کروں گا، تم میرا ذکر ترک خطا سے کرو میں تمہارا ذکر طرح طرح کے لطف و عطا سے کروں گا، تم میرا ذکر عبادت میں مشقت اٹھا کر کرو میں تم پر نعمت تمام کر کے تمہارا ذکر کروں گا، تم میرا ذکر جیسے تم ہو اس طرح کرو میں تمہارا ذکر جیسا کہ میں ہوں اس طرح کروں گا، بیشک و شبہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑا ہے۔

حضرت ربیعؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس بندہ کو یاد فرمایا ہے کہ جو بندہ شکر بجالاتا ہے اور اس پر مزید اکرام فرماتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے اس پر عذاب کرتا ہے۔ سنی نے اس آیت کے سلسلہ میں کہا ہے جو بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے اللہ اس کا ذکر فرماتا ہے جو مومن اللہ کا ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ اس کا ذکر کرتا ہے۔ کافر اللہ کو یاد نہیں کرتا اللہ اس کو عذاب کے ساتھ یاد کرتا ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہ نے کہا کہ ہم تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بندوں کو وہ کچھ دیا کہ اگر میں جبریل و میکائیل کو دے دیتا تو میں نے ان کو بہت کچھ دیا ہوتا۔ میں نے اپنے بندے سے کہہ دیا اذکرکونی اذکرککم اور میں نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کہہ دیا تھا کہ ظالموں سے کہہ دو کہ میری یاد نہ کریں کیونکہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اسے یاد کرتا ہوں اور میرا ظالموں کو یاد کرنا اس طرح ہے کہ میں ان پر لعنت کرتا ہوں۔

حضرت ابو عثمانؒ ہندی نے کہا مجھے معلوم ہے کہ میرا رب مجھے کس وقت یاد کرتا ہے لوگوں نے کہا کہ یہ کس طرح؟ آپ نے کہا اللہ نے فرمایا ہے اذکرکونی اذکرککم ہ پس جس وقت میں اللہ کی یاد کرتا ہوں اسی وقت وہ میری یاد کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد (علیہ السلام) پر وحی نازل فرمائی کہ ”دادو تم مجھ سے کبھی خوشی حاصل کرو اور میری ہی یاد سے راحت پاؤ“ حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا ہر چیز کے لئے ایک عذاب موجود ہے، عارف کا عذاب ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دور ہو جانا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب دل میں یاد الہی ممکن ہو جاتی ہے اور شیطان اس کے قریب آتا ہے تو بیہوش ہو جاتا ہے جس طرح انسان کے قریب جن آتا ہے تو انسان بیہوش ہو جاتا ہے، اس وقت دوسرے شیطان پوچھتے ہیں اس کو کیا ہو گیا؟ جواب ملتا ہے اس کو انسان کا سایہ ہو گیا ہے یعنی انسان کے چھونے سے یہ بیہوش ہو گیا ہے۔

حضرت سہیل بن عبد اللہؒ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ کوئی معصیت اللہ تعالیٰ کو بھلا دینے سے بھی زائد قبیح ہے بعض علمائے کہا کہ ذکر خفی کو فرشتے اٹھا کر نہیں لیجاتے اس لئے کہ ذکر خفی بندے اور اللہ کے درمیان مخفی رہتا ہے۔ اس کی خبر فرشتوں کو نہیں ہوتی۔ ایک شخص نے کہا کہ مجھ سے ایک ایسے ذاکر کی تعریف کی گئی جو ایک جنگل میں رہتا تھا میں اس کے پاس گیا، ہم بیٹھے ہی ہوئے تھے کہ ایک بڑا درندہ آیا اور ذاکر کے پیچھا مارا اور اس کا گوشت فوج کر لے گیا ذاکر اس صدمہ سے بے ہوش ہو گیا، مجھ پر بھی (ہمیت سے) بیہوشی طاری ہو گئی۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا قصہ تھا۔ ذاکر نے جواب دیا اللہ نے مجھ پر اس درندہ کو مسلط فرما دیا ہے، جب اللہ کی یاد میں مجھ سے سستی ہوتی ہے تو یہ آ کر مجھے اسی طرح کاٹتا ہے جیسا کہ میں نے ابھی دیکھا۔

مقبول نہیں ہوتیں، ان کے جواب میں دونوں آیتوں کی تفسیر و توضیح مختلف معانی کے ساتھ کی گئی ہے، بعض نے کہا ہے کہ دعا سے مراد طاعت اور اجابت سے مراد ثواب ہے، گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ میری طاعت کرے گا تو میں اس کو ثواب دوں! بعض علماء اور مفسرین نے کہا ہے کہ دونوں آیتوں کے الفاظ اگرچہ عام ہیں لیکن ان کے معنی خاص ہیں اصل کلام یوں تھا: **أَجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِنْ شِئْتَ بِإِذَا دَافَقَ الْقَضَاءُ بِإِذَا كَانَتْ الْأَجَابَةُ خَيْرًا لَّهِ**۔ یعنی میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں اولاً اگر میری مشیت ہو، دوسری صورت یہ کہ جب وہ دعا تقدیر (بندہ) کے موافق ہو، تیسرے جب وہ ناممکن کا سوال نہ کرے، چوتھے جب عا کا قبول کرنا اس کے حق میں بہتر ہو، یہ تمام شرائط محذوف ہیں اور ان کی تائید اس قول سے ہوتی ہے جو علی بن ابی متوکل نے بروایت حضرت ابو سعید نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب سلمان اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور اس میں رشتہ داری سے قطع تعلق یا پھر کوئی گناہ کا سوال نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرورتین چیزوں میں سے ایک چیز عطا فرمادیتا ہے یا تو اس کا مدعا فوراً دنیا میں پورا کر دیتا ہے یا آخرت میں جمع کر دیتا ہے یا کسی آنے والی برکتی سے اس کو بچا لیتا ہے۔ یہ سن کر صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسی صورت میں تو ہم اور زیادہ دعا کیا کریں گے حضور نے فرمایا اللہ اکبر! اس کی عطا بہت زیادہ ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ آیت الفاظ کے اعتبار سے جس طرح عام ہے اسی طرح معانی کے اعتبار سے بھی عام ہے ایک علمی نکتہ آیت میں صرف دعا کی اجابت مذکور ہے، مراد کا دینا اور حاجت کا پورا کرنا مذکور نہیں جس طرح ایک آقا اپنے غلام کی اور ایک باپ اپنے بیٹے کی کسی بات پر ہاں کہہ دیتا ہے لیکن اس کی درخواست پوری نہیں کی جاتی۔ پس دعا کی اجابت ضرور ہوتی ہے اصل یہ ہے کہ اجابت اور استجابت خبریہ جملے ہیں اور خبریہ کبھی منسوخ نہیں ہوتی ورنہ خبر دینے والے کا کاذب ہونا لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی ذات کذب سے منزہ اور پاک ہے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبر کبھی خلاف واقعہ نہیں ہو سکتی!!

اس کو توضیح و تفسیر کی تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے جس کو نافعؓ نے بروایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس کے لئے دعا کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اس کے لئے اجابت کے بہت سے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ نے وحی نازل فرمائی تھی کہ ظالموں سے کہہ دو کہ مجھ سے دعا نہ کریں کیونکہ اجابت کو میں نے اپنے آپ کو لازم کر لیا ہے اور میں ظالموں کی دعاؤں کی اجابت اس طرح کرتا ہوں کہ ان پر لعنت بھیجتا ہوں، اس کی یہ تاویل بھی کی گئی کہ مومن کی دعا اللہ اسی وقت قبول کر لیتا ہے مگر عطاء مراد میں تاخیر اس لئے فرماتا ہے کہ بندہ اس کو پکارتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی آواز سنتا رہے، اس مضمون کی موید وہ حدیث ہے جو محمد بن منکدرؓ نے بروایت حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ اللہ کو پکارتا ہے اور اللہ اس کو پسند فرماتا ہے تو کہتا ہے جبریل میرے اس بندے کی حاجت پوری کر دو مگر دیر سے پوری کرنا میں اس کی پیہم آوار سننا پسند کرتا ہوں اور اگر بندہ اللہ سے دعا مانگتا ہے اور اللہ اس کو پسند نہیں فرماتا تو منسوخ فرماتا ہے جبریل میرے اس بندے کی حاجت اس کے اخلاص کی وجہ سے پوری کر دو اور جلد پوری کر دو مجھے اس کی آواز پسند نہیں۔ کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعیدؓ نے کہا کہ میں رنگ العزت کے دیدار سے خواب میں مشرف ہوا تو میں نے عرض کیا الہی میں نے تجھ سے کتنی دعا کی لیکن تو قبول نہیں فرماتا! فرمایا کہ یحییٰ ہم کو تیری آواز پسند ہے۔

رب نے جو حکم دیا ہے اس کو بجالائیے اور اپنے رب کی اطاعت فرمائیے! یا اَبَتِ اِفْعَلْ مَا تَوْصَرُ گویا اسحاق سمجھ گئے کہ یہ اللہ کا حکم ہے، اسی لئے انھوں نے یوں کہا کہ جو حکم کیا گیا ہے ویسا ہی کیجئے۔ یہ نہیں کہا کہ جو خواب دیکھا ہے اس کے مطابق کیجئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے متواتر تین رات ہی خواب دیکھا تھا اور ذبح (فرزند) سے پہلے آپ نے روزہ بھی رکھا تھا اور نماز بھی پڑھی تھی۔ حضرت اسحاقؑ نے جب یہ کہا کہ آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو بجالائیے تو اس کے ساتھ یہ بھی کہا کہ آپ انشاء اللہ ذبح ہونے پر مجھے صابر پائیں گے سَتَجِدُنِي اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ۔ جب ان دونوں ہستیوں نے اللہ کے حکم کو تسلیم کر لیا یعنی حکم الہی کی اطاعت پر آمادہ ہو گئے فَلَمَّا اَسْلَمْنَا تَوْپِيَانِي کے بل پر حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسحاقؑ کو بچھا ڈر دیا۔ وَتَلَّہُ لِلْجَبِيْنِ اور پیشانی کے بال پکڑ کر ان کو ذبح کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ پر ان دونوں کی سچائی عمل کا ظاہر ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے پکار کر فرمایا۔ اِنَّ يٰۤاِبْرٰهِيْمَ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّوْیَاۤءَ ابراہیمؑ تم نے بیٹے کے ذبح کرنے کے خواب سچ کر دکھایا اب تم اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے بجائے مینڈھا ذبح کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَفَدَّيْنَاۤہُ بِذَبْحٍ عَظِيْمٍ اور ہم نے اس کے بدلے میں ابراہیمؑ کو قربانی کا ایک عظیم (بڑے رتبہ والا) جانور دے دیا۔ اس مینڈھے کا نام دُرّ تھا۔ یہ جنت میں چالیس سال تک چرنے والے مینڈھوں میں سے تھا بعض لوگوں کا قول ہے کہ یہ وہی مینڈھا تھا جو حضرت آدمؑ کے بیٹے ہابیلؑ شہید نے قربانی کیا تھا، یہ مینڈھا جنت میں چرا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تَمَّ نِیکو کاروں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام نے اللہ کے حکم (ذبح فرزند) کی اطاعت کی اور نیک عمل بجالائے اس کے بدلے میں اللہ نے ان کو بہترین جزا دی۔ بعض علماء و محققین کا یہ قول بھی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ (علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ نے جس فرزند کے ذبح کرنے کا حکم دیا وہ حضرت اسحقؑ نہیں تھے بلکہ حضرت اسماعیلؑ علیہ السلام تھے (یہی قول قوی ہے) اس کے بعد ارشاد فرمایا اِنَّ هٰذَا الھُوَ الْبَدَآءُ الْمُبِيْنُ۔ یعنی بلاشبہ یہ کھلی ہوئی زحمت تھی جو اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کے فرزند سے درگزر فرمائی اور اس کے فدیہ میں دنبہ دے دیا۔ بعض اصحاب نے کہا ہے کہ خلیل اللہ نے جب اپنے فرزند کے خلق پر چھری پھرنی چاہی تو ندا آئی ابراہیمؑ لڑکے کو چھوڑ دو کیونکہ ہماری مراد فرزند کو قربان کرنا نہ تھی بلکہ مراد یہ تھی کہ فرزند کی محبت سے دل خالی ہو جائے۔ بعض کتابوں میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ (علیہ السلام) نے جب بیٹے کو ذبح کرنا چاہا تو دل میں کہا پروردگار اگر یہ ذبیحہ دوسرے کے ہاتھ سے ہو جاتا تو بہتر تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ کام تمہارے ہی ہاتھوں پر ہونا ہے اس وقت فرشتوں نے عرض کیا اللہ العالین! اس ارشاد کا موجب اور سبب کیا ہے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا تاکہ میرے سوا کسی اور کی محبت خلیل (ابراہیمؑ) کے دل میں نہ رہے کیونکہ میں محبت میں کسی کا شریک ہونا پسند نہیں کرتا، حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے سے محبت کی تو اس امتحان میں مبتلا ہوئے، حضرت یعقوبؑ علیہ السلام نے حضرت یوسفؑ سے محبت کی تو یوسفؑ چالیس برس ان سے غائب رہے اور حضرت یعقوبؑ کو یوسفؑ کی جدائی کی تکلیف برداشت کرنا پڑی، ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰؐ نے حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ سے محبت فرمائی جب یہ محبت دل میں جاگزیں ہوئی تو جبریلؑ نے اگر عرض کیا کہ ان میں سے ایک کو زہر دیا جائے گا اور دوسرے کو شہید کیا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے ساتھ کوئی دوسرا محبت میں شریک نہ ہو۔

نزدیک قربانی کا دن (یوم نحر) سب دنوں سے زیادہ عظمت والا ہے، روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا قربانی کے جانور کے پاس کھڑی رہو اس لئے کہ قربانی کے جانور کی گردن سے جب خون کا پہلا قطرہ گرے گا تو اس کے عوض تمہارے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اس وقت یہ پڑھو اِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (میری نماز، عبادت، زندگی اور موت سب اللہ ہی کے لئے ہے جو ساری مخلوق کا پالنے والا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں عرض کیا: الہی! اُمّت محمدیہ میں سے قربانی کرنے والوں کو کیا ثواب ملے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کا ثواب قربانی کے جانور کے ہر بال کے عوض دس نیکیاں ہیں اس کو دس نیکیاں ہر بال کے عوض ملیں گی) اور دس گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور اس کے دس درجے بلند کئے جائیں گے، حضرت داؤد نے فرمایا کہ جب وہ قربانی کے کپڑے پہن کر چاک کرے گا تو اس کا کیا ثواب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اس بندہ کی قبر شق ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کو بھوک، پیاس اور قیامت کے ہول سے محفوظ کر کے نکالے گا۔

ۛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے داؤد! قربانی کے گوشت کے ہر پارچہ کے عوض جنت کے اندر اس کے لئے بھٹی اونٹ کے
برابر ایک پرنڈہ مخصوص ہوگا اور ہر ٹکڑے کے عوض اس کو جنت کے اندر ایک سنہ بھشتی ہوگا اور قربانی کے جسم کے ہر بال کے بدلہ
اس کو جنت میں ایک محل ملے گا اور قربانی کے سر کے ہر بال کے عوض اس کو حور ملے گی۔ اے داؤد! کیا تم کو معلوم نہیں کہ قربانیاں
ہی قیامت کے دن پل صراط سے گزرنے کے لئے سوار ہاں ہوں گی؟ یہ قربانیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں، بلاؤں کو دفع کرتی ہیں
تم قربانیوں کا حکم دو یہ مومن کا فدیہ ہیں جیسے وہ قربانی آدنبہ، اسحاق کا فدیہ تھا۔ ۷۷۷۷۷

قربانی کا جانور اچھا ہو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اچھے جانور قربانی کے کو قیامت کے دن یہ تمہاری
سواریاں ہوں گے۔ ایک روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آیت یَوْمَ نَخْشِرُ الْمُتَّقِينَ
إِلَى السَّحَابِ وَقَدْ أَتَا تِلْكَ الْوُجُوہُ اور فرمایا وہ گردہ جو اپنی قوم یا حکومت کی حمایت کی کرتا ہے اعلیٰ قسم کے اونٹوں پر
سوار ہو کر آتا ہے (پل صراط سے گزرنے کے لئے) ان کی سواریاں (اونٹیاں) بھی قربانی کے جانور ہوں گے، پھر ان کو ایسی اونٹیاں
اللہ تعالیٰ مرحمت فرمائے گا کہ ایسی کسی مخلوق نے ہمیں دیکھی ہوں گی، ان کے گجائے سونے کے اور ان کی تہا میں زمرہ کی ہونگی
یہ اونٹیاں ان کو جنت تک لیجاویں گی، اتنے قریب پہنچا دیں گی کہ وہ جا کر جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے! www.KitaboSunnat.com

ایک روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانیاں بطیب خاطر کیا کرو کیونکہ جو شخص اپنی قربانی (قربانی کے جانور سے مراد ہے) کو پکڑ کر اس کاٹخ قبلہ کی طرف کرتا ہے تو قربانی کے بال اور اس کا خون اس کے لئے قیامت کے دن کے لئے محفوظ رکھا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ جو خون مٹی پر گرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی و نگہداشت میں رہتا ہے۔ تم حضورؐ کا خرچ کرو گے جب بھی تم کو اجر زیادہ دیا جائے گا۔

۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک قربانی سنت ہے، باقی دوسرے (مجتہدین) حضرات کے نزدیک واجب ہے۔ سنت ہونے کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے قربانی کا حکم دیا گیا، لیکن تمھارے لئے وہ سنت ہے۔" ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا "تین چیزیں مجھ پر تو فرض ہیں مگر تمھارے لئے نفل ہیں۔ قربانی۔ وتر اور فجر کی دو رکعتیں" حضرت ام سلمہؓ کی روایت میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عشرہ ذالحج آجائے اور تم سے میں کوئی قربانی کرنا چاہے تو اپنے بال اور کھال کو بالکل نہ چھوئے (یعنی نہ بال منڈئے نہ کتر دے نہ فصد کھلوئے نہ پچھنے لگوئے)۔ اس حدیث میں قربانی کو ارادہ اور خواہش سے متعلق کیا ہے اور جو حکم شرعاً واجب ہوتا ہے اس کا تعلق کرنے والے کے ارادے سے نہیں ہوتا کہ جی چاہے کرے جی چاہے نہ کرے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔

قربانی کے لئے سب سے افضل اونٹ ہے پھر گائے اس کے بعد بکری۔ بھڑ جزیع سے کم نہ ہو اور دوسرا جانور قربانی کا جانور مسنہ سے کم نہ ہو۔ بھڑ چھ ماہ کی پوری ہو جائے تو جزیع کہلاتی ہے۔ بکرا (بکری) ایک سال کا ہو گا تو دو سال اور اونٹ دو سال کا یہ سب اس عمر پر پہنچ کر مسن کہلاتے ہیں۔

ایک بکری ایک شخص کے لئے اور ایک اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔
قربانی کے جانور کا رنگ قربانی کا افضل جانور سفید رنگ ہے پھر سیاہ رنگ کا۔ خود ذبح کرنا افضل ہے اگر خود اچھی طرح ذبح نہ کر سکتا ہو تو ذبح کے وقت موجود ہے۔ قربانی کا تیسرا حصہ لینے کے لئے ہے اور ایک تیسرا حصہ اعزاء احباب کے لئے اور ایک تیسرا حصہ خیرات کرنے۔ عیب دار جانور قربانی کے لئے نہیں لے، یہ عیب پانچ ہیں۔ (۱) سینک یا کان کا بیشتر حصہ کٹا ہوا ہونا (بعض اقوال میں آیا ہے کہ جس جانور کا ایک تہائی کان یا سینک ہو اس کی قربانی درست نہیں ہے)۔ (۲) منڈ (یعنی بغیر سینک کا جانور)۔ (۳) کانا (جس کا کانا ہونا نمایاں ہو یعنی ایک آنکھ اندر دھنسی ہو)۔ (۴) اتنا دبلا جس کی ہڈیوں میں ہینک بھی نہ رہی ہو۔ (۵) لنگڑا، ایسا جس کا لنگڑا پن ظاہر اور نمایاں ہو یعنی کمزوری کی وجہ سے جانوروں کے ساتھ چرنے نہ جاسکے، چر نہ سکتا ہو یا ایسا بیمار جس کی بیماری نمایاں ہو، خارجی ہو، کیونکہ خارجی گوشت کو خراب کر دیتی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مقابلہ، مدبرہ، خرقا اور شرقا کی قربانی سے بھی منع فرمایا ہے۔ مقابلہ وہ جانور جس کے کان کا اٹکا حصہ کاٹ کر لٹکا کر چھوڑ دیا گیا ہو اور مدبرہ وہ جانور جس کے کان کا پچھلا حصہ کاٹ دیا گیا ہو، خرقا وہ جانور ہے جس کے کان میں داغ لگانے کے باعث سوراخ ہو گیا ہو۔ شرقا اس جانور کو کہتے ہیں جس کو داغ لگانے سے اس کا کان پھٹ گیا ہو یہ ممانعت تحریمی نہیں ہے تزیہی ہے پس بہتر یہی ہے کہ ایسے جانور کی قربانی سے گریز کرے اگر قربانی کر دے تو جائز ہے۔

قربانی کے دن قربانی کے تین دن ہیں نماز (عید) کے بعد سے عید کا پورا دن اور اس کے بعد والے دو دن اکثر فقہاء کا یہی قول ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک چار دن ہیں عید کا دن اور اس کے بعد تشریق کے تین دن، تین دن

میں ارشاد فرمایا وَشَرُّوْكُمْ بِشَيْنٍ مِّنْهُم مَّعْدُوْدَةٌ ۚ یوسف کے بھائیوں نے یوسف کو تھوڑی قیمت گنتی کے درہموں میں بیچ ڈالا (یعنی بہت کم درہموں کے عوض)۔

بعض علما نے معذودہ کہنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ ان دنوں کا شمار ایام حج میں کیا جاتا ہے چنانچہ مزدلفہ میں قیام اور منیٰ میں کنکریاں (رمی جمار) اور دوسرے مناسک حج ابھی ایام میں ہوتے ہیں۔

زجاج کا قول ہے کہ معذودات کا اطلاق لغت میں قلیل چیز پر ہوتا ہے چونکہ یہ بھی تین دن ہیں (یعنی قلیل) اس لئے ان کو ایام معذودات کہا گیا یعنی تشریق کے تین دن اور جس ذکر کا ان ایام میں حکم دیا گیا ہے اس

سے مراد تکبیر ہے۔ نافع کی روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ایام معذودات تین دن ہیں ایک نحر کا اور دو دن اس کے بعد کے ہیں۔ ابراہیم نخعیؒ نے کہا کہ ایام معذودات (رفی الحج کے) دس دن ہیں اور ایام معلومات قربانی کے دن ہیں۔ اس آیت

میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ذکر کا حکم دیا ہے اور اس سے پہلی آیت میں "فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَاءَكُمْ" میں بھی ذکر کا حکم دیا گیا ہے اس کا کیا سبب ہے؟ اس کی وجہ جمیع مفسرین کرام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ حج سے فراغت کے

بعد عرب کعبہ کے پاس قیام کرتے اور اپنے باپ دادا کے فضائل اور خوبیاں کر کے تفاخر کرتے، کوئی کہتا کہ میرا باپ بھلا تھا کھانا کھلاتا تھا اونٹ ذبح کرتا تھا قیدیوں کو فدیہ دے کر اور دیت ادا کر کے آزاد کرتا تھا، چنیں کرتا اور چٹا کرتا، غرض

اس طرح باہم ایک دوسرے پر فخر کرتے پس اس تفاخر کے بجائے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی یاد کا حکم دیا اور فرمایا فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَاءَكُمْ اور فرمایا فَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْ اَشْيَاہِمْ مَّعْدُوْدَاتٍ! میری یاد کرو میں نے ہی تمہارے اور تمہارے

آباؤ اجداد کے ساتھ احسان کیا۔

سندی کہتے ہیں کہ اہل عرب عبادت سے فارغ ہو کر منیٰ میں جاتے ان میں سے ایک بارگاہ الہی میں سندی کی روایت دعا کرتا کہ اے اللہ میرے باپ کا پیالہ بہت بڑا تھا اس کی دہلیز بھی بہت بڑی تھی وہ بہت بڑا

دولت مند تھا، مجھے بھی اس کی طرح مالا مال فرمادے گویا اس طرح وہ اللہ کا ذکر نہیں بلکہ اپنے باپ کے فضائل بیان کرتا تھا دنیا کی لذت اور نعمت کی خواہش کرتا اس لئے یہ آیت نازل کی گئی۔

حضرت ابن عباسؓ، عطاء، ربیع اور ضحاکؓ جہم اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ مختلف توجہات

”تم خدا کو اس طرح یاد کرو جس طرح چھوٹے بچے اپنے باپوں کو یاد کرتے ہیں۔ سب سے پہلے بچہ جب بولنا اور سمجھنا شروع کرتا ہے تو صاف نہیں بولتا پھر آہ آہاں ٹھیک طرح سے بولنے لگتا ہے۔ عمر بن مالکؓ کی روایت ہے کہ ابوالجوزاءؓ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے آیت فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَاءَكُمْ کے سلسلہ میں دریافت کیا کہ کوئی دن ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی باپ کو یاد نہیں کرتا تو کیا خدا کو بھی کسی روز بھول جانا درست ہے؟

انھوں نے کہا اس کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ مطلب ہے کہ اگر اللہ کی نافرمانی کی جائے تو دیکھ کر تم کو اتنا ہی غصہ آئے جتنا غصہ تم کو اس وقت آتا ہے جب تمہارے ماں باپ کو گالی دی جائے۔

لے بچہ غیر بخاری میں جب بولنا سیکھتے ہیں تو ہر وقت آبا، آبا ہی کی رٹ لگاتے ہیں، باپ کی یاد ہی ان کے حافظہ کا حاصل ہوتی ہے ترجمہ

کرتے تھے اَشْرُقُ ثَبِيْرًا نَعِيْبًا اے کوہ ثبیر! روشن ہو جانا کہ ہم چلیں، بات یہ تھی کہ سورج کے طلوع ہونے سے قبل مشرقین
مزدلفہ سے نہیں لوٹتے تھے (جب کوہ ثبیر چمکنے لگتا تب روانہ ہوتے) اسلام نے اس رسم (جاہلیت) کو باطل کر دیا! بعض علماء کا
ارشاد ہے کہ ایام تشریق کے معنی ہیں قربانی کے گوشت کو پارچہ پارچہ کر کے خشک کرنے کے دن۔ ایام جاہلیت میں لوگ قربانی کے
گوشت کو خشک کر کے رکھ لیتے تھے چنانچہ تشریق اللحم گوشت کے پارچہ کر کے دھوپ میں سکھانا اور شرائق اللحم گوشت کے سوکھے
پارچوں کو کہا جاتا ہے۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ تشریق کے معنی ہیں عید کی نماز۔ لفظ تشریق شروق الشمس سے مشتق ہے یعنی سورج کا روشن
ہونا چونکہ عید کی نماز کا وقت طلوع خورشید کے بعد ہی شروع ہوتا ہے۔ اسی اعتبار سے عید گاہ کو مشرق کہتے ہیں کہ سورج طلوع
ہونے کے بعد لوگ وہاں پہنچتے ہیں اسی وجہ سے یوم عید کو یوم تشریق کہا جاتا ہے۔ پھر عید کے باقی دو دنوں کو ایام تشریق سے
موسوم کر دیا گیا۔

حضرت ذوالنون مصریؒ سے دریافت کیا گیا کہ موقوف کا نام مشعر کیوں رکھا گیا، اس کو حرم
کیوں نہیں کہا گیا فرمایا کعبہ اللہ کا گھر ہے اور حرم اس کا پردہ ہے مشعر اس کا دروازہ ہے، جب
مہمان یعنی حاجی خانہ خدا کا قصد کرتے ہیں تو اللہ ان کو پہلے دروازے پر کھڑا دیتا ہے تاکہ وہ
درگاہ الہی پر عاجزی کرے، پھر دوسرے پرے پر آتا ہے جسے مزدلفہ کہتے ہیں وہاں حاجی کھڑا ہوتا ہے عاجزی کرتا ہے جب
اس کی عاجزی اور نزاری قبول ہو جاتی ہے تو اسے قربانی کا حکم دیا جاتا ہے قربانی کرنے سے وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے پھر
طہارت کر کے خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ ایام تشریق میں روزہ رکھنا کیوں مکروہ
ہے جواب میں فرمایا اس لئے کہ لوگ (حاجی) اللہ کے مہمان ہیں اس کی ملاقات کو آئے ہیں اور میزبان کے یہاں مہمان کو روزہ
رکھنا مناسب نہیں ہے۔ پھر دریافت کیا گیا کہ کعبہ کے پرے پرے پر لگنے کی کیا وجہ ہے؟ انھوں نے فرمایا اس کی مثال ایسی ہے
جیسے ایک بندہ اپنے مالک کا گنہگار ہے اور اس کا کوئی سفارشی ہے تو وہ مجرم بندہ اپنے سفارشی کا دامن پکڑ لیتا ہے اور
گریہ وزاری کر کے معافی کی درخواست کرتا ہے۔

تکبیرات

حضرت نافعؓ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ایام تشریق میں منی کے اندہ
نمازوں کے بعد مجلس میں بستر پر خیمہ میں اور راستہ میں ہر جگہ تکبیر پڑھتے تھے ان دونوں حضرات کی
تشریق کی تعداد تقلید میں اور لوگ بھی تکبیر پڑھتے اور اس آیت کا رِکْزُ اللہ فی آیاتہ متعدّدات (یہی مطلب مفہوم سمجھتے
تھے) تکبیر کے سنت ہونے پر سب (اکابرین اُمت) کا اتفاق ہے۔ اختلاف ہے تو اس کی تعداد میں ہے۔

حضرت مصنف رضی اللہ عنہ نے اولاً اوقات تکبیر کا اختلاف بیان فرمایا ہے اس نے بعد تعداد کا اختلاف ظاہر فرمایا ہے

Imp

طرح تبکیر کہے بلکہ عید الفطر کی رات میں تبکیر کہنے کی زیادہ تاکید آئی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلْتَكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُم ۖ اَوْرَاجَیْے کہ تم ماہ رمضان کی گنتی پوری کر لو اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جس نے تم کو ہدایت بخشی عید الفطر کی تبکیر کا آغاز شب فطر کی مغرب سے ہوتا ہے اور عید کے دن جب امام دونوں خطبوں سے فارغ ہو جائے

اس وقت تک تبکیر کا حکم رہتا ہے پھر یہ حکم ختم ہو جاتا ہے۔ ۷۷۷۷۷

امام اعظم ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ عید الفطر میں تبکیر مستنون نہیں ہے، امام مالکؒ کا قول ہے کہ عید الفطر کے دن میں تبکیر پڑھے رات میں نہ پڑھے اور تبکیر پڑھنے کا وقت عید گاہ پہنچنے تک ہے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ شب عید کی مغرب سے تبکیر شروع اور جب امام عید کے دونوں خطبے ختم کر دے تو تبکیر کہنا بھی ختم کر دے امام شافعیؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تبکیر شب عید کی مغرب سے شروع کرے اس وقت ختم کر دے جب امام عید گاہ میں پہنچ جائے۔ ایک قول میں انتہائی وقت نماز عید کے آغاز کو قرار دیا گیا ہے اور دوسرے قول میں نماز عید سے فارغ ہونے کے وقت تبکیر کا آخری وقت ہے۔

Sup Sup Sup

روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کا ثواب لکھ دیتا ہے، جس نے عاشورہ کے دن کسی مسلمان کا روزہ روزہ کھلادیا گویا اس نے تمام امت محمدیہ کا روزہ کھلوا دیا اور سب کے پیٹ بھر دے دیئے، جس نے عاشورہ کے دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو یتیم کے سر کے ہر بال کے عوض جنت میں اس کا مرتبہ بلند کیا جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے عاشورہ کے روزہ کے ساتھ ہم کو بڑی فضیلت عطا فرمائی! حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے کیونکہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے عرش و کرسی، ستاروں اور پہاڑوں کو پیدا فرمایا، لوح و قلم عاشورہ کے دن پیدا کئے، جبریل اور دوسرے ملائکہ کو عاشورہ کے دن پیدا کیا۔ حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کو عاشورہ کے دن پیدا فرمایا، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو آتش نمرود سے عاشورہ کے دن نجات بخشی، ان کے فرزند کا فدیہ عاشورہ کے دن دیا، فرعون کو عاشورہ کے دن غرق کیا، حضرت ادریسؑ کو عاشورہ کے دن آسمان پر اٹھایا۔ حضرت ایوبؑ کے دکھ درد کو عاشورہ کے دن دور کیا۔ حضرت عیسیٰؑ کو عاشورہ کے دن اٹھایا۔ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بھی عاشورہ کے دن ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تو بچہ ہی اسی دن قبول ہوئی۔ حضرت داؤد کا گناہ اسی دن بخشا گیا، حضرت سلیمان کو جن و انس پر حکومت اسی دن عطا ہوئی، خود باری تعالیٰ عاشورہ کے دن عرش پر متمکن ہوا۔ قیامت عاشورہ کے دن ہوگی۔ آسمان سے سب سے پہلی بارش عاشورہ کے دن ہوئی، جس دن آسمان سے پہلی مرتبہ رحمت نازل ہوئی وہ عاشورہ کا دن تھا، جس نے عاشورہ کے دن غسل کیا وہ مرض الموت کے سوا کسی بیماری میں مبتلا نہیں ہوگا، جس نے عاشورہ کے دن پتھر کا سہرہ آنکھ میں لگایا تمام سال اس کو آشوب چشم نہیں ہوگا جس نے اس دن کسی کی عبادت کی گویا اس نے تمام اولادِ آدمؑ کی عبادت کی، جس نے عاشورہ کے دن کسی کو ایک گھونٹ پانی پلایا اس نے گویا ایک لمحہ کو اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔

جس نے عاشورہ کے دن چار رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ ہر رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور پچاس بار سورہ اخلاص پڑھی، اللہ تعالیٰ نے اس کے پچاس برس گزشتہ کے اور پچاس برس آنندہ کے گناہ معاف فرمائے، ملا اعلیٰ میں اس کے لئے نور کے ہزار محل تعمیر کرائے گا۔ ایک اور حدیث میں چار رکعتیں دو سلاموں کے ساتھ مذکور ہیں، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ، سورہ نزال، سورہ کافرون اور سورہ اخلاص ایک ایک دفعہ اور نماز سے فراغت کے بعد ستر بار درود شریف پڑھنا مذکور ہے۔ (یہ روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے)۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت!

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت یہ بھی آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل پر سال میں ایک دن یعنی عاشورہ کے دن روزہ فرض کیا گیا تھا، تم بھی اس دن روزہ رکھو اور اپنے گھر والوں کے خرچ میں اس روز فراخی روا رکھو جس نے اس روز اپنے گھر والوں کے خرچ میں وسعت پیدا کی اللہ تعالیٰ اس کو پورے سال آسودگی و کثرت عطا فرماتا ہے جس نے اس دن روزہ رکھا تو وہ روزہ اس کے چالیس سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ جو شخص شبِ عاشورہ میں ات بھر عبادت میں مشغول رہے اور صبح کو وہ روزہ سے ہو تو اس کو اس طرح موت آئے گی کہ اس کو مرنے کا احساس بھی نہ ہوگا۔

۷۷۷۷۷

ہے، اکثر علماء کا قول ہے کہ چونکہ یہ محرم کا دوسرا دن ہوتا ہے اس لئے اس کو عاشورہ کہا گیا، بعض کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بزرگیاں دنوں کے اعتبار سے اُمت محمدیہ کو عطا فرمائی ہیں اس میں یہ دن دسویں بزرگی ہے اسی مناسبت سے اس کو عاشورہ کہتے ہیں۔ پہلی بزرگی تو رجب کی ہے وہ اللہ کا ماہِ رحم ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ بزرگی صرف اس اُمت کو عطا کی ہے عطا کی ہے کہ باقی مہینوں پر رجب کی فضیلت ایسی ہی ہے جیسی اُمت محمدیہ کی فضیلت دوسری امتوں پر۔ ۱۲ ماہ شعبان کی بزرگی ہے، ماہ شعبان کی فضیلت باقی مہینوں پر ایسی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت دوسرے انبیاء علیہم السلام پر۔ ۱۳ تیسرا ماہ رمضان ہے اس کی فضیلت باقی مہینوں پر ایسی ہے جیسے اللہ کی فضیلت مخلوق پر ہے۔ ۱۴ چوتھی فضیلت شبِ قدر کی ہے یہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ ۱۵ پانچواں دن عید الفطر کا ہے یہ روزوں کی جزا ملنے کا دن ہے۔ ۱۶ عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی یاد کے دن ہیں۔ ۱۷ ساتویں فضیلت کا دن عرفہ کا دن ہے، اس دن کا روزہ رکھنے سے دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ ۱۸ آٹھواں دن نحر (قریانی) کا دن ہے۔ ۱۹ نوواں دن جمعہ کا دن ہے یہ دن سید الایام ہے۔ ۲۰ دسواں دن عاشورہ کا دن ہے، اس دن روزہ رکھنے سے ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ادا ہو جاتا ہے۔ ان تمام دنوں کی ایک خاص عزت اس کے وقت پر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو عطا فرمائی ہے تاکہ وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے اور اُمت کو خطاؤں سے پاک کر حاصل ہو جائے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یوم عاشورہ کی وجہ تسمیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس روز دس پیغمبروں پر ایک ایک عنایت خاص فرمائی (کل دس عنایتیں ہوئیں)۔ (۱) اس روز حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔ (۲) حضرت ادریس علیہ السلام کو مقام رفیع پر بٹھایا۔ (۳) حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اسی روز کوہِ جودی پر ٹھہری۔ (۴) اسی روز حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی روز اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا خلیل بنایا، اسی دن مُردہ کی آگ سے ان کو بچایا۔ (۵) اسی روز حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی اور اسی روز حضرت سلیمان کو (چھٹی ہوئی) سلطنت واپس ملی۔ (۶) اسی روز حضرت ایوب علیہ السلام کا ابتلا (دکھ درد) ختم ہوا۔ (۷) اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (روہیل میں) غرق ہونے سے بچایا اور فرعون کو غرق کر دیا۔ (۸) اسی روز حضرت یونس علیہ السلام کو گھیل کے پیٹ سے رہائی ملی۔ (۹) اسی روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا۔ (۱۰) اسی دن سرور کائنات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی۔

محرم کی کس تاریخ کو

عاشورہ سمجھنا چاہیے!

عاشورہ کا دن محرم کی کس تاریخ کو ہوتا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے اکثر علماء کا قول ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا، کہ محرم کی دسویں تاریخ کو یوم عاشورہ کہتے ہیں۔ بعض علماء نے کیا دسویں تاریخ کو عاشورہ کہا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جو قول منقول ہے اس میں نویں تاریخ محرم کو عاشورہ ہونے کا ذکر ہے۔ حکیم ابنِ اعرج نے حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا کہ عاشورہ کا روزہ کس تاریخ کو رکھنا چاہئے آپ نے فرمایا جب محرم

عاشورہ کے روزے پر طعن

کرنے والے غلطی پر ہیں

بعض لوگ عاشورہ کا روزہ رکھنے والوں پر طعن کرتے ہیں اور ان گدیشوں اور روایتوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں جو یوم عاشورہ کی تعظیم کے سلسلہ میں بیان کی گئی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس روز روزہ رکھنا جائز نہیں کیونکہ اس روز حضرت حسینؑ شہید کئے گئے تھے، آپؑ کی شہادت پر ہمہ گیر رنج و ملال ہونا چاہیے لیکن روزہ رکھ کر خوشی اور مسرت کا دن قرار دے لیا جاتا ہے اور اس دن بال بچوں کے مصارف میں فرحتی پیدا کر کے خوشی منائی جاتی ہے، فقیروں، محتاجوں اور غریبوں کو خیرات دی جاتی ہے۔ تمام اہل اسلام پر امام حسینؑ کا جو حق ہے اس کا یہ تقاضا نہیں ہے۔

یہ اعتراض کرنے والا غلطی پر ہے اس کا مسلک غلط اور فاسد ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محترم کے فرزند کی شہادت کے لئے ایسے دن کا انتخاب فرمایا جو قدر و بزرگی، عظمت و جلالت میں سب لوگوں سے افضل و برتر تھا تا کہ ان کو ذاتی بزرگی کے ساتھ مزید بزرگی اور علو مرتبت حاصل ہوا اور شہید ہوئے، خلفائے راشدین کے مراتب پر پہنچا دیئے گئے۔ اگر آپؑ کی شہادت کے دن کو مصیبت کا دن بنالیا جائے تو اس صورت میں دو شبہ کا دن تو سب سے زیادہ مصیبت کا دن ٹھہرتا ہے کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی روز وفات پائی ہشام بن عروہ سے منقول ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے دریافت کیا تھا کہ رسول اللہؐ کی وفات کس روز ہوئی تھی میں نے جواب دیا پیر کے روز انھوں نے فرمایا مجھے امید ہے کہ میں بھی اسی روز مروں گا، چنانچہ آپؐ کی وفات بھی پیر کے دن ہوئی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات تو دوسروں کی وفات سے بہت عظیم ہے مگر سب لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ پیر کا دن بزرگ ہے، اس دن روزہ رکھنا افضل ہے، پیر اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں پس عاشورہ کے دن کو بھی اسی طرح مصیبت کا دن نہیں بنانا چاہئے اس کو یوم مسرت و انبساط بنانے سے یوم مصیبت بنانا کسی طرح بھی ادنیٰ اور انسب نہیں ہے، ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس دن تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو دشمنوں سے نجات عطا کی اور ان کے بدخواہوں کو ہلاک کر دیا، آسمان و زمین کو پیدا کیا اور عظمت بزرگی رکھنے والی تمام چیزیں اسی روز بنائیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اس روز کا روزہ رکھنے والے کے لئے ثواب عظیم مقرر فرمایا، اس دن کے روزوں کو گناہوں کا کفارہ بنایا اور تمام برائیوں سے نجات کا وسیلہ بنایا، ان خوبیوں اور نعمتوں کے باعث یوم عاشورہ بھی عیدین، جمعہ اور عرفہ کی طرح متبرک دن ہے اب اگر ایسے دن کو یوم مصائب قرار دینا جائز ہوتا تو صحابہ کرام اور تابعین (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ایسا ضرور کرتے وہ بمقابلہ ہمارے، حضرت امام حسینؑ سے زیادہ قرب اور تعلق رکھتے تھے۔

حدیث شریف میں اس روز اہل و عیال کے نفقہ میں زیادہ وسعت و فراخی اور روزہ رکھنے کی بھی ترغیب دی گئی ہے

ان کی حالت ایسی ہے جیسے گدھا بڑے بڑے دفتر اٹھائے ہوئے (یعنی بے عمل)۔ اور ان کے تیسرے دعوے الیوم سبت پر تقاضا کی تردید میں فرمادیا **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ** اور اس کے بعد ارشاد فرمایا: **وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا فَلْيُوْثِرُوا بِهَا آلَهُمَ الْاُولَىٰ** اگر ان کو کوئی تجارت یا کھیل کی بات نظر آجاتی ہے تو اس کی طرف بڑھ جاتے ہیں۔ (پھیل جاتے ہیں) صورت واقعہ یہ ہوئی کہ مدینہ کو کوئی قافلہ (تجارت) آتا تو لوگ تالیاں اور نقایہ بجا کر اس کا استقبال کرتے اور لوگ اس قافلہ کو دیکھنے کے لئے مسجد سے نکل کر باہر چلے جاتے، جب ایک روز قافلہ آہی پہنچا تو بہت سے لوگ مسجد سے نکل گئے صرف ۱۲ مرد اور ایک خاتون مسجد میں رہ گئیں، اس کے بعد ایک قافلہ اور آیا جب بھی یہی صورت ہوئی کہ سب لوگ سولے بارہ مرد اور ایک خاتون کے مسجد سے باہر آ گئے اس کے بعد دحیہ بن حلیفہ کلبی اسلام لانے سے قبل شام سے کچھ سامان تجارت لے کر مدینہ منورہ آیا اس کے پاس طرح کا سامان تجارت تھا، اس کے استقبال کے لئے مدینہ والے تالیاں بجاتے اور نقارہ پیٹتے باہر نکلے، اتفاقاً مدینہ میں اس کی آمد جمعہ کے دن ایسے وقت ہوئی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے لوگ (اس کی آمد کا) غوغاشن کر خطبہ چھوڑ کر اس کی طرف چلے گئے۔ اس وقت حضور نے فرمایا دیکھو مسجد میں کتنے آدمی ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا بارہ مرد اور ایک عورت، حضور نے فرمایا اگر یہ بھی نہ ہوتے تو ان سب کی ہلاکت کے لئے پتھروں پر نشان لگا دیے جاتے (آسمان سے پتھر برستے اور جس پتھر پر جس کا نام ہوتا وہی پتھر اس فرد کو ہلاک کرتا یعنی سب سب پتھروں سے ہلاک کر دیئے جاتے)۔ اس آیت میں نقارہ بجانے اور تالیاں پیٹنے کو لہو سے تعبیر فرمایا ہے اور تجارتی مال مراد ہے جو دحیہ لیکر آیا تھا، جو لوگ مسجد میں ٹھہرے رہے تھے ان میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے۔

روز جمعہ کے فضائل

احادیث نبوی میں

علاء بن عبد الرحمن نے بالاسناد حضرت ابو ہریرہ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، روز جمعہ سے زیادہ بندگی اور عبادت والے دن میں نہ سورج طلوع ہوا اور نہ غروب ہوا (یعنی روز جمعہ عبادت و بندگی کے لئے ہر دن سے افضل و برتر ہے)۔

زمین پر چلنے والا ہر جانور (سوائے جن والیں) کے روز جمعہ سے ڈرتا ہے (کیونکہ قیامت جمعہ کے دن ہوگی)۔ جمعہ کے دن مسجد کے ہر دروازے پر دو فرشتے آنے والے لوگوں کو ترتیب از درج کرتے ہیں، اول نمبر پر ایسا شخص ہوتا ہے جیسے اونٹ قربانی کرنے والا دوسرے نمبر پر گائے کی قربانی کرنے والا اور تیسرے نمبر پر ایسا شخص جس نے بکری کی قربانی کی ہو پھر ایسا جیسے کسی نے مٹی اللہ کی دی ہے پھر ایسا جیسے کسی نے انڈا پیش کیا ہو، جب امام خطبہ پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ کاغذ پیٹ دیا جاتا ہے حضرت ابوسلمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب

کے دادانے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”جمعہ کے روز مسجدوں کے دروازوں پر ملائکہ کھڑے ہوتے ہیں اور وہ آنے والے لوگوں کو کہتے رہتے ہیں یہاں تک کہ امام برآمد ہو جاتا ہے اس وقت وہ کاغذ طے کر لیتے ہیں اور قلم اٹھا لے جاتے ہیں ملائکہ آپس میں کہتے ہیں کہ فلاں شخص کس وجہ سے نہیں آیا اور فلاں شخص کیوں نہیں آیا الہی اگر وہ بیمار ہے تو اس کو شفا دے اور اگر وہ راستہ بھول گیا ہو تو اس کو راستہ بتا دے اگر وہ مسافر ہے تو اس کی مدد فرما۔“

جمعہ کے دن جماعت کے قلم لے کر ان لوگوں کے نام لکھتے ہیں جو جمعہ کی رات یا دن میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کئے ہیں شیخ ابونصر نے اپنے والد کے حوالہ سے ابو الزبیر حضرت جابر بن عبد اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز فرض ہے البتہ بیمار، مسافر، عورت، بچہ اور غلام اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

تجارت اور لہو و لعب میں مشغول رہنے والا جو شخص کھیل کود اور تجارت میں مشغولیت کے باعث جمعہ کی نماز سے بے پرواہ ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے بے پرواہ ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، ابو الجہر حمزہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جس نے حقیر (معمولی بات) سمجھ کر تین جمعہ ترک کر دیئے، اللہ اس کے دل پر مہر کر دیتا ہے۔ شیخ ابونصر نے بالا سناد روایت کی کہ حضرت جابر نے فرمایا کہ میں نے خود سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اور فرما رہے تھے! لوگو! مرنے سے پہلے اللہ سے توبہ کر لو اور رکاوٹ پیدا ہونے سے پہلے نیک اعمال کرنے میں عجلت کرو اور ذکر الہی کی کثرت سے تمھارے اور خدا کے درمیان جو رشتہ ہے اس کو جوڑو، چھپا کر اور کھلم کھلا خیر نہ کرو تم کو اجر بھی ملے گا اور تمھاری تعریف بھی کی جائے گی، تمھارا رزق بھی زیادہ ہوگا، جان لو! کہ اللہ نے جمعہ کی نماز تم پر اس مہینہ میں اس جگہ اس سال اب قیامت تک کے لئے قطعی فرض کر دی ہے جس شخص کو موقع ملے وہ ضرور پڑھے۔ میری حیات میں یا میرے بعد جو شخص انکار کرے یا معمولی بات سمجھ کر جمعہ کی نماز کو ایسی حالت میں ترک کرے کہ اس کے لئے کوئی خلیفہ یا نائب خلیفہ موجود ہو خواہ وہ امام عادل ہو یا فاسق تو اللہ اس کی پریشانی دوزخ فرمائے اور نہ اس کے کام میں برکت دے!۔

خوب سن لو کہ ایسے شخص کی نہ نماز ہے نہ وضو ہے نہ زکوٰۃ ہے نہ حج ہے۔ غور سے سنو! ایسے آدمی کو کوئی برکت نصیب نہیں ہوگی جب تک وہ توبہ نہ کرے، اگر وہ توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ قبول کرے گا۔

عورت مرد کی، دیہاتی ہاجر کی، فاسق (صالح) مومن کی امامت نہ کرے تا وقتیکہ اسے کسی جابر و ظالم بادشاہ کی تلوار یا

کوڑے کا ڈرنہ ہو۔

جمعہ کے دن کی ہیئت ابونصر نے اپنے والد سے بالا سناد حضرت ابوموسیٰ اشعری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام دنوں کو ان کی ہیئت پر محسوس و مبعوث فرمائے گا لیکن جمعہ کو روشن اور نمایاں ہیئت پر اٹھائے گا، اہل جمعہ (جمعہ کے نمازی) اس کے ارد گرد جلو میں اس طرح جا رہے ہوں گے جیسے دہلیز کو چھوٹ میں شوہر کے پاس لیجاتے ہیں۔ جمہو ایسا روشن ہوگا کہ اس کی روشنی میں لوگ چلیں گے جلو میں

کی آگ تیز کی جاتی ہے تم اس ساعت میں نماز نہ پڑھو۔ ہاں جمعہ کا دن سراسر نماز ہی ہے (اس کا ہر لحظہ و لمحہ نماز ہے) اس روز جہنم کی آگ تیز نہیں ہوتی۔

حضرت ابوصالحؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن غسل کر کے جو شخص پہلی گھڑی ہی میں مسجد میں گیا یعنی اول وقت اس نے (از روئے ثواب) گویا اونٹ کی قربانی کی اور جو دوسری ساعت میں گیا اس نے گویا گائے قربان کی اور جو تیسری ساعت میں گیا اس نے گویا سینکڑوں والے مینڈھے کی قربانی کی اور جو چوتھی ساعت میں گیا گویا اس نے مرغی اللہ کی راہ میں دی اور جو پانچویں ساعت میں گیا اس نے گویا ایک اندا خیرات کرنے کا ثواب حاصل کیا۔ اس کے بعد حبیب امام برآمد ہو جاتا ہے تو فرشتے خطبہ سننے کے لئے اٹھ جاتے ہیں اناموں کا اندراج ختم ہو جاتا ہے۔

پہلی ساعت صبح کی نماز کے بعد ہوتی ہے، دوسری سورج کچھ بلند ہونے، تیسری ساعت دھوپ پھیل جانے پر یعنی چاشت کے وقت رجب سورج کی گرمی سے ریت اس قدر گرم ہو جاتی ہے کہ پیر جلنے لگتے ہیں، چوتھی ساعت زوال سے پہلے شروع ہوتی ہے اور پانچویں ساعت سورج کے زوال (ختم یا ٹھیک زوال کے وقت) سے شروع ہوتی ہے۔ حضرت نافعؒ کی روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص جمعہ کو غسل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں سے پاک و صاف کر دیتا ہے پھر اسے کہا جاتا ہے کہ (آئندہ کے لئے) از سر نو عمل شروع کر اپچھلے گناہ تو معاف ہو گئے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ جس نے دوسرے کو نہلایا اور خود بھی نہلایا اور اول وقت ہی مسجد میں آگیا، امام کے قریب بیٹھا اور کوئی لغو حرکت نہیں کی تو اس کے لئے ہر قدم پر ایک سال کے دن کے روزے اور ان کی نمازیں لکھی جاتی ہیں۔ ہر جمعہ کو بیوی سے قربت کرنا علماء کے نزدیک مستحب ہے۔ سلف صالحین میں بعض حضرات اس حدیث کے تتبع میں ایسا ہی عمل کرتے تھے، بعض علماء نے اس کے معنی یہ کہے ہیں کہ جس نے اپنا سر دھویا یا اپنا باقی جسم دھویا یعنی نہلایا

حضرت حسن بصریؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ابوہریرہؓ ہر جمعہ کے دن غسل کیا کرو خواہ پانی (بوجہ گرانی) تم کو اپنی اس روز کی خوراک کے عوض ہی کیوں نہ خریدنا پڑے، اکثر فقہانے غسل جمعہ کو مستحب قرار دیا ہے۔ داؤد کے نزدیک واجب ہے، جمعہ کی نماز پڑھنے والے کے لئے غسل جمعہ کو ترک کرنا مناسب نہیں ہے۔

غسل جمعہ کا وقت صبح صادق کے طلوع کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ زیادہ مناسب اور اولیٰ یہ ہے کہ غسل سے فراغت کے فوراً بعد مسجد کو روانہ ہو جائے تاکہ حدیث شریف کا اتباع ہو جائے اور جمعہ کی نماز تک طہارت ٹوٹنے سے خود کو محفوظ رکھنا چاہیے۔ غسل سے مقصود خدمت مولا سمجھئے (یعنی جمعہ کی نماز کی ادائیگی)۔ اگر ایک شخص جنابت کی حالت میں صبح کو اٹھا اور اس نے جنابت دور کرنے اور جمعہ کی نماز ادا کرنے کی نیت سے وضو

لہ اپنی بیوی سے قربت کی اور اس کے غسل کرنے کا باعث ہوا یعنی نہلایا جماع سے کنایہ ہے۔

۷۷۷۷۷

حضرت ابو ذرؓ سے مروی حدیث میں ہے کہ حضور مجلس العلم افضل من صلاة الف رکعة، علم کی مجلس میں حاضر ہونا ہزار رکعت نماز نفل سے بہتر ہے۔

لوگوں کو پھلانگنا
جب نمازی مسجد میں پہنچے تو لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے یعنی پیچھے سے آگے پہنچنے کی کوشش میں صفوں کو درہم برہم کرنا ہوا آگے نہ نکلے ہاں اگر امام یا مؤذن ہے تو مضائقہ نہیں: (اس کے لئے منع نہیں ہے) ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک شخص کو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگ رہا ہے، حضور نے اس سے فرمایا اے شخص تجھے ہمارے ساتھ جمعہ پڑھنے سے کس چیز نے روک دیا، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا، حضور نے فرمایا میں نے تو یہ دیکھا کہ تو آخر میں تو آیا اور لوگوں کو دکھ دیا (لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے بڑھا)۔ ایک اور حدیث کے الفاظ اس طرح سے ہیں کہ حضور نے فرمایا: لو نے آج جمعہ کیوں نہیں پڑھا؟ اس شخص نے عرض کیا یا نبی اللہ میں نے جمعہ کی نماز پڑھی تھی، حضور نے فرمایا کیا میں نے تجھے لوگوں کی گردنوں سے پھلانگتے نہیں دیکھا؟ یعنی تو لوگوں کی گردنیں پھلانگ رہا تھا، یاد رکھو کہ جس نے ایسا عمل کیا اس کی بیٹیہ قیامت کے دن دوزخ کا پل بنائی جائے گی لوگ اس کے اوپر سے گزریں گے اور اس کو پاال کریں گے۔

نمازی کے سامنے سے گزرنے کی ممانعت
خبردار! نمازی کے آگے سے نہ گزرنا، حدیث شریف میں آیا ہے کہ چالیس سال تک ایک جگہ پر بیٹھ رہنا نمازی کے سامنے سے گزرنے والوں کے لئے بہتر ہے: ایک دوسری حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے والا اگر خاک ہو جائے کہ اس کو ہوا میں اڑا دیں تب بھی یہ بہتر ہوگا بمقابلہ اس کے کہ نمازی کے سامنے سے گزرے، کسی نمازی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود بیٹھے، کیونکہ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر اس کی جگہ خود بیٹھے، حضرت ابن عمرؓ کے لئے اگر کوئی اپنی جگہ چھوڑ کر کھڑا ہو جاتا تو آپ اس جگہ پر نہیں بیٹھتے تھے بلکہ وہ خود ہی واپس آکر اپنی جگہ پر بیٹھ جاتا تھا۔

امام احمدؒ سے دریافت کیا گیا، اگر کسی کے سامنے جگہ خالی ہو تو ایسی صورت میں کیا لوگوں کو پھلانگ کر اس جگہ پر بیٹھ جانا جائز ہے؟ اس کے جواب میں امام احمدؒ نے فرمایا اپنے ساتھی کو اس جگہ پر بڑھائے اور خود اس کی جگہ پر بیٹھ جائے تو بہتر ہے اگر کوئی اپنے لئے کپڑا وغیرہ بچھا کر چلا جائے (جگہ کو اپنے لئے مخصوص کرے) تو دوسرے کے لئے جائز ہے کہ اسے ہٹا کر بیٹھ جائے۔ امام کے قریب بیٹھنے میں زیادہ ثواب ہے، جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو خاموشی سے سنے باتیں نہ کرے اگر ایسا کرے گا تو گنہگار ہوگا خطبہ شروع ہونے سے پہلے اور خطبہ ہونے کے بعد کلام کرنا حرام نہیں ہے۔

روز جمعہ کی مزید خصوصیات
شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد حضرت امام مالکؒ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبریلؑ سفید پر ماتھے میں لئے ہوئے تشریف لائے، اس پر میں ایک سیاہ نقطہ تھا! میں نے دریافت کیا کہ ماتھے میں کیا ہے؟ جبریلؑ نے کہا یہ جمعہ کا دن ہے جس میں آپ سب کے لئے خیر کثیر ہے، میں نے پوچھا یہ سیاہ نقطہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یہ قیامت ہے جو جمعہ کے دن قائم ہوگی۔ جمعہ سفید الايام ہے، ہم ملا اعلیٰ (عالم ملکوت) میں اس کو یوم الزیادہ کہتے ہیں: میں نے کہا یوم الزیادہ کہنے کی کیا وجہ ہے؟ جبریلؑ نے کہا جنت میں اللہ تعالیٰ نے ایک فادی بنائی ہے جس کی خوشبو سفید مشک

Phup

بالاسناد حضرت ابو ہریرہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں طور پر گیا وہاں میری ملاقات کعبۃ الجبار سے ہوئی
میں نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کیں، ہمارا ان کا کسی چیز میں اختلاف نہیں ہوا یہاں تک کہ میں
نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی ہے کہ ٹھیک اس وقت اگر کوئی
مومن نماز پڑھتا ہے اور اللہ سے ایسی چیز کی دعا مانگتا ہے جس میں خیر ہو تو اللہ اس کو مرحمت فرما دیتا ہے۔ کعب نے کہا
کیا ہر سال میں ایک ساعت آتی ہے؟ میں نے کہا نہیں بلکہ ہر جمعہ کے دن، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا ہے یہ سن کر کعب
کچھ دھڑکنے لگا اور پھر بیٹھ آئے اور بولے آپ نے سچ کہا خدا کی قسم ایسی ساعت ہر جمعہ میں ہے! جب کہ یہ رسول اللہ نے
فرمایا ہے۔ جمعہ سیدالایام ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر دن سے زیادہ پسند ہے، اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اسی
دن کو جنت میں داخل کیا گیا اور اسی دن وہ جنت سے زمین پر اتارے گئے، اسی دن قیامت قائم ہوگی، جن دالین کے سوا زمین
پر چلنے والا ہر جانور کاں لگائے اس دن کا منتظر ہے جو جمعہ کے دن واقع ہوگی۔

میں واپس آکر عبداللہ بن سلام سے بلا اور ان سے وہ گفتگو بیان کی جو کعب سے اور مجھ سے ہوئی تھی، حضرت
عبداللہ نے کہا کعب نے سال کی بات غلط کہی تھی۔ تو رات میں بھی وہی ہے جو رسول نے فرمایا تھا، میں نے کہا کعب نے اپنے پہلے
قول سے (سال والی بات سے) رجوع کر لیا تھا۔

عبداللہ بن سلام نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ جمعہ کے دن وہ ساعت کونسی ہے! میں نے کہا بتائیے وہ ساعت کونسی ہے
انھوں نے فرمایا جمعہ کے دن کی آخری ساعت! میں نے کہا یہ کس طرح ممکن ہے کہ ٹھیک اس ساعت میں کوئی مومن نماز پڑھے
(جب کہ آخری ساعت نماز کا وقت نہیں ہے) انھوں نے فرمایا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ جو
فرض نماز کا انتظار کرتا ہے وہ گویا نماز ہی میں ہوتا ہے، میں نے کہا جی ہاں میں نے یہ ارشاد سنا ہے انھوں نے فرمایا
بس اس کا یہی مطلب ہے۔

ایک اور روایت میں محمد بن سیرین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی ہے کہ کوئی مومن اللہ تعالیٰ سے خیر کی دعا کرے تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے پھر اپنے
انجلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ ساعت بہت مختصر ہوتی ہے۔ بعض بزرگان ملت نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس
بندوں کے اس مقررہ رزق کے علاوہ ایک رزق کا فضل اور ہے جس سے سوائے اس شخص کے جو جمعرات کی شام یا جمعہ کے
دن سوال کرے کسی اور کو کچھ نہیں دیا جاتا۔

شیخ ابو نصر نے اپنے والد سے بالاسناد روایت کی ہے کہ ترجمان سے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے کہ ٹھیک اس وقت اگر بندہ اللہ تعالیٰ سے خیر کا
طالب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور عطا فرماتا ہے، میں نے عرض کیا کہ وہ کونسی ساعت ہے؟ حضور نے فرمایا جب نصف
سورج غروب کی طرف ٹھکانا ہے۔

مرحوم کا بیان ہے کہ (اس ارشاد والا کے پیش نظر) جب جمعہ کا دن ہوتا تو حضرت فاطمہ اپنے غلام زید کو حکم دیتی تھیں
کہ

کہ وہ ایک بلند مقام پر چڑھ کر یہ دیکھتا رہے اور جب نصف سورج غروب کی طرف جھک جائے تو ان کو آگاہ کر دے، چنانچہ زید ایسا ہی کیا کرتا تھا، جس وقت زید آپ کو خبر کرتا آپ فوراً اٹھ کر مسجد میں تشریف لے جاتیں اور جب سورج غروب ہو جاتا تو نماز ادا فرماتیں کثیر بن عبد اللہ نے اپنے والد کا اور انھوں نے اپنے دادا کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہوتی ہے کہ اس وقت بندہ اللہ سے جو کچھ مانگتا ہے اللہ اس کا سوال ضرور پورا کر دیتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ کنسی گھڑی ہے؟ حضور نے فرمایا اقامت صلوٰۃ سے ختم نماز تک، کثیر بن عبد اللہ نے کہا کہ جمعہ سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد جمعہ کی نماز سے ہے۔

شیخ ابو نصر نے اپنے والد سے بالاسناد بیان کیا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے تھے کہ یہ دعا رسول اللہ پر نازل ہوئی حضور نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کی مقررہ ساعت میں مشرق سے مغرب تک کسی چیز کے لئے بھی اگر دعا کی جائے گی تو ضرور قبول ہوگی۔ وہ دعا یہ ہے:- سُبْحَانَكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ يَا حَنَّانُ يَا بَدِيعَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔ اے عظیم بخشنے والے، اے احسان کرنے والے، اے آسمان زمین کے پیدا کرنے والے، اے صاحب جلال و اکرام! تو پاک ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

صفوان بن سلیم کا قول ہے کہ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ جمعہ کے روز امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَيَاةُ يُخَيَّرُ وَيُبَيَّنُّ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ کہتا ہے اس کو بخش دیا جاتا ہے۔

حضرت براہین عازب نے فرمایا میں نے خود سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے کہ رمضان میں دوسرے دنوں پر جمعہ کو ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی باقی دنوں پر رمضان کو فضیلت ہے۔

جمعہ کے دن درود و سلام

پیش کرنا

جمعہ کے دن درود شریف شیخ ابو نصر نے اپنے والد سے بالاسناد حضرت علی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر درود زیادہ پڑھا کرو کیونکہ اس روز اعمال کا ثواب دوگنا کر دیا جاتا ہے اور میرے لئے اللہ تعالیٰ سے درجہ وسیلہ کی دعا مانگا کرو، کسی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ درجہ وسیلہ کیا ہے؟ حضور نے فرمایا یہ جنت میں ایک ایسا اعلیٰ مقام ہے جو صرف ایک نبی کو عطا ہوگا اور مجھے یقین ہے کہ میں ہی وہ نبی ہوں (جس کو وہ مقام عطا ہوگا) محمد بن مکرر کہتے ہیں کہ حضرت جابر سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اذان سن کر کہے گا اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ الثَّمَنِيَّةِ وَالصَّلَاةِ الثَّمَنِيَّةِ اتَّخَذْتَنِي أَوْسَيْلَةً الْفَيْصَلَةِ وَاللَّهُ رَجَا

التَّزْفِيعَةُ وَالْبَعْثَةُ مُقَامًا مَحْمُودًا ۚ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَنْ لَمْ يَمُرْ بِكَ شَافِعٌ حَلَالٌ يَوْمَئِذٍ ۚ

عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ روشن رات اور روشن دن یعنی جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن (جس کی رات بھی روشن اور دن بھی روشن ہے) اپنے پیغمبر پر کثرت سے درود پڑھا کرو!

حضرت عبدالعزیز بن حبیبؒ سے مروی ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھڑا تھا، آپ نے فرمایا جو شخص ہر جمعہ کو اتنی بار درود مجھ پر پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اتنی برس کے گناہ معاف فرما دے گا، یہ سن کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور پر درود شریف کیسے پڑھا جائے، حضور والا نے فرمایا یوں کہو "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاَمْرِحٰی" اور انگلیوں پر تعداد شمار کرو!

حضرت ابوامامہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ہر جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ میری امت کا درود ہر جمعہ کے دن میرے سامنے لایا جاتا ہے پس جو زیادہ درود پڑھنے والا ہے وہ قیامت کے دن مجھ سے زیادہ قریب ہوگا۔"

جمعہ کی صبح کی نماز

اور

مسنون سورتیں

شیخ ابوالنضر نے بالاسناد حضرت عبداللہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ الحمد، سورۃ ہکل اُتی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ایک وایت میں مغرب کی نماز کے سلسلہ میں آیا ہے کہ آپ سورۃ "قل یا ایہا الکافرون اور قل هو اللہ احد" پڑھا کرتے تھے، عشاء کی نماز میں سورۃ جمعہ اور المنافقون کی قرأت فرماتے تھے۔ روایت ہے کہ جمعہ کی نماز میں بھی حضور پر دو سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

حضرت حسن بصریؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ شب جمعہ میں جن سورۃ یسین، حکم اور الدخان پڑھی تو جب وہ صبح کو اٹھتا ہے تو اس کی مغفرت ہو چکی ہوتی ہے (اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں)۔ روایت ہے کہ جس نے جمعہ کے دن سورۃ کہف پڑھی وہ اس شخص کے برابر ہو گیا جس نے دینار خیرات کئے، شب جمعہ اور روز جمعہ میں چار رکعت نماز اس طرح پڑھنا مستحب ہے کہ چار رکعتوں میں یہ چار سورتیں پڑھے:- سورۃ الغام، سورۃ کہف، سورۃ طہ، اور سورۃ مائدہ۔ اگر تمام سورتوں کو اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا تو جتنا اچھی طرح پڑھ سکتا ہے تو اتنا ہی پڑھے کیونکہ کہا گیا ہے کہ ختم قرآن بقدر علم قرآن ہے یعنی اگر کسی کو قرآن پورا اچھی طرح یاد نہ ہو تو جتنا

باد ہو اس کا اتنا ہی پڑھنا ختم قرآن ہوگا، اگر کسی کو پورا قرآن یاد ہے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ جمعہ کے دن پورا قرآن ختم کرے۔
 دن میں مکمل نہ ہو سکے تو رات میں بھی پڑھے اور ختم کرے۔ اگر فجر یا مغرب کی دو رکعتوں میں آخری حصہ کو ختم کیا جائے تو اس کی
 بڑی فضیلت آئی ہے، اگر دس بیس رکعتوں میں ہزار مرتبہ قل هو اللہ احد (سورۃ اخلاص) پڑھے گا تو یہ بھی فضیلت میں
 نعم قرآن سے زیادہ ہوگا۔

جمعہ کے دن ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنا مستحب ہے، اسی طرح ہزار بار تسبیح پڑھنا بھی مستحب ہے
 تسبیح کے چار کلمات یہ ہیں!
 سبحان اللہ والحمد للہ ولا الیلة الا اللہ واللہ اکبرہ

۷۷۷۷
 Imp

سید الایام جمعہ

جی

وجہ تسمیہ

شیخ ابونصر نے اپنے والد سے ان کی اسناد و گداۃ کے ساتھ حضرت سلمانؓ سے روایت کیا ہے
 کہ انھوں نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ جمعہ کا نام
 جمعہ کیوں ہوا؟ میں نے عرض کیا نہیں! حضور نے فرمایا اس لئے کہ اس روز تمھارے باپ آدم کے خیمہ کو جمع کیا گیا تھا اس
 لئے اس کا نام جمعہ رکھا گیا، جس شخص نے اس دن اچھی طرح غسل کیا اور اچھی طرح وضو کر کے نماز جمعہ ادا کی تو ایک
 جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس کے تمام صغیرہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ بعض علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ اس دن کا نام
 جمعہ لفظ اجتماع سے ماخوذ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا ٹیلا چالیس برس تک خیمہ ہوتا رہا پھر روح کو اسی دن اس خیمہ
 میں ڈالا گیا۔ بعض کا قول ہے کہ حضرت خنزا کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے جب پیدا کیا گیا تو اسی روز دونوں کا اجتماع
 ہوا تھا، بعض کہتے ہیں کہ طویل جسدانی کے بعد حضرت آدم علیہ السلام و حضرت خنزا علیہما السلام کا اسی روز اجتماع ہوا تھا
 ایک قول یہ بھی ہے کہ اس روز شہر اور دیہات کے باشندے (ادائے نماز کے لئے) جمع ہوتے ہیں، یہ بھی کہا گیا
 ہے کہ یوم قیامت کا نام یوم الجمع ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یَوْمَ یَجْمَعُکُمْ لَیْسَ مِنْ الْجَمْعِ ہ (اور جس روز
 تمہیں جمع ہونے کے لئے جمع کیا جائے گا۔)

۷۷۷۷ Imp

باب ۱۶

توبہ، طہارت قلب، اخلاص

اور ریاکاری

برکت دے، مہینوں کے روزے، فستہانی، نماز اور اذکار جن کا ذکر اب تک کیا گیا ہے یا آئندہ
 توبہ اور توبہ کرنے والے ہم بیان کریں گے ان سب کی قبولیت توبہ دل کی پاکی اور اخلاص عمل اور ریاکاری کو ترک کرنے کے
 کے بعد ہوتی ہے۔ توبہ کے سلسلہ میں اس سے قبل ہم کہہ چکے ہیں یہاں اس سلسلہ میں مزید یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں
 کو دوست رکھتا ہے اور گناہوں سے پاک ہونے والوں سے محبت کرتا ہے، ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ
 اللہ کثرت سے توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، خوب پاک ہونے والوں سے محبت کرتا ہے اس آیت کی تشریح و تفسیر میں حضرات عظامہ
 مقاتل اور کلبی نے کہا ہے کہ اللہ گناہوں سے توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور نجاست، جنابت، حیض اور وضو توڑنے والی
 چیزوں کی ناپاکی کو پانی (یعنی غسل اور وضو) سے دور کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، اس کی وضاحت اہل قبا کے سلسلہ میں نازل
 ہونے والی آیت سے ہوتی ہے اہل قبا کی پاکی و طہارت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا
 (اس میں وہ لوگ ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا والوں سے دریافت فرمایا کہ تم
 طہارت کا کیا عمل کرتے ہو انھوں نے عرض کیا کہ ہم پتھروں سے صفائی کر کے بعد پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ ۷۷۷۷
 مجاہد کہتے ہیں کہ گناہوں سے بکثرت توبہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اور طہارت کرنے والوں کو دوست رکھتا
 ہے، عورتوں کے پچھلے مقام (دب) میں لواطت کرنے والا پاک نہیں ہے، عورت ہو یا مرد دونوں سے لواطت کا ایک ہی حکم ہے۔ بعض
 نے کہا ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والے اور شرک سے پاک ہونے والے لوگوں سے مراد ہے۔ ابو المنہالؒ نے کہا ہے کہ میں ابو العالیہ
 کے پاس موجود تھا انھوں نے اچھی طرح وضو کیا (الذی یہ حالت دیکھ کر) میں نے کہا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ لَشَوَابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ
 فرمایا کس چیز سے پاکی کے بارے میں فرمایا گیا ہے، پاکی یقیناً اچھی چیز ہے لیکن اس آیت میں مراد ان لوگوں سے ہے جو گناہوں
 سے خوب پاک ہوتے ہیں (یعنی یہ آیت ان لوگوں کے سلسلہ میں ہے)۔ ۷۷۷۷

حضرت سعید بن جبیرؒ کا قول سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں اللہ شرک سے توبہ کرنے والوں اور گناہوں سے پاک
 ہونے والوں کو پسند کرتا ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ کفر سے توبہ کرنے والے اور ایمان سے طہارت
 حاصل کرنے والے اس سے مراد ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والے وہ ہیں جو دوبارہ گناہوں کی طرف نہ لوٹیں اور
 گناہوں سے پاک رہنے والے وہ ہیں جن سے گناہ سرزد نہ ہوتے ہوں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد کبیرہ گناہوں سے توبہ
 کرنے والے اور صغیرہ گناہوں سے پاک رہنے والے مراد ہیں؛ ایک قول یہ ہے کہ اس سے برے کاموں سے توبہ کرنے والے اور بُری باتوں

تہ پاک رہنے والے لوگ مراد ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ برے افعال سے توبہ کرنے والے اور اقوال بد سے پاک و صاف رہنے والے مراد ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والے اور جرموں سے پاک و صاف رہنے والے مراد ہیں؛ ایک قول ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والے اور عیبوں سے پاک و صاف رہنے والے مراد ہیں؛ ایک قول یہ بھی ہے کہ خلوص سے توبہ کرنے والا وہ ہے کہ جب بھی گناہ سرزد ہو فوراً توبہ کر لے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "فَإِنَّهُ كَانَ لِلَّهِ ذَابِقًا غَفُورًا" اللہ تعالیٰ کی طرف کثرت سے رجوع کرنے والے کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص کا گزر ایک کھوپڑی پر ہوا اس نے ایک کھوپڑی دیکھی کھوپڑی دیکھ کر اس نے کہا: الہی تو تو ہی ہے اور میں میں ہی ہوں، تو بار بار مغفرت فرماتا ہے اور میں بار بار گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہوں، یہ کہہ کر وہ سجدے میں گر پڑا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے بندے سراٹھا! میں بار بار مغفرت کرنے والا ہوں اور تو بار بار گناہ کرنے والا ہے۔ جب اس شخص نے سجدے سے سراٹھایا تو اس کی بخشش کر دی گئی۔

اخلاص

اعمال کے اخلاص کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَا أَمُرُّوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوْا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ خَالِصًا طَاعَتًا لِّهِ الدِّيْنُ۔ ان کو صرف اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اطاعت خالص اسی کی ہے کہیں! اسی سلسلہ کی دوسری آیت ہے اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ سن لو آگاہ رہو اللہ ہی کی خالص اطاعت کرنا چاہئے۔ مزید ارشاد فرمایا ہے کہ:

لَنْ يَنْتَظِرَ اللّٰهُ لَكُمْ صَهًا وَلَا دِمًا هَا
وَالْيَكُنْ يَنْتَظِرُ الشَّقَاوِي مِنْكُمْ ه
ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا:

لَسْنَا اَعْمَانًا وَ كَكُم اَعْمَانًا كُمْ
وَلْتَحْنُ لَكُم مَّخْلِصُونَ ه

اخلاص کے کیا معنی ہیں؟ اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حدیث سے دریافت کیا کہ اخلاص کیا چیز ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ سے دریافت کیا تھا کہ اخلاص کی کیا حقیقت ہے؟ تو رسول اللہ نے فرمایا میں نے جبریل سے یہ سوال کیا تھا کہ اخلاص کیا ہے؟ جبریل نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اخلاص سے کیا مراد ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ میرے رازوں میں سے ایک راز ہے میں اپنے

۷۷۷۷۷

بند دل میں سے جس کے دل میں چاہتا ہوں اس کو امانت کے طور پر رکھتا ہوں۔

ابو ادریس غولانی نے کہا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ ہر حق کی ایک حقیقت ہے بندہ اخلاص کی حقیقت کو اس وقت تک نہیں پہنچتا جب تک خاص اللہ تعالیٰ کے لئے کئے ہوئے عمل پر اپنی تعریف کو ناپسند کرنے لگے (یعنی تعریف کو پسند کرے)

حضرت سعید بن جبیر

کے نزدیک اخلاص کے معنی

سعید بن جبیر نے فرمایا اخلاص یہ ہے کہ اپنی طاعت اور عمل کو خالص اللہ کے لئے کرے اور طاعت میں کسی کو اس کا شریک نہ بنائے اور اس کے کسی عمل میں ریاکاری نہ ہو، حضرت فضیل نے فرمایا کہ لوگوں کی خاطر یا لحاظ سے عمل کرنا شرک ہے اور لوگوں کی خاطر اس کو ترک کر دینا ریا ہے، اخلاص یہ ہے کہ تم کو ڈر لگا رہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں باتوں کی سزا دے گا۔ حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں کہ عمل کو عیوب سے اس طرح پاک صاف نکال لینا اخلاص ہے جس طرح گو برادر خون سے دودھ کھینچ کر نکال لیا جاتا ہے۔ ابو الحسن بوسنجی کہتے ہیں کہ اخلاص وہ چیز ہے جس کو نہ فرستے

۷۷۷۷۷

لکھیں اور نہ شیطان اس کو بگاڑے اور نہ کسی انسان کو اس کی اطلاع ہو۔
 شیخ رؤف نے کہا ہے کہ عمل سے نظر کا بلند ہو جانا اخلاص ہے (یعنی عمل پر نظر نہ رہنا) بعض علماء فرماتے ہیں کہ اخلاص وہ ہے جس کے ساتھ حق کا ارادہ کیا جائے یعنی جس کام میں محض حق کی طلب اور صداقت کا عزم ہو وہ اخلاص ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اخلاص یہ ہے جس میں خرابیوں کی آمیزش اور تاویلات جواز کی تلاش نہ ہو۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ عمل جو مخلوق سے پوشیدہ ہو اور نقائص سے پاک ہو اس کا نام اخلاص ہے، حضرت حذیفہ کا قول ہے کہ ظاہر و باطن کی یکسانیت کا نام اخلاص ہے۔ شیخ ابویعقوب مکتوف نے کہا ہے کہ جس طرح برائیوں کو چھپایا جاتا ہے اسی طرح نیکیوں کو چھپانا اخلاص ہے، سہل بن عبد اللہ نے کہا کہ اپنے عمل (نیک) کو بیچ دینا حقیقہ سمجھنا اخلاص ہے۔ حضرت انس بن مالک کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین بایں ہیں جن میں مسلمان کے دل کو خیانت نہیں کرنا چاہئے، اللہ کے لئے خلوص عمل

حکام کی غیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ نہ مٹنا۔

اب ایک قول کے بموجب اخلاص یہ ہے کہ اطاعت حق میں مخلوق کی خوشنودی کو نہ ملانا (یعنی مخلوق کی خوشنودی سے اطاعت حق کو الگ رکھنا) نہ مخلوق سے تعریف حاصل کرنے کے لئے، نہ کسی کی طرف سے محبت کے حصول کے لئے (کہ کوئی اخلاص کو دیکھ کر اس سے محبت کرنے لگے) نہ اس لئے عمل کرنا کہ مخلوق کی زبان سے ملامت اور مذمت کو رفع کرے (یعنی بندہ کے عمل اور

اخلاص کی بنا پر لوگ اس کی مذمت نہیں کریں گے)۔

کہا گیا ہے کہ مخلوق کی خاطر اور اس کے لحاظ و پاس سے اپنے عمل کو پاک رکھنا اخلاص ہے، حضرت ذوالنون مصری فرماتے تھے کہ جب تک اخلاص میں سچائی اور استقلال نہ ہو اخلاص کی تکمیل نہیں ہوتی، اور جب تک سچائی اور صدق میں اخلاص اور دوام نہ ہو سچائی کامل نہیں ہوتی۔

۷۷۷۷۷

ابو یعقوب موسیٰ کا قول ہے کہ جب تک لوگ اپنے اخلاص میں اخلاص دیکھتے رہیں گے (یعنی اخلاص کا دعویٰ ہے گا) ان کا وہ اخلاص صد اخلاص کا محتاج رہے گا۔ حضرت ذوالنون مصری کا قول ہے کہ اخلاص کی تین نشانیاں ہیں، عوام کی طرح دوزم دونوں اس کے لئے برابر ہوں، اپنے اچھے اعمال کو نہ دیکھنا، اچھے اعمال پر آخرت میں ثواب کی طلب کو فراموش

کر دینا۔ حضرت ذوالنون کا یہ قول بھی ہے کہ اخلاص وہ ہے کہ جسے دشمن خواب نہ کر سکے۔

ابو عثمان مغربی نے کہا ہے کہ ایک اخلاص تو وہ ہے جس کے اندر نفس کا کوئی حصہ کسی حال میں نہ ہو۔ یہ عوام

اخلاص کے درجے کا اخلاص ہے۔ اخلاص کا اخلاص وہ ہے کہ بغیر ارادہ خود بخود اعمال حسنہ کا صدور ہو، ان سے طاعت کا ظہور بغیر قصد کے ہوتا ہے، اور ان سے اس سلسلہ میں کوئی ایسی علامت ظاہر نہ ہو جس سے اس امر کا اظہار ہو کہ ان کو طاعت ملحوظ تھی۔

حضرت ابوبکر دقاقؓ فرماتے ہیں کہ ہر مخلص کو اپنے اخلاص کے دیکھنے سے نقصان پہنچتا ہے، اللہ تعالیٰ جب کسی کے اخلاص کو پسند فرما لیتا ہے تو پھر اس کے اخلاص کو اس کی نظر سے گرا دیتا ہے یعنی مخلص اپنے اخلاص پر نظر نہیں رکھتا۔ اس طرح وہ مخلص اپنے اخلاص کو نہیں سمجھتا۔ اس طرح وہ خدا کی نظر میں پسندیدہ ہو جاتا ہے۔

حضرت سہیل بن عبد اللہ کا ارشاد ہے کہ صرف مخلص ہی تیرا کو پہچان سکتا ہے۔ حضرت ابوسعید مراد کا قول ہے کہ اہل معرفت کا ریا اہل ارادہ کے اخلاص سے بہتر ہے یعنی وہ اخلاص جو ارادہ سے ہو ان اہل معرفت کے ریا سے بھی کم تر درجہ کی چیز ہے؛ ابو عثمانؓ کہتے ہیں کہ خالق کی طرف ہمیشہ نگاہ رکھنے والا مخلوق کی طرف دیکھنا

مکول جاتا ہے۔ یہی اخلاص ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ اخلاص وہ ہے جس میں صرف حق مطلوب اور صدق مقصود ہوتا ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ اپنے اعمال پر نظر رکھنے سے گریز اور اعراض اخلاص ہے۔ حضرت سری سقطیؓ نے کہا کہ جو شخص لوگوں کے دکھانے کے لئے ان چیزوں سے آراستہ ہو جو اس کے اندر موجود نہیں ہیں وہ اللہ کی نظر سے گرتا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؓ کا ارشاد ہے کہ اخلاص خدا اور بندے کے مابین ایک ایسا راز ہے جس سے نہ کوئی فرشتہ واقف ہے نہ اس کو لکھ سکے اور نہ شیطان اس سے آگاہ ہے کہ اس کو (اخلاص سے) روک سکے۔

حضرت روبیعؓ فرماتے ہیں کہ عمل میں اخلاص یہ ہے کہ عمل کرنے والا دونوں جہان میں اپنے اس عمل پر اجر کی امید نہ رکھے نہ دیکھنے والے دونوں فرشتوں سے (اجر کے) کچھ حصے کا خواستگار ہو کہ وہ اس کے اس عمل کو نکھیں گے تو اس کو کچھ نہ کچھ اجر ملے گا۔

سہیل بن عبد اللہؓ سے پوچھا گیا کہ نفس کے لئے سب سے زیادہ دشوار کیا چیز ہے، انھوں نے فرمایا: "اخلاص"۔ اس نے کہ نفس کے لئے اس میں کچھ حصہ نہیں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اخلاص ایسی چیز ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا اس سے کوئی اور باخبر نہیں ہوتا؛ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن عصر سے پہلے حضرت سہیل بن عبد اللہؓ کے پاس پہنچا میں نے دیکھا کہ ان کے حجرے میں ایک سانپ ہے میں ایک قدم آگے بڑھتا ہوں اور پھر ایک قدم پیچھے ہٹ جاتا، سانپ کا ڈر

مجھے پر غالب آ گیا تھا، حضرت سہیلؓ نے اندر سے آواز دی: کیوں ڈرتے ہو اندر آ جاؤ، جس کا ایمان خدا پر ہو اس سے ہر چیز ڈرتی ہے پھر فرمایا کہ تم جمعہ پڑھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ہمارے اور جامع مسجد کے مابین ایک دن رات کی مسافت ہے، انھوں نے میرا ہاتھ بکھرا اور روانہ ہو گئے، ہم لوگ تھوڑی سی دور چلے تھے کہ جامع مسجد سامنے نظر آنے لگی، ہم نے وہاں نماز جمعہ ادا کی پھر باہر نکل آئے حضرت سہیلؓ رک گئے اور مسجد سے نکلنے والوں کو دیکھنے لگے پھر فرمایا کہ کلمہ کو خیر پڑھنے

والے تو بہت ہیں لیکن ان میں مخلص اصحابانِ اخلاص بہت کم ہیں۔

ایک بار میں (حضرت مصنف) حضرت ابراہیمؑ کی بھابی میں سفر کر رہا تھا، ہم ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں سانپ بکثرت تھے، حضرت ابراہیمؑ خواہیں نے اپنا آفتاب رکھ دیا اور وہاں بیٹھ گئے جب رات ہوئی تو سانپ باہر نکل آئے، میں نے حضرت ابراہیمؑ کو آواز دی انھوں نے فرمایا کہ "تم ذکر الہی میں مصروف رہو۔ میں ذکر میں مشغول ہو گیا، آئے ہوئے سانپ لوٹ گئے تھوڑی دیر بعد وہ پھر لوٹ پڑے میں نے شیخ کو پکارا۔ شیخ نے پھر فرمایا کہ ذکر میں مصروف رہو صبح تک میری ہی حالت ہی صبح کو حضرت شیخ روانہ ہوئے میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا۔ روانہ ہوتے وقت شیخ کے بستر سے ایک بہت بڑا سانپ گرا جو کنڈلی ماے بستر میں موجود تھا، میں نے کہا کیا آپ کو اس سانپ کا احساس بھی نہیں ہوا، انھوں نے فرمایا نہیں ایک مدت کے بعد میری رات ایسی اچھی طرح گزری۔ ابو عثمانؒ فرماتے ہیں جس نے وحشت کی غفلت کا مزا نہیں چکھا (دنیاوی وحشت میں مبتلا نہیں ہوا) اس نے ذکر کی محبت کی لذت حاصل نہیں کی۔

دل کی پاکیزگی

ہر عابد اور ہر عارف کو ہر صورت میں ریاکاری، مخلوق کے دکھاوے اور خود پسندی سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ خبیث نفس ہر انسان کے درپے ہے۔ یہ نفس گمراہ کرنے والی خواہشاتِ تباہِ برباد کرنے والی رعبتوں اور ان لذتوں کا سرچشمہ اور منبع ہے جو خدا اور بندے کے درمیان ایک حجاب (پردہ) بن جاتی ہیں، جب تک بدن میں روح موجود ہے اس کی تباہ کن خواہشات سے بچنا بہت مشکل ہے خواہ انسان ابدال یا صدیقین کے مرتبہ پر پہنچ جائے۔ خواہ اس کی موجودہ حالت اس کی سابقہ حالت کے مقابلہ میں زیادہ امن و سلامتی کی ہو۔ (ایسے درجہ پر ہو جہاں نفس کی فریب کاریوں سے امن حاصل رہتا ہو)۔ خیر غالب ہو، نور معرفت کی فراوانی ہو، ہدایتِ تمربک حال اور توفیقِ الہی مدد و معاون ہو اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت میسر ہو بانیہ گناہ سے مامون و مضمون رہنا ہماری خصوصیت نہیں ہے (عوام الناس کا خاصہ نہیں ہے) بلکہ معصوم عن الخطا تو انبیاء (علیہم السلام) ہیں۔ نبوت اور ولایت کا فرق اسی سے ہوتا ہے (یعنی ولی معصوم نہیں ہوتا نبی معصوم ہوتا ہے)۔

ریاکاری

اللہ تعالیٰ نے ریاکاروں اور شر پسندوں کو ڈراتے ہوئے نفس کی خباثت دنیوی اور اس کے خطرۃ ریاکاروں کو تہدید سے خبردار فرمایا ہے اور نفس کی پیروی سے منع فرمایا ہے۔ اس کی مخالفت کا حکم کبھی قرآن سے اور کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے فرمایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:-

Imp

ان نمازیوں کے لئے بڑی خرابی (تباہی) ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔

دکھاوا کرتے ہیں اور معمولی استعمال کی چیزوں کو بھی ضرورت مندوں سے روکے رکھتے ہیں۔

وہ منہ سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں اللہ ان کی چھپائی ہوئی باتوں سے خوب واقف ہے۔

جب نماز کو اٹھتے ہیں تو کسل اور سستی کے ساتھ، (محض لوگوں کے دکھاوے کو اٹھتے ہیں) اور اللہ کی یاد کم کرتے ہیں۔ لوگ دونوں گروہوں کے درمیان ڈالناں ڈول رہے ہیں نہ ایک طرف اور نہ دوسری طرف۔

عالموں اور عابدوں میں رہنی اسرائیل کے بہت سے ایسے ہیں جو باطل طریقوں سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، جو بات کرتے نہیں وہ کہتے کیوں ہو؟ اللہ کو یہ بات بہت ناپسند ہے کہ ایسی بات کہو جو کرتے نہیں۔

خواہ تم پوشیدہ طریقے سے بات کہو یا ظاہر کر کے، جو کچھ تمہارے دل میں ہے اللہ تعالیٰ اس سے بخوبی واقف ہے جو اللہ کے پاک دیدار کا خواستگار اور طالب ہے اس کو نیک عمل کے لئے کہہ دیجئے اور اس سے کہہ دیجئے کہ اللہ کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ کر۔

نفس تو بہت زیادہ برائی کا حکم دیتا ہے مگر وہ محفوظ رہتا ہے جس پر میرا رب رحم فرمائے۔

اور طبائع نحل پر حاضر رکھی جاتی ہیں (طبائع نحل پر آمادہ رہتی ہیں)

وَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝
الَّذِينَ هُمْ سِرَاوُونَ وَيَسْتَعْجُونَ
الْمَاعُونَ ۝

ایک دوسری آیت ارشاد ہوتا ہے:-

يَقُولُونَ يَا فَنُؤَاهِمُ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ۝

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا گیا:-

وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَى يُرَاوُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ۝
مَذْذَبِينَ بَيْنَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَا إِلَى هَٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَى هَٰؤُلَاءِ ۝

ایک اور آیت میں ارشاد ہے:- إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَخْبَارِ وَالسَّهْبَانِ لَيَاْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصَدَّدُونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۝

ایک اور آیت میں فرمایا ہے:- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝

ایک اور آیت میں آیا ہے:- وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝
مزید ارشاد فرمایا ہے:- فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيُجْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۝

ایک اور آیت ہے:- إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ ۝

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:- وَأُخْفِصْتُ أَلْفَ نَفْسٍ ۝

ایک اور مقام پر حکم فرمایا وَلَا تَلْبِسْ الْغُفْلَةَ الْغُفْلَةَ
فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ
خواہش نفس کی پیروی نہ کرو اگر ایسا کرو گے تو وہ تم کو راہ
خدا سے گمراہ کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا تمہارے داؤد اپنے نفس کی خواہش کو چھوڑ دو، خواہش نفس کے علاوہ
میری حکومت میں مجھ سے جھگڑنے والا کوئی اور نہیں ہے (يَا دَاوُدُ اِجْعِدْ هَؤُلَاءِ فَاَنتَهُ لَا مُنَارِعَ لِيْنَ اَعْنٰى فِىْ مَلِكِيْ غَيْرَ الْغُفْلَةِ)

حضرت شداد بن اوس سے ایک حدیث مروی ہے، انھوں نے کہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوا تو میں نے چہرہ انور پر کچھ ایسے آثار دیکھے جن سے مجھ بہت دکھ ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
حضور کا یہ کیا حال ہے۔ حضور والا نے فرمایا مجھے اپنی اُمت کے مشرک ہونے کا اندیشہ ہے! میں نے

عرض کیا کیا حضور کے بعد لوگ شرک میں مبتلا ہو جائیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سورج، چاند، ستارے اور پتھر
کی تو یقیناً پوجا نہیں کریں گے مگر اعمال میں ریا کر نیچے اور ریا ہی شرک ہے۔ پھر حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی: فَمَنْ
كَانَ يَتَّبِعْهُ لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ اِنَّهٗ كَانَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قیامت کون کچھ گہر کردہ اعمال نامے لائے جائیں گے اس وقت
اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا اس اعمال نامہ کو پھینک دو اور اس کو قبول کر لو۔ فرشتے بارگاہ الہی میں عرض کریں گے
الہی! تیری عزت و جلال کی قسم! ہم کو تو ان اعمال میں خیر ہی معلوم ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں! لیکن یہ عمل تو وہ مہر
کے لئے تھا میں صرف وہی عمل قبول کرتا ہوں جو خالص میرے لئے ہو (جس کا مقصد صرف میری ذات ہو)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے! الہی میری زبان کو جھوٹ
سے پاک فرما، میرے دل کو نفاق سے، میرے عمل کو دنیا سے، میری آنکھ کو خیانت سے
پاک فرما۔ تو آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے پوشیدہ احوال کو جانتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسے عالم کی صحبت میں بیٹھو جو پانچ چیزوں کو
چھڑا کر پانچ چیزوں کی ترغیب دیتا ہو، دنیا کی رغبت سے نکال کر زہد کی ترغیب دیتا ہو، دنیا سے نکال
کر اخلاص کی تعلیم دے، غرور سے چھڑا کر تواضع کی ترغیب کاہلی اور ہستی سے بچا کر پند و نصیحت کرنے
کی ترغیب جہالت سے نکال کر علم کی ترغیب دے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "میں ہر شریک سے بہتر ہوں جو
شخص کسی کو میرے ساتھ اپنے عمل میں شریک کرے گا تو اس کا عمل اسی شریک کے لئے ہوگا میرے
لئے نہیں ہوگا، میں تو صرف اسی عمل کو قبول کرتا ہوں جو محض میرے لئے کیا گیا ہو" اے انسان
میں سے اچھا حصہ دار ہوں! دیکھ جو عمل تو نے میرے لئے نہیں بلکہ دوسرے کے لئے کیا تو اس کا اجر بھی اسی کے ذمہ ہے جس

کے لئے تو نے وہ عمل کیا!!
ایک اور ارشاد گرامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس اُمت کو بشارت دیدو کہ دین میں اس کو بزرگی حاصل ہے اور

شہروں پر قبضہ اور گرفت جب تک وہ دین کا کام دنیا کے حصول کے لئے نہ کریں (یعنی مسلمانوں کو تمام دنیا میں اس وقت تک بزرگی اور دنیا کے شہروں پر ان کی حکومت ہے گی جب تک وہ دین کے کام دنیا کے حصول کے لئے نہیں کریں گے، ان کے اعمال خالص نہیں گئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخرت کی نیت پر (عمل کرنے والے کو) اللہ تعالیٰ دنیا بھی دیتا ہے لیکن دنیا کی نیت پر (عمل کرنے والے کو) آخرت نہیں ملے گی۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، شب معراج میں میرا گزر ایسے لوگوں کی طرف ہوا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے، میں نے جبریل (امین) سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں انھوں نے جواب دیا یہ آپ کی امت کے واعظ ہیں کہ دوسروں سے تو کہتے تھے اور خود اس کام کو نہیں کرتے تھے، جس چیز کو وہ اچھا جانتے تھے اس کا حکم دوسروں کو دیتے تھے اور خود وہ کام کرتے تھے جن کو وہ بُرا کہتے تھے۔ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے۔

سب بڑا اندیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی امت کے متعلق سب سے بڑا اندیشہ اس منافق سے ہے جس کی زبان داز ہو (بہت بولنے والا) قسم ہے اس ذات کی جسکی قبضہ میں میری جان ہے کہ اس وقت تک قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک تم لوگوں پر جھوٹے حاکم، بدکردار وزیر، خائن امیر، ظالم پیشکار، فاسق و فاجر قاری اور جاہل عابد مسلط نہ ہو جائیں گے جب ایسا وقت آجائے گا تو اللہ تعالیٰ ان پرفتوں کے تاریک (سیاہ) دروازے کھول دے گا جس کے اندر وہ ظالم یہودیوں کی طرح چران و پریشان پھرتے رہیں گے، یہ وقت ایسا (نازک) ہوگا کہ اسلام کا قبضہ آہستہ آہستہ کمزور ہوتا جائے گا اور پھر ایک وقت ایسا آجائے گا کہ اللہ اللہ بھی نہیں کہا جائے گا (مسلمان اسلام سے بہت دور ہو جائیں گے)۔

حضرت عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کیا تم تنہائی میں میرے سامنے بڑے بڑے گناہ نہیں کرتے تھے لیکن جب تم لوگوں سے ملتے تھے تو بڑی عاجزی اور انکار کے ساتھ ملتے تھے، تم لوگوں سے ڈرتے تھے لیکن مجھ سے نہیں ڈرتے تھے تم نے لوگوں کو بڑا جانا لیکن مجھے بڑا نہیں سمجھا! اپنی عزت کی قسم آج میں تم کو دردناک عذاب دوں گا!

حضرت اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ ایک آدمی کو دوزخ میں ڈالا جائے گا تو اس کی آنتیں باہر نکل پڑیں گی وہ اپنی آنتوں کو کھینچتا ہوا چچی کی طرح گھومتا پھرے گا۔ اس سے پوچھا جائے گا کیا تو نیکی کا حکم لوگوں کو نہیں دیتا تھا، کیا ان کو بُری باتوں سے منع نہیں کرتا تھا؟ وہ جواب دے گا میں اچھے کام کرنے کا دوشمں (بے حسد) تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا اسی طرح دوسروں کو بُری باتوں سے روکتا تھا مگر خود میں ایسی باتیں کرتا تھا!!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے روزہ داروں کو بھوک پیاس دکھائے گا روزہ اور اسکی جزا کے سوا روزہ سے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اسی طرح بہت سے شب بیدار نمازیوں کو ان

کی شب بیداری کا سوائے نماز کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا (شب بیداری سے کچھ حاصل نہیں ہوتا) حضور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کی اس ظاہر پرستی سے (عرشِ کُز جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ غضبناک ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بندہ برا ہے جس کے اور ثواب الہی کے درمیان کوئی دوسرا بندہ حاصل ہو جائے۔ ایسا بندہ عبادت اس لئے کرتا ہے کہ جو دوسرے شخص کے پاس ہے وہ اس کو مل جائے! وہ اس بندے کی خوشنودی کے حصول کے لئے اپنے جسم کو تھکاتا ہے لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے دین سے بھی محروم ہو جاتا ہے اور اس کو عزت سے بھی ہاتھ دھونا پڑتے ہیں، ایسا شخص اس بندے کو جس کے لئے نماز پڑھتی) اپنی خدمت کا اتنا حصہ دیتا ہے کہ اتنا وہ اپنی اطاعت کا حصہ اللہ کو بھی نہیں دیتا۔ ۷۷۷

حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں محض اللہ کے لئے خیرات کرتا ہوں لیکن یہ بھی چاہتا ہوں کہ مجھے دنیا میں بھی ایسی خیرات کرنا

وصف کے باعث) اچھا کہا جائے، اس پر یہ ارشاد الہی نازل ہوا: ۷۷۷۷۷
فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخری زمانہ میں کچھ لوگ دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنا لینگے، اپنی نرمی دیکھنے کے لئے بھڑکی کھال پہن لیں گے (باطن میں درندے ہوں گے) ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی لیکن دل بھڑکیوں کے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے کیا یہ لوگ میرے متعلق فریب خوردہ ہیں یا میرے خلاف دلیری اور حسرت کرتے ہیں، میں قسم کھاتا ہوں کہ ان پر ایسا فتنہ کھڑا کر دوں گا جسے دیکھ کر بڑے بڑے بردبار بھی حیران رہ جائیں گے۔ ۷۷۷۷۷

حضرت حمزہؓ نے ابی جلیب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے بعض بندوں کے بعض اعمال دیکھ کر بارگاہِ الہی میں اس مقام پر لیجانے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے فرشتے ان اعمال کو اچھا سمجھتے ہیں اور اس شخص کو صحت گناہوں کے پاک قرار دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے بندے کے اعمال ظاہری کے نگراں ہو اور میں تو اسکی نیت کو بھی دیکھتا ہوں چونکہ میرے اس بندے نے خالص میرے لئے عمل کیا ہے لہذا اس کو علیین کے دفتر میں رکھ دوں ۷۷۷۷۷

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کا فیصلہ فرمائے گا، ہر امت اس کے حضور میں زانوئے مل موجود ہوگی، اس وقت اللہ تعالیٰ قاری قرآن، شہید اور تو ان کو طلب فرمائے گا اور اولاً قاری سے استفادہ ہوگا کہ تو جتنا جانتا تھا اس پر تو نے کتنا عمل کیا، قاری کہے گا میں شانہ روز کے اوقات میں کھڑے ہو کر نماز میں قرآن پڑھتا تھا، اللہ تعالیٰ اس کو جواب دیکھا! تو نے جھوٹ کہا (فرشتے بھی یہی کہینگے کہ یہ دروغ گو ہے) تیرا مقصد تو صرف یہ تھا کہ لوگ تجھے قاری کہیں چنانچہ تجھے قاری کہہ دیا گیا، پھر اللہ تعالیٰ تو ان کو طلب فرما کر دریافت کرے گا کہ میں نے ہے جو کچھ دیا تھا تو نے اس کا کیا مصرف کیا وہ عرض کرے گا میں اس کو صلہ رحم میں (قرابتداریوں کے قیام کے لئے) خرچ کرتا رہا اور خیرات کرتا رہا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے (فرشتے بھی یہی کہیں گے) تو نے غلط کہا، اس عمل سے تیرا مقصد

صرف یہ تھا کہ تجھے سخی سمجھا جائے، سو تجھے سخی کہہ دیا گیا، پھر حرم میں شہید ہونے والے سے پوچھا جائے گا کہ تو کس لئے مارا گیا وہ جواب دے گا میں تیرے لئے تیری راہ میں لڑا تھا اور آخر کار مارا گیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا دفرشتے بھی یہی کہیں گے تیرا مقصد یہ نہیں تھا بلکہ تیرا مقصد یہ تھا کہ تجھے ہمارا کہا جائے چنانچہ تجھے ہمارا کہہ دیا گیا، یہ ارشاد فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں درست ہائے مبارک اپنے پاک زانوں پر اظہارِ غصہ کے لئے مارے اور فرمایا! ابو ہریرہ! مخلوق میں سب سے پہلے قیامت کے دن انہی تینوں (مستم کے) لوگوں پر دوزخ کی آگ فعلہ زن ہوگی۔ ۱۷۷

اس حدیث شریف کی خبر جب حضرت معاذؓ کو پہنچی تو وہ بہت روئے اور کہنے لگے کہ اللہ کے رسول نے سچ فرمایا اس

کے بعد یہ آیت پڑھی۔ ۱۷۷

جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا طالب ہے، ہم اس کو دنیا ہی میں اجر دیدیتے ہیں، دنیا میں ان کا حصہ کم نہیں کیا جاتا، لیکن ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں سوائے دوزخ کے اور کچھ نہیں ہے۔ دنیا میں جو کچھ کیا ہوگا وہ اکارت بجائے گا اور جو کچھ وہ کرتے تھے وہ بیکار کیا۔ ان لوگوں کے لئے بڑا دردناک عذاب ہوگا اور آخرت میں یہ لوگ بڑے خسارے میں رہیں گے۔

حضرت عذی بن حاتم کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن چند دوزخیوں کو جنت کی طرف لیجانے کا حکم ہوگا، جنت دوزخی جنت کے قریب پہنچیں گے اور

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا
نُوفِ إِلَيْهِمْ أَعْمَاءَهُمْ وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْغَضُونَ
أَذَلَّتْ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ
وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا
يَعْمَلُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ
وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمْ الْأَخْسَرُونَ ۝

جنت سے محرم رہنے والے

اس کی خوشبو سونگھیں گے، وہاں کے محلات دیکھیں گے اور ان چیزوں کا مشاہدہ کریں گے جو اللہ تعالیٰ نے بہشت والوں کے لئے تیار کی ہیں تو کیا یک نہ آئے گی کہ کو واپس کروان کا یہاں سے کوئی حصہ نہیں ہے اس وقت وہ ایسی حسرت و پشیمانی کے ساتھ واپس آجائے ہوں گے کہ ایسی حسرت و پشیمانی سے کہیں نہ کوٹے ہوں گے، اس وقت وہ (حسرت کے ساتھ) کہیں گے پروردگار تو نے اپنے دوستوں کے لئے جو نعمتیں فراہم کی ہیں وہ ابھی ہم نے تمام و کمال دیکھی بھی نہیں تھیں کہ ہم کو دوزخ میں داخل کر دیا گیا (ہم کو وہ نعمتیں پوری دیکھنے کو کول جائیں) اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میری یہی مشیت تھی! تم تنہائی میں تو میرے سامنے اور لوگوں کے سامنے اپنی پارسائی (تقویٰ) کا دعویٰ کرتے تھے اور ان کے سامنے عاجزی اور تواضع کا اظہار کرتے تھے، تمھارے دلوں میں سکے خلاف ہو جاتا، تم لوگوں سے تو ڈرتے تھے لیکن میرا خوف تم کو نہیں آیا، تم لوگوں کو بڑا بھتے تھے لیکن مجھے بڑا نہیں جانا، تم نے لوگوں کی وجہ سے بڑے کام ترک کر دیئے لیکن میرے ڈر سے بڑے کاموں کو ترک نہیں کیا، اس لئے آج میں اپنے عظیم ثواب سے تم کو محروم رکھوں گا اور اپنا عذاب تم پر مسلط کروں گا۔ ۱۷۸

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب جنت عدن کو پیدا فرمایا تو اس میں ایسی نعمتیں پیدا فرمائیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گذرا، تو اس سے فرمایا تو کچھ کہنا چاہتی ہے

مومنین کی فلاح اور
ریاکاروں کا ابتلا

تو مجھ سے کہہ: تو جنت عدن نے تین مرتبہ کہا: قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ (مؤمنین ہی فلاح پائے والے ہیں) پھر کہا بیشک میں
نہ نخل اور بیا کا پر حرام ہوں۔

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ روز قیامت میری نجات کا ذریعہ کیا ہوگا؟
حضور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو فریب دینے کی کوشش نہ کرنا! اس شخص نے عرض کیا کہ حضور! میں اللہ
کو فریب کیسے دے سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا کام تو وہ کرے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے مگر
اس کا مقصد اطاعت الہی نہ ہو بلکہ دوسرا ہو یا بے بوجہ یا شریک ہے، تمام بیا کا قیامت کے دن تمام مخلوق کے
سامنے چار ناموں سے پکارے جائیں گے، اے کافر! اے فاجر! اے دغا باز! اے نقصان اٹھانے والے! تیرا عمل بیکار کیا
تیرا اجر ضائع ہو گیا! آج تیرا کوئی حصہ نہیں! اے بیا کا تو اپنا ثواب اسی سے مانگ جس کے لئے تو عمل کرتا تھا!

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بیا، شہرت طلبی اور لافاق سے اپنی پناہ میں رکھے، یہ سب کام دوزخیوں کے ہیں منافق
منافق کا انجام | کے لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّمَارِ اَلَا سَفَلٌ مِّنَ السَّامِرَةِ يٰقِيْنَ اَمَنَافِقِ
دوزخ کے مرتبے نچلے طبقہ میں رہیں گے۔ یعنی فرعون و ہامان کے ساتھ ہادیہ میں پڑے ہوں گے۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ بعض
احادیث سے تو یہ مستنبط ہوتا ہے کہ اگر نیک عمل کو مخلوق دیکھ بھی لے تب بھی کوئی ہرج نہیں ہے جیسا کہ وکیع نے بالا سند حضرت
ابو ہریرہ کا قول نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں بعض اچھے
کام اگر چہ چھپا کر کرتا ہوں پھر بھی لوگوں کو اس کی خبر ہو جاتی ہے (لوگ مطلع ہو جاتے ہیں) اور یہ بات میرے دل کو بُری بھی
لگتی ہے، کیا ایسے عمل کا مجھے اجر ملے گا؟ حضور نے فرمایا تیرا اجر دوسرا ہوگا! ایک اجر چھپانے کا اور دوسرا اظہار ہو جانے کا
اس حدیث شریف کی توضیح میں کہا گیا کہ دوسرا اجر اس طرح ہوا کہ اس شخص کو یہ بات پسند تھی کہ دوسرے لوگ بھی اس کی
اتباع کریں اس صورت میں ایک اجر تو عمل کا اور دوسرا اجر دوسرے لوگوں کی اتباع و پیروی کا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کوئی اچھا طریقہ (نیک عمل) نکالا اس کو اپنے اس عمل کا بھی ثواب
ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی جو قیامت تک اس پر عمل پیرا رہیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم تھا کہ اس
شخص کا سوال، کو یہ بات پسند ہے کہ لوگ اس کے عمل کی پیروی کریں اسی لئے آپ نے دوسرا اجر اس کے بدلہ میں فرمایا، ہاں اگر
عمل کی پسندیدگی لوگوں کے اتباع کے خیال سے خالی ہو (یعنی اپنے عمل کو محض اپنی ذات کے اعتبار سے پسند کرتا ہے اور اس
پر نازاں ہے اور یہ خیال نہیں کہ لوگ میرے عمل کی پیروی کریں) تو ایسے شخص کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔ اس لئے کہ خود

پسندی بارگاہ الہی میں پسند نہیں، بندہ اس کی بدولت اللہ کی نظر سے گر جاتا ہے۔
حضرت حسن بصری کا ارشاد ہے کہ جب تم بوڑھے ہو گے تو تم کو ایسے لوگ ملیں گے جن کے رنگ کو بے ہوں گے لیکن
درخت مزاج، تیز زبان اور بیاک نظر، دل کے مردہ! تم ان کے جسم دیکھو گے ان کے جسم نہ ہوں گے، ان کی آواز سنائی
دیگی ان میں انسیت نہ ہوگی، ان کی زبانیں بہت طرار ہونگی لیکن دل قحط کے مارے خشک ہوں گے! بعض اصحاب رسول
نے مجھ سے بیان کیا کہ جب ہماری امت کے علماء، دوسرا اور امرا کی صحبت کی طرف راغب نہ ہوں گے اور صالح لوگ

دور دور کر فاجروں سے ملاقات کے لئے نہ جائیں گے، نیک لوگوں کو بُروں کا خوف نہ ہوگا، اس وقت تک امت محمدیہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہے گی لیکن جب ان سے یہ بدکرداریاں سرزد ہوں گی تو اللہ تعالیٰ ان سے اپنا ہاتھ اٹھالے گا، اور ان کو فقر و فاقہ میں مبتلا فرمائے گا اور ان کے دلوں میں ظالموں کا خوف پیدا کر دے گا اور ستمکاروں کو ان پر مسلط کر دے گا اور بڑی بڑی تکلیفوں کی ان پر مار پڑے گی۔

حضرت حسن بصری ہی سے یہ روایت بھی ہے کہ وہ بندہ بہت ہی بُرا بندہ ہے جو مغفرت کا سوال کرتا ہے اور عمل معصیت کے اس سے سرزد ہوتے ہیں، خضوع و خشوع کا اظہار اپنی امانت داری کے اظہار کے لئے کرتا ہے حالانکہ وہ فریب سے الٹا کرتا ہے، دوسروں کو (بڑی باتوں سے) منع کرتا ہے لیکن خود ان پر عمل پیرا ہے، دوسروں کو جس کام کا حکم دیتا ہے خود کام نہیں کرتا، دیتا ہے تو پورا نہیں دیتا تو نہ دینے کا عذر پیش نہیں کرتا، تندرست ہوتا ہے تو نڈر بن جاتا ہے، بیمار ہوتا ہے تو پشیمان ہوتا ہے، محتاجی میں غمگین ہوتا ہے، توانگر بن جاتا ہے تو فتنے اٹھاتا ہے، ابرو ثواب کا طالب ہو مگر شاید پر صبر کرے بدست ہو کر سو جائے اور روزے میں تاخیر کرے۔

ایک ن حسن بصریؒ بیش قیمت لباس پہنے ہوئے اپنی مجلس میں موجود تھے، اس مجلس میں فرقہ سنی بھی موجود تھا اور فرقہ صوف (پشیمینہ) کا لباس پہنے تھا، آپ نے فرقہ سے فرمایا۔ میرا لباس جنیتوں کا ہے اور تمہارا لباس دوزخیوں کا ہے۔ تم نے ظاہر میں دنیا چھوڑ رکھی ہے لیکن تمہارے دل میں غرور اور تکبر بھرا ہوا ہے، آج کل لوگوں نے صوف پہننا شعار بنالیا ہے لیکن حقیقت میں وہ چادر اوڑھنے والوں سے زیادہ مغرور ہوتے ہیں لوگ آپس میں تفاخر کرتے ہیں (لباس سے ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں)۔ سنو! مثلاً نہ لباس پہنو! مگر دلوں کو اللہ کے خوف سے مردہ بنا لو (دل خوف خدا سے مردہ ہو جائے)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لباس وہ پہنو کہ علماء اس کا مذاق نہ بنائیں اور نہ بے خرد تم کو لباس تین قسم کے ہیں (اس لباس کے باعث) حقیر سمجھیں، کپڑے خواہ سونی ہی کیوں نہ ہو دل پاک صاف ہونا چاہیے! لباس تین قسم کے لوگوں کا ہوتا ہے، پُربیز گاروں کا لباس، یہ ایسا جائز لباس ہونا چاہیے جس کے پہننے سے نہ مخلوق کی طرف سے مواخذہ ہو اور نہ شرع کا اس پر مطالبہ ہو سکے، خواہ وہ سوت کا ہو یا صوف کا نیلا ہو یا سفید رنگ کا۔ اولیاء اللہ کا لباس، اولیاء کا لباس وہ ہے جس کا حکم شریعت نے دیا ہے یعنی کم سے کم اتنا کہ ستر عورت ہو سکے! اور جسم کا ضروری حصہ چھپ جائے اور ضرورت کا تقاضہ پورا ہو جائے۔ تاکہ ہوا و ہوس شکستہ نہ ہو جائیں اور ابدال کے درجہ تک نہ پہن جائے۔ ابدال کا لباس ابدال کا لباس یہ ہے کہ شرعی حدود کی حفاظت کے ساتھ جو کچھ تقدیر سے مل جائے (اس کو کافی سمجھا جائے)۔ وہ ایک نہ ایک قیمت کا کرتا ہو یا ایک سو اشرفی کا خلعت (دونوں اس کے لئے برابر ہوں) نہ اپنا ارادہ اعلیٰ لباس پہننے کا ہو نہ نفسانی خواہش کہ ادنیٰ لباس پہن کر اس خواہش کو شکست دی جائے بلکہ جو حلال لباس اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے مرحمت فرمائے بغیر محنت اور تکلیف کے عنایت کر دے، نفس میں کسی لباس کا شوق ہو نہ کوئی آرزو (کہ ایسا لباس ملے)۔ تو ایسا لباس ابدال کا لباس ہے۔ ان لباسوں کے علاوہ ہر قسم کا لباس عہد جاہلیت کا لباس ہے، حماقت کا لباس ہے اور نفسانی خواہش کا لباس ہے۔

باب ۱۷

ہفتہ کے مختلف دن

اور
ان کے فضائل

ایام بیض اور ایام بیض کے روزوں کے فضائل

اور ترغیبات ایام بیض میں شبانہ روز کے وظائف اوراد

شیخ ابو نصر نے ہلال اسناد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے شنبہ کے دن زمین پیدا فرمائی اور پیکشنبہ کو زمین پر چھاڑوں کو قائم فرمایا۔ دو شنبہ کو درختوں اور شنبہ کو تمام ملک و ممالک کو پیدا کیا۔ چار شنبہ کو تمام خوبیاں تخلیق فرمائیں اور پیکشنبہ کو زمین پر تمام چھاپاؤں کو پیدا فرما کر ادھر ادھر منتشر فرمایا۔ جمعہ کے روز حضرت آدم علیہ السلام کو عصر کے بعد مغرب سے قبل آخری ساعت میں پیدا فرمایا۔"

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہفتہ کے دن کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ حضور نے فرمایا یہ مکہ و قریب کا دن ہے، صحابہ کرامؓ نے وجہ دریافت کی تو حضور نے فرمایا کہ اس دن قریش نے دارالندوۃ میں میرے لئے قریب کا منصوبہ تیار کیا تھا۔ اتوار کے دن کے بارے میں دریافت کرنے پر فرمایا یہ درخت لگانے اور عمارتیں بنانے کا دن ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اسی دن دنیا کی اور اس کی آبادی کی ابتدا ہوئی تھی، پھر کے دن کے متعلق دریافت کرنے پر فرمایا یہ سفر اور تجارت کا دن ہے، صحابہ نے فرمایا یہ کس طرح؟ تو حضور نے فرمایا کہ تعجب پہنچنے والے اسی دن سفر کیا تھا اور تجارت میں مشغول ہوئے تھے، منگل کے دن کے بارے میں جب دریافت کیا گیا تو حضور نے فرمایا یہ خون کا دن ہے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یہ کیسی طرح؟ حضور نے فرمایا، اسی دن حضرت حوا کو حیض آیا اور آدم کے بیٹے (قابیل) نے اپنے بھائی (ہابیل) کو قتل کیا تھا، بدھ کے دن کے بارے میں جب دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا یہ نحوست اور بد بختی کا دن ہے، صحابہ نے عرض کیا یہ کیوں نہ ہو؟ حضور نے فرمایا: اسی دن اللہ نے فرعون اور اس کی قوم کو انیل میں غرق کیا اور عاد و ثمود کو تباہ کیا۔ جمعرات کے بارے میں سوال کرنے پر فرمایا: اچھوں کے پورا کرنے اور سلاطین کے پاس جانے کا دن ہے، صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا کہ حضور یہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا کہ اسی روز حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کو تشریف لے گئے تھے، مخروہ نے آپ کا مدعا پورا کر دیا اور آپ نے ہاجرۃ کو اس سے حاصل کر لیا۔

نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شب کو ہجرت فرمائی اس دن میں کفار قریش نے ایک مکان میں جمع ہو کر حضور کے بارے میں نوزد بائیں قتل کا پروگرام بنایا تھا۔

جمعہ کے بارے میں جب دریافت کیا گیا تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ خطبہ اور نکاح کا دن ہے، جب عرض کیا گیا کہ کس طرح؟ تو حضور والا نے ارشاد فرمایا کہ اسی دن انبیاء علیہم السلام نکاح کرتے تھے۔
 زہری نے بروایت عبد الرحمن بن کعب بیان کیا کہ ان کے دادا عبد الرحمن نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعرات ہی کے دن نکاح کرتے تھے، معاویہ بن حزمہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص آوارہ نیکل کے دن سینگی لگواتا ہے اللہ تعالیٰ سال بھر تک اس کو بیماری سے محفوظ کر دیتا ہے۔"

انبیاء علیہم السلام ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور دوسرے پچاس پیغمبروں کو ہفتہ کا دن دیا تھا (یعنی ان کی عبادت کا دن) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے علاوہ بیس اور انبیاء علیہم السلام کو اتوار کا دن دیا تھا، پیر اور دو شنبہ کا دن سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور تریثمہ (۶۳) دوسرے رسولوں کو عطا فرمایا، منگل کا دن حضرت سلیمان اور دوسرے پچاس پیغمبروں کو عطا کیا۔ بدھ، اپہار شنبہ کا دن حضرت یعقوب اور پچاس دوسرے رسولوں کو عطا فرمایا اور جمعرات کا دن حضرت آدم علیہ السلام اور پچاس دوسرے نبیوں کو عطا کیا۔ جمعہ کا دن خالص اللہ تعالیٰ کا اپنا دن ہے۔

منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الہی میں مناجات فرمائی: اے میری امت کو اُمت محمدیہ کا تحفہ خاص تو نے کیا عطا فرمایا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محبوب! جمعہ کا دن میرا ہے اور جنت میری ہے میں جمعہ کا دن اور جنت آپ کی اُمت کو عطا کرتا ہوں اور میں جنت میں آپ کی اُمت کے ساتھ ہوں گا۔

حضرت انس بن مالک کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے بدھ، جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھا اس کے اجر میں اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں موتی، یا قوت اور زبرد کا محل تیار فرماتا ہے اور درج سے اس کے لئے نجات لکھ دی جاتی ہے۔" حضرت انس بن مالک کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضور والا نے ارشاد فرمایا کہ جس نے حرمت والے مہینوں میں جمعرات جمعہ اور ہفتہ کے دن کے (تین) روزے رکھے اس کے نامہ اعمال میں نو سال کی عبادت لکھی جاتی ہے، نیز ارشاد فرمایا کہ ہفتہ اور اتوار کو روزہ رکھو اور یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا، پیر اور جمعرات کو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر شخص کو جو شرک نہیں کرتا بخش دیا جاتا ہے مگر وہ شخص نہیں بخشا جاتا جس کے دل میں ایسے مسلمان بھائی کی طرف سے حسد اور کینہ ہو، ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں کے روزوں کو ترک نہیں کیا کرتے تھے خواہ آپ سفر میں ہوں یا حضر میں۔ یہ دونوں دن ایسے ہیں جب بندے کے اعمال بارگاہ الہی میں پیش کئے جاتے ہیں۔

لے یہودیوں میں آج بھی یوم شنبہ عبادت کا دن ہے۔

ایام بیض کے روزے

ایام بیض کے روزوں کی فضیلت

ایام بیض کے روزوں کی بڑی فضیلت آئی ہے، شیخ ابو نصر نے بالا سنا حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرہ تاریخ کا روزہ تین ہزار برس کے روزوں کے برابر ہے اور ۱۴ تاریخ کا روزہ دس ہزار برس کے روزوں کے برابر ہے۔

پندرہ تاریخ کا روزہ ایک لاکھ تیرہ ہزار برس کے روزوں کے برابر ہے۔

ابو اسحاقؒ نے حضرت جبریلؑ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو شخص چاند کی تیرہ صویں، چودھویں اور پندرہویں کا روزہ رکھے گا اس کو عمر بھر کے روزوں کا ثواب ملے گا، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: مَنْ جَاءَ بِهَا حُسْنَةً فَلَهُ عَشْرُ مَثَاقِمَ جِسْمِ نَبِيٍّ كِي اس کے لئے دس گنا ثواب ہے، گویا تین روزوں کا ثواب مہینہ بھر کے روزوں کے برابر ہو گیا۔ اس طرح ہر ماہ تین روزے رکھنے والا تمام عمر روزہ رکھنے والا ہو جائے گا۔

حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض کے روزے خواہ سفر میں ہو یا اقامت میں نہیں چھوڑتے تھے، شعبیؒ کا قول ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گرامنہ ارشاد فرمایا: جس نے ہر ماہ تین دن کے روزے رکھے اور فجر کی دو رکعت سنتیں ادا کیں اور نماز وتر کو نہ سفر میں چھوڑا نہ حضر میں اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔

سعید ابن ابی ہند نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان تین باتوں کی وصیت فرمائی کہ مگر تے دم تک مہینے کے تین گروزے (ایام بیض کے) رکھوں اور مرنے سے پہلے چاشت اور وتر کی نماز نہ چھوڑوں۔

عبدالملک بن ہارون نے ثرایت عنقرہ بیان کیا کہ عنقرہ نے کہا میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا، انھوں نے فرمایا کہ ایک دن دوپہر کے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور اس وقت حجرہ مبارکہ میں ولق افروز تھے، میں نے سلام عرض کیا حضور نے سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا: علیؑ! یہ جبریلؑ ہیں تم کو سلام کہتے ہیں، میں نے عرض کیا: وعلیک السلام یا رسول اللہ! حضور نے فرمایا میرے قریب آ جاؤ، میں قریب میں حاضر ہو گیا تو حضور نے فرمایا: علیؑ! جبریلؑ کہہ رہے ہیں کہ ہر ماہ تین دن کے روزے رکھا کرو، پہلے روزے پر دس ہزار سال کا دوسرے روزے پر تیس ہزار سال کا اور تیسرے روزے پر ایک لاکھ سال کا ثواب لکھا جائے گا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس ثواب کی تخصیص میرے ہی ساتھ ہے یا عام طور پر سب کے لئے ہے، حضور نے فرمایا یہ ثواب تمہیں ہوگا اور اس کو بھی جو تمہاری طرح یہ روزے رکھے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روزوں کی تاریخ دریافت کی تو فرمایا ہر ماہ کی پندرہویں، چودھویں اور پندرہویں!!

ایام بیض کی وجہ سمیہ عنقرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ایام بیض کی وجہ سمیہ کیا ہے؟

لے ایام بیض ہر ماہ کی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں تاریخ ہیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا تو آفتاب کی تمازت نے ان کے جسم کو سیاہ کر دیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام ان کے پاس آئے اور کہا کہ اے آدم! کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے جسم کی یہ سیاہی دور ہو جائے اور اس کی جگہ سفیدی آجائے؟ حضرت آدم نے فرمایا ہاں! اس وقت حضرت جبریل نے فرمایا کہ آپ ہمراہ کی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں تاریخ کا روزہ رکھا کیجئے! چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے پہلا روزہ رکھا تو اسے جسم کی سیاہی دور ہو گئی دوسرے دن ۱۴ اور تیسرے دن پورا جسم مبارک سفید ہو گیا (تمام سیاہی زائل ہو گئی) اس لئے ان دنوں کو ایام بیض کہتے ہیں۔

حضرت ذر بن جیش کا قول ہے کہ میں نے حضرت ابن مسعودؓ سے ایام بیض کی وجہ تسمیہ دریافت کی تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جب حضرت آدمؑ نے اللہ کی نافرمانی کی اور درخت ممنوعہ کھا لیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میرے قرب عزت و عظمت سے نیچے اتر جاؤ، جو میری نافرمانی کرتا ہے وہ میرے قریب نہیں رہ سکتا، آدمؑ نیچے اتر گئے، آپ کے بدن کا رنگ سیاہ ہو گیا، فرشتوں نے اس پر آہ دُبکا کی، اور بارگاہ الہی میں عرض کیا: رَبِّ الثَّغَرِ تُوْنِے اَدَمَ کو اپنے ہاتھ سے بنایا، اپنے فرشتوں سے ان کو سجدہ کرایا اور اب ایک گناہ پر ان کے سفید رنگ کو سیاہی سے بدل دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کے پاس وحی بھیجی کہ تم میرے لئے اس دن یعنی تیرھویں تاریخ کا روزہ رکھو! حضرت آدمؑ نے (پہلا) روزہ رکھا تو ان کا تنہائی بدن گورا ہو گیا پھر وحی بھیجی کہ آج چودھویں کا روزہ رکھو! حضرت آدمؑ نے روزہ رکھا تو صبح کو دو تنہائی بدن گورا ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے پھر وحی بھیجی کہ اس روز یعنی پندرھویں تاریخ کا بھی روزہ رکھو! حضرت آدمؑ نے یہ روزہ رکھا تو سارا بدن گورا ہو گیا، ایام بیض کہنے کی یہی وجہ ہے۔

عربی نے ادب الکاتب میں کہا ہے کہ ان تاریخوں (دنوں) کو عرب ایام بیض اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان تاریخوں میں پوری رات بھر کی چاندنی ہوتی ہے (راتوں میں بجائے سیاہی کے سفیدی ہوتی ہے)۔

صیام الدھر اور اس کا اجر

شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت امیر المؤمنینؑ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب بہتر روزے حضرت داؤدؑ کے روزے والے کا اجر ہیں، ایک دن روزہ ایک دن ناغہ! جس شخص نے ہمیشہ سارے روزے رکھے (عمر بھر روزہ رکھا) اس نے بلاشبہ اپنی جان اللہ کے لئے وقف کر دی! حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جس نے عمر بھر روزے رکھے اس پر دوزخ اس طرح تنگ ہو جاتا ہے کہ اس میں داخل ہونا ممکن ہی نہیں رہتا! حضورؐ ۹۰ کا عدد بنا کر دکھایا۔

شعبؓ نے بروایت سعد بن ابراہیمؓ بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہمیشہ روزے رکھتی تھیں، یعقوبؓ نے اپنے والد کی اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت سعدؓ نے اپنے مرنے سے چالیس سال پہلے سے بہم روزے رکھے۔ ابو ادریسؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اتنے روزے رکھے کہ سوکھ کر خال کی طرح ہو گئے تھے، میں نے ان سے کہا

کہ حضرت آپ اپنے نفس کو تو کچھ آرام دیجئے، انھوں نے فرمایا کہ (روزے رکھیں) اس کو آرام ہی تو دینا چاہتا ہوں، میں نے دیکھا ہے کہ دور میں آگے نکل جانے والے گھوڑے وہی ہوتے ہیں جن کو مشاق بنا کر ڈبلا کر دیا جاتا ہے۔

ابو اسحاق بن ابراہیم کا بیان ہے کہ مجھ سے عمار راہب نے کہا ابلہ میں عیسیٰ بن زاذان کی مجلس میں سکنہ غفاریہ ہمارے ساتھ شریک محفل ہوتی تھیں، آپ اس مجلس میں حاضری کے لئے بصرہ سے آتی تھیں۔ میں نے ان کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا سکنہ! عیسیٰ کے ساتھ اللہ نے کیا معاملہ کیا؟ سکنہ! ہنسیں اور بولیں، ان کو جھکدار حلقہ (ہشتی) پہنایا گیا۔ خدمت گزار آفتاب نے ان کے گرد گرد گھومنے لگے، پھر ان کو زیور پہنائے گئے اور کہا گیا اے قاری! اپنے مرتبہ میں ترقی کرنا جا! اپنی بقا کی قسم روزوں نے تجھے پاک کر دیا ہے۔

عیسیٰ اتنے روزے رکھتے تھے کہ ان کی کمر خمیدہ ہو گئی تھی اور آواز بھی (مکڑی کے باعث) نہیں نکلتی تھی۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ حضرت ابو طلحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جہاد کے باعث فطر روزے نہیں رکھتے تھے لیکن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد میں نے ان کو کبھی روزے کے بغیر نہیں دیکھا سوائے یوم فطر اور اور یوم نحر کے۔ ابو بکر بن عبد الرحمن بن عمارت بن شام کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک ایسے آدمی نے یہ روایت کی جس نے خود مشاہدہ کیا تھا کہ گرمی کے دن میں حضور روزے سے ہیں اور گرمی کی شدت اور پیاس کی وجہ سے سر مبارک پر پانی ڈال رہے ہیں۔

سفیان نے بروایت ابو اسحاق حارث کے حوالہ سے بیان کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز روزہ رکھتے تھے اور ایک روز نافع فرماتے تھے" ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ اگر کوئی شخص تمام عمر روزہ رکھے تو کیا حکم ہے؟ حضور نے جواب میں فرمایا "اس نے روزہ رکھا بغیر روزے کے رہا۔ اس حدیث سے یہ امر مستنبط ہوا کہ اس شخص نے ہمیشہ روزے رکھے بغیر الفطر اور ایام تشریق میں بھی نافع نہیں کیا، حضرت امام احمد حنبل نے بھی یہی فرمایا ہے لیکن اگر اس نے ان ایام میں روزے رکھے اور باقی پورے سال رکھے تو اس کے حق میں کوئی ممانعت نہیں ہے بلکہ اس کے لئے وہی فضیلت ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

عام روزہ کی فضیلت

شیخ ابو نعیم نے اپنے والد سے بالاسناد بیان کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جو شخص خالصاً اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے روزہ رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے اتنی مسافت کے بقدر دور کر دے گا کہ ایک کوئے کا بچہ اس مسافت پر اڑنا شروع کرے اور بوڑھا ہو کر مر جائے اور مسافت باقی رہے۔ رکھا جاتا ہے کہ کوئے کی عمر تقریباً پانچ سو برس ہے۔

حضرت ابو الذرؤا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص محض اللہ کے لئے کسی دن کا روزہ رکھے گا اللہ اس کے منہ کو دوزخ سے بقدر نشتربس کی مسافت کے دور فرما دیگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا میں

نے خود سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جو بندہ صبح کو روزہ دار ہوتا ہے اس کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اس کے اعضا اللہ کی تسبیح و تقدیس بیان کرتے ہیں اور اس کے لئے دنیاوی آسمان والے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور یہ حالت غروب آفتاب تک ہوتی ہے اگر وہ ایک دو رکعت نماز نفل بھی پڑھ لیتا ہے تو اس کے لئے آسمان لوز سے حکم کا جانتے ہیں۔ رجب میں اس کی بیویاں یعنی بڑی بڑی آنکھیں دلی حوریں کہتی ہیں الہی اس کی روح فبض کر کے ہمارے پاس پہنچانے ہم اس کے مشتاق ہیں اگر وہ روزہ دار تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کی تسبیح و تہلیل کو لکھتے ہیں۔ اور یہ حالت غروب آفتاب تک ہوتی ہے ابو قتادہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ ایک نیکی کرنے اس کی جزا اس کو دس سے سو تک بلکہ سات سو گنا تک ملے گی لیکن روزہ ایسا عمل ہے کہ اس کے بارے میں حق تعالیٰ نے فرمایا وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ محبوب ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "روزہ کے باعث جو شخص کھانے پینے اور خواہش نفس سے دور رہا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کو میوہ کھلائے گا اور جنت کا شربت پلائے گا۔" (Tamp)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر نیک کام کرنے والوں کے لئے جنت کا ایک خاص دروازہ ہوگا، جہاں سے ان کو پکارا جائے گا اور روزہ رکھنے والوں کو جس خاص دروازے سے پکارا جائے گا اس کا نام زیان ہوگا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کوئی شخص ایسا بھی ہوگا جس کو تمام دروازوں سے پکارا جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مجھے امید ہے کہ تم ان ہی میں سے ہو گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر چیز کا ایک دروازہ ہے چنانچہ عبادت کا دروازہ روزہ ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا روزہ نصف صبر ہے، ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور روزہ نصف صبر ہے بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ حضرت ابو اذنیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کا سونا عبادت ہے، اس کی خاموشی تسبیح ہے اور اس کا عمل مقبول ہے۔ حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن روزہ داروں کے لئے سونے کا ایک خان رکھا جائے گا جس میں مچھلی ہوگی۔ (Tamp)

روزہ دار اس خان سے کھاتے ہوں گے اور دوسرے لوگ ان کو دیکھتے ہوں گے (دوسروں کا اس سے کچھ حصہ نہ ہوگا) احمد بن حنبل سے روایت ہے کہ ابو سلیمان نے ان سے کہا کہ ابو علی اہم ایک بن تشریف لائے اور انھوں نے ایک ایسی حدیث سنائی جس سے بہتر آج تک ہم نے نہیں سنی تھی، انھوں نے فرمایا کہ روزہ داروں کے لئے قیامت میں ایک دتر خان بچھایا جائے گا اور وہ اس پر کھانے میں مشغول ہوں گے جب کہ دوسرے تمام لوگوں سے حساب لیا جاتا ہوگا، یہ لوگ حساب دینے والے نہیں گئے کہ الہی! ہمارا حساب لیا جا رہا ہے اور یہ لوگ (نعمتیں) کھانے میں مشغول ہیں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے مدتوں تک روزے رکھے اور تم نے نہیں رکھے، وہ کھڑے نمازیں پڑھتے رہے اور تم سوتے رہے (یہ اس کا انعام ان کو دیا گیا ہے)۔ (Tamp)

روزہ دار کے منہ سے مشک کی لپٹیں حضرت ابن عباس سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب روزہ دار

اپنی قبروں سے نکلیں گے تو ان کے منہ سے مشک کی خوشبو کی لپٹیں آئیں گی، جنت کا ایک خان ان کے سامنے رکھا جائے گا۔
جس سے وہ کھائیں گے اور وہ سب عرش کے سایہ میں ہوں گے۔

حضرت سفیان بن عیینہ نے کہا مجھے اطلاع ملی ہے کہ روزہ دار جن چیزوں سے روزہ کھولتا ہے ان کا حجاب اس سے نہیں لیا جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی روزہ کی جزا دوں گا، میرا بندہ میرے لئے اپنا کھانا پینا اور نفسانی خواہش کو چھوڑتا ہے، روزہ ایک سپر ہے۔ روزہ دار کے لئے دو مستریں رکھی گئی ہیں ایک تو جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری خوشی رب کے ملاقات کے وقت میسر ہوگی۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، روزہ ایک سپر ہے جس کے ذریعہ بندہ دوزخ سے محفوظ رہتا ہے۔ سعید بن جبیر کی روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، میں دنیا میں اپنے پیچھے کیا کیا چیزیں چھوڑ جاؤں گا اس کا مجھے غم نہیں غم ہے تو دوپہر کے وقت روزہ دار ہونے اور نماز کے جانے کا (کہ مرنے کے بعد یہ چیزیں میسر ہوں گی) مجاہد نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جو شخص اللہ کے واسطے نفل روزہ رکھے اور اس کے بدلہ میں زمین بھر سونا اس کو مل جائے تب بھی قیامت سے پہلے اس کے روزہ کا ثواب پورا نہیں ہوگا۔

اوراد شب و نماز شب

اور اس کی ترغیب

حضرت شفیق بن عبد اللہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ لوگوں کا ذکر ہوا، کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ فلاں شخص رات بھر سوتا رہا یہاں تک کہ صبح کی

نماز بھی اس نے ادا نہیں کی حضور نے فرمایا، شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب آدمی سو جاتا ہے تو شیطان اس کے سر پر تین گرہیں لگا دیتا ہے پھر جب سو کر اٹھتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس کی ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ جب صبح کو اٹھتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور جب دو رکعت نماز پڑھ لیتا ہے تو آخری گرہ بھی کھل جاتی ہے صبح کو آدمی ہشاش بشاش ہوتا ہے۔ ورنہ دوسری صورت میں سست اور چڑچڑاہتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ شیطان کے پاس کچھ چیزیں ناک میں ڈالنے، کچھ چاٹنے اور کچھ چھڑکنے کی ہوتی ہیں۔ آدمی جب ناک میں ڈالنے والی چیز کو ٹٹک لیتا ہے تو وہ بد خلق ہوتا ہے اور چاٹنے والی چیز کو جب چاٹ لیتا ہے تو بری باتیں اس کی زبان پر چڑھ جاتی ہیں، جب چھڑکنے والی چیز کو کسی پر چھڑک دیا جاتا ہے تو وہ رات سے صبح تک سوتا رہتا ہے۔ رات کی نماز میں قیام کو طول دینا سنت ہے، رات کی نماز میں دو دو رکعتیں ہیں۔ دن کی نماز میں رکوع اور

سجود کی کثرت سنت ہے اگر ایک سلام سے چار رکعتیں پڑھی جائیں تب بھی جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رات کی

نماز نافلہ (پانچ نمازوں) سے زیادہ تھی اور وہ حضور پر فرض تھی وہ حضور کے لئے قرب الہی اور مرتبت افزائی کا ذریعہ تھی۔
 اُمت سے فرائض میں جو خامی اور کوتاہی ہوتی ہے اس کی پورا کرنے والی ہے۔

سالمؑ نے حضرت ابن عمرؓ کا قول نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد متعود میں جب کوئی خواب دیکھتا تھا تو اس کو حضور کی خدمت میں بیان کرتا تھا۔ مجھے بھی آرزو تھی کہ میں کوئی خواب دیکھوں اور حضور والا سے بیان کروں (آخر کار یہ آرزو پوری ہوئی اور) میں نے ایک خواب دیکھا دو فرشتے مجھے پکڑ کر دوزخ کی طرف لئے جا رہے ہیں، دوزخ کے گرد کنوئیں کی طرح مغیر (من) بنی ہے اور کنوئیں کے چرخ کے مناروں کی طرح اس میں دو مینار بھی تھے میں نے وہاں کے کچھ لوگوں کو دیکھ کر پہچان لیا اور میں نے کہا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ (میں دوزخ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں) مجھے فوراً ہی ایک در فرشتہ ملا اور مجھ سے کہنے لگا، خوف نہ کھا! (پھر میری آنکھ کھل گئی) میں نے یہ خواب ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا اور انھوں نے حضور والا سے بیان کیا۔ حضور نے فرمایا عبد اللہ! اچھا شخص ہے کاش وہ رات کو نماز پڑھتا! سالمؑ کہتے ہیں کہ پھر عبد اللہ رات کو بہت تھوڑی دیر کے لئے سوتے تھے۔

ابو سلمہؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا کہ "مجھ سے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ تم فلاں شخص کی مانند ہو جانا کہ پہلے وہ رات کی نماز پڑھتا تھا پھر اس نے وہ نماز چھوڑ دی۔"
 حضرت ابوصالحؒ نے بالاسناد حضرت علیؓ کم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا "ایک رات حضور والا میرے آؤ اپنی صاحبزادی فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے ہم دونوں کو سونا (لیٹا ہوا) پا کر آپ نے فرمایا تم نماز نہیں پڑھتے ہو (نماز شب) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہماری جانوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اگر وہ ہم کو اٹھانا چاہے گا تو (نماز کے لئے) اٹھائے گا۔ حضور والا واپس چلے گئے اور اس بات کا کوئی جواب ارشاد نہیں فرمایا، البتہ میں نے سنا کہ واپس ہو کر آپ زانوئے مبارک پر ہاتھ مار کر فرما رہے تھے کہ آدمی بڑا جھگڑا لو ہے۔"
 شیخ ابونصرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد حضرت جابر بن عبد اللہؓ کا قول نقل کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اگر آدمی دو رکعتیں رات کے درمیان پڑھ لے تو وہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے اگر میں اپنی اُمت پر اس کو بار نہ سمجھتا تو (ان دو رکعتوں کو) فرض قرار دے دیتا۔

شیخ ابونصرؒ نے اپنے والد کی اسناد سے ابو سلمہؒ کا یہ قول نقل کیا کہ میں نے حضرت ابو ذر غفاریؓ سے دریافت کیا کہ کون سی نماز افضل ہے، انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا تھا، حضور نے فرمایا تھا کہ درمیان شب یا آدھی رات کی نماز شب افضل ہے مگر ایسا کرنے والے (اس نماز کے ادا کرنے والے) کم ہیں۔

بعض احادیث میں آیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا "الہی میں تیری عبادت کرنا چاہتا ہوں اس کے لئے کونسا وقت افضل ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل فرمائی اور ان سے فرمایا اے داؤد! رات کے اول حصہ میں نماز کو کھڑا ہو نہ آخر حصہ میں۔ جو اول حصہ میں کھڑا ہو گا وہ آخر حصہ میں سجاوے گا اور جو آخر

Imp Imp Imp

میں کھڑا ہوگا تو وہ اول حصہ میں سو جائے گا۔ تو شب کے درمیانی حصہ میں کھڑا ہو کہ تیری خلوت میں میں ہوں اور سبیری خلوت میں تو بہ اور اس وقت میرے سامنے اپنی حاجتیں بیان کر۔

یحییٰ ابن مختار سے مروی ہے کہ حسن بصری نے فرمایا کہ وسط شب میں پابندی کے ساتھ قیام (نماز) اور حق پر مال خرچ کرنے سے زیادہ آنکھوں کو ٹھنڈک بخشنے والا پیٹھ کو (معصیت کے بوجھ سے) ہلکا رکھنے والا اور دل کے لئے مسترت بخش بندہ کا کوئی عمل نہیں ہے۔

حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں بلاشبہ میں تمھارا ہی خواہ ہوں، میں تم پر شفقت کرنے والا ہوں! اے لوگو! وحشت قبر کو دور کرنے کے لئے رات کی تاریکی میں نماز میں پڑھو، روزہ محشر کی گرمی سے بچنے کے لئے روزے رکھو، سخت دن کے خوف سے خیرات کرو اے لوگو میں تمھارا بھلا چاہنے والا ہوں، میں

تمھارا ہی خواہ ہوں!! شیخ ابو نصر نے اپنے والد سے بالاسناد حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ وہ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک تہائی رات باقی رہ جاتی ہے اس وقت دنیاوی آسمان کی طرف اللہ عزوجل نزول اجلال فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کو قبول کروں! کون ہے جو مجھ سے طالب مغفرت ہو اور میں اس کی مغفرت کروں! کون ہے جو مجھ سے رزق مانگے اور میں اس کو رزق عطا کروں! کون ہے جو مجھ سے دکھ درد دور کرنے کی استدعا کرے اور میں اس کا دکھ دور کروں! یہ کیفیت طلوع فجر تک رہتی ہے۔

شیخ ابو نصر نے اپنے والد کی اسناد سے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہر رات آخری تہائی میں اللہ تعالیٰ دنیاوی آسمان کی طرف نزول اجلال فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ کون مغفرت کا طلبگار ہے کہ میں اس کی مغفرت کروں! کون دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں! کون سائل ہے کہ میں اس کا سوال پورا کروں! صحابہ کرامؓ اسی بناء پر آخری رات کی نماز کو مستحب کہتے تھے۔

حضرت ابو امامہؓ نے فرمایا "رسول اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کس حصہ شب میں دعا زیادہ قابل پذیرائی ہوتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخری رات میں اور فرض نمازوں کے بعد حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا، بہترین روزے (حضرت) داؤد کے روزے ہیں، آپ نصف مدت روزہ رکھتے تھے (ایک دن روزہ سے اور ایک دن بغیر روزے کے رہتے تھے اسی طرح ہر سال وہ چھ ماہ روزے سے رہتے تھے اور بہترین نماز داؤد کی نماز ہے، حضرت داؤد اسی رات تک سوتے اور پچھلے پہر میں نماز پڑھتے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے اس طرح مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت داؤد کی نماز سب سے پیاری تھی آپ نصف شب سوتے تھے پھر اٹھ کر نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے، پھر نماز سے فارغ ہو کر آخری حصہ شب میں سو جاتے تھے پھر آخر تہائی رات کو اٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا، میں رات کے تین حصے کرتا ہوں، ایک تہائی میں نماز ادا کرتا ہوں، باقی ایک تہائی

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث (فرمودات نبوی) یاد کرتا ہوں۔

حضرت ابن مسعود کا ارشاد ہے کہ رات کی نماز کو دن کی نماز پر ایسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسے پوشیدہ طور پر خیرات دینے کو ظاہری طور پر خیرات دینے پر۔ حضرت عمرو بن العاص کا ارشاد ہے کہ رات کی ایک رکعت نماز دن کی دس رکعتوں سے افضل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے دریافت کیا کہ رات میں عاکس وقت زیادہ سنی جاتی ہے، جبریل نے جواب دیا، سحر کے وقت سے عرش میں لرزہ آتا ہے (یعنی سحر کے وقت رب العزت کا نزول اجلال ہوتا ہے)۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ نماز شب کو لازم کرو یہ تم سے پہلے گزرنے والے صالحین کا طریقہ تھا، قیام شب قرب الہی کا ذریعہ اور گناہوں کو ساقط کرنے، گناہوں سے روکنے اور جسم سے بیماری کو دور کرنے کا واسطہ ہے۔

شیخ ابونصر نے اپنے والد سے بالاسناد و بحوالہ حضرت جابر بیان کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا "رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ ٹھیک اسی ساعت میں اگر بندہ اللہ سے کچھ مانگتا ہے تو خدا نے بزرگ و برتر

ضرور عطا فرمادیتا ہے اور یہ ساعت ہر رات میں موجود ہے۔ علمائے کبار نے کہا ہے کہ جس طرح رمضان کے عشرہ اخیر میں شب قدر اور روز جمعہ میں قبولیت کی ایک ساعت ہے اسی طرح یہ ساعت ہر روز عام ہے۔

کہا گیا ہے کہ رات میں ایک ساعت ایسی ہے جس میں ہر آنکھ والا سوتا اور غافل ہو جاتا ہے سوائے ختی و قیوم کے جس کو فنا نہیں ہے شاید یہ ساعت وہی ہو۔ حضرت عمرو بن عبیدہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آخر شب کی نماز کا التزام رکھو!

یہ نماز مشہودہ و محصورہ ہے رات اور دن کے ملائکہ اس وقت حاضر اور موجود ہوتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز شب

ابو اسحاق نے بیان کیا کہ اسود بن یزید میرے بھائی اور دوست تھے میں نے ان سے جا کر کہا ابو عمر (اسود کی کنیت) مجھ سے رسول اللہ کی اس نماز کے بارے میں وضاحت کیجئے جو آپ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمائی تھی، انھوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول وقت میں سو رہتے تھے اور آخر شب میں عبادت فرماتے تھے پھر اگر آپ کو بیوی کی ضرورت ہوتی تو آپ اپنی یہ ضرورت پوری فرمالیتے اور پانی کو ہاتھ لگائے بغیر سو جاتے تھے اور پھر جب اذان اول سنتے (اذان فجر) تو اچھل جاتے تھے (بیکار کی کھڑے ہو جاتے تھے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے نہیں فرمایا، مراد یہ ہے کہ بہت محنت کے ساتھ دفعتاً حضور کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور بدن پر پانی بہاتے تھے۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے غسل فرماتے تھے، نہیں فرمایا لیکن میں ابو عمر جانتا ہوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مراد اچھلنے اور پانی بہانے سے کیا تھی۔ اگر حضور کو نہانے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی تو نماز کے لئے وضو فرما کر نماز میں مشغول ہو جاتے تھے۔

کتیب مولیٰ ابن عباس (یعنی حضرت ابن عباس کے غلام کتیب) نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے

فرمایا کہ ایک ات میں اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس رات کو ٹھہر گیا، میں بچھونے کے عرض میں اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اور میری خالہ حضرت میمونہ بچھونے کے طول میں استراحت فرما ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے جب آدھی رات ہوئی

یا کچھ کم وقت ہوگا کہ حضور والا بیدار ہو گئے، دست مبارک سے چشم ہائے مبارک کو ملا رینڈ کی کیفیت کو دور فرمایا، پھر سورہ آل عمران

کی آخری دس آیات پڑھیں اس کے بعد آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور پاس ہی جو مشک لٹی ہوئی تھی اس سے خوب جھی طرح دھون کیا اور

پھر نماز کو کھڑے ہو گئے، میں بھی اٹھ گیا اور جو عمل حضور نے فرمایا تھا وہی میں نے کیا اور میں حضور کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، حضور نے

اپنا دست راست اور میرے سیدھے کان کو مڑوڑا، پھر دو رکعتیں، پھر دو رکعتیں، پھر دو رکعتیں، پھر دو رکعتیں، پھر دو رکعتیں،

(دس رکعتیں) پڑھیں اس کے بعد وتر ادا فرمائے اور پھر استراحت کے لئے لیٹ گئے۔ جب صبح کو موزوں (اطلاع کے لئے) حاضر

ہوا تو آپ نے اٹھ کر دو رکعتیں اختصار کے ساتھ ادا کیں۔ اس کے بعد باہر جا کر نماز فجر ادا فرمائی تھی۔

حضرت عائشہ کی روایت ابو سلمہ سے مروی ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں پچھلی رات

کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس استراحت فرماتی تھیں یعنی آپ نے نماز سے

فراغت کے بعد میرے پاس استراحت فرمایا کرتے تھے۔

مسرورق نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ حضور

والا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر عمل پر مداومت بہت پسند تھی میں نے دریافت کیا کہ حضرات

کے کس حصہ میں اٹھتے تھے؟ فرمایا جب صبح کو مرغی کی بانگ سن لیتے تھے۔

حضرت حنین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات میں ضرور عبادت کیا کرو خواہ چار رکعت

پڑھو یا دو رکعت! اس نے کہ جس گھر میں رات میں نماز پڑھی جاتی ہے اس گھر میں منادی آواز دیتا ہے کہ اے گھر والو

اٹھو! اپنی اپنی نماز پڑھ لو!

ابو سلمہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا خوش الحانی سے قرآن پڑھا جس طرح سنتا ہے اس طرح کسی اور چیز کو نہیں سنتا، حضرت

عمر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

رات کی نماز میں ایک شخص کی قرأت سماعت فرمائی تو ارشاد فرمایا اللہ اس پر رحمت نازل فرمائے اس نے مجھے فلاں فلاں بیت

یاد دلادی جو میں نے فلاں سورۃ سے حذف کر دی تھی۔

شیخ ابو نصر نے اپنے والد کی اسناد سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ

حضور کی نماز شب کی مقدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تیرہ رکعت اور دو رکعت فجر کی سنت پڑھا کرتے

تھے، یہ بھی ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ رات میں بارہ رکعت پڑھا کرتے تھے اور ایک رکعت مزید ملا کر دو تیرہ رکعتیں

بنادیتے تھے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ دس رکعت نماز پڑھتے تھے اور ایک رکعت مزید ملا کر دو تیرہ رکعتیں

(اس طرح گیارہ رکعتیں ہو جاتی تھیں)۔

نماز تہجد کی مزید تفصیل

نفس قرآن | اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کیمین میں شب کا قیام کرنے والوں کے بارے میں اس طرح ذکر فرمایا ہے:

كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ وَلَا نَكُفِّرُ عَنْهُمْ سُدًّا ۚ

سے استغفار کرتے ہیں۔

ایک اور آیت میں اس طرح آیا ہے:

تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ

ان کے پہلو رات کو بستروں سے دور رہتے ہیں اور وہ اپنے رب سے خوف اور امید کے زیر اثر دعا کرتے ہیں۔

ایک اور ارشاد ربانی ہے:

أَمَّنْ مَّوَدَّاتٍ أَسَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ ۚ

بھلا جو شخص رات کے اوقات میں سجدہ و قیام کی حالت میں عبادت کرتا ہے آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ يُبَيِّنُونَ لِقَابِهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ۚ

اور وہ لوگ (نیک بندے) ہیں جو راتوں کو اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں اور کھڑے رہتے ہیں۔

ایک اور آیت میں آیا ہے:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسُجِّدْ لَهُ سُجْدًا مَّحْمُودًا ۚ

رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھا کیجئے یہ آپ کے لئے زائد نماز ہے، فریضہ ہے، فریضہ ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آپ کے پچھلے لوگوں کو اکٹھا فرمائے گا تو ایک منادی پکارے گا وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جن کے پہلو بستروں سے الگ ہوتے تھے اور وہ اپنے رب کو خوف و امید کے تحت پکارتے تھے، یہ منادی سب لوگ کھڑے ہو جائیں گے مگر ان کی تعداد کم ہوگی۔ پھر دوبارہ منادی پکارے گا وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جن کو مال تجارت خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی تھیں (ان مشاغل کے باوجود وہ یاد الہی سے غافل نہیں ہوتے تھے) یہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے مگر یہ بھی تھوڑے ہوں گے۔ پھر منادی پکار کر کہے گا، جو رنج و غم میں اللہ کی شکر کرتے تھے یہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے مگر یہ بھی کم ہوں گے، پھر ان کے باقی لوگوں کا حساب کتاب ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے سحری کھانے سے دن کے روزے کے لئے اور پھر میں سحری کھانا اور قیام شب قیلاً کر کے رات کے قیام کے لئے مدد حاصل کرو کیونکہ رات بھر سوتے والا قیامت کے دن

افلاس کی حالت میں آئے گا، اس کے کان میں شیطان پشاپ کر دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، شہری کا موسم مومن کے لئے بہار کا موسم ہے، دن چھوٹا ہوتا ہے اور اس میں وہ روزہ رکھتا ہے۔ رات طویل ہوتی ہے تو وہ اس میں قیام کرتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا قرآن پاک پڑھنے والے کے لئے مناسب وقت یہ ہے کہ رات کو جب سب سو جائیں تو قرآن پاک کی تلاوت کرے (اپنی رات کو)

پہچانے اور اپنے دن کو پہچانے جب لوگ بے روزہ ہوں (روزہ رکھے)۔ جب لوگ ہنس رہے ہوں تو اپنے رونے سے واقف رہے اور اپنی پرہیزگاری کو جانے جب لوگ حرام و حلال میں تمیز نہ کر رہے ہوں (تقویٰ پرست نہ رہے) اپنی عاجزی کو پہچانے جب لوگ غرور و تکبر میں مبتلا ہوں (خضوع و خضوع سے کام لے) اپنے غم کو پہچانے جب لوگ خوشی اور مسرت میں مشغول ہوں جب لوگ یادہ کوئی میں مصروف ہوں تو اپنی خاموشی کو پہچانے (خاموشی اختیار کرے)

www.Imp

مغرب اور عشاء

کے درمیان نوافل

شیخ ابو نصر نے اپنے والد سے بالاسناد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا اگر کسی نے مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھیں اور ان کے درمیان نماز کی فضیلت

روایت ہے کہ یہ بھی شرط ہے کہ اس اثنا میں کوئی بری بات نہ کہی۔ Imp

کہا گیا کہ پہلی دو رکعتوں میں قل یا ایہا الکافرون اور قل ھواللہ احد پڑھنا مستحب ہے تاکہ نماز جلد ختم ہو جائے اس لئے کہ یہ دو رکعتیں نماز مغرب کے ساتھ اٹھائی جاتی ہیں باقی چار رکعتوں میں اگر چاہے تو قرأت طویل کرے۔

حضرت ابن عباس سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مغرب کے بعد کسی سے بات نہ کہے بغیر اگر کسی نے چار رکعتیں پڑھیں تو یہ رکعتیں اس کے لئے عین میں لکھی جائیں گی اور ثواب میں یہ شخص اس کے مثل ہو جاتا ہے جس نے شب قدر میں مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کی یہ نماز آدھی رات کے قیام سے بہتر ہے۔ Imp

شیخ ابو نصر نے اپنے والد سے بالاسناد بحوالہ حضرت امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کیا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خود سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا ہے تھے کہ جس شخص نے مغرب کی نماز کے بعد چار رکعتیں پڑھیں تو وہ اس شخص کی مانند ہو گیا جس نے حج پر حج ادا کیا ہو، حضرت صدیق اکبر فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص چھ رکعتیں ادا کرے تب حضور نے فرمایا اس کے پچاس برس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ Imp

حضرت سعید بن جبیر نے بروایت حضرت ثوبان بیان کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا جو شخص جماعت والی مسجد میں مغرب عشاء کے درمیان عرصہ میں بسید میں رکا رہے اور سوائے نماز یا تلاوت قرآن کے کسی سے کوئی بات نہ کرے تو اس بندہ کا اللہ تعالیٰ پر حق ہو جاتا ہے کہ جنت کے اندر اس کے لئے ایسے دو محل تعمیر کئے جائیں کہ ہر محل کا طول صد سالہ راستہ کی مسافت کے بقدر ہو اور دونوں محلوں کے بیچ ایسے درخت لگا دیے کہ تمام دنیا ان درختوں کے بیچ بطور مہمان بیٹھ جائے جب بھی تنگی نہ ہو۔ شیخ ابو نصر نے اپنے والد سے بالاسناد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد نقل کیا ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو مغرب کی نماز سے زیادہ اور کوئی نماز پیاری نہیں بندہ اسی نماز سے اپنی رات شروع کرتا ہے اور اسی نماز پر اپنا دن ختم Imp

Imp Imp Imp Imp

کتاب ہے، یہ نماز کا مسافر سے ساقط ہے نہ مقیم ہے۔ جو شخص مغرب کی نماز کے بعد چار رکعتیں کسی شخص سے بات کے بغیر پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دو محل موتی اور یا قوت سے مرصع تیار فرمائے گا۔ اور اگر کسی ہم نشین سے بات کے بغیر مغرب کے بعد چھ

رکعتیں پڑھے گا تو اس کے چالیس برس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ مغرب و عشاء کے درمیان بارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔

ہشام بن عروہ نے بروایت اپنے والد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مغرب و عشاء کے درمیان بیس رکعتیں پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل تیار فرمائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ مغرب اور عشاء کے مابین نفل پڑھتے تھے اور فرماتے تھے یہ ناشئۃ اللیل (تہجد کی نماز کے قائم مقام) ہے۔

عبدالرحمن بن اسود نے اپنے چچا کا قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا "مغرب اور عشاء کے درمیان جب بھی حضرت ابن مسعودؓ کے پاس جاتا آپ کو نماز پڑھتے پاتا، وہ فرماتے تھے "یہ غفلت کی گھڑی ہے"۔

کہا گیا ہے کہ اسی نماز کے متعلق آیت تَبَجَّافِيْ جَنُوْبِهِمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ "نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز مغرب کے بعد اَلَمْ تَنْزِلِ السَّجْدَا اور تَبَارَكَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ پڑھی تو اس نے اس شب کا حق ادا کر دیا، قیامت کے دن اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح درخشاں اور تاباں ہوگا، ممکن ہے کہ یہ یسٹون دوکانہ سے علاوہ ہو یا اس کے ساتھ شامل ہو۔

مغرب کی نماز

سے پہلے دو رکعتیں

حضرت امام احمد بن حنبلؓ کا ارشاد کیا گیا، فرمایا میں ایسا نہیں کرتا اور اگر کوئی کرے تو کچھ ہرج بھی نہیں ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں میں نے کسی کو پڑھتے نہیں دیکھا لیکن حضرت ابن عمرؓ نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے سے کسی کو منع بھی نہیں فرمایا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں غروب کے بعد نماز مغرب سے پہلے ہم دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے میں نے حضرت انسؓ نے دریافت کیا کہ کیا آپ نے بھی پڑھی تھیں؟ انھوں نے فرمایا ہم حضور کو پڑھتے دیکھتے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ حکم دیا نہ ممانعت فرمائی۔

ابوہیم نخعیؓ کا بیان ہے کہ ایک ماہ میں گوفہ میں بڑے بڑے بزرگ صحابیؓ موجود تھے جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت ابن مسعود، حضرت خذیفہ بن

Imp Imp Imp

۴۷۲
 یمن، حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابوسعود انصاری رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ، لیکن میں نے مغرب سے پہلے کسی کو بھی نماز پڑھتے نہیں دیکھا اور نہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی نے یہ نماز پڑھی

مغرب اور عشاء کے درمیان

نماز پڑھنا اور اس کا ثواب

عبدالرحمن بن حبیب عارفی بصری نے سعید بن سعد سے انھوں نے ابوطیبہ کمر بن دیرہ ابدال سے روایت کی ہے کہ ملک شام سے میرا بھائی میرے پاس ایک تحفہ لایا اور مجھ سے کہا اس کو قبول فرما یہ کیونکہ یہ بہت عمدہ تحفہ ہے، گرز نے ان سے دریافت کیا کہ یہ تحفہ تم کہاں سے لائے ہو انھوں نے کہا کہ مجھے یہ تحفہ ابراہیم یثیمی نے دیا تھا، گرز نے اپنے بھائی سے دریافت کیا کہ کیا تم نے ابراہیم یثیمی سے دریافت کیا تھا کہ ان کو یہ تحفہ کہاں سے ملا؟ انھوں نے کہا کہ ابراہیم یثیمی سے میں نے دریافت کیا تھا تو انھوں نے مجھے بتایا تھا کہ:-

میں خانہ کعبہ کے روبرو بیٹھا ہوا تسبیح و تحمید نہیں میں مصروف تھا کہ ایک صاحب تشریف لائے اور سلام کر کے میری دائیں جانب بیٹھ گئے، وہ بہت زیادہ خوب رو تھے، عمدہ صاف اور محضر لباس پہنے ہوئے تھے، میں نے دریافت کیا: اللہ کے بندے تم کون ہو؟ انھوں نے جواب دیا میں حضرت ہوں اور تمہیں سلام کرنے آیا ہوں، چونکہ تم اللہ کے محبوب ہو اس لئے تم کو ایک تحفہ پیش کرتا ہوں، میں نے دریافت کیا وہ کونسا تحفہ ہے؟ میرے پوچھنے پر حضرت خضرؑ نے بتایا کہ تم سورج نکلنے اور دھوپ پھیلنے سے پہلے اور اسی طرح غروب آفتاب سے پہلے سات مرتبہ الحمد شریف، سات مرتبہ سورہ الناس، سات مرتبہ سورہ فلق اور سات مرتبہ سورہ اخلاص، سات مرتبہ قل یا ایہا الکافرون، سات مرتبہ آیتہ الکرسی اور سات مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ والہ اکبر، اور سات مرتبہ درود شریف اور سات مرتبہ اپنے اور اپنے والدین اور جمیع مسلمانوں مرد اور عورتوں کے لئے استغفار پڑھو اور استغفار کے بعد یہ دعا پڑھا کرو: اَللّٰهُمَّ رَبِّ اَفْعَالٍ بِيْ وَبِهِمْ عَاجِلًا وَّ اٰجِلًا فِي الدُّنْيَا وَاٰخِرَةِ مَا اَنْتَ لَہٗ اَهْلٌ وَّلَا تَفْعَلْ بِنَا يَا مَوْلَانَا مَا نَحْنُ لَہٗ اَهْلٌ اِنَّكَ عَفُوٌّ رَّحِيْمٌ جَوَادٌ کَرِيْمٌ بَرٌّ رَّوْفٌ رَّحِيْمٌ ہ (الہی میرے ساتھ اور تمام کے ساتھ جلدی بلا تاخیر دنیا و آخرت میں وہی کر جو تیرے شایان شان ہو اور ہمارے ساتھ وہ نہ کر جس کے ہم لائق نہیں ہیں، بے شک تو ہی بخشنے والا،

بردار، سخی، کریم، ہر مان اور رحم کرنے والا ہے)۔

یہ درود صبح و شام برابر کرتے رہا کرو اس کو کبھی ترک کرنا، چونکہ جس نے مجھے یہ تحفہ دیا ہے اس نے مجھ سے کہا تھا خواہ کچھ بھی ایک مرتبہ ہی پڑھنا لیکن اس کو پڑھنا ضرور! میں نے حضرت خضرؑ سے دریافت کیا کہ آپ کو یہ تحفہ دینے والا کون تھا؟ انھوں نے کہا مجھے سیدنا عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا ہے۔ پھر میں نے کہا مجھے بھی ایسی چیز بتا دیجئے کہ اگر میں اس کو

7

پڑھوں تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے خواب میں مشرف ہو جاؤں اور میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لوں کہ وہ کھفہ کیا ہے جو حضور نے حضرت خضرؑ کو دیا تھا؟

حضرت خضرؑ نے فرمایا تو کیا تم مجھ کو جھوٹا سمجھتے ہو اور مجھ سے جھوٹ کی تہمت رکھتے ہو؟ میں نے کہا نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہے میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا چاہتا ہوں۔

حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ اگر تم خواب میں زیارت کے خواہاں ہو تو اچھی طرح سمجھ لو اور یاد کرو کہ مغرب کی نماز کے بعد عشاء تک بغیر کسی سے بات کے کھڑے ہو کر نماز (نفل) پڑھو اور حضور قلب و دلپوری توہم سے نماز ادا کرو، ہر دو رکعت پر سلام پھیرو، ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ، ایک بار اور سورۃ اخلاص سات بار پڑھو، جماعت کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ کر کسی سے بات کے بغیر اگر دو تر پڑھو، سوئے سے قبل دو رکعتیں اور پڑھو، ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ، اور سورۃ اخلاص ہر ایک سات بار، پھر نماز کے بعد سجدہ کرو، سجدے میں سات بار استغفار، سات مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ پڑھو، پھر سجدے سے سہرا اٹھا کر اچھی طرح بیٹھ کر دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھو

یا حئی یا قیوم یا ذالجلال والاکرام یا الہ الاولین والآخرین یا رافع الدنیا والآخرۃ و مرجعہما یا رب یا اللہ یا اللہ پھر کھڑے ہو جاؤ اور قیام میں رہی دعا کرو جو پہلے سجدہ میں کی تھی پھر سجدہ میں جاؤ اور یہی دعا مانگو اس کے بعد سہرا اٹھا کر جس جگہ چاہو قبلہ رو ہو کر درود شریف پڑھتے ہوئے سو جاؤ! درود شریف برابر پڑھتے رہنا، یہاں تک کہ تم نیند سے مغلوب ہو جاؤ۔ میں نے کہا کہ میری خواہش تو یہ ہے کہ جس ہستی سے آپ نے یہ دعا سنی ہے وہی مجھے بھی اس کی تعلیم دیں۔ حضرت خضرؑ نے کہا کہ تم مجھ پر جھوٹ کی تہمت رکھتے ہو! میں نے کہا: اس خدا کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق بنا کر بھیجا! میں آپ پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگاتا! حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا جس جگہ اس دعا کی تعلیم دی جا رہی تھی اور حکم دیا جا رہا تھا میں وہاں موجود تھا پس جس ہستی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی تھی میں نے اس ہستی سے اسے سیکھ لیا۔ میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا اچھا مجھے اس دعا کا ثواب سنائیے تب حضرت علیہ السلام نے کہا کہ اب تم خود ہی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لینا۔

ابراہیم خلی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق دعا میں پڑھیں اور بستر پر لیٹ کر برابر دعا پڑھتا رہا حضرت علیہ السلام کی ملاقات اور حضور کے دیدار پاک کی آرزو سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ میری نیند اڑ گئی جاتے جاتے اور صبح بھی ہوئی میں فجر کی نماز پڑھ کر اپنی محراب میں بیٹھا رہا یہاں تک کہ دن چڑھ آیا اس وقت میں نے اشتراق کی نماز پڑھی لیکن میں اپنے دل سے ہمکلام تھا کہ اگر آج رات تک زندگی باقی رہی تو سابقہ شب کی طرح ان دعاؤں کو پھر پڑھوں گا۔ یہ خیال کرتے کرتے ہی میں سو گیا نیند میں کچھ فرشتے آئے اور مجھے سوار کر کے اپنے ہمراہ لے چلے اور مجھے لیجا کر جنت میں داخل کر دیا، میں نے وہاں کچھ محل دیکھے ان میں سے بعض یا قوت سرخ، کچھ سبز زمر کے تھے اور بعض سفید موتیوں کے تھے۔ شہد، دودھ، اور شراب، طہر کی مہر بھی دکھائی گئیں، ایک محل میں ایک عورت پر میری نظر پڑی، جو مجھے اشتیاق سے دیکھ رہی تھی اس کے چہرہ کے نور سے سورج کی روشنی ماند تھی، اس کی زلفیں اس محل کے اوپر سے زمین تک لٹک رہی تھیں چونکہ فرشتوں نے

مجھے جنت میں داخل کیا تھا اس لئے میں نے ان ہی سے پوچھا کہ یہ محل کون سے ہیں اور یہ عورت کون ہے اور کس کے لئے ہے؟
 انھوں نے کہا کہ تیرے عمل کی طرح جو بھی عمل کرے یہ اس کے لئے ہے۔ فرشتے مجھے جنت سے اس وقت تک باہر نہیں لائے
 جب تک انھوں نے مجھے جنت کے پھل نہ کھلا دیئے اور وہاں کا شربت نہ پلا دیا۔ اس کے بعد ان فرشتوں نے مجھے اسی جگہ پہنچا دیا
 جہاں میں بیٹھا تھا، اتنے میں میں نے دیکھا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سترِ انبیاء کے ساتھ فرشتوں کی سترِ قطاروں کے
 جلو میں تشریف لائے ہیں، ان قطاروں میں سے ہر قطار مشرق سے مغرب تک چلی گئی تھی، حضور تشریف لائے اور سلام علیک سے
 نوازا اور میرا ہاتھ پکڑ لیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ سے خضر (علیہ السلام) نے اس طرح فرمایا ہے کہ انھوں نے یہ بات
 حضور والا سے سنی ہے! یہ سن کر حضور نے فرمایا: خضر نے جو کچھ کہا سچ کہا! اور جو کچھ وہ بیان کرتے ہیں حق ہوتا ہے! وہ اہل
 زمین میں سب سے بڑے عالم ہیں وہ رئیس الابدال ہیں اور اللہ کے لشکریوں میں سے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
 جو ایسا عمل کرے گا اس کا کیا ثواب ملے گا۔ حضور نے فرمایا جو کچھ تو نے دیکھا اور جو کچھ تجھے دیا گیا اس سے بڑھ کر اور کیا
 ثواب ہوگا، تو نے جنت میں اپنی جگہ دیکھ لی۔ جنت کے پھل کھائے، اور جنت کا شربت پیا، فرشتوں اور انبیاء کو میرے ساتھ
 دیکھ لیا اور جو ریں بھی دیکھ لیں، اس سے بڑھ کر ثواب اور کیا ہوگا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر کوئی شخص میرے عمل کی طرح
 عمل کرے اور جو کچھ میں نے مشاہدہ کیا، وہ یہ سب کچھ نہ دیکھ پائے تو کیا اس کو ان چیزوں کے بدلے کچھ ثواب ملے گا، حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا ہے ایسے شخص کے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ بخش دئے جائیں گے
 اللہ تعالیٰ ان کو غضب نہیں فرمائے گا اور نہ اس سے ناخوش ہوگا اگر وہ جنت کو خواب میں نہیں دیکھے گا تب بھی اس کو وہی کچھ
 ملے گا جو تجھ کو دیا گیا ہے، ایک منادی آسمان سے ندا کرے گا کہ اس عمل کو کرنے والے کے اور امت محمدیہ کے مشرق سے لیکر مغرب
 تک (جہاں جہاں وہ موجود ہیں) تمام مومن مردوں اور عورتوں کے گناہ اللہ تعالیٰ نے بخش دیئے ہیں۔ بائیں جانب کے فرشتے کو
 اکرام کا تین میں سے ایک کو حکم دیا جائے گا کہ آئندہ سال تک اس بندہ کے گناہ نہ لکھنا۔
 یہ سن کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان قسم ہے اس خدا کی جس نے مجھے حضور کے جمال
 سے مشرف و سرفراز فرمایا اور جنت کی سیر کرائی کیا اس شخص کے لئے بھی اس قدر ثواب ہے۔ حضور نے فرمایا، ہاں! یہ سب
 انعام اس کو دیا جاتے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ تب تو تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس
 طریقے کو سیکھیں اور رکھیں کیونکہ اس میں بڑی فضیلت اور بڑا ثواب ہے! یہ سن کر حضور نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی
 جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا اس عمل کو وہی شخص کرے گا جس کو اللہ نے سعید پیدا کیا ہوگا اور اس کو وہی ترک کرے گا
 جو پیدائشی طور پر بد بخت ہوگا!
 میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا عمل کرنے والے کو کیا کچھ اور بھی ملے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے
 اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا ہے کہ جو شخص یہ عمل ایک رات بھی کرے گا تو اس کے لئے کائنات کی پیدائش سے
 سے منور پھونکے جانے کے دن تک آسمان سے برسنے والے ہر قطرے کی تعداد کے برابر نیکیاں لکھی جائیں گی اور زمین سے پیدا
 ہونے والے دانوں کے برابر اس کی برائیاں اور بدیاں دور کر دی جائیں گی! خواہ وہ مرد ہو یا عورت!

Handwritten signatures and marks at the bottom of the page.

شب جمعہ میں دو رکعت نماز

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی شب جمعہ میں دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ، آیت الکرسی ایک

ایک بار اور سورہ اخلاص پندرہ بار پڑھے، پھر نماز کے آخر میں ہزار مرتبہ (یہ درود) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ ہ پڑھے تو وہ میرا دیدار خواب میں ضرور کرے گا یعنی دوسرا جمعہ ہونے سے پہلے اس کو میرا دیدار خواب میں ہو جائے گا اور جس نے مجھے دیکھا اس کے لئے جنت ہے، اس کے گزشتہ اور آئندہ کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

نماز عشا کے بعد نوافل

شیخ ابو نصر نے اپنے والد کی اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جس نے نماز عشا میں بعد چار رکعت نماز عشا کے بعد چار رکعت نماز نفل پڑھی گویا مسجد حرام میں شب قدر کا ثواب اس کو حاصل ہو گیا۔

چار رکعت نفل کا ثواب کعبہ اجبار کا قول ہے کہ جس نے عشا کے بعد خوب عمدہ قرات کے ساتھ چار رکعت نفل پڑھے اس کے لئے اتنا اجر ہے جتنا شب قدر کا (گویا اس نے شب قدر میں نماز ادا کی) شیخ ابو نصر نے اپنے

والد سے بلا اسناد حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص عشا کے بعد دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ اخلاص بیس بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دو محل بنائے گا جو جنت میں رہنے والوں کو نظر آئیں گے۔

وتر کی نماز رات کے آخری حصہ میں پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس وقت کے قیام کی بڑی فضیلت ہے۔ نماز وتر کا وقت جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ حضرت نافعؓ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں

نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے نماز شب کے بارے میں دریافت کیا، حضورؐ نے فرمایا دو دو رکعت پڑھو جب صبح صادق ہونے کا احتمال ہو تو تیسری رکعت ملا کر وتر پڑھ لیا کرو۔

حضرت عمر فاروقؓ آخری رات میں وتر پڑھا کرتے تھے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ اول رات میں سونے سے قبل وتر پڑھ لیا کرتے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں حضرات سے دریافت فرمایا کہ وتر کس طرح پڑھتے ہو؟

تو حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا اول شب میں سونے سے قبل اور حضرت عمر فاروقؓ نے بتایا کہ آخری رات میں پڑھتے ہیں تو آپ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے متعلق فرمایا کہ یہ محتاط ہیں اور حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں ارشاد کیا یہ قوی و توانا ہیں۔ روایت

میں آیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہوشمند اول شب میں وتر پڑھ لیتے ہیں اور قوی و توانا آخری رات میں وتر ہی افضل ہے لیکن حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عمل کے باعث بعض لوگوں نے اول شب میں وتر پڑھنا افضل قرار دیا ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ انھوں نے (اس سلسلہ میں) فرمایا میرا معاملہ یہ ہے کہ میں اول شب میں وتر پڑھ لیتا ہوں پھر اگر بیدار ہو گیا تو پھر وتر پڑھ لیتا ہوں۔ (ایک کعت پڑھ کر وتر کو شفع بنا لیتا ہوں گویا میری

رکعت ایک اجنبی اونٹ کی طرح ہے جس کو میں اس کے ہم جنسوں سے ملا دیتا ہوں۔ حضرت عثمان کا یہ عمل کہ آپ رات بھر میں پورا تیران پاک ایک رکعت میں ختم کر دیا کرتے تھے، یہ ایک رکعت ہی اُن کی وتر نماز تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے حبیب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے، ایک یہ کہ سونے سے پہلے وتر پڑھا کروں، دوم ہر ماہ میں دو سو رکعتوں سوم یہ کہ چاشت کی دو رکعتیں پڑھا کروں۔ جس شخص کو یہ در ہو کہ سونے کے بعد آنگہ نہیں کھل سکے گی اس کو سونے سے پہلے وتر ضرور پڑھ لینا چاہیے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا نماز وتر کے تین طریقے ہیں۔ اگر تم چاہو تو اول شب میں پڑھ لو پھر دو دو رکعت نفل پڑھو اور چاہو تو وتر کی ایک رکعت پڑھ کر سو رہو، پھر اگر تم بیدار ہو جاؤ تو ایک رکعت پڑھ کر اس کو شفع بنا دو اس کے بعد دوسرے وتر پڑھ لو، اور اگر دل چاہے تو وتر کو آخری رات کے لئے چھوڑ دو اور تہجد کی نماز کے بعد پڑھ لو!!

حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جس کو اندیشہ ہو کہ آخر شب میں بیدار نہیں ہو سکے گا اس کو چاہیے کہ اول شب میں وتر پڑھ کر سوئے اور جس کو کچھ بچلی رات میں اٹھنے کی امید ہو وہ وتر کو مؤخر کر دے آخر شب میں پڑھے کیونکہ آخر شب کی نماز میں فشرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ افضل ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر شب میں وتر پڑھ لیتے تھے اگر آپ کو بیوی سے قربت کی غرض ہوتی تو قربت فرمانے ورنہ جانا ہی پر گھٹ جاتے تھے یہاں تک کہ صبح کھادق کے وقت (بال حاضر ہو کر نماز) (تیار ہونے) کی اطلاع دیتے تھے۔

حضرت عائشہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری رات میں وتر پڑھے ہیں یعنی اول میں بھی، درمیان شب میں بھی اور آخر شب میں بھی! آپ کے وتر کی آخری حد فجر ہوتی تھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ (کبھی کبھی) وتر اذان کے وقت اور فجر کی دو رکعتیں اقامت کے وقت پڑھ لیتے تھے صحابہ کرام نماز عشا پڑھ کر دو رکعتیں پڑھتے تھے پھر چار پڑھتے تھے پھر جو چاہتا وتر پڑھ لیتا اور جس کی لائے ہوتی وہ سو رہتا (پچھلے پہر آٹھ کر وتر پڑھ لیتا)۔

وتروں کو فسخ کر دینا

اگر اول شب میں وتر پڑھ لئے ہوں اور پھر تہجد کو بھی اُٹھے تو اول شب کے پڑھے ہوئے وُتروں کو وُتروں کا فسخ کرنا فسخ کر دے اور اگر وتر پڑھے یا وتر کو فسخ کئے بغیر جس قدر چاہے نماز ادا کرے اس سلسلہ میں امام احمد حنبل کی ایک روایت تو یہ ہے کہ وہ وتر کو فسخ نہ کرے (یہ عدم فسخ کی روایت ہے) اور دوسری فضل بن زیاد کی روایت ہے

کہ انھوں نے فرمایا آخر شب میں وتر افضل ہیں ہاں اگر کسی کو سونے رہنے کا اندیشہ ہو تو اول شب میں وتر پڑھ لے پھر اگر آخر شب میں بیدار ہو جائے دو دو رکعتیں (کل چار) پڑھ لے اور وتر نہ پڑھے لیکن دوسری روایت اس روایت کے خلاف ہے۔
فصل بن زیاد کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد حنبل سے دریافت کیا کہ کھلی رات میں اٹھنے والا کیا سونے سے پہلے پڑھے ہوئے وتر فسخ کرنے انھوں نے فرمایا فسخ نہ کرے لیکن اگر فسخ کرے اور از سر نو پڑھے تو اس میں بھی کوئی ہرج نہیں ہے۔
حضرت علیؓ، حضرت اسامہؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ایسا کیا ہے۔ وتر کو فسخ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اول شب میں اگر وتر کی ایک رکعت پڑھ کر سویا اور پھر آخر شب میں نماز پڑھنے کے لئے بیدار ہو جائے تو پڑھے ہوئے وتر کو فسخ کرنے اور اس کو شفع بنانے کی نیت سے ایک رکعت اور پڑھ کر سلام پھیرے اس طرح پہلی رکعت جفت ہو جائے گی، اس کے بعد جس قدر چاہے دو دو رکعت پڑھے اور طلوع فجر سے پہلے کسی دو گناہ کو ایک رکعت پڑھ کر وتر بنا دے۔

حضرت عثمان ابن عفان کے عمل سے اس کی وضاحت ہوئی ہے جیسا کہ ادب بیان ہو چکا ہے، ایسا نہ کرے کہ اول شب میں پڑے ہوئے وتر ویسے ہی چھوڑ دے اور پھر مزید وتر پڑھ لے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک رات میں وتر کی دو نمازیں نہیں ہیں۔ البتہ اگر پہلے پڑھے ہوئے وتر چھوڑ دے رخص کر دے، پھر جتنی نماز چاہے پڑھے اور آخر میں وتر پڑھ لے تو جائز ہے جیسا کہ اوپر صراحت کی جا چکی ہے۔

وتر کی دعا

وتر کی آخری رکعت میں رکوع سے سر اٹھا کر یہ دعا پڑھی جائے۔

اللَّهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَهْدِيْكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْحَمْدَ كُلَّهُ وَنَشْكُوْكَ وَلَا نَكْفُرُ بِكَ وَنُخْلَعُ وَنَنْزِلُ مِنْ لِّفْجَرِكَ اللَّهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَكَفَّيْ نَصْرِيْ وَنَسْجُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْزُ وَنَخْشَى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ الْجَدِّ يَا لِكُفَّارِ مُلْحِقِيْهِ
الہی ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور تجھ ہی سے ہدایت کے اور مغفرت کے طالب ہیں اور ہم تجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور تیرا بھروسہ رکھتے ہیں اور تمام بھلائیوں پر تیری ثنا کرتے ہیں۔ اور ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں ناشکری نہیں کرتے، ہم تیرے خطا کار کو چھوڑتے ہیں اور اس سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ الہی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی لئے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف ہم دوڑتے ہیں اور شتابی کرتے ہیں۔ ہم تیری رحمت سے امید رکھتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بلاشبہ تیرا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے الہی جن کو تو نے ہدایت عطا فرمائی، ہم تجھ ان کے مجھے ہی ہدایت

نے حضرات منابہ کا یہی مذہب ہے، احناف میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے رفع یمن کے بعد دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے۔

فِي مَنْ عَافَيْتَ وَ تَوَلَّيْتَ وَ بَارَكْتَ لِي فِي مَا
أَعْطَيْتَ وَ قَبِلْتَنِي شَرُّ مَا قَضَيْتَ إِنَّكَ لَقَفِيضِي وَ
لَوْ كَفَيْتَنِي عَلَيكَ إِتْنَاءُ لَا يَسْذِلُ مَنْ دَاكَيْتَ
وَ لَا يَعْزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا
وَ تَعَالَيْتَ اللَّهُمَّ إِنِّي (أَعُوذُ بِرِضَاكَ
مِنْ سَخَطِكَ وَ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ
وَ أَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُهْصِي ثَنَاءً
عَلَيْكَ وَ أَنْتَ كَمَا أَشَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ ه

عطا فرما اور جن کو تو نے آرام دیا منجملہ ان کے مجھے بھی آرام
عطا فرما اور جن کی تو نے کار سازی کی ان کے منجملہ میرے بھی
کام بنا، اس میں برکت عطا کر اور اپنے فیصلہ کی برائی سے مجھے
محفوظ رکھ بلاشبہ تو حکم چلاتا ہے تجھ پر حکم نہیں چلایا جاتا۔ بلاشبہ
جس کو تو نے دوست بنایا وہ ذلیل نہیں ہوا اور جس کو تو نے
دشمن بنایا وہ عزت نہ پاسکا اے ہمارے پروردگار تو بزرگ برتر ہے
الہی میں تیرے غضب سے تیری رضا کی اور تیرے عذاب سے تیری معافی کی اور
تجھ سے تیری ہی پناہ مانگتا ہوں۔ الہی جیسی تو نے اپنی ثنا فرمائی ویسی ثنا
میں کسی حال میں نہیں کر سکتا۔

ان الفاظ کے بعد چاہے تو دعائیہ الفاظ اور اضافہ کرے، اس کے بعد ہاتھوں کو چمکے (منجھ) پر پھیرے ایک وایت میں
کرے (جیسے اھدنا و عافنا وغیرہ) ۷۷۷۷

جو شخص رات میں نماز پڑھ کر یا ہو اگر اس پر نیند کا غلبہ ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ وہ سو جائے، کیونکہ بخاری اور مسلم
نیند کا غلبہ (صحیحین) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی کو نماز کی حالت
میں نیند غالب ہو جائے تو اس کو سو جانا چاہیے تاکہ نیند کا غلبہ جاتا ہے اس لئے کہ اونگھنے کی حالت میں نماز پڑھے گا تو ممکن ہے
کہ استغفار کے بجائے خود کو برا کہنے لگے۔ ۷۷۷۷

عبد الغفر بن حبیب حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو
دو توفوں کے درمیان رسی بندھی ہوئی ملاحظہ فرمائی، حضور نے صحابہ کرام سے اس کی وجہ دریافت فرمائی تو صحابہ نے عرض کیا کہ یہ
حضرت زینب کی رسی ہے وہ رات کو جب نماز پڑھتی ہیں تو جب سست ہو جاتی ہیں یا ان کا بدن (نیند کے غلبہ سے) ڈھیلا پڑ جاتا
ہے تو ہاتھ سے اس کا سہارا لے لیتی ہیں، آپ نے فرمایا اس رسی کو کھول دو۔ جب تک بدن میں چستی ہے نماز پڑھو، اور جب
تھک جاؤ یا نیند کا غلبہ ہو تو بیٹھ جاؤ۔ ۷۷۷۷

حضرت عروہ کا بیان ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت موجود
تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کیا کون ہے، حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ یہ فلاں عورت ہے رات کو
(عبادت کی وجہ سے) سوئی ہوئیں، حضور نے فرمایا تم میں جس عمل کی سکت اور طاقت ہے اس کی پابندی کرو، خدا کی قسم تم
تھک جاؤ گے، اللہ تعالیٰ نہیں تھکے گا (وہ بدلتے دینے سے نہیں تھکے گا)۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اللہ کو وہی عمل زیادہ
محبوب ہے جو ہمیشہ کیا جائے خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو (روز کیا جائے) کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کو ان
کی طاقت اور توانائی کے مطابق عمل کا حکم دیتے تھے تو وہ عرض کرتے تھے: یا رسول اللہ ہم آپ کی طرح کس طرح ہو سکتے ہیں

کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کی تمام انگی پھیلی لغزشیں تو معاف فرمادی ہیں لہذا ہمارا عمل سخت اور زیادہ ہونا چاہیے یہ سنکر حضور ﷺ کے چہرہ مبارک پر ناگواری کے آثار نمایاں ہو جاتے۔ پس جس عبادت گزار پر نیند کا اس قدر غلبہ ہو جائے کہ اس کو نماز اور ذکر سے رکے نماز اور ذکر میں کاوٹ پڑے، تو اس کو چاہیے کہ سو جائے تاکہ نیند کا غلبہ جاتا رہے اور بعد میں ہشاش بشاش ہو کر عبادت کر سکے، اور جو پڑھے اس کو سمجھے بھی! www

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیٹھے بیٹھے سو جانے کو بڑا بگھتتے تھے، حدیث شریف میں آیا ہے رات میں نیند کی تکلیف نہ اٹھاؤ۔ چنانچہ بعض لوگ عہدِ خود کو سونے میں مشغول کر لیتے تھے تاکہ کچھ آرام کر کے

رات میں عبادت کر سکیں۔ بعض صلحا فقہاء سونے کو برا جانتے تھے اور جب تک پوری طرح غالب نہیں آجاتی تھی نہیں سوتے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہب بن منبہ مبنی نے تیس برس تک زمین سے اپنا پہلو نہیں لگایا، آپ کے پاس چڑے کا ایک سہارا تھا جب

نیند سے مغلوب ہو جاتے تو اس پر سینہ رکھ کر جید بار جھولتے اور پھر کھڑا کر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے، وہ فرماتے تھے کہ کسی گھر میں مجھے شیطان کو دیکھنا اتنا ناگوار نہیں گزرتا جتنا بستر کو دیکھنا ناگوار ہے (مراد یہ کہ بستر نیند کی طرف غبت لانا ہے)

کسی کے ابدال کے اوصاف دریافت کئے گئے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ان کا کھانا فاقہ ہے، ان کا سونا

اور ان کا علم قدرت ہے۔ بعض صلحا سے دریافت کیا گیا کہ خوفِ خدا رکھنے والوں کے اوصاف کیا ہیں ان کی خاموشی حکمت ہے، کھانا ہوتا ہے، اور ان کی نیند ڈوبنے والوں کی نیند ہوتی ہے لیکن کوئی شخص صاحبین کے اعمال و احوال کو پیش نظر نہ رکھے

بلکہ ان احوال و اقوال کی جستجو کرنا چاہیے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں ان کو دیکھو کہ قابلِ اعتماد وہی ہیں خواہ ان کی پیروی میں کوئی شخص ایسی حالت ہی کیوں نہ پہنچ جائے جو منفرد ہو۔ www

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص سے بہتر عمل دریافت کیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عملِ وہبی افضل ہے جو ہمیشہ کیا جائے خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ www

علقمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یہ تھی کہ آپ کی نماز ہمیشہ پابندی کے ساتھ ہوتی تھی اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات تک نماز پڑھتے تھے کبھی ایک تہائی رات تک، کبھی آدھی رات

کے رات کے باحقہ تک، کبھی صرف چہارم رات تک، کبھی رات کے چھٹے حصہ تک ان تمام کا تذکرہ سورہ مزمل میں آیا ہے۔ ایک روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز پڑھو خواہ اس کا وقت اتنا قلیل ہی کیوں نہ ہو جتنا بکری کا دودھ دوہنے کا! اتنی دیر میں کبھی دو رکعتیں ہوتی ہیں اور کبھی چار! حضور والہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آدمی کے لئے

رات میں دو رکعتیں پڑھ لینا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے، اگر اُمت کی مشقت کا خیال نہ ہو تو میں ات کی دو رکعتیں ان پر فرض کر دیتا۔ حضور نے یہ سب کچھ اس لئے کیا کہ قیام شب کی عبادت اُمت پر دشوار نہ گزرے اور عبادت سے ان کو بیزاری نہ ہو جائے اور وہ اتنا نہ بچائیں ان کے لئے سہولت باقی رہے، حضور نے قیام شب کی ہدایت فرمائی اور اس کا ثواب فضیلت بیان فرمادی تاکہ

وہ صرف فرائض و سنن ہی پر اکتفا نہ کریں

مستحب قیام ایک تنہائی رات کا قیام مستحب ہے اور اس استحباب کا کم تر درجہ چھٹے حصہ تک قیام و عبادت ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام رات کبھی قیام نہیں فرمایا اور نہ آپ تمام رات صبح تک محو خواب رہے ہیں بلکہ

رات میں کچھ حصہ قیام ضرور فرماتے تھے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اول رات کی نماز تہجد پڑھنے والوں کے لئے ہے اور اُدھی رات کی نماز عابدوں اور زاہدوں کے لئے ہے اور آخر شب کا قیام نمازیوں کے لئے ہے اور صرف نماز فجر کا قیام غافلوں کے لئے ہے۔

یوسف بن ہرانی روایت کرتے ہیں کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ عرش کے نیچے مرغ کی شکل کا ایک فرشتہ ہے جس کے پنجے لہزیوں کے اور ناخن سبز زعفران کے ہیں جب تنہائی رات گزرتی ہے تو وہ بازو پکڑ پکڑاتا ہے اور کہتا ہے اے عبادت گزار! اٹھو اور جب صبح صادق ہو جاتی ہے تو بازو پکڑ پکڑا کر کہتا ہے اے غافل! اٹھو! اُن سے کہتا ہے جو تہجد کے لئے نہیں اٹھے تھے اُن کا گناہ ان ہی پر ہے۔

بعض اہل عرفان کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کسحہ کے وقت شب بیداروں کے دلوں پر نظر فرماتا ہے اور ان کو نور سے بھر دیتا ہے جس کے باعث ان کے دلوں پر روحانی فوائد کا نزول ہوتا ہے اور وہ منور ہو جاتے ہیں پھر یہ روشنی ان منور دلوں سے غافلوں کے دلوں تک پہنچتی ہے

ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض صدیقین کو بذریعہ الہام خبر دی کہ میرے کچھ بندے ایسے ہیں جو مجھ سے محبت رکھتے ہیں اور میں بھی ان کو محبوب رکھتا ہوں وہ میرے مشتاق ہیں اور میں ان کا وہ میری طرف دیکھتے ہیں اور میں ان کی طرف دیکھتا ہوں اگر تم نے بھی ویسا ہی عمل کیا تو میں تم کو بھی محبوب بنا لوں گا اور اگر تم ان کا طریقہ ترک کر دو گے تو میں بھی تم سے منہ موڑ لوں گا، اُن صدیقین نے عرض کیا الہامی! تیرے اس محبوب بندے کی نشانیاں کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ دن میں نماز کے اوقات (سایوں) کی ایسی حفاظت کرتے ہیں جیسے درندوں سے ڈرنے والا چرواہا اپنی بکریوں کی دیکھ بھال کرتا ہے اور وہ غروب آفتاب کے ایسے مشتاق ہوتے ہیں جیسے پرندے اپنے اپنے گھونسلوں میں جانے کے لئے سویرج دھونے کے منتظر ہوتے ہیں، جب ات ہو جاتی ہے تو بستر لگا دیئے جاتے ہیں چار پائیاں بچا دی جاتی ہیں اور ہر دست تنہائی میں اپنے دوست سے ملتا ہے اس وقت وہ میرے لئے قیام کرتے ہیں اور میرے لئے اپنے چہرے بچاتے یعنی تہجد کرتے ہیں اور وہ میرے کلام کی تلاوت کر کے مجھ سے ہم کلام ہوتے ہیں اور میرے انعام کا ذکر کر کے عاجزی کا اظہار کرتے ہیں ان میں سے کچھ گریہ و زاری کرتے ہیں اور کچھ خضوع و خشوع اچھ آہ کرتے ہیں اور کچھ زاری، کچھ قیام و قعود کرتے ہیں اور کچھ رگڑ و سجود!

شب بیداروں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کی توجہ

اللہ کے مقبول بندے

میری طرف سے ان پر سب پہلا انعام یہ ہوتا ہے کہ میں اپنے نوز سے ان کے دلوں کو منور کر دیتا ہوں پھر وہ غافل لوگوں کو میری خبر دیتے ہیں۔ دوسری رحمت یہ ہوتی ہے کہ جو کچھ ساتوں آسمان اور جو کچھ اُن میں ہے اگر ان کے پیروں میں رکھ دیا جائے تب بھی میں اس کو ان کے لئے بہت محترم اور قلیل سمجھتا ہوں۔ میرا تیسرا انعام یہ ہے کہ میں خدا ان کی طرف متوجہ ہوتا

میری طرف سے ان پر سب پہلا انعام یہ ہوتا ہے کہ میں اپنے نوز سے ان کے دلوں کو منور کر دیتا ہوں پھر وہ غافل لوگوں کو میری خبر دیتے ہیں۔ دوسری رحمت یہ ہوتی ہے کہ جو کچھ ساتوں آسمان اور جو کچھ اُن میں ہے اگر ان کے پیروں میں رکھ دیا جائے تب بھی میں اس کو ان کے لئے بہت محترم اور قلیل سمجھتا ہوں۔ میرا تیسرا انعام یہ ہے کہ میں خدا ان کی طرف متوجہ ہوتا

میری طرف سے ان پر سب پہلا انعام یہ ہوتا ہے کہ میں اپنے نوز سے ان کے دلوں کو منور کر دیتا ہوں پھر وہ غافل لوگوں کو میری خبر دیتے ہیں۔ دوسری رحمت یہ ہوتی ہے کہ جو کچھ ساتوں آسمان اور جو کچھ اُن میں ہے اگر ان کے پیروں میں رکھ دیا جائے تب بھی میں اس کو ان کے لئے بہت محترم اور قلیل سمجھتا ہوں۔ میرا تیسرا انعام یہ ہے کہ میں خدا ان کی طرف متوجہ ہوتا

میری طرف سے ان پر سب پہلا انعام یہ ہوتا ہے کہ میں اپنے نوز سے ان کے دلوں کو منور کر دیتا ہوں پھر وہ غافل لوگوں کو میری خبر دیتے ہیں۔ دوسری رحمت یہ ہوتی ہے کہ جو کچھ ساتوں آسمان اور جو کچھ اُن میں ہے اگر ان کے پیروں میں رکھ دیا جائے تب بھی میں اس کو ان کے لئے بہت محترم اور قلیل سمجھتا ہوں۔ میرا تیسرا انعام یہ ہے کہ میں خدا ان کی طرف متوجہ ہوتا

میری طرف سے ان پر سب پہلا انعام یہ ہوتا ہے کہ میں اپنے نوز سے ان کے دلوں کو منور کر دیتا ہوں پھر وہ غافل لوگوں کو میری خبر دیتے ہیں۔ دوسری رحمت یہ ہوتی ہے کہ جو کچھ ساتوں آسمان اور جو کچھ اُن میں ہے اگر ان کے پیروں میں رکھ دیا جائے تب بھی میں اس کو ان کے لئے بہت محترم اور قلیل سمجھتا ہوں۔ میرا تیسرا انعام یہ ہے کہ میں خدا ان کی طرف متوجہ ہوتا

میری طرف سے ان پر سب پہلا انعام یہ ہوتا ہے کہ میں اپنے نوز سے ان کے دلوں کو منور کر دیتا ہوں پھر وہ غافل لوگوں کو میری خبر دیتے ہیں۔ دوسری رحمت یہ ہوتی ہے کہ جو کچھ ساتوں آسمان اور جو کچھ اُن میں ہے اگر ان کے پیروں میں رکھ دیا جائے تب بھی میں اس کو ان کے لئے بہت محترم اور قلیل سمجھتا ہوں۔ میرا تیسرا انعام یہ ہے کہ میں خدا ان کی طرف متوجہ ہوتا

میری طرف سے ان پر سب پہلا انعام یہ ہوتا ہے کہ میں اپنے نوز سے ان کے دلوں کو منور کر دیتا ہوں پھر وہ غافل لوگوں کو میری خبر دیتے ہیں۔ دوسری رحمت یہ ہوتی ہے کہ جو کچھ ساتوں آسمان اور جو کچھ اُن میں ہے اگر ان کے پیروں میں رکھ دیا جائے تب بھی میں اس کو ان کے لئے بہت محترم اور قلیل سمجھتا ہوں۔ میرا تیسرا انعام یہ ہے کہ میں خدا ان کی طرف متوجہ ہوتا

۷۷۷۷

ہوں، اب تم غور کرو کہ میں جن کی طرف متوجہ ہوتا ہوں ان کو میں کیا کچھ دینا چاہتا ہوں۔
 ساری رات کا قیام تو ان قومی لوگوں کا کام ہے جن پر اللہ تعالیٰ کی عنایت پہلے سے ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ
 تمام شب کا قیام کی حفاظت ہمیشہ ان کے شامل حال رہی ہو اور جن کے دلوں پر توفیق الہی اور جلال و جمال خداوندی کا نور
 ہمیشہ پر تو لگ رہا ہو، ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے قیام شب کو اپنی ایسی بخشش و نعمت کا خلوت ان کے لئے بنا دیا ہے کہ
 وہ ان سے اپنی ملاقات رحمت ربک واپس نہیں لے گا۔
 حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت ہے کہ آپ پورا قدر ان مجید ایک کعت میں ختم کرتے اور تمام رات گزار
 دیتے تھے۔ حضرات تابعین میں سے چالیس حضرات کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ رات بھر عبادت میں مصروف رہتے اور
 فجر کی نماز عشاء کے وضو سے ادا فرماتے تھے اور اس حال میں انھوں نے چالیس سال گزار دیئے، یہ روایت صحیح اور بہت مشہور ہے
 ان تابعین حضرات میں سعید بن جبیر صفوان بن یسار، ابو حازم، محمد بن منکدر (رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین) اہل بیان مدینہ سے تھے اور
 اہل مکہ میں سے فضیل بن عیاض اور وہب بن منیہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) اور کوفہ والوں میں سے ربیع بن جشم، حکم (رحمہم اللہ تعالیٰ)
 شامیوں میں ابوسلیمان دارانی اور علی بن بکر تھے اور عبادان کے رہنے والوں میں سے ابو عبد اللہ خواص، اور ابو عامر، اہل فارس
 میں حبیب ابو محمد اور ابو حازم سلیمان، مصریوں میں مالک بن دینار اور سلیمان بنی، یزید قاشی، حبیب ابن ابی ثابت اور یحییٰ
 بکر (رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین) وغیرہ ایسے بزرگ تھے (رحمہم اللہ ورضی عنہم)

۷۷۷۷

غفلت کے بعد شب بیداری

جس کو غفلت نے گھیر رکھا ہو اور گناہوں میں جکڑا ہو، خطاؤں اور لغزشوں نے اس کو شب بیداری سے
 محروم کر دیا ہو اور اب اگر وہ اس بات کا خواستگار ہو کہ شب بیداری کر کے سحر کے وقت استغفار کرنے
 کا خواستگار ہو، والوں اور عبادت گزاروں کے زمرے میں داخل ہونا چاہتا ہو تو اس کو چاہیے کہ سونے کا ارادہ کرتے
 اور لیٹتے وقت تین مرتبہ استغفار کرے پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر سورہ کہف کی ابتدائی دس اور آخری دس آیتیں پڑھے
 یعنی آمن الرسول سے آخر تک پڑھے پھر قل یا ایہا الکافرون پڑھ کر سوئے، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو
 وقت پر بیدار فرما دیگا اور قیام شب کا اہل بنائے گا اور اپنی وسیع رحمت اور مغفرت کے صدقہ میں اس کو شب بیداری کی قوت
 ہمت عطا فرمادے گا۔ مذکورہ بالا سورتوں کے ساتھ یہ دعا بھی بہتر ہے۔

۷۷۷۷

اللَّهُمَّ اِنْفِظْنِي فِي أَحَبِّ السَّاعَاتِ إِلَيْكَ وَاسْتَعْمِلْنِي بِأَحَبِّ الْأَعْمَالِ لَدَيْكَ الَّتِي تَقْرُبُنِي إِلَيْكَ زُلْفَى وَتُبْعِدُنِي مِنْ سَخِطِكَ بُعْدًا هَاسًا أَسْأَلُكَ فَتُعْطِنِي وَتَغْفِرَ لِي وَادْعُوكَ فَتَسْتَجِبَ لِي
 توفیق عطا فرما جو تجھے پسند ہو اور جو مجھے تیرے نزدیک کر کے تیرے
 عذاب سے دور کر دے، الہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں مجھے عطا فرما!
 میں مغفرت چاہتا ہوں مجھے بخش دے دعا کرتا ہوں اسکو قبول فرما!

↑ ↑ ↑ ↑ ↑ Imp

اللَّهُمَّ تَوَدَّعْنِي مَكْرُوكَ وَلَا تَوَدَّعْنِي غَيْرُكَ وَلَا
تَزِفْ عَنِّي سِتْرَكَ وَلَا تُنْسِنِي ذِكْرَكَ فَلَا
تَجْعَلْنِي مِنَ الْغَائِلِينَ ۝

الہی! مجھے اپنے عذاب سے مامون فرما! اپنے سوا کسی دوسرے کے
حوالے مت کر، اور مجھ سے اپنا بردہ عفو نہ چھین اور اپنا ذکر مجھ سے

نہ بھلا (میں تیرا ذکر نہ بھولوں) اور مجھے غافلوں میں شامل نہ کر۔
کہا گیا ہے کہ جو شخص سوتے وقت مذکورہ بالا دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے تین فرشتے اس کو نماز کے لئے وقت پر بیدار
کرتے ہیں اور جب وہ نماز پڑھتا اور دعا کرتا ہے تو دعا پر فرشتے آمین کہتے ہیں اور اگر وہ شخص نہیں اٹھتا تو فرشتے اس کے عوض
عبادت کرتے ہیں اور ان کی عبادت کا ثواب اس شخص کے لئے لکھ دیا جاتا ہے۔
ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رات کو بیداری کی لذت اور مسرت حاصل کرنا
چاہتا ہے وہ سوتے وقت یہ دعا پڑھے۔

اللَّهُمَّ الْبَعْدُنِي مِنْ مَضْجِعِي لِذِكْرِكَ وَتُكْرِكَ
وَصَلَاتِكَ وَاسْتِغْفَارِكَ وَتِلَاوَةِ كِتَابِكَ
وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ۝

الہی! مجھے میری خواب گاہ سے اٹھا دے، اپنے ذکر کے لئے
اپنے شکر کے لئے، اپنی نماز کے لئے اور استغفار اور
قرآن مجید کی تلاوت اور بہترین عبادت کے لئے۔

پھر ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار اللہ اکبر پڑھے چاہئے تو ۲۵ مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ
و لا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے
وقت اپنے داہنے ہاتھ پر رخسار مبارک رکھ لیتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آج شب وصال الی اللہ ہونے والا ہے اور اس
وقت آپ یہ کلمات زبان مبارک سے ادا فرماتے تھے۔

اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ
الْعَظِيمِ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ مُنْزِلَ
التَّوْرَاتِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْفُرْقَانِ فَاقْبَلْ
الْحَبْ وَالنَّوَى وَاعْوِذْ بِكَ مِنْ شَرِّ ذِي
شَرٍّ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ أَنْتَ الْخَيْرُ
بِنَا صَيِّتْهَا ۝ اللَّهُمَّ أَنْتَ الْأَوَّلُ
فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْآخِرُ
فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْبَاطِنُ
فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ اقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ
وَأَغْنِنِي مِنَ الْفَقْرِ ۝

الہی! تو ساقوں آسمان اور عرش عظیم کا پروردگار ہے، ہماری ہر
چیز کا مالک ہے، تو رات، انجیل اور قرآن مجید کا نازل کرنے والا ہے
ہر دین اور نبی کا پھانسنے والا ہے۔ میں تیرے یہاں بدوں
کی بدی سے امن میں رہنے کی درخواست کرتا ہوں اور ہر اس
جاندار کے شر سے جو تیرے قبضہ اور گرفت میں ہے بڑا چاہتا
ہوں، اے کہ تو اول سے ہے، تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی
اور تو ہی آخر ہے، تیرے بعد کوئی چیز نہیں! تو ظاہر ہے اور کوئی
چیز تجھ سے اوپر نہیں، اور تو ہی پوشیدہ ہے اور کوئی دوسری
چیز تیرے سوا ایسی پوشیدہ نہیں، مجھ سے میرا فرض دور کر
اور مجھے فقر (تنگدستی) سے محفوظ رکھ۔

Imp
Ahmed

قیام شب پر مدد و امت

جس شخص کو اللہ تعالیٰ قیام شب اور نوافل پڑھنے کی نعمت عطا فرماوے تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کی پابندی کرے، بشرطیکہ اس پر قدرت ہو اور کوئی عذر نہ ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت (از قسم نوافل وغیرہ) کی اور پھر تھک کر اس کو ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ کو اس سے نفرت ہو جاتی ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اگر نیند کے غلبہ یا بیماری کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی رات کو نہیں اٹھتے تھے۔ تو دن میں بارہ رکعتیں ادا فرمالتے تھے۔ حدیث تشریف میں آیا ہے کہ اللہ کو سب سے پیارا وہ عمل ہوتا ہے جو ہمیشہ کیا جائے خواہ وہ محفوظ رہی کیوں نہ ہو۔ فرض نمازوں کے بعد سب سے زیادہ ثواب ہجرت کی نماز کا ہے۔

تہجد کی دعائیں

مستحب ہے کہ تہجد کی نماز کے لئے اٹھتے ہی کہے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَانِيْ بَعْدَ مَا أَمَاتَنِيْ
وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ

تعریف ہے اس اللہ کے لئے جس نے ہمارے لئے بعد مجھے زندہ کیا اور مخلوق کا حشر اسی کی طرف ہے۔

اس کے بعد سورہ آل عمران کی دس آیات پڑھے اور مسواک کرے، مسواک کے بعد وضو کر کے یہ دعا پڑھے۔
اللہ! تو پاک ہے اور تو ہی حمد کے لائق ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں تو مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما، بیشک تو ہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے، الہی تو مجھے توبہ کرنے والوں میں کر دے اور پاکوں میں شامل فرما دے۔ اور مجھے صبر کرنے والا اور شکر کرنے والا بنادے، اور ان لوگوں میں شامل فرما دے جو تجھے بہت یاد کرنے والے ہیں اور صبح و شام تیری پاکی بیان کرتے ہیں

سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَسْأَلُكَ التَّوْبَةَ فَاعْفُ عَنِّيْ وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ
اللَّهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَّقِينَ وَاجْعَلْنِيْ صَبُورًا شُكُورًا وَاجْعَلْنِيْ مِمَّنْ يَذْكُرُكَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَ يُسَبِّحُكَ بِلُحْزَةٍ وَأَصِيلَةٍ

اس کے بعد آسمان کی طرف سر اٹھا کر یہ دعا پڑھے۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَأَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُخْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا

میں شہادت دیتا ہوں کہ سوا اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے اس کا شریک نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تیرے عذاب سے تیری معافی کی پناہ مانگتا ہوں اور تیرے غضب سے تیری رضا کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں، میں ہرگز تیری ثنا نہیں کر سکتا جیسی کہ تو نے اپنی ثنا کی ہے، میں تیرا بندہ

اور تیرے بندے کا بیٹا ہوں میری پیشانی تیرے قبضہ میں ہے
مجھ پر تیرا حکم نافذ ہے میرے متعلق تیرا فیصلہ سراسر انصاف
ہے، میرے یہ ہاتھ اپنے کئے میں گرفتار ہیں اور یہ میری جان اپنے
کئے ہوئے اعمال سے وابستہ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں،
بیشک میں غافلوں میں سے ہوں میں نے بڑے کام کئے اور تیری
جان پر ظلم کیا، تو میرے گناہ بخش دے، تو ہی میرا رب ہے تیرے سوا
کوئی گناہ بخشنے والا نہیں ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔
پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز کو کھڑا ہو اور کہے اللہ اکبر کثیراً والحمد للہ کثیراً و سبحان اللہ بکیراً و اھیللاًہ
پھر دس مرتبہ سبحان اللہ دس مرتبہ الحمد للہ، دس بار لا الہ الا اللہ اور دس بار اللہ اکبر کہے اس کے بعد اللہ اکبر دُؤد الملوکوت و
الْعَبْرُوت وَالْحَبْرُیَّاءِ وَالْعَظَمَیَّةِ وَالْجَلَّالِ وَالْقُدُّوسِ ۵ ایک بار پڑھے۔

تہجد میں قیام کی حالت میں دعا

تہجد میں قیام کی حالت میں اگر چاہے تو یہ دعا پڑھے، یہ دعا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منقول ہے:

اٰلٰہی! تو ہی حمد کے لائق ہے تو آسمان و زمین کا نور ہے تو ہی
حمد کے لائق ہے تو آسمان و زمین کی تازگی ہے تو ہی حمد کے
لائق ہے تو زمین و آسمان کو زینت بخشتا ہے تو ہی حمد کے لائق
ہے۔ تو آسمان و زمین کو اور جو کچھ اُن میں ہے اور جو کچھ اُن پر
ہے سب کو باقی رکھتا ہے، تو ہی حق ہے اور تیری ہی طرف سے حق ہے
جنت حق ہے دوزخ حق ہے، تمام نبی حق ہیں اور محمد مصطفیٰ برحق
ہیں، اے خدا تیرے لئے ہی میں اسلام لایا اور تجھ ہی پر ایمان لایا
اور تجھ ہی پر توکل ہے، میرے تمام معاملات تیرے حوالے ہیں
تو ہی حکم فرمانے والا ہے، میرے تمام اگلے پچھلے، پوشیدہ اور ظاہر
گناہ بخش دے، تو ہی پہلے ہے اور تو ہی بعد میں ہے، تیرے سوا
کوئی معبود نہیں ہے، اے خدا مجھے تقویٰ اور پاک لہیب فرما، تو
ہی بہترین پاک کرنے والا ہے، تو ہی میرا کارساز ہے تو ہی میرا
آقا ہے۔ اے خدا مجھے نیبا مومن کی توفیق عطا کر تیرے سوا کوئی

اَشْنَيْتَ عَلٰی نَفْسِكَ اَنَا عَبْدُكَ وَابْنُ
عَبْدِكَ نَا صِيَّتِيْ بِمِيْدِكَ جَاہِيْ حُكْمِكَ
عَدْلٌ فِيْ قَضَائِكَ هَلِيْكَ يَدِيْ بِمَا
كَسَبْتُ وَهَلِيْكَ نَفْسِيْ بِمَا اَجْتَرَحْتُ
لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ
النَّاطِلِيْنَ ۵ عَلِمْتُ سُوْءَ ذَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذَنْبَ الْعَظَمِ
اِنَّكَ اَنْتَ رَبِّيْ اِنَّكَ لَا تَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ

۷۷۷۷۷
پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز کو کھڑا ہو اور کہے اللہ اکبر کثیراً والحمد للہ کثیراً و سبحان اللہ بکیراً و اھیللاًہ
پھر دس مرتبہ سبحان اللہ دس مرتبہ الحمد للہ، دس بار لا الہ الا اللہ اور دس بار اللہ اکبر کہے اس کے بعد اللہ اکبر دُؤد الملوکوت و
الْعَبْرُوت وَالْحَبْرُیَّاءِ وَالْعَظَمَیَّةِ وَالْجَلَّالِ وَالْقُدُّوسِ ۵ ایک بار پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ تُوْرِدُ السَّمٰوٰتِ الْاَرْضِ
وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ زَيْنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قِيَوْمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَمَنْ فِيْهِنَّ اَنْتَ الْحَقُّ وَ لِقَابُكَ حَقٌّ وَ الْجَنَّةُ
حَقٌّ وَ النَّارُ حَقٌّ وَ النَّبِيُّونَ حَقٌّ وَ مُحَمَّدٌ
صَلٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حَقٌّ ۵ اَللّٰهُمَّ بِكَ اَسَلْتُ
وَبِكَ اَمَنْتُ وَ عَلَیْكَ تَوَكَّلْتُ وَ بِكَ خَاصَمْتُ
وَ اِلَیْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدْ مَاتَ
وَمَا اَخْرَجْتَ وَ مَا اَسْرَدْتَ وَ مَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ
الْمُقَدِّمُ وَ اَنْتَ الْمُوَخِّرُ لَا اِلٰهَ اَنْتَ اَللّٰهُمَّ
اَتِ نَفْسِيْ نَفْسًا وَ خَيْرًا اَنْتَ خَيْرُ
مَنْ زَكَمَهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَ مَوْلَاهَا اَللّٰهُمَّ
اِهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَعْمَالِ فَاِنَّہٗ لَا يَهْدِيْ

لَا تُسْئَلُهَا إِلَّا أَنْتَ وَأَصْرَفَ عَنِّي سَيِّئَهَا
فِيَانَهُ لَا يَصْرِفُ سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ. أَسْأَلُكَ
مَسْأَلَةَ الْبَائِسِ الْمُسْكِينِ وَإِذْ عَنَّا
دُعَاءَ الْمُفْتَقِرِ الَّذِي لَيْلٍ فَلَا تَجْعَلْنِي بَدْعَانِكَ
مَرَّتْ شَقِيئًا وَكُنْ بِي رَءُوفًا
رَحِيمًا يَا خَيْرَ الْمُسْئِلِينَ وَكَأَنَّكَ
الْمُعْطِينَ ۝

ہدایت دینے والا نہیں ہے مجھے گناہوں سے پھیر دے تو ہی گناہوں
سے پھیرنے والا ہے میں تجھ سے ان باتوں کا سوالی ہوں کہ میں
مسکین و محتاج ہوں اور تجھ سے عاجزی و بے بسی کے ساتھ دعا
کرتا ہوں، الہی! میں ذلیل فقیر کی طرح تجھے پکار رہا ہوں پروردگار
اپنی پکار میں مجھے بد نصیب نہ بنا اور مجھ پر مہربان اور رحیم ہو جا
ئے وہ ذات جو ہر مسئلہ (جس سے سوال کیا جائے) سے بہتر اور
ہر دینے والے سے زیادہ کریم ہے۔

شیخ ابو نصر نے اپنے والد سے بالاسناد ابوسلمہ بن عبد الرحمن بیان کیا کہ ابوسلمہ نے کہا میں نے حضرت عائشہؓ
سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کی نماز کے لئے اٹھتے تھے تو تبکیر کس طرح پڑھتے تھے اور نماز کی
ابتداء کس طرح فرماتے تھے؟ انھوں نے فرمایا کہ تبکیر اور ابتداء نماز اس طرح فرماتے تھے۔

یا اللہ! جبریل، میکائیل اور اسرافیل کو تو نے ہی پیدا کیا
ہے۔ آسمانوں اور زمین کے ظاہری اور باطنی بھیدوں کا جاننے
والا تو ہی ہے۔ بندے جن باتوں میں اختلاف کرتے ہیں ان میں
تو ہی حکم کرنے والا ہے۔ جس چیز میں اختلاف کیا گیا ہے تو اس
میں مجھے سیدھا راستہ دکھا، بلاشبہ تو جس کو چاہتا ہے
سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے۔

اللَّهُمَّ رَبَّ جِبْرِائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَ
إِسْرَافِيلَ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ
الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ
فَيَمَّا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ إِحْدَى فِيهِمَا
اِخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ يَا اللَّهُ
تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

تہجد کی نماز کا آغاز
جب شب کو تہجد کی نماز کے لئے کھڑے ہو تو دو رکعتیں (غیر طویل سورتوں کے ساتھ) پڑھو، نماز سے
قبل کچھ کھانا پینا درست نہیں ہے کیونکہ بیداری کے بعد دل صاف اور افکار سے خالی ہوتا ہے لیکن
کھانے پینے کے بعد یہ کیفیت باقی نہیں رہتی اور تاریکی پیدا ہو جائے گی۔ اس لئے بہتر اور اولیٰ یہی ہے کہ کچھ نہ کھائے جب
تک بھوک کھد سے زیادہ نہ ہو جائے بصورت دیگر (یعنی سحری) رمضان میں دن میں بھوک پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہوا تو
تاخیر کرنے سے ختم سحری (طلوع فجر) کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں پہلے ہی کھا لینا مستحب ہے۔

تین سو آیات کا ورد

مستحب ہے کہ سونے سے قبل تین سو آیات پڑھے تاکہ بندہ عبادت گزاروں کے زمرے میں شامل ہو جائے اور اس کا نام
غافلوں میں درج نہ کیا جائے، مناسب ہے کہ سورۃ فرقان یا سورۃ الشعراء پڑھے اس لئے کہ ان دونوں سورتوں میں تین تین
سو آیات ہیں۔ اگر ان سورتوں کا پڑھنا ممکن نہ ہو تو سورۃ واقعہ، سورۃ نون، سورۃ الحاقہ واقعہ (سال سائل) اور الحمد للہ پڑھے

اور اگر یہ بھی اچھی طرح نہ پڑھ سکتا ہو تو سورۃ الطارق سے آخر قرآن تک پڑھے یہ کل تین سو آیات ہیں۔ اگر تین سو آیات کے بجائے ہزار آیات پڑھے تو بہت ہی افضل ہے اس کے لئے عظیم اجر ہے اور عبادت گزاروں میں اس کا شمار ہوگا، ایک ہزار آیات کی مقدار سورۃ تبارک تبارک تبارک سے آخر قرآن تک ہے اگر یہ حصہ اچھی طرح یاد نہ ہو تو دھانی سو مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے یہ ہزار آیات کے برابر ہوگا، ہر ایک رات میں یہ سورتیں پڑھنا بہتر ہے ان کو کسی حال میں ترک نہ کرے یعنی سورۃ الم سجدہ، سورۃ یسین، سورۃ حم سورۃ دخان، سورۃ تبارک تبارک تبارک اگر ان سورتوں کے ساتھ سورۃ زمر اور سورۃ واقعہ بھی پڑھے تو بہت بہتر ہے۔

معمولات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرمانے سے قبل سورۃ البقرہ، سورۃ تبارک پڑھا کرتے تھے ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ الزمر پڑھا کرتے تھے ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجات پڑھا کرتے تھے (یعنی وہ سورتیں جو سچ سے شروع ہوتی ہیں) اس سورۃ میں ایک آیت ایسی ہے جو ایک لاکھ آیتوں سے افضل ہے۔

شب زندہ داری کے لئے جو چیزیں معاون ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں، ۱۱، رزق حلال، ۱۲، توبہ پر استقامت ۱۳، عذاب الہی کا خوف، ۱۴، اللہ تعالیٰ کے ثواب کے وعدوں کے حصول کا ذوق و شوق، مشنبہ روزی سے پہنچنا، ۱۵، گناہوں سے گریز، ۱۶، موت کی یاد اور معاویہ کی فکر، ۱۷، دنیاوی فکر و غم سے آزادی، ۱۸، موت کو بھرت یاد کرنا، ۱۹، آخرت کو فراموش نہ کرنا، ۲۰، اہل دنیا کی محبت سے دل کا خالی ہونا۔

ایک شخص نے حسن بصریؒ سے عرض کیا کہ میں تندرست ہوں۔ تو انہوں نے جواب دیا، اور شب بیداری کو بھی محبوب کہتا ہوں، وضو کے لئے پانی بھی تیار رکھتا ہوں، اس کے باوجود رات بھر سوتا رہتا ہوں اس کی کیا وجہ ہے؟ انھوں نے جواب دیا، تمہیں گناہوں نے جکڑ رکھا ہے! امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا جس کی پاداش میں پانچ ماہ تک میں رات کے قیام سے محروم رہا، کسی نے دریافت کیا، حضرت وہ گناہ کون سا تھا؟ فرمایا میں نے ایک شخص کو روتا دیکھا کہ یہ خیال کیا تھا کہ یہ شخص ریاکاری سے رو رہا ہے! حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ بندہ ایک گناہ کی پاداش میں دن کے روزے اور رات کے قیام سے محروم رہتا ہے۔ بعض علما کا قول ہے کہ بہت سے ایسے کھانے ہیں کہ جن کی وجہ سے رات کا قیام دشوار ہو جاتا ہے اور بہت سی (حرام) نگاہیں فستق کی قرأت سے محروم کر دیتی ہیں۔ بندہ یقیناً ایسا کھانا کھا لیتا ہے یا ایسا کام کر گزرتا ہے جس کی بنا پر سال بھر تک رات کے قیام سے محروم رہتا ہے، بہت جستجو کے بعد اس نقصان کی شناخت ہوتی ہے اور جستجو کی توفیق اس وقت ملتی ہے جب گناہ بہت کم سرزد ہوں۔ ابویسکانؒ فرماتے تھے صرف گناہ ہی کی وجہ سے نمازی کی جماعت فوت ہو جاتی ہے، فرمایا کہ بغیر خالی کا ہونا بھی ایک عذاب ہے۔ ناپاک رہنا خدا سے دور رہنے کا موجب ہے۔ قیام لیل اور شب بیداری کو نغدہ کھانے پینے کی کمی اور معدے کو خالی رکھنے سے بھی پہنچتی ہے۔

عون بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے کچھ لوگ عبادت کیا کرتے تھے جب ان کے سامنے کھانا آتا تو ایک شخص کھڑے ہو کر کہتا کہ زیادہ نہ کھاؤ اگر زیادہ کھاؤ گے تو نیند آجائے گی اور جب نیند کا غلبہ ہوگا تو نمازیں کم پڑھو گے۔ بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ نیند کی زیادتی کثرت سے پانی پینے کی وجہ سے ہوتی ہے، بتایا گیا ہے کہ ستر صدیقیوں کی رات ہی ہے کہ نیند کی زیادتی پانی

Imp

Imp Imp Imp

Imp

بجرت پینے سے ہوتی ہے۔ شب بیداری کی معاون چیزیں یہ بھی ہیں کہ دل کو موت، قبر اور قیامت کی ہولناکیوں کے غم و الم سے خالی نہ ہونے دیا جائے، گول کی زندگی کے لئے شب بیداری ضروری ہے، عالم ملکوت میں غور کرنے اور ان میں تھوڑی دیر قیلولہ کرنے سے شب بیداری میں مدد ملتی ہے۔ بکراں کو زیادہ محنت کر کے نہ تھکائے تاکہ شب بیداری میں رخنہ نہ پڑے۔

قیام شب کی ایک صورت تو یہ ہے کہ اول شب میں قیام کرے اور جب نیند کا زیادہ غلبہ ہو تو سو جائے

شب بیداری کے طریقے

پھر بیدار ہو کر نماز کو کھڑا ہو جائے، پھر نیند سے مغلوب ہو کر سو جائے پھر آخر شب میں اٹھ کر نماز کو کھڑا ہو جائے، اس صورت سے رات میں دو مرتبہ نیند ہو جائے گی اور دو مرتبہ قیام بھی ہو جائے گا۔ اس طرح رات بھر کی عبادت ہو جائیگی مگر یہ ایک کمسن اور مشکل کام ہے یہ ان ہی لوگوں کا عمل ہے جو اہل حضور ہیں اور صاحب ذکر و فکر ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شب بیداری میں ہی شان تھی۔

جو کاہنہ قوی اور توانا ہو وہی رات میں کئی مرتبہ قیام اور کئی مرتبہ نیند کر سکتا ہے لیکن قیام و خواب کا برابر رکھنا بڑا کمال ہے

جو صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا، کسی دوسرے کے لئے ایسا عمل ممکن نہیں اس لئے کہ حضور پر نور کا مبارک قلب ہمیشہ بیدار رہتا تھا اور وحی الہی سے آپ کو بیدار کیا جاتا تھا اور سونے سے ممانعت کی جاتی تھی آپ کو کر دھڑ و حرکت دی جاتی تھی۔ بجز آپ کی ذات پاک کے کسی مخلوق کو یہ وصف حاصل نہیں تھا یہ خصوصیت صرف آپ ہی کی تھی۔

فائم اللیل کے لئے آخر شب میں سو جانا دو وجہ کے باعث مستحب ہے ایک تو یہ کہ صبح کے وقت اونگھ نہ آئے،

آخر شب میں سونا

صبح کا سونا مکروہ ہے اسی لئے اسلاف فجر کی نماز سے قبل سونے سے منع فرماتے تھے اسی لئے سونے والے

کو نماز فجر کے بعد سونے کی اجازت دے دی گئی ہے لیکن نماز فجر سے قبل سونا منوع ہے، حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد کچھ دیر کے لئے سو جاتے تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آخری شب میں سونے سے چہرے کی وہ زردی دور ہو جاتی ہے جو بیداری کے باعث پیدا ہو جاتی ہے، اگر نہ سو جائے تو زردی باقی رہتی ہے اور اس سے بچنا ضروری ہے۔ یہ ایک بہت باریک بات ہے اس میں

لفس کی ایک خواہش پنہاں ہے اور ایک شہرک خفی پوشیدہ ہے کیونکہ چہرے کی زردی دیکھ کر اس شخص کی طرف لوگوں کی انگلیاں

اٹھتی ہیں اس کی نیکی، اس کا زہد اور اس کی شب بیداری، روزہ داری اور خوف کا لوگوں کو یقین ہوگا لوگ یقین

کر لیں گے کہ یہ زاہد شب زندہ دار ہے۔ ہم اس شہرک خفی، اور اس ریا سے اور اس علامت سے جس میں ریا ہو اللہ کی نیاہ مانگتے

ہیں۔ رات میں پانی کم پینا چاہئے، پانی پینے سے نیند آتی ہے اور چہرے پر زردی بھی آ جاتی ہے خاص طور سے آخری

شب میں اگر ایسا کیا جائے، نیند سے فوراً جاگتے ہی پانی پینا ہی نہیں چاہئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم آخر شب میں دو تر پڑھنے کے بعد دائیں کر دھڑ سے استراحت فرماتے تھے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی اور بلال آتے

نماز فجر کی اطلاع دیتے تو آپ نماز کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

وتر کے بعد صبح کی نماز سے پہلے کچھ دیر کے لئے آرام کرنا (سونا) ہمارے اسلاف کرام کے نزدیک مستحب تھا

بلکہ حضرت ابو ہریرہؓ اور آپ کے متبعین تو اس کو سنت سمجھتے تھے۔ اسلاف کرام ان کو اس وجہ سے پسند کرتے

تھے کہ اس سے اصحاب مشاہدہ اور اہل حضور کے احوال میں ترقی ہوتی ہے (قریب الہی کا حصول ہوتا ہے)

وتر کی نماز سے پہلے آرام کرنا

ان کو عالم ملکوت کا کشف ہوتا ہے، عالم جبروت (دنیا کے طرح طرح کے علوم ان پر منکشف ہو جاتے ہیں اور عجیب عجیب حکمتوں سے ان کے دل آگاہ ہوتے ہیں اور اہل ریاضت اور ارباب مجاہدہ کو اس سے سکون حاصل ہوتا ہے، اس لئے فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک نماز پڑھنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے تاکہ شبانہ روز کے اُرداد و وظائف ادا کرنے والے ان ساعات میں کچھ دیر آرام کر لیں۔

ابھی طرح رات کی نماز کے درمیان یعنی ہر دو رکعتوں کے بعد تھوڑی دیر کے لئے بیٹھنا اور ان رکعتوں میں فصل پیدا کرنا مستحب ہے اس جلوس میں سوار سبحان اللہ پڑھے تاکہ نماز کے لئے قوت حاصل ہو اور اعضائے بدن کو کچھ آرام مل جائے طبیعت کا کسل دور ہو جائے اور تہجد کی نماز کے لئے ذوق و شوق میں کمی نہ آنے پائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے تحت ہے وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ یعنی جب کہ رات باقی ہو تو ستاروں کے غائب ہوجانے تک اللہ کی تسبیح بیان کرو۔ دوسری آیت میں اذْهَبْ السَّجُودَ فَمَا يَسْجُودُ یعنی نماز کے پیچھے تسبیح اور پاکی بیان کرو۔

اگر نیند یا کسی اور وجہ سے رات کا قیام ترک ہو جائے (نماز ادا نہ کی ہو) تو طلوع آفتاب سے زوال آفتاب قیام شب کی قضا (فجر کبریٰ) کے درمیان اس کی قضا کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ رات کے وقت اس کو وقت پر پڑھا گیا ہے شیخ ابو نصر نے اپنے والد سے انھوں نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زوال آفتاب کے بعد ظہر کے فرض سے پہلے چار رکعت نماز کا شمار سحر کی رکعتوں میں ہوتا ہے، حضرت عمرؓ سے ایک حدیث دوسرے الفاظ میں اس طرح مروی ہے کہ "حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے رات کا وظیفہ ادا کرے بغیر سوتا رہا یا ادا کرنا بھول گیا پھر نماز فجر سے نماز ظہر تک اس کو پڑھ لیا تو گویا اس نے رات ہی میں پڑھ لی۔"

بعض اسلاف کرام کا قول ہے کہ آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے کہ اگر رات کے اُرداد و وظائف فوت ہو جائیں تو زوال آفتاب سے قبل ان کو پڑھ لے تو وہی اجر و ثواب ملتا ہے جو رات کو پڑھنے سے ملتا، اگر زوال سے قبل نہ پڑھ سکا تو ظہر عصر کے درمیان ان کو پڑھ لے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنۡ أَرَادَ أَنۡ يَسْتَكْبِرَ أَذۡ أَرَادَ شُكُورًا (اسی خدا نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا قائم مقام کر دیا ہے اس کے لئے جو ذکر اور شکر کا ارادہ کرے)، مطلب یہ ہے کہ اگر وہ ثواب میں دن رات برابر ہیں ہر ایک فضیلت میں ایک دوسرے کا قائم مقام ہے۔

اس تمام بیان اور تصریحات کا حاصل یہ ہے کہ وظائف شب پانچ ہیں: (۱) مغرب عشا کے درمیان (۲) عشا سے سونے کے وقت تک (۳) آدھی رات میں (۴) آخری شب میں (۵) سحر کے آخری حصہ میں طلوع فجر سے پہلے یہ پانچ صحت قرأت قرآن، استغفار، مراقبہ اور عبادت کے حصول کے لئے ہے نماز کے لئے نہیں ہے اس لئے کہ یہ اندیشہ ہے کہ ہمیں نماز کے اندر فجر ہو جائے اور اس وقت نماز کی ممانعت ہے اسی لئے نماز شب دو دو رکعت کر کے پڑھے کہ اگر فجر کے طلوع کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت پڑھ لی جائے اس رکعت کے ملنے سے پچھلی نماز وتر ہو جائے گی۔ ہاں اگر سونے کی وجہ سے نماز وتر، وظیفہ اور نماز تہجد سب کے سب فوت ہو گئے تو وتر کو صبح صادق میں پڑھ لے اس کی تفصیل وتر کے بیان میں گزر چکی ہے۔

دن کی عبادت اور اوراد و وظائف کے بھی پانچ اوقات ہیں۔ (۱) طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک، (۲) چاشت کی نماز زوال آفتاب تک، (۳) بعد زوال آفتاب چار رکعت نماز مگر ایک سلام کے ساتھ (اس کے لئے قیام یہ ہے کہ آسمان کے دروازے کھول دیئے جائے ہیں)۔ (۴) عصر و ظہر کے درمیان۔ (۵) عصر کے بعد مغرب تک۔

صبح صادق کی عبادت

دن کا پہلا وظیفہ فجر کی نماز کے بعد سے سورج نکلنے کے وقت تک ذکر الہی کے لئے بیٹھنا مستحب ہے اس وقت میں تلاوت کیے یا ذکر الہی میں مصروف ہے، مراقبہ قلبی میں متوجہ ہو، کسی کو دینی تعلیم دے یا کسی عالم کی صحبت میں بیٹھے، اسی طرح کی مشغولیت نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک کھنا چاہیے، اس لئے کہ ان دو اوقات میں نفل پڑھنے کی ممانعت ہے۔ شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد کی سند کے ساتھ ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اگر میں لوگوں کے ساتھ بیٹھا تبکیر، تمہیں میں مصروف رہوں تو مجھے یہ عمل دو غلام آزاد کرانے سے زیادہ محبوب ہے اور نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک اگر میں ذکر و تمہیل کرتا رہوں تو اولاد اسماعیلؑ سے چار غلام آزاد کرانے سے زیادہ پسند ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنے رزق کی طلب سے غفلت نہ برتو اور غافل رہو لوگوں نے حضرت ابن عباسؓ سے اس کی تشریح چاہی تو فرمایا کہ جب نماز فجر سے فارغ ہو جاؤ تو ۳۳ بار الحمد للہ اور سبحان اللہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھا کر، ایک دوسری حدیث میں اس طرح ہے کہ ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار اللہ اکبر اور آخر میں یہ کلمات کہے۔

لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ
لہ الملتک ولہ الحمد یحییٰ دینیہ
وہو حی لا یموت بیدار الخیر وہو
علی کل شئ قدیدہ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔
ملک اسی کے لئے مخصوص ہے اسی کے لئے حمد ہے وہی زندہ
کرتا ہے وہی ماتا ہے، وہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں، سب نبی
اسی کے ہاتھ میں ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

اسی طرح عصر کے بعد اور سوتے وقت پڑھنا چاہیے۔ شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد سے بلا سند عروہ بن زبیر کا قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا میں نے خود سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ راہ خدا میں جہاد کے لئے صبح و شام کو نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جس شخص میں جہاد کی قدرت اور استطاعت نہ ہو (وہ کیا کرے)؟ فرمایا مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد وہیں بیٹھا اللہ کی یاد و عشاء کی نماز تک کرتا رہے۔ (عشاء کی نماز اسی طرح پڑھ لے) اس کی یہ عبادت (مغرب سے عشاء تک) جہاد کے لئے شام نکلنے کی طرح ہے اور جو شخص فجر کی نماز پڑھ کر طلوع آفتاب تک بیٹھا خدا کا ذکر کرتا رہے تو اس کا یہ عمل جہاد کیلئے صبح کو نکلنے کی طرح ہوگا۔ شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد کی سند سے ابوامامہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جو شخص فجر کی نماز کے بعد

وہی مرتبہ یہ دعا پڑھتا ہے تو اس تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُخَيِّتُ وَيُيَبِّتُ بِسِيْدِهِ الْخَبِيْرَ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اس بندے کے دل درجے بلند کر دیتا ہے اور دس غلاموں کو آزاد کرنے کے برابر ثواب اس کو ملتا ہے اور شرک کے علاوہ اس روز کا کیا ہوا کوئی گناہ اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ جو بندہ اچھی طرح وضو کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مسنونہ دھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے وہ تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے جن کو اس نے آنکھوں سے کیا یا زبان سے کیا، جو بندہ حکم خداوندی کے مطابق ہاتھوں کو دھوتا ہے تو اللہ اس کے ہاتھوں سے کئے ہوئے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے پھر جب وہ اپنے کانوں اور سر پر مسح کرتا ہے تو اس کے وہ تمام گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں جو اس نے کانوں سے سنے تھے پھر جب وہ امر الہی کے مطابق دونوں پاؤں دھوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے وہ تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے جن کی طرف وہ پاؤں سے چلا تھا، آخر کار وہ نماز کو کھڑا ہو جاتا ہے تو نماز اس کے لئے محض فضیلت کا باعث بن جاتی ہے (تمام ثواب وضو کے عوض اس کو مل جاتا ہے)۔

جو شخص وضو کی حالت میں یا اللہ کے ذکر کے دوران سو جاتا ہے تو بیداری پر وہ جو کچھ دعا کرتا ہے قبول ہو جاتی ہے، جو بندہ اللہ کی راہ میں ایک تیر پھینکتا ہے خواہ وہ نشانہ پر لگے یا نہ لگے، اس کا ثواب ایک غلام آزاد کرنے کے برابر اس کو ضرور دیا جاتا ہے اور جس بندے کے اللہ کی راہ میں بال سفید ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو نور عطا فرمائے گا اور جو غلام آزاد کرے گا تو اس کے ہر عضو کو دوزخ سے بچانے کے لئے اس کا فدیہ بن جائے گا۔

امام حسن کا ارشاد شیخ ابوالنضر نے اپنے والد سے بالاسناد حضرت امام حسن کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے خود سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے جو شخص فجر کی نماز مسجد میں پڑھ کر وہیں بیٹھا طلوع آفتاب تک اللہ کا ذکر کرتا رہے اور طلوع آفتاب کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے دو رکعت نماز پڑھے تو ہر رکعت کے عوض اللہ تعالیٰ جنت کے اندر دس لاکھ قصر مرحمت فرمائے گا اور ہر قصر کے اندر دس لاکھ عورتیں ہوں گی اور ہر عورت کے دس لاکھ خادم ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں وہ آقا ہیں میں سے ہو گا۔

حضرت نافع نے بروایت ابن عمر بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر ادا فرما کر اپنی جگہ سے نہیں اٹھتے تھے یہاں تک کہ اشراق کی نماز کا وقت ہو جاتا (سورج نکل آتا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھ کر اسی جگہ اس وقت تک بیٹھا رہے کہ اس کے لئے اشراق کا وقت ہو جائے تو اس کی فجر کی نماز ایسی ہو جائے گی جیسے کسی مقبول حج اور عمرہ!! یہی وجہ تھی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھ کر طلوع آفتاب تک وہیں بیٹھے رہتے تھے۔ جب ان سے اس قیام کی وجہ دریافت کی گئی تو انھوں نے فرمایا میں سنت کی پیروی کرنا چاہتا ہوں۔

شیخ ابوالنضر نے بالاسناد حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جماعت کے لئے صلوٰۃ الاداب میں اس لئے کہاجاتا ہے کہ "یہ خدا کی طرف رجوع ہونے والوں کی نماز ہے"

ساتھ فجر کی نماز پڑھ کر سورج نکلنے تک ہیں بیٹھا رہے پھر طلوع آفتاب کے بعد چار رکعتیں مسلسل پڑھے اور پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ اور تین بار آیتہ الکرسی، سات بار سورۃ اخلاص، دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد التمس فضیلاً ایک بار تیسری رکعت میں سورۃ فاتحہ اور والسماء و الطارق ایک بار اور چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد ایک بار آیتہ الکرسی اور تین بار سورۃ اخلاص پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ستر فرشتے بھیجے گا یعنی ہر آسمان سے دس فرشتے، ہر فرشتے کے پاس ہشتی خوان اور ہشتی دو مال ہونگے یہ فرشتے ان خوانوں میں اس نماز کو رکھ کر دو مال سے ڈھانپ کر اوپر لے جائیں گے یہ فرشتے فرشتوں کی جس جماعت کے قریب سے گزریں گے تو وہ فرشتے اس نماز کی لئے مغفرت طلب کریں گے، جب اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ خوان رکھے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندے! تو نے میرے لئے نماز پڑھی اور میری عبادت کی اب تو اڑ کر تو عمل کر تیرے پچھلے گناہ میں معاف فرمادیجئے یہی نماز اس روایت کی تشریح ہے جس میں رسول اللہ نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل فرمایا تھا اے بنی آدم! میرے

نماز اشراق لئے شروع دن میں چار رکعت پڑھ جو آخر دن تک تیرے لئے کافی ہیں۔

بعض علماء کرام نے اس ارشاد کو نماز فجر کی سنت و فرض (کی چار رکعتوں) پر محمول کیا ہے، لیکن اس سے نماز اشراق ہی مراد ہے جس کے بارے میں لکھا جا چکا ہے۔

صلوۃ الاوابین چاشت کی نماز کا نام صلوۃ الاوابین بھی ہے اس کو ہمیشہ پڑھنا چاہیے یا نہیں اس سلسلہ میں بہائے علماء و علماے جلی، کے دو قول ہیں ایک مثبت اور ایک منفی؛ اور اس کی اصل وہ حدیث ہے جس کو ابو نصر نے اپنے والد کی اسناد سے بروایت حضرت ابو ہریرہ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چاشت کی نماز اوابین کی نماز ہے (خدا کی طرف رجوع کرنے والوں کی) ابھی اسناد کے ساتھ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "چاشت کی نماز اکثر داؤد کی نماز ہوتی تھی یعنی حضرت داؤد اکثر چاشت کے وقت نماز پڑھا کرتے تھے۔

جنت کے ایک دروازے کا نام ضحیٰ ہے! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کا نام ضحیٰ ہے، جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی پکارے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے؟ تاکہ وہ اللہ کی رحمت کے ساتھ اس دروازے سے جنت میں داخل ہوں!

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کے زمانے میں لوگ نماز فجر کے بعد چاشت کی نماز کے انتظار میں بیٹھے رہا کرتے تھے اور پھر نماز (چاشت) پڑھ کر مسجد سے نکلا کرتے تھے۔ ضحاک بن قیس حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے ایک نماز ہم پر بھی ایسا گزرا ہے کہ آیت یَسْبَحْنَ بِالْعُشِيِّ وَالْأَشْوَاقِ کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا تھا یہاں تک کہ ہم نے لوگوں کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھ لیا۔ اس وقت سمجھ میں آیا کہ اشراق کی نماز یہی ہے۔

ابن ابی ملیکہ کی روایت ہے کہ حضرت عباس سے چاشت کی نماز کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا اس کا ذکر تو کتاب اللہ میں موجود ہے یہ فرما کر آپ نے یہ آیت پڑھی فِي بُيُوتِ اِذْنِ اللّٰهِ اَنْ تَرْفَعَ دِيْنَكَ فِيْهَا اَسْبَغَ فَيْتُهَا بِالْعُشِيِّ وَالْأَصَالِ (اللہ نے حکم دیا ہے کہ گھروں میں اللہ کو یاد کیا جائے اور اس کا نام بلند ہو، ان میں صبح شام

اللہ کی تسبیح پڑھی جاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ اس آیت میں حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک تسبیح غزو سے مراد چاشت کی نماز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ چاشت کی صرف دو رکعتیں پڑھتے تھے لیکن اس کی مداومت نہیں کرتے تھے بلکہ کبھی کبھی پڑھ لیا کرتے تھے۔ حضرت عکرمہؓ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت ابن عباسؓ صلوٰۃ صبحی (چاشت کی نماز) کیا روزانہ پڑھتے تھے تو انھوں نے کہا کہ وہ ایک دن پڑھتے تھے اور ایک دن چھوڑ دیتے تھے۔ حضرت شخصیؓ نے کہا کہ صحابہ کرامؓ نماز چاشت کی پابندی کو مکروہ جانتے تھے یعنی پڑھتے بھی تھے اور چھوڑ بھی دیتے تھے تاکہ وہ فرض نماز کی طرح نہ ہو جائے۔

نماز چاشت کی رکعتیں

نماز چاشت کم سے کم دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ اوسطاً آٹھ ہیں، دو رکعتوں کے سلسلہ میں شیخ ابو نصرؒ نے اپنے والد کی اسناد سے حضرت بریدہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انسان میں تین سو ساٹھ چوڑا جہم کے اندر ہیں اور ہر چوڑا روزانہ صدقہ دینا واجب ہے یہ سن کر صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کس کی طاقت ہے کہ اس قدر صدقہ دے سکے! حضورؐ نے فرمایا اگر کوئی شخص ناک کی نیزشیں مسجد میں دیکھ لے تو اس پر مٹی ڈال دے یا کسی تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹا دے اگر ایسا ممکن نہ ہو تو چاشت کی دو رکعتیں پڑھ لینا اسکے لئے کافی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب سیدنا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے اول یہ کہ سوئے سے پہلے دو تر پڑھ لیا کروں، دوم یہ کہ ہر مہینے کے تین دن روزے رکھا کروں اور سوم یہ کہ چاشت کی دو رکعتیں پڑھ لیا کروں۔ نماز چاشت کی چار رکعتیں بھی روایت میں آئی ہیں ایک روایت تو عکرمہؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً بیان کی ہے۔ دوسری حدیث حضرت معاذؓ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز کی چار رکعتیں پڑھیں اور پچھ چھ پڑھیں۔“

حمید الطویلؒ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ چاشت کی چھ رکعتیں بھی پڑھتے تھے اور آٹھ بھی۔ عکرمہ بن خالد ام بانی بنیہ ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ فتح مکہ کے دن جب تشریف فرما تھے مکہ ہوئے تو آپؐ نے اعلیٰ مکہ میں نزول فرما کر چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھیں، میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ یہ کونسی نماز ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ چاشت کی نماز ہے۔ حضرت امام احمد حنبلؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور علماء کے نزدیک چاشت کی آٹھ رکعات ہی مختار ہیں۔

ابو سعید خدریؓ نے رسول اللہؐ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھیں۔ قاسم بن محمدؓ کی روایت ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھا کرتی تھیں اور طویل پڑھتی تھیں جب آپؐ نماز چاشت پڑھتے تو دروازہ بند رکھتی تھیں۔ اگر کوئی دس رکعتیں پڑھنا چاہے تو دس پڑھے۔ بارہ رکعت کی بھی روایت آئی ہے اور یہی افضل بھی ہے۔ شیخ

ابونصر نے اپنے والد سے بالاسناد حضرت انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ جو شخص چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھے گا اللہ اس کے لئے جنت میں گھونے کا محل بنائے گا، شیخ ابونصر نے اپنے والد کی اسناد ہی سے ایک اور روایت حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ سے کی ہے کہ انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص بارہ رکعتیں دن کی پڑھے گا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کو محل عطا فرمائے گا۔

شیخ ابونصر ہی نے اپنے والد سے بالاسناد بروایت حضرت ابوذر بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ابوذرؓ دن کے بارہ رکعتیں پڑھیں تم ہر رکعت کے ایک رکوع اور دو سجدے ادا کرو یہ تمھارے دن بھر کے گناہوں کی تلافی کر دینگے، ابے ابوذر! جس نے دو رکعت پڑھیں اس کا شمار غائبوں میں نہ ہوگا، جس نے چار پڑھیں اس کا نام ذاکروں میں لکھا جائے گا، جس نے چھ رکعت پڑھیں اس کو شہرک کے سوا کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اور جس نے بارہ رکعتیں پڑھیں ان کے لئے جنت میں محل تیار کیا جائے گا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بارہ رکعتیں ایک سلام سے یا جدا جدا؟ آپ نے ارشاد فرمایا اگر ایک سلام سے بھی پڑھیں تب بھی کوئی ہرج نہیں ہے۔

چاشت کی نماز کا وقت

چاشت کی نماز کے اوقات دو ہیں ایک جائز دوسرا مستحب؛ جائز وقت طلوع آفتاب سے نماز ٹھہر تک ہے اور مستحب وقت دن کے گرم ہونے سے زوال تک ہے۔ مستحب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت زید بن ارقمؓ نے مسجد قبا میں ایک جماعت کو چاشت پڑھتے دیکھا تو فرمایا کاش ان لوگوں کو معلوم ہوتا کہ یہ کچھ اور دیر کے نماز پڑھتے تو افضل تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چاشت کا وقت اس وقت ہے جب اونٹ کے بچے کے پاؤں گرم ہونے لگیں۔ بعد زوال چاشت پڑھنا بھی جائز ہے۔ حضرت عوف بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اوسط آسمان سے آفتاب کے دھل جانے پر چاشت (ساعت سبھ) کا وقت ہے یہ نماز عاجزی کرنے والوں کی ہے اس کو سخت گری میں پڑھنا افضل ہے۔ اگر ظہر کی نماز تک چاشت کی نماز نہیں پڑھی ہے تو بعد نماز ظہر قضا کرنا مستحب ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز چاشت میں سورۃ الشمس وضحہا اور الفیصلی پڑھے۔

نماز چاشت کی قرأت

عمر ابن شعیبؓ نے اپنے والد سے بالاسناد روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے چاشت کی بارہ رکعت پڑھیں اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد ایک بار آیتہ الکرسی، تین بار سورۃ اخلاص پڑھی تو ہر آسمان سے ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں جن کے ہاتھ میں سفید کاغذ اور لوز کے قلم ہوتے ہیں جو اس نماز کا ثواب تا قیام قیامت لکھتے رہیں گے قیامت کے دن فرشتے اس کی قبر پر آئیں گے ہر فرشتے کے پاس ہشتی لباس کا جوڑا اور تحفہ ہوگا! فرشتے کہیں گے، اے صاحب قبر! اللہ کے حکم سے اٹھو کیونکہ تم ان میں سے ایک ہو جن کو اللہ نے عذاب سے امین عطا فرمادی ہے۔

نماز چاشت کے سلسلہ میں روایات ممنوعہ

بعض صحابہ کرامؓ نے نماز چاشت سے انکار کیا ہے، چنانچہ ابن المبارکؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا میں جب اسلام لایا ہوں میں نے چاشت کی نماز نہیں پڑھی صرف غار کعبہ کے طواف کے دن پڑھی تھی، بلاشبہ یہ بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ ہے، لوگوں کی ایجاد کردہ بدعتوں میں یہ سب اچھی بدعت ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ چاشت کی نماز کے بارے میں فرماتے تھے، اللہ کے بندے! لوگوں پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جو اللہ نے ان پر نہیں ڈالا ہوا اگر تم کو ایسا کرنا ہی ہے (نماز چاشت پڑھنا ہے) تو اپنے گھروں میں پڑھا کرو۔ ان اقوال بالا سے (جن میں انکار کیا گیا ہے) نماز چاشت کے اُن فضائل کی تردید نہیں ہوتی جو اوپر بیان کئے جا چکے ہیں ان بزرگوں کا مقصد یہ تھا کہ چاشت کی نماز فرض نماز کی طرح نہ ہو جائے۔ اور لوگوں میں اس کے وجوب کا عقیدہ پیدا ہو جائے علاوہ ازیں تمام لوگ عبادت اور طاعت کے لئے چستی اور آمادگی میں برابر نہیں ہیں اس لئے ان بزرگوں نے انکار کر کے عام لوگوں کا بوجھ ہلکا کر دیا اور طاعت کو آسان کر دینا چاہا۔ حضرت عتبہ بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکشائے نبوت کے اندر نماز چاشت پڑھی اور صحابہ کرامؓ نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھی (اں حجرہ مقدس میں) پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب چاشت کی نماز پڑھنا چاہتی تھیں تو وہ دروازہ بند کر لیتی تھیں، حضرت ابن عباسؓ نماز چاشت کو ایک دن پڑھتے اور دوسرے دن ترک کر دیتے (یہ اسی بنا پر تھا)۔

دن کا تیسرا وظیفہ

ظہر سے پہلے اور
ظہر کے بعد کا وقت

تیسرے وظیفہ کا وقت ظہر سے پہلے اور ظہر کے بعد ہے۔ شیخ ابوالنضرؒ نے اپنے والد سے بالاسناد حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ جس نے ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتیں اور بعد نماز ظہر چار رکعتیں پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کے گوشت پر آتش دوزخ کو قابو نہیں پائے دیتا۔ بعض بزرگوں کا قول ہے کہ زوال کے بعد ظہر کی نماز تک آسمان اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ اس وقت دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ عبادت، دعا اور ذکر الہی اس وقت کرنا مستحب ہے۔ حضرت ابویوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر سے قبل چار رکعتیں ہمیشہ پڑھا کرتے تھے جب حضورؐ والا سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو ارشاد فرمایا کہ سورج ڈھلنے پر جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ظہر کی نماز ہونے تک بند نہیں کئے جاتے اس لئے مجھے یہ نماز (چار رکعت) نماز ظہر سے قبل پڑھنا مجھے پسند ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نماز کی پابندی بہت زیادہ مرغوب تھی؟ انھوں نے فرمایا، نماز ظہر سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعتیں پڑھتے تھے ان رکعتوں میں آپ طویل قیام اور رکوع و سجود خوب اچھی طرح کرتے تھے (اچھی طرح سے مراد طویل وقت ہے)۔

دین کا چوتھا وظیفہ ظہر اور عصر کے درمیان کی گارے مراد ہے۔ شیخ ابو نصر نے اپنے والد سے بالاستناد حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے ظہر اور عصر کے درمیانی وقت میں ذکر الہی کا (زندہ رکھا) اللہ اس کے دوا کو اس کے روز زندہ

تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ظہر وعصر کے درمیانی وقت کو ذکر و عبادت سے زندہ رکھتے تھے
تھے ہیں کہ حضور والا مغربے عشا کے درمیان اور ظہر وعصر کے درمیانی زمانے کی عبادتوں کو

تھے اور حضور کی اکثر عبادت گزاروں کا طریقہ یہ تھا کہ تنہائی میں ظہر و عصر کے درمیان ذکر میں الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے یہ وقت اللہ سے خلوت کا ہے، اس وقت کی

• دلرو کماؤ کے لئے طہر و عصر کے درمیان لمبے میں بیٹھے رہنا مستحب ہے تاکہ اعتکاف بھی بپا
بزرگانِ سلف کا بھی ہی معمول تھا، لیکن اگر کوئی شخص زواں سے پہلے نہ سویا ہو تو اس

کے بعد سونا آنے والی رات کے لئے ہے۔

بنی پیدا ہو جائے گی، نیند سے بیدار ہو کر رات کو رات دونوں چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ ابو نصر

ت میں محل تیار کر کے دے گا، یعنی دو فجر کے فرض سے پہلے، ظہر سے پہلے چار رکعت، ظہر کے بعد دو رکعت اور مغرب کے بعد دو رکعت رک رک بارہ رکعتیں، مومن اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما

بجش کو لازم کر دے گا۔ ۷۷۷۷۷

اپنے والد سے بالاسناد حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 فرمایا جس نے مغرب کی نماز کے بعد کسی سے بات کہنے بغیر چار رکعت نماز ادا کی اس کا درجہ

عبادت سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ الَّذِينَ يَهْتَدُونَ﴾

تھے اور فرمایا تجا فی جنوبہم عن المصنایح (وہ اپنے پہلوؤں کو بہتروں سے دور
المدینت علی حین غفلۃ من اہلبا (وہ شہر میں اس وقت داخل ہوئے جب کہ شہر والے غافل تھے) م

۱۔ جبکہ نصف شب قیام و عبادت کی تعریف اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمائی ہے مینوں آیات نصف شب کے ذکر کی فضیلت کو ظاہر کرتی ہیں اور اوقات مذکورہ میں اولاد پنجگانہ کی ادائیگی اس نصف شب کے قیام سے بھی بہتر ہے۔

جس شخص نے عشاء کی نماز کے بعد چار رکعتیں پڑھیں اس کا مرتبہ ایسا ہوگا جیسے کسی نے مسجد حرام میں شب قدر کو پایا اور جو ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور بعد چار رکعتیں پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدن کو آگ پر حرام کر دیتا ہے (دوزخ کی آگ اس کے بدن کو نہیں جلاتی) اور جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتا ہے اس کے لئے دوزخ سے نجات دیدی جاتی ہے۔

حضرت نافعؓ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فجر کی دو رکعتیں مجھے دنیا اور کائنات دینے سے زیادہ پسند ہیں۔ ابو نصر نے اپنے والد سے بالاسناد بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نمازوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نوافل ادا کرنے کی کس میں طاقت ہے، حضور اس وقت تک انتظار فرماتے تھے جب تک کہ سورج جتنا دائیں جانب بٹتا اتنا ہی بائیں جانب نہ ہو جاتا تو حضور عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے اور سورج دائیں بائیں برابر ہوتا تو ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے اور اگر سورج ڈھلنے پر کچھ وقت ہوتا تو ظہر سے پہلے چار اور ظہر کے بعد دو اور عصر کے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے۔

www.Imp

پانچواں وظیفہ

عصر کی نماز کے بعد سے آفتاب کے غروب ہونے تک تسبیح و تہلیل، استغفار، اللہ کی قدرت کا طرہ کا بغور مطالعہ یعنی مراقبہ قرآن پاک کی تلاوت اور ذکر الہی میں مصروف رہنا چاہئے اس وقت نفل نماز منع ہے۔ غروب آفتاب سے قبل سورہ والشمس، ضحیٰ، واللیل اذا یغشی سورہ فلق اور سورہ الناس اس طرح پڑھے کہ دن ختم ہو جائے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ذکر کے سلسلہ میں فرمایا اے ابن آدم! فجر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر اور عصر کی نماز کے بعد ایک ساعت میری رحمت الہی یاد کرنا کہیں ان دونوں اوقات کے درمیان تجھے پیش آنے والے کاموں کو سہرا انجام دوں گا۔

www.Imp

باب ۱۸

نماز پنجگانہ کے اوقات
سننیں اور ہر نماز کے فضائل

شب معراج میں پچاس رکعتیں، عصر کی چار رکعتیں، مغرب کی تین رکعتیں، عشاء کی چار رکعتیں یہ کل سترہ رکعتیں ہیں۔ شب معراج میں پچاس وقت کی نماز فرض نمازیں فرض ہوئیں کی گئی تھیں پھر تخفیف کی استدعا پر حکمت الہی کے تحت پانچ وقت کی کر دی گئیں تاکہ امت محمدیؐ کے لئے تخفیف و آسانی ہو، اللہ تعالیٰ نے پینتالیس کو ساقط کر کے پانچ باقی رہا نمازوں کا ثواب پچاس کے برابر رکھا حکم الہی ہے جیسا جہاد میں ایک مسلمان کا دس کافروں اور مشرکوں کے مقابلہ کا حکم تھا پھر اس کو ساقط کر کے ایک مسلمان کے لئے دو کا مقابلہ باقی رکھا جس طرح رمضان کی راتوں میں سوکر اٹھنے کے بعد کھانا پینا اور بیویوں سے قربت کرنا حرام تھا پھر اس حرمت کو ساقط کر کے ماہ رمضان کی تمام راتوں میں فجر صادق تک کھانے پینے (وغیرہ) کی اجازت عطا فرمادی ارشاد فرمایا کُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَبْيُتْنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْأَسْوَدِ (جب رات کی سیاہی سے جب تک سفید دھاگا ظاہر نہ ہو اس وقت تک کھاؤ پیو)۔

نماز کی فرضیت اللہ تعالیٰ نے نماز کی فرضیت کے بارے میں حکم دیا یعنی نفس و جوب صلوة کی دلیل یہ حکم ہے وَاقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ (نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو)۔

اوقات صلوة کے سلسلہ میں چند آیات اور احادیث موجود ہیں اس سلسلہ میں آیات یہ ہیں، سُبْحَانَ اللَّهِ جِبْنَ تَمْسُونَ وَجِبْنَ تَطْبَهُونَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَجِبْنَ تَنْظُرُونَ دُنَّ اللَّهُ کی پاکی بیان کر و شام کے وقت اور صبح کے وقت اور اسی کے لئے زمین و آسمان پر حمد ہے اور عشاء کی نماز پڑھو اور جب ظہر کر و تو نماز پڑھو دوسری آیت میں فرمایا إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا مسلمانوں پر نماز وقت مقررہ پر فرض ہے۔ ایک اور آیت میں فرمایا: أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّفْسِ وَزُلْفَا مِنَ اللَّيْلِ هِ ذِنْ کے دونوں طرف (عصر، اور رات کے کچھ اوقات میں نماز قائم کرو۔ ایک اور آیت میں یہ حکم آیا ہے۔ أَقِمِ الصَّلَاةَ لَدُلُوكِ الشَّمْسِ آفتاب غروب ہونے پر نماز قائم کرو؛ دلوک کا ترجمہ زوال بھی کیا گیا ہے یعنی زوال کے بعد نماز پڑھو ایک اور آیت میں آیا ہے، فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ لَمْ نَمَازِ جَمْعَةٍ کی دو رکعتیں اس کے علاوہ ہیں۔

وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْحَمُهُ ۚ یعنی اپنے رب کی تسبیح و تحمید سورج کے طلوع اور غروب پہلے کرو اور رات کے کچھ اوقات میں بھی تسبیح بیان کرو اور دن کے کناروں پر بھی تاکہ تم رضائے الہی حاصل کرو۔

حضرت قتادہ نے فرمایا ہے طلوع آفتاب سے پہلے فجر کی نماز ہے۔ غروب سے پہلے عصر کی اور اوقات شب میں مغرب اور عشا کی نمازیں ہیں اور دن کے کناروں پر ظہر کی نماز ہے۔ نماز کی فرضیت احادیث میں بھی موجود ہے۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بار جب رسول نے خانہ کعبہ کے پاس میری امامت کی اور زوال آفتاب کے فوراً بعد مجھے ظہر کی نماز اور دو مثل سایہ ہو جانے پر عصر کی نماز پڑھائی، اور پھر افطار روزہ کے وقت مغرب کی نماز پڑھائی، جب شفق غائب ہو گئی تو عشاء

احادیث سے نماز کی فرضیت

کی نماز پڑھائی اور اس وقت جب روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے یعنی صبح صادق کے وقت مجھے فجر کی نماز پڑھائی۔ دوسرے

دن پھر ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس شے کے مثل ہو گیا اور عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر شے کا سایہ

اس کا دوگن ہو گیا اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزہ دار افطار کرتا ہے۔ عشاء کی نماز اس وقت پڑھائی جب ایک

مہائی رات گزر گئی، پھر فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب آجالا پھیل گیا اس کے بعد میری طرف مخاطب ہو کر کہا، محمد! یہ اوقات

نماز آپ سے پہلے پیغمبروں کے ہیں اور دونوں وقت کے درمیان نماز کا وقت ہے۔ یہ حدیث تعیین اوقات کی اصل ہے اس

سلسلہ کی اور احادیث بھی ہیں جو اسی حدیث کے ہم معنی ہیں اسی لئے اُن احادیث کو ہم نے بیان نہیں کیا۔

ان اوقات میں سب سے پہلے ہمارے نبی کریم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل ان وقتوں میں سب سے پہلے جنہوں نے

نماز ادا فرمائی ان کا ذکر احادیث تشریف میں موجود ہے چنانچہ ایک انصاری نے مقرر کائنات

صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز فجر کے بارے میں دریافت کیا کہ سب سے پہلے کس نے ادا فرمائی تو

آپ نے فرمایا سب سے پہلے حضرت آدم نے اس نماز کو پڑھا ہے اور نماز ظہر کو سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پڑھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو نذر کی آگ سے نجات بخشی، عصر کی نماز سب سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس وقت پڑھی جب

حضرت جبریل نے ان کو حضرت یوسف کی خوشخبری سنائی۔ مغرب کی نماز حضرت داؤد علیہ السلام نے پڑھی جب ان کی توبہ قبول ہوئی

اور سب سے پہلے عشاء کی نماز اس وقت حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی جب وہ پھلی کے پیٹ سے باہر آئے۔ ان کی حالت ایسی تھی

جیسے مرغی کا چوڑہ بغیر بال و پر کے ہوتا ہے۔ جب حضرت یونس بطین ماہی سے نکلے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے ان سے

عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور وہ اپنی شان کے مطابق آپ سے جیسا فرماتا ہے کہ دنیا میں آپ کو الہا عذاب یا

اللہ فرماتا ہے کہ کیا اب تم مجھ سے راضی ہو؟ حضرت یونس اسی وقت گھڑے ہوئے اور چار رکعت عشاء کی نماز کی ادا

فرمائی اور بارگاہ رب العزت میں عرض کیا یقیناً میں اپنے رب سے راضی ہوں! میں اپنے رب سے راضی ہوں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے فجر اور مغرب کی نماز واجب ہوئی تھی اور

اسی کے بارے میں حکم ہوا تھا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْكَارِ کَايَهِ مَطْلَبُ

یعنی آپ اپنے رب کی تسبیح صبح و شام کیا کیجئے! یہاں تک کہ آپ کو شب معراج میں

رسول اللہ پر سب سے پہلے فرض ہونے والی نمازیں

پانچ نمازوں کا تحفہ عطا ہوا۔ ان نمازوں میں سب سے پہلی نماز فجر کی ہے۔ اس کے بعد ظہر ہے لیکن علمائے ان نمازوں میں سے پہلے ظہر کی نماز کا تذکرہ کیا ہے اور وہ برہنہ ہے اتباع سنت جو حضرت عباسؓ والی حدیث میں ہے کہ خانہ کعبہ کے پاس جبریل نے مجھے ظہر کی نماز پڑھائی۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے ظہر کی نماز کا وقت پہلے بیان کیا ہے، اس کے یہ معنی نہیں کہ پہلے نماز ظہر فرض ہو گئی تھی، پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ فجر کی نماز سب سے پہلے حضرت آدمؑ نے پڑھی تھی۔ اور آپ انساؤں میں سب سے پہلے نبی تھے جن کو زمین پر بھیجا گیا تھا، اس سے ظاہر و ثابت ہے کہ فجر کی نماز ہی سب سے پہلی نماز ہے جو فرض ہوئی۔

نماز فجر کا ابتدائی وقت طلوع صبح صادق ہے اس وقت مشرق سے صبح صادق کی پوچھٹ کر انتہائی مشرق میں پھیل جاتی ہے اور پھر اونچی ہو کر سائے افق پر چھا جاتی ہے اور پھر بہاروں کی چوٹیاں اور اونچے مکانات روشن ہو جاتے ہیں اور اس کا آخری وقت وہ اجالا ہے کہ نماز کا سلام پھیرتے ہی سورج کا کنارہ افق سے نمودار ہو جائے ان دونوں حدود کے مابین فجر کا وقت ہے جو بہت وسیع ہے۔ اس نماز کو صبح کی نماز فجر کی نماز کہنا مستحب ہے اس کو نماز غدا نہ کہا جائے چونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وَخَرَّ آتَ الْفَجْرِ نَافِرَاتٍ فَذَاتِ الْفَجْرِ رَافِعَاتٍ مَشْهُودًا فرمایا ہے یعنی فجر کی نماز کے وقت رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اس لئے فجر کی نماز راست والے روز نامچوں میں بھی لکھی جاتی ہے اور دن والے فرشتوں کے دفتر میں بھی۔

نماز فجر کس وقت افضل ہے بالکل ابتدائی وقت میں جب اندھیرا ہی ہو (غلیس) نماز فجر پڑھنا افضل ہے اور ہمارے اس قول پر دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وہ قول ہے جس میں انھوں نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے زمانے میں عورتیں حضور کے ساتھ نماز فجر آکر پڑھتی تھیں وہ چادروں میں لپیٹی ہوئی واپس چلی جاتی تھیں اور صبح کے اندھیرے میں ان کو کوئی شناخت نہیں کر سکتا تھا۔

ہمارے امام احمد حنبلؒ سے ایک قول اور بھی منقول ہے وہ یہ کہ مقتدیوں کی حالت کو دیکھنا چاہئے اگر مقتدی روشنی پھیلنے کے بعد آئے ہیں تو پھر خوب روشنی پھیلنے پر نماز افضل ہے تاکہ جماعت میں لوگ زیادہ ہو جائیں اور لو آب بڑھ جائے۔ فجر اول صبح کا ذب قابل اعتبار نہیں ہے وہ نہ روزہ دار پر کوئی چیز حرام کرتی ہے اور نہ نماز فجر واجب کرتی ہے حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ فجر دو ہیں وہ فجر جس سے نماز واجب ہو جاتی ہے اور روزہ دار پر کھانا پینا حرام کرتی ہے وہ ہے جو پہاروں پر روشنی پھیلانی ہے۔

بعض علمائے دونوں فجروں کے حدود اور احوال بیان کئے ہیں کہتے ہیں کہ پہلی فجر صبح کا ذب (شعاع آفتاب کے غلبہ کی ابتدا ہوتی ہے یعنی آفتاب کی روشنی پانچویں زمین کے پیچھے سے نکل کر آسمان کے درمیان پھیل جائے یہ روشنی رات کے آخری تیسرے حصہ میں ظاہر ہوتی ہے اور پھر سیاہی لوٹ آتی ہے اس لئے آفتاب نیچے والے آسمان کے درمیان ٹپکوش ہو جاتا ہے اور چھٹی زمین اس کے آگے پردہ بن جاتی ہے۔

فجر ثانی یعنی صبح صادق سورج کی شفق پھٹ کر نکلنے کو کہتے ہیں یہ وہ سفیدی ہے جس کے نیچے شفق کی سرخی ہو

جو شفق ثانی کہلاتی ہے یہی سرخی آخری رات کے وقت سورج کی کرنوں کا اونین پٹیشن خیمہ ہوتی ہے یعنی وہیں سے کرنوں کے پھوٹنے کی ابتدا ہوتی ہے اس کے بعد قرص خورشید نکلتا شروع ہوتی ہے سورج جب اس مسکو نہ زمین پر (اٹھ کر) پر تو فگن ہوتا ہے اور اس کی کرنیں نیچے آئے آسمان کے دامن سے پھوٹ نکلتا شروع ہوتی ہیں تو پہاڑوں سمندر اور ان ملکوں پر جو اونچے ہیں یعنی مشرق بعید کے ملک ہیں اچھا جاتی ہیں۔ اولاً فجر کی شعاعیں طول میں پھیلتی ہیں اس کے بعد عرض میں پھیلنا شروع ہوتی ہیں اور پھر سارے افق پر منتشر ہو جاتی ہیں۔ شفق دو ہوتی ہیں ایک طلوع شمس کے وقت اور ایک غروب شمس کے وقت۔

طہر کا وقت

سورج ڈھلنے پر طہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور آخری وقت وہ ہے جب کہ سایہ ایک مثل نہ ہو جائے۔ طہر اول وقت میں پڑھنا افضل ہے البتہ جماعت میں شرکت سے اگر تاخیر کرنا پڑے تو تاخیر درست ہے گرمی یا ابر کے باعث بھی تاخیر کرنا درست ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ طہر کی نماز ٹھنڈک میں پڑھو! گرمی کی شدت جہنم کی لیٹ (شعلہ زنی) سے ہوتی ہے، ایک دوسری روایت حضرت بلالؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے طہر کی نماز تیار ہونے کی اطلاع حضور کو دی۔ حضور نے فرمایا! بلال! بخنکی ہونے دو کچھ دیر کے بعد میں نے پھر اطلاع دی کہ حضور نے پھر فرمایا! خنکی ہونے دو، تیسری بار میں نے اطلاع دی تب بھی حضور نے ہی فرمایا یہاں تک کہ ٹیلوں کے سائے مجھے نظر نہ آئے، پھر حضور نے فرمایا گرمی کی شدت جہنم کی شعلہ زنی سے ہے گرمی سخت ہو تو (نماز طہر کے لئے) ٹھنڈک ہونے دیا کرو۔

زوال کی پہچان

زوال سے قبل سورج ٹہرا ہوا ہوتا ہے اگر ذرا بھی ڈھل جائے تو طہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ سورج تسبیہ برابر بھی ڈھل جائے تو طہر کے وقت کا آغاز ہو جاتا ہے اور جب سایہ ہر چیز کا ایک مثل ہو جائے تو طہر کا وقت ختم ہو کر عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اگر اس کی شناخت چاہتے ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک لکڑی ہموار زمین پر کھڑی کی جائے یا خود ہی سیدھے کسی ہموار اور ٹھیک زمین پر کھڑے ہو جاؤ جہاں تک سایہ پڑ رہا ہے اس کے ختم پر ایک نشان لگا دو یا کوئی لکیر کھینچ دو پھر سائے کے گھٹنے بڑھنے کو دیکھو اگر سایہ کم ہو جائے تو سمجھو لکڑی زوال کا وقت نہیں ہوئے اور اگر گھٹتا بڑھتا ہے تو بلکہ ایک جگہ ٹھہرا اور قائم ہو تو وہ نصف النہار (ٹھیک ٹھہرے) ہے اس وقت نماز درست نہیں ہے جب سایہ کچھ بڑھنے لگے تو سمجھو کہ سورج ڈھلنا شروع ہو رہا ہے زوال کا وقت شروع ہو گیا اب مقررہ نشان پاکیر کو دیکھو اگر سایہ بکھرے آگے ایک مثل بڑھ گیا ہے تو یہ طہر کا آخری وقت ہے اور اگر ایک مثل سے کچھ آگے بڑھ جائے تو وہ عصر کا اول وقت ہوگا۔

اگر سایہ اصل کے دو مثل ہو جائے تو وہ عصر کا آخری وقت ہوگا، اس سے آگے صرف ضرورت اور مجبوری پر وقت نماز کے لئے ہے یعنی اگر مجبوراً کسی کو نماز ادا کرنا ہے تو اس وقت میں ادا کرے۔ یہی طریقہ اپنے قد کے سارے پہچاننے کا ہے یعنی قد کا سایہ اگر دیکھو کہ وہ گھٹا ہوا ہے تو سمجھ لو کہ آفتاب کا ابھی زوال نہیں ہوا اگر سایہ بڑھ گیا ہے تو ظہر کا وقت ہے اگر سایہ بڑھ گیا ہے تو زوال ہو گیا ہے۔ سایہ مثل کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر قد کی لمبائی سات قدم ہے تو سامنے کی طرف سے سایہ ناپ لو جس قدم پر پڑے ہو اس کو شمار کر دو سایہ اصل کے سوا سات قدم ہو جائے تو سمجھ لیا جائے کہ ظہر کا وقت ہے۔ اگر اس سے بڑھ جائے تو (فقہ حنبلی میں) عصر کا وقت ہو گیا۔

سایہ اصل کی مزید تشریح سایہ اصل کے سلسلہ میں جو کچھ کہا گیا ہے تو اس کا اطلاق موسم سرما اور گرم دونوں پر یکساں نہیں ہے بلکہ موسم کے اعتبار سے کم و بیش ہوتا ہے موسم گرمائی بہ نسبت موسم سرما میں سایہ زیادہ طویل ہوتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ موسم سرما میں آفتاب عین سمت الراس سے ہو کر نہیں گزرتا بلکہ آسمان کے دامن کی طرف ہٹ کر گزرتا ہے اور موسم گرمائی میں سایہ کم ہوتا ہے کیونکہ اس موسم میں آفتاب عین سمت الراس (یعنی وسط آسمان) سے گزرتا ہے اس وقت اس کی شعاعیں انسان کے بالکل ٹھیک سر پر پڑتی ہیں۔

آفتاب جس وقت طلوع ہوتا ہے تو وہ آسمان کے افق پر دکھائی دیتا ہے اور اس کا سایہ بہت لمبا ہوتا ہے جوں جوں وہ چڑھتا جاتا ہے سایہ گھٹتا جاتا ہے اور جب وہ وسط آسمان پر پہنچ جاتا ہے تو پھر سایہ بڑھتا جاتا ہے یہی وقت توقف ہے لیکن سورج کی رفتار برابر جاری رہتی ہے اور سورج کا مغرب کی جانب جھکاؤ شروع ہو جاتا ہے اور اصل سایہ نہیں طویل شروع ہو جاتا ہے سورج کے اس آثار (زوال) کو زوال کہتے ہیں۔

جس طرح موسموں کے اعتبار سے سایہ میں کمی اور بیشی ہوتی رہتی ہے اسی طرح شہروں کے محل وقوع کے اختلاف سے بھی سایہ میں کمی و بیشی ہوتی ہے جو شہر آسمان کے عین وسط میں آتے ہیں جیسے مکہ اور اس کے اطراف کی بستیوں میں آفتاب کا سایہ کم پڑتا ہے یہاں تک کہ توقف کے وقت سایہ بالکل نہیں رہتا اور جو ممالک وسط آسمان سے دور ہیں جیسے خراسان اطراف خراسان وغیرہ وہاں موسم سرما اور گرم دونوں میں سایہ طویل ہوتا ہے، ان شہروں میں موسم گرمائی میں سورج کا اصل سایہ اتنا ہوتا ہے جتنا دوسرے شہروں میں موسم سرما کے اندر۔

مختلف مہینوں میں

زوال کے وقت سایہ

علم توقیت کے علمائے سلف نے کہا ہے کہ ماہ حوزیران (اساڑہ) میں جب سایہ دو قدم رہ جاتا ہے تو وہ زوال ہو جاتا ہے اور ماہ کانون (پوس) میں اگر شرجب آٹھ قدم سایہ ہوتا ہے تو زوال ہے۔

لے خیریزان، آب، ایلول، تشرین اول، تشرین آخر، کانون اول، کانون آخر، نیشان، یاز، قور، شہاد، آذر سن روی کے مہینے ہیں۔

ہوتا ہے اور ماہ ایلول (کنوار) میں پانچ قدم سایہ پر زوال ہوتا ہے اور نشترین اول (اکار تک) میں چھ قدم سایہ پر زوال ہوتا ہے اور نشترین ثانی (اگن) میں سات قدم پر اور کانوں اول (لوس) میں آٹھ قدم پر اس مہینہ میں دن بہت ہی چھوٹا اور رات بہت ہی زیادہ طویل ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد سایہ گھٹنے اور دن بڑھنے لگتا ہے چنانچہ کانوں ثانی (ماگھ) کے مہینے میں سات قدم پر زوال ہوتا ہے اور ماہ شباط (بھانگن) میں چھ قدم پر، ماہ ادار (بسیاکھ) میں پانچ قدم پر زوال ہوتا ہے اس ماہ میں کچھ دن کے لئے رات دن برابر ہوتے ہیں پھر ماہ ایار (چیت) میں چار قدم پر زوال ہوتا ہے اور ماہ فیساں میں بھی چار قدم پر زوال ہوتا ہے اور ماہ تموز (جیٹھا) میں تین قدم پر اور ماہ آب (سادن) میں اسی طرح دو قدم پر زوال ہو جاتا ہے یہ زمانہ دن کے انتہائی طویل اور رات کے سب سے زیادہ چھوٹے ہونے کا ہوتا ہے اور کم سے کم اہل سایہ پر دن کا زوال ہوتا ہے دن پندرہ گھنٹہ کا اور رات گھنٹے کی ہوتی ہے، ساون میں زوال تین قدم سایہ پر اور بھادوں میں چار قدم سایہ ہوتا ہے، کنوار کے مہینے میں زوال پانچ قدم سایہ پر ہوتا ہے اور اس زمانہ میں رات اور دن برابر ہوتے ہیں۔

حضرت تفسیر توری سے مروی ہے کہ آفتاب کا زوال زیادہ سے زیادہ سات قدم پر اور کم سے کم ایک قدم پر ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طہر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سایہ تین قدم سے پانچ قدم تک ہوتا تھا اور تیسری کے موسم میں پانچ قدم سایہ ہونے پر پڑھا کرتے تھے۔

بعض علماء کی تصریح زوال کے بارے میں سایہ کے گھٹنے اور بڑھنے کی ایک صورت بعض علمائے یہ بیان کی ہے کہ جیٹھا کی ۱۹ تاریخ کو ہر چیز کا سایہ اسی تین قدم ہوتا ہے اور اسی پر زوال ہوتا ہے اس لئے اس دن سورج کا زوال ہر چیز کے ۲ حصوں پر واقع ہوتا ہے اس کے بعد سایہ گھٹنے لگتا ہے ہر ۳۴ دن گزرنے پر سایہ

بقدر ایک قدم بڑھ جاتا ہے۔ کنوار کی ۱۹ تاریخ کو دن رات پھر برابر ہو جاتے ہیں اس دن زوال آفتاب تین قدم پر ہوتا ہے۔ چودھار دن کے بعد سایہ بقدر ایک قدم بڑھ جاتا ہے۔ پوہ یا پوس کی ۱۹ تاریخ کو رات کا بڑھنا اور دن کا گھٹنا انتہا کو پہنچ جاتا ہے اس دن سایہ اہل ساڑھے سات قدم ہوتا ہے، یہ سایہ زوال کے وقت کے لئے سب سے زیادہ ہے۔ اس کے بعد چودہ دن گزرنے پر ایک قدم سایہ زیادہ ہو جاتا ہے، سایہ کا گھٹنا اور بڑھنا خزاں اور بہار کے موسم میں ہر چھتیس دن پر ایک قدم ہوتا ہے، موسم بہار میں ہر چودہ دن بعد ایک قدم بڑھتا ہے۔

زوال کی شناخت کا ایک اور طریقہ ہمارے مشائخ (علمائے حنبلی) نے شناخت زوال کا ایک اور طریقہ بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ قدم انسان کے قد کا ۱/۲ ہوتا ہے چیت کے پورے مہینے میں تین قدم سایہ پر زوال ہوتا ہے اس مہینے میں عصر کا اول وقت ساڑھے نو (۹:۱۵) قدم سایہ پر ہوتا ہے (یعنی اصل اور بڑھا ہوا ساڑھے دو نوں کو ملا کر ۱۱ قدم) سادوں کے پورے مہینے میں ظہر کا اول وقت ساڑھے گیارہ قدم ہوتا ہے۔ پوسے کنوار میں ظہر کا اول وقت چھ قدم سایہ پر اور عصر کا وقت ساڑھے بارہ قدم پر شروع ہوتا ہے۔ ماگھ کے شروع مہینے میں سات قدم کے فاصلہ سایہ پر ظہر کا اور ساڑھے تیرہ (۱۳:۱۵) قدم پر عصر کا وقت شروع ہوتا ہے اور اس مہینے کے اخیر میں آٹھ قدم سایہ پر ظہر کا اور ساڑھے چودھار قدم سایہ پر عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے، پوسے رپوہ کے مہینے میں ساڑھے دس قدم پر ظہر اور ساڑھے سترہ قدم سایہ اہل اور

زیادہ پر عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ انھن میں سات قدم سایہ پر ظہر اور ساڑھے چودہ قدم پر عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے
حیث کے مہینے میں چھ قدم پر ظہر اور ساڑھے بارہ (۱۲) قدم سایہ پر عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ بیاکھ میں ساڑھے چار قدم سا
پر ظہر اور گیارہ قدم پر عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے، جیٹھ میں ساڑھے تین قدم پر ظہر اور ساڑھے دس قدم پر عصر کا وقت
شروع ہوتا ہے۔

← سال کے بارہ مہینوں میں زوال آفتاب کا یہ ایک اندازہ ہے لیکن ہر بات کی اصل حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو
معلوم ہے ہماری عقلیں اس کے ادراک سے قاصر و عاجز ہیں۔

بیانات و تصریحات مذکورہ بالا سے زوال کی شناخت اور اس کی حد بندی (بارہ مہینوں میں) کوئی آخری د
ظن و یقین کے قطعی نہیں ہے یہ سب کچھ شناخت کا ایک ذریعہ ہے لیکن اس سے ہر شخص استفادہ نہیں کر سکتا بلکہ اس کا
غلبہ پر عمل قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس شخص کو زوال کا یقین اور اس پر گمان غالب ہو جائے اس پر اس وقت میں ظہر کی نماز

ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ زوال کی شناخت کرنے والے لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں اول وہ لوگ
جن پر ان اوقات کا یقینی علم فرض ہوتا ہے وہ لوگ ہیں جو علم توقیت (گھنٹہ منٹ معین کرنے کا علم) اور ستاروں کی رفتار
سے واقف ہوتے ہیں ان ذالٰح سے ان کو اوقات کا یقینی علم ہو جاتا ہے دوم وہ لوگ ہیں جن کا فرض اس سلسلہ میں
کوشش کرنا اور اوقات کی شناخت اور اپنے کام کی مقدار یا دوسرے لوگوں کے کام کی مقدار سے نتیجہ حاصل کرنا ہے مثلاً نان
کی عادت یہ ہو کہ وہ ظہر کے وقت تک ایک مخصوص وزن کی روٹیاں پکا لیتا ہو اور وہ اس مخصوص مقدار کو پکالے تو یہ رائے
قائم کر لی جائے گی کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ یا ایک آٹا پیسے والا ظہر تک ایک مخصوص پیمانہ تک غلہ پیس لیتا ہے اور وہ اس
دن یہ مخصوص وزن اور پیمانہ غلہ کا پیس لے تو یہ رائے قائم کر لی جائے گی کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ اس طرح طریقہ کار کی مدد سے
پیشہ ور وقت کی شناخت کر لیتا ہے اور نماز ادا کر لیتا ہے اندازہ کار سے وقت کے اندازے کی ضرورت اس لئے پیش
اور بھی آئی کہ آبر کے دن سورج نہ ہونے کی وجہ سے وقت کم معلوم ہوتا ہے اور انسان وقت کی صحیح شناخت نہیں کر سکتا
اسی طرح وقت کو پہچاننے والے مؤذن کی اذان یا ایسے شخص کی اذان جس نے کسی وقت شناس کی اجازت سے اذان دی
ہو انسان وقت کا اندازہ کر لیتا ہے اور نماز کو گھڑا ہو جاتا ہے سوم وہ شخص جس کا فرض صرف اپنی فکر و عقل سے
اجتہاد کرنا ہے یہ شخص اس وقت تک نماز کو مؤخر کرتا ہے یعنی اس وقت تک وقت ہو جائے کا حکم نہیں لگاتا جب تک وقت ہو جا
کا اس کو گمان غالب نہ ہو جائے مثلاً وہ لوگ جو کسی جگہ بند ہوں یا مقید ہوں جہاں کوئی دلیل وقت پہچاننے کی ہو اور نہ کوئی
اطلاع ملنے کی امید اور نہ اذان کی آواز آنے کی توقع تو ایسے لوگ محض اپنے گمان غالب سے نماز ادا کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "میں جب تم کو کسی کام کرنے کا حکم دوں تو جتنا کر سکتے ہو کرو"

۱۔ حضرت مصنف رضی اللہ عنہ کے زمانے میں سورج گھڑی تو موجود تھی لیکن مشین گھڑیاں نہیں تھیں اسی وجہ سے حضرت مصنفؒ کو وقت کے
نقین اور زوال کے اوقات پر اس قدر تفصیلی بحث کرنا پڑی۔ سورج گھڑی عام نہیں تھی کہ اس سے ہر فرد فائدہ اٹھا سکے۔

یقینی طور پر زوال کی شناخت یقینی طور پر زوال کے وقت کی پہچان مشکل بھی ہے اور دقیق بھی اس کا صحیح اندازہ کوئی نہیں کر سکتا! حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل

علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا آفتاب ٹھل گیا؟ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں بھروسہ فرما! آپ نے دریافت کیا یہ کیا جواب تم نے دیا؟ انھوں نے کہا کہ جب میں نے نہیں کے بعد ہاں کہا اتنی دیر میں آفتاب نے اپنے مدار پر پچاس ہزار فرسخ مسافت طے کر لی! حضور کا جبریل سے زوال کے بارے میں سوال کرنا علم الہی کے بارے میں تھا۔

بہر حال اگر تم قبلہ رو کھڑے ہو اور گرمی کا زمانہ ہے، سورج تمھاری دائیں ابرو کے اوپر ہو تو سمجھ لو کہ زوال ہو گیا

ظہر کی نماز پڑھ لو، اور جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو جائے تو سمجھ لو کہ عصر کا وقت ہو گیا اور اگر آفتاب بائیں ابرو پر ہو تو

بقین کر لو کہ ابھی زوال نہیں ہوا اور اگر آفتاب دونوں ابروؤں کے وسط میں ہو تو یہ سمجھنا چاہیے کہ آفتاب کے توقف در قیام

کا وقت ہے یعنی اس وقت آفتاب ٹھیک نصف النہار پر ہے، موسم سرما کی ابتدا میں جب کہ دن چھوٹا ہوتا ہے! یہ ممکن ہے

کہ حالت مذکورہ میں زوال ہو گیا ہو (یعنی جب آفتاب دونوں ابروؤں کے درمیان ہو اور جاڑے کا موسم ہو) اگر موسم سرما کی ابتدا

میں آفتاب آئیں ابرو پر ہو تو ہر موسم میں زوال کا وقت ہو جاتا ہے۔ (خواہ گرمی کا موسم ہو یا سردی کا) بس فراق اتنا ہو گا کہ

اگر گرمی ہے تو اول وقت ظہر کا ہو گا اور موسم سرما میں ظہر کا آخری وقت!! اگر آفتاب بائیں ابرو پر ہو تو موسم سرما میں تو زوال

کا وقت ممکن ہے لیکن گرمی میں زوال کا وقت نہیں ہو سکتا کیونکہ دن بڑا ہوتا ہے، موسم سرما میں اگر آفتاب دونوں ابروؤں

کے درمیان میں ہو تو زوال کا وقت یقینی ہے اور اگر دائیں ابرو کی طرف آفتاب مائل ہو تو ظہر کا آخری وقت ہو گا لیکن یہ وقت

اہل خراسان و عراق کے لئے ہو گا یعنی ان لوگوں کے لئے جو رکن اسود اور بیت اللہ کے دروازے کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے

ہیں لیکن یمن اور اہل مغرب و راس کے اطراف میں رہنے والے لوگوں کا وقت اس کے خلاف ہو گا اس لئے کہ وہ رکن یمانی اور

کعبہ کی پشت کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں پس سایہ کا انداز وقت تبدیل ہو جاتا ہے۔

زوال کی شناخت کے بعد اگر کعبہ کی سمت کی شناخت کرنا ہے تو اپنا سایہ اپنی بائیں طرف کر لو

کعبہ کی شناخت اس وقت تمھارا منہ قبلہ رو ہو گا، اس موقع پر اتنا اور جان لو کہ زوال کے وقت کی شناخت مشکل

اور بہت دقیق بات ہے یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس کو اس قدر تفصیل سے بیان کیا، حضرت ابن مسعود سے مروی حدیث میں زوال

کے بارے میں شناخت کی تنبیہ آئی ہے یعنی زوال کے وقت کے سلسلہ میں زیادہ کاوش نہ کی جائے۔

عصر کا وقت

عصر کے وقت کا آغاز نماز عصر کا وقت اس وقت ہوتا ہے کہ سایہ ایک مثل سے بڑھ جائے۔ اور اس کا آخری

وقت رہ جاتا ہے کہ سایہ دو مثل ہو جائے اس کے بعد سے غروب آفتاب تک صرف وقت ضرورت ہے، عصر کی

نماز اول وقت میں پڑھنا افضل ہے۔

مغرب کا وقت

مغرب کے اوقات آفتاب کے غروب ہوتے ہی مغرب کا وقت ہو جاتا ہے، ڈوبنے کے معنی یہ ہیں کہ قرص خورشید کا بالائی کنارہ نیچے گولنگ جائے اور نظروں سے غائب ہو جائے۔ مغرب کے دو وقت ہیں ایک ابتدائی دوسرا انتہائی۔ غروب آفتاب مغرب کا۔ اول وقت ہے اور مغرب کا آخری وقت شفق کی سرخی غائب ہونے تک ہے۔ صحیح روایت یہی ہے۔

عشاء کا وقت

عشاء کا آغاز جب آسمان پر شفق کی سرخی (غروب کے بعد) بالکل غائب ہو جائے تو عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور وقت فضیلت ایک روایت کے اعتبار سے ایک تہائی رات تک اور دوسری روایت کے لحاظ سے نصف شب تک باقی رہتا ہے۔ البتہ عذر اور ضرورت کا وقت صبح صادق کے نمودار ہونے تک ہے، عشاء کے دو نام ہیں عتمہ اور عشاء آخرہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دیکھاتی اس نماز کا نام (عتمہ) رکھنے میں تم پر غالب آئے تم اس بات میں ان کی مخالفت نہ کرو۔

تہائی رات کے اول یا نصف شب تک عشاء کی نماز میں تاخیر کرنا افضل ہے، عشاء کی نماز کا افضل وقت وہ ہے کہ مغرب کے افق کی سفیدی غائب ہو کر اس کی جگہ سیاہی نے لے لی ہو اس سفیدی کو جس پر تاریکی غالب آگئی دوسری شفق کہتے ہیں لہذا چوتھائی یا تہائی یا نصف شب تک تاخیر کرنا چاہیے لیکن یہ احکام (تاخیر) اس شخص کے لئے ہیں جو پڑھنے سے پہلے نہ سوئے (عشاء کی نماز پڑھے بغیر سونا مکروہ ہے) جس کو نیند آجانے کا ڈر ہو اس کے لئے نماز پڑھ کر سو جانا ہی افضل ہے خواہ وہ شروع شب ہی کیوں نہ ہو۔ امام شافعی کے نزدیک اسی اعتبار سے اول شب میں عشاء پڑھنا افضل ہے، لیکن ہم (حنابلہ) تاخیر کی فضیلت کے قائل ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ عشاء کی نماز میں تاخیر کرو۔ ایک شب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دیر سے نماز (عشاء) کے لئے تشریف لائے تھے اور فرمایا تھا کہ اگر مجھے امت کی دشواری کا خیال نہ ہوتا تو میں ان کو ایسے ہی وقت عشاء پڑھنے کا حکم دیتا لہذا آپ نے نہ صرف تاخیر فرمائی بلکہ تاخیر کی رغبت بھی دلائی۔

نماز پنجگانہ اور پُرسن مُؤکدہ

پنجگانہ نماز میں تیرہ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں ان کو سنن راتبہ بھی کہتے ہیں۔ دو رکعتیں نماز فجر سے قبل۔

دو رکعتیں نماز ظہر سے قبل اور دو اس کے بعد۔ دو رکعتیں نماز مغرب کے بعد دو رکعتیں نماز عشاء کے بعد اور تین رکعت وتر۔ وتر میں اختیار ہے کہ چاہے تو مغرب کی نماز کی طرح ایک سلام سے پڑھے یا دو رکعت پر سلام پھیر کے فوراً اس کے بعد ایک رکعت ملائے اور یہ افضل ہے۔ یا وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد تسبیح اسم ربّ الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل هو اللہ احد پڑھے، فجر کی سنتوں میں پہلی رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل هو اللہ احد پڑھے۔ فجر کی سنتیں گھر پر پڑھ کر فرض کے لئے گھر سے نکلنا مستحب ہے۔ فجر کی سنتوں کے بعد ذکر الہی میں مشغول ہے اور کسی سے بات نہ کرے (مولائے ضروری بات کے) مغرب کی نماز کی سنتوں میں وہی قرأت کرے جو فجر کی سنتوں میں کی گئی ہے، حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس سے زیادہ بار سنا ہے کہ آپ مغرب کی سنتوں میں قل یا ایہا الکافرون اور سورۃ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔ حضرت طاؤسؓ پہلی رکعت میں قل امن الرسول اور دوسری رکعت میں قل هو اللہ احد پڑھتے تھے۔

مغرب کی سنتیں جلد پڑھنا مغرب کی سنتیں جلد پڑھنا مستحب ہے، حضرت خذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مغرب کی نماز کے بعد دو رکعتیں جلد پڑھ لیا کہ تا کہ فرض نماز کے ساتھ ملا سکے ان کو بھی اٹھا کر لیجائیں، پس دونوں رکعتیں مختصر پڑھنا مستحب ہیں، ایک اور حدیث میں آیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے بات کرنے سے پہلے مغرب کے بعد کی دو رکعتیں پڑھیں فرشتے اس شخص کی یہ نماز علیین میں لیجاتے ہیں۔

ایک ایسی بھی روایت آئی ہے جس سے ان دونوں رکعتوں کا طویل پڑھنا مستحب ثابت ہوتا ہے، حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے بعد والی رکعتیں اس قدر طویل پڑھتے تھے کہ تمام اہل مسجد متفرق ہوجاتے تھے۔ (اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے) حضرت خذیفہؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی، مغرب کی نماز کے بعد عشاء تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے رہے پھر گھر کو تشریف لے گئے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مغرب کے بعد کی دو رکعتیں گھر میں پڑھنا مستحب ہیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے بعد والی دو رکعتیں میرے گھر میں ادا فرماتے تھے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایسی ہی روایت آئی ہے۔ حضرت سہیل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانا پایا ہے، جب امیر المؤمنین مغرب کی نماز کا سلام پھیرتے تھے تو میں کسی کو بعد کی دونوں رکعتیں مسجد کے اندر پڑھتے نہیں دیکھتا تھا۔ سب لوگ جلد سے جلد مسجد کے دروازے کی طرف جاتے اور اپنے گھر میں پہنچ کر یہ دو رکعتیں ادا کرتے تھے۔

نماز پنجگانہ کے فضائل

ایک تمثیل

ابو سلمہؓ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غز کرو! اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر بھر جاری ہو اور وہ روزانہ اس میں پانچ بار غسل کرے تو کیا اس کے بدن پر کچھ میل

باقی رہے گا، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: ہاں! حضورؐ نے فرمایا نماز پنجگانہ کا بھی یہی حال ہے، اللہ ان کے ذریعہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ ابو ثعلبہ قرظیؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ خطبے صلی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ رات بھر جلتے ہیں جب صبح کی نماز پڑھ لیتے ہیں تو نماز سے پہلے کے جلانے والے گناہوں کو وہ نماز دھو ڈالتی ہے پھر جب ظہر کی نماز پڑھتے ہیں تو یہ نماز اس وقت سے پہلے کے جلانے والے گناہوں کو دھو ڈالتی ہے اسی طرح جب عصر کی نماز پڑھتے ہیں تو یہ نماز اس سے پہلے کے گناہوں کو دھو ڈالتی ہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح پانچوں نمازوں کو بیان فرمایا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام حارثؓ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید پانی وضو کیلئے طلب فرمایا اور وضو کیا اور ارشاد کیا کہ میں نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو فرماتے دیکھا تھا پھر فرمایا جس نے میرے وضو کی طرح وضو کیا اور کھڑے ہو کر ظہر کی نماز ادا کی اس کے فجر سے لیکر ظہر تک تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے پھر جس نے مغرب کی نماز پڑھی اس کے عصر سے مغرب تک کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اس کے بعد جس نے عشاء کی نماز ادا کی اس کے مغرب سے عشاء تک کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے پھر ممکن ہے کہ وہ بستر پر تمام رات لیٹا رہے لیکن جب صبح کو اٹھ کر اس نے فجر کی نماز پڑھ لی تو عشاء سے فجر تک کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ بیشک نیکیاں بڑائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا یہ تو نیکیاں ہیں اور باقیات صالحات کس کو کہتے ہیں، آپ نے فرمایا سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا تَحُولُ وَلَا قُوَّةُ إِلَّا بِاللَّهِ۔

نماز کے اوصاف امام جعفر بن محمدؓ نے بروایت اپنے جد محترم بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نماز رب کی خوشنودی، ملائیکہ کی محبت، انبیاء علیہم السلام کی سنت، معرفت کا نور، ایمان کی اصل اللہ اور بندے کے مابین شفیع، نمازی کی قبر کا چراغ، قبر میں اس کے پہلو کے لئے بستر، منکر نکیر کے سوال کا جواب اور قیامت تک کے لئے قبر کے اندر ایک غمگسار دوست کی مانند ہے۔

جب قیامت کا دن ہوگا تو نماز نمازی کے اوپر یہ نلکھن ہوگی، اس کے سر کا تاج ہوگی، اس کے بدن کا لباس اور اس کو راہ دکھانے کے لئے نور بن جائے گی، یہ نور نمازی کے آگے آگے رواں دواں ہوگا، نماز نمازی اور دوزخ کے درمیان ایک آڑ بن جائے گی، اللہ تعالیٰ کے حضور میں مومنوں کے لئے حجت ہوگی، میزان کو مجاری کرے گی، بل صراط سے گزرنے کا واسطہ بن جائے گی، جنت کی کلید ہوگی، اس لئے کہ نماز میں تسبیح بھی ہے اور تحمید بھی، تقدیس بھی ہے اور تعظیم بھی اس میں قرأت بھی ہے اور دعا بھی غرض کہ تمام اعمال سے افضل وقت پر ادا کی جانے والی نماز ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے: ”پانچوں نمازیں دین کا ستون ہیں۔ اللہ تعالیٰ بغیر نماز کے دین کو قبول نہیں فرماتا۔“

حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ حضور نے فرمایا پانچ نمازیں: اس شخص نے عرض کیا، کیا ان سے اول یا بعد کو کچھ اور بھی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں جن سے پہلے یا بعد کو اور کچھ نہیں ہے۔“ اس شخص نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ میں اس سے نہ کم کر دوں گا نہ زیادہ! آپ نے فرمایا اگر اس شخص نے سچ کہا ہے تو یہ جنت میں جائے گا۔

حضرت تمیم دارمیؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا۔ جائیں گی اگر پوری نہ ہوئیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا میرے بندے کے نوافل دیکھو اگر وہ تم کو ملجائیں تو جو کچھ (فرض) اس نے کھوئے ہیں اس کو ان (نوافل) سے پورا کر دو۔ حضرت انس بن حکم جثی سے روایت ہے کہ ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم جب اپنے گھروالوں کے پاس جاؤ تو ان سے کہہ دینا کہ ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ حضور والا فرما رہے تھے، قیامت کے دن بندے سے سب سے اول فرض نماز کا حساب ہوگا اگر اس نے پوری کر لی ہوگی تو فیہا ورنہ اگر اس کے پاس نوافل ہوں گے تو یہ کمی اُن سے پوری کی جائے گی اور تمام اعمال کا حساب اسی طرح کیا جائے گا!

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے بندے کی نماز کا حساب ہوگا اور سب سے پہلے اس امت (محمدی) پر اللہ تعالیٰ نے نماز ہی فرض کی ہے۔

مسجد کو جانا، نماز باجماعت ادا کرنا

اولے خضوع و خشوع

نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جماعت کی نماز اور تنہا نماز میں ستائیس درجہ کا فرق ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب بندہ وضو کر کے مسجد کو جاتا ہے تو اس کے ہر ایک قدم

پر اللہ تعالیٰ ایک نیکی لکھتا اور ایک گناہ مٹاتا ہے اور اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور جس طرح مدت دراز کے

سفر سے کوئی مسافر جب گھر واپس ہوتا ہے تو اس کے گھر والے خوش ہوتے ہیں اسی طرح اس کے مسجد میں آنے پر اللہ تعالیٰ

خوش ہوتا ہے۔

ابو عثمان مہدی سے مروی ہے کہ حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص اپنے گھر میں اچھی طرح وضو کر کے میرے کسی گھر (مسجد) میں میری ملاقات کے لئے آئے تو میں اس کی عزت میں اضافہ کرتا ہوں اس لئے کہ جب ملاقات کو کوئی آئے تو آنے والے کی خاطر کرنی واجب ہے۔

سالم بن عبد اللہ نے بروایت حضرت محمد بن عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ کے پاس آئے اور کہا جو لوگ رات کی تاریکی میں بیدل چل کر مسجد میں پہنچتے ہیں ان کو قیامت کے دن نور کامل کی بشارت دیدیجئے۔ حضرت ابو الدرداء سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رات کے اندھیرے میں بیدل چل کر مسجدوں میں آئے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو نور عطا فرمائے گا۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کا قول ہے کہ میں نے خود سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے کہ باجماعت نماز کو تنہا نماز پر پچیس درجہ فضیلت حاصل ہے۔ نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باجماعت نماز اور تنہا نماز میں ۲۷ درجہ کا فرق ہے (فضیلت میں)۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عثمانؓ! ابن مظعون جس نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اس کے لئے یہ نماز قبول حج اور قبول عمرہ کے برابر ہو جاتی ہے۔ اے عثمانؓ! جس نے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھی اس کو پچیس نمازوں کا ثواب ہے اور اس کے شتر درجے جنت میں بلند ہوں گے۔ اے عثمانؓ! جس نے عصر کی نماز باجماعت پڑھی پھر غروب آفتاب تک کہ الہی میں مصروف رہا تو گویا اس نے اولاد اسماعیل سے بارہ ہزار غلاموں کو آزاد کیا اور جس نے مغرب کی باجماعت نماز پڑھی اس کے لئے پچیس نمازوں کا ثواب ہے اور اس کے ساتھ جنت عدن میں اس کے شتر درجے بلند ہوں گے۔ اور اے عثمانؓ! جس نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی گویا اس نے شب قدر میں عبادت کی مسجد میں آئے تو اللہ تعالیٰ سے خوف کھاتا اور ڈرتا ہوا حضور و خشوع کے ساتھ آئے، یہ مستحب

مسبب میں داخل ہوتا ہے، سنجیدگی اور بردباری نمایاں ہو، مسجد میں آنے سے پہلے دنیا کے جن جھمیلوں اور کھٹیلوں میں الجھا تھا ان کو چھوڑ کر حضور خداوندی میں حاضری پر غور کرتا ہوا آئے اور ادب کے ساتھ آئے، ثواب کی عزت پر مذاہب کا خوف طاری ہو، عاجزی، انکساری اور فروتنی نمایاں ہو، خود پسندی، غرور اور تکبر نہ ہو، خود بینی اور خود آرائی موجود نہ ہو صرف خانہ خدا کی طرف توجہ کرنے کی نسبت ہو وہ خانہ خدا جس کی عظمت کو برقرار رکھنے اور وہاں ذکر خداوندی کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

گھروں میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان میں اللہ کو یاد کیا جائے اور اس کا نام بلند ہو جہاں کچھ ایسے لوگ صبح و شام اس کی پاکی بیان کرتے ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کر پاتے۔

فِي بُيُوتِهِ أَذُنُ اللَّهِ أَنْ تَرْفَعَ وَ تَضَعُ فِيهَا اسْمَهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا يَا لَعَدُوٍّ وَالْأَصَالِ هِ رَجَالٍ لَا تُلْهِمُهُمْ تِجَارَةً وَلَا بَيْعًا عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ه

پس جتنی نماز جماعت کے ساتھ مل جائے پڑھے اور جتنی فوت ہو گئی اس کو لوٹائے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر نماز ہو رہی ہو اور کوئی آئے تو آہستگی سے آئے اور جتنی نماز راجعیت اہل جائے پڑھے جتنی پہلے ہو چکی ہو اس کو لوٹا کر ادا کر لے۔ اسی حدیث کے دوسرے الفاظ ہیں اطمینان اور وقار سے چل کر آئے۔ بندے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی عبادت کی پابندی اور ہمیشہ ادا کرنے پر نہ اترائے۔ یہ خود بخود اللہ تعالیٰ کی نظر سے گرا دیتی ہے اور قرب خداوندی سے محرومی کا باعث بنتی ہے اور انسان اپنی اصل حالت کے مشاہدہ سے محروم رہتا ہے، نور بصیرت زائل ہو جاتا ہے، عبادت سے جو لذت حاصل ہوتی ہے اس کا احساس مٹ جاتا ہے اور معرفت کی صفائی اس مکدر اور دھندلی پڑ جاتی ہے، اس کے باعث اللہ تعالیٰ بندے کے نامہ اعمال کو اسکے منہ پر مار دیتا ہے۔ ایک حدایت میں آیا ہے کہ تجر کرنے والے جب تک توبہ نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کے عمل قبول نہیں ہوتے۔

حضرت ابراہیمؑ کا ایک واقعہ | حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے ایک دفعہ تمام رات عبادت کی جب صبح ہوئی تو شب بیداری پران کو حیرت اور تعجب ہوا وہ خود بخود کہنے لگے کہ کتنا اچھا رب ہے اور ابراہیم بھی کتنا اچھا بندہ ہے ان کو اپنی عبادت پر ناز و منت ہو گیا۔ جب صبح ناشتے کا وقت آیا تو کوئی شخص شریک طعام ہونے کے لئے نہیں ملا۔ آپ بغیر بھان کے کھانا نہیں کھاتے تھے مجبوراً وہ سر راہ بیٹھ گئے کہ کوئی راہگیر مل جائے اور ساتھ میں کھالے! اتنے میں دو فرشتے آسمان سے اترے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف بڑے آپ نے ان کو مسافر سمجھ کر کھانے کی دعوت دی، ان فرشتوں نے دعوت قبول کر لی آپ نے فرمایا اس قریب کے باغ میں چلو وہاں چشمہ بھی ہے ہم سب یہیں کھانا کھائیں گے چنانچہ سب باغ میں پہنچے، دیکھا تو چشمہ خشک پڑا ہے۔ حضرت ابراہیم کو یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوا اور قول کیمطابق وہاں پانی نہ ہونے پر مسافروں سے شرمندگی ہوئی، فرشتوں نے کہا ابراہیم اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ دوبارہ چشمہ جاری کر دے حضرت نے دعا کی لیکن کچھ جواب نہیں ملا آپ کو اس سے اور زیادہ تکلیف ہوئی۔ تب آپ نے فرشتوں سے کہا کہ تم دعا کرو چنانچہ ایک فرشتے نے دعا کی فوراً پانی کا چشمہ جاری ہو گیا پھر دوسرے نے دعا کی تو چشمہ کا پانی اُبل کر سامنے بہنے لگا۔ آخر کار انھوں نے بتایا کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور آپ کو جو شب بیداری اور رات کی عبادت پر کچھ غرور پیدا ہو گیا اس کی وجہ سے آپ کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول نہیں فرمائی۔ غور کرو کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل سے یہ معاملہ کیا تو دوسروں کی کیا حقیقت ہے، پس بندہ کو یقین رکھنا چاہئے کہ جو کچھ عبادت و طاعت وہ کر رہا ہے۔ سب کچھ کو فیق الہی ہے اس کا فضل و کرم اس کی مہربانی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کے حضور میں جب گھڑا ہو تو خضوع و خشوع، احترام و ادب اور عجز کے اظہار کے ساتھ گھڑا ہو، اس طرح کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کیا کرو گویا اسے تم دیکھ رہے ہو پھر اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ تو تم کو دیکھ ہی رہا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خطاب | حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اے عیسیٰ جب تم میرے سامنے قیام کرو تو اس طرح کرو کہ تم ڈرتے کانپتے اور اپنے

آپ کو ذلیل سمجھتے ہوئے ہو اور اپنے نفس کو برا کہتے ہوئے کہ نفس اس قابل ہے کہ اس کو خوار کیا جائے اور اگر تم مجھ سے عاکرو تو اس حالت میں کرو تمہارے اعضا لرزش میں ہوں، تمہارا ہر عضو کانپا ہوا ہو، اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایسی ہی جی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی۔

بعض بزرگان سلف کی نمازیں! ایک روایت میں ہے کہ ابن سیرینؒ جب نماز کو کھڑے ہوتے تو خشیت الہی سے ان کے چہرے کا خون خشک ہو جاتا تھا۔ مسلم بن یسارؒ جب نماز شروع کرتے تھے تو پھر ان کی محویت کا یہ عالم ہوتا تھا اور خشیت الہی کا اس قدر غلبہ ہوتا تھا کہ کوئی آواز ان کے کانوں میں نہیں پہنچتی تھی۔ عامر بن قیسؒ کا بیان ہے کہ نماز کی حالت میں دنیا کے بارے میں کسی قسم کا خیال اور کسی معاملہ میں غور و فکر کرنے سے دونوں رانوں کے درمیان خنجر گھونپنا میرے خیال میں زیادہ بہتر ہے۔ حضرت سعد بن معاذؓ نے فرمایا میں کبھی ایسی نماز نہیں پڑھتا جس کو ختم کرنے سے پہلے دنیا کا کوئی خیال میرے دل میں آیا ہو۔

شیخ مجاہدؒ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو ایسے ہمتن محو ہو جاتے گویا لکڑی کا ایک ستون کھڑا ہے، وہ ہمت پر مبنیہ جب نماز کو کھڑے ہوتے تو معلوم ہوتا کہ شاید وہ جہنم کو اپنی نظروں کے سامنے دیکھ رہے ہیں عتبہؓ جو ایک غلام تھے جب نماز کو کھڑے ہوتے تو سردی کے موسم میں (خوف الہی سے) ان کے جسم پر سینہ آجاتا لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ اللہ کے سامنے مجھے اپنے گناہوں پر شرم آتی ہے، ایک بار مسلم بن یسارؒ ایک حجرے میں نماز پڑھ رہے تھے اچانک مکان میں آگ لگ گئی۔ محلہ کے لوگ گھبرا کر اپنے اپنے گھروں سے نکل آئے اور آگ بجھا دی لیکن مسلم کو اس واقعہ کی مطلق خبر نہ ہوئی اور اس وقت آپ کو یہ تمام باتیں معلوم ہوئیں جب آپ نماز سے فارغ ہوئے، آپ ہی کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک بار آپ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے مسجد کا ایک ستون آپ پر گر پڑا، ستون گرنے کی ایسی آواز ہوئی کہ بازار کے لوگ گھبرا کر دوڑے آئے مگر آپ کو اس ہنگامہ کا احساس بھی نہ ہوا۔

عمار بن زبیرؓ نماز میں مشغول تھے، آپ کی جوتیاں سامنے رکھی تھیں ان میں نیا تسمہ پڑا تھا، نماز میں آپ کی نظر اس نئے تسمہ پر پڑ گئی، نماز سے فارغ ہو کر جوتی کو پھینک دیا اور وہ پھر جب تک نہ رہے جوتی نہیں پہنی۔ ربیع بن خثیمؓ نفس نماز پڑھ رہے تھے، ان کے سامنے ان کا بیس ہزار درہم قیمت کا گھوڑا بندھا تھا۔ کوئی چور آیا اور گھوڑا کھول کر لے گیا۔ جب اس چور کا حال لوگوں کو معلوم ہوا تو وہ اظہار ہمدردی کے لئے آپ کے پاس آئے، آپ نے فرمایا، میں نے چور کو گھوڑا کھولتے دیکھ لیا تھا لیکن میں تو اس وقت ایک ایسے کام میں مشغول تھا جو مجھے گھوڑے سے زیادہ عزیز تھا اس لئے میں چور کی طرف مشغول نہیں ہوا۔ کچھ دن کے بعد وہی گھوڑا خود بخود آپ کے پاس آ گیا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ دھاری کی سیاہ چادر پہنے نماز ادا فرما رہے تھے۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا اس سرخ دھاری نے مجھے نماز کی طرف سے ہٹا کر دوسری طرف لگا دیا (میرا دھیان بٹا دیا)۔ اللہ تعالیٰ نے ان بندوں کی جو نماز میں خضوع و خشوع کرتے ہیں اس طرح تعریف فرمائی ہے۔ اَلَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ۔ وہ لوگ جو اپنی نمازوں میں

خضوع خشوع کہتے ہیں۔

زہری فرماتے ہیں کہ خشوع کے معنی ہیں نماز میں دل کا قائم رکھنا۔ بعض نے اس کے معنی کہے ہیں "نماز میں نہماک و مشغولیت کی وجہ سے دائیں بائیں والوں سے بھی بے خبر ہونا۔ حضور والا کا ارشاد ہے کہ نماز تو حقیقت میں خود ایک اعلیٰ مشغلہ ہے۔

نمازوں کی حفاظت

اور

مداومت

آنس نے بروایت شفیق بن سلمہ ابن مسعود کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اول وقت میں نماز ادا کر لیتا ہے خود اس کی نماز جگہ گاتی ہوئی اور تاباں بن کر آسمان پر اٹھال جاتی ہے اور عرش پر پہنچ جاتی ہے اور وہ قیامت تک نمازی کے لئے استغفار کرتی رہتی ہے اور

اول وقت میں
نماز کی ادائیگی

اور کہتی ہے کہ جیسی حفاظت تو نے میری کی ہے اللہ تیری حفاظت بھی اسی طرح کرے اور جب بندہ وقت کے خلاف نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز میں نور نہیں ہوتا جب وہ آسمان کی طرف بڑھتی ہے تو ایک پھٹے ہوئے کپڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے منہ پر مار دی جاتی ہے اس وقت نماز کہتی ہے اللہ تعالیٰ تجھے بھی اسی طرح ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا ہے۔

حضرت عباد بن صامت فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے عمدہ اور مکمل وضو کیا اور کامل قرات اور صحیح رکوع و سجود کیا تو نماز کہتی ہے اللہ تعالیٰ تیری حفاظت اسی طرح کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی اس کے بعد اس کو آسمان پر اٹھالیا جاتا ہے اس میں نورانیت ہوتی ہے اور وہ روشن ہوتی ہے اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور وہ بارگاہ الہی تک پہنچ جاتی ہے اور اپنے نمازی کے لئے سفارش کرتی ہے اور اگر نمازی نے رکوع و سجود اچھی طرح ادا نہیں کیے تو نماز کہتی ہے جس طرح تو نے مجھے برباد کیا اللہ تعالیٰ تجھے بھی اسی طرح برباد کرے پھر جب اس کو اوپر لیجا یا جاتا ہے تو نور کے بجائے تاریکی ہوتی ہے اور جب وہ آسمان تک پہنچتی ہے تو آسمان کے دروازے اس کے لئے بند کر دیئے جاتے ہیں اور پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے منہ پر مار دی جاتی ہے۔

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کونسا عمل سب سے اچھا ہے فرمایا وقت پر نماز ادا کرنا، والدین کی اطاعت کرنا اور اللہ کی راہ میں جہاد۔ ابراہیم بن ابی محذور مؤذن نے اپنے والد سے اپنے دادا کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اول وقت نماز کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے اور درمیانی وقت کی نماز اللہ تعالیٰ کے رحم کے حصول کا ذریعہ ہے اور آخر وقت کی نماز اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

نَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ ۝ (ان نمازیوں
وقت ٹال کر نماز پڑھنا) کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا خدا کی قسم نمازیوں کی خرابی کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنی نمازوں کو ان کے اوقات ٹال کر پڑھا
اس سے مراد بالکل چھوڑ دینا نہیں ہے۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ھم عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ ۝
کا مطلب پوچھا تو فرمایا "وہ وقت سے دیر کر کے نماز پڑھتے ہیں"۔

حضرت براء بن عازبؓ نے اَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسُوفَ يُلْقَوْنَ غِيَاً میں لفظ غیاً
کے بارے میں فرمایا کہ غیاً جہنم کی ایک وادی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس میں وہی لوگ جائیں گے جنھوں نے
اپنی نمازوں کے اوقات کھو دیئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے فرمایا کہ ایک روز رسول اللہؐ نے نماز کا ذکر فرمایا
اور ارشاد کیا کہ جو نماز کی نگہداشت کرے گا اس کے لئے نماز، روز اور حجّت اور قیامت کے دن نجات کا ذریعہ ہوگی اور جو اس
کی نگہداشت نہیں کریگا اس کے لئے نماز، روز اور حجّت نہ دوزخ سے نجات کا ذریعہ ہوگی، وہ دوزخ کے اندر فرعون
وہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

حدیث کا روایت کرنے والے حضرت علی بن ابی طالبؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز کو حقیر سمجھے گا
اللہ تعالیٰ اس کو پندرہ سزائیں دے گا۔ چھ ہتھ کے عذاب مرنے سے پہلے، تین مرتے وقت، تین قبر میں اور تین قبر سے
نکلنے وقت!

چھ دنیاوی عذابوں میں پہلا عذاب ہے۔ غافل نمازی کو صالحین کی فہرست سے خارج کر دیا جائے گا۔

چھ دنیاوی عذاب (۱) اس سے زندگی کی برکت دور کر دی جائے گی۔ (۲) اس کے رزق سے برکت دور ہو جائے گی۔ (۳) اس
کا کوئی نیک عمل قبول نہیں کیا جاتا۔ (۴) اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ (۵) وہ نیکیوں کی دعاؤں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

مرتے وقت کا عذاب ایسے نمازی کو مرتے وقت جو تین عذاب ہوتے ہیں یہ ہیں۔ (۱) وہ پیاسا مارتا ہے اگرچہ اس کے
حلق میں سات دریا الٹ دیئے جائیں۔ (۲) اس کی موت اچانک ہوگی، التوبہ کی مہلت ہی نہیں

ملے گی۔ (۳) اس کے کاندھوں پر دنیاوی لوہے، لکڑی اور پتھروں کا بوجھ ڈالا جائے گا جس سے وہ بوجھل ہو جائے گا۔

قبر کے تین عذاب (۱) قبر اس پر تنگ کر دی جائے گی۔ (۲) قبر میں زبردست اندھیرا ہوگا
(۳) منکر نکیر کے سوالوں کا جواب نہیں دے سکے گا۔

قبر سے نکلنے پر تین عذاب (۱) اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا
(۲) اس سے حساب بہت زیادہ سخت ہوگا۔ (۳) اللہ تعالیٰ کے دربار سے اس
کی واپسی دوزخ کی طرف ہوگی۔ اگر اللہ معاف فرما دے تو خیر۔

Handwritten signature or mark.

نماز کی عظمت اور شان

نماز کی بزرگی اور اس کی عظمت و شان بہت عظیم ہے، اس کے تمام احکام بھی عظمت والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خصوصیت کے ساتھ نماز ہی کا حکم دیا، نبوت کی پہلی وحی میں اس کا حکم دیا اس کے بعد ہر عمل سے پہلے نماز کے بارے میں حکم دیا اس سلسلہ میں بکثرت آیات ہیں، ایک آیت میں ارشاد فرمایا اُتِلْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ ۚ وَكِتَابَ بَدْرٍ وَحْيِ آيَةٍ كُنِيَ اس کی تلاوت کیجئے اور نماز قائم کیجئے۔ دوسری آیت میں فرمایا: إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ بِئِذَا هِيَ بِمُحْيَاةٍ اور بڑے کاموں سے روکتی ہے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

وَأَمَّا مَنَ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۚ

اپنے گھروالوں کو نماز کا حکم دیجئے اور خود بھی نماز کی پابندی کیجئے۔ ہم تم سے رزق کے طالب نہیں، رزق تو ہم ہی تم کو دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو مخاطب فرما کر تمام طاعتوں میں صبر اور صلوٰۃ سے مدد لینے کا حکم فرمایا ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۚ (مسلمانو! صبر اور نماز کے ذریعہ اللہ سے مدد مانگو، بلاشبہ اللہ کی مدد و صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)۔ ایک اور مقام پر اسطر

ارشاد فرمایا:- وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ ۚ

ہم نے وحی کے ذریعہ ان کو اچھائیاں کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا۔

اس آیت میں اولاً اللہ تعالیٰ نے جملاً لفظ "خیرات" فرمایا جس کے تحت تمام اچھائیاں اور نیکیاں کرنا اور گناہوں سے بچنا آجاتا ہے پھر سب سے اگلی نماز قائم کرنے کا اور پڑھنے کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا۔

نماز کی اولیت اور اہمیت

رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دنیا سے تشریف لے جاتے وقت بھی اپنی اُمت کو نماز کی وصیت فرمائی تھی اور ارشاد کیا تھا، اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو! نماز کے معاملہ میں اور باندی غلاموں کے معاملہ میں! حدیث میں وارد ہے کہ یہ نبی کی آخری وصیت اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنی اُمت کو آخری حکم بھی ہوا تھا۔ پس رسول اللہ اور آپ کی اُمت پر بھی سب سے پہلا فرض ہے کہ سب سے آخری وصیت حضور والا کی بھی تھی، وہ اسلامی عمل جس کو بندہ ساتھ لے جائے گا یہی ہے اور قیامت کے دن جس عمل کی سب سے پہلی پریشش ہوگی وہ بھی یہی ہے۔ نماز اسلام کا ستون ہے اگر یہ ضائع ہوگئی تو نہ دین رہا نہ اسلام۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا تمہارے دین سے جو چیز سب سے پہلے تم ہوگی وہ امانت ہے اور دین کی آخری تم ہونے والی چیز نماز ہے۔ بلاشبہ لوگ نماز میں پڑھیں گے لیکن نماز میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا (ان کی نمازیں کامل نہیں ہوں گی)۔

www.Timp

نماز کی فرضیت کے منکر کا حکم

اگر کوئی شخص نماز کی فرضیت کا منکر ہے اور نماز ترک کرے تو کافر ہو جاتا ہے اور اس کا قتل واجب ہو جاتا ہے (امام احمد کے مذہب میں) اگر فرضیت کا عقیدہ رکھتا ہے لیکن بے پروائی اور سستی کے باعث نماز چھوڑ دی ہے، نماز کے لئے اس کو بلایا گیا مگر اس نے نہیں پڑھی اور اس نماز کے بعد والی نماز کا وقت بھی تنگ ہو گیا اس وقت یہ شخص بھی کافر ہو جائے گا، اور دونوں صورتوں میں اس پر مرتد کا حکم ہوگا، تین روز تک اس سے توبہ کرائی جائے گی اگر وہ توبہ نہ کرے گا تو اس کو تلوار سے قتل کر دیا جائے گا اس کا مال ضبط کر کے بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا اور اس کے جنازے کی نماز نہیں پڑھی جائے گی نہ مسلم قبرستان میں اس کو دفن کیا جائے گا۔

امام احمد کی دوسری روایت میں ہے کہ بے نمازی کو جس نے سستی اور غفلت کی بنا پر نماز نہیں پڑھی فوراً قتل کرنا واجب نہیں ہے جب تک وہ تین نمازوں کو ترک کر کے چوتھی نماز کا وقت بھی اس سے تنگ کر دیا، تو ایسے شخص کو شادی شدہ زانی کی طرح حد شرعی میں قتل کر دیا جائے گا مگر اس کا حکم مسلمانوں کے مردوں جیسا ہوگا یعنی اس کا مال اس کے وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کو قتل نہیں بلکہ قید کیا جائے گا اور اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک وہ توبہ کر کے نماز نہ پڑھے ورنہ تمام عمر قید میں رہے گا اور قیدی میں عرجائے گا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ کافر نہ ہوگا مگر حد شرعی میں اس کو تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ ایسے شخص کے کافر ہونے کا ثبوت ان آیات و احادیث سے ملتا ہے جو اوپر مذکور ہو چکی ہیں۔ یہاں مزید تائیدی روایات اور پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے اسلام اور کفر و شرک کے درمیان ترک صلوٰۃ کے سوا کوئی اور فرق نہیں ہے۔

عبد اللہ بن زید نے اپنے والد کی روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان ترک صلوٰۃ (حد فاصل) ہے جس نے نماز ترک کی وہ کافر ہو گیا۔

امام جعفر بن محمد نے اپنے والد کی روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ سجدے میں ٹھٹھکیں مار رہا ہے یعنی سجدے میں پیشانی رکھ کر ٹوڑا اٹھا لیتا ہے اور پھر سجدے میں سر رکھ دیتا ہے" اس کا بیٹنا اعتدال پر ہے اور نہ وہ قاعدہ سے سجدہ کرتا ہے (حضور نے فرمایا اگر یہ اس حالت میں عرجائے تو محمد کے دین پر نہیں مرے گا

عطیہ عوفی نے حضرت ابوسعید خدریؓ کا قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی نے قصد نماز ترک کی تو اس کا نام دوزخیوں کے ساتھ دوزخ کے دروازے پر لکھا جائے گا (جو اس میں داخل ہوں گے)۔

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار کوئی شخص عشاء کی نماز پڑھے بغیر نہ سوئے کیونکہ ایسے شخص سے (جو نماز پڑھے بغیر سو گیا) فرشتے کہتے ہیں تیری آنکھوں سے نیند کا خمار نہ جائے اور تیرے آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو اللہ تجھے دوزخ اور جنت کے درمیان روک دے جیسا کہ تونے ہم کو روکے رکھا ہے۔

www.Zameer.com

باب ۱۹

نماز کے آداب، مستحبات نماز کے مکروہات
امامت امام کے اوصاف، مقتدی و مؤذن

آداب نماز

بیتا لیس مکروہ باتیں | حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ بیتا لیس باتوں کو مکروہ جانتے تھے، ان میں سے کچھ فرض نمازوں سے متعلق ہیں جن کو قصداً بغیر ضرورت کرنا ممنوع و مکروہ ہے اور

وہ یہ ہیں۔ (۱) قصداً کھنکھارنا۔ (۲) کسی طرف مشغول ہونا۔ (۳) قصداً جھپکنا۔ (۴) آسمان کی طرف منہ اٹھانا (حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف نگاہ فرما کر تے تھے لیکن جب آیت کریمہ وَالَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ سے جھکا لیا)۔ (۵) اپنی سجدہ گاہ سے نظروں کو ہٹانا۔ (۶) مٹھوری کو سینے سے ملانا۔ (۷) کپڑے ٹھیک کرنا۔ (۸) انگڑائی لینا۔ (۹) لمبے لمبے سانس لینا۔ (۱۰) آنکھیں بند کرنا۔ (۱۱) دائیں بائیں ... کنکھیوں سے دیکھنا (حضرت عقبہ بن عامرؓ نے آیت کریمہ وَالَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ کی تفسیر میں فرمایا کہ دائیں بائیں سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور دھڑکھڑکھٹے دیکھتے ہیں)۔ (۱۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کی حالت میں ادھر ادھر توجہ کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو حضور نے فرمایا یہ شیطان جھپٹ ہے جو آدمی کو نماز سے ہٹا کر دوسری طرف لے جاتی ہے منقول ہے کہ ایک دن طلحہ بن مصرف عبد الجبار بن وائل کے پاس آئے اس وقت وہ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، طلحہ نے ان سے سرگوشی میں کچھ باتیں کیں پھر چلے گئے تو عبد الجبار بن وائل نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ طلحہ بن مصرف نے کیا کہا؟ انھوں نے مجھ سے کہا کہ میں نے کل نماز میں تم کو ادھر ادھر توجہ کرنے دیکھا تھا یہ مکروہ ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا۔ بندہ جب نماز شروع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف توجہ فرماتا ہے اور وہ بندہ سے اس وقت تک توجہ نہیں ہٹاتا جب تک بندہ خود اپنا منہ نہ پھیر لے یا دائیں بائیں جھانکے!! ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ بندہ جب تک نماز کی حالت میں رہتا ہے تین رحمتیں اس کے شامل حال رہتی ہیں ایک یہ کہ آسمان سے اس کے سر پر نیکیوں کی بوجھاڑ ہوتی رہتی ہے دوسرے یہ کہ فرشتے نماز کے قدموں سے آسمان تک اسے گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ منادی ندا کرتا ہے کہ اللہ اس کی نماز کی گواہی دیتا ہے۔ اگر نماز کو یہ معلوم ہوتا کہ وہ کس کی بارگاہ میں مناجات کر رہا ہے تب وہ کسی اور طرف کبھی توجہ نہ کرتا۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز کی حالت میں اوجھڑا دیکھنا مکروہ ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ نماز میں کسی اور طرف تو بیکرے سے نماز قطع ہو جاتی ہے کیونکہ اس طرح نماز کی بے حرمتی اور آداب کی پامنائی ہوتی ہے۔
 کتے کی طرح نماز میں بیٹھنا اور امام کی حرکات سے پہلے حرکت کرنا۔ سجدے میں دونوں بائیں زمین پر چھانا، سینہ زانو سے ملانا، سجدے میں نعلوں کو پہلوؤں سے ملانا بھی مکروہ ہے۔
 حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور جب سجدہ فرماتے تھے تو دونوں بازوؤں کو خوب کشادہ رکھتے تھے اسی طرح سجدہ میں ہاتھ کی انگلیاں پھیلا کر الگ الگ رکھنا بھی منع ہے، ملا کر رکھنا چاہیے اسی طرح رکوع میں دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں کے علاوہ کہیں اور رکھنا بھی منع ہے، پیر پر پیر رکھنا بھی ممنوع ہے۔ تہبذ یا پانچا مر لکنا، دانتوں کو گریزا، ایک یا دو دانہ کے برابر غذا کو نگل جانا بھی منع ہے، زبان سے کچھ نکالنا اور پھر نگل لینا، پھونک مارنا، تھوکن بھی منع ہے، سجدے کے لئے کنکریوں کو ہموار کرنا بھی ممنوع ہے، عرض پر چلنا، تشہد کے اندر ساٹھنی سے بلند آواز سے کچھ کہنا، دائیں بائیں کھڑے ہوئے شخص کو پہچاننا، آنکھ یا ہاتھ سے اشارہ کرنا، ڈکار لینا، یا کوئی چیز حلق سے باہر آرہی ہو اس کو حلق کے اندر اتارنا کھانسا، ناک شکننا، کپڑوں کو دیکھنا، پیشانی سے مٹی صاف کرنا اور سجدے کے مقام کو جھاڑنا یہ تمام باتیں منع ہیں۔ اگر امام ہو تو سلام پھیرنے کے بعد محراب میں بائیں جانب رخ بدلے بغیر بیٹھا رہنا بھی مکروہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ اس آدمی کی نماز کی طرف نظر بھی نہیں فرماتا جو بدن کے ساتھ اپنے دل کو حاضر نہ رکھتے۔

نماز میں دوسری چیزوں سے شغف منع ہے۔ حضور نے ایک شخص کو نماز کی حالت میں دائرہ سے کھیلنے دیکھا تو فرمایا اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی ہوتا۔ حسن بصریؒ نے ایک شخص کو دیکھا وہ کنکریوں سے کھیل رہا ہے اور کہتا جاتا تھا الہی! میرا نکاح سحروں سے کراے، حسن بصریؒ نے کہا تو بہت برا خطاب کرنے والا ہے تو کھیلنا بھی جاتا ہے اور نکاح کا بھی خواستہ گار ہے۔ عبد الرحمن بن عبد اللہ نے حضرت عبد اللہ کا قول بیان کیا ہے کہ جو لوگ نماز کی حالت میں نظریں اوپر اٹھاتے ہیں وہ اس سے باز آجائیں ورنہ ان کی بینائی چھین لی جائے گی۔ حضرت اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ دو شخص نماز میں معروف ہوتے ہیں لیکن ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے، ایک دل کی گہرائیوں سے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دوسرا کھیل اور غفلت میں مبتلا ہوتا ہے۔

صحیح حدیث میں وارد ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نمازی جس قدر نماز میں انہماک رکھتا ہے نماز کا ثواب اسی کے مطابق نماز کا ثواب نصف حصہ سے دسویں حصہ تک اس کو دیتا ہے۔ ایک در حدیث میں آیا ہے کہ کسی نمازی کو چار سو گنا، کسی کو دو سو گنا، کسی کو ڈیڑھ سو گنا، کسی کو پچاس گنا، کسی کو ستائیس گنا، کسی کو دس گنا، اور کسی کو ایک گنا ثواب دیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے لئے چوتھائی کسی کے لئے اس سے بھی کم اور اسی طرح زیادہ ثواب کا ذکر فرمایا یہ مذاہب حضور قلب کے مطابق بیان کرنے مقصود تھے۔

کسی کو ایک ہی نماز کا ثواب ملتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی نماز کی چار سو نمازیں ہوتی ہیں کسی نماز کی دو سو نمازیں کسی کی ڈیڑھ سو نمازیں کسی کی ستر نمازیں اور ایک نماز کے عوض پچاس نمازوں کا ثواب اور ایک نماز کے عوض ستائیس نمازوں کا ثواب اور ایک نماز کے بدلے دس نمازوں کا ثواب اور ایک نماز کے عوض صرف ایک نماز ہوتی ہے جس کے لئے چار سو نمازیں رکھی گئی ہیں وہ شخص ہے جو کعبہ میں امام کے ساتھ جماعت کی نماز ادا کرتا ہے اور تکبیر اولیٰ بھی قضا نہیں ہوتی، وہ شخص جس کے لئے دو سو نمازیں رکھی گئی ہیں وہ شخص ہے جو نماز کے احکامات جاننے کے بعد لوگوں کی امامت کرتا ہے اور جو مؤذن ہے اس کے لئے ڈیڑھ سو نمازیں رکھی گئی ہیں جو شخص سواک کرتا ہے اور پورا وضو کر کے جامع مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے اور تکبیر تحریمہ بھی فوت نہیں ہونے دیتا اس کی ستائیس نمازیں رکھی گئی ہیں جو شخص جماعت کے ساتھ بعد کو آکر ملتا ہے (لاحق ہوتا ہے) اور اس کی تکبیر تحریمہ فوت ہو جاتی ہے اس کے لئے دس نمازوں کا ثواب ہے اور جو شخص تنہا بغیر جماعت کے نماز پڑھتا ہے اس کی صرف ایک نماز لکھی جاتی ہے اور وہ جس کی نماز بالکل نہیں ہوتی وہ شخص ہے جو نماز پڑھتا ہے مگر مرغ کی طرح سجدے میں ٹھونگ مار لیتا ہے، رکوع و سجدہ پورا نہیں کرتا اس کی نماز اس کے منہ پر پانے پڑے کی طرح لیٹ کر ماری جاتی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح تو نے نماز کی نگہداشت نہیں کی اسی طرح اللہ تیری نگہداشت نہ کرے۔

نماز کے اولیں آداب ہر نماز پر واجب ہے کہ پہلے نماز کی نیت کرے اور قبلہ رو کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کا تصور کرے اور سجدے کی جگہ پر نظر رکھے اور یقین کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہے اور اس میں شک و شبہ نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے۔ اللہ کا یہی ارشاد ہے: **وَالَّذِي يَزَاكَ حِينَ تَقُومُ وَتَقْلَبُكَ فِي السَّاجِدِينَ** اور جب تم کھڑے ہوتے ہو اور سجدہ کرنے والوں کے ساتھ حرکت کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ تم کو دیکھتا ہے۔

نماز کی ترکیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا اس کو دیکھ رہے ہو کیونکہ اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ نہ بلاشبہ تم کو دیکھتا ہے۔ فرض نماز کی نیت کرے، ادا یا قضا کا تعین کرنا اولیٰ ہے، کالوں کی گویا شانوں تک ہاتھ اٹھانا اس کی تفصیل پہلے لکھی جا چکی ہے) ہاتھ اٹھاتے وقت اپنی انگلیوں کو کھلا ہوا رکھے (یہ دونوں روایتیں امام احمد سے منقول ہیں) اس کے بعد تکبیر کہے گویا وہ پڑہا اٹھا دے جو اس کے اور اللہ کے درمیان پڑا تھا اور اس مقام پر پہنچ جائے جہاں دوسری طرف توجہ کرنا اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہونا کسی طرح جائز نہیں کیونکہ اس وقت بندہ کو یقین ہوتا ہے میں اس معبود کے سامنے ہوں جو میری ہر ایک حرکت کو دیکھ رہا ہے اور جو خیال دل میں گزرتا ہے اس سے واقف ہے اور وہ اس بارے سے بھی واقف ہے جو اندرونی پردے میں لپٹا ہوا ہے، پس اپنی سجدہ گاہ (سجدہ کرنے کی جگہ) پر نظر جائے یہ دایمیں بائیں نہ دیکھے اور اپنے سر کو آسمان کی طرف نہ اٹھائے۔

ثنا پڑھتے وقت حضور قلب [جب سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ ہ پڑھے تو اس وقت یہ سمجھے کہ میں ایسی عظیم ہستی سے مخاطب ہوں جو سننے والا

قبول کرنے والا، ہر شے کو دیکھنے والا ہے اور بال برابر شے بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہے اور نہ کسی حصہ جسم کی حرکت اس سے مخفی پوشیدہ ہے، اسی طرح جب اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد کے طالب ہیں۔ الہی ہم کو سیدھا راستہ دکھا دے) پڑھے تو سمجھے کہ کیا کہہ رہا ہے اور جانے کہ وہ کس سے خطاب کر رہا ہے حضور و خشوع کے باوجود اس بات کا خیال رکھے کہ کہیں اس چیز میں سہو و نسیان نہ ہو جائے جس کے لئے کھڑا ہے اور جس کی طرف متوجہ ہے، سورہ فاتحہ میں گیارہ تشبیہوں کا خیال رکھے۔ الفاظ کی ایسی غلطی سے بچے جس سے معنی میں تبدیلی آجاتی ہے کیونکہ سورہ فاتحہ کی قرأت فرض ہے اور یہ نماز کا ایک رکن ہے اس کے ترک سے نماز فاسد ہو جاتی ہے لفظی نگہداشت کے ساتھ یہ بھی سمجھتا ہے کہ میں پُل صراط پر کھڑا ہوں جس کے دائیں جانب جنت اپنے تمام صفات کے ساتھ موجود ہے اور بائیں طرف جہنم اپنی تمام ہولناکیوں کے ساتھ ہے۔ نمازی کو سمجھنا چاہیے کہ نماز ہی کے ذریعے مجھے وہ ثواب ملنے والا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے بشرطیکہ نماز درست ہو اور سمجھنے کے اسی کے ذریعہ مجھے دوزخ کے اس عذاب سے پناہ ملے گی جس سے اللہ نے ڈرایا ہے، ان تمام باتوں پر دل سے یقین رکھے، اور عقل کو حاضر رکھے، ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی عقیدہ رکھے کہ یہ نماز رخصت کرنے والے کے مانند ہے اس میں کسی قسم کا شبہ اور شک نہ لائے کہ یہ نماز بارگاہ الہی میں پیش ہوئی ہے، صحیح نماز وہی ہوگی جو اللہ کے نزدیک صحیح ہوگی۔ سورہ فاتحہ کے بعد کوئی پوری سورت پڑھنا افضل ہے یوں کسی سورۃ کے آخر یا وسط یا ابتدا سے جو کچھ یاد ہو وہ بھی پڑھ سکتا ہے لیکن جو کچھ پڑھے پوری طرح سمجھ کر پڑھے درست اور صحیح مخارج کے ساتھ قرأت کرے۔ نمازی اگر امام کے پیچھے ہے تو خاموشی سے اس کی قرأت سنے اور آیات میں نصیحتیں اور تنبیہیں ہیں ان سے اثر لے، احکام الہی پر چلنے اور ممنوعات سے باز رہنے کا پختہ ارادہ کرے یہاں تک کہ قرأت ختم ہو جائے۔ قرأت سے فارغ ہو کر رکوع سے پہلے دُم لینے کے لئے (چند ثانیہ) خاموش کھڑا ہے تاکہ رکوع کی تکبیر اور قرأت باہم مل جائے، پھر کانوں کی لویا مونڈھوں کے مقابل تک ہاتھ اٹھا کر تکبیر (رکوع) کہے تکبیر ختم ہو جائے تو ہاتھ نیچے گرا دے اور رکوع میں چلا جائے، رکوع میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھلی رکھتے۔ اور مٹھیلیوں میں گھٹنوں کو بھر لے (گھٹنوں کی چپٹیاں مٹھیلیوں کی گرفت میں آجائیں) بغلوں اور کلاتیوں پر زور دے۔ پیٹھ ہموار رکھے۔ سر کو جھکانے کی حد تک جھکائے اور نہ رکھے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تھے تو ایسا فرماتے کہ پشت مبارک پر اگر پانی کا ایک قطرہ بھی ہوتا تو وہ بھی اپنی جگہ قائم رہتا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر رکوع کی حالت میں پشت مبارک پر پانی سے بھرا ہوا پیالہ رکھ دیا جاتا تو وہ بھی اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتا۔ رکوع میں پینچ کر سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کم سے کم تین بار کہئے، حضرت حسن بصری فرماتے ہیں سات بار یہ پڑھنا مکمل تسبیح ہے پانچ بار پڑھنا متوسط اور تین بار پڑھنا اولیٰ، اس تسبیح کے بعد سَمِعَ اللَّهُ لَكُمْ حَمْدَكُمْ کہتا ہوا سر

لے الہی تو پاک ہے، تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں۔ تیرا نام بکرت والا ہے، تیری شان بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے

کو اٹھائے اور ہاتھ چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہو جائے، پھر سجدے کو جبکہ زمین پر پہلے گھٹنے، پھر ہاتھ پھر پیشانی اور ناک رکھے اور نہایت اطمینان کے ساتھ سجدہ بجالائے۔ بدن کے ہر حصے کو قبلہ رخ رکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، دوسری حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ ہڈیوں کے سات اعضا پر سجدہ کرتا ہے، سجدہ میں جس عضو کو بگاڑ دے گا وہی عضو اس نمازی کے لئے بددعا کرے گا، سجدے کی حالت میں جسم کو زیادہ نہیں پھیلانا چاہیے بلکہ اپنے ہاتھوں کو نہیں بھینا چاہیے، دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اور مٹھیلیاں زمین پر موٹدھوں کے مقابل بالکل اسی طرح رکھے جس طرح تکبیر قیام کے وقت رکھا تھا۔ ہاتھوں کو سر کے برابر رکھے، انگلیوں کو کشادہ نہ کرے اور ان کا رخ قبلہ کی طرف رکھے دونوں بازوؤں کو پہلو سے الگ رکھے، رانوں کو پنڈلیوں سے اور پیٹ کو زمین سے الگ رکھے پھر رکوع کی طرح سجدے میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ اَعْلٰی پڑھے اس کے بعد تکبیر کہتا ہوا سر اٹھائے، بائیں پاؤں پر بیٹھے اور دلہنے پاؤں کو کھڑا اپنی گود کی طرف دیکھتا ہوا تین بار رَبِّ اغْفِرْ لِي پڑھے پھر دوسرا سجدہ کر کے پھر تکبیر کہتا ہوا اول سر کو اٹھائے پھر ہاتھوں کو پھر رانوں کو، ہاتھوں کو گھٹنوں پر سہارا دے کر پاؤں کی انگلیوں کے بل پر کھڑا ہو جائے، ایک قدم کو دوسرے قدم سے بڑھاتا یہ مکروہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، اسی طرح دوسری رکعت پوری کرے۔

جب پہلے تشہد کے لئے بیٹھے تو بائیں پاؤں پر بیٹھے داہنا پاؤں کھڑا رکھے لیکن اس کی انگلیوں کا رخ کعبہ کی طرف کرے، بائیں ہاتھ بائیں ران (ران) زانو پر اور داہنا ہاتھ دائیں زانو (ران) پر رکھے، انگشت شہادت سے اشارہ کرے، درمیانی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر دونوں پھلی انگلیوں کو بند رکھے (نہ پھیلائے)۔ تشہد پڑھنے میں آخر وقت تک انگلیوں پر نظر رکھے (حدیث شریف میں آیا ہے کہ کوئی نمازی حالت نماز میں کسی چیز سے نہ کھیلے، اس لئے کہ وہ اپنے رب سے ہمکلام ہے)۔ یہ انگلی شیطان کو بھگانے کا ہتھیار ہے۔ پھر تشہد میں یہ پڑھے۔

اَلنَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ
وَبَرَکَاتُہٗ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

اس کے بعد تکبیر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے اور صرف سورہ فاتحہ پڑھے اور رکوع و سجدہ کرے پھر اسی طرح چوتھی رکعت پڑھے کہ تشہد کے لئے بیٹھ جائے اور تشہد پڑھ کر جس طرح بتایا گیا ہے) یہ درود شریف پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ
حَمِیْدٌ حَمِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ، اِنَّکَ حَمِیْدٌ
حَمِیْدٌ ۝

ہمارے امام حنبل سے ایک روایت آئی ہے کہ لفظ ابراہیم کے ساتھ آل ابراہیم بھی کہے یعنی اس طرح کہے۔

۱۔ دو ہاتھ۔ دو پاؤں۔ دو گھٹنے اور ایک پیشانی۔

۲۔ احناف جو درود شریف پڑھتے ہیں اس میں "آل ابراہیم" کے الفاظ دوبار استعمال ہوتے ہیں۔

کَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ ۖ وَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۖ
 پرھے۔ نمازی کے لئے مستحب ہے کہ چار چیزوں سے پناہ مانگے اور یوں کہے: یا رب! میں تیری پناہ لیتا ہوں دوزخ کے عذاب سے،
 اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ ۖ
 قبر کے عذاب سے دجال مسیح کے فتنے سے اور زندگی اور موت
 مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ۖ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ
 کی آزمائشوں سے۔
 وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ۖ
 اور اس کے بعد یہ دعا مانگے:-

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ
 مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ ۖ
 اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ
 عِبَادُكَ الصَّالِحُونَ ۖ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ
 شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ عِبَادُكَ
 الصَّالِحُونَ ۖ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ
 وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ وَعَمَلٍ
 وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ
 إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ وَعَمَلٍ ۖ رَبَّنَا إِنَّا فِي
 الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقِنَا
 عَذَابَ النَّارِ ۖ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا
 وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَقَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ۖ
 رَبَّنَا إِنَّا مَا دَعَوْنَا
 عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَدْتَ خَيْرَنَا
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ
 الْوَعْدَ ۖ

الہی، جن چیزوں سے میں آگاہ ہوں، ان تمام کی تجھ سے بھلائی
 چاہتا ہوں اور جن سے آگاہ نہیں اُن کی بھی، اور میں ان تمام
 برائیوں سے تیری پناہ حاصل کرتا ہوں جن کو میں جانتا ہوں یا
 نہیں جانتا،۔ الہی تیرے نیک بندوں نے تجھ سے جو چیز
 طلب کی ہے میں تجھ سے اس کی بھلائی کی درخواست کرتا
 ہوں اور جس چیز سے تیرے نیک بندوں نے پناہ مانگی ہے
 میں اس سے بھی پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ میں تجھ سے
 بہشت کا طالب ہوں اور وہ قول و عمل چاہتا ہوں جو مجھے
 بہشت سے قریب کرے ہیں دوزخ کے عذاب سے تیری پناہ
 مانگتا ہوں اس قول و عمل سے جو مجھے دوزخ سے قریب
 کر دے، اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا اور آخرت میں
 بھلائی عطا کر اور دوزخ کے عذاب سے بچا، الہی ہمارے گناہ
 بخش دے اور ہماری برائیاں دور فرما دے ہم کو نیکو کاروں کو
 سے ملا دے، اے ہمارے رب تو نے جو کچھ اپنے پیغمبروں کو
 عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے وہ ہمیں عطا فرما دے، قیامت
 کے دن ہم کو ذلیل و خوار نہ فرما بیشک تھے کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

اس سے زیادہ بھی اگر دعا مانگے تو جائز ہے ہاں اگر امام ہو تو طویل دعا مقتدیوں کو گراں گزے (ضعف بیماری کے باعث) تو تالیف قلب اور دلہی کی خاطر دعا میں اختصار کرنا مستحب ہے اس کے بعد سلام پھیر دے، اپنے لئے، اپنے والدین کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے، ان تمام کاموں اور باتوں میں اپنی نماز کے بارے میں دُرتا ہے کہ وہ بارگاہِ خداوندی پیش ہونے والی ہے، نماز کا حکم اور اس کی دعوت دینے والا اللہ تعالیٰ ہے نماز کا ثواب بھی یہی عطا کرنے والا ہے اور اگر نماز خراب ہو جائے (صحیح ادا نہ ہو) تو سزا دینے والا بھی وہی ہے۔

نماز سے فارغ ہو جانے کے بعد اپنے علم کے مطابق اس پر غور کرے اگر علم اس بات کی شہادت دے کہ نماز تمام خرابیوں سے پاک و صاف ہے تو اللہ تعالیٰ کی حمد ثنا بیان کرے کہ اسی نے تو فنیق عطا فرمائی اور اگر علم شہادت دے کہ نماز میں کچھ خرابی واقع ہو گئی ہے تو توبہ و استغفار کرے اور بعد والی نماز میں اس غلطی و کوتاہی سے دور ہونے کی کوشش کرے۔

مقبول و مردود نماز کی نشانیاں | مقبول نماز کی بھی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں اور مردود نماز کی بھی! مقبول نماز کی علامت ہے کہ نماز نمازی کو تمام بیخیاہیوں اور بدکاریوں سے روکے اور نمازی خیر نیکی اور کثرت طاعت کی طرف مائل ہو جائے اور درستی اعمال کی کوشش کرے تو اب کے کاموں کی طرف اس کی رغبت ہو جائے برائیوں سے باز آجائے، گناہوں اور خطاؤں کو بُرا سمجھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ (نماز برائیوں اور گناہوں سے روکتی ہے)۔ ہم نے جو کچھ بیان کیا اس میں امام منفرد اور مقتدی سب شریک ہیں۔ نماز کی شرائط اور واجبات و مستنونات کا ذکر ہم ادلاً کر چکے ہیں۔

امام

اور اس کی خصوصیات

امام کے اوصاف | جب تک یہ باتیں (اوصاف) امام میں موجود نہ ہوں اس شخص کا امام ہونا جائز نہیں ہے۔ (۱) اس شخص کو خود امامت کی خواہش نہ ہو لیکن اس صورت میں کہ دوسرا آدمی اس منصب کو انجام دینے والا موجود ہو (اگر موجود نہ ہو تو خواہش کرنا درست ہے)۔ (۲) جب اس سے افضل شخص امامت کے لئے موجود نہ ہو تو بھی خود اگے نہ بڑھے۔ (۳) حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا لوگوں کی امامت کوئی شخص کرے اور اس سے افضل شخص اس کے پیچھے موجود ہو تو ایسے لوگ ہمیشہ پستی میں رہیں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میری گردن گاردی جائے تو میری نظر میں اس بات سے بہتر ہے کہ میں ایسی جماعت کی امامت کرو جس میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔ (۴) امام قاری ہودین کی باتیں سمجھتا ہو، سنت کے خوب آگاہ ہو، حدیث شریف میں آیا ہے کہ اپنا دینی معاملہ تم اپنے فقیہوں کے سپرد کرو اور قارلوں کو اپنا امام بناؤ۔ ایک دوسری حدیث اس سلسلہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمھاری امامت وہ لوگ کریں جو تم میں بہتر ہوں وہ اللہ کی بارگاہ میں تمھارے نمائندے ہیں حضور نے یہ تخصیص اس لئے فرمائی ہے کہ دیندار امام اور علم و فضل رکھنے والے لوگ اللہ کو جاننے اور اس سے ڈرنے والے ہوتے ہیں وہ اپنی نماز اور اپنے مقتدیوں کی نماز کو سمجھتے ہیں اور وہ نماز کو خراب کرنے والی باتوں سے گریز کرتے ہیں وہ خود اپنا اور اپنے مقتدیوں کا بار اٹھاتے ہیں۔ قاری قرآن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد بے عمل قاری نہیں ہیں بلکہ باعمل حافظ ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اس قرأت کا زیادہ حقدار وہ ہے جو اس پر عمل کرتا ہے اگر وہ اس کو پڑھتا ہو یعنی

حافظ وقاریؒ نہ ہو۔ جو تاری قرآن پر عمل نہیں کرتا اور حدود الہی کی پرواہ نہیں کرتا نہ اللہ تعالیٰ کے فرائض پر عمل کرتا ہے اور نہ اس کی ممنوعات سے بچتا ہے اللہ بھی اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اور نہ ایسا شخص عزت و کرامت کا مستحق ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے قرآن کی حرام کردہ چیزوں کو حلال جانا وہ قرآن پر ایمان نہیں رکھتا لوگوں کو جائز نہیں کہ ایسے شخص کو امام بنائیں۔ امامت کے لائق وہی ہے جو سب سے زیادہ عالم ہونے کے ساتھ اس پر عمل بھی کرے اور اس کو خدا کا خوف بھی ہو۔ ہم امام لوگوں کی عیب جوئی اور غیبت سے اپنی زبان کو روکے۔ دوسروں کو نیکی کا حکم دے اور خود بھی اس پر عمل کرے، دوسروں کو برائی سے منع کرے اور خود بھی باز رہے، نیکی اور نیک لوگوں سے محبت رکھے۔ بدی اور بدوں سے نفرت کرے، اوقات نماز سے واقف ہو اور ان کی پابندی کرے، اپنے حال کی اصلاح کرتا رہے، مشتبہ روزی سے بچتا ہو (پاکیزہ حکم ہو) حرام باتوں سے اجتناب کرتا ہو، فعل حرام سے اپنے ہاتھوں کو روکنے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے سوا دوسری چیزوں کی کم کوشش کرے۔ دنیا کی طلب اس میں نہ ہو، حلیم ہو، صابر اور شتر سے چشم پوشی و اعراض کرنے والا ہو۔ لوگ اگر اس پر نکتہ چینی کریں تو صبر کرے اور خدا کا شکر ادا کرے، برے کاموں سے آنکھوں کو بند رکھے۔ ہر کام حلیم اور بردباری سے انجام دے۔ ستر عورت سے اپنی آنکھوں کو بچائے۔ اگر کوئی جاہل اس کے ساتھ برائی سے پیش آئے تو اس کی برائی کو برداشت کرے اور کہدے اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ۔ لوگ اس کی طرف سے آرام پائیں (لوگوں کو اس سے تکلیف نہ پہنچتی ہو) لیکن وہ خود اپنے نفس کی طرف سے بچیں ہو، نفسانی خواہشات سے اپنی آزادی کا خواہاں ہو اور ان سے اپنے نفس کی رہائی کی کوشش کرتا ہو وہ ہمیشہ اس بات کو محسوس کرتا ہو کہ امامت جیسے عظیم کام کو اس کے سپرد کر کے اس کی آزمائش کی گئی ہے، امامت کا درجہ بہت بزرگ اور عظیم ہے۔ امام کے پیش نظر ہمیشہ امامت کی عظمت اور مرتبت رہنا چاہیے۔

امام کو لازم ہے کہ بیکار گفتگو نہ کرے، امام کی حالت دوسرے لوگوں کی حالت سے بالکل جدا گانہ ہے، جب وہ محراب میں کھڑا ہو تو اس وقت اس کو سمجھنا چاہیے کہ میں انبیاء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کے مقام پر کھڑا ہوں اور رب العالمین سے کلام کر رہا ہوں۔ نماز کے ارکان پورے پورے ادا کرنے کی دل سے کوشش کرے اور جن لوگوں نے امامت کی یہ رستی اس کے گلے میں ڈالی ہے یعنی اس کو امام بنایا ہے ان کی نماز کی تکمیل کی بھی کوشش کرے۔ نماز مختصر پڑھے اس غرض سے کہ تمام ارکان پورے ادا ہو جائیں۔ جو لوگ اس کے پیچھے کھڑے ہیں ان کا خیال کرے کہ ان میں کمزور اور ضعیف لوگ بھی شامل ہیں اس لئے اپنے آپ کو کمزور دانا تو ان لوگوں میں محبوب کرے۔

اللہ تعالیٰ امام سے خود اس کے بارے میں اور دوسرے لوگوں (مقتدیوں) کے متعلق باز پرس فرمائے گا، اپنی اس امامت کی ذمہ داری پر تاسف کرے، سابقہ خطاؤں، گناہوں اور تلف کردہ اوقات پر ندامت کا اظہار کرے۔ اپنے آپ کو مقتدیوں سے برتر نہ سمجھے اور اسی طرح کم درجہ لوگوں سے اپنے کو برتر نہ گردانے، مگر کوئی شخص اس کی برائی کرے تو اسے برا نہ سمجھے اگر اس کی غلطی ظاہر کرے تو نفسانی خواہش کے پیش نظر ہٹ دھرمی اور صند نہ کرے۔ اس بات کو پسند نہ کرے کہ لوگ اس کی تعریف کریں۔ تعریف اور مذمت دونوں کو برابر سمجھے۔ امام کا لباس صاف ستھرا اور خوراک پاک ہو اس کے لباس سے تبختر اور

برائی ظاہر نہ ہوتی ہو، اس کی نشست میں غرور کی جھلک نہ ہو، کسی جرم کی سزا میں اس پر اسلامی حد جاری نہ کی گئی ہو (سزا
 ہر یافتہ نہ ہو)۔ لوگوں کی نظر میں ہتہم نہ ہو۔ کسی بھائی کی حاکموں سے لگائی بجھائی نہ کرتا ہو، لوگوں کے رازوں کا تحفظ کرے۔ (پردہ
 دری نہ کرے) کسی بھائی سے کینہ نہ رکھے۔ امانت۔ تجارت اور مستعار چیزوں میں اس نے خیانت نہ کی ہو۔ خلیفہ کھائی والا
 امانت کا اہل نہیں ہے جس کے دل میں حسد، کینہ اور بغض ہو اس کو بھی امام نہ بنایا جائے، وہ کسی کے عیب کی تلاش میں ہو
 اور امت محمدیہ کو فریب دینے والا، مغلوب الغضب، نفس پرست اور فتنہ پرور شخص کو بھی امام نہیں بنانا چاہیے۔

امام کیلئے مزید شرطیں | امام کے لئے ضروری ہے کہ فتنہ پیدا کرنے کی کوشش نہ کرے نہ فتنہ کو تقویت پہنچائے بلکہ باطل
 پرستوں کے خلاف اہل حق کی مدد کرے ہاتھ سے ممکن نہ ہو تو زبان سے، اگر زبان سے بھی ممکن نہ ہو تو
 دل سے ان کی گمراہی کا خواہاں ہو، اللہ کے معاملہ میں کسی بُرا کھنے والے کے بُرا کھنے کا خیال نہ کرے۔ اپنی تعریف کو پسند نہ کرے
 نہ اپنی مذمت کا بُرا مانے، اپنے لئے دعائیں تخصیص نہ کرے بلکہ جب دعا کرے تو اپنے لئے اور تمام لوگوں کے لئے عام طور پر دعا
 کرے۔ اگر تنہا اپنے لئے دعا کرے گا تو دوسروں کے ساتھ خیانت ہوگی۔

اہل علم کے سوا کسی کو کسی پر ترجیح نہ دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مجھ سے متصل دانشور اور ذی فہم لوگ
 کھڑے ہوں، اسی طرح امام کے پیچھے یعنی اگلی صف میں ایسے ہی لوگوں کو ہونا چاہیے۔ دولت مند کو اپنے قریب اور غریب کو حقیقہ جان کر
 دُور کھڑا نہ کرے۔ ایسے لوگوں کی امامت نہ کرے جو اس کی امامت کو پسند نہیں کرتے، اگر مقتدیوں میں کچھ لوگ اس کی امامت کو
 پسند اور کچھ ناپسند کرتے ہیں تو ناپسند کرنے والوں کی تعداد اگر زیادہ ہے تو امام کو محراب چھوڑ دینا چاہیے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مقتدیوں
 کی ناگواری اور ناپسندیدگی کی وجہ حقانیت اور علم و آگہی پر ہو اگر ناگواری کا باعث جہالت، باطل پرستی، نادانی اور فسق و فساد
 تعصب، نفسانی خواہش پر مبنی ہو تو پھر مقتدیوں کی ناگواری کی پرواہ نہ کرے اور ان کی وجہ نماز پڑھانا ترک نہ کرے، اگر قوم
 میں اس بنا پر فتنہ و فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہو تو البتہ کنارہ کش ہو جائے اور محراب کو چھوڑ دے اور اس وقت تک محراب
 کے پاس نہ جائے جب تک لوگ آپس میں صلح نہ کر لیں اور اس کی امامت پر راضی نہ ہو جائیں۔

امام جھگڑنے والا، زیادہ قسمیں کھانے والا اور لعنت کرنے والا نہ ہو، اس کو برائی کی جگہ اور تہمت کے مقام پر جانا
 مناسب نہیں اس کو چاہیے کہ صالحین کے علاوہ کسی سے میل ملاپ نہ رکھے، امام کو لازم ہے کہ فتنے اور فساد اٹھانے والوں سے
 گناہ اور گناہگاروں سے، سرداری اور سرداروں سے محبت نہ کرے، اگر لوگ اسے ایذا پہنچائیں تو اس پر صبر کرے اور اس کے
 عوض ان سے محبت کرے اور ان کی بھلائی کا طالب بنے اور خیر خواہی کی کوشش کرتا رہے۔

امامت کیلئے جھگڑا | امامت کے لئے جھگڑا نہیں کرنا چاہیے اور اگر کوئی دوسرا شخص اس بار کو اس کی جگہ اٹھانا
 چاہتا ہے تو اس سے اس معاملے میں جھگڑے، اکابرین ملت اور صالحین سلف کے بارے میں
 منقول ہے کہ انھوں نے امام بننے سے گیز کیا ہے اور اپنی بجائے انھوں نے امامت کے لئے ایسے لوگوں
 کو بڑھا دیا جو بزرگی اور تقویٰ میں ان کے برابر نہیں تھے، اس طرز عمل سے ان کا مدعا یہ تھا کہ خود ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے وہ
 اس بات سے ڈرتے تھے کہ ہمیں امامت میں ان سے کوئی قصور دکھانا ہی نہ ہو جائے۔

حاکم وقت کی اجازت ضروری ہے۔

اگر حاضرین میں حاکم وقت موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر امامت کے لئے آگے نہ بڑھے اسی طرح جب کسی کاؤل میں یا قبیلہ میں پہنچے تو وہاں کے لوگوں کی اجازت سے بغیر امامت نہ کرے، اسی طرح کسی تائفہ یا سفر میں بہت سے لوگوں کے ساتھ ہو جانے کا اتفاق ہو تو ساتھیوں کی اجازت کے بغیر

ان کی امامت نہ کرے، نماز لمبی نہیں پڑھانا چاہیے بلکہ مختصر پڑھانا چاہیے مگر ارکان پورے ادا کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی امام ہو تو نماز کو مختصر کرے کیونکہ اس کے پیچھے بڑھے اور کام کرنے والے لوگ بھی کھڑے ہوتے ہیں۔ ہاں اگر نماز تنہا پڑھے تو پھر جتنی چاہے لمبی پڑھے۔ حضرت ابو داؤد نے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تو بہت ہی مختصر نماز ہوتی اور جب بہ نفس نفیس ادا فرماتے تو سب سے زیادہ لمبی نماز ہوتی۔

امام کا دل اور زبان سے نیت کرنا۔

امام کو چاہیے کہ دل سے نیت کرے بغیر نماز شروع کرے اور نہ تکبیر تحریمہ کہے اگر زبان سے بھی نیت کے الفاظ کہے تو زیادہ اچھا ہے۔ امام کو چاہیے کہ پہلے دائیں بائیں دیکھ کر صفیں درست کر لے اور مقتدیوں سے کہے سیدھے کھڑے ہو جاؤ، اللہ تم پر رحمت نازل فرمائے، ٹھیک کھڑے ہو جاؤ اللہ

تم سے راضی ہو، درمیان کے خلا کو پُر کرنے کے لئے حکم دے کہ شانہ سے شانہ ملا کر کھڑے ہو جاؤ، صفوں کی کجی سے نماز میں نقص پیدا ہوتا ہے، شیطان لوگوں کے ساتھ صفوں میں گھس کر کھڑے ہو جاتے ہیں، حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صفیں جوڑ لیا کرو، شانے سے شانہ ملا لیا کرو۔ اور درمیان خلا کو پُر کر لیا کرو تاکہ بکری کے بچوں جیسے شیطان متھارے درمیان گھس کر نہ کھڑے ہو جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو سرکارِ دالاتِ تکبیر کہنے سے پہلے دائیں بائیں کے لوگوں کو شانے برابر کرنے کا حکم دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ کوئی شخص آگے پیچھے نہ ہو ورنہ دونوں میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ حضور نے ایک روز نماز کے وقت دیکھا کہ ایک شخص کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا ہے حضور نے ارشاد فرمایا تم کو اپنے مؤذن سے برابر کر لینا چاہیے ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں پھوٹ ڈال دے گا۔

مسلم اور بخاری کی متفق علیہ روایت ہے کہ سالم بن جوڑ نے حضرت نعمان بن بشیر سے سنا کہ انھوں نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اپنی صفیں سیدھی رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں میں فرق پیدا کر دے گا۔ ایک اور حدیث میں حضرت قتادہ نے حضرت انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صفوں کو سیدھا رکھنا تکمیل نماز میں سے ہے (یعنی تکمیل صلوٰۃ کا ایک حصہ ہے)۔

حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو محض صفیں سیدھی کرنے پر مقرر کر رکھا تھا۔ جب تک شخص صفوں کے ہموار ہونے کی اطلاع آپ کو نہیں دیتا تھا آپ تکبیر (تحریم) نہیں کہتے تھے حضرت عمر بن عبد العزیز کا بھی یہی معمول تھا، ایک روایت میں ہے کہ حضرت بلال (مؤذن رسول اللہ) صفیں ہموار کرتے تھے اور ایڑیوں پر کوڑے مارتے تھے تاکہ لوگ ہموار کھڑے ہو جائیں بعض علما نے فرمایا ہے کہ اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ یہ خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اقامت کے وقت نماز شروع کرنے سے پہلے انجام دیا کرتے تھے اس لئے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے

حضور والا کے بعد کسی امام کے لئے کبھی اذان نہیں دی۔ صرف ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب کہ آپ ملک شام سے واپس آئے تھے تو حضرت صدیق اکبرؓ اور دوسرے صحابہؓ نے عہد نبوی کی یاد اور اشتیاق میں حضرت بلالؓ سے درخواست اذان کی بھی تو آپ نے اذان دی بھی، اذان میں جب آپ کلمہ اشہد ان محمد رسول اللہ پر پہنچے تو رک گئے اور آگے کچھ نہ کہہ سکے، حضور والا کی محبت اور آپ کے عشق و محبت میں یہوش ہو کر گر پڑے، مدینہ کے انصار و مہاجرین میں ایک گہرام پڑ گیا یہاں تک کہ محبت رسولؐ میں جوان عورتیں بھی پردے سے باہر نکل آئیں، اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا لوگوں کی ایڑیوں پر دُڑے مارنا رسول اللہؐ کے زمانہ مبارک میں تھا۔

امام محراب میں بالکل اندر نہ کھڑا ہو امام کو جائز نہیں ہے کہ محراب کے بالکل اندر ٹھس کر کھڑا ہو اور پیچھے والے لوگوں کی نظروں سے چھپ جائے بلکہ اس کو محراب سے قدرے باہر کھڑا ہونا چاہیئے، امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ

طاہر محراب امام کے اندر کھڑا ہونا مستحب ہے، البتہ اس کو یہ جائز نہیں کہ وہ مقتدیوں سے اونچی جگہ کھڑا ہو اگر ایسا کرے گا تو ایک قول کے مطابق نماز باطل ہو جائے گی۔ امام کے لئے مناسب ہے کہ نماز سے سلام پھرنے کے بعد زیادہ دیر تک محراب میں نہ ٹھہرے بلکہ باہر نکل کر سنتوں کے لئے کھڑا ہو جائے یا محراب کے بائیں جانب کھڑے ہو کر

سنتیں ادا کرے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام نے جس جگہ کھڑے ہو کر فرض نماز پڑھائی ہے، اس جگہ سنتیں اور نفل پڑھے۔ البتہ مقتدی کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر سنتیں اور نفل پڑھے چاہے تو ادھر ادھر بیٹھ کر بھی پڑھ سکتا ہے۔

قرأت کے اول و بعد سکوت امام کو دوبارہ وقفہ کرنا چاہیئے۔ ایک بار تو نماز کے شروع میں اور دوسری بار قرأت کے بعد رکوع سے پہلے کہ اس وقفہ میں اس کو دم لینے کا موقع مل جائے گا اور قرأت سے جو جوش پیدا ہوا تھا وہ سکون سے بدل جائے، اور قرأت کا اتصال رکوع کی تکبیر سے بھی نہیں ہوگا، حضرت سمرہ بن جندبؓ سے

مردی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح منقول ہے۔

امام کو چاہیئے کہ اپنے سامنے سترہ (اوٹ) رکھے لیکن سترہ اتنے فاصلہ پر نہیں رکھنا چاہیئے کہ اس کے درمیان سے کالا کتا، گدھا یا عورت گزر سکے، ان کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ کا یہی مسلک ہے لیکن آپ ہی سے ایک دوسری روایت یہ ہے کہ عورت اور گدھا سامنے سے گزر جائے تو نماز میں نقصان واقع نہیں ہوتا۔

رکوع کی تسبیح رکوع میں جائے تو تین بار وہ تسبیح پڑھے جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں، تسبیح پڑھنے میں عجلت نہ کرے بلکہ بہت آہستگی اور حجم کے الفاظ ادا کرے کیونکہ اگر امام اس تسبیح کو عجلت سے پڑھ لیا تو مقتدی اس کو نہیں پالیں گے اور اس صورت میں مقتدی امام سے سبقت لے جائیں گے اور ان کی نماز فاسد ہو جائے گی اور ان کا گناہ امام کی طرف لوٹے گا (امام پر ہوگا)۔ اسی طرح رکوع سے سر اٹھا کر سمع اللہ یٰٰنحمدہ کہہ کر ٹھیک ٹھیک کھڑا ہو جائے اور

عجلت کے ربتا لک الحمد کہے تاکہ مقتدی بھی اتنی دیر میں کہہ لیں۔ اگر اس کے ساتھ صلاً السجاء و صلاً الارض و صلاً ما شئت من شیء کہے تو بھی جائز ہے، اس سلسلہ میں ایک حدیث آئی ہے۔ حضرت النضر بن مالکؓ نے فرمایا

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر مبارک اٹھا کر اتنی دیر تک (سجدے سے) توقف فرماتے کہ یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ بھول گئے۔ اسی طرح سجدے میں اور دونوں سجدوں کے درمیان قعدہ میں وقفہ کرے اور اس شخص کے کہنے کا کچھ خیال نہ کرے جو یہ کہتا ہے کہ اس صورت میں مقتدی امام سے پہلے بعض ارکان ادا کرے گا۔ اور فعل مقدم کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ جب لوگ امام کے وقفہ کو دیکھیں گے اور سمجھ لیں گے کہ امام ہمیشہ یہ وقفہ کر آپے تو وہ سمجھ لیں گے کہ دونوں سجدوں کے درمیان وقفہ امام کی عادت ہے اس لئے پھر وہ بھی ٹھہرا کریں گے اور امام سے پہلے عمل نہیں کریں گے۔

نماز سے پہلے امام کو یہ حکم دینا کہ نماز شروع کرنے سے پہلے مقتدیوں کو خبردار کر دے کہ امام سے مسابقت بڑا گناہ ہے (اس کو مفصلاً ہم آئندہ اوراق میں بیان کرینگے) پس امام کے اس توقف اور سکون سے کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی بلکہ اس کے برعکس عام اصلاح ہو جائے گی اور نمازیں مکمل ہوں گی۔ حدیث شریف میں آیا ہے امام ہر اس نمازی پر نگران ہے جو اس کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے اور اس سے اس کی رعیت (یعنی مقتدی) کے بارے میں سوال کیا جائے گا اس طرح بھی آیا ہے کہ امام مقتدی کی نماز کا محافظ و نگہبان ہے اس لئے امام پر مقتدیوں کی خیر خواہی اور بھلائی لازم ہے۔

مقتدی کا گناہ امام اپنی نماز کو مکمل، عمدہ اور محکم بنائے یہ اس پر فرض ہے تاکہ مقتدیوں کی نماز کا اس کو بھی ثواب ہے ورنہ اگر نماز میں خرابی اور کوتاہی کرتا رہے گا تو جیسا گناہ مقتدیوں کو ہوگا ویسا ہی اس کو بھی ہوگا۔

اقتدا کے آداب

اقتدا کی نیت امام کی پیروی کے لئے نیت کرنا واجب ہے۔ مقتدی کو امام کے دائیں جانب کھڑا ہونا چاہیے بشرطیکہ تنہا ہو، نہ امام کے آگے کھڑا ہو نہ بائیں ہاتھ کو، اگر مقتدیوں کی جماعت ہو (یعنی چند افراد ہوں) تو سب کو امام کے پیچھے کھڑا ہونا چاہئے۔ اگر اکیلا مقتدی حسب شرط امام کے دائیں جانب کھڑا ہو کر تکبیر کہے چکا تھا کہ دوسرا مقتدی بھی آگیا تو وہ بھی اس کے ساتھ تکبیر میں شریک ہو جائے اور پھر دونوں امام کے پیچھے جا کر ایک صف میں کھڑے ہو جائیں ایسی صورت میں جب دوسرا آدمی تکبیر کہے چکے تو امام اپنے ہاتھ سے دونوں کو اپنے پیچھے کر دے امام خود آگے نہ بڑھے ہاں اگر پیچھے جبکہ نہ ہو تو بصورت مجبوری آگے بڑھ جائے۔

جماعت کا شکاف پر کرنا اگر جماعت کھڑی ہو اور بعد کو کوئی شخص آئے اور اس کو جماعت کے اندر کہیں پر خلا نظر آئے تو اس میں داخل ہو جائے ورنہ صف کے پیچھے امام کے دائیں رخ پر کھڑا ہو جائے اپنے ساتھ ملانے کے لئے کسی نمازی کو صف میں سے نہ کھینچے اس طرز عمل سے آپس میں بغض و عداوت پیدا ہوتی ہے علاوہ ازیں جس شخص کو صف بنانے کے لئے کھینچا گیا ہے اس کی نماز ہمارے نزدیک (جنبلی مذہب میں) فاسد ہو جاتی ہے اس لئے کوشش کر کے

صف میں داخل ہو جائے اور تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے۔ اگر مقتدی ایسے وقت میں مسجد میں داخل ہوا ہے کہ امام رکوع میں ہے تو دو تکبیریں کہے ایک تکبیر تحریمہ اور دوسری تکبیر رکوع؛ اگر ایک تکبیر کہی لیکن نیت دونوں تکبیروں کی کر لی تب بھی درست ہے، اگر مقتدی ایسے وقت پہنچا ہے کہ امام تشهد میں ہو تو نماز کی نیت کر کے تکبیر کہہ کر تشهد کے لئے بیٹھ جانا مستحب ہے تاکہ جماعت کی فضیلت سے محروم نہ رہے، جب امام سلام پھیرے تو اسی تکبیر کو بنا بنا کر اپنی باقی نماز پوری کیے مقتدی کے لئے لازم ہے کہ اپنے کسی فعل میں امام سے سبقت نہ کرے اور نہ تکبیر میں نہ رکوع میں امام سے سبقت نہ کرنا نہ سجدہ میں اور نہ سر اٹھانے میں جہاں تک ممکن ہو ہر رکن امام کے بعد ادا کرے، اس سلسلے میں بہت سی احادیث آئی ہیں اور صحابہ کرامؓ کے بھی بہت سے اقوال ہیں۔

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو جب تک آپ جنین مبارک سجدے میں نہ رکھتے ہم اپنی کمروں کو نہ جھکاتے تھے (سجدے میں جانے کے لئے نہ جھکتے تھے) اور جب آپ رکوع کے بعد تکبیر کہہ کر اپنا سر مبارک زمین پر نہ رکھ دیا کرتے تھے اس وقت تک ہم آپ کے پیچھے ہی قیام کی جگہ میں کھڑے رہتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے کیا اس کو ڈر نہیں لگتا کہ کہیں اللہ اس کے سر کو گدھے کے سر میں تبدیل نہ کر دے۔ دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام تم سے پہلے رکوع کرتا ہے اور تم سے پہلے سر اٹھاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے اور اس وقت تک ہم سجدے ہی میں ہوتے تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے اپنا سر سجدہ سے اٹھاتا ہے کیا اس کو ڈر نہیں لگتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر سے بدل دے یا خنزیر کے سر کی طرح بنادے، حضرت ابو ہریرہؓ سے جو روایت ہے اس میں خنزیر کا ذکر نہیں ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے ایک شخص کو امام سے پہلے ارکان ادا کرتے دیکھا کہ فرمایا تو نے نہ تنہا نماز پڑھی ہے نہ امام کی اقتدا کی ہے اور جس نے امام سے پہلے رکن ادا کئے وہ نہ تنہا نماز پڑھتا ہے نہ امام کے ساتھ ایسے ہی لوگوں کی نمازیں نہیں ہوتیں۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو امام سے سبقت کرتے دیکھا کہ فرمایا تو نے نہ تنہا نماز پڑھی اور نہ امام کے ساتھ پھر اس کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

ابوصالحؓ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "امام کو اسی لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی متابعت کی جائے لہذا جب تکبیر کہے تب تم بھی تکبیر کہو جب وہ رکوع کرے تب تم بھی رکوع کرو جب وہ سجدہ کرے

اس وقت تم بھی سجدہ کرو، جب وہ سر اٹھائے تم بھی سر اٹھاؤ، جب سمع اللہ لمن حمدا کہے تب تم ربنا لک الحمد کہو جب امام بیٹھے (جلسہ کرے) تب تم بھی بیٹھو۔"

حضرت ابو عبد اللہ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک سالہ میں اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری کی ایک روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ہماری نماز سکھائی ہے اور نماز میں ہم جو کچھ پڑھتے ہیں وہ بھی ہم کو بتا دیا حضور نے فرمایا جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، جب قرات کرے تو خاموشی کے ساتھ متوجہ ہو کر سنے۔ جب امام عبدالغنی علیہم ولا الضالین کہے تو تم مقتدی آمین کہو اللہ تمہاری دعاؤں کو قبول فرمائے گا اور جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو جب رکوع سے سر اٹھا کر سمیع اللہ لمن سمعہ کہے تو تم سر اٹھا کر اللھم ربنا لک الحمد کہو۔ اللہ تمہارا قول سنے گا! جب وہ تکبیر کہے اور سجدہ کرے تو تم تکبیر اور سجدہ کرو، جب وہ سجدے سے سر اٹھائے تو تم سر اٹھاؤ اور اس کے بعد تکبیر کہو، حضور نے اس مقام پر فرمایا بس! یہ تمہارے اعمال امام کے افعال کے ساتھ ہیں۔ اسی طرح جب امام قعدہ سے تو تم التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات پڑھو یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاؤ۔

ہمارے امام حضرت ابو عبد اللہ احمد بن شعبان نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا ہے (اللہ ہمارا خاتمہ ان کے عقیدے پر کرے اور ان کے ساتھ ہم کو محصور فرمائے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام تکبیر کہے تو اس کے ساتھ تم بھی تکبیر کہو اس کے معنی اور اس سے مراد یہ ہے کہ جب امام تکبیر کہے چکے اور اس کے الفاظ ختم ہو جائیں تو ان کے بعد تم تکبیر کرو عوام نماز کو ایک معمولی بات سمجھ کر پرواہ نہیں کرتے، حدیث کو نہیں سمجھتے چنانچہ جب امام تکبیر شروع کرتا ہے تو وہ بھی تکبیر شروع کر دیتے ہیں اور یہ غلطی ہے۔ جب تک امام تکبیر سے فارغ نہ ہو جائے اور اس کی آواز ختم نہ ہو جائے اس وقت تک مقتدیوں کا تکبیر کہنا جائز نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کا یہی مطلب ہے۔

امام کو تکبیر کہنے والا اسی وقت کہا جاسکتا ہے جب وہ پوری تکبیر کہہ کر پس جب وہ اللہ اکبر کہہ چکے تو مقتدیوں کو تکبیر کہنا چاہیے امام کے ساتھ ساتھ کہنا درست نہیں ہے اور یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے خلاف ہے مثلاً تم کہو کہ جب فلاں شخص نماز پڑھے گا تو میں اس سے کلام کروں گا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ میں اتنی دیر انتظار کروں گا کہ وہ نماز سے فارغ ہو جائے اس کا یہ مطلب تو نہیں ہو سکتا کہ وہ شخص نماز بھی پڑھتا رہے اور بات بھی ہوتی ہے۔ یہی اس فرمان نبوی کا کہ "جب امام تکبیر کہے تب تم بھی کہو" مطلب ہے۔

بعض کم فہم امام تکبیر کو لمبا کر دیتے ہیں اور مقتدی کی تکبیر اس کے ساتھ یا بعد میں ختم ہوتی ہے تو اس صورت میں مقتدی امام کا تابع نہیں ہو گا اور جو شخص امام سے پہلے تکبیر کہے اس کی نماز نہیں ہوتی اس شخص کی نماز بھی نہیں ہوگی، اس لئے کہ اس کے معنی یہ ہوتے کہ اس شخص نے امام سے پہلے نماز شروع کر دی۔

اسی طرح حضور کے فرمان کا کہ "جب امام سر اٹھائے اور سمیع اللہ لمن سمعہ کہے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور اللھم ربنا لک الحمد کہو" مطلب یہ ہے کہ جب امام سر اٹھا کر سمیع اللہ لمن سمعہ کہے نہ کہہ چکے اور اس کی آواز ختم نہ ہو جائے مقتدی سر کو نہ اٹھائیں۔ اور اللھم ربنا لک الحمد نہ کہیں، اسی طرح اس ارشاد والا کہ "جب امام تکبیر کہے اور سجدہ کرے تو تم تکبیر کہو اور سجدہ کرو" معنی بھی یہی ہیں کہ مقتدی اس وقت تک کھڑے رہیں

لے اذا دکت الی صاۃ فکتبت! (حدیث شریف)

جب تک امام تکبیر کہتا ہوا سجدہ کو جھکے اور پیشانی زمین پر رکھ دے (اس وقت یہ تکبیر کہیں اور سجدہ کریں) حضرت برار بن عازبؓ نے یہی تشریح کی ہے اور یہی تشریح، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کے موافق ہے کہ "امام تم سے پہلے رکوع کرتا ہے اور تم سے پہلے سجدہ کرتا اور تم سے پہلے سر اٹھاتا ہے" اور اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا کہ "امام جب تکبیر کہے اور سر اٹھائے تو تم اپنے سر اٹھاؤ اور تکبیر کہو" اس کا بھی مطلب یہی ہے کہ مقتدی اس وقت تک سجدہ میں رہیں کہ امام سجدہ سے سر اٹھائے اور تکبیر کہے چکے اور اس کی آواز ختم ہو جائے تو اس کی پیروی کریں اور سجدہ سے سر کو اٹھائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان فتکث بتکث (یہ مقتدی ان اماموں کے ساتھ ساتھ ہیں) یعنی قیام کی حالت میں تم اتنا انتظار کرو کہ امام تکبیر کہے چکے اور رکوع میں پہنچ جائے اور رکوع کی حالت میں یہ انتظار کرو کہ امام رکوع سے سر اٹھالے اور سمیع اللہ لمن حمد کا کہہ چکے اور اس کی آواز ختم ہو جائے تب تم اپنا سر رکوع سے اٹھاؤ اور ربنا لک الحمد کہو! الغرض حضور کا فرمان مذکورہ ہر حرکت کو شامل ہے۔ تم پوری نماز امام کی اسی طرح پیروی کر کے مکمل کرو اور خوب سوچ سمجھ کر اس پر عمل کرو!

امام سے مسابقت کے باعث نماز قبول نہیں ہوگی

قیامت کے دن بہت سے ایسے لوگ ہوں گے جن کی نمازیں قبول نہیں ہوئیں کیونکہ رکوع، سجود اور قعود و قیام میں محفوں نے امام سے مسابقت کی ہوگی! حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ نماز تو پڑھیں گے مگر حقیقت میں نماز نہیں پڑھیں گے ممکن ہے کہ وہ زمانہ ہی ہو کیونکہ اس زمانے میں بیشتر لوگ امام سے افعال نماز میں سبقت کرتے ہیں اور اس طرح وہ نماز کے ارکان و واجبات اور مستلزمات کو ضائع کر دیتے ہیں۔

ترک واجبات و آداب نماز پر تنبیہ کرنا ضروری ہے

اگر کوئی شخص کسی شخص کو نماز کے واجبات و آداب میں کوتاہی کرتا ہو یا دیکھے تو اس پر واجب ہے کہ اس کو بتائے اور سمجھائے تاکہ وہ آئندہ نماز درست کے ساتھ ادا کرے اور ناقص ادا کردہ نمازوں کی تلافی کر کے استغفار کرے اور دیکھنے والا ایسا نہیں کرے گا تو کھنے والے کا شریک قرار دیا جائے گا اور اس کا بار اور گناہ اس پر بھی ہوگا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جاہل کی وجہ سے عالم کی تباہی ہوگی کیونکہ عالم جاہل کو نہیں سکھاتا" اس سے یہ لازم آتا ہے کہ نہ جاننے والے کو بتانا اور سکھانا عالم پر واجب ہے اسی لئے حضور پر واکرؐ نے اس کو تباہی سے ڈرایا ہے۔ جو واجب اور فرض کا ترک کرنے والا ہوتا ہے وہی وعید کا مستحق ہوتا ہے۔

خطا کار کی اصلاح

حضرت بلالؓ بن سعد سے حدیث مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "گناہ جب تک چھپتا رہتا ہے اس وقت تک گناہ کرنے والے کے سوا کسی اور کو ضرر نہیں پہنچتا اور جب سامنے آجاتا ہے نظر ہو جاتا ہے" اور اس کی اصلاح نہیں کی جاتی تو اس کا نقصان عام لوگوں کو پہنچتا ہے کیونکہ لوگوں پر یہ لازم ہے کہ جس سے گناہ سرزد ہو رہا ہے اس کو روکیں اور گناہ کی اصلاح کریں، لیکن وہ خاموش رہتے ہیں اس سے اس گناہ کی خرابی اور اس کا وبال بڑھتا ہے۔ اور سب لوگ اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ اور اس طرح بدکاری میں نیکو کار بھی شریک ہو جاتے ہیں۔ اگر انھوں نے روکا اور نصیحت کی تو یہ شرکت ختم ہو جاتی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے کسی کو نماز میں غلطی اور کوتاہی کرتے دیکھا
حضرت ابن مسعود کا قول اور اس کو اس غلطی سے نہیں روکا تو وہ گناہ میں اس کا شریک ہوگا: دیکھنے والا اگر منع نہ کرے

تو وہ شیطان بعین کی موافقت کرتا ہے اس لئے کہ شیطان بھی تو برائی سے منع نہیں کرتا بلکہ ترغیب دیتا ہے اور اس نیکی و تقویٰ سے روکتا ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ (نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو)۔

مسلمانوں کو نصیحت کرنا ہر ایک پر واجب ہے کہ دوسرے مسلمان کو نصیحت کرے کیونکہ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ مسلمانوں کا دین کمزور ہو جائے اور اسلام دنیا سے مٹ جائے اور تمام مخلوق عصیاں میں مبتلا ہو جائے پس کسی ذی ہنم کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ شیطان کے کہنے پر چلے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَلْبَنِيُّ اٰدَمَ لَا يَفْتِنُكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا اَخْرَجَ اَبْوَيْنَكُم مِّنَ الْجَنَّةِ

دوسرا ارشاد ربانی ہے: اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا رَّسْمًا يَذَّوْبُ اَحْزَابَهُ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحَابِ السَّعِيْرَةِ

علماء کی خاموشی کا نتیجہ نماز، روزہ اور حج عبادات میں جو کمی اور کوتاہی پائی جاتی ہے یہ سب کچھ علماء اور فقہاء کی خاموشی کا نتیجہ ہے چونکہ انہوں نے وعظ و پند کو ترک کر دیا ہے اور دین کی تعلیم دینا اور آداب سکھانا چھوڑ دیا اس کی وجہ سے عبادتوں میں جو نقص پیدا ہوتا ہے اولاً اس کی ابتدا جاہلوں سے ہوتی ہے اور اس کے بعد یہ

حاکموں اور فقیہوں میں بھی پھیل جاتی ہے اور پھر تمام برائیاں ان ہی کی طرف منسوب ہو جاتی ہیں اور سب لوگ ہی کہنے لگتے ہیں کہ یہ سب قصور علماء کا ہے۔ کس قدر لعجب کی بات ہے کہ ایک مرد مسلمان اگر کسی شخص کو ایک یہودی یا ایک مسلمان کا ایک خبیث یا ایک روتی بھی چراتے دیکھتا ہے تو چیخ اٹھتا ہے اور چور چور پکارتا ہے اس کو برا کہتا ہے لیکن وہی شخص اگر کسی کو نماز پڑھتے وقت نماز کے ارکان و واجبات کو چوری کرتے یعنی ان کو چھوڑتے دیکھتا ہے اور اس کی نظروں کے سامنے مقتدی امام سے سبقت کرتا ہے تو خاموش رہتا ہے کچھ بھی نہیں کہتا، نہ اس کو روکتا ہے نہ اس کی اصلاح کرتا ہے بلکہ اس کے معاملے کو ناقابلِ توجہ سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز میں کچھ جراتا ہے وہ بدترین چور ہے سب سے بڑا چور صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نماز کی چوری کیسے کر سکتا ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ کون و سجود کو پورا ادا نہ کرنا نماز کی چوری ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم کو بتاؤں کہ لوگوں میں سب سے بدترین چور کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیے وہ کون ہے؟ حضور نے فرمایا جو نہ کون

پورا کرتا ہے اور نہ سجدہ مکمل کرتا ہے !!

حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ نماز ایک پیمانہ ہے جو پورا دے گا اس کو پورا دیا جائے گا اور جو کم دیکھا تو جانتے ہی ہو کہ کم دینے والوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے: وَلَيْلُ التَّطَفُّفِ فرمایا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن علیؓ یا علی بن شیبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان نمازینوں میں سے ایک تھا جو حضورؐ کی خدمت گرامی میں اپنے قبیلے کی طرف سے حاضر ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف التفات نہیں فرماتا جو رکوع و سجدہ میں اپنی کمر سیدھی نہیں رکھتا!

اعادہ نماز کا حکم حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک گوشہ میں نشرف فرماتے ایک شخص آیا اور نماز پڑھ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا! حضور نے سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا لوٹ کر جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے حقیقت میں نماز نہیں پڑھی اس شخص نے پھر اسی طرح نماز پڑھی جیسے پہلے پڑھی تھی! پھر حاضر خدمت ہو کر سلام عرض کیا۔ حضور نے پھر ارشاد فرمایا نماز پڑھ لو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی اس شخص نے تین بار ایسا ہی کیا اس کے بعد حضور سے عرض کیا کہ میں نماز کا علم اچھی طرح نہیں کتا آپ مجھے نماز سکھا دیجئے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اچھی طرح وضو کر لو! پھر قبلہ رو ہو کر تکبیر کہو پھر قرآن میں سے جو کچھ یاد ہو پڑھو پھر رکوع کرو جب ٹھیک طرح رکوع کر لو تو سر اٹھاؤ اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو، ٹھیک ٹھیک سجدہ کرنے کے بعد بیٹھ جاؤ جب نشست ٹھیک ہو جائے تو دوسرا سجدہ کرو اور پھر اُس سے سجدہ کرنے کے بعد سر اٹھا کر ٹھیک طرح بیٹھ جاؤ اور اسی طرح نماز پوری کرو!

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت رفاعہ بن رافعؓ نے فرمایا ہے ہم رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے قبلہ رو ہو کر نماز پڑھی اس کے بعد وہ خدمت والا میں حاضر ہوا اور سلام پیش کیا، حضور نے اس سے فرمایا دوبارہ جا کر نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، حضور نے اس کو یہ حکم دو تین مرتبہ دیا آخر اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ حتی الامکان تو میں نے نماز میں کوئی کمی نہیں کی! مجھے نہیں معلوم کہ آپ مجھ سے کس طرح نماز ادا کرنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا بغیر کامل وضو کے کسی کی نماز نہیں ہوتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنے چہرے کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک وضو، سر کا مسح کرو ٹخنوں تک پیر وضو، اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کر لو پھر پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں جاؤ۔ دونوں ہتھیلیوں کو گھٹنے پر رکھو یہاں تک کہ اعضا اپنی حالت پر ٹھہر جائیں، پھر رکوع سے اٹھتے ہوئے سبحان اللہ کہو اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ یہاں تک کہ ریڑھ کی ہڈی سیدھی ہو جائے پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدے میں جاؤ، اسی طرح آپ نے نماز کی چاروں رکعتیں ادا کرنے کی تشریح حالت بیان فرمائی اس کے بعد فرمایا ایسا کئے بغیر تم میں سے کسی کی نماز پوری نہیں ہوگی۔

عزیز کیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز اور رکوع و سجدہ کو پورا کرنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمادیا کہ اس کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی، علاوہ ازیں حضور والا نے ایک شخص کو ناقص نماز پڑھتے دیکھا تو آپ خاموش نہ رہے بلکہ اس کی اصلاح فرمادی پس اگر وقت ضرورت بیان حکم کی تاخیر جائز ہوتی اور نادانانہ کی تردید اور اس کی تعلیم کا ترک درست ہوتا تو حضورؐ

خاموشی اور سکوت اختیار فرماتے اور اس سے قبل صحابہ کرامؓ کو کچھ بتا چکے تھے اسی پر اکتفا فرماتے اور ناقص نماز پڑھنے والے سے درگزر فرماتے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شدت کے ساتھ اس شخص سے نماز کا اعادہ کرایا اور صحیح نماز کی تعلیم دی اس سے صاف ظاہر ہے کہ جاہل کو بتانا (تعلیم دینا) واجب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین مجلس کو بھی تائید فرمادی کہ اگر وہ کسی کو اس طرح نماز پڑھتے دیکھیں تو اسی طرح (اس کی اصلاح) کریں اور اپنے ساتھیوں کو بھی بتادیں اور سکھادیں تاکہ احکام شرع کی تعلیم قیامت تک اسی طرح جاری و ساری رہے۔

موذن کے آداب موذن پر واجب ہے کہ اذان میں دونوں تہادتوں کی ادائیگی میں اپنا تافظ درست رکھے (شین کو سین) اذان لینے کی اجرت نہ لے بلکہ صرف ثواب کے لئے اذان دے۔ اللہ اکبر اور اشہد ان لا الہ الا اللہ اور اشہد ان محمد رسول اللہ کہتے وقت قبل کی طرف منہ رکھے اور حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہنے کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرے مغرب کی اذان دے تو اذان و اقامت کے درمیان تھوڑی دیر کو بیٹھ جائے۔

جنابت کی حالت میں یا بے وضو رکھ کر اذان دینی مکروہ ہے۔ اقامت کے بعد صفوں کو چرتا ہوا پہلی صف میں جا کر کھڑا ہونا منع ہے، مناسب تو یہی ہے کہ جہاں اذان دی ہے اسی جگہ اقامت کہے لیکن اس میں اگر دشواری ہو مثلاً اذان منارہ پر چڑھ کر دی گئی۔ یا خارج مسجد کسی جگہ اذان دی گئی تو وہاں سے اتر کر نماز کی جگہ پہنچ کر اقامت کہے۔ خشوع و خضوع، عاجزی، انکساری، خوف و خشیت الہی اور رغبت و شوق کے ساتھ نماز میں خضوع و خشوع نماز ادا کرنے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ نماز میں نمازی کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہو، مناجات، قیام، رکوع اور سجود کی حالت میں یہ جانے کہ اللہ کے سامنے کمر بستہ رہنا ہے اس لئے اپنے دل کو دنیاوی تصورات سے خالی کرے اور ادائے فرض کی سرگرمی کو شیش کرے معلوم نہیں کہ اس نماز کے بعد بھی دوسری نماز پڑھ سیکے یا نہیں یا دوسری نماز سے پہلے ہی اس کو موت کا پیام آجائے گا لہذا اپنے رب کے سامنے امید و بیم کی حالت میں غمگین اور خوش زدہ کھڑا ہو، نماز قبول ہونے کی امید لگائے رہے اور رد کئے جانے سے ڈرتا رہے، نماز قبول ہوگی تو سعادت حاصل ہوگئی اور اگر لوٹادی گئی تو بد بختی اور بد نصیبی کا سامنا ہوگا۔

اے وہ مسلمان جو نماز میں اور دوسرے اعمال میں نور اسلام سے منور ہے تیرا اندیشہ بہت عظیم ہے، نماز ہو یا دوسرے فرائض خداوندی سب میں رنج و غم اور خوف و خطر بچے بہت ہی قریب ہے اس لئے کہ تجھے نہیں معلوم کہ تیری کوئی نماز یا کوئی نیکی قبول بھی ہوئی یا نہیں۔ تیرا کوئی گناہ معاف بھی ہوا یا نہیں لیکن اس پر بھی ہمتا ہے، خوش ہوتا ہے تو غفلت میں پڑا ہے، دنیا کی چند روزہ زندگی کی خاطر اپنی دائمی اور ابدی زندگی سے غافل ہے، اس کا تم کو کچھ علم نہیں کہ تمہارا انجام کیا ہوگا۔ ایک سچے امین اور منجر کے پاس سے یہ یقینی خبر آچکی ہے کہ تجھے دوزخ پر سے ضرور گزرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَلَا تَرْجِعْ إِلَىٰ ذَاذِکَ عَاثِمًا** میں سے کوئی ایسا نہیں جو دوزخ پر نہ اترے اور تجھے اس کا یقین نہیں جب تک اللہ تعالیٰ تیری طاعت قبول نہ کرے اس وقت تک تجھ کو سب سے زیادہ گریہ کرنا اور غم میں مبتلا رہنا چاہئے۔ پھر تجھے یہ بھی تو معلوم

نہیں ہے کہ تیری شام کے بعد صبح بھی ہوگی یا نہیں اور تیری صبح کے بعد شام آئے گی یا نہیں اور تجھے جنت کی بشارت ملے گی یا دوزخ کی: تیری اس حالت کا اقتضا تو یہ تھا کہ تجھے نہ بیوی بچوں سے خوشی حاصل ہوگی اور نہ مال و منال سے۔

انسان بڑی بھول اور غفلت اور بھول پر بڑا تعجب ہے کہ دن اور رات کی ہر گھڑی تمہاری زندگی گم کر رہی ہے، تم کو موت کی طرف ہنکا یا جا رہا ہے پس موت سے ڈر اور اس عظیم خطرے سے جو تجھ پر جمایا ہوا ہے غافل مت ہو، موت کا مزہ بالآخر تمہیں چکھنا ہے۔ تمہیں سب کچھ چھوڑ کر خالی

ہاتھ اس دنیا سے جانا ہے، ممکن ہے صبح یا شام موت تیرے گھر پر ڈیرے ڈال دے اور اس کا رخ تیرے مکان کی جانب ہو جائے آخر سب کچھ چھین کر تجھے یہاں سے نکالا جانا ہی ہے۔ پھر تیرا رخ خواہ دوزخ کی طرف ہو یا جنت کی طرف (اس کی تجھے خبر نہیں) دوزخ کی حقیقت اس کے عذاب کی مقدار اور طرح طرح کے عذابوں کا جاننا اور سمجھنا ناممکن ہے۔ وہ تحریر کے احاطے اور روایت کے دائرے میں نہیں آسکتے۔

جنت کا طلبگار اور دوزخ سے فساداری ایک نیک بندے کا قول ہے کہ میں خیران ہوں کہ دوزخ کے عذاب سے بھاگنے والا کس طرح سوتا ہے اور جنت کے طلبگار کو نیند کس طرح آتی ہے۔ خدا کی قسم تو اگر دوزخ سے فرار اور جنت کی آرزو دونوں سے خالی ہے تو پھر تو عذاب پانے والے بد نصیبوں کے ساتھ

تباہی میں مبتلا ہوگا اور تیری بد بختی عظیم ترین بد بختی ہوگی اور تیرا غم اور تیری گریہ و زاری بہت طویل ہوگی اور اگر تجھے یہ دعویٰ ہے کہ تو دوزخ سے فرار چاہتا ہے اور جنت کا خواہاں ہے تو ہوشیار ہو کہ آزد میں تجھے فریب میں مبتلا نہ کر دیں۔

کوشش اور کادش سے کام لے نفس اور شیطان سے ہمیشہ ڈر تارہ، ان دونوں کے نفوذ کی جگہ بہت ہی باریک ہے۔ یہ زبردست لیٹھے ہیں اور ان کی مکاریوں میں خباثت ہی خباثت ہے، پس دنیا سے خبردار رہ کہیں یہ اپنی زیبائش سے تجھے

نہ لٹوے، کہیں تجھے یہ اپنے بے مایہ سرو سامان سے، جھوٹ سے اور سرسبزی و شادابی سے فریب میں مبتلا نہ کرنے کہ

دنیا دھوکا دیتی ہے اور ضرر پہنچاتی ہے

اللہ جل و علا کا ارشاد ہے فَلَا تَغْتَرَّ بِكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا کہیں تم کو دنیاوی زندگی فریب میں نہ ڈالے۔ کہیں فَلَا تَغْتَرَّ بِكُمُ بِاللَّهِ الْغُرُورُ کہیں دنیا سے خبردار رہ کہیں یہ اپنی زیبائش سے تجھے

پس اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو!! نماز اور دوسرے احکام کی اطاعت کرو، ممنوعات سے بچو ظاہری اور باطنی گناہوں کو چھوڑ دو، اللہ نے قسمت میں جو کچھ لکھ دیا ہے اور جتنا رزق مقدر کر دیا ہے اس پر راضی اور شاکر ہو، اپنے رب کے

اوامر و منایں کے پابند نہ ہو اور اس کے فرمانبردار بن جاؤ۔ جس کام کے ارتکاب سے منع کیا ہے اس حکم سے نہ بھاگو (ممنوعات سے بچو) تمہاری مرضی کے خلاف رزق کی جو تقسیم کی گئی ہے اور بہت سے ایسے کام ہیں جن کو تم پسند نہیں کرتے ان کے مصالح تم کو

معلوم نہیں اور ان کا انجام تم سے پوشیدہ ہے، ان کا اجر تم پر ظاہر نہیں پس تم اللہ کی تدبیروں پر اعتراض کے اسحق کی

ناخوشی کے سزاوار مت ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَى أَنْ
تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ
أَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

بسا اوقات تم کسی چیز کو برا جانتے ہو حالانکہ تمہارے لئے بہتر ہی
ہے اور بسا اوقات تم کسی شے کو اچھا سمجھتے ہو حالانکہ وہ تمہارے
لئے بُری ہوتی ہے اللہ تعالیٰ سب حقائق کا عالم ہے اور تم نہیں جانتے

تم ہمیشہ اپنے مولا کے فرمانبردار اور اس کے فیصلے پر راضی اور اس کی بھیجی ہوئی مصیبت پر صابر اور اس کی نعمتوں کے شکر
گزار رہو۔ اس کے نام سے اس کی نعمتوں اور اس کی قدرت کی نشانیوں کا ذکر کر کے اس سے دعا کرو اور اس کے فعل اور اس کی
مشیت اور اس کے انتظام پر نکتہ چینی نہ کرو! اس وقت تک اس پر عمل پیرا رہو کہ موت آجائے! نیک لوگوں کے ساتھ رہنا اور
انبیاء علیہم السلام کے ساتھ تمہارا حشر ہو، رب العالمین کی رحمت اور اس کے کرم سے تم کو بھی جنت میں داخل مل جائے۔

خواص کی نماز

اللہ تعالیٰ کے خاص
بندوں کی نماز

اللہ تعالیٰ کے خاص بندے جو دل کو بیدار رکھتے اور خضوع و خشوع اور مراقبہ کرتے، دلوں کی
محافظت کرتے اور خداوند تعالیٰ کے مقرب ہیں ان کی نماز کی حقیقت اور ہے، ایک دیت میں ہے
کہ حضرت یوسف بن عصام خراسانی کسی جامع مسجد میں پہنچے آپ دیکھا کہ وہاں ایک بہت بڑا
جمع حلقہ بنائے بیٹھا ہے۔ انھوں نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں کسی نے ان کو بتایا کہ یہ شیخ حاتم کا حلقہ ہے اور اس وقت
وہ زہد تقویٰ اور ایم و امید کے موضوع پر باتیں کر رہے ہیں، یوسف نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ چلو ان سے نماز کے بارے
میں کچھ پوچھیں اگر انھوں نے ٹھیک ٹھیک جواب دیا تو ہم بھی وہاں بیٹھ کر ان کا وعظ سنیں گے ورنہ نہیں، چنانچہ یوسف ان کے
پاس پہنچے سلام کیا اور کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے ہم کو چند مسائل دریافت کرنا ہیں، حاتم نے کہا پوچھئے کیا پوچھنا ہے
یوسف نے کہا کہ میں نماز کے بارے میں کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ حاتم نے فرمایا کہ معرفت نماز کے بارے میں دریافت
کرنا چاہتے ہو یا آداب نماز کے بارے میں؟ یوسف نے کہا کہ میرا سوال آداب نماز کے بارے میں ہے۔

حاتم نے فرمایا: آداب نماز یہ ہیں کہ حکم کے مطابق تم اٹھو، ٹواگ کی امید کر کے مسجد کو چلو پھر نیت کر کے
عظمت کے ساتھ بکیر گھو، ترتیل کے ساتھ قرآن پاک پڑھو، خشوع کے ساتھ رکوع کرو، عاجزی کے ساتھ
سجدہ کرو، اخلاص کے ساتھ تشہد پڑھو اور رحمت کے ساتھ سلام پھیرو!۔

یہ سن کر یوسف کے احباب نے کہا کہ اب تو معرفت نماز کے بارے میں ان سے دریافت کرنا چاہیے
چنانچہ یوسف نے معرفت نماز کے بارے میں حاتم سے دریافت کیا انھوں نے فرمایا کہ معرفت نماز یہ ہے
کہ جنت کو اپنے دائیں جانب اور دوزخ کو اپنے پیچھے، پل صراط کو اپنے پیروں تلے اور میزان کو آنکھوں کے سامنے سمجھو! اور
یقین رکھو کہ خدا کو دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ مرتبہ حاصل نہ ہو تو یہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ تم کو دیکھ رہا ہے۔ یوسف نے ان سے دریافت
کیا کہ آپ کتنے عرصے اس طرح نماز ادا کر رہے ہیں؟ انھوں نے فرمایا بیس سال سے یہ سن کر یوسف نے اپنے ساتھیوں سے

↑ Imp. ↑ Imp. ↑ Imp.

کہا کہ اٹھو! تاکہ ہم اپنی سچا س برس کی نمازوں کو دوبارہ ادا کریں۔ یوسٹ نے حضرت حاتم سے یہ بھی سوال کیا کہ آپ نے معرفت نماز کی یتیم کہاں سے حاصل کی انھوں نے فرمایا اُن کتابوں سے جو آپ نے ہمارے استفادہ کے لئے لکھی ہیں!

اسی طرح کا ایک واقعہ ابو حازم المرج کا ہے۔ ابو حازم کا بیان ہے کہ میں سمندر کے ساحل پر تھا ابو حازم کی وضاحت ایک صحابی سے ملاقات ہوئی صحابی نے فرمایا ابو حازم کیا تم اچھی طرح نماز پڑھنا جانتے ہو یہ سن

نے کہا میں فرائض اور سنتوں کو اچھی طرح جانتا ہوں! اس کے علاوہ اچھی طرح نماز پڑھنے کے اور کیا معنی ہیں؟ صحابی نے فرمایا: ابو حازم بتاؤ! یہی فرض کے لئے کھڑے ہونے سے قبل کتنے فرائض ہیں؟ میں نے کہا چھ فرض ہیں؟ انھوں نے دریافت کیا کہ وہ کیا ہیں؟

میں نے کہا: (۱) طہارت۔ (۲) ستر عورت (ستر پوشی)۔ (۳) نماز کے لئے پاک جگہ کا انتخاب۔ (۴) نماز کے لئے کھڑا ہونا۔ (۵) نیت کرنا۔ (۶) او

قبلہ رو ہونا۔ انھوں نے دریافت کیا کہ کس نیت کے ساتھ گھر سے مسجد کی طرف جاتے ہو؟ میں نے کہا اب سے ملاقات کرنے کی نیت کے ساتھ، انھوں نے کہا کہ کس نیت کے ساتھ مسجد میں داخل ہوتے ہو؟ میں نے کہا عبادت و بندگی کی نیت سے، پھر دریافت کیا کہ کس نیت سے عبادت کے لئے کھڑے ہوتے ہو؟ میں نے کہا بندگی کی نیت سے! اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرتے ہوئے!

صحابی نے پھر دریافت کیا کہ ابو حازم کن چیزوں کے ساتھ قبلہ کی طرف منہ کرتے ہو؟ میں نے کہا میں فرائض اور ایک سنت کے ساتھ پوچھا وہ کیا ہیں؟ میں نے جواب دیا، قبلہ رو کھڑا ہونا فرض ہے، نیت فرض ہے اور تکبیر تحریمہ فرض ہے (یہ تین فرائض ہوئے)

اور تکبیر تحریمہ میں دونوں ہاتھ اکٹھا سنت ہے۔ صحابی نے پوچھا کتنی تکبیریں فرض ہیں اور کتنی سنت؟ میں نے کہا چوراسی (۹۴) تکبیریں ہیں اور ان میں صرف پانچ تکبیریں فرض ہیں باقی سب سنت ہیں، انھوں نے دریافت کیا کہ نماز کس چیز سے شروع کرتے ہو؟ میں نے کہا تکبیر سے! انھوں نے پوچھا نماز کی برلمان کیا ہے؟ میں نے کہا قرأت! پوچھا نماز کا جو ہر کیا ہے؟

میں نے کہا اس کی تسبیحات! انھوں نے پوچھا نماز کی زندگی کیا ہے؟ میں نے کہا خضوع و خشوع! انھوں نے پوچھا خشوع کیا ہے؟ میں نے کہا سجدہ گاہ پر نظر جمائے رکھنا، انھوں نے دریافت کیا نماز کا وقار کیا ہے؟ میں نے کہا سکون و اطمینان

انھوں نے پوچھا کہ وہ فعل کونسا ہے جس کی بنا پر نماز کے سوا ہر فعل منع ہو جاتا ہے؟ میں نے کہا تکبیر تحریمہ انھوں نے پوچھا نماز کو ختم کرنے والی کون سی چیز ہے؟ میں نے کہا سلام پھیرنا! انھوں نے دریافت کیا کہ اس کی خصوصی علامت کیا ہے؟

میں نے کہا نماز ختم کرنے کے بعد سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھنا۔

صحابی نے دریافت کیا ان سب کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا نیت! انھوں نے کہا نیت کی کنجی کیا ہے؟ میں نے

کہا یقین! انھوں نے کہا یقین کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا توکل! انھوں نے کہا توکل کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا خوف خدا!

انھوں نے کہا خوف خدا کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا اُمید! دریافت کیا کہ امید کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا صبر! انھوں نے کہا صبر کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا رضا، انھوں نے پوچھا رضا کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا اطاعت! انھوں نے پوچھا اطاعت کی کنجی

کیا ہے؟ میں نے کہا اقرار! انھوں نے پوچھا اقرار کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ کی ربوبیت اور اس کی وحدانیت کا اقرار! انھوں نے دریافت کیا کہ یہ سب باتیں تم کو کہاں سے معلوم ہوئیں؟ میں نے کہا علم کے فرمے سے! انھوں نے پوچھا علم کہاں سے حاصل کیا؟ میں نے کہا سیکھنے سے، انھوں نے کہا کہ سیکھنے کا ذریعہ کیا تھا؟ میں نے کہا عقل! انھوں نے پوچھا

عقل کہاں سے آئی؟ میں نے کہا عقل دو قسم کی ہے، ایک عقل وہ ہے جس کو صرف اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے دوسری وہ جس کو انسان اپنی لیاقت سے حاصل کرتا ہے۔ جب دونوں جمع ہو جاتی ہیں تو دونوں ایک دوسرے کی مددگار بنتی ہیں انھوں نے پوچھا یہ سب چیزیں تم کو کہاں سے حاصل ہوئیں؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے! اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو ایسی توفیق بخشے جس سے وہ راضی ہو۔

سے ان تمام سوالات و جوابات کے بعد صحابی نے مجھ سے کہا خدا کی قسم! تم نے جنت کی کنجیاں تو مکمل کر لیں اب یہ بتاؤ کہ تمہارا فرض کیا ہے اور فرض کا فرض کیا ہے؟ اور وہ کونسا فرض ہے جو فرض کی طرف لے جاتا ہے؟ فرض میں سنت کیا ہے؟ وہ کونسی سنت ہے جس سے فرض پورا ہو جاتا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم نماز پڑھیں۔ فرض کا فرض طہارت ہے، دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو ملا کر (چلو بنا کر) پانی لینا ایسا فرض ہے جو دوسرے فرض تک پہنچاتا ہے اور پانی سے انگلیوں کا خلال کرنا ایسی سنت ہے جو فرض میں داخل ہے، اور وہ سنت جس سے فرض کی تکمیل ہو جائے ختنہ کرنا ہے، یہ سن کر صحابی نے فرمایا ابو حازم! تم نے اپنے اوپر حجت تمام کر لی اب کچھ باقی نہیں ہے لیکن اتنا اور بتاؤ کہ کھانا کھانے میں تم پر کیا فرض ہے اور کیا سنت ہے؟ میں نے ان سے کہا کہ کیا کھانا کھانے میں بھی فرض و سنت ہوتے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں اس میں چار فرض ہیں چار سنتیں ہیں اور چار باتیں مستحب ہیں۔

کھانا کھانے میں فرائض و سنن اور مستحبات

فسرما فرض تو یہ بائیں ہاں! ابتدا (شروع کرتے وقت) بسم اللہ کہنا۔ (۲) اللہ کی حمد کرنا۔ (۳) شکر بجالانا۔ (۴) پہچاننا کہ جو کھانا اللہ نے دیا ہے وہ حلال ہے یا حرام۔ بائیں ہاں پر زور دیکر بیٹھنا، اٹک لگانا۔ تین انگلیوں سے کھانا، لقمہ خوب چبانا آخر میں انگلیاں چاٹنا۔ یہ چار سنتیں ہیں، پہلے دونوں ہاتھ دھونا۔ لقمہ چھوٹا لینا، اپنے سامنے سے کھانا اور اپنے ہم طعام کی طرف کم دیکھنا، یہ چاروں مستحبات یا تنہیہی امور ہیں۔

www

باب ۲۰

نماز جمعہ، نماز عیدین، نماز استسقا
نماز کسوف و خسوف، نماز خوف
نماز میں قصر، نماز جنازہ و دیگر مسائل

۷۷۷۷۷
IMP

نماز جمعہ کی فرضیت کی دلیل باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ﴾
نماز جمعہ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن کی نماز فرض کی ہے، ایک دوسرا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے بلا عذر بین جمعہ ترک کر دیئے اللہ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ جس شخص پر پانچوں نمازیں فرض ہیں اس پر جمعہ بھی فرض ہے بشرطیکہ وہ وطن میں ہو یا وہ ایسے شہر اور ایسی بستی میں مقیم ہو جہاں چالیس مائل و بالغ اور آزاد افراد رہتے ہوں۔ اگر کوئی شخص ایسے گاؤں میں رہتا ہو جہاں چالیس افراد نہ ہوں لیکن اس گاؤں میں نماز جمعہ کی اذان کی آواز دوسری بستی یا شہر سے سنائی دیتی ہو یا شہر ایک فرسنگ (فرسخ) کے فاصلے پر ہو تو ایسی جگہ جمعہ ادا کرنا واجب ہے، بغیر عذر کے جمعہ چھوڑنا جائز نہیں! ہاں عذر کی صورت میں جمعہ کو ترک کرنے اور باقی دوسری نمازوں کی جماعت ترک کرنے میں معذور سمجھا جائے گا مثلاً کوئی شخص بیمار ہو یا شرکت جمعہ کی وجہ سے مال کے ضائع ہو جانے کا ڈر ہو یا کسی عزیز کی موت کا ڈر ہو کہ اس کی عدم موجودگی میں وہ مرا جائے گا یا پیشاب یا پاخانہ کی سخت حاجت ہو یا کھانا موجود ہو اور سخت بھوکا ہو یا حاکم کی طرف سے گرفتاری کا اندیشہ ہو قرض خواہ کا ڈر ہو کہ وہ نہ چھوڑے گا یا یہ ڈر ہو کہ جمعہ کی نماز میں شرکت ہونے پر جو مال مل سکتا ہے وہ نہ مل سکے گا یا نیند کا اس قدر غلبہ ہو کہ نماز جمعہ کا وقت گزر جائے، بارش، کیچڑ یا شدید طوفان مانع ہو۔ (یہ سب کی سب عذر شرعی کی صورتیں ہیں) ۷۷۷۷۷

جمعہ کی رکعتیں
جمعہ کی فرض، دو رکعتیں ہیں جو خطبہ کے بعد امام کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں، اگر جمعہ کی نماز نہ ملے تو چاہے تنہا چاہے جماعت کے ساتھ نماز ظہر (کی چار رکعتیں) پڑھ لے۔

نماز کا وقت زوال سے اول وقت ہے جس میں نماز عید ادا کی جاتی ہے لیکن بعض علماء جمعہ کی نماز کا وقت کا قول ہے کہ جمعہ کی نماز دن کے پانچویں پہر میں ادا کرنا چاہئے، اجماع کا وقت پانچویں ساعت

ہے، انعقاد جمعہ کی شرط یہ ہے کہ جماعت میں ایسے چالیس آدمی موجود ہوں جن پر جمعہ فرض ہے ایک روایت میں تین آدمی بھی آئے ہیں۔

سنت ہے کہ قرأت میں جہر کیا جائے اور سورہ فاتحہ کے بعد سورہ جمعہ اول رکعت میں اور سورہ منافقوں کی دوسری رکعت میں پڑھی جائے۔ کیا جمعہ کی نماز کے لئے حاکم اسلام (خليفة وقت) کی اجازت کی

ضرورت ہے اس کے جواب میں دو اقوال ہیں یعنی مثبت اور منفی۔ شرائط جمعہ میں دو خطبے بھی داخل ہیں۔ جمعہ سے پہلے کوئی سنت (ادا کرنا) لازم نہیں ہے لیکن نماز جمعہ کے بعد کم سے کم دو اور زیادہ سے زیادہ چھ رکعتیں سنت ہیں

اس کو بعض صحابہ کرام نے رسول خدا سے روایت کیا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ سے پہلے بارہ رکعت اور نماز جمعہ کے بعد چھ رکعت پڑھنا مستحب ہے۔

جب منبر کے پاس اذان ہو جائے تو خرید و فروخت بند کر دینا چاہئے اس لئے کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِذَا تَدۡعٰی لِّلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوۡمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْاۤ اِلَیْ ذٰلِکَ ۙ اَللّٰہُ دَرَسَ وَابۡیَعَ (لے ایمان دالو) جب جمعہ کی نماز کے لئے تم کو (اذان سے) پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی جانب جلدی چلو اور خرید و فروخت چھوڑ دو) یہی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اذان تھی۔ (جسلی مسک میں) ہمارے نزدیک جمعہ کے دن یہ اذان واجب ہے اور دوسری نمازوں کے لئے فرض کفایہ ہے۔ منارہ پر چڑھ کر اذان دینے کا حکم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں عام مصلحت کے پیش نظر نیز ان لوگوں کی اطلاع کے لئے جو شہروں سے دور آبادیوں سے باہر بستے تھے

دیا تھا، لیکن یہ پہلی اذان خرید و فروخت کو باطل نہیں کرتی۔

چار رکعت مستحب مستحب ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے ہی اگر وقت میں گنجائش ہو تو چار رکعت پڑھے، ہر رکعت میں پچاس پچاس مرتبہ سورہ اخلاص، سورہ فاتحہ کے بعد پڑھے۔ حضرت ابن عمر سے مروی ہے

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ چار رکعت پڑھے گا اپنا گھر جنت میں اپنی زندگی میں ہی دیکھ لے گا۔ (اس کو زندگی ہی میں جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جائے گا)۔

دو رکعت نماز مسجد میں داخل ہونے کے بعد دو رکعت نماز تہنیت المسجد پڑھے، اس سے قبل بیٹھے جیسا کہ ہم اس سے قبل فضائل جمعہ میں بیان کر چکے ہیں، جامع مسجد میں جانے اور دیگر متعلقات جمعہ اس سے پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

۷۷۷۷

لے احناف کے یہاں اس کا وقت پانچویں پہر سے شروع ہوتا ہے یعنی زوال کے بعد۔

عیدین کی نماز

عیدین (عید الفطر و عید الاضحیٰ) کی نماز فرض کفایہ ہے کسی بستی میں اگر کچھ لوگ پڑھیں اور کچھ نہ پڑھیں تو پڑھنے والوں کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے لیکن اگر بستی کے تمام لوگ اس نماز کے ادا نہ کرنے پر متفق ہو جائیں تو اس صورت میں امام وقت کو ان سے جنگ کرنا چاہیے یہاں تک کہ سب توبہ کر لیں! ۷۷۷۷

عیدین کی نماز کا وقت اول وہ ہے جب آفتاب بلند ہو جائے اور زوال پر وقت نماز ختم ہو جاتا ہے۔ عید الاضحیٰ کی نماز اول وقت پڑھنا مستحب ہے کہ لوگوں کو قربانی کا وقت مل جائے، ہاں عید الفطر کی نماز میں تاخیر کرنا مستحب ہے ۷۷۷۷

عیدین کی نماز کے شرائط یہ ہیں کہ وطن میں ہو، نمازیوں کی مقررہ تعداد (تین یا چالیس یا پچاس) موجود ہو اور نماز جمعہ کی طرح اس نماز کے لئے بھی حاکم اسلام کی طرف سے اجازت ہو۔ امام احمد سے ایک دوسری روایت اس طرح آئی ہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے تمام شرطوں کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔ یہی مذہب امام شافعی کا ہے ۷۷۷۷

عید کی نماز میدان میں پڑھنا مستحب ہے، اولیٰ یہ ہے کہ نماز شہر سے باہر پڑھی جائے، جامع مسجد میں بلا عذر پڑھنا مکروہ ہے، صبح سویرے ہی عید کی نماز کو جانا، عمدہ لباس زیب تن کرنا اور خوشبو لگانا مستحب ہے۔ عید کی نماز میں غریبوں کی شرکت بھی ممنوع نہیں ہے۔ عید گاہ کو پیدل جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا مستحب ہے، اس کی علت ہم عیدین کے فضائل میں بیان کر چکے ہیں۔ عید کی نماز کے لئے "الصلوة جامعہ" کے ذریعہ یا یہ کہ ندا کی جا سکتی ہے کہ "نماز تیار ہے"

عید کی نماز کی دو رکعتیں ہیں پہلی رکعت میں سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ اور اَعُوذُ بِاللّٰهِ کے درمیان سات تکبیریں (مقہ تکبیر تحریمہ) اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہی جائیں اور ہر تکبیر میں ماتحہ اٹھائے جائیں اور اللہ اکبر کہیں اور الحمد للہ کہیں اور سبحان اللہ تبارک و تعالیٰ کہیں جائے۔ پہلی رکعت میں جب تکبیروں سے فارغ ہو جائے تو اَعُوذُ بِاللّٰهِ پڑھ کر سورہ فاتحہ پڑھی جائے اور اس کے بعد سُبْحَانَکَ اِنْسِمُ رَبِّکَ الْاَعْلٰی پڑھے اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد اَنَّا هَلْ اَنَّا لَفْ حَدِیْتُ الْغَاشِیَہ پڑھے، اگر پہلی رکعت میں سورہ ق والقرآن المجید تو دوسری رکعت میں اقْرَأْ بِرَبِّکَ السَّاعَۃ پڑھے، امام احمد سے یہی منقول ہے۔ اگر ان کو نول کے علاوہ اور دوسری سورتیں پڑھے تو وہ بھی جائز ہے ۷۷۷۷

کیا تکبیریں کے بعد اَعُوذُ کے ساتھ سبحانک پڑھے یا تکبیر تحریمہ کے بعد ہی مزید تکبیروں سے پہلے پڑھے؟ جواب ہے کہ یہ دونوں سے حنفی مذہب میں پہلی رکعت میں تعوذ سے پہلے صرف تین تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد کو ع سے پہلے تین تکبیریں ہیں۔ تکبیر میں صرف اللہ اکبر کہا جاتا ہے اس سلسلہ میں اوپر جو کچھ بیان ہوا ہے وہ حنبلی مذہب کے اعتبار سے ہے۔

روایتیں آئی ہیں۔

عید کی نماز سے پہلے اور عید کی نماز کے بعد نوافل نہ پڑھے بلکہ نماز عید پڑھ کر گھر لوٹ آئے
اہل خانہ کی ضروریات کا انتظام کرے اور ان سے محبت و خلوص کے ساتھ پیش آئے، مصائب
و نفقہ میں کٹ دگی کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عید کے ایام گھٹانے پینے اور اہل خانہ کے ساتھ خوشی
اور مسرت کے اظہار کے دن ہیں۔ یہ حکم عید الفطر، عید اضحیٰ اور ایام تشریق کے لئے ہے۔

عید کی نماز مسجد میں اگر عید کی نماز مسجد میں پڑھیں تب بھی جائز ہے البتہ مسجد میں داخل ہونے پر دو رکعت تحیۃ
پڑھے بغیر نہ بیٹھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جب تم مسجد میں داخل ہو تو جب تک
دو رکعت نہ پڑھ لو نہ بیٹھو، یہ حکم عمومی ہے اس میں دونوں عیدیں بھی شامل ہیں، امام احمد نے جو نوافل نہ پڑھنے کی صحت
کی ہے وہ عید گاہ کے لئے مخصوص ہے مسجد کے لئے نہیں ہے۔ چونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو نماز عید سے پہلے نوافل
پڑھتے تھے اور نہ نماز عید کے بعد اور یہی قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کا ہے۔ رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز میدان میں پڑھا کرتے تھے اگر آپ مسجد میں پڑھتے تو "تحتہ المسجد" ترک فرماتے۔
اگر کسی شخص کی نماز عید کسی وجہ سے فوت ہو جائے تو اس کے لئے قضا مستحب ہے، اور اس کو اختیار
نماز عید کی قضا ہے کہ نماز چاشت کی مانند چار رکعت بغیر تکبیرات زائدہ کے پڑھے یا پھر نماز عید کی طرح
دو رکعت تکبیرات زائدہ کے پڑھے! ایسے شخص کو چاہیے کہ اپنے گھر والوں کو اور دوست احباب کو جمع کر کے پڑھے اس میں
بڑا ثواب ہے۔

نماز استسقا

استسقا کی نماز سنت ہے، بارش نہ ہو تو بارش کی دعا کے لئے یہ نماز پڑھی جاتی ہے، یہ نماز امام کے
ساتھ اس طرح ادا کی جائے جیسے عید کی نماز میدان یا عید گاہ میں چاشت کے وقت ادا کی جاتی
کب پڑھی جاتی ہے۔ نماز استسقا کے احکام و احوال اور صفات عید کی نماز کی طرح ہیں۔
مستحب ہے کہ اس نماز کے لئے غسل کر کے پاک و صاف ہو کر جائے صرف خوشبو لگانا مستحب نہیں ہے اس لئے کہ یہ
عاجزی، میکینی اور طلب حاجت کا وقت ہوتا ہے اس لئے پرانے کپڑے پہن کر خضوع و خضوع زاری و مسکینی، شکستہ حالی کے ساتھ
نماز کو جانا مستحب ہے، اس نماز میں بوڑھے، مرد اور عورتیں بچے اور مصیبت زدہ لوگ شریک ہوں۔ مظالم، گناہوں اور حقوق
العباد کے آفات سے صدق دل سے توبہ کریں، لوگوں کے تمام حقوق ادا کریں، ایسا جالی ہوئی چیزیں اور زکوٰۃ، منیتیں اور کفایہ
ادا کریں، خبرات زیادہ کریں، روزے بکثرت رکھیں، از سر نو توبہ کریں اور مرتے دم تک توبہ پر قائم رہنے کا پختہ ارادہ
کریں، صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے اجتناب کریں، خلوت و جلوت میں خدا سے شرم کریں۔ زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ

←

2

45-22200

Le...

←

~~www.Lup~~

خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد قبہ رو ہو کر اپنی چادر اٹھ ڈالے، دائیں کانڈھے والا حصہ بائیں کانڈھے پر اوڑھ لیا۔
 کانڈھے والا حصہ دائیں کانڈھے پر ڈال دے، بالائی کنارے سے اور نیچے کا کنارہ اوپر کو ڈالے تمام لوگ بھی اسی طرح کریں۔
 اور گھر واپس پہنچنے تک چادروں کی ہیئت اسی طرح رہنے دیں۔ گھر پہنچ کر بطور خوش خالی دوسرے کپڑوں کے ساتھ چادروں کو

بھی بدل لیں گویا سب بھیکا ہوا لباس بدل ڈالا یہ نیک شگون ہے اس سے خشک سالی اور امساک باراں دور ہو جاتا ہے
حدیث شریف میں یہی طریقہ منقول ہے۔ عباد بن تیمیمؒ اپنے چچا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لوگوں کو لیکر نماز استسقا کے لئے تشریف لے گئے اور جہری قرأت کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھائی۔ رواۓ
مبارک کو پھیرا اور دعا فرمائی، اللہ تعالیٰ سے بارش طلب فرمائی۔

امام کو چاہیے کہ قبلہ رو ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عامانگی یحییٰ!
اللَّهُمَّ اسْقِنَا عَيْنًا مُّغِيثًا مُّغِيثًا مُّغِيثًا
مُرْنِيَا عِلًّا مَا مُّجَلِّدًا رَبَّ مُّجَلِّدًا
عَا مَا طَبَقًا سَخِيًّا دَائِي سَمَاءَ اللَّهُمَّ
اسْقِنَا الْعَيْثَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْفَاطِنِ
اللَّهُمَّ سَقِيَا رَحْمَةً لَا سَقِيَا عَذَابَ
وَلَا مَحْقٍ وَلَا بَلَاءٍ وَلَا هَدِيمٍ وَلَا غَرْقٍ
اللَّهُمَّ إِنَّكَ بِالْبَلَاءِ وَالْعِبَادِ وَالْخَلْقِ
مِنَ الْأَذَاءِ وَالْبَلَاءِ وَالْجَهْدِ الْفَنَاءِ
مَا لَا تَكْوِي إِلَّا إِلَيْكَ اللَّهُمَّ أَنْبِئْنَا
لَنَا الذَّرْعَ وَأَدِرْ لَنَا الْفَرْعَ وَاسْقِنَا
مِنْ بَرَكَاتِ السَّمَاءِ وَأَنْبِئْنَا مِنْ
بَرَكَاتِ الْأَرْضِ، اللَّهُمَّ أَرْفَعْ عَنَّا
الْجُودَ وَالْجُودَ وَالْعَرِيَّ وَالْكَثِيفَ
عَنَّا مِنَ الْبَلَاءِ مَا لَا يَكْشِفُهُ
عَبْدُكَ اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَسْتَفِيزُنَا
إِنَّكَ كُنْتَ عَفَا مَرَأً قَسَارِ سِيلِ السَّمَاءِ
عَلَيْنَا مَدَامَا لَهَ اللَّهُمَّ إِنَّكَ
أَمَرْنَا بِدُعَاءٍ لَكَ وَوَعَدْنَا
إِحْسَانًا فَتَكَ فَعْدَ دَعْوَانَا كُنَا
أَهْرَاقًا فَاسْتَجِبْ لَنَا كُنَا وَوَعَدْنَا

الہی! ہمارے لئے پانی بھیج جو مصیبت سے نجات دے، اس کا
نتیجہ اور انجام اچھا ہو، خوشگوار ہو وہ سیراب کرنے والا اور
زمین میں اثر کرنے والا ہو، عام طور پر جاری ہونے والا اور
کثرت سے جاری ہونے والا ہو، الہی! ہمارے پاس پانی بھیج ہمیں
پانی سے نا اُمید ہونے والے لوگوں میں سے نہ بنا، الہی! ایسا پانی
ہم کو عطا نہ فرما جو عذاب ہو نہ وہ پانی جو ہماری کھیتوں کو
بہا لے جانے والا ہو اور نہ وہ مصیبت میں ڈالے نہ ہمارے
گھروں کو گرائے نہ انہیں غرق کرے، اے اللہ! شہروں میں
اور تیرے بندوں میں بڑی افسردگی اور بھوک بھلی ہوئی ہے بہت
تنگی اور مصیبت درپیش ہے ان باتوں کا گلہ تجھ ہی سے ہے
اور ہم تیرے سوا کسی کے پاس گلہ نہیں کرتے، الہی! ہماری کھیتی
کو سرسبز کر دے اور ہمارے جانوروں کا دودھ بڑھائے اور
ہم پر آسمان کی برکتیں نازل فرما اور زمین کی برکتوں
سے ہماری فصلیں اگائے، جو نرم اور نہلہائی نظر آتی ہوں
الہی! ہم کو بھوک پیاس کی مشقت اور سختی سے محفوظ رکھ
تیرے سوا اور کوئی نہیں جو ہم کو اس مشقت سے بچائے
الہی! ہم تیری ہی بخشش چاہتے ہیں اس لئے کہ تو ہی بخشنے والا ہے
الہی! ہم پر برسنے والا ابر بھیج اے اللہ! تو نے اپنے حضور میں
ہم کو دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور تو نے وعاقبوں کرنے کا ہم
سے وعدہ کیا ہے، اس لئے تیرے ارشاد کے مطابق ہم نے
تجھ سے دعا کی ہے، پس اب تو اپنے وعدہ کے مطابق اس
کو قبول فرما۔

یا اللہ

ایک قول یہ بھی ہے کہ خطبہ کے دوران قبلہ کی طرف رخ کرے اور قبلہ ردہ کہ خطبہ ختم کرے اس کے بعد دعا کرے لیکن بہتر یہی ہے جو اولاً ذکر کیا جا چکا ہے کہ خطبہ سے فارغ ہو کر قبلہ رخ ہو کر دعا کرے کیونکہ خطبہ میں موعظت و پند تنبیہ اور خوف و تاثیر ہوتا ہے اور یہ مقصود اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ لوگوں کی طرف خطیب کا رخ ہو تاکہ اس کا وعظ کانوں سے لوگوں کے دلوں تک پہنچ سکے۔ قبلہ کی طرف منہ کرنے سے لوگوں کی طرف پشت ہو جاتی ہے جیسا کہ نماز میں امام کی پشت ہوتی ہے (اس طرح خطابت کا مقصود فوت ہو جاتا ہے) www

سورج اور چاند گرہن

اور نماز

نماز گسوف سنت موکدہ ہے۔ گرہن شروع ہونے سے مکمل روشنی کی واپسی تک اس نماز کا وقت ہے یعنی سورج یا چاند جس وقت کوکبت شروع ہوا یعنی دھندلے پن اور گروں کا گھٹاؤ کا آغاز ہو تب سے نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور جب تک حالت بالکل ختم نہ ہو جائے وقت باقی رہتا ہے جب گرہن کا زوال ہو جاتا ہے اس نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ Imp

میں یوں یہ ہے کہ نماز جامع مسجد میں ادا کی جائے اور انام دور رکعت نماز پڑھائے، پہلی رکعت میں نماز کا طریقہ بتا دیا۔ www
تجزیر تحریر کے بعد ثنا اور تعوذ کے بعد سورہ فاتحہ پڑھ کر سورہ بقرہ پڑھے پھر رکوع کرے، رکوع اتنا طویل ہو کہ سو آیتوں کے بقدر سبحان ربی العظیم کی تکرار کرتا ہے پھر صبح اللہ من حمدہ کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے اور سورہ فاتحہ پڑھے اسکے بعد سورہ آل عمران پڑھ کر دوبارہ رکوع کرے جو پہلے سے طوالت میں کم ہو پھر سر اٹھائے اور سجدے میں جائے رکوع کی طرح سجدے بھی اتنے طویل کرے کہ ہر سجدے میں سو آیتوں کے بقدر سبحان ربی الاعلیٰ پڑھے پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے۔ دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھ کر سورہ آل عمران پڑھے پھر پہلی رکعت کی طرح طویل رکوع کرے پھر سر اٹھائے اور سیدھا کھڑا ہو کر سورہ فاتحہ کے بعد سورہ مائدہ پڑھے۔ اگر یہ سورتیں اچھی طرح یاد آئیں ہوں تو ان آیات کے بقدر قرآن مجید کی دوسری سورتیں پڑھے اگر کچھ بھلی نہ پڑھ سکتا ہو تو سورہ اخلاص ہی پڑھے لیکن اتنی مقدار میں کہ مذکورہ سورتوں کی تعداد کے برابر ہو۔ Imp

اول رکعت میں دوسرے قیام کے اندر قرأت اول قرأت سے سب ہوگی اور تیسرے قیام میں (دوسری رکعت کے اندر) قرأت کی مقدار اول قیام کی قرأت سے کم ہوگی۔ اور چوتھے قیام میں قرأت کی مقدار تیسرے قیام کی قرأت سے کم ہوگی۔ اسی طرح ہر تسبیح رکوع و سجدہ کی مقدار ہر قیام www

کی قرأت کی مقدار سے (دو تہائی) کے برابر ہوگی، دوسری رکعت میں رکوع و سجود اور تشہد کے بعد سلام پھیرے اس طرح اس نماز میں چار رکوع اور سجود کرے یعنی ہر رکعت میں دو رکوع ہونگے، لوگ نماز پڑھنے میں مصروف ہوں اور گھر میں کھل جائے تو نماز میں تخفیف کر دینا مستحب ہے لیکن نماز کو منقطع نہیں کرنا چاہیے۔ یہ نماز گھر میں بھی پڑھنا جائز ہے لیکن مسجد میں اس کو پڑھنا افضل ہے۔

نماز کسوف کی دلیل سورج گرہن کی نماز کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نقل فرمائی ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک مرتبہ سورج گرہن ہوا، حضور اقدس عید گاہ کو تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے تکبیر تحریمہ کہی لوگوں نے بھی اتباع کی پھر آپ نے جہری قرأت فرمائی اور طویل قیام کے بعد رکوع کیا۔ پھر سراج اقدس اٹھا کر سبح اللہ لمن حمدہ فرما کر پھر طویل قرأت فرمائی پھر رکوع فرمایا پھر کھڑے ہوئے پھر سجدہ فرمایا پھر سراج اقدس اٹھایا اور پھر سجدہ کیا اور اس کے بعد کھڑے ہو گئے، حضور نے دوسری رکعت بھی اسی طرح ادا فرمائی۔ (اس طرح پوری نماز میں حضور نے چار رکوع اور چار سجدے ادا فرمائے)۔ نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آفتاب ماہتاب اللہ تعالیٰ کی دونشاںیاں ہیں ان میں کسی کے جھینے اور مرنے سے گھن نہیں لگتا۔ جب تم کبھی گھن دیکھو تو گھر کر نماز پڑھنے لگا کر دے۔

نماز خوف

نماز خوف کی شرطیں نماز خوف ان چار شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔ (۱) ایک یہ کہ مقابل دشمن سے جنگ کرنا جائز ہو، چہارم۔ لشکر میں اتنے آدمی ہوں کہ انھیں متفرق کیا جاسکے یعنی کم سے کم چھ، ان آدمیوں کو دو گروہوں میں تقسیم کر کے ایک گروہ کو دشمن کے مقابل رکھتے اور دوسرے گروہ کو امام ایک رکعت پڑھائے جب امام پہلی رکعت سے فارغ ہو کر دوسری رکعت کے لئے اٹھے تو اقتدار کرنے والا گروہ دشمن کے مقابل میں چلا جائے اور امام سے جدائی کی نیت پر نماز تمام کر کے سلام پھیرے اور اب دوسرا گروہ ان کی جگہ لے لے، اور تکبیر تحریمہ کے ساتھ امام کے پیچھے ایک رکعت نماز پڑھے پھر امام پیچھے جائے کہ یہ اس کی دوسری رکعت ہوگی اور مقتدی کھڑے ہو کر اپنی قوت شدہ رکعت پوری کر کے بیٹھ جائیں اب امام کے ساتھ سب سلام پھریں۔ دوسری رکعت میں امام کو قرأت اتنی طویل کرنا چاہیے کہ پہلا گروہ دوسری رکعت پڑھ کر چلا جائے اور دوسرا گروہ آخر تکبیر تحریمہ تک امام کے ساتھ شریک ہو جائے اس دوسرے گروہ کے لئے امام تشہد کو اتنی طویل کرے کہ یہ گروہ اپنی دوسری رکعت پوری کر کے امام کو تشہد میں پالے اور امام کے ساتھ سلام پھیر سکے، اسی طرح اس دوسرے گروہ کو امام کے ساتھ سلام پھرنے کی فضیلت حاصل ہو جائے گی جس طرح پہلے گروہ کو امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہنے کی فضیلت حاصل ہو چکی تھی۔

www

غزوہ بدر کا زمانہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ ذات الرقاع میں صلوٰۃ الخوف اسی طرح ادا فرمائی تھی۔
حضرت سہیل بن خزمیہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام کے ساتھ ایک صف کھڑی
ہو اور دوسری صف دشمن کے سامنے ہو، امام اول صف کو ایک رکعت دو سجدوں کے ساتھ پڑھائے پھر سیدھا کھڑا ہو جائے
یہاں تک کہ مقتدی اپنی دوسری رکعت پوری کر لیں پھر اس صف کی جبکہ دوسری صف آجائے اور یہ اس کی جبکہ چلی جائے دوسری
صف کو بھی امام ایک رکعت دو سجدوں کے ساتھ پڑھائے پھر امام قعود میں اتنی دیر کرے کہ یہ صف (آخر میں آنے والی)۔
اپنی رکعت پوری کرے پھر امام اس صف کو ساتھ لیکر سلام پھیرے۔

اباے امام سے جو قول مروی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گھمسان کی لڑائی اور سخت جنگ کی
امام احمد حنبل کا ارشاد حالات میں نماز میں اتنی دیر کر دینا کہ جنگ کی یہ شدت جاتی رہے اور لڑائی کچھ ٹھنڈی پڑ جائے،
جائز ہے۔

صلوٰۃ خوف کی مذکورہ بالا کیفیت کا تعلق نماز فجر اور ان نمازوں سے ہے جن میں قصر کیا جاتا ہے یعنی ظہر، عصر اور
عشاء اگر مغرب کی نماز ہو تو پہلی دو رکعتیں پہلے گروہ کو پڑھائے اور آخری رکعت دوسرے گروہ کو، ان تینوں رکعتوں میں کمی نہ
کی جائے کیونکہ نماز مغرب میں قصر نہیں ہے۔ مغرب کی نماز میں امام پہلی جماعت کو دو رکعت پڑھائے گا اور دوسرے گروہ کو آخری
(یعنی تیسری) رکعت پڑھائے گا۔

پہلا گروہ اقتداءً امام کو کس وقت ترک کرے کیا اس وقت جب امام شہد اول کے لئے بیٹھے یا اس وقت کرے جب امام
شہد اول سے فارغ ہو کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو یہ دونوں قول آئے ہیں یعنی پہلی صورت بھی اور دوسری صورت بھی۔
اگر سفر نہ ہو بلکہ انسان حضر میں ہو اور صلوٰۃ خوف پڑھنا ہو تو امام دو دو رکعتیں ہر گروہ کو پڑھائے۔ نماز میں قصر
نہ ہوگا، ہر گروہ اپنی بقیہ دو رکعتیں خود بغیر اقتداء کے پوری کرے گا۔ اگر امام چار گروہ جماعت کے کرے ہر گروہ کو ایک ایک رکعت
پڑھائے گا تو امام کی نماز نہیں ہوگی اور تیسرے اور چوتھے گروہ کی پہلے اور دوسرے گروہ کی نماز ہونے یا نہ ہونے کے بارے
میں دو قول ہیں۔

نماز خوف کی ادائیگی کی یہ صورت اس وقت ہے جب کہ دشمن قبلہ کی طرف نہ ہو بلکہ مخالف سمت میں ہو یا قبلہ سے شمال
یا جنوب کی طرف ہو لیکن اگر یہ صورت ہو کہ دشمن قبلہ کی سمت ہو اور ایک فریق دوسرے فریق کو دیکھ رہا ہو یعنی دشمن کا امن
سامنا ہو اور دشمن کے گھات میں بیٹھ جانے کا اندیشہ نہ ہو تو ایسی صورت میں بھی صلوٰۃ خوف پڑھنا جائز ہے۔ افراد کی کثرت
یا قلت کے اعتبار سے امام فوجیوں کی دو یا تین صفیں بنائے، سب لوگ تکبیر تحریمہ ساتھ ساتھ کہیں۔ امام سب کو پہلی رکعت پڑھائے
(یعنی پہلی رکعت میں تمام لوگ شریک ہوں) جب امام سجدے میں جائے تو مقتدیوں کی پہلی صف حفاظت کے لئے کھڑی رہے۔
(سجدے میں نہ جائے) جب باقی صفیں سجدے سے سر اٹھا کر کھڑی ہو جائیں تو پہلی صف سجدے کرے پھر سب صفیں قیام کی
حالت میں آجائیں۔ جب دوسری رکعت کے بعد امام سجدہ کرے تو پہلی رکعت میں جس صف نے امام کے ساتھ سجدہ کیا تھا وہ سجدے

لے غزوہ ذات الرقاع ۳ ہجری میں واقع ہوا تھا۔ (مترجم)

نہ کرے باقی سجدہ کریں اور یہ اُن سب سجدہ کرنے والوں کی حفاظت کرے جب امام تشہد کے لئے بیٹھے تو اس وقت پر حفاظت کرنے والی صف سجدہ کرے اور سجدہ کے بعد امام کے ساتھ تشہد میں شریک ہو جائے اور سب مل کر سلام پھیر دیں۔ غزوہ عسفان میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح نماز ادا فرمائی تھی، بیان کردہ صورت میں اگر پہلی صف دوسری رکعت میں پیچھے ہٹ کر آجائے اور دوسری پہلی صف کی جگہ آجائے تو یہ بھی جائز ہے۔

گھمسان کی جنگ میں صلوة خوف اگر گھمسان کی لڑائی جاری ہو تو اس وقت جس طرح بن پڑے نماز ادا کریں، جماعت بنا کر منفرد طور پر پیدل یا سواری پر جیسے بھی ممکن ہو خواہ رخ کعبہ کی طرف ہو یا پشت ہو، اشارہ سے ادا کرے یا بغیر اشارہ کے۔ نماز شروع کرتے وقت کعبہ کی طرف منہ ہونا ضروری ہے یا نہیں اس سلسلہ میں دو اقوال منقول ہیں۔ جب امن یا دشمن کو شکست ہو جائے تو پچھلی نماز ادا کر لیں۔ سواریوں سے اتر آئیں اور کعبہ کی طرف منہ کر کے پڑھیں، ہاں اگر حالت سکون میں نماز شروع کی تھی پھر جنگ نے شدت پکڑ لی اور پہلی سی خوف کی حالت ہو گئی تو سواریوں پر دوبارہ ہو جائیں اور صلوة خوف پوری کریں خواہ اس وقت شمشیر زنی کی ضرورت ہو یا نیزہ بازی کی یا دشمن کے دباؤ سے (پیچھے ہٹنے کا موقع ہو۔)

صلوة خوف دشمن سے ڈرنے والے کے لئے ہے خواہ وہ دشمن انسان ہو، سیلاب ہو یا کوئی درندہ ہو۔ اسی طرح اگر دشمن پر حملہ کرنا چاہتا ہے یا دشمن کو عنقریب شکست ہونے والی ہے اور یہ خطر ہے کہ نماز میں مشغول ہو جانے سے دشمن زد سے مل جائے گا ہر صورت میں صلوة خوف پڑھی جائے گی۔ اس کے خلاف بھی ایک روایت ہے۔

نمازوں کا قصر

قصر کا حکم چار رکعتوں والی نماز کو قصر کر کے صرف دو رکعتیں ان سورتوں میں پڑھنا جائز ہے (۱) کہ اپنی بستی کی آبادی یا اپنی قوم کے غیموں سے دور نکل جائے۔ (۲) سفر کی طوالت چار منزل ہو (ایک منزل ۴ فرسخ کی ہوتی ہے) ۴ فرسخ یا ۴ میل۔ اس صورت میں آمد و رفت دونوں حالتوں میں قصر کیا جائے گا۔ اگر کسی شہر یا قریہ میں داخل ہو اور وہاں بائیس نمازوں تک اقامت کا ارادہ ہو تو وہ بجائے مسافر کے مقیم سمجھا جائے گا اور پوری نماز پڑھنا ہوگی اگر ۲۱ نمازوں تک ٹھہرنے کی نیت ہے تو قصر و عدم قصر کرنے کے سلسلے میں دو قول ہیں۔ البتہ اس سے کم مدت کے لئے قصر ہی حکم ہے۔ اگر کسی آبادی میں پہنچا اور یہ نہیں معلوم کہ کب تک ٹھہرنا ہوگا، کوئی نیت نہیں ہر روز جانے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن جانا نہیں ہوتا تو قصر کرنا ہوگا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں اٹھارہ دن ایک رات اور ایک روایت کے بموجب پندرہ دن قیام فرمایا لیکن اس مدت میں حضور نے نمازوں کو قصر ہی پڑھا۔

۱۵ اس زمانہ کے ۱۵ میل کے برابر ہیں۔

حضرت عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی تھا، آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ اے شہر والو! تم اپنی چار رکعت پوری کر لو کیونکہ ہم مسافر ہیں، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں بیس دن قیام فرمایا مگر نمازیں قصر ہی ادا فرمائیں۔ یہی صحابہ کرام کا عمل تھا، حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام نے گرام ہرمز میں سات ماہ قیام فرمایا لیکن نمازیں قصر ہی پڑھیں۔

ایک روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے آذربائیجان میں چھ ماہ قیام فرمایا مگر نمازوں میں قصر فرماتے رہے۔ اگر کسی نے سفر کی حالت میں نماز شروع کی پھر وہ مقیم ہو گیا یا مقیم نے اہل کے پیچھے نماز پڑھی یا ایسے شخص کی اقتدا کی جس کے بارے شک تھا کہ وہ مقیم ہے یا مسافر، یا نماز شروع کرتے وقت قصر کی نیت نہیں کی تو ان تمام صورتوں میں وہ نماز پوری پڑھے گا اس کے لئے قصر جائز نہیں ہوگا۔

قضا نماز ادا کرنے والے کو بھی نماز میں قصر جائز نہیں کیونکہ پوری نماز قضا ہوئی ہے، سفر کا اثر صرف وقتی نماز کے ادا کرنے پر پڑے گا۔

اگر قصر کی نیت کے ساتھ نماز شروع ہو پھر دوران صلوٰۃ اقامت (مقیم ہونے) کی نیت کر لی تو نماز پوری پڑھے گا کسی طرح اگر حالت اقامت نماز شروع کی بھی پھر سفر کی نیت کر لی تب بھی نماز پوری پڑھے گا۔ اسی طرح اگر سفر کسی تکمیل یا تفریح کے لئے ہوگا تو نماز پوری پڑھنا ہوگی رخصت سفر سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا، رخصت سفر کا فائدہ اسی وقت اٹھایا جاسکتا ہے جب سفر کسی واجب کو ادا کرنے مثلاً حج، جہاد وغیرہ کے لئے ہو یا کسی امر متباح تجارت، طلب معاش، طلب دیون وغیرہ کے لئے ہو۔ اگر ہم سفر معصیت میں مبتلا ہونے والے کو رخصت سفر کی اجازت دیدیں گے تو گناہ کرنے اور گناہ پر قائم رہنے اور طاعت کی اصلاح نہ کرنے پر اس کی مدد کریں گے، اس طرح اس کی حالت درست نہیں ہوگی اور وہ رب کی اطاعت کی طرف رجوع نہ ہوگا لہذا ہم اس صورت میں اس کی کسی طرح اعانت نہیں کریں گے اور نہ اس کی حوصلہ افزائی کریں گے، ایسے سفر سے اس کو باز رکھنے کی کوشش کریں گے اور اس کا حوصلہ توڑیں گے۔

امام احمدؒ کے نزدیک قصر کرنا پوری نماز پڑھنے سے افضل ہے ویسے پوری نماز بھی جائز ہے، جس طرح مسافر کے لئے دوران سفر روزہ اور افطار دونوں جائز ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اجازت کے خلاف جرات نہ کرنا اور اس کی ہرمانیوں اور غمانیوں سے مستفید ہونا افضل ہے۔ اگر سفر میں پوری نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا خود پسندی، غرور نفس اور خود مہمات کے لئے نہ ہو یا قصر کرنے اور روزہ نہ رکھنے کا باعث فروغی، الظہار، عجز اور تکمیل عبادت سے اپنا قصد و انکسار ہو تو قصر کرنے اور روزہ نہ رکھنے کو زیادہ افضل کہنا مناسب ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب عرض کیا گیا کہ اب حالت امن ہے اب ہم کو قصر نہیں کرنا چاہیے، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ صدقہ اللہ نے اپنے بندوں کو دیا ہے اللہ کے دینے ہوئے صدقہ کو قبول کرو حضور الانے یہ بھی فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ جس طرح قرآن خداوندی کی باندی کو پسند فرماتا ہے اسی طرح خداوند رحمت راجازت کو اختیار کرنا بھی اس کو پسند ہے پس بڑا تعجب ہے اس شخص پر جو سفر میں پوری نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہے اور خداوند رخصت کو ترک کرتا ہے! حالانکہ یوں وہ مختلف کباتو جیسے حرام خوری، مے نوشی، ریشم پوشی، زنا، لواطت اور اصولی بدعتوں میں مبتلا ہے،

حالتِ سفر میں دو نمازوں کو ملا کر پڑھنا

سفر کی حالت میں دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنا جائز ہے جیسے ظہر و عصر کو ملا کر یا مغرب و عشاء کو ملا کر پڑھنا لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ سفر طویل ہو یعنی ۱۶ فرسنگ یا ۵ میل سے زیادہ ہو۔ اس سے کم سفر میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ دو نمازوں کو جمع کرنے کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ نماز کو آخر وقت تک مؤخر کیا جائے اور آنے والی نماز کو اول نماز کے آخری وقت میں ایکھا تھ پڑھا جائے، دوسری صورت یہ کہ اول نماز کو دوسری نماز کے شروع وقت میں پڑھا جائے، دونوں صورتوں میں پہلی صورت افضل ہے اگر کوئی دوسری صورت اختیار کرے تو اسے چاہیے کہ پہلے اول نماز پڑھے پھر دوسری پڑھے۔

نیت کرنا ضروری ہے۔ اول نماز کی تکبیر تحریمہ کے وقت جمع بین الصلواتین (دو نمازوں کو جمع کرنا) کی نیت کرے۔ دونوں نمازوں میں اتنا فضل کرے کہ ان دونوں کے درمیان اقامت بھی جا سکتی ہو، اگر وضو ٹوٹ گیا ہو تو وضو کرے اگر کسی نے دونوں نمازوں کے درمیان سنتیں پڑھ لیں تو ایک روایت کے مطابق جمع کا حکم باطل ہو جائے گا۔ اولیٰ یہ ہے کہ سنتوں کو فرضوں سے فارغ ہونے تک مؤخر کرے (فرضوں سے متاخر ہو کر پڑھے) دونوں فرضوں کے درمیان کسی اور نماز سے فصل پیدا نہ کرے۔ اگر دوسری نماز کے وقت میں پہلی نماز پڑھی ہو تو پہلی نماز میں جمع کی نیت کرنا کافی ہے دوسری نماز کے وقت جمع کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے، جمع کی نیت پہلی نماز کے اول وقت میں کرے خواہ اس وقت کرے جب نیت کرنے کے بقدر وقت باقی ہے۔ (تنگ وقت میں) دونوں میں کوئی فسق نہیں ہے اگر پہلی نماز کا وقت جمع کی نیت کے بغیر نکل گیا تو پھر جمع کی نیت کرنا درست نہیں ہے۔

اگر دوسری نماز کے وقت میں پہلی نماز پڑھی تو اولاً پہلی نماز ادا کرے پھر دوسری پڑھے، یہی ترتیب اس وقت بھی پیش نظر رکھنا ہوگی جب اول نماز کے وقت میں دوسری نماز پڑھ رہا ہو اس وقت دونوں فرضوں کے درمیان سنتیں پڑھنا اور دونوں فرضوں میں فصل کر دینا جائز نہیں لیکن ایک نیت کے اعتبار سے جائز بھی ہے۔ ہمارے علمائے کرام میں ابو بکر قائل ہیں کہ جمع اور قصر کے لئے نیت کی ضرورت نہیں ہے۔ بارش کی وجہ سے مغرب و عشاء کو جمع کرنا جائز ہے لیکن ظہر و عصر کو جمع کرنے کے بارے میں مثبت و منفی دو قول ہیں۔ اسی طرح اگر بارش نہ ہو صرف یکپڑ ہو یا سخت سرد ہو یا میں چل رہی ہوں تو اس کے بارے میں بھی مثبت و منفی دو قول آئے ہیں۔

اگر کسی نے بارش کی بنا پر دو نمازوں کو جمع کیا ہے تو اگر پہلی نماز کے وقت جمع کیا ہے تو پہلی نماز کو شروع اور اس کو ختم کرنے وقت اور دوسری نماز کے شروع کرتے وقت بارش ہونا شرط ہے اور دوسری نماز کے وقت میں جمع کیا ہے اور پہلی نماز کے وقت سے بارش کا سلسلہ جاری ہے تو دوسری نمازوں کا جمع کرنا

نماز کو ادا کرتے وقت بارش جاری ہو یا نہ ہو دونوں برابر ہیں کیونکہ تاخیر تو اول نماز ہی کی تھی اور اس وقت عذر بارش میں موجود تھا۔ اب اگر عذر جاتا رہا تو پہلی نماز کا وقت بھی جاتا رہا اور اس کی تلافی کرنا ممکن نہیں۔ ہاں دوسری نماز وہ اپنے وقت میں پڑھ رہا ہے اس وقت بارش ہو یا نہ ہو دونوں صورتیں یکساں ہیں۔

جمع کا یہ حکم لوگوں کی دشواری کے پیش نظر ہے کہ بارش کے باعث لوگوں کی آمد و رفت مشکل ہے اس کے ساتھ جو نول اور کپڑوں کے زیاں کی بھی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب جو تے تر ہو جائیں تو نماز گھروں ہی پر پڑھ لو۔

بھائے نزدیک مسافر اور مریض کے لئے بھی جمع کا جواز اسی وجہ سے ہے، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کا ذکر ایک ہی جگہ اور ایک ہی کلام میں فرمایا ہے۔ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کی قضا کرے۔

یہ اجازت (قضا) کمزوری کے باعث دی گئی ہے اور مریض کی کمزوری ظاہر ہے ہی حال مسافر کا ہے کہ کبھی آرام سے سواری پر سفر کرتا ہے اور کبھی نہیں۔ جب دولت مند مسافر کو بھی اللہ تعالیٰ نے آرام ملنے کے باوجود قصر و جمع کی اجازت دی تو مریض تو اس سے زیادہ حقदार ہے اور شرعی رخصتوں کا اس کو زیادہ حق پہنچتا ہے۔

نماز جنازہ

مسلمان میت کی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ بھائے نزدیک نماز جنازہ کی امامت کا سب سے زیادہ حقدار میت کا وصی ہے اس کے بعد حاکم اسلام پھر ترتیب دار میت کے عصبات (بدری رشتہ دار) سب سے پہلے سب سے زیادہ قریبی رشتہ رکھنے والا اس کے بعد

بالترتیب بعد والے لوگ (عصبات سے)۔ امام میت اگر مرد کی ہو تو اس کے سینے کے مقابل اور اگر وہ عورت کی میت ہے تو اس کی کمر کے مقابل کھڑا ہو، مقتدیوں کی اگر ایک جماعت ہو تو سب کو برابر رکھے لیکن اگر طرح طرح کے لوگ موجود ہوں تو امام کی جانب وہ لوگ ہوں جو افضل ہیں، امام کی طرف سب کے آگے مردوں کو ہونا چاہیے ان کے پیچھے عورتیں، عورتوں کے پیچھے غلام پھر خواہ سرا اور ان کے پیچھے بچے، ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ بچے غلاموں سے آگے ہوں پھر حال اسی طرح ہر قسم کے لوگوں پر توجہ رکھنا چاہیے اور امام کی جانب کھڑے ہوئے سب سے اول وہی لوگ ہوں جو علم میں دین میں ادرتہ دینی میں افضل ہوں۔

کہا گیا ہے کہ اگر عورت اور مرد کا جنازہ ساتھ ساتھ ہو تو جنازوں کو اس طرح رکھنا چاہیے کہ عورت کی کمر کے مقابل مرد کا سینہ ہو۔ نماز جنازہ کے لئے امام صفوں کو دوسری نمازوں کی طرح دائیں بائیں دیکھ کر سیدھا کرادے۔ امام اول اپنے گناہوں سے استغفار کرے، اپنی قبر، آخرت اور موت کو یاد کرے کہ موت کا پیالہ ہر ایک کو پینا

لے یہ حدیث صحیح ہے بخاری اور مسلم میں موجود ہے۔

ہے اور خیال کرے کہ مجھے بھی ایک دن موت آئے گی اس سے چھٹکارا ممکن نہیں ہے! اس کے بعد حضور قلب پیدا کرے اور شروع
و خضوع کے ساتھ نماز جنازہ پڑھے تاکہ دعا جلد قبول ہو، پھر چار تکبیریں کہے، پہلی تکبیر پر سورہ فاتحہ پڑھے (حضرت ابن عباس رضی
سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا ہم کو حکم دیا تھا) پھر دوسری تکبیر کہہ کر دُودِ
شریف پڑھے، وہ دُودِ جو شہید میں پڑھا جاتا ہے۔ (مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے ۱۸ اصحاب کرام سے جنازہ کی نماز کے بارے میں ریت
کیا ہر ایک نے ہی فرمایا کہ پہلے تکبیر کہو پھر سورہ فاتحہ پڑھو، تکبیر کہو اور دُودِ شریف پڑھو)۔ پھر تیسری تکبیر کہہ کر میت کے لئے
اپنے لئے اور اپنے والدین اور تمام مسلمانوں کے لئے جو دعائیں کو محبوب اور پسند ہو اور جو بختمائے لئے آسان ہو پڑھو، مگر
یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا
وَعَسَائِدِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا
وَذَكِرِنَا وَأُنثَانَا
اللَّهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِتَّا فَاَحْيِهِ
عَلَى الْإِسْلَامِ وَالسُّنَّةِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ
مِتَّا فَتَوَفَّهُ عَلَيْهِمَا إِنَّكَ تَعْلَمُ
مُنْقَلَبَنَا وَمَثْوَانَا وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ اللَّهُمَّ إِنَّهُ عَبْدُكَ
وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمْتِكَ نَزَلَ بِكَ
وَأَنْتَ خَيْرُ مَنْزِلٍ بِهِ وَلَا تَعْلَمُ
الْآخِرَ إِلَّا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ مُعْسِئًا فَجَاوِزْ
بِحَسَنَاتِهِ وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا فَتَجَاوِزْ
عَنْهُ اللَّهُمَّ إِنَّا جِئْنَاكَ شَفِيعًا لَهُ
فَشَفِّعْنَا فِيهِ وَقِهِ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ
وَعَذَابِ النَّارِ وَاعْفُ عَنْهُ وَآكِرْ
مَثْوَاهُ وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ
دَارِهِ وَجَوَارًا خَيْرًا مِنْ جَوَارِهِ وَافْعَلْ ذَلِكَ
بِنَا وَبِجَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ اللَّهُمَّ لَا تُخَيِّرْنَا
أَجْرًا وَلَا تَقْتُلْنَا بَعْدَهُ

الہی! ہمارے زندوں اور مردوں کو بخش دے، ہمارے ان لوگوں کو
جو حاضر ہیں اور جو غائب ہیں بخش دے، ہمارے چھوٹوں کو
اور بڑوں کو اور ہم میں سے مردوں کو اور عورتوں کو بخش دے
اے اللہ! ہم میں سے جسے تو زندہ رکھے اس کو سنت رسول
اور اسلام پر زندہ رکھنا اور جس کو تو مارے (موت دے)
اس کو بھی سنت اور اسلام پر مارنا اس کو اسلام پر موت آئے
تو جانتا ہے کہ ہماری بخشش اور آرام کی جگہ کون سی ہے، گو ہر
ایک چیز پر قادر ہے۔ الہی! تیرا یہ بندہ اور تیرے بندے
کا بیٹا اور تیری بندی (کنیز) کا بیٹا، آب تیری بارگاہ میں
حاضر ہو جائے۔ اور تو ان سب سے بہتر ہے جس کے پاس
کوئی حاضر ہو۔ ہم اس کی نیکی کے سوا کسی چیز سے آگاہ نہیں
ہیں، اے اللہ اگر یہ نیک ہے تو اس کو اچھی جزا دے اور
اے اللہ اگر یہ خطا کار ہے تو اپنی رحمت سے اس کو بخش دے
ہم تیری بارگاہ میں اس کی شفاعت کے لئے حاضر ہوئے
ہیں اس کے حق میں ہماری سفارش قبول فرما اور اس کو قبر کے عذاب
سزا، دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ، اس کے سارے جرم معاف فرما
اس کو اچھی جگہ آرام دے اور جو گھر اس نے چھوٹے ہیں اس سے بہتر گھر
اس کو عطا فرما اور اس کو اچھا ہمسایہ عطا کر، اپنے عطا اور بخشش سے
ہم کو اور تمام مسلمانوں کو سرفراز فرما ہم کو اس کے اجر سے
محروم نہ رکھ اور ہمیں اس کے بعد فتنہ میں مبتلا نہ کر۔

یہ دعا پڑھ کر چوتھی تکبیر کہے اور کہے !

اللَّهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ

فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا اور آخرت میں نیکی عطا کر

اور دوزخ کے عذاب سے بچا

سے ہمارے بعض علماء کا قول ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد کچھ نہ کہے کچھ توقف کر کے پہلے سیدھی طرف کو سلام پھیرے دونوں

طرف کو سلام پھیرنا بھی جائز ہے دونوں طرف سلام پھیرنا امام شافعی کا مذہب ہے، امام احمد رحمہ اللہ کا مذہب یہی ہے کہ صرف

دائیں طرف سلام پھیرے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یعنی حضرت علی ابن ابی طالب، حضرت عبداللہ ابن عباس

حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، حضرت ابو ہریرہ، حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے

بارے میں روایت ہے کہ ان تمام اصحاب نے جنازہ کی نماز میں ایک طرف (دائیں جانب) سلام پھیرا۔ ایک مرغز روایت یہ

بھی آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ کی نماز میں صرف دائیں جانب سلام پھیرا۔

جو دعا اوپر لکھی جا چکی ہے اس کے علاوہ اگر چاہے تو یہ دعا پڑھے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَمَاتَ وَأَحْيَى وَالْحَمْدُ لِلَّهِ
الَّذِي يُخَيِّئُ الْمَوْتَى لَهُ الْعِظَمَةَ وَالْكِبْرِيَاءُ
وَالْمُلْكُ وَالْقُدْرَةُ الشَّاءُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ
عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَتَرَحَّمْتَ وَبَارَكْتَ
عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ
مُجِيدٌ اللَّهُمَّ إِنَّهُ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ
وَابْنُ أَمَتِكَ أَنْتَ خَلَقْتَهُ وَرَزَقْتَهُ وَ
أَنْتَ أَمَتُهُ وَأَنْتَ تَحْيِيهِ وَأَنْتَ تَعْلَمُ
بَسْرَةَ جَنَّتِكَ شَفَعَاءُ لَهُ فَشَفِّعْنَا فِيهِ
اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَجِيرُ بِحَبْلِ جِوَارِكَ لَهُ
إِنَّكَ زَوْدُ فَنَاءٍ وَذِمَّةُ اللَّهِ تَعَالَى مِنْ
فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ
اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَ...

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو ہر ایک کو مارنے والا
اور زندہ کرنے والا ہے، وہی ہے جو مردوں کو زندہ کرے گا
بزرگی اور عظمت اسی کے لئے ہے وہی ملک و قدرت
رکھتا ہے۔ اسی کے لئے تعریف ہے وہی ہر چیز پر قادر ہے
الہی حضرت محمد اور ان کی آل پر درود بھیج جیسا کہ تو نے
برکت پہنچائی اور رحمت فرمائی۔ حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر
بیشک ہی تعریف کیا گیا ہے تو ہی بزرگ ہے۔ الہی! یہ تیرا بندہ
ہے اور تیرے بندے کا بیٹا اور تیری بندی کا بیٹا ہے۔ تو
ہی نے اس کو پیدا کیا، اس کو رزق دیا، تو ہی مائے اور زندہ
کر دیا ہے۔ تو ہی اس کے بھید کو جاننے والا ہے۔ ہم
تیری بارگاہ میں اس کی سفارش کرتے ہیں تو ہماری شفاعت
قبول فرمائے۔ اے اللہ اب تو اس کو اپنے جوار رحمت میں
قبول فرمائے! تو مالک ہے تو ذمہ دار ہے۔ الہی تو اس
کو قبر کے فتنے دوزخ کے عذاب سے بچا، اس کو بخشنے
اس پر رحم فرما، اسے اور اس کے بزرگوں کو معاف کر اور اس
کی آرام گاہ کو بہتر بنا اور اس کی قبر کو فراخ اور کشادہ
کرے۔ اس کو برف کے پانی اور ٹھنڈے پانی سے نہلا

IMP IMP IMP

عَنِ النَّاسِ وَ أَنْزَلَهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ
وَزَوْجَةً خَيْرًا مِنْ زَوْجَتِهِ وَ أَهْلًا خَيْرًا
مِنْ أَهْلِهِ وَ أَذْخَلَهُ الْجَنَّةَ وَ نَجَّيَهُ
مِنَ النَّارِ اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْنِي
إِحْسَانِهِ وَ جَازِكْ بِإِحْسَانِهِ وَإِنْ كَانَ
مُسِيئًا فَتَعْبَا وَ سَاعِنَهُ اللَّهُمَّ إِنَّهُ قَدْ
نَزَلَ بِكَ وَأَنْتَ خَيْرُ مَنْزِلٍ بِهِ وَهُوَ
فَقِيرٌ إِلَى رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ غَنِيٌّ عَنْ
عَنْ أَبِيهِ - اللَّهُمَّ ثَبِّتْ عِنْدَ مَسْئَلَتِهِ
مَنْطِقَتَهُ وَلَا تَتَّبِعْهُ فِي قَبْرِكَ بِمَا لَا
طَاقَةَ لَهُ بِهِ اللَّهُمَّ لَا تُحَرِّمْنَا أَجْرَهُ
وَلَا تَقْتُلْنَا بَعْدَهُ -

دے اور اس کو اسکے گناہوں سے پاک کر دے اس طرح پاک
فرمادے جیسے پانی میلے کھیلے کپڑوں کو صاف کر دیتا ہے
اس کو اچھے گھر میں داخل فرمادے اس کو ایسی حور عنایت کر
جو تمام حوروں سے بہتر ہو۔ اس کو بہشت میں جگہ دے دے
اس کو دوزخ کی آگ سے بچا۔ الہی اگر تیرا یہ بندہ نیک ہے
تو اس کی نیکیوں کو بڑھائے اور اس کو ان کا عوض عطا فرما
اگر یہ بدکار ہے تو اس کو معاف فرمادے۔ الہی یہ تیری جناب
میں حاضر ہوا ہے اور تو ان سب سے بہتر ہے جبکہ پاس کوئی حاضر ہوتا
ہے الہی یہ تیری رحمت کا محتاج ہے اور تو غنی ہے یہ یرغیل کا محتاج ہے
اور تو اس سے بے پروا ہے کہ اس کو عذاب دے۔ الہی جب منکر نیک
سوال کریں تو اس کی تو مدد فرما، اس کو قبر کے عذاب میں گرفتار
نہ کرنا یہ اس عذاب کی طاقت نہیں رکھتا۔ الہی ہم کو اس کے اجر
سے محروم نہ رہیں کہ اگر اس کے بعد ہم کو فتنہ میں نہ ڈال۔

اگر عورت ہو تو اس طرح آغاز کرے اللَّهُمَّ أَمِّتْكَ وَابْنُكَ عَبْدُكَ وَ أَمِّتْكَ ہ یہ پڑھ کر پھر
پوری دعا پڑھے۔

جنازہ کی نماز پڑھانے کا ہمارے امام احمدؒ کے نزدیک سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جس کو میت نے وصیت کی
ہے یعنی میت کا وصی ہو، پھر حاکم اسلام، پھر میت کے عصباء میں سے اہل ولایت یعنی باپ، دادا وغیرہ اس کے بعد بیٹا اور بیٹے
کے پیچھے جو عصباء میں سے زیادہ میت سے قریب ہو بھائی، بھتیجا، چچا، چچا زاد بھائی وغیرہ عورت کے جنازے کی امامت
کا حق شوہر کو پہلے ہے یا اس کے بیٹے کو یہ حق حاصل ہے اس بارے میں مثبت و منفی دونوں قول موجود ہیں۔

صحابہ کرامؓ نے اپنی میت کی نماز پڑھانے کی وصیت فرمائی ہے چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ
عندہ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کے جنازے کی نماز حضرت عمر رضی اللہ عنہ پڑھائیں اور حضرت عمرؓ

نے وصیت فرمائی کہ ان کے جنازہ کی نماز حضرت حبیبؓ پڑھائیں حالانکہ اس وقت آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ
موجود تھے۔ جناب شریحؒ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کی نماز حضرت زید بن ارقمؓ پڑھائیں۔ حضرت میسرہؓ نے اپنی نماز جنازہ
کے لئے حضرت شریحؒ کو وصیت کی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو ہریرہؓ کو اپنی نماز کے لئے وصی بنایا تھا
اسی طرح حضرت ام سلمہؓ نے سعید بن جبیرؓ کو وصیت کی تھی کہ ان کے جنازے کی نماز پڑھائیں۔

میت اگر بچہ کی ہو تو دعا اس طرح پڑھیں۔
لِلَّهِمَّ إِنَّهُ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَ ابْنُ

الہی یہ تیرا ہی بندہ ہے اور تیرے بندہ کا بیٹا ہے اور

أَمَّا أَنْتَ، أَنْتَ خَلَقْتَهُ، وَرَزَقْتَهُ، وَأَنْتَ
أَمَّا أَنْتَ، أَنْتَ مَخْلُوقٌ لِلَّهِ، اجْعَلْهُ بِوَالِدَيْهِ
سَلَفًا وَذُخْرًا وَفَرْطًا وَاجْتِرًا وَتَقِيْلًا
بِهِمْ مَوَازِينَهُمَا وَعِظَمُ بِهِ اجْتِرَهُمَا
وَلَا تُخْرِمْهُمَا وَإِيَّاَهُمَا أَجْرُهُ وَلَا تَقْتِنَا
وَإِيَّاَهُمَا بَعْدَكَ اللَّهُمَّ الْحَقُّهُ
بِصَارِي سَلَفِ الْمَوْتِ مَبْنِيْنٌ فِي كِفَايَةِ
إِبْرَاهِيْمَ وَابْنِ لُؤْلُؤٍ دَامًا خَيْرًا
مِنْ دَائِرَةٍ وَأَهْلًا خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ
وَعَافِيَهُ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ
اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِدَا فَطْرَانَا وَ
أَسْلَافِنَا وَمَنْ سَبَقَنَا —
يَا لَيْتَنَا . اللَّهُمَّ مِنْ أَحْيَايَةِ
مَنَا فَنَا حَيِّهِ عَلَى الْإِسْلَامِ
وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ
عَلَى الْإِيْمَانِ وَاغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ الْأَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْأَمْوَاتِ ه

تیری بندی (کنیز) کا بیٹا ہے، اسے تو نے ہی پیدا کیا۔ اس کو
مذوق عطا کیا، تو ہی مارتا ہے اور تو ہی زندہ کرتا ہے، الٰہی تو
اس کے مانباپ کے لئے اس کو پیش خیمہ بنائے اور ان کے لئے
اس کو اجر کی زیادتی کا باعث بنائے یہ ان کے میزان کے
پتلوں کے بھاری ہونے کا باعث بنجائے، اس کے باعث اس کے
والدین کے اجر کو زیادہ فرمادے ہمیں بھی اس کے اجر سے
محروم نہ رہے اور اس کے بعد ہم کو فتنہ میں نہ ڈال بلکہ
اس سے محفوظ رکھے۔ الٰہی اس کو اپنے نیکو کار اور صالح بندوں
میں شامل فرمائے۔ اس کو حضرت ابراہیم کی کفالت ضمت
میں داخل فرمائے۔ اس کو دنیا کے گھروں سے بہتر گھر عطا
فرما اس کے اہل سے بہتر اس کو اہل عنایت کر، اس کو جہنم
کے عذاب سے بچا۔ الٰہی ہماری اولاد کو، ہمارے بزرگوں کو
جہنم نے ایمان میں ہم سے پہلے اہل کی ان سب کو بخش دے
الٰہی ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھے اس کو اسلام پر زندہ رکھے
اور جس کو تو موت دے اس کو اسلام پر موت دے (مسلمان بننے
کی حالت میں مرے) الٰہی تمام مسلمان مردوں اور عورتوں
کو جو جیتے ہیں یا جو مر گئے ہیں ان سب کو بخش دے۔

جنین کی نماز جنازہ اگر تمام بچہ میں انسانی خدو خال نمایاں ہو گئے تو اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی
لیکن اگر وہ صرف مضغہ گوشت ہے اور کوئی بناوٹ نمایاں نہیں ہے تو یہ اس کو غسل دیا جائے گا اور

یہ اس کی نماز ہوگی صرف دفن کر دیا جائے گا۔ بچہ کو غسل مردوں یا عورتوں دونوں جائز ہیں۔ حضرت ابراہیم فرزند رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات آٹھ ماہ کی عمر میں ہوئی اور ان کو عورتوں نے غسل دیا تھا۔

موت پر لقیں، غسل میت

تکفین اور تدفین

ہر مومن صاحب عقل و فراست کے لئے مستحب ہے کہ وہ موت پر لقیں نہ کھے، اسے کثرت سے یاد کرے اور
موت پر لقیں اس کی تیاری اور ساز و سامان مہیا کرنے کی کوشش کرے، ہر آن و ہر لحظہ کو یہ کرتا ہے اپنے نفس کا مہاسبہ

کرنے اور تمام حقوق اور قرض سے سبکدوش رہے، وصیت نامہ تیار رکھتے، ایسی یقینی بات سے غفلت نہ برتے جس کی حیثیت مخلوق کے لئے عمومی ہے لیکن موت کا آنا اور اس کا پیالہ پینا ضروری ہے۔ موت کی یاد کو مستحب کہنا اس وجہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ موت کی یاد بہت کیا کرو اگر تم اس کو تو انگری کی حالت میں یاد رکھو گے تو عیش پرستی سے منکدر کرے گی اور مفلسی اور تنگدستی کی حالت میں یاد کرو گے تو وہ تنگ دستی کو تمھارے لئے گوارا بنائے گا۔ ۷۷۷

یہ ارشاد گرامی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ "جانتے ہو کہ سب بڑا دانا اور خوشمند شخص کون ہے؟ سب سے زیادہ خوشمند سب سے زیادہ دانا وہ ہے جو موت کو بہت یاد رکھے اور سب بڑا ہوشیار وہ ہے جو موت کی تیاری باوجود کرے یہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کی علامت اور پہچان کیا ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا اس فریب حاذ (دنیا) سے زیادہ دور رہنا اور ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع کرنا۔ ۷۷۷

حضرت لقمان کی نصیحت | حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا تھا، اے فرزند! توبہ کو کل پرمت ٹالنا موت اچانک آجائے گی۔ ۷۷۷

فرمان مصطفوی | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس کے پاس مال ہو اس کے لئے مناسب نہیں کہ دو راتیں بھی ایسی گزاریں جس میں وصیت نامہ لکھا ہو یا پس موجود نہ ہو، ایک روایت میں آیا ہے کہ حساب کے لئے جانے سے پہلے تم اپنا محاسبہ کر لو، میزان عمل پر تولے جانے سے پہلے تم اپنے اعمال کا وزن کر لو، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ "دنیا میں ایسے عمل کر لو گویا تم کو ہمیشہ یہاں رہنا ہے اور آخرت کے لئے عمل کرتے وقت یہ نہ بھولو کہ موت سر پر کھڑی ہے، گویا تم کل ہی مر جاؤ گے۔ ۷۷۷

اس لئے دانشمند کو چاہیے کہ وہ اپنی موت سے قبل ان حقوق سے عہدہ برا ہو جائے جو اس پر لازم ہیں، گن ہوں بکرات حاصل کر لے، قرض ادا کر دے اگر ایسا نہ کرے گا تو قطعی طور پر جان لے اور اچھی طرح سمجھ لے کہ وہ ان حقوق میں گروہ گرفتار نہ ہو گا۔ ان حقوق کے عوض پکڑا جائے گا اور قبر کے عذاب میں مبتلا ہو گا۔ تمام قومیں زائل ہو جائیں گی، تمام تدبیریں بیکار ہو جائیں گی، اس باخفہ ہو گا گھروالے اور پرہیزی چھوڑ جائیں گے اور اس کا چھوڑا ہوا مال اس کے دشمنوں، مردوں، عورتوں اور بچوں کے قبضے میں چلا جائے گا اس بڑے انجام سے نجات دینے والی چیز صرف یہی ہے کہ حقوق کو دنیا میں ادا کر دیا جائے اور ان کی ادائیگی سے عہدہ برا ہو جائے توبہ کرے اور اطاعت میں مصروف رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی مہربانیاں اس پر چھا جائیں۔ وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے جو کچھ چاہے گا بہشت جاوداں میں اس کو جزا عطا فرمادے گا۔ ۷۷۷

مقروض پر عذاب | حضرت سمرہ بن جندب فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، حضور والا نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی، سلام پھیرنے کے بعد حضور نے فرمایا کہ فلاں خاندان کا کوئی یہاں موجود ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا حضور میں حاضر ہوں! حضور نے فرمایا فلاں شخص (یعنی میت)، فرض کی وجہ سے گرفتار ہے۔ حضرت سمرہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا کہ میت کے گھروالے فوراً ہی قرض چکانے لگے اور پھر کوئی قرض خواہ باقی نہیں رہا۔ ۷۷۷

یہی حدیث شریف دوسرے الفاظ میں اس طرح ہے۔

”فلاں شخص جنت کے دروازے پر قرضدار ہونے کی وجہ سے محبوس ہے“ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل صفہ میں سے ایک صاحب کا انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس نے ایک دینار اور ایک درہم ترکہ میں چھوڑا ہے! حضور نے فرمایا ”یہ آگ کے دوداغ ہیں، تم اپنے ساتھی کی نماز پڑھو (میں اس میں شرکت نہیں کروں گا) اس شخص پر کچھ قرض تھا۔“

ایک اور حدیث ہے کہ ایک انصاری کا جنازہ بارگاہ نبوت میں لایا گیا آپ نے فرمایا کیا اس پر قرض ہے؟ عرض کیا گیا جی ہاں؟ یہ سن کر حضور واپس جانے لگے، اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس کے قرض کا میں ضامن ہوں یہ سن کر حضور واپس تشریف لے آئے اور اس کی نماز پڑھی اور ارشاد فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ تمہاری گردن اس طرح آزاد کر دی جس طرح تم نے اپنے مسلمان بھائی کی گردن آزاد کرانی، جو کسی کا قرض چھڑا ہے اللہ قیامت کے دن اس کو ربا کر دے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، قیامت کے دن حقداروں کے حقوق ضرور دیئے جائیں گے یہاں تک کہ منڈی بکری کا حق سینگوں والی بکری سے لیا جائے گا، حضور نے یہ بھی ارشاد فرمایا ظلم کرنے سے گریز کرو، قیامت کے دن ظلم اندھیریاں بن جائے گا، فحش سے پرہیز کرو، اللہ تعالیٰ بے حیائی کو پسند نہیں فرماتا۔ بخل سے بچو اسی بخل نے تم سے پہلے گزرنے والے لوگوں کو برباد کر دیا، اسی بخل نے بخیلوں کو رشتہ داریاں منقطع کرنے کا حکم دیا اور انھوں نے (عزیزوں رشتہ داروں کے، حقوق تلف کئے۔

عیادت

اگر کوئی مومن بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کرنا مستحب ہے، مسلمان بھائی جب اس کی عیادت کو پہنچتا ہے اور اس کے حال کو دیکھتا ہے تو اگر اچھا ہو جانے کی امید ہوتی ہے تو اس کے لئے دعا کرتے

اور کہتا ہے اور اگر مرنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو اس کو توبہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور اس کو آمادہ کرتا ہے کہ وہ اپنا تہائی مال ان غریب رشتہ داروں کو دینے کی وصیت کر جائے جو اس کو شرعاً وارث نہیں ہیں، اگر اس کے اقربا میں کوئی محتاج نہیں ہوتا تو پھر ان لوگوں کے حق میں وصیت کرنے کی ترغیب دیتا ہے جو فقیر و مسکین ہوں، اہل علم ہوں، دیندار ہوں یا ایسے لوگ ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے ان کی روزی کے ذرائع مسدود کر دیئے ہیں اور تقویٰ و پرہیزگاری کے باعث علانی دنیوی سے انھوں نے منہ موڑ لیا ہو۔

منتفی اور متوکل حضرات کے نزدیک چونکہ روزی کے اسباب ظاہری بھی شرکت کا باعث ہوتے ہیں اس لئے وہ سب سے کنارہ کش ہو کر خاص رب العزت کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔

اور رزق کے لئے صرف اسی کی طرف رجوع ہوتے ہیں کیونکہ وہ ہر ظاہری سبب کو ترک سمجھتے ہیں۔ ان کا حال اللہ تعالیٰ سے اس تعلق کی بنا پر سختی کے کمال پر پہنچتا ہے، ان کی توجید بے داغ ہوتی ہے اور مقدر کی جو گدڑی سہمے وہ پاک صاف ہو کر ان کے پاس پہنچ جاتی ہے اس لئے ان کو دنیا میں برے انجام کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور نہ آخرت کی سزا کا، مبارک ہیں وہ لوگ اور بشارت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایسے متوکلین کی خدمت میں کچھ مال پیش کریں اور ان کے ساتھ مہربانیاں کر کے ان کے ساتھ میل جول رکھیں، کسی روز ان کی خدمت کریں، ان کی دعا پر آمین کہیں اور ان کے لئے کلمہ خیر زبان سے نکالیں، لوگوں کو مبارک ہو کہ یہ متوکلین، اہل اللہ (اولیاء اللہ) ہیں، یہ اللہ کے خاص بندے ہیں۔ بادشاہ کے حضور میں بادشاہ کے عمائدین کے بغیر سنا نہیں ہوتی! غور کرو کیا کسی شخص کو شاہی بخشش یا شاہی انعام بادشاہ کے ان مقرروں اور خادموں کے ذریعہ کے علاوہ کسی دوسرے ذریعہ سے مل سکتی ہے! پس اگر کوئی بادشاہ کے ان ساتھی نشینوں سے اور خدمت گاروں سے ملے اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ ان کی خدمت کرے تو ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی بادشاہ کے حضور میں اس کو پیش کر دے اور اس کی پسندیدہ عادتوں اور عمدہ خصائل کا ذکر کرے اور بادشاہ اس کے حسن و اخلاق سے خوش ہو کر اس بندہ کو اپنی نعمتوں اور بخششوں سے نوازے (یہ مثال اہل اللہ یعنی اولیائے کرام کی ہے کہ وہ بارگاہ الہی میں گنہگاروں کو پیش کرتے ہیں)۔

تلقین اگر مریض میں موت کی علامات نمودار ہو جائیں تو گھر والوں کو چاہیے، ان کے لئے مستحب ہے کہ جو شخص مریض کا سب سے بڑا رفیق ہو اور مریض کے طور طریقوں سے واقف ہو اور سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو اس کو اس بات پر متقرر کریں کہ وہ مرنے والے کو خدا کی یاد دلائے اور طاعت الہی کی طرف اس کو راغب کرے اس کے خلق میں پانی یا شربت ٹپکائے اور کھینکی ہوئی روئی سے اس کے لبوں کو تر کرنے کی خدمت انجام دے اور لا الہ الا اللہ کی ایک بار تلقین کرے (زیادہ سے زیادہ تین بار تلقین کی جائے، اس سے زیادہ نہ کریں کہ مرنے والے کی تنگدلی کا باعث ہو، اور اس کو نفرت پیدا ہو جائے اور اس ناگواری کے عالم میں جان نکل جائے)۔

اگر تلقین کے بعد کوئی اور بات کرنی ہو تو دوبارہ تلقین کرنا چاہیے تاکہ آخری کلام کلمہ توحید ہی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو گا وہ جنت میں داخل کیا جائے گا، تلقین بڑی آہستگی، نرمی اور خوش اخلاقی سے کرنا چاہیے مناسب ہے کہ سورہ یسین اس کے پاس پڑھی جائے تاکہ روح نکلنے میں آسانی ہو۔ جب اس کی روح نکل جائے تو اس کو چیت لٹا کر میت کا منہ کعبہ کی طرف کر دیا جائے (اس طرح کہ اگر بٹھایا جاتا تو منہ کعبہ کی طرف ہوتا)۔ میت کی آنکھیں جلد ہی بند کر دینا چاہیے۔

مردہ کے حق میں حضرت شاد بن اوس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم لوگ مرنے کے پاس موجود ہو تو اس کی آنکھیں بند کر دو۔ کیونکہ نظر روح کی پرواز کا پیچھا کرتی ہے اور اچھا کلمہ کہو! آنکھیں بے نور اور بد شکل ہو جاتی ہیں، مرنے کے حق میں کلمہ خیر کہنا چاہیے اس لئے کہ گھر والے جو کچھ اس کے بارے میں کہتے ہیں اس پر آمین ہی جاتی ہے پھر میت کے دونوں جبرٹوں کو دباؤ دے کر بند کر دینا چاہیے ایک نہایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (مرگ) فریب پہنچا تو آپ نے اپنے فرزند حضرت عبداللہ

سے فرمایا کہ جب دیکھو کہ میری جان تالو ایک پہنچ رہی ہے تو تم دائیں مٹھیلی میری پیشانی پر اور بائیں مٹھیلی بھڑی کے نیچے رکھ کر میرا منہ بند کر دینا۔ منہ بند کرنے کے بعد میت کے جوڑوں کو نرم کیا جائے یعنی کلائیوں کو اٹھا کر اس طرح موڑا جائے کہ وہ بازوؤں سے مل جائیں پھر ان کو محمول کیا جائے اس طرح ان میں نرمی پیدا ہو جائے گی، اسی طرح دونوں پنڈلیوں کو رالوں سے ملایا جائے اس کے بعد میت کے کپڑے اتار کر ایک چادر سے پوری میت کو ڈھانپ دیا جائے، اس لئے کہ موت کے باعث میت کا پورا بدن چھپانا واجب ہو جاتا ہے (واجب الستر ہوتا ہے) اسی بنیاد پر اس کے سارے بدن کو کفن سے ڈھانپنا واجب ہے۔ میت کے پیٹ پر تلوار یا آئینہ رکھ دینا چاہیے تاکہ پیٹ زیادہ نہ پھولے، اس عمل کے بعد میت کو غسل کے تحت پر رکھ دینا چاہیے، تخت پر میت کو ٹانگوں کی طرف نیچا رکھنا چاہیے (تختہ سر کی طرف سے کچھ اونچا کر دینا چاہیے) اس عمل کے بعد میت کے قرضوں کو ادا کرنا چاہیے اور اس کی وصیتوں کو پورا کرنا چاہیے تاکہ خداوند عالم کے حضور میں وہ تمام حقوق اور باروں سے بری ہو کر پہنچے۔

میت کا غسل

اس سے فارغ ہونے کے بعد میت کے غسل تجہیز و تکفین اور تدفین میں عجلت کرنا چاہیے، اگر موت اجانب آگئی ہو تو کچھ توقف کرنے میں ہرج نہیں تاکہ موت کا یقین ہو جائے یعنی دونوں پہنچے ایک بائیں، اٹانگیں ڈھیلی پر جگائیں، ناک ہینے لگے، کپٹیاں بیٹھ جائیں اس وقت غسل کی تیاری شروع کر دینا چاہیے۔

میت کا غسل اس سے پہلے غسل میت ہے پیرے اتار کر میت کے جسم کو ناف سے زانو تک ایک کپڑے میں چھپا کر اسے شتر پوش سے نہلانے میں جہاں تک ممکن ہو نہلانے والا مرے کے سر کے مقام سے آنکھیں بند رکھیں۔ مرے کو ایک لمبا چوڑا کرتہ پہنا کر نہلانا اچھا ہے اگر میض تنگ ہو تو جاک کو اور کشادہ کر لیا جائے پھر آسانی اور نرمی کے ساتھ میت کے جوڑوں کو نرم کرے اگر زیادہ سخت ہوں تو ان کو ویسا ہی چھوڑ دے اس لئے کہ اکثر اس عمل سے ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مرے کی ہڈی ٹوڑنا ایسا ہے جیسے زندہ کی ہڈی ٹوڑنا۔ اس کے بعد مرے کو بیٹھنے کے انداز تک جھکائے اور اس کے پیٹ کو آہستہ آہستہ سوتے، تاکہ اندر جو کچھ بخت ہو خارج ہو جائے پھر ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ لے تاکہ اس کے ستر پر ننگا ہاتھ نہ پڑے دوسرے یہ کہ کپڑے سے صفائی اچھی طرح ہو جاتی ہے اسی طرح بدن کے باقی حصہ کو بھی ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر چھونا ہی مستحب ہے۔ اس دوران میں نہلانے والے کے ہاتھوں پر پانی برابر ڈالتے رہنا چاہیے۔ جس پیرے سے استنجا کر رہا تھا اس کو استنجا کے عمل سے فارغ ہونے کے بعد اتار کر دوسرا پاک کپڑا لپیٹ لینا چاہیے۔ اس طرح تین مرتبہ کپڑا بدلا اور ہاتھ دھونا چاہیے پھر میت کو نماز کے وضو کی طرح ترتیب کے ساتھ وضو کرائے خود نیت کرے بسم اللہ کر کے نہلانے والا اپنی دوا انگلیوں کو پانی سے تر کر کے میت کے دانتوں کو ملے، اسی طرح ناک کے سوراخوں میں انگلیوں سے صفائی کرے پھر ناک اور منہ پر پانی

ڈالے لیکن احتیاط رکھے کہ بانی ناک اور منہ کے اندر نہ جائے اس کے بعد وضو کو تمام کرے۔ وضو سے فارغ ہو کر پیری کے پتوں سے جوش دیے پانی (آب سدرہ) سے سر اور درہی کو دھوئے لیکن بالوں میں لگائی نہ کرے پھر سر سے پاؤں تک پانی ڈالے اس کے بعد پہلو بدل کر داہنی جانب کو دھوئے بائیں طرف کو کوٹھے کر بائیں پہلو کو بھی دھوئے، اسی طرح ہر مرتبہ بانی اور پیری کے پتوں والے پانی سے غسل دینے کے بعد سادہ پانی سے غسل دیتا رہے۔ (پیری کے پانی سے غسل دینے کے بعد کھانسی پانی سے غسل دینا ضروری ہے) اگر میل دور کرنے کے لئے اشتنان (گھاس) کی ضرورت ہو تو اس کو استعمال کیا جاسکتا ہے ناخول کے اندر کا میل نکالنے کے لئے خلال پر رونی لپیٹ کر ناخول کے اندر سے اور ناک کان کے سوراخوں سے میل صاف کرے پھر دوبارہ پیٹ کو قدرے اٹھائے اور پیٹ پر ہاتھ پھر کر نجاست نکال دے اور دوبارہ وضو کر دے پھر آخری غسل آب کا فور سے کر کے کسی پاک کپڑے سے بدن پر نیچے دے۔ تم سے تم غسل تین بار اور زیادہ سے زیادہ سات بار ہے اگر تین بار غسل دینے سے لپٹی پوری صفائی نہ ہوئی ہو تو سات بار تک غسل دیا جاسکتا ہے خیال رکھنا چاہئے کہ غسل کا خاتمہ طاق عدد پر کرے (جیسے تین، پانچ یا سات) اگر جسم سے نجاست نکلنا بند نہ ہو تو رونی یا پاک مٹی رکھ کر بند کر دیں۔ بعض علما کا قول ہے کہ اس کو بند کرنے کی حاجت نہیں امام احمدؒ کے نزدیک ایسا عمل مکروہ ہے۔ بعض علما کا قول ہے کہ غسل کے بعد اگر جسم سے کچھ خارج ہو جائے تو غسل کے اعادہ کی حاجت نہیں ہے صرف جائے خروج کو دھو دیا جائے اس کے بعد نماز کے مانند وضو کر دیا جائے اور کفن پہنانے کے لئے تختہ غسل سے لعش کو اٹھا لیا جائے، افضل یہ ہے کہ پہلی بار آب سدرہ (پیری کے پتوں کے جوش دینے ہوئے پانی) سے غسل دیا جائے پھر خالص پانی سے اور آخر میں کا فوری پانی سے۔

مرد کی تکفین اگر میت مرد کی ہے تو تین کپڑے کفن میں دیئے جائیں، کپڑا سفید ہونا چاہئے (رنگین نہ ہو) یہ تین کپڑے صرف چادریں ہوں، سلا ہوا تہبند، قمیض، پانچا بند نہ ہو، اگر کپڑے کا عرض کم ہو تو دو پارٹ کر کے سی دیا جائے (عرض میں سی دیا جائے) میت کے جسم سے کفن لینے سے قبل کپڑوں کو عود اور کافور کے تجارت سے معطر کر لیا جائے لپیٹ کی ہر دو چادروں کے درمیان خوشبو لگائی جائے۔ بعض علما کا قول ہے کہ یہ تین کپڑے کفن میں (اگر مرد ہو لو) دیئے جائیں، بغیر سلی قمیض جس میں تہبند نہ ہو، تہبند اور لپیٹ کی چادریں تین کپڑوں کا کفن دینا افضل ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید سوئی کپڑوں کا کفن دیا گیا تھا، جن میں نہ قمیض تھی نہ عمامہ۔ امام احمدؒ نے اس حدیث کو صحیح مانا ہے اور ایسے مذہب کی بنا اسی حدیث کو بنایا ہے۔

کفن کے کپڑوں سے خوشبو مل دے اور کافور رونی میں رکھ کر دونوں سرخوں کے درمیان رکھ دے اور ادر سے کپڑے کاٹ کر رکھ دے، اعضائے سجدہ یعنی پیشانی، ناک، ہاتھ، زانو اور پیروں پر کافور لگا دے، اسی طرح دونوں کان، زبان، نعل کالوں اور آنکھوں کے بیرونی حلقوں میں بھی کافور لگا دے، آنکھوں کے اندر کافور داخل نہ کرے۔ اگر ان سوراخوں سے کسی چیز کے نکل پڑنے کا ڈر ہو تو ناک کان کے سوراخوں کو رونی اور کافور ان پر رکھ کر بند کر دے۔ اگر سارے جسم پر کافور اور صندل کی خوشبو لگائی جائے تو افضل ہے۔ جناب نافع کی روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ میت کے جبکہ رسول (نخ ران) بفلوں اور

لہ تہبند اندرونی جانب سے یعنی جلد سے متصل ہونا چاہئے۔

کہنیوں پر مشک لگایا کرتے تھے)۔ اس طرح کفن کر میت کو لاکر لپیٹ کی چادروں پر رکھ دیا جائے پہلے بائیں طرف سے دائیں طرف کو لپیٹا جائے پھر دائیں طرف سے بائیں طرف کو لپیٹ دیں۔ دوسری اور تیسری چادر کو بھی اسی طرح لپیٹا جائے لیکن سر کی جانب کا کنارہ زیادہ ہو اور ٹانگوں کی طرف کا کم چھوڑا جائے۔ اگر کنارہ کھل جانے کا اندیشہ ہو تو گرہ لگا کر باندھ دیا جائے قبر میں اتارنے کے بعد بندش کھول دی جائے لیکن کفن کو چاک نہ کیا جائے۔

عورت کا کفن مرد کے خلاف عورت کو پانچ کپڑوں کا کفن دینا چاہیے۔ ایک تہ بند، اوڑھنی، گرتہ اور دو چادریں۔

لیپٹ کی تہ بند پورے بدن پر لپیٹا ہونا چاہیے، ہمارے بعض علماء کے نزدیک یہ بات مستحب ہے کہ پانچویں چادر سے میت کی راس لپیٹ دی جائیں اور ایک چادر لفافہ کے قائم مقام ہے۔ عورت کے سر کے بالوں کو تین لٹیوں میں گوندھ کر پشت کی جانب ڈال جائے۔ میت عورت کی ہو یا مرد کی اس کو ڈھن کی طرح آراستہ کیا جائے، اگر کسی کو مذکورہ بالا مقدار میں کپڑا میسر نہ آئے تو سحالت مجبوری ایک کپڑا ہی کافی ہے یا جس قدر میسر آ سکے۔

محرم کا کفن اگر کوئی حالت احرام میں فوت ہو جائے (حج یا عمرہ میں) تو اس پانی سے جس میں بری کے پتے پڑے ہوں۔ اس کو غسل دیا جائے، خوشبو اس کے پاس نہ لائی جائے اس کے سر اور پاؤں کو ڈھانپنا نہ جائے۔ سلا ہوا کپڑا

اس کو نہ پہنایا جائے اور صرف دو کپڑوں کا کفن دیا جائے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں توقف فرماتے تھے اچانک ایک شخص اونٹنی سے گر پڑا اس کی گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کو پانی اور بری کے پتوں سے غسل دو اور صرف دو کپڑوں کا کفن دو، اس کے سر کو نہ ڈھانکو، کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت میں اسے تبلیہ کہتا ہوا اٹھائے گا۔

مردہ جنین کا غسل ناتمام بچہ اگر چار ماہ سے زیادہ کا ہو تو اس کو غسل دیا جائے اور اس کی نماز بھی پڑھی جائے اور ایسا نام رکھا جائے جو مرد اور عورت دونوں پر صادق آئے۔ بچہ کو غسل مردے یا عورت دونوں میں کوئی فرق نہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کو عورتوں نے غسل دیا تھا، صاحبزادہ کی عمر آٹھ ماہ کی تھی ام عطیہؓ کی بیان کردہ حدیث سے یہ ثابت ہے۔

مرد کو مرد اور عورت کو عورت غسل دے مرد کی میت کو مرد غسل دے اور عورت کی میت کو عورت غسل دے اگر بیوی اپنے شوہر کو غسل دے تو جائز ہے، شوہر اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں ایک مثبت دوسری منفی، ام ولد کا حکم بھی یوں ہی جیسا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا۔

مرد میت کا کفن اور اسے فرض و میل صیت پر مقدم ہے اگر میت کے پاس مال بالکل نہ ہو تو جو شخص اس کے خراج کا کفیل ہو اس پر کفن دینا لازم ہے اگر ایسا شخص موجود نہ ہو تو اس کا کفن بیت المال سے دیا جائے گا۔

عورت کے کفن کا بھی یہی حکم ہے شوہر یا اس کا کفن دینا واجب نہیں۔ میت کے دفن کی خدمت اس شخص کو ہی انجام دینا چاہیے جس نے غسل دیا تھا۔ یہی اولیٰ ہے۔

مردوں کے لئے قبر بقدر متوسط قد آدم گہری کھودی جائے، قبر کا طول تین ہاتھ اور ایک بالشت ہو اور عرض ایک ہاتھ ایک بالشت جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ "لے عمر تمھارا اس وقت کیا ہوگا جب تمھارے لئے تین ہاتھ ایک بالشت لمبی اور ایک ہاتھ

ایک بالشت چوڑی زمین تیار کی جائے گی پھر تمھارے گھر والے تم کو غسل دینگے اور کفن پہنائیں گے اور خوشبو ملیں گے! اس کے بعد اٹھا کر لیجائیں گے اور زمین میں چھپا کر تم پر مٹی ڈال کر تنہا چھوڑ کر واپس آجائیں گے۔

مستحب ہے کہ مردے کو مٹھری کی جانب سے قبر میں اتارا جائے، اگر ایسا کرنا دشوار ہو تو قبر کے پہلو سے یا جس طرف سے زیادہ آسان ہو اتارا جائے، امام احمد سے اسی طرح منقول ہے، عورت کو دفن کر نیکی خدمت بھی عورتیں ہی انجام دیں جس طرح غسل کی خدمت انجام دی تھی، اگر یہ عورتوں کے لئے دشوار ہو میت کے قریبی رشتہ دار یہ کام

انجام دیں یہ بھی ممکن نہ ہو تو غیروں میں سے ضعیف اور بوڑھے لوگ یہ کام انجام دیں، عورت کی قبر کا (میت کو اتارتے وقت) پردہ کرنا مستحب ہے مرد کا نہ کیا جائے۔ روایت ہے کہ حضرت علیؓ ایک جگہ سے گزے وہ لوگ ایک مردے کو دفن کر رہے تھے اور انھوں نے قبر پر پردہ تان لیا تھا حضرت علیؓ نے پردہ کو کھینچ لیا اور فرمایا ایسا تو عورتوں کے لئے کیا جاتا ہے۔

جب مردے کو قبر کے اندر پہنچا دیا جائے تو اس پر تین لب (دونوں ہاتھ ملائے سے جو طرف بنتا ہے اس کو لب کہتے ہیں) مٹی ڈالی جائے حدیث شریف میں اسی طرح آیا ہے اس کے بعد باقی مٹی ڈال دی جائے، قبر کو ایک بالشت اور پانچ رکھاجائے اندھنی پر پانی چھڑک دیا جائے، کچھ سنگ بڑے بھی رکھ دیئے جائیں مٹی سے اس کو گپیٹا گیا جائے۔ قبر پر چلنے سے سفیدی کرنا مکروہ ہے، قبر کو بان کی طرح بنانا مستحب ہے چھٹی قبر مسنون نہیں ہے۔ حضرت صن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک اور آپ کے دونوں رفیقوں (حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ) کے مزارات کو دیکھا ہے وہ کو بان نما ہیں۔

مردے کو دفن کرنے کے بعد تلقین کرنا مسنون ہے۔ حضرت ابو امامہؓ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا "تم میں سے جب کوئی مردے اور اسے قبر میں دفن کر کے مٹی ڈال دی جائے تو تم میں سے کوئی اس

کے سر پرانے کھڑے ہو کر کہے "اے فلاں ابن فلاں! بیشک وہ سنتا ہے جواب نہیں دیتا، پھر کہے اے فلاں ابن فلاں، جب دوسری مرتبہ آواز دے گا تو مردہ اٹھ کر بیٹھ جائے گا۔ پھر تیسری بار بھی اسی طرح مخاطب کرے! اس وقت میت کہتی ہے "اے خدا کے بندے! اللہ تم پر رحمت نازل فرمائے، ہمیں راہ راست دکھاؤ، لیکن تم سن نہیں سکتے۔ پھر تلقین کہنے والا کہے، تو جس کلمہ پر دنیا سے نکلا تھا اس کو یاد کر، تو شہادت دیتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں، اور تو اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے اور قرآن کے امام ہونے پر راضی تھا۔

اس وقت منکر نکیر کہتے ہیں کہ اس کو مدلل اور مکمل جواب بتا دیا گیا ہے ہم اس کے پاس بیٹھ کر کیا کریں۔ کسی شخص نے یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ اگر کسی شخص کی والدہ کا نام معلوم نہ ہو تو کس طرح اس کو پکاریں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو حضرت حواؑ کی طرف منسوب کر دے، تلقین کرنے والا شخص اگر چاہے تو یہ بھی اس میں ضافہ کر سکتا ہے۔

ہے کہ "تو مسلمانوں کے بھائی ہونے اور کعبہ کے قبلہ ہونے پر راضی تھا (یعنی تو نے اس کا بھی اقرار کیا تھا) تو اس اضافہ سے کوئی ہرج نہیں اسی طرح اس تلقین میں دوسرے شعائر اسلام کا ذکر بھی کیا جاسکتا ہے۔

Imp

باب ۲۱

ہفتہ بھر کی نمازیں اور ان کے فضائل

حضرت ابوسلمہؒ نے حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی سے فرمایا جب تم گھر سے نکلو تو دو رکعت نماز پڑھ لیا کرو! یہ رکعتیں تم کو بیرونی اور خارجی آفات سے محفوظ رکھیں گی اور جب گھر میں داخل ہوا کرو تب بھی دو رکعتیں پڑھ لیا کرو! یہ رکعتیں تم کو داخلی اور اندرونی خرابی اور پریشانی سے مامون رکھیں گی۔

ہفتہ بھر میں ان میں پڑھی جانے والی نمازیں

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ جو کوئی وضو کر کے مسجد کی طرف جاتا ہے اور وہاں پہنچ کر نماز پڑھتا ہے تو اس میں ہر قدم پر اس کے لئے ایک نیکی تحریر کی جاتی ہے اور ایک گناہ محو کر دیا جاتا ہے اس کو ہر نیکی کے

فجر کی نماز کے بارے میں ارشاد نبوی

عوض دیا گیا ہے پھر جب وہ نماز پڑھ کر اس وقت لوٹتا ہے جب سورج کے طلوع کا وقت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدن کے ہر ہڈی کے عوض اس کی ایک نیکی تحریر فرمادیتا ہے اور اس طرح وہ ایک حج مقبول کا ثواب لیکر واپس ہوتا ہے اور اگر دوسری نماز پڑھنے تک وہ وہیں مسجد میں مقیم رہے تو اس نشت کا بدلہ اللہ تعالیٰ اس کو دو لاکھ نیکیاں عطا فرماتا ہے اور جو مسلمان عشا کی نماز پڑھتا ہے اس کو بھی یہی کچھ بدلہ عطا فرماتا ہے اور وہ ایک مقبول عمرہ کا ثواب لے کر لوٹتا ہے۔

حضرت عثمانؓ ابن عفان فرماتے ہیں کہ میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص جماعت کے ساتھ عشا کی نماز پڑھتا ہے وہ گویا نصف شب تک نماز پڑھتا ہے اور جو شخص جماعت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتا ہے وہ گویا پوری رات نماز ادا کرتا ہے۔

حضرت عثمانؓ کا ارشاد

ابوصالحؒ حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقوں پر نماز فجر اور نماز عشا سے بڑھ کر کوئی چیز بھاری نہیں تھی، اگر وہ جانتے کہ ان دونوں نمازوں کا کتنا اجر اور ثواب ہے تو یقیناً وہ ستر کے بل گھسٹتے آتے

منافقوں پر نماز فجر اور نماز عشا بھاری تھی

اور میرا ارادہ ہے کہ میں ایسے لوگوں کے گھر میں کو آگ لگوں اور جو ہمارے ساتھ نماز کے لئے گھر میں سے نہیں نکلتے۔
 عطا بن یسار نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص زوال کے بعد چار رکعتیں اچھی طرح قرأت و رکوع و سجود کے ساتھ پڑھتا ہے تو ہزار فرشتے

اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور شام تک اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد کی چار رکعتیں بھی ترک نہیں فرماتے تھے، آپ ان رکعتوں کو طویل فرماتے پڑھتے تھے اور فرماتے تھے اس وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرا کوئی عمل اس

وقت اٹھایا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ کیا یہ چار رکعتیں دو سلاموں سے پڑھی جائیں؟ آپ نے فرمایا نہیں یعنی ایک سلام سے پڑھی جائیں۔ نیز حضور والا نے ارشاد فرمایا "کہ اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے"۔

یکشنبہ کی نماز

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اتوار کے روز چار رکعت نماز پڑھی اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک بار "اھن الرسول" پڑھا اللہ تعالیٰ اس کو ہر رضائی مرد اور عورت کی نیکیوں کے برابر نیکیاں دیتا ہے، نبی کا ثواب مرحمت فرما کہ ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب اس کے اعمال نامہ میں لکھ دیتا ہے، ہر رکعت کے بدلہ اس کو ہزار نمازوں کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ جنت میں ہر حرف کے عوض اس کو مشک از فر سے تعمیر کیا ہوا ایک شہر عطا فرمائے گا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتوار کے دن نماز کی کثرت کر کے اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کیا کرو کیونکہ وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔
 اگر اتوار کے دن ظہر کے فرض اور سنتوں کے بعد کوئی شخص چار رکعت اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ اہم سجدہ اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ تبارک الملک پڑھے اور شہد پڑھے کہ سلام پھیرے پھر کھڑا ہو کر دو رکعتیں اور پڑھے اور ان دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ جمعہ کی قرأت کرے گا اور پھر دعا مانگے گا تو اللہ تعالیٰ پر اس کا حق ہے کہ اس کی حاجت پوری فرمائے اور اس کو عیسائیوں کے دین سے محفوظ رکھے۔

دو شنبہ کی نماز

حضرت ابو الزبیر حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دو شنبہ پیر کے دن آفتاب بلند ہونے کے بعد دو رکعت نماز پڑھی اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک بار آیتہ الکرسی

اور ایک بار سورہ اخلاص اور ایک ایک بار معوذتین پڑھ کر سلام پھیرا پھر دس مرتبہ استغفر اللہ، اور دس بار درود شریف پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دیے گا۔

ثابت نبائی حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص پیر کے دن بارہ رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ آیت الکرسی پڑھے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد بارہ مرتبہ سورہ اخلاص اور بارہ مرتبہ استغفار پڑھے تو قیامت کے دن منادی پکارے گا کہ فلاں کا بیٹا فلاں کہاں ہے؟ وہ اٹھے اور اپنے ثواب اللہ تعالیٰ سے حاصل کرے! اس کو ثواب میں جو چیز پہلے عطا ہوگی وہ ایک ہزار جوڑے اور تاج ہوگا، اس سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ، اس کے استقبال کے لئے ایک ہزار فرشتے موجود ہوں گے۔

شنبہ کی نماز

یزید رفاعی حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص منگل کے دن دس رکعتیں نصف النہار (دوپہر) سے قبل پڑھے گا ایک روایت میں ہے کہ دن چودھے پڑھے گا، اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک بار آیت الکرسی اور تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے گا تو اس کے نذر اعمال میں ستر دن تک کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا اور اس دوران میں اگر وہ فوت ہو جائے گا تو اس کو شہادت کی موت نصیب ہوگی، اور اس کے ستر سال کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

چہار شنبہ کی نماز

ابو ادريس خولانی، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چہار شنبہ کے دن چاشت کے وقت بارہ رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ، آیت الکرسی ایک ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار، معوذتین تین بار پڑھی جائے تو ایسے شخص کو ایک فرشتہ جو عرش کے قریب ہوتا ہے پکار کر کہے گا! اے اللہ کے بندے! میرے پچھلے تمام گناہ معاف کر دینے گئے اب از سر نو عمل شروع کر! اللہ تعالیٰ اس سے عذاب قبر، فشار قبر اور ظلمت قبر کو دور فرما دیتا ہے اور اس سے قیامت کی تمام مصیبتوں کو اٹھالے گا، اس بندہ کا اس دن کا عمل، یہی عمل کی حیثیت سے اٹھایا جائے گا۔

پنج شنبہ کی نماز

حضرت عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو بندہ جمعرات کے دن ظہر و عصر کے درمیان دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک سو مرتبہ آیت الکرسی درود پوری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سو مرتبہ سورہ اخلاص اور نماز کے بعد سو مرتبہ محمد پر درود و سلام بھیجے تو اللہ تعالیٰ اسے رجب

شعبان اور رمضان کے روزوں کے برابر ثواب عطا فرمائے گا علاوہ ازیں اس کو ایک حج کا ثواب بھی ملے گا، اس کے نامہ اعمال میں ان تمام لوگوں کے برابر نیکیاں لکھی جائیں گی جو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اس پر توکل کیا ہے۔

جمعہ کے دن کی نماز

تمام دن عبادت کرنا
علی بن حسینؑ نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپؐ فرمایا کہ جمعہ کا پورا دن عبادت کا ہے جو شخص ایک دو نیزہ آفتاب بلند ہونے پر اچھی طرح وضو کر کے اللہ تعالیٰ کے لئے چاشت کی تسبیح کی دو رکعتیں ثواب کی نیت سے پڑھے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے لئے دو سو نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کی دو سو برائیاں معاف فرما دیتا ہے اور جو بندہ چار رکعت پڑھے اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے چار سو درجہ بلند فرما دیتا ہے جو آٹھ رکعتیں پڑھے اللہ تعالیٰ بہشت میں اس کے آٹھ سو درجے بلند فرما دیتا ہے۔ اور اس کے تمام گناہ معاف فرما دیئے جاتے ہیں۔

جو شخص بارہ رکعتیں پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک ہزار دو سو نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے ایک ہزار دو سو درجے بلند فرما دیتا ہے۔ حضرت ابو صالحؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن صبح کی نماز جماعت سے ادا کی، پھر طلوع آفتاب تک مسجد میں بیٹھا ذکر خدا کرتا رہا اس کو جنت الفردوس میں ستر درجے نصیب ہوں گے، ہر دو درجوں کا درمیانی فاصلہ تیز دو گھوڑے کی ستر سالہ قطع مسافت کے برابر ہوگا اور جس نے جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اس کو جنت الفردوس میں پانچ سو منزلیں عطا ہوں گی۔ ہر دو منزلوں کا درمیانی فاصلہ تیز دو گھوڑے کی پچاس سالہ مسافت کے بقدر ہوگا اور جس نے عصر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی گویا اس نے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سے آٹھ غلاموں کو آزاد کرنے کا ثواب حاصل کیا، اور جس نے مغرب کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اس نے گویا ایک مقبول حج اور عمرہ کا ثواب حاصل کیا!

ظہر و عصر کے مابین
جو شخص جمعہ کے دن ظہر و عصر کے درمیان دو رکعت نماز پڑھے اور اول رکعت میں سورہ فاتحہ دو رکعت پڑھتا
ایک بار، آیت الکرسی ایک بار اور قل أعوذ برب الفلق پچیس بار پڑھے اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار، سورہ اخلاص ایک مرتبہ اور قل أعوذ برب الفلق بیس مرتبہ پڑھے، اس کے بعد سلام پھیر کر پانچ بار لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھے تو ایسے شخص کو اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک جنت میں اپنا مقام نہیں دیکھ لیگا اور اللہ تعالیٰ کا خواب میں دیدار نہیں کرے گا۔

روایت ہے کہ ایک عربی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! ہم شہر سے دور صحرا میں آباد ہیں اور جمعہ کو آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتے! لہذا آپ مجھے ایسا عمل بتادیں کہ جب میں اپنی قوم

میں واپس جاؤں تو ان کو جمعہ کی قائم مقام کوئی چیز تباہ سکوں، حضورؐ نے ارشاد فرمایا اے اعرابی! جمعہ کا دن ہو تو دن چڑھنے کے بعد تم دو رکعتیں اس طرح ادا کر لیا کرو کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور قل أعوذ برب الفلق اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور قل أعوذ برب الناس پڑھو پھر نماز پوری کر کے سلام پھیر دو اس کے بعد بیٹھے بیٹھے سات بار آیتہ الکرسی پڑھو اس سے فارغ ہو کر پھر آٹھ رکعتیں چار چار کر کے اس طرح ادا کرو کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورہ منصر ایک ایک بار اور سورہ اخلاص پچیس مرتبہ پڑھو پھر اپنی نماز پوری کر لو اس کے بعد ستر مرتبہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم پڑھو اس کے بعد آپؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے جو کوئی مومن یا مومنہ اس نماز کو اس طریقہ پر پڑھ لیا جو میں نے بتایا ہے میں جنت میں اس کا ضامن ہو جاؤں گا اور وہ اپنے مقام سے اٹھنے نہ پائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے والدین کو بخش دیگا۔ (بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں) اور عرش کے نیچے سے منادی ندا دے گا کہ اے خدا کے بندے! اب تو از سر نو عمل شروع کر دے (پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے) اس نماز کی اور بہت سی فضیلتیں ہیں ان سب کا بیان طوالت کا موجب ہو گا۔ ہم نے مذکورہ نماز کے دوسرے مسائل بھی بیان کئے ہیں جو جمعہ کے دن بارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی جانے والی نماز میں مذکور ہیں جو چاہے اس نماز کو پڑھے!!

شبہ کی نماز

حضرت سعیدؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی ہفتہ کے دن چار رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد تین بار قل یا اہھا الکافرین پڑھے اور سلام پھیر کر آیتہ الکرسی پڑھے اللہ تعالیٰ ہر حرف کے عوض ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب دے گا اور اس کے اعمال نامہ میں ایک سال کے روزوں اور رات کے قیام کا ثواب درج کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو ہر حرف کے بدلے ایک شہید کا ثواب عطا فرمائے گا، وہ شخص عرش کے سایہ میں شہیدوں اور نبیوں کی صفوں میں موجود ہو گا۔

ہفتہ کی راتوں کی نمازیں

شب بکشبہ کی نماز

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو بندہ انوار کی شب میں بیس رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ بقرہ ایک ایک بار اور اللہ تعالیٰ سے سو بار استغفار کرے اپنے نفس اور والدین کے لئے سو بار استغفار کرے اور محمدؐ پر سو بار درود بھیجے اور اپنے عجز کا اظہار کرے اور اللہ تعالیٰ کی قوت و

قدرت کے سامنے جھک جائے اور یہ پڑھے: *Imp*

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ أَدَمَ مَخْلُوقَ
اللَّهِ وَفِي طَوْرِهِ وَأَبْرَاهِيمَ خَلِيلَ اللَّهِ وَحَبْلَ مُوسَى كَلِيمِ اللَّهِ
تَعَالَى وَعِيسَى رُوحَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَحَمْدُهُ حَبِيبِ اللَّهِ عَنْ حَبْلِهِ

تو ایسے شخص کا حشر قیامت کے دن امن پانے والوں کے
ساتھ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے کرم کے ذمہ ہوگا کہ وہ
اس کو جنت میں انبیاء کے ساتھ داخل فرما دے۔

شب دوشنبہ کی نماز

اعمال نے حضرت انس کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دوشنبہ کی
نماز حاجت

شب میں چار رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار سورہ اخلاص دس بار پڑھے
اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ اخلاص بیس بار پڑھے تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ
اخلاص تیس بار پڑھے اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ اخلاص چالیس بار پڑھے پھر تہنید پڑھے کہ سلام پھیرے
اور سلام کے بعد ۵۷ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے اور اپنے والدین کے لئے ۵۷ بار استغفار کرے پھر منہ پر ۵۷ بار
دُود پھینکے اور اس کے بعد اپنی حاجت طلب کرے تو خدا بخیر ہو جائے کہ اس کا سوال پورا کرے اس نماز کو نماز حاجت کہا جاتا ہے۔

حضرت ابوامامہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص شب دوشنبہ کو دو رکعت اس طرح پڑھے
کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد پندرہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے پھر نماز پوری کرے سلام پھیرے اور اس کے بعد پندرہ مرتبہ
آیتہ الکرسی اور پندرہ مرتبہ استغفار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کا نام جنتی لوگوں میں مقرر فرما دیتا ہے خواہ وہ اہل دنیا
سے کیوں نہ ہو اور اس کے تمام ظاہری گناہ بخش دے گا اس کو ہر آیت کے بدلہ حج وغیرہ کا ثواب عطا فرمائے گا اور اگر دوسرے

دوشنبہ کے درمیان وہ فوت ہو گیا تو اس کو شہید کا درجہ ملے گا۔ *Imp*

شب سہ شنبہ کی نماز

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی سہ شنبہ کی شب میں دس رکعت نماز
پڑھے اور رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ نصر پانچ بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں ایک ایسا گھر عطا
فرمائے گا جو طول و عرض کے اعتبار سے دنیا سے سات گنا بڑا ہوگا۔ *Imp*

شب چہار شنبہ کی نماز

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بدھ کی رات میں دو رکعت نماز اس طرح پڑھو کہ سورہ فاتحہ کے بعد
دس بار سورہ فلق پہلی رکعت میں اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد دس بار سورہ الناس، تو ہر آسمان سے
ستتر ہزار فرشتے اتر کر آتے ہیں اور اس نماز کے لئے قیامت تک ثواب کہتے رہتے ہیں۔ *Imp*

شبِ پختنبہ کی نماز

البوصالح نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ جمعہ کی رات میں مغرب و عشاء کے درمیان دو رکعتیں اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد پانچ بار آیتہ الکرسی پانچ بار سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھے پھر نماز سے فارغ ہو کر سترہ بار استغفر اللہ پڑھے کہ اس کا ثواب اپنے والدین کو پہنچائے تو گویا اس نے والدین کا حق ادا کر دیا۔ اگرچہ وہ اپنے والدین کا فرمان اور عاقبت کو وہ بیٹا ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کو صدیقین اور تہجد کا درجہ عطا فرمائے گا۔

شبِ جمعہ کی نماز

حضرت جابر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے شبِ جمعہ میں مغرب و عشاء کے درمیان بارہ رکعت اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد دس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی گویا اس نے بارہ سال تک ن کے رونے رکھے اور رات کی عبادت کی لیلۃ القدر کی عبادت کا ثواب لکھن بن سلم نے حضرت انس بن مالک کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی عشاء کی نماز جمعہ کی شب میں باجماعت ادا کرے اور اس کے بعد وہ شخص فوراً رکعت سنت ادا کرنے اور اس کے بعد دس رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور معوذتین اور سورہ اخلاص ایک ایک بار پڑھے، پھر تین رکعت وتر ادا کرے اپنی داہنی گھٹ پر سوجائے اور منہ قبلہ کی طرف رکھے تو اس کا اجر یہ ہے کہ گویا اس نے تمام شب تدر عبادت میں بسر کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جمعہ کی عظیم الشان رات اور تابناک دن میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو!!

شبِ شنبہ کی نماز

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو بندہ ہفتہ کی شب میں مغرب اور عشاء کے مابین بارہ رکعت نماز نوافل ادا کرے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے ایک قصر بنا دے گا (عطا فرمائے گا) گویا اس نے ہر مومن اور مومنہ کے حق میں صدقہ ادا کیا اور یہودیت سے بیزاری کا اظہار کیا اور پھر خداوند تعالیٰ کے کرم کے ذمہ ہے کہ اسے بخش دے۔

نفلوں کی ادائیگی

توبہ کے بیان میں ہم مفصلاً یہ کہہ چکے ہیں کہ فرائض اور سنن کی ادائیگی کے بعد نفل نمازوں، روزوں اور صدقات

ادا کرنے کی طرف توجہ کی جائے، فرائض و سنن کو ادا کئے بغیر ان عبادات نافلہ میں مشغول نہ ہو اگر ان فرائض کی تکمیل نہیں ہو سکا ہے تو مذکورہ دن رات کے نوافل میں مختلف النوع فرائض ہی کی قضا کی نیت کرے تاکہ فرائض اس سے ساقط ہو جائیں
 رنفل فرائض کی کمی کو پورا کر دیتے ہیں (اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کے لئے زیادہ سے زیادہ اجر جمع کر دے گا جب وہ ان تمام فرائض کی ادائیگی سے سبکدوش ہو جائے تو پھر مذکورہ اوقات میں نوافل کی نیت کی جائے۔

صلوۃ التَّسْبِيح اور اس کی فضیلت

ابو نصر نے بالاسناد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عم محترم حضرت عباسؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے چچا! کیا میں تم کو ایسی سن گناہوں کو معاف کر دیتی ہے؟
 باتیں بتا دوں کہ اگر تم ان پر عمل پیرا ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے پچھلے، نئے پرانے سب گناہ خواہ وہ بالارادہ ہوں یا بغیر ارادہ، صغیرہ ہوں یا کبیرہ، پوشیدہ ہوں یا ظاہر سب کے سب معاف فرمادے، اور وہ دس باتیں یہ ہیں کہ تم چار رکعت نماز پڑھو، جس کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور جو سورہ یاد ہو پڑھو، پہلی رکعت میں تینا کے بعد ۱۰ بار اور ثنات کے بعد ۱۰ بار۔ یہ پڑھو: سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ پھر رکوع میں اسی تسبیح کو دس مرتبہ پڑھو پھر رکوع سے سر اٹھا کر اور قون میں اس تسبیح کو دس بار پڑھو پھر سجدہ میں دس بار یہی تسبیح پڑھو پہلے سجدہ کے بعد جب کہ میں بیٹھوں تو یہی تسبیح دس بار پڑھو! اس طرح ہر رکعت میں پچھتر دفعہ یہ تسبیح ہوگی اسی طرح تم چار رکعتوں میں یہ تسبیح پڑھو! اب اگر تم کو قدرت ہے تو یہ نماز روزانہ پڑھو، درنہ ہر جمعہ کو پڑھ لیا کرو اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک مرتبہ پڑھ لو اور یہ بھی نہ ہو سکے تو تمام عمر میں ایک بار پڑھ لو۔
 دوسری حدیث میں ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ، اور اسکے ساتھ سورہ اعلیٰ، دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ زلزال پڑھیں، تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ کافرون اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھی جائے۔

ابو نصر نے اپنے والد کی سند کے ساتھ ہم سے جو حدیث بیان کی ہے اس میں خطاب حضرت ابو جعفرین ابو طالب سے فرمایا ہے اور اس طرح آخر تک بتایا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث عمر بن العاص سے مخاطب ہو کر فرمائی لیکن اس حدیث میں حالت قیام میں دس تسبیحیں مزید بتائی گئی ہیں (یعنی ۲۵ بار) اس کے علاوہ اور کسی حدیث میں تسبیح پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ یہ سب تین سو تسبیحیں ہیں یعنی چاروں کعتوں کی تسبیحات تین سو ہیں۔
 تین سو تسبیحیں ایک روایت میں ان تمام تسبیحوں کی تعداد ایک ہزار دو سو ہے، اس تسبیح کے چار جملے ہیں
 سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر، اگر ان چار کو تین سے ضرب میں آٹھ سو بنتے ہیں اس
 طرح تین سو بار پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔

نماز کو جمعہ کے دن دو مرتبہ پڑھنا، ایک مرتبہ دن میں اور ایک مرتبہ رات میں مستحب ہے۔

نماز استخارہ

اس کی دعائیں

استخارہ کی تعلیم اہل کرام کے لئے استخارہ کی تعلیم ہم کو اس طرح دی جس طرح آپ نے قرآن کی سورتوں کی تعلیم
 دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تمہیں کوئی کام درپیش ہو یا سفر کا ارادہ ہو تو دو رکعت نماز افضل
 پڑھ کر یہ دعا پڑھو:

الہی! میں تجھ سے تیرے علم کے ذریعہ خیر کی درخواست
 کرتا ہوں اور تیری قدرت تیری مدد اور تیری استقامت
 چاہتا ہوں میں قادر نہیں ہوں صاحب قدرت تو ہے میں
 نادان ہوں اور تو دانایہ۔ الہی! غیب کا علم تجھ ہی کو ہے۔
 الہی! تو ہی جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین، میری دنیا، میری
 آخرت اور میرے انجام میں بہتر ہے۔ جلدی یا دیر میں
 فائدہ دینے والی ہی جو چیز میرے حق میں بہتر ہو اور میرے
 لئے فائدہ بخش ہو وہ میرے لئے مقدر اور آسان کر اس
 میں مجھے برکت دے اور اگر ایسی نہ ہو تو مجھ سے دور رکھ اور
 جس جگہ میں ہوں ہاں میرے لئے نیکی اور آسان کرے جب
 تک میں دنیا میں ہوں مجھے اپنے حکم سے خوشنود کر تو ارحم الراحمین ہے

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاسْتَقْدِرُكَ
 بِقُدْرَتِكَ وَاسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ
 فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا
 اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ
 اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا اَمْرٌ
 (مطلب کا نام لیا جائے) خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ دُنْیَایِ
 وَ اٰخِرَتِیْ وَ عَاقِبَتِیْ وَ عَاجِلِیْهِ فَاقْدِرْهُ
 لِیْ وَ یَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِلَّا
 فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَ یَسِّرْ لِیْ الْخَیْرَ حَیْثُ
 كَانَ مَا كُنْتُ وَاَرْضِنِیْ بِقَضَائِكَ یَا
 اَرْحَمَ الرَّحِیْمِ

سفر تجارت حج و زیارت کیلئے استخارہ
 اگر کوئی شخص کسی سفر یا کسی تجارت کے عزم یا حج و زیارت کا عزم رکھتا ہو تو اپنی
 دعائے استخارہ میں ان الفاظ کو اور پڑھائے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْفُرُجَ فِي وَجْهِهِ هَذَا
بِلَا ثِقَةٍ مِنِّي بِخَيْرِكَ وَلَا رَجَاءَ إِلَّا
بِكَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا تَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَلَا حِيلَ إِلَّا
إِلَيْهَا إِلَّا طَلَبَ فَضْلِكَ وَالتَّعَرُّضَ
لِعَمْرُودِكَ وَرَحْمَتِكَ وَالسَّكُونِ إِلَى حُسْنِ
عِبَادَتِكَ وَأَنْتَ أَعْلَمُ قَدْ سَبَقَ
لِي فِي وَجْهِهِ هَذَا مِمَّا أُحِبُّ وَ
أَكْرَهُ، اللَّهُمَّ فَاصْرِفْ عَنِّي
بِقُدْرَتِكَ مَمَادٍ يُرْكِلُ كُلَّ بَلَاءٍ
وَنَفْسٍ عَنِّي كُلَّ كَذِبٍ وَرَاءٍ وَابْسُطْ
عَلَيَّ كَفْأً مِنْ رَحْمَتِكَ وَ لُطْفًا
مِنْ عَوْنِكَ وَ حِزْرًا مِنْ حِفْظِكَ
وَجَمِيعَ مَعَافَاتِكَ ۝

اے اللہ! میں اس طرف اپنے مقصد کے لئے جانا چاہتا ہوں
تیرے سوا میرا اور کوئی سہارا نہیں، اور نہ تیری ذات کے
سوا کسی اور سے امید ہے نہ ہی قوت ہے کہ اس پر توکل کروں
اور نہ ہی تیرے سوا کوئی اور چارہ ہے کہ اس کی بناء حاصل
کروں مگر میں تیرے فضل کا طلبگار ہوں، تجھ سے تیری رحمت
اور نیکیوں کا خواستگار ہوں، میں تیری عبادت پر سکون
طریقے پر کرنا چاہتا ہوں، اے اللہ تو میرے اس راستے
کی راحتوں اور کفایتوں کو پہلے سے خوب جانتا ہے، اے
اللہ تو اپنی قدرت سے مجھ پر آئی ہوئی ہر بلا کو ٹال دے
اور ہر سختی کو مجھ پر آسان کر دے اور بیماری کو دور
فرمادے اور مجھے اپنی رحمت کی چادر سے ڈھانپ لے
اور مجھ پر اپنی مدد سے گرم فرما، مجھ کو اپنی حفاظت اور
پوری طرح سے عافیت میں رکھ۔

یہ دعا پڑھ کر سامان سفر اٹھائے، سفر شروع کر دے اور یہ پڑھے: اے اللہ!

يَا رَبِّ قَضَاؤُكَ عَلَيَّ حَقِيقَةٌ أَحْسَنُ
أَمَلِي وَأَرْفَعُ عَنِّي مَا أَخْذَرُ مِمَّا أَنْتَ
أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي وَاجْعَلْ ذَلِكَ خَيْرًا لِي
فِي دِينِي وَآخِرَتِي أَسْأَلُكَ يَا رَبِّ أَنْ
تُخَلِّقَ لِي فِيهَا خَلْقًا وَرَأْيِي مِنْ أَهْلِي وَ
وَلَدِي وَفَرَاغِي يَا أَحْسَنَ مَا خَلَقْتَ بِهِ غَايِبًا
مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَحْصِينِ كُلِّ عَوْرَةٍ وَحِفْظِ
مِنْ كُلِّ مُضَرَّةٍ وَكِفَايَةٍ كُلِّ مُهِتَمٍ وَ
صَرْفِ كُلِّ مَكْرُوءٍ وَكَمَالِ مَا تَجَمُّعُ لِي
بِهِ مِنَ الرِّضَاءِ وَالشُّرُوفِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
وَأَرْزُقْنِي فِي ذَلِكَ كُلِّهِ شُكْرَكَ وَذِكْرَكَ وَ
حُسْنَ عِبَادَتِكَ حَتَّى تَرْضَى عَنِّي وَتُدْخِلَنِي جَنَّاتِكَ
بِرَحْمَتِكَ بَعْدَ الرِّضَى يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ۝

اے الہی! تیرا فیصلہ مجھ پر برحق ہے، میری امید کو نیک بنا اور
جس چیز سے میں ڈرتا ہوں اس سے مجھے بچا جس کو تو مجھ
سے زیادہ جانتا ہے اور اس سفر کو میرے لئے دین
اور آخرت کی بھگائی بنا دے۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال
کرتا ہوں کہ تو نگران بن جا میرے ان اہل و عیال کا اور
ان عزیزوں کا جن کو میں پیچھے چھوڑ آیا ہوں جس طرح تو
تمام مومنین کے گھروں کی حفاظت فرماتا ہے اور ان کو ہر
مضرت سے بچاتا ہے ان سے ہر تکلیف کو دور کرتا ہے ہر
رنج و غم کو رفع کرتا ہے، دنیا اور آخرت میں اپنی رضا اور
خوشنودی سے میری دلجوئی فرما اپنی یاد اور اپنا شکر نصیب
مجھے تو فیق عطا کر اپنی عبادت اور نیکی سکھا، مجھ سے ہمتی
ہو اور مجھے بہشت میں داخل کر، تو تمام رحم کرنے والوں
سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

مسافر کو دوران سفر میں یہ دعا بکثرت پڑھنا چاہیے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دعا کو بکثرت پڑھا کرتے تھے تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے مجھے پیدا کیا جب کہ میں کچھ بھی تو نہ تھا۔ اے اللہ دنیا کی پریشانیوں، زمانے کی صعوبتوں اور رات دن کی مشکلوں میں میری مدد فرما اور مجھ کو ظالموں کے شر سے بچا، الہی تو سفر میں میرا ساتھ دے اور میرے گھر والوں کے لئے نیکو راں بن جا، میری روزی میں برکت عطا فرما مجھے اپنی آنکھوں میں تو ذلیل رکھ لیکن لوگوں کی نگاہوں میں عزت دے، مجھے صحت مند رکھ، میرے اعضاء درست رکھ اور اے میرے رب مجھے اپنا دوست بنا، میں تیری اس شان والی ذات کی پناہ چاہتا ہوں جس نے تمام آسمان روشن کئے اور جس سے تمام تاریکیاں چھٹ گئی ہیں اور جس روشنی سے گزشتہ اور آئندہ آنے والوں کے کام سدھ گئے ہیں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں کہ تو مجھ پر اپنا غضب نازل نہ فرما اور ناراضگی کا اظہار نہ فرما۔ الہی میں تیری جانب بقدر اپنی طاقت و استطاعت کے رجوع ہوتا ہوں۔ اور نہیں ہے کوئی طاقت اور قوت سوائے اللہ کے، الہی میں پناہ چاہتا ہوں تیرے ذریعہ سفر کی مشقت اور ناکام واپس آنے سے اور فراخی و آسودگی کے بعد تنگی سے اور مظلوم کی بددعا سے، اے اللہ ہمیں راستہ طے کرا دے اور ہم پر اس سفر کو آسان فرما دے۔ میں تجھ سے بہتر بات کا خواہاں ہوں درجہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں در تیری رضا کا طالب ہوں میں تجھ سے تمام بھلائیاں چاہتا ہوں بیشک تو تمام باتوں پر قدرت رکھنے والا ہے۔

جب سفر کے لئے اپنے گھر سے نکلے تو پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ۝ اٰیٰتِ حَدِیثِ میں اس طرح آیا ہے کہ (اس کے جواب میں) فرشتے کہتے ہیں: دُفِيتْ وَكُفِيتْ وَجُمِيتْ (تیری حفاظت کی گئی، تجھے بچایا گیا، تیری حمایت کی گئی)۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ وَكُنَّ لَکَ شَیْءٌ مِّنْ ذُرِّیَّتِہٖ ۝ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی اَهْوَئِی الدُّنْیَا وَبَوَائِقِ الدَّهْوَْرِ وَمَصَائِبِ اللِّسَانِ ۝ وَالْاَیَّامِ وَاکْفِنِّیْ شَرَّ مَا یَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ۝ اَللّٰهُمَّ فِی سَفَرِیْ فَاصْبَحْنِیْ وَفِیْ اَهْلِیْ فَاخْلِفْنِیْ وَفِیْمَا رَزَقْتَنِیْ فَبَارِكْ لِّیْ وَفِیْ نَفْسِیْ فَدَلِّ لِّیْ وَفِیْ اَعْمَلِیْنَ النَّاسِ فَعَظِّمْ لِّیْ وَفِیْ خَلْفِیْ فَقِیِّرْ بَنِّیْ وَارْثِیْ یَا رَبِّ مُحِبِّیْ اَعُوْذُ بِوَجْهِکَ الْکَرِیْمِ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ بِہِ السَّمَوَاتُ وَکَشَفَتْ بِہِ الظُّلُمَاتُ وَصَلَّیْ عَلَیْہِ اَمْرًا لَا وَلَیْسَ وَلَا اٰخِرِیْنَ اَنْ لَا تَجْعَلَ عَلَیْ غَضَبِکَ وَلَا تُنْزِلْ فِیْ سَخَطِکَ لَکَ الْعُقْبٰی فِیْمَا اسْتَطَعْتُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِکَ ۝ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّیْفِ مَرَّکَاتٍ اَلْمُنْقَلَبِ وَ مِنْ الْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ وَ دَعْوَةِ الْمَطْلُوْمِ ۝ اَللّٰهُمَّ اِطْوِلْ لَنَا اَلْاَرْضَ وَ هَوِّنْ عَلَیْنَا الشَّهْرَ اَسْأَلُکَ بِسَلَاةٍ یُّبَلِّغُنَا بِیَدِیْہَا مَغْفِرَةً وَ بِرِضْوَانِنَا اَسْأَلُکَ الْخَیْرَ کُلُّہٗ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

Imp

سوار ہوتے وقت کی دعا جب مسافر سوار ہو تو تین بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے اس کے بعد یہ دعا پڑھے۔

سُبْحَانَ الَّذِي
سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ
سُبْحَانَكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ ظَلَمْتُ
نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ
إِلَّا أَنْتَ ۝

جس نے اس (سواری) کو میرا تابع کیا وہ ذات پاک ہے یہ
طاقت مجھ میں تو نہ تھی کہ میں اس کو تابع میں رکھ سکوں
اے اللہ تیری ذات پاک ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں
الہی! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے مجھے بخش دے تیرے سوا
کوئی دوسرا بخشنے والا نہیں ہے۔

یہ دعا مذکورہ بالا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مروی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی حدیث میں
اس طرح ہے کہ جب آپ سفر فرماتے اور سواری پر تشریف فرما ہوتے تو اس طرح فرماتے:۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِي سَفَرِي هَذَا التَّقِيَّ
وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَى - اللَّهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا
السَّفَرَ وَاطْوِلْ لَنَا بَعْدَ الْأَرْضِ - اللَّهُمَّ أَنْتَ
الصَّاحِبُ فِي سَفَرِنَا وَاخْلُفْنَا فِي
أَهْلِنَا ۝

اس دعا میں ابن صریحؒ کی روایت کے بموجب یہ الفاظ زائد ہیں۔
اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَسَوْءِ
الْمُنْقَلَبِ وَكَأَسَةِ الْمُنْطَقِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ ۝

جب مسافر کسی گاؤں یا شہر میں داخل ہو تو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے یہ پڑھے۔
اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ وَمَا أَظْلَلْنَ
رَبَّ الْأَرْضَيْنِ السَّبْعِ وَمَا أَظْلَلْنَ
رَبَّ الشَّيَاطِينِ وَمَا أَظْلَلْنَ
أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هَذِهِ الْقَرْيَةِ
وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ
أَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا، أَسْأَلُكَ
مَوَدَّةَ خِيَارِهِمْ وَأَنْ تَجَنِّبَنِي مِنْ
شَرِّ أَشْرَارِهِمْ ۝

اے آسمان اور ان کے زیر سایہ تمام اشیاء کے مالک! اے
ساتوں زمینوں کے اور ان چیزوں کے مالک جن کو یہ اپنے اوپر
اٹھائے ہوئے ہیں۔ اے شیطانوں اور ان کی گمراہیوں کے مالک!
میں تجھ سے اس قریہ کی اور اس کے باشندوں کی اور جو کچھ اس میں
موجود ہے اس کی بھلائی کا خواہاں ہوں، میں اس بستی کے اس کے
بашندوں کے اور اس کے ہر داخلی شے سے تیری پناہ مانگتا ہوں
میں تجھ سے اس بستی کے نیک لوگوں کی دوستی اور محبت اور
یہاں کے اشرار سے حفاظت چاہتا ہوں۔

چور، ڈاکو اور دزدوں سے محفوظ رہنے کی دعا

دوران سفر چور، ڈاکوؤں اور دزدوں سے محفوظ رہنے کے لئے یہ دعا پڑھے !

اللَّهُمَّ احْرُسْنَا بِعَيْنِكَ الَّتِي لَا تَنَامُ وَ
اَكْفُنَا بِرُكْنِكَ الَّذِي لَا يَرَامُ وَارْحَمْنَا
بِقُدْرَتِكَ عَلَيْنَا لَا نَقْصِدُكَ وَانْتَ
مِرْجَاؤُنَا

الہی! ہماری نگہبانی فرما اپنی اس آنکھ سے جو کبھی سوتی
نہیں اور اپنی اس طاقت سے ہم کو پناہ دے جسکی مخالفت
کا کوئی مقصد نہیں کر سکتا۔ تو ہم پر قادر ہے اسی قدرت سے
ہم پر رحم فرما، تو ہماری آئینہ سے ہم ہلاک نہیں ہوں گے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے جس نے اپنے
سفر کی پہلی رات میں تین مرتبہ یہ پڑھ لیا، اس کے پڑھنے والے کو صبح تک کوئی ناگہانی بلا (دزدہ، ڈاکو وغیرہ) گزند نہیں
پہنچائے گا اس کو نہیں کھیرے گا۔

بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا
يَضُرُّ مَعَ رُسُومِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ
وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں) جسے آسمان اور زمین کی
کوئی چیز ضرر نہیں پہنچاتی، وہ ہر بات کو سنتا ہے
اور ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

ابو سعید خراسانی نے ابو سعید بن ابی روحا کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا "میں ایک
رات مکہ کے سفر میں راستہ بھول گیا ایسا نک میں نے اپنے پیچھے ایٹ سنی تو بہت گھبراہٹ کہوں
میرے جب میں نے غور سے سنا تو معلوم ہوا کہ کوئی شخص قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہے، مقصود ہی دیر کے بعد وہی صاحب
میرے پاس آگئے اور کہنے لگے "میرا خیال ہے کہ تم راستہ بھول گئے ہو میں نے کہا جی ہاں ایسا ہی ہے، اس پر انھوں
نے کہا کہ میں تم کو وہ چیز بتلا دوں کہ جب تم کبھی راستہ بھولنے کے بعد اس کو پڑھ لو تو تم کو فوراً راستہ
پل جائے اور اگر ڈر محسوس ہو رہا ہو تو اس کے پڑھنے سے ڈر جاتا رہے، یا بے خوابی کی شکایت ہے تو وہ شکایت
دور ہو جائے، میں نے کہا ضرور بتائیے، انھوں نے کہا پڑھو۔

بِسْمِ اللَّهِ ذِي الشَّانِ الْعَظِيمِ الْبُرْهَانِ
شَدِيدِ السُّلْطَانِ كُلُّ يَوْمٍ هُوَ
فِي شَأْنٍ عَشْرُ ذُبَابٍ مِثْلَ
الشَّيْطَانِ مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

اس خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جو صاحب رتبہ ہے
اس کی دلیل بہت عظیم ہے، اس کی قدرت بڑی سخت ہے
ہر دن وہ نئی نشان میں ہے۔ میں شیطان سے خدا کی پناہ
چاہتا ہوں، وہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے کوئی
تخوف نہیں اور کوئی قوت نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

حضرت ابو الدرداءؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سات مرتبہ یہ دعا پڑھے :-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَلَا تَكُن مِّنَ الْكَافِرِينَ
وَلَا تَكُن مِّنَ الْمُنَافِقِينَ
وَلَا تَكُن مِّنَ الْمُنَافِقِينَ
وَلَا تَكُن مِّنَ الْمُنَافِقِينَ

IMP

[Handwritten signature]

نماز کفایت

نماز جو طہا نیت قلب کیلئے پڑھی جاتی ہے

5/11

اس نماز کی دو رکعتیں
نہیں ہے اس کی ہر

سَمِيعُ الْعَلِيمُ بِحَمْدِهِ
يَا مَنَّانُ يَا مَنْ
كَافَى عَيْسَى الْجَبَابِرَ
كَافَى لَوْطًا

فَنَحْشَ قَوْمِهِ يَا كَافِرٍ مِّنْ كُلِّ
شَيْءٍ حَتَّى لَا يَخْفَاكَ وَلَا أَخْشَى
مَعَ إِبْرَاهِيمَ الْعَظِيمِ ۝

نجات بخشے والا، اے حضرت نوح کو طوفان سے نکلانے والے
اے حضرت لوط کو انجی قوم کی بدکاریوں سے دور رکھنے والے، اے ہر چیز
سے بچانے والے مجھے ہر شکل سے بچانا کہ میں ڈروں اور نہ خوف

کھاؤں، تیرے اس نام کی وجہ سے جو سب سے عظیم ہے۔
جو شخص اس نماز کو پڑھے گا اس کے غموں اور مہاجہ حالیوں اور شکستگی خاطر کو یہ نماز دور کر دے گی۔

ازالہ دشمنی کی نماز

نماز دفع خصومت
اس نماز کی چار رکعتیں ہیں یہ چاروں رکعتیں یکٹ ہی سلام کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں، پہلی
رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص گیارہ مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ
کے بعد سورہ اخلاص دس بار اور سورہ کافرون تین بار پڑھے، تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورہ اخلاص
دس مرتبہ اور سورہ تکوین تین بار پڑھے، چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد پندرہ بار سورہ اخلاص اور ایک مرتبہ
آیت الکرسی پڑھے پھر اس کا ثواب اپنے دشمنوں کو بخش دے، انشاء اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ
کافی ہوگا۔

نماز خصومت کے اوقات
یہ نماز ان سات اوقات میں پڑھی جاتی ہے۔ ماہِ رجب کی پہلی رات، شبِ نصف
ماہ شعبان، ماہِ رمضان کے آخری جمعہ کو۔ دونوں عیدوں کے دن، یومِ عرفہ اور یوم
عاشرہ پر۔

صلوۃ عتقا

صلوۃ عتقا سوال
میں پڑھی جاتی ہے
شیخ ابونصر نے اپنے والد کی اسناد کے ساتھ حضرت انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی ماہِ شوال کی کسی رات یا کسی دن میں اس
نماز کی آٹھ رکعت کو اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد پندرہ بار سورہ
اخلاص پڑھی جائے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد، بار سبحان اللہ پڑھے پھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر ستر مرتبہ
درود و سلام بھیجے تو قسم ہے اس ذات کی جس نے نبی برحق مبعوث فرمایا کہ اس نماز کے پڑھنے والے کے دل میں اللہ تعالیٰ
حکمت کے چھتے رواں فرمادے گا اور زبان کو لطف سیریں عطا فرمائے گا۔ دنیا کے امراض اور اس کا علاج اس کو بتا دے گا اور قسم ہے
اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بنا کر مبعوث فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس نماز کے پڑھنے والے کو بخش دے گا قبل اس کے کہ وہ سجدے
سے سر اٹھائے، اگر اس دوران اس کا انتقال ہو جائے تو اس کو نہتید کا درجہ دیا جائے گا جس کے سارے گناہ بخش دیئے

گئے ہوں، اور کوئی شخص ایسا نہیں کہ اس نے اتنا سفر نماز پڑھی ہو اور اس کا مقصود آسان نہ بنا دیا گیا ہو اگر اس نماز کا پڑھنے والا قرضدار ہے تو اس کا قسم ادا کر دیتا ہے اور اگر وہ ضرورت مند ہے تو اس کی ضرورت پوری کر دیتا ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے دین برحق دے کر بھیجا کہ جس نے یہ نماز پڑھی ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہر حزن اور ہر آیت کے بدلہ جنت میں ایک محرفہ عطا فرمائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ حضور محرفہ کیا ہے؟ حضور نے فرمایا کہ وہ جنت میں چند باغ ہیں اتنے طویل و عریض کہ اگر ایک سوار ایک سو سال تک اس کے درختوں کے سایہ میں قطع مسافت کرے تب بھی اس کو طے نہ کر سکے۔

عذاب قبر دور کرنے والی نماز

نماز و افح عذاب قبر کی فضیلت !
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسنؓ سے اور انھوں نے حضرت عبداللہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی یہ دو رکعت نماز نفل اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورہ فرقان کا آخری رکوع، آخر سورہ تک اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ مومنون کی ابتداء سے فتبارک اللہ الخ یقین تک، تو ایسا شخص جہات اور انسانوں کے شر اور فریب سے محفوظ رہے گا اور اس کا اعمال نامہ حشر کے دن اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔

اس کے فضائل و اوصاف
عذاب قبر اور عظیم اضطراب سے اس کو امن دے دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو قرآن کا علم عطا فرمائے گا خواہ وہ قرآن آموزی کی خواہش بھی نہ رکھتا ہو، اللہ تعالیٰ اس کی محتاجی اور غریبی کو دور فرمائے گا، شان و شوکت عطا فرمائے گا۔ اس کو قرآن فہمی کی بصیرت عطا ہوگی۔ قیامت کے دن حساب فہمی اور باز پرس کے وقت مکمل جواب دینا اس کو سکھایا جائے گا۔ اس کے دل میں نور پیدا کر دیا جائے گا، جب قبر سے لوگ علیین ہوں گے تو اس کے لئے کوئی علم نہ ہوگا نہ اسے کوئی خوف ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں میں روشنی پیدا کر دے گا اس کے دل سے دنیا کی محبت محو ہو جائے گی۔ اس کا نام اللہ تعالیٰ کے پاس صدیقین میں لکھا جائے گا۔

نماز حاجت

نماز حاجت کے سلسلے میں ابو الہاشمؓ نے حضرت انس بن مالک کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ سے نماز حاجت کس طرح ادا کی جائے

کوئی حاجت طلب کرنا ہو یا اس کو کوئی سخت مشکل درپیش ہو تو اچھی طرح وضو کر کے یہ دو رکعت نماز (نفل) پڑھے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ آیت الکرسی اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد اَمَّنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ سَعَىٰ فَاَنْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ تک پڑھے پھر شہد و درود پڑھ کر سلام پھیرے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے!

اے اللہ! ہر ایک کے غمگسار ہر یکانہ کے یار و مددگار اے وہ قریب کہ کسی سے دور نہیں، تو ہر وقت باخبر ہے، تو کبھی کسی سے دور نہیں ہوتا۔ تو غالب ہے کسی سے مغلوب نہیں ہوتا میں تجھ سے تیرے اس نام کی طاقت مانگتا ہوں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم اے وہ کہ تجھے کبھی اونگھ اور نیند نہیں آتی بسم اللہ الرحمن الرحیم تو ہمیشہ قائم ہے۔ سب کے مٹنے عاجزی اور لجاجت کے ساتھ تیری طرف لگے ہیں، سب آوازیں تیرے حضور عاجزی کر رہی ہیں۔ تمام دل تیرے خوف سے کانپ رہے ہیں۔ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود و سلام بھیج میرے کام میں کشادگی پیدا کر دے اور تیری حاجت پوری فرما۔

اللَّهُمَّ يَا مُؤْتِسُّ كُلِّ وَحِيدٍ وَيَا صَاحِبَ كُلِّ فَرِيدٍ وَيَا قَرِيبًا غَيْرَ بَعِيدٍ وَيَا شَاهِدًا غَيْرَ غَائِبًا وَيَا غَالِبًا غَيْرَ مَغْلُوبٍ أَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الَّذِي لَا تَأْخُذُكَ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ وَأَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الْحَيِّ الْقَيُّومِ الَّذِي عَنَتَ لَهُ الْكُوجُوءُ وَخَشَعَتُ لَهُ الْأَصْوَاتُ وَجَنَّتْ مِنْهُ الْقُلُوبُ أَلَا تَصَلِّي عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَتَجْعَلُ بِي مِنْ أَمْرِي نَجَادًا مَضْرُجًا وَتَقْضِي حَاجَتِي مَرِي

تو اس کے پڑھنے والے کی حاجت و مراد پوری ہو جائے گی۔

مصیبت اور ظلم سے نجات پانے کی دعا

حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ دعا سکھائی تھی اور فرمایا تھا کہ جب تم پر کوئی مصیبت آئے یا کسی حاکم کے ظلم کا ڈر ہو یا تمھارا کوئی جانور گم ہو جائے تو ایسی صورت میں اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز (نفل) پڑھو پھر دونوں ہاتھ اوپر کی طرف بھیل کر یہ پڑھو! Imp

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَوْرَ حَضْرَتِ فَاطِمَةَ كَوْنِ عَاسِكَا
يَا عَالِمُ الْغَيْبِ وَالسَّرَائِرِ يَا مُطَارِعُ يَا عَزِيزُ
يَا عَسَلِيمُ يَا اللَّهُ يَا اللَّهُ يَا اللَّهُ يَا هَكَازِيمُ

Imp

الْأَحْزَابِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَا كَاثِرُ فِرْعَوْنَ لِمُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ
مِنْ يَتْلُو ظِلْمَةَ يَا مُخْلِصِ قَوْمِ نُوحٍ
مِنْ الْغُرْقِ يَا رَاحِمَ عَبْدِهِ يَعْقُوبَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا مُنْجِي ذِي النُّونِ
مِنْ الظُّلُمَاتِ الشَّدَاثِ يَا فَاعِلَ كُلِّ
خَيْرٍ يَا هَادِيَنَا إِلَى كُلِّ خَيْرٍ يَا
دَالَّ عَلَيَّ كُلِّ خَيْرٍ وَيَا أَهْلَ الْخَيْرَاتِ
أَنْتَ اللَّهُ رَغِبْتُ إِلَيْكَ وَنَجَا قَدْ عَلِمْتُ
وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ أَسْأَلُكَ أَنْ
تَصَلِّيَ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ ه

اے اللہ اے اللہ اے اللہ اپنے رسول (محمدؐ) کے دشمن گروہوں
کو شکست دینے والا تو ہی ہے۔ حضرت موسیٰ کے لئے فرعون کو
تو نے ہی سزا دی تھی اے حضرت نوح کی قوم کو غرق ہونے
سے بچانے والے حضرت یعقوب کی اشکباری پر تو نے ہی
رحم کھایا تھا، حضرت یونس کو تین راتوں کی تاریکی سے
نجات تو نے ہی دی تھی۔ الہی تو ہی ہر نیکی کا پتلا
کرنے والا ہے۔ تو ہی ہر نیکی کی طرف راستہ دکھانے
والا ہے۔ تو ہی نیکی کا صاحب و مالک ہے تو ہی
صاحب خیرات ہے۔ الہی جس چیز کو تو مفید جانتا ہو۔
میں اس کے لئے تجھ سے سوال کرتا ہوں میں تجھی سے درخواست
کرتا ہوں کہ تو آنحضرت اور ان کی آل پر درود بھیجے۔

یہ دعا پڑھنے کے بعد اپنی حاجت اور مراد طلب کرو، انشاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔

ظلم سے محفوظ ہونے کی دوسری دعا

دشمنوں کے شر اور ظلم سے محفوظ رہنے کے لئے دوسری دعا وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب کے روز کی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ دعا یہ ہے:

الہی! میں تیرے حضور امن کی درخواست کرتا ہوں تیرے
پاک لواؤں اور تیری بزرگی اور تیرے جلال کی برکتوں کے
ذریعے سے ہر آفت اور ہر رنج اور جنون اور انسانوں
کی بلاؤں سے امن چاہتا ہوں، میں اس پر راضی ہوں جو کچھ
تیری طرف سے مجھے پہنچے، میری پناہ تو ہی ہے میں تجھ ہی سے
پناہ مانگتا ہوں میری امن کی جگہ (امن) تو ہی ہے، سب
گروں کشتوں کی گردنیں تیرے حضور میں خم ہیں اور تیرے
سامنے ذلیل و خوار ہیں۔ اپنی مخلوق کی حفاظت اور ان کی
نگہبانی کی چابیاں تیرے ہی خزانے میں موجود ہیں میں تیری
فات کے جلال کے صدقہ میں تجھ ہی سے امن چاہتا ہوں اور
تیرے حضور رسوا ہونے سے محفوظ ہونے کی درخواست
کرتا ہوں۔ الہی میری پردہ دری نہ کی جائے میں تیری یاد

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ وَبِنُورِكَ بِكَ
وَعِظَمَةِ طَهَارَتِكَ وَبِرَكَاتِ جَلَالِكَ
مِنْ كُلِّ آفَةٍ وَعَاهَةٍ وَطَارِقِ الْجَنِّ
وَالْإِنْسِ إِلَّا طَائِرًا لِيُطْرَقَ مِنْكَ
يُخَيِّرُكَ أَنْتَ عِيَاذِي فَبِكَ أَعُوذُ
وَأَنْتَ مَلَاذِي فَبِكَ أَسْتُوذُ وَيَا مَنْ ...
ذَلَّتْ لَهُ رِفَاتُ الْجَبَابِرَةِ وَجُمُعَتْ
لَهُ مَقَالِيدُ الْبَشَرِ يَا أَعُوذُ
بِعِزِّكَ وَجَبْهِكَ وَكَرَمِكَ
جَلَالِكَ مِنْ هَذَا بَكَ وَكُشْفِ
بِسِتْرِكَ وَنُصْرَتِكَ مِنْ هَذَا
بَكَ أَنْتَ شَكْرُكَ أَنْتَ

سے فراموشی اختیار نہ کروں اور تیرا شکر ادا کرنے سے باز نہ آؤں رات کے وقت دن کے وقت سوتے میں جاگتے ہمیں آرام میں سفر میں وطن میں تیری پناہ میں پہنے کی درخواست کرتا ہوں۔ تیرا ہی ذکر میرا شعار ہو اور تیری ہی تعریف میرا دثار (لباس) ہو تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو پاک ہے میں تیرے نام کو بالکل پاک جانتا ہوں مجھے رسوائی سے محفوظ رکھ عذاب اپنے بندوں کی بُرائی سے مجھے بچا، میرے لئے نگہبانی اور اپنی حفاظت کے خیمے کھڑے کر دے اور اپنی رحمت کے دروازے کھول کر مجھے غنی فرما دے۔ اور گناہوں کے عذاب سے مجھے بچا، نیکی سے مجھے مالا مال فرما دے تو سب سے زیادہ رحیم ہے

۷۷۷۷۷

فِي كَنْفِكَ فِي لَيْلِي وَ نَهَارِي وَ
نَوْمِي وَ قَتَارِي وَ طَغْمِي وَ
اَسْفَارِي ذِكْرُكَ شَغَارِي وَ ثَنَاؤُكَ
وَ شَارِي لَا إِلَهَ أَنْتَ تَنْزِيهُكَ
لِاسْمِكَ وَ تَكْرِيمًا لِسَبْحَاتِ
وَجْهِكَ أَحْزَنِي مِنْ خَيْرِيكَ وَ
مِنْ شَيْءٍ عَذَابِكَ وَ عِبَادِكَ وَ
أَضْرِبْ عَلَيَّ سَرَادِ قَاتِ
حِفْظُكَ وَ أَدْخِلْنِي فِي عِنَايَتِكَ
وَ تَبْنِي سَيَاتِ عَذَابِكَ وَ اغْنِنِي
بِخَيْرِ مِنْكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ۝

ازالہ رنج و الم

ادائے قرض کی دعا

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو کوئی رنج و غم لاحق ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ یہ دعا پڑھے۔

الہی! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں، میری پشانی تیرے ہاتھ میں ہے، مجھ میں تیرا حکم جاری ہے تو میرے لئے عاقلانہ حکم جاری کرتا ہے اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اپنے تمام اسمائے طفیل جو تو نے اپنے لئے مقرر کئے ہیں اور اپنی کتاب قرآن میں لکھے ہیں یا مخلوق میں سے کسی کو سکھائے ہیں اور علم غیب میں اس کو برگزیدہ بنایا ہے کہ میرے سینے کو روشن فرمائے تاکہ عم و الم دور ہو جائیں اور اس کی محبت دل کو عطا کرے تو اس سے انسان کا رنج و غم ضرور دور کر دے گا اور خوشی سے سینہ

اللَّهُمَّ اَنَا عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ نَا صِيتِي
بِيَدِكَ مَا ضِي فِي حُكْمِكَ عَدَلٌ حَقٌّ
قَضَاءُكَ ۝ اللَّهُمَّ اِنِّي اَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ
سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ
اَوْ عَلَّمْتَهُ لِأَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ اَوْ اسْتَأْ
ثَرْتَ بِهِ فِي الْعِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ
أَنْتَ تَجْعَلُ الْقُرْآنَ الْكَرِيمَ رِيعَ قَلْبِي
وَ تَوَسِّدِي وَ يَجْلِدُ عِزِّي وَ ذِهَابِ

IMP

کشاہدہ فرمادے گا۔

عَنْتِي وَهَيْتِي ۵

حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ شخص جو ان الفاظ کو بھول گیا دیوالیہ ہوا اور بڑے خسارہ میں رہا حضور نے فرمایا ہاں! تم ان الفاظ کو یاد کرو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ جو شخص ان الفاظ کے ساتھ اللہ کو پکارے گا۔ (دعا کرے گا) اللہ تعالیٰ اس کے غم دور کر دے گا اور بہت زیادہ مسرت و شادمانی عطا فرمائے گا۔

حضرت عائشہؓ سے
 حضرت صدیقؓ کا ارشاد
 اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم نے وہ دعا سنی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو سکھایا کرتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے حواریوں کو سکھائی تھی؛ حضور فرماتے تھے "اگر تم میں سے کسی شخص کے ذمہ کوہِ احد کے برابر بھی قرض ہو تو وہ قرض اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ ادا کر دیتا ہے"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں ارشاد کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے!!
 اے اللہ! اگر یہوں کا کھولنے والا اور بچ والہ کا دور کر نیوالا تو ہی ہے، تو بقیہ اوروں کی دعا قبول کرنے والا ہے، تو دنیا میں حمان ہے اور آخرت میں رحیم ہے میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ پر اپنی رحمت فرما اور اپنی رحمت کے طفیل مجھے دوسرے سے بے نیاز بنا دے۔

اللَّهُمَّ يَا خَارِجَ الْفَقِيمِ، كَاثِمَتِ الْغَيْمِ
 يُخَيِّبُ دَعْوَةَ الْمُضْطَلِّينَ رَحْمَتَ الدُّنْيَا
 وَرَحِيمَ الْآخِرَةِ أَسْأَلُكَ أَنْ تَرْحَمَنِي
 بِرَحْمَتِكَ مِنْ عِنْدِكَ تَغْنِيَنِي بِهَا عَنْ
 رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ ۵

حضرت حسن بصریؒ کے دوست کا واقعہ
 ادائے قرض کے لئے ایک اور دعا ہے جو حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے۔
 روایت ہے کہ حضرت حسن بصریؒ کے پاس ان کے ایک عزیز اور دوست آئے اور کہا ابو سعید! (حضرت حسن بصریؒ کی کنیت) میں قرضدار ہوں، میری خواہش ہے کہ آپ مجھے اللہ کا اسم اعظم سکھا دیں (تاکہ قرض ادا ہو جائے) حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا اگر تم اسم اعظم سیکھنا چاہتے ہو تو اٹھو اور وضو کرو! یہ سن کر وہ دوست اٹھے اور اٹھوں نے وضو کیا حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا پڑھو! یا اللہ، یا اللہ، اَنْتَ اللہ، اَنْتَ اللہ، بَلِّیْ وَاللّٰہِ اَنْتَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اللّٰہُ، اللّٰہُ، اللّٰہُ وَاللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ فَارْزُقْنِي بَعْدَ الدَّيْنِ ۵ ان کے دوست نے یہ کلمات پڑھے (اور چلے گئے) جب صبح ہوئی تو ان بزرگ نے اپنے سامنے بھری ہوئی پھیلیاں رکھی ہوئی پائیں ان پھیلیوں میں ایک لاکھ درہم تھے، پھیلیوں کے منہ پر لکھا تھا اگر تو اس سے زیادہ مانگتا تب وہ بھی دیتے، تو نے جنت کیوں نہیں مانگی۔ یہ بزرگ حضرت حسن بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کی اطلاع دی آپ ان کے ساتھ ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان درہموں کو بچشم خود ملاحظہ فرمایا ان کے دوست نے کہا مجھے ہیشیانی ہے کہ میں نے جنت کیوں نہیں مانگی۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا سکھانے والے نے تمہاری بھلائی اور بہتری کے لئے تم کو اسم اعظم سکھایا ہے تم اس بات کو پوشیدہ رکھنا کہیں حجاج (بن یوسف ثقفی) نے سن پائے اگر اس نے یہ دعا سن لی تو پھر کوئی شخص بھی اس کے ظلم و ستم

V V V V V IMP IMP IMP

VVVVV

۵۸

IMP

سے نہیں بچ سکے گا۔

حضرت جبریلؑ کی سکھائی ہوئی دعا ایک اور دعا اداے قرض اور کثرتِ رزق کے لئے ہے۔ یہ دعا جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت سکھائی تھی جب آپ قریش کی چیر و تیکڑ سے پریشان ہو کر اور کثرتِ رزق کے لئے مکہ معظمہ سے غار حرا کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ جبریل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور مجھے یہ دعا سکھائی ہے کہ میں آپ کو سکھادوں، اب آپ اس دعا کو پڑھئے، اللہ تعالیٰ آپ کے اور قریش کے درمیان ایک پردہ حائل فرمادے گا آپ قریش کی چیر و دستوں سے محفوظ رہیں گے، حضور نے فرمایا ہاں اے جبریل مجھے وہ دعا بتائیے حضرت جبریل نے کہا پڑھئے۔

اے سب بزرگوں کے بزرگ! تو ہر ایک کی آواز سنتا ہے اور ہر ایک کو دیکھتا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں ہے نہ ہی تیرا کوئی وزیر ہے۔ چمکنے والے سورج کو تو نے ہی پیدا کیا ہے اور روشن چاند کو تو ہی نے روشنی بخشی ہے تو خوف زدہ آدمی کی حفاظت کرنے والا ہے تو امن کے طالب کو امن دیتا ہے۔ شیر خوار بچے کو تو ہی روزی دیتا ہے۔ ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کا درست کرنے والا تو ہی ہے۔ تو ہی ظالموں کو ہلاک کرتا ہے، دشمنوں کو تو ہی مارتا ہے۔ میں تیرے حضور میں فقیروں اور بے قرار لوگوں کی طرح سوال کرتا ہوں کہ اپنے عرش کی عزت اور رحمت کی کنجیوں کے طفیل اور اپنے ان آٹھ ناموں کے طفیل جن کو تو نے آفتاب کے اوپر لکھا ہے اور جو تیرے جلال کے ظاہر کرنے والے ہیں، میرے مقصد کو پورا فرمادے۔

يَا كَبِيرُ نَحْلَ كَبِيرٍ يَا سَمِيعُ يَا بَصِيرُ
يَا مَنْ لَا شَرِيكَ لَهُ وَلَا فَرِيدَ
يَا حَافِظَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ الْمُنِيرِ
يَا غَضَّاهُ الْبَائِسِ الْخَائِفِ
الْمُسْتَجِيرِ يَا رَافِعَ الْيَتَامِ
الصَّغِيرِ يَا جَابِلَ الْغَطِّ الْكَبِيرِ
يَا تَاهِرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدِ
أَسْأَلُكَ وَأَدْعُوكَ دُعَاءَ الْبَائِسِ
الْفَقِيرِ دُعَاءَ الْمُضْطَرِّ الضَّرِيرِ
أَسْأَلُكَ بِسَعَادَةِ الْعَيْنِ مِنْ
عُرْشِكَ وَمَقَامِ سِتِّجِ الْبَرِّ حَمْدِهِ مِنْ
كِتَابِكَ وَبِلَا سُبْحَاءِ الثَّمَانِيَةِ ...
الْمَلَكُوتِيَةِ عَلَى قُرْنِ الشَّيْءِ أَنْ تَفْعَلَ لِي -
اس کے بعد اپنی حاجت کا نام لیا جائے۔

VVVVV
IMP

باب ۲۲

فرض نمازوں اور ختم قرآن

کے بعد پڑھی جانے والی دعائیں

فجر اور عصر کے بعد پڑھی جانے والی دعا ہے۔

اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ
شُكْرًا وَ لَكَ الْمُنَى

فَضْلًا بِبِعَمَلِكَ تَبْتَ الصَّالِحَاتِ
نَسْتُكَ اللَّهُمَّ فَرجًا قَرِيبًا فَإِنَّكَ
لَمْ تَنْزِلْ مُجِيبًا وَ صَبْرًا جَمِيلًا وَ
عَافِيَةً مِنْ جَمِيعِ الْبَلَاءِ وَالسَّلَامَةِ مِنْ
طَرِيقِ الشَّذَائِبِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّحِيمِينَ
اللَّهُمَّ اجْعَلْ اجتماعَنَا اجتماعًا مَرْحُومًا
وَلَفْدَقْنَا لَفْدَةً مَعْصُومًا وَلَا تَجْعَلْ
فِيْنَا شَقِيَّةً وَلَا مُحْرَدًا وَلَا تَرُدَّنَا
بِالْمُنَاقَةِ إِلَى غَيْرِكَ وَلَا تَحْرِمْنَا
سَعَةَ خَيْرِكَ وَ حَقِيقَةَ الشُّوْكَلِ
عَلَيْكَ وَ مَا يَهَى الرَّغْبَةُ فِيْهَا لَدَيْكَ
وَأَمَلًا قُلُوبَنَا مِنْكَ الْفَنَاءَ وَالْكَسْ وَ جُوهَنَا مِنْكَ
الْحَيَاءَ وَ ارْزُقْنَا خَيْرَ الْأَيَّامِ وَ الدُّنْيَا بِرَحْمَتِكَ يَا
أَرْحَمَ الرَّحِيمِينَ يَا رَبِّ اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا خَيْرَ الصُّبْحِ
وَ خَيْرَ الْمَسَاءِ وَ خَيْرَ الْقَضَاءِ وَ خَيْرَ الْقَدْرِ قَامِرًا
عَنَّا شَرَّ الصُّبْحِ وَ شَرَّ الْمَسَاءِ وَ شَرَّ الْقَضَاءِ وَ شَرَّ الْقَدْرِ
اللَّهُمَّ وَ مَا أُنْزِلَتْ فِي هَذِهِ الْيَوْمِ مِنْ خَيْرٍ وَ عَافِيَةٍ
سَلَامَةٍ وَ غَنِيمَةٍ وَ سَعَةٍ رِزْقٍ فَاجْعَلْ لَنَا

اے اللہ! تمام حمد و شکر خاص تیرے ہی لئے ہے، تمام نیکیاں تیری ہی
نعمت سے تمام ہوتی ہیں۔ اے اللہ میں تجھ سے سوالی ہوں
کہ میری روزی کٹا دے فرمادے، کیونکہ تو ہی دعائیں قتل
فرماتا ہے۔ تو کل اور صبر جمیل تو ہی عطا فرماتا ہے تو اپنی
رحمت کاملہ کے طفیل ہر مصیبت سے رہائی بخشا ہے اور
تو ہی سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ الہی! ہمیں
گناہوں سے بچا، بدبختی اور بد نصیبی سے دور رکھ، ہماری
حاجتیں پوری فرما، ہمیں اپنی بارگاہ سے بد نصیب اور محروم
نہ رہے، اپنے سوا کسی غیر کے آگے نہ جھکا، اپنی نعمتوں
سے ہم کو مالا مال کر دے اپنے سامنے شرمندہ ہونے کا
ہم کو موقع نہ دے، اپنی رحمت سے دنیا اور آخرت کی لا
نیکی عطا فرما، تو ہی سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحیم
ہے، الہی! ہم کو صبح و شام نیکی عطا کر، قضا و قدر
کی نیکی سمجھ دے۔ اور ہم سے صبح و شام کے شر کو اور
قضا و قدر کے شر کو دور فرما دے، اے اللہ! اس
دن جس قدر نیکی اور سلامتی، بھلائی اور بہتری،
سکائی رزق کی کٹا دے تو نے اتاری ہے اس سے زیادہ حصہ
ہم کو عطا فرما اور جس قدر بدی اور برائی، فتنہ و شر
تو نے آج کے دن نازل کیا اس سے مجھے، سب مسلمان

مردوں اور مسلمان عورتوں کو محفوظ رکھ کر تو سب رحم
رحم کرنے والوں سے زیادہ رحیم ہے۔

فِيهِ أَوْفَرُ الْحَيْطِ وَالتَّصِيبِ ۝ اللَّهُمَّ وَمَا نَزَلَتْ مِنْ
سُوءٍ وَبَلَاءٍ وَشَرٍّ وَدَائٍ وَفِتْنَةٍ فَاصْرِفْهُ عَنَّا
وَعَنْ جَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ۝

ایک اور دعا | اسی سلسلہ میں ایک اور دعائے ماثورہ یہ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا وَاَخْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝ اَلَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَهْلُ الْكِبَرِيَّاءِ وَالْعُظَمٰى ۝ مُسْتَعْفٰى الْجَبُوْدِ وَالْعَنَتِ ۝ وَرَدِّى الْغَيْثِ وَالرَّحْمَةِ مَالِكُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ عَظِيْمُ الْمُلْكُوْتِ ۝ شَدِيْدُ الْجَبَرُوْتِ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ۝ فَعَالٌ لِّمَا يَرِيْدُ ۝ اَوَّلُ كُلِّ شَيْءٍ وَخَآئِقٌ كُلِّ شَيْءٍ ۝ وَبَارِزُهُ سُبْحَتُهُ ۝ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۝ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ مُسَلِّمًا صَبَاحًا صَالِحًا لَا مُخْزِيًا وَلَا فَاضِحًا ۝ اَللّٰهُمَّ اَلْفِتَا شَرَّ نَوَآئِبِ التَّمَاثِلِ وَمَكْرُوْهَةٍ وَمَضَارِعِ السُّوْءِ مَصَائِدِ الشَّيْطَانِ وَمَوَارِدِ حَمُوْلَةِ السُّلْطَانِ وَوَقِفْنَا فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا وَفِيْ سَائِرِ الْاَيَّامِ لَا اَسْتَعِيْزُ اِلَّا بِخَيْرَاتِ وَهَجْرَانِ السَّيِّئَاتِ ۝ اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْنَا وَاصْلِحْ اَخْلَاقَنَا وَاصْلِحْ اَفْعَالَنَا وَاصْلِحْ اِبَاءَنَا وَابْنَانَا وَاجْدَادَنَا وَحَدَّائِنَا وَدُنْيَانَا وَآخِرَتَنَا ۝ اَللّٰهُمَّ كَمَا اَمْضَيْتَ اللَّيْلَةَ بِالسَّلَامَةِ وَالْعَافِيَةِ ۝ فَامْضِ عَلَيْنَا النَّهَارَ بِالسَّلَامَةِ وَالْعَافِيَةِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اِنَّا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ

تمام تعریفیں اس خدائے بزرگے برتر کے لئے ہیں۔
جس نے اپنے علم سے سب چیزوں کو احاطہ کر لیا ہے اور
وہ سب چیزوں کا شمار جانتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود
نہیں ہے، وہی بزرگی اور عظمت والا ہے، عزت و جلال
کی انتہا اسی کے لئے ہے، وہی باران اور رحمت کا مالک
ہے وہی دنیا اور آخرت کا والی ہے، وہی غیب کا جاننے
والا ہے اس کی طاقت اور قہر شدید ہے وہ جو چاہے
کرے وہ ہر شے سے اقل ہے اور تمام چیزوں کا خالق
ہے اور ان کا رزاق ہے وہ پاک ہے اور اس کے سوا
کوئی معبود نہیں۔ اے اللہ ہماری صبح بخیر کر اور ہمیں
رسوایہ کر، ہمیں زمانہ کی سختیوں سے محفوظ رکھ، زمانہ
کے مکروہات کو ہم سے دور رکھ۔ بدی اور شیطان
کی برائیوں سے ہم کو محفوظ رکھ آج اور دوسرے
دنوں میں بھی ہم کو نیکی عطا فرما۔ ہم کو برائیوں
سے دور رکھ، الہی ہم کو نیک بنائے! ہمارے
اعمال و افعال کو نیک بنا، ہمارے اخلاق کو سنوار
دے، ہمارے آباؤ اجداد سب کو نیک بنائے۔
الہی جس طرح تو نے ہماری رات گزاری ہے اور عافیت
بخشی ہے اسی طرح ہمارے دن کو بھی بسر کر دے عافیت
اور سلامتی کے ساتھ، ہم پر رحم کر تو سب رحم کرنے والوں
میں بڑا رحم کر فرما۔ الہی! ہم کو دنیا اور آخرت کی
نیکی عطا فرما اپنی رحمت سے و درخ کے عذاب سے بچا

خَيْرًا وَرُشْدًا وَأَنْتَ تَتَوَقَّانَا مُسْلِمِينَ
بِرَحْمَتِكَ وَأَنْ تَوَدَّ بَيْنَنَا حَسَنَةً فِي
الدُّنْيَا وَحَسَنَةً فِي الْآخِرَةِ وَقِنَا
عَذَابَ النَّارِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ يَا رَحْمَنَ
الرَّحِيمِينَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ

الہی! میں تجھ سے نیکی اور راہِ راست راہنمائی چاہتا ہوں
ہم کو اسلام پر موت دے اپنی رحمت سے ہمیں دنیا اور
آخرت میں نیکی عطا فرما، نار و دوزخ اور قبر کے عذاب
سے بچا تو ہی سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے
والا ہے تو ہی سب جہانوں کا پالنے والا ہے Amen

Imp

دُعائے ختم قرآن

ختم قرآن مجید کی دعا یہ ہے۔

صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ وَالَّذِي خَلَقَ الْخَلْقَ
فَأَبْتَدَعَهُ وَسَنَّ الدِّينَ وَشَرَعَهُ وَنَوَّرَ
النُّورَ وَشَفَعَهُ وَقَدَّرَ الرِّزْقَ وَوَسَّعَهُ
وَخَيْرَ خَلْقَهُ وَنَفَعَهُ وَأَجْرَى الْمَاءَ وَأَسْعَى
وَجَعَلَ السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوظًا مَرْفُوعًا
رَفَعَهُ وَالْأَرْضَ بَسَاطًا وَضَعَهُ وَ
يَسَّرَ الْقَمَرَاتِ طَلْعَهُ سُبْحَتَهُ مَا أَعْلَى
مَكَانَهُ وَارْفَعَهُ وَأَعَزَّ سُلْطَانَهُ وَ
أَبْدَعَهُ لَا رَادَّ لِمَا صَنَعَهُ وَلَا
مُغَيِّرَ لِمَا اخْتَرَعَهُ وَلَا
مُذِلَّ لِمَنْ دَفَعَهُ وَلَا مُعَيِّرَ
لِمَنْ وَضَعَهُ وَلَا مُفْرِقَ لِمَا
جَمَعَهُ وَلَا شَرِيكَ لَهُ وَلَا
شَرِيكَ لَهُ وَلَا إِلَهَ مَعَهُ

وہ عظمت والا اللہ سچا ہے جس نے مخلوق کو پیدا کیا
بغیر کسی نمونے کے اور دین کے قوانین بنائے اور اس کو بجای
کیا اور نور کو روشنی اور حُکَم عطا فرمائی اور روزی میں
تنگی اور فراخی رکھی اور اپنی مخلوق کو نقصان اور نفع بخشا اور پانی
کو جاری کیا اور اس کے سوتے پیدا کئے اور آسمان کو
مضبوط چھت بنایا اور اس کو بلند کیا، زمین کو فرش
بنایا اور اس کے نیچے بچھایا اور چاند کو گردش دی (چلایا)
اور اس کو نمودار کیا۔ وہ اللہ پاک ہے اس کا مرتبہ بہت
اوپر اور بڑا بلند ہے اس کا تسلط بہت مضبوط اور نادر ہے
اس کی صنعت کو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور نہ اس کی
ایجاد کو کوئی تغیر دینے والا ہے اور جس کو اس نے عزت دی۔
اس کو کوئی ذلیل کرنے والا نہیں ہے اور جس کو اس نے
نیچا کیا اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں ہے جس کو اس نے
جمع کیا اس کو کوئی منتشر کرنے والا نہیں! اس کا کوئی
شریک نہیں اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہیں!
اس خدا نے سچ فرمایا جس نے زمانوں کا انتظام کیا اور
جس نے تقدیر کو مقدر فرمایا اور تمام امور میں تصرف کیا وہ
دلوں کے خیالات سے آگاہ ہے اور تاریکیوں کی مسلسل رفتار

صَدَقَ اللَّهُ الَّذِي دَبَّرَ الدَّهْوَورَ وَ
قَدَّرَ الْمَقْدُورَ وَصَرَّفَ الْأُمُورَ وَعَلَّمَ
هُوَ أَحْسَنُ الصُّدُورِ وَتَعَاقَبَ الدَّجُورُ
وَسَقَطَ الْمُعْسُورُ وَعَسَرَ الْمُسُورُ وَتَحَدَّ

الْبَعْدَ الْمُسْجُورَ وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانِ وَالنُّورَ
وَالْتُّورَانَةَ وَالْأَنْجِيلَ وَالْزَّبُورَ وَأَقْسَمَ
بِالْفُرْقَانِ وَالطُّورِ وَالْكِتَابِ الْمُسْطُورِ فِي
الْبَيْتِ الْمَشْهُورِ وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ وَالْبَعْثِ
وَالنُّشُورِ وَجَاعِلِ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورِ
وَالْيُولِيَانِ وَالْخُورِ وَالْجَنَابِ وَالْقَصُورِ
إِنَّ اللَّهَ لَيَمْلِكُ مَنْ نَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِسَمِيعٍ
مَنْ فِي الْقُبُورِ - صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ الَّذِي
عَمَّ فَادْرَفَعْ وَعَلَا فَاْمْتَنَعْ وَذَلَّ كُلُّ
شَيْءٍ بِعَظَمَتِهِ وَخَضَعَ وَسَمَكَ السَّمَاءُ وَرَفَعَ
وَفَرَشَ الْأَرْضَ وَأَوْسَعَ فَجَرَ الْأَنْهَارِ ...
فَأَنْبَعَ وَمَدَحَ الْبَحَارَ فَأَنْزَعَ وَسَخَّرَ لِنُجُومٍ
فَأَطْلَعَ وَأَمْرَسَ السَّمَابَ فَادْرَفَعَ وَ
نَوَّرَ النُّورَ فَلَمَعَ وَأَنْزَلَ الْغَيْثَ فَهَمَّعَ وَكَلَّمَ
مُوسَى وَتَجَلَّى لِلْجِبَلِ فَقَطَعَ وَهَبَ وَنَزَعَ
وَضَرَّ وَنَفَعَ وَأَعْطَى وَمَنَعَ وَسَبَّحَ وَشَرَعَ وَ
فَرَّقَ وَجَمَعَ وَأَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ
فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ - صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ
السَّوَابُ الْغَفُورُ الْوَهَّابُ الَّذِي
خَضَعَتْ لِعَظَمَتِهِ السَّمَاوَاتُ وَذَلَّتْ
لِجَبْدِوَتِهِ الصَّعَابُ وَكَانَتْ لَهُ
الْإِسْدَادُ وَاسْتَدَلَّتْ بِصُنْعَتِهِ الْأَلْبَابُ
وَلَيْسَبَّحُ بِحَبِيدِهِ السَّحَابُ وَ
الْبَرْقُ وَالتُّرَابُ وَالشَّجَرُ
وَالدَّوَابُّ رَبُّ الْأَرْبَابِ وَمُسَبِّبُ
الْأَسْبَابِ وَمُنْزِلُ الْكِتَابِ وَجَاعِلُ
خَلْقِهِ مِنَ التُّرَابِ غَافِرُ الذَّنْبِ قَابِلُ

سے واقف ہے، وہ آسان کو مشکل بناتا ہے، تمام سمندر اس
کے مسخر ہیں اسی نے قرآن مجید، تورات، انجیل اور زبور
نازل فرمائی اور اس نے قرآن مجید کی قسم کھائی اور کوہ طور کی
اور اس تحریر کی جو پھیلی ہوئی جھلی پر لکھی جاتی ہے وہی تاریکیوں
اور روشنی کو پیدا کرنے والا ہے، اسی نے حور و غلمان اور جنت کے
محلات بنائے حقیقت میں اللہ ہی جس کو چاہتا ہے سناتا ہے
تم قبر کے مردوں کو سنانے والے نہیں، عظمت کے لئے خدا نے سچ فرمایا
جو عزت والا اور مرتبہ والا ہے جو بزرگ اور طاقتور ہے، جس کی
عظمت کے سامنے ہر چیز ذلیل اور تابع فرمان ہے اور اسی نے
آسمان کو بلند اور اونچا کیا اور زمین کو بچایا، اور کشادگی دی
اسی نے دریائے اور چھینے نکالے اسی نے سمندر کو ملایا اور لبرز کیا۔
اسی نے ستاروں کو اپنے حکم کے نیچے رکھا اور اسی نے بادلوں کو بھیجا
اور اسی کے حکم سے ابراہیم اور اسی نے نور کو روشنی عطا فرمائی جس
کی وجہ سے وہ چمکا۔ اسی نے بارش کی اور وہ برسی۔ اسی نے موسیٰ
(علیہ السلام) سے کلام کیا اور ان کو دکلام اسنایا اور پہاڑ (طور)
پر جلوہ افروز ہوا جس کے باعث وہ پارہ پارہ ہو گیا، وہی بخشا
ہے وہی چھینتا ہے، وہی نفع و نقصان پہنچاتا ہے، وہی دیتا ہے
وہی روکتا ہے، اسی نے سرعیت اجرا فرمایا، اسی نے منتشر کیا اور
یکجا کیا، تم کو ایک نفس واحد سے پیدا کیا پس ایک ہی میت کی،
قرار گاہ ہے اور ایک ہی سپردگی کا مقام (قبر) ہے، عظمت والا
اللہ سچا ہے وہ توبہ کو قبول کرنے والا، بخشنے والا اور عطا فرمانے
والا ہے وہ جس کی عظمت کے سامنے گردنیں جھکی ہوئی ہیں اور جس
کے دُوبارے کے سامنے سرکش عاجز و ہزیمتوں ہیں جس کے سامنے سخت
خونم پڑ گئے اور اس کی صنعت میں دانش و عقل سے استدلال
کیا، بادل، بجلی، مٹی، درخت اور چوپائے سب اس کی پالی بیان
کرتے ہیں وہ حاکموں کا حاکم اور اسباب بنانے والا ہے اور
کتاب قرآن مجید، نازل کرنے والا ہے اور اپنی مخلوق (عنصری)

کو مٹی سے پیدا کرنے والا ہے، گناہ کو معاف کرنے والا اور
 توبہ قبول کرنے والا ہے سخت عذاب دینے والا ہے، اس کے
 سوا کوئی معبود نہیں اسی پر تمیر توکل ہے اور اسکی طرف
 میری وابستگی ہے۔ سچ فرمایا اس اللہ نے جو ہمیشہ سے بزرگ
 برتر ہے اور رہنما ہے وہ جو میری کفایت کے لئے کافی ہے
 سچا ہے، وہ سچا ہے جس کو میں نے اپنا کارساز سمجھ رکھا ہے
 وہ اللہ سچا ہے جو اپنے پاس پہنچنے کا راستہ خود بتانے والا
 ہے، اللہ سچا ہے اور اس کے پیغمبر سچے ہیں، اللہ سچا ہے
 اور اس کی نعمتیں بڑی ہیں اور اللہ سے بڑھ کر سچ بات
 کہنے والا اور کون ہو سکتا ہے، اللہ سچا ہے اس کی دی ہوئی
 خبریں سچی ہیں اللہ سچا ہے اور اس کے زمین و آسمان بھی شہاد
 دیتے ہیں، وہ اللہ جو پاک ہمیشگی والا اور بزرگ بینا، کریم دانا
 معاف کرنے والا تمہرے ان قدر دان، بڑے بار ہے سچا ہے
 کہہ دو کہ اللہ نے سچ فرمایا ہے تم دین ابراہیم پر چلو، حکمت والا
 اللہ سچا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ رحمن و رحیم ہے
 وہ زندہ ہے علم والا ہے صاحب حیات ہے کریم ہے مردہ
 نہیں غیر فانی ہے ایسا زندہ جس کو کبھی بھی موت نہیں آئے گی،
 بزرگی اور جلال و جمال والا، عظمت والے ناموں اور عظیم احسانوں والا
 ہے، اس کے عزت والے پیغمبروں نے اس کا پیام ٹھیک ٹھیک
 پہنچا دیا، اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے آقا پر اور دوسرے
 پیغمبروں پر ہم اپنے مالک و مولیٰ کے قول کے گواہ ہیں اور جو
 کچھ اس نے فرض و واجب کیا ہے اس کے انکار کرنے والے
 نہیں ہیں، حمد ہے اس خدا کو جو جہانوں کا مالک ہے
 اور اس کی رحمت و سلام ہو ہمارے آقا ہمارے پشت پناہ
 حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو خاتم الانبیاء ہیں وراپ کے
 دو محترم داداؤں پر یعنی حضرت آدم و حضرت ابراہیم
 علیہما السلام پر اور ان کے تمام پیغمبر مہمائیوں پر اور پاک

التَّوْبِ شَدِيدُ الْعِقَابِ لَا إِلَهَ إِلَّا
 هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابُ
 صَدَقَ اللَّهُ الَّذِي لَمْ يَزَلْ جَلِيلًا دَلِيلًا
 صَدَقَ مَنْ حَسْبِيَ بِهِ كَفِيلًا صَدَقَ
 مَنْ اتَّخَذْتَهُ وَكِيلًا صَدَقَ اللَّهُ الْهَادِي
 إِلَيْهِ سَبِيلًا صَدَقَ اللَّهُ مَنْ
 أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا صَدَقَ اللَّهُ
 وَصَدَقَ أَنْبِيَائُهُ صَدَقَ اللَّهُ وَصَدَقَتْ
 أَنْبِيَائُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَجَدَتْ آيَاتُهُ
 صَدَقَ اللَّهُ وَصَدَقَتْ أَرْضُهُ وَسَمَائُهُ
 صَدَقَ الْوَاحِدُ الْقَدِيمُ الْمَاجِدُ
 الْكَرِيمُ الشَّاهِدُ الْعَلِيمُ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ
 الشَّكُورُ الْخَلِيمُ قُلْ صَدَقَ اللَّهُ فَاتَّبِعُوا
 مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ
 الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ
 الْحَيُّ الْقَلِيمُ الْحَيُّ الْكَرِيمُ الْحَيُّ الْبَاقِي
 الْحَيُّ الَّذِي لَا يَمُوتُ أَبَدًا ذُو الْجَلَالِ
 وَالْإِكْبَالِ وَالْأَكْرَمُ وَالْأَسْمَاءُ الْعَظَامُ
 وَالْمَنْ الْعَظَامُ وَبَلَّغْتَ الرُّسُلَ الْكِرَامُ
 يَا الْحَقُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا وَسَلَّمْ
 وَعَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَنَحْنُ عَلَى مَا قَالَ
 رَبُّنَا وَسَيِّدُنَا وَمَوْلَانَا مِنَ الشَّاهِدِينَ
 وَإِمَّا الزَّمَ وَارْجَبَ غَيْرَ جَاهِدِينَ وَالْحَمْدُ
 لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَصَلَوْتُهُ عَلَى
 سَيِّدِنَا وَسَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ
 وَعَلَى آبَائِهِ أَطْكَرَ مَنِ سَيِّدِنَا أَدَمُ وَالْخَلِيلِ
 إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى جَمِيعِ إِخْوَانِهِ مِنَ النَّبِيِّينَ

وَعَلَىٰ أَهْلِ بَيْتِهِ الطَّاهِرِينَ وَعَلَىٰ
 أَصْحَابِهِ الْمُتَّخِذِينَ وَعَلَىٰ أَزْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ
 أَهْمَافَاتِ الْمُسْلِمِينَ وَعَلَىٰ التَّابِعِينَ لَهُمْ
 بِإِحْسَانٍ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ وَعَلَيْتُمْ مَعَهُم
 بِرَحْمَتِي يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ صَدَقَ
 اللَّهُ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَالْعُظْمَةِ وَ
 السُّلْطَانِ جَبَّارًا لَا يَزَامُهُ عَزِيزٌ لَا يُضَامُ
 قِيُّومٌ لَا تَنَامُ لَهُ الْأَفْعَالُ الْكَرَامُ وَالْمُؤَابَّاتُ
 الْعِظَامُ وَالْأَيَادِي الْيُسَامُ وَالْإِدْعَامُ
 قَالِحَالُ وَالْتِمَامُ يُسَبِّحُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ الْكَرَامُ
 وَالْبَهَائِمُ وَالْهَوَامُ وَالسِّيَّاحُ وَالْغَمَامُ
 وَالضِّيَاءُ وَالظُّلَامُ وَهُوَ اللَّهُ الْمَلِكُ
 الْقُدُّوسُ السَّلَامُ وَنَحْنُ عَلَىٰ مَا قَالِ
 اللَّهُ رَبَّنَا حَلَّ ثَنَاءُهُ وَتَقَدَّ سِرَّتُهُ
 أَسْمَاءُهُ وَجَلَّتْ أَلْسِنَةُ شَهِدَاتِ أَرْضِهِ
 وَسَبَّحَتْهُ وَنَطَقَتْ بِهِ رُسُلُهُ وَأَنْبِيَآءُهُ
 شَاهِدُونَ شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ
 إِلَّا هُوَ وَأَمَّا ذُنُوبُهُ وَأَوَّلُ الْعِلْمِ قَائِمًا
 بِالْقِسْطِ لَا إِلَهَ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ إِنَّ الدِّينَ
 عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ وَنَحْنُ بِمَا شَهِدَ اللَّهُ
 رَبَّنَا وَالْمَلَائِكَةُ وَأَوَّلُ الْعِلْمِ مِنْ خَلْقِهِ
 مِنَ الشَّاهِدِينَ شَهَادَةً شَهِدَ بِهَا
 الْعَزِيزُ الْحَمِيدُ وَذَانِ بِهَا الْهُوسُ
 الْغُفُورُ الْوَدُودُ وَأَخْلَفَ بِالشَّهَادَةِ الَّذِي
 الْفَرَسُ الْمَجِيدُ يَزْفَعُهَا بِالْعَمَلِ الْقَائِمِ
 الْمُرَشِّدِ يُعْطِي قَائِلَهَا الْخُلُودَ فِي
 جَنَّاتِ ذَاتِ سِدْرٍ مَخْضُودٍ وَطَلْحِ

اہل بیت پر اور ان کے برگزیدہ اصحاب پر اور آپ کی پاک
 بیویوں پر جو مسلمانوں کی مائیں تھیں اور اچھے طریقے پر صحابہ
 کرام کی پیروی کرنے والوں پر روز قیامت تک دوران کے
 ساتھ ہم پر بھی اے رب سے زیادہ رحم فرمانے والے اپنی رحمت
 فرما! سچا ہے اللہ بزرگی، عزت، عظمت اور حکومت والا
 وہ ایسا طاقتور ہے کہ اس کو زیر کرنے کا ارادہ نہیں کیا جاتا
 ایسا غالب ہے کہ اس پر حکم نہیں چلایا جاسکتا، سارے جہاں
 کا انتظام کرنے والا ہے، جو کبھی نہیں سوتا، بزرگی والے
 کام اسی کے لئے مخصوص ہیں، بڑی بڑی بخششیں اور زبردست
 احسان اور انعام کمال اور تکملہ (اسی کے ساتھ مخصوص ہے)
 اسی کی پاکی بیان کرتے ہیں تمام معزز فرشتے اور چوپائے
 کیڑے مکوڑے، ہوائیں اور بادل اور روشنی اور تاریکی (ہیں)
 اس کی پاکی بیان کرتے ہیں، وہی اللہ ہے حاکم اعلیٰ ہے ہر
 عیب سے پاک ہے ہر نقص سے سالم اللہ ہمارا رب ہے اس
 کی تعریف بڑی ہے اس کے پاک نام ہیں اور اس کے احسان
 عظیم ہیں اور ہم اس کے قول کی شہادت دیتے ہیں زمین
 آسمان بھی اس کے شاہد ہیں اور پیغمبروں اور نبیوں نے
 بھی اس کی شہادت دی ہے، فرشتے اور اہل علم شاہد ہیں کہ اللہ
 کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عدل پر قائم ہے وہی غالب
 حکم والا ہے اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین صرف اسلام ہے
 ہمارے رب اور ملائکہ نے اور اہل علم نے جو کچھ شہادت دی ہے
 ہم بھی وہی شہادت دیتے ہیں یہ شہادت اللہ نے خود دی
 ہے اور اسی شہادت کے سبب مومن معاف کرنے والے
 مہربان اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور وہ عرش کے ممالک پر
 خدا کے لئے اس شہادت کو خلوص سے ادا کرتا ہے، اللہ اس
 شہادت کو اچھے اور ہر ایت والے اعمال کی وجہ سے بلند مرتبہ
 کر دیتا ہے اور اس کے قائل کو بہشت میں بقا، دوام عطا

فرماتا ہے وہ بہشت جہاں کی بیڑیاں بے خار ہیں اور کیلے
تہ بہ تہ سایہ وسیع اور پانی بہاؤ ہے، مومن اس بہشت
میں ان انبیاء کے ساتھ رہے گا جو شہادت دینے والے اور
رکوع و سجود کرنیوالے اور طاعت الہی میں انتہائی کوشش
کرنے والے ہیں۔ الہی ہم کو تصدیق کی بنا پر صادق بنائے
اور اس سچائی کا گواہ کر دے اور اس شہادت پر ایمان لانے
والا بنائے اور اس ایمان کے ذریعے ہم کو موصوف بنائے اور
اس توحید میں ہم کو مخلص کر دے اور اخلاص کی وجہ سے اہل
یقین سے بنائے اور اس یقین کے باعث عارفوں میں سے
کر دے، اس معرفت کے باعث اپنا شناسا بنائے اور اس
اعتراف کے باعث اپنی طرف رجوع ہونے والا بنائے اور
اس توبہ کی وجہ سے ہم کو کامیاب اور اپنے ثواب کی طرف
راغب و رجا کا طالب بنائے اور عزت والے اعمال کھنے والے
فرشتوں پر ہم کو بطور فخر پیش کر اور ہم کو پیغمبروں، صدیقیوں،
شہیدوں اور صالح اعمال کھنے والوں کے ساتھ اکٹھا اور ان
لوگوں میں سے ہمارا شمار نہ فرما جن کو شیاطین نے اپنی طرف
مائل کر لیا ہے اور دنیا کے عوض دین سے روک دیا ہے جس کے
نتیجہ میں وہ پشیمان اور آخرت میں خسارہ یاب ہو گئے۔ سے
ارحم الراحمین: اپنی رحمت سے راحت کی جنتوں کو ہمارے لئے
ودامی کر دے، الہی تمام سائنس تیرے ہی لئے ہے اور تو
ہی تعریف کا مستحق ہے اور احسان و فضل کرنے کا بھی اہل
ہے، تیرے ہی لئے حمد ہے تیرے مسلسل احسانات پر اور
تیرے لئے حمد ہے تیرے پریم انعام پر اور تیرے لئے حمد ہے
تیرے متواتر فضل پر، الہی تو نے ہی ہمارے ایام طفلی میں ماں
باپ کے دلوں کو ہم پر مہربان بنایا، اور بڑے ہونے کے زمانے
میں تو نے ہم کو گونا گوں نعمتیں عطا فرمائیں اور ہم پر اپنے
خیر کی مسلسل بارش کی، ہم بار بار تیرے نا آشنا ہے لیکن تو نے

مَنْضُودٌ وَ طَلَبٌ مَبْدُودٌ وَمَاءٌ مَسْكُوبٌ
يُزَافُ فِيهَا النَّبِيُّ الشَّهَادَةُ وَالرَّجْعُ
السُّجُودُ وَبِأَذَلِّينَ فِي طَاعَتِهِ غَايَةً
الْمَجْهُودِ اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا بِهَذَا التَّصَدِّيقِ
صَادِقِينَ وَبِهَذَا الصِّدْقِ شَاهِدِينَ
وَبِهَذَا الشَّهَادَةِ مُؤْمِنِينَ وَبِهَذَا الْإِيمَانِ
مُؤَحَّدِينَ وَبِهَذَا التَّوْحِيدِ مُخْلِصِينَ
وَبِهَذَا الْإِخْلَاصِ مُؤَقِّنِينَ وَبِهَذَا الْإِقْنَانِ
مُعَارِفِينَ وَبِهَذَا الْمَعْرِفَةِ مُفْتَرِفِينَ
وَبِهَذَا الْإِعْتِرَافِ مُنِيبِينَ وَبِهَذَا الْإِنَابَةِ
خَائِرِينَ وَفِيهَا لَكَ رَاحِسِينَ وَلِمَا عِنْدَكَ
طَالِبِينَ وَبَارِكْ بِنَا أَمْلًا يَكُنْ الْكَرَامَةُ الْكَاتِبِينَ
وَاحْشُرْنَا مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ
وَالصَّالِحِينَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِثْلَ اسْتَهْوَاةِ
الشَّيَاطِينِ فَشَغَلَتْهُ بِالدُّنْيَا عَنْ دَرَجَاتٍ
فَنَاضَحَ مِنَ النَّارِ مِثْلَ دَحْيِ الْأَخِيرِ
مِنْ الْخَاسِرِينَ وَافْجِبْ لَنَا الْخُلُودَ
فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ
الرَّحِيمِينَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَأَنْتَ
لِلْحَمْدِ أَهْلٌ وَأَنْتَ الْحَقِيقُ بِالْإِسْمَةِ
ثُمَّ الْفَضْلُ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى تَابِعِ
إِحْسَانِكَ وَلَكَ الْحَمْدُ عَلَى تَوَاسُطِ
إِنْعَامِكَ وَلَكَ الْحَمْدُ عَلَى تَكَادُفِ
إِسْتِنَائِكَ اللَّهُمَّ أَنْتَ عَطَفْتَ عَلَيْنَا
تَلَوَّجَ الْأَبَاءِ وَالْأُمَّهَاتِ صَعَارًا وَخَسَا
عَفَفْتَ عَلَيْنَا لِعَمَلِكَ كِبَارًا وَالْيُسْرَ
إِلَيْنَا بِتَوَكُّدِ مَدَارٍ وَجَهْلُنَا وَمَا

ہماری گرفت خوری نہیں کی۔ پس تیرے ہی لئے حمد ہے کہ
 تو نے گناہ سے استغفار کرنے کا ہمارے دل میں جذبہ ڈالا
 تیرے ہی لئے حمد ہے، ہم کو جنت نصیب فرمائے، اور اپنے
 عفو سے دوزخ کو ہم سے چھپائے، الہی ہم تیری حمد کرتے
 ہیں ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی، اور دلی رغبت اور ارادہ
 سے تیرا شکر ادا کرتے ہیں، پس ہمارا پردہ فاش کر کے حشر
 کے دن اقوام کے سامنے ہم کو برآواز فرمانا اور اپنی پیشی کے
 ہم کو بد اعمالی کی وجہ سے رسوا کر کے ذلت و خواری کا لباس
 نہ پہنانا، اے ارحم الراحمین! اپنی رحمت سے اس دعا کو قبول فرما
 الہی تیرے لئے حمد ہے کہ تو نے ہم کو اسلام کا راستہ دکھایا
 اور حکمت و قرآن کی تعلیم دی، الہی تو نے ہم کو قرآن سکھایا جبکہ
 ہم کو اس کے سیکھنے کی رغبت نہ تھی، اور تو نے قرآن سکھا کہ
 ہم پر احسان کیا کہ ہم کو اس کی معرفت کا بالکل علم نہ تھا...
 تو نے خصوصیت کے ساتھ ہم کو قرآن عطا کیا جبکہ ہم اس
 کے فضل سے واقف بھی نہ تھے، الہی جبکہ یہ سب کچھ ہماری
 قوت کے بغیر تو نے ہم پر احسان کیا ہے تو پھر اس کے حق کی
 نگہداشت عطا فرما اور اس کی آیتوں کے حفظ کرنے کی
 قوت دے اور اس کے حکم پر عمل اور متشاہدہ پر ایمان اور اس
 پر غور کرنے کا صحیح راستہ اور اس کی امثال اور معجزے پر غور
 اور اس کے نور اور حکم کو دیکھنے کی نگاہ عطا فرما! اس کی
 تصدیق میں ہم کو شہادت لاحق و عارض نہ ہوں اور اس کے
 سیدھے راستوں میں ہمارے دلوں کے اندر بھی کاحیال
 نہ آنے پائے الہی ہم کو مقرر آن عظیم سے نفع عطا فرما
 ہم کو اس کی آیات اور برکت نصیحتوں میں برکت عطا فرما
 اور اس کو ہم سے قبول فرما تو بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے
 اور ہماری طرف رحمت رجوع فرما کہ تو ہی توبہ قبول کرنے والا
 رحیم ہے، اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے ایسا کرنے کہ

عَاجِلُنَا مِرَارًا فَكَانَ الْحَمْدُ إِذَا أَلْهَمْتَنَا
 مِنَ الْخَطَايَا اسْتَغْفَارًا وَكَانَ الْحَمْدُ نَادِرًا
 نَقُتَا جَنَّةً وَنَحْبُبُ عَنَّا لِعَفْوِكَ
 نَارًا اللَّهُمَّ إِنَّا نَحْمَدُكَ سِرًّا وَجَهَارًا
 وَنَشْكُرُكَ مَحَبَّةً وَإِخْتِيَارًا فَلَا تَهْتِكُنَا
 يَوْمَ الْبُعْثِ فَتَجْعَلَنَا بَيْنَ الْمَاسِيَةِ
 عَادًا وَلَا تَفْضَحْنَا بِسُوءِ أَفْعَالِنَا يَوْمَ
 لِقَائِكَ فَتُكْسِنَا ذِلَّةً وَانْكَسَارًا بِرَحْمَتِكَ
 يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا
 هَدَيْتَنَا لِلدِّسَالَةِ وَعَسَلَمْتَنَا الْحِكْمَةَ
 وَالْقُرْآنَ اللَّهُمَّ أَنْتَ عَلَّمْتَنَا قَبْلَ نَفْسِنَا
 فِي تَعْلِيمِهِ وَمَنْنْتَ بِهِ عَلَيْنَا بِمَعْرِفَتِهِ
 وَخَصَّصْتَنَا بِهِ قَبْلَ مَعْرِفَتِنَا بِفَضْلِهِ اللَّهُمَّ
 فَاذْكَانَ ذَلِكَ مِنْ فَضْلِكَ لَطْفًا بِنَا وَ
 إِمْتِنَانًا عَلَيْنَا مِنْ غَيْرِ حِيلَتِنَا وَلَا
 قُوَّتِنَا فَهَبْ لَنَا اللَّهُمَّ رِعَايَةً حَقِّقْ
 وَحِفْظَ آيَاتِهِ وَعَمَلًا بِحُكْمِهِ وَإِيمَانًا
 مُتَشَابِهًا وَهَدًى فِي سَبِيلِهِ وَتَفَكُّرًا
 فِي أَمْثَالِهِ وَمُعْجَزَاتِهِ وَتَبَصُّرًا فِي
 نُوْمِهِ وَحُكْمِهِ لَا تَعَارِضْنَا الشُّكُوكَ
 فِي تَصْدِيقِهِ وَلَا يَخْتَلِجْنَا التَّايُّغُ فِي
 قَصْدِ طَرِيقِهِ اللَّهُمَّ انْفَعْنَا بِالْقُرْآنِ
 الْعَظِيمِ وَبَارِكْ لَنَا فِي آيَاتِهِ وَ
 الذِّكْرِ الْحَكِيمِ وَتَقَبَّلْ مِنَّا أَنْتَ السَّمِيعُ
 الْعَلِيمُ وَتَبَّ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ
 الرَّحِيمُ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ
 الرَّاحِمِينَ اللَّهُمَّ اجْعَلِ الْقُرْآنَ

قرآن ہمارے دلوں کی بہار بن جائے، ہمارے سینوں کو شفا
 دینے والا، ہمارے غموں کو زائل کرنے والا، ہمارے اندر وہ
 افکار کو دور کرنے والا اور ہم کو تیری رحمت کی طرف اور تیری
 راحت والی جنتوں کی طرف چلانے والا، کہیں گے والا اور
 راستہ بتانے والا بنائے، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے اپنی
 رحمت سے ایسا رہے! الہی تیرا پاک کو ہمارے دلوں کے
 لئے ضیا اور ہماری آنکھوں کے لئے جلا، ہماری بیماریوں کے
 لئے شفا بنائے، ہم کو گناہوں سے چھڑانے والا اور دوزخ سے نجات
 دلانے والا بنائے، الہی! اس کے ذریعہ سے ہم کو بہشتی جوئے
 پہننا، ہم کو قیامت کے دن سایہ میں رکھنا، ہم کو پوری پوری
 نعمتیں عطا فرما اور ہم سے عذاب کو دفع کر، بدلہ دیتے وقت
 ہم کو کامیاب ہونے والوں میں شامل فرما! راحتوں اور نعمتوں
 کے وقت ہم کو شکر کرنے والوں اور مصیبت کے وقت صبر کرنے
 والوں میں سے بنا۔ الہی ہم کو ان لوگوں میں سے نہ کر دینا جن
 کو شیطان نے اپنی طرف مائل کر لیا ہے دین سے الگ کر کے
 دنیا میں لگا دیا ہے جس کے باعث وہ نقصان اٹھانے والوں
 میں سے بن گئے ہیں، اے ارحم الراحمین یہ دعا قبول فرمائیے۔
 الہی! قرآن کو ہمارے حق میں برائی نہ بنانا بل صراط کو ہمارا
 پھیلانے والا اور ہمارے نبی ہمارے سردار اور ہمارے وسیلہ
 حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن ہم سے اعراض
 کرنے والا اور منہ موڑنے والا نہ بنا بلکہ اے ہمارے رب! اے
 ہمارے خالق اے ہمارے رازق اُن کو ہمارے لئے ایسا سفارش
 کرنے والا بنائے جن کی سفارش قبول کی جائے اور ہم کو اُن
 کے حوض کوثر پر حاضر کر اور اپنی کے جام سے ہم کو سیراب فرما
 وہ ہم کو خوشگوار اور مبارک شربت پلائیں جس کے بعد ہم کبھی پیاسے
 ہوں اور نہ خوار ہوں نہ ذلیل ہوں نہ انکار کرنے والے ہوں
 نہ ہم مستحق غضب ہوں اور نہ گمراہ ہوں، اے ارحم الراحمین اپنی

رَبِّنَا صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْنَا وَشَفِّعْنَا
 وَجَلِّئْنَا وَخُذْ لَنَا وَذَهَابَ هُبُوبُنَا
 وَغَنِّمْنَا وَسَائِلُنَا وَتَارِدُنَا وَ
 دَلِيلُنَا إِلَيْكَ وَإِلَى جَنَّاتِكَ جَنَّاتِ النَّعِيمِ
 بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ - اللَّهُمَّ
 اجْعَلِ الْقُرْآنَ لِقُلُوبِنَا ضِيَاءً وَ
 لِبَصَائِرِنَا جَلَاءً وَلَا سَفَا بَيْنَنَا دَوَاءً
 وَلِيْنُ تَوْبَتِنَا مَقْبُولًا وَمِنَ النَّارِ مُخْلَصًا
 اللَّهُمَّ اكْسِنَا بِهِ الْحُلَّ وَاسْكِنَا بِهِ الْقُلُلَ
 وَاسْبِغْ عَلَيْنَا النِّعَمَ وَادْفَعْ بِهِ عَنَّا
 النِّقَمَ وَاجْعَلْنَا بِهِ عِندَ الْجَزَاءِ مِنَ
 الْفَائِزِينَ وَعِندَ النِّعْمَاءِ مِنَ الشَّاكِرِينَ
 وَعِندَ الْبَلَاءِ مِنَ الصَّابِرِينَ وَلَا
 تَجْعَلْنَا مِمَّنْ اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ -
 فَشَفِّعْهُ يَا دُنْيَا عَنِ الدِّينِ فَتَا صَبَحَ
 مِنَ الْخَيْرِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ
 اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلِ الْقُرْآنَ بَيْنَنَا مَا جَلَا وَلَا
 الْيَاقَاطَ بَيْنَنَا زَائِلًا وَلَا نَبِيلًا وَسَيِّدَنَا
 وَسَيِّدَنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
 سَلَّمَ فِي الْقِيَامَةِ عَمَّا مُعْرِضًا وَلَا
 مُؤَلِّيًا اجْعَلْهُ يَا رَبَّنَا يَا خَالِفَنَا يَا
 رَازِقَنَا لَنَا شَافِعًا مُشَفِّعًا وَأُورِدْنَا
 حَوْضَهُ كَوْثَرًا وَاسْقِنَا مَشْرَبًا رَوِيًّا
 سَائِلًا هَدِيًّا لَا نَطْشَاءُ بَعْدَهُ أَبَدًا
 غَيْرَ حَزَائِيَا وَلَا تَاكِسِينَ وَلَا
 جَاهِدِينَ وَلَا مَغْضُوبٍ عَلَيْنَا
 وَلَا الْفَاسِقِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي
رَفَعَتْ مَكَانَهُ وَثَبَّتْ أَرْكَانَهُ وَأَبَدَتْ
سُلْطَانَهُ وَبَيَّنَّتْ بَرَكَاتِهِ وَ
جَعَلَتْ اللُّغَةَ الْعَرَبِيَّةَ الْفَصِيحَةَ
لِسَانَهُ وَقُلَّتْ فَا ذَا قَرْنَاهُ
فَاتَّبَعُوا لِسَانَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ
وَهُوَ أَحْسَنُ كُتُبِ لُغَا مَا وَارِثُهَا
كَلَامًا وَأَبْيَنُهَا حَلَالًا وَحَرَامًا مُحْكَمُ
الْبَيَانِ ظَاهِرُ الْبُرْهَانِ مُخَوِّدُ
النِّيَادِ وَالنَّقْصَانِ فِيهِ وَعِنْدُ
وَعَيْنُكَ وَتَخَوُّنُكَ وَتَهْدِيدُكَ لَا
يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ
وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلُ مِنْ حَكِيمٍ
حَمِيدٍ اللَّهُمَّ فَاذْجِبْ لَنَا بِالشَّرَفِ
وَالْمَزِيدِ الْحَقِّ بِكُلِّ سَعِيدٍ اسْتَعْمَلْنَا
فِي الْعَمَلِ الصَّالِحِ الشَّيْءَ الْكَافِ
أَنْتَ الْقَرِيبُ الْمُجِيبُ بِرَحْمَتِكَ يَا
أَرْحَمَ الرَّحِمِينَ اللَّهُمَّ فَكُنَا جَعَلْتَنَا
بِهِ مُتَصَدِّقِينَ وَفِيهِ مُحَقِّقِينَ
فَا جَعَلْنَا بِتِلَاوَتِهِ مُتَتَفِعِينَ وَدَعَى
لَهُ فِي خُطَابِهِ مُسْتَمِعِينَ وَبِمَا فِيهِ
مُعْتَبَرِينَ وَلَا حُكَامِهِ جَامِعِينَ وَلَا
وَامِدَّةَ وَنَوَاحِيَهُ حَاضِعِينَ وَعِنْدَ
خَتْمِهِ مِنَ الْفَائِزِينَ وَثَوَابِهِ حَائِزِينَ
وَلَا تُفِئْتُنِي جَمِيعَ شَهُورِنَا ذَاكِرِينَ
وَالْيَقِئْتُنِي جَمِيعَ أُمُورِنَا رَاجِعِينَ
وَاعْمَلْنَا فِي لَيْلَتِنَا هَذِهِ أَجْمَعِينَ

رحمت سے یہ سب چیزیں عنایت فرما!! الہی! اس
قرآن کے ذریعہ ہم کو فائدہ پہنچا، جس کا تو نے مرتبہ بلند
کیا، جس کے فرائض قائم کئے جس کی دلیل مضبوط بنائی، جس
کی برکتیں ظاہر فرمائیں اور فصیح عربی لغت (زبان) مخصوص
کی، اور تو نے فرمایا کہ جب ہم اس کو پڑھیں تو اے محمد آپ
اس کی پیروی کریں۔ اس کا بیان ہمارا ذمہ ہے اور قرآن
کی ترتیب تیری سب کتابوں سے اچھی ہے اور کلام سب
زیادہ واضح ہے اور حلال و حرام کو سب زیادہ کھول کر
بیان کرنے والا ہے، بیان کے اعتبار سے محکم ہے اس کی دلیل
ظاہر ہے اور وہ کمی و بیشی سے محفوظ ہے، اس کے اندر عجز
اور وعیدیں ہیں، اور ڈراوے اور دھمکیاں ہیں اس میں
کسی طرف سے بھی آکر جھوٹ شامل نہیں ہوا ہے، وہ خدا
کی طرف سے اتاری ہوئی کتاب ہے، الہی! تو اس کے ذریعہ
ہماری لئے شرف اور زیادتی ثواب کا ذریعہ بنا دے، اور ہم
کو خوش نصیب لوگوں میں شامل فرما دے اور ہم سے اچھے
اور نیک کام لینا، بیشک تو نزدیک ہے، قبول کرنے والا
ہے۔ اپنی رحمت سے اس دعا کو قبول فرما! الہی جیسا کہ تو نے
ہم کو قرآن کی تصدیق کرنے والوں میں سے بنایا ہے اور جو
کچھ اس میں ہے اس کو حق سمجھنے والا بنایا ہے اسی طرح اس کی
تلاوت سے ہم کو نفع اٹھانے والا بنائے اور اس کے خوش
آئند خطاب کو سننے والا کر دے، اور جو کچھ اس میں ہے اس سے
نصیحت حاصل کرنے والا بنائے اور ان احکام پر عمل کرنے والا
بنائے اور اس کے ادا کرنے والی کے سامنے جھکے والا بنادے۔
اس کے ختم کے بعد ہم کو باہر لے کر اور ہم کو اس کے ثواب حاصل
کرنے والا بنائے، ہم کو تمام مہینوں میں اپنا ذکر کرنے والا
اپنی ہی جانب تمام معاملوں میں رجوع کرنے والا بنائے، ہم
سب کی اس رات مغفرت فرما دے اے ارحم الراحمین اپنی

Handwritten signature or mark at the bottom left.

بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ه
 اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الَّذِينَ حَفِظُوا
 لِقُرْآنِهِ حَرَمَتَهُ كَمَا حَفِظُوا
 وَعَظَمُوا مَنَازِلَتَهُ لَمَّا سَمِعُوهُ وَ
 تَعَاذُوا بِآدَابِهِ لَمَّا حَضَرُوهُ وَالْتَمَسُوا
 حُكْمَهُ لَمَّا فَارَقُوهُ وَاحْتَسَبُوا جَوَارِزَهُ
 لَمَّا جَاوَزُوهُ وَأَرَادُوا بَسْطَ دِيَارِهِ
 وَجَهْلَكَ الْكَرِيمَ وَاللَّارَ الْآخِرَةَ فَوَصَلُوا
 بِهِ إِلَى الْمَقَامَاتِ الْفَاحِشَةِ وَجَعَلْنَا
 بِهِ مَتْنًا فِي دَرَجِ الْجَنَانِ يَرْتَقِي وَيَنْبِئُهُ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاضٍ
 عَنْهُ يَلْتَقِي فَنَا لَمْ تَشْفِقْ بِالْقَمَائِنِ غَيْرِ
 شَقِيٍّ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ
 اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا خَتَمَةً مُبَارَكَةً عَلَى
 مَنْ شَرَعَا وَحَضَرَهَا وَسَمِعَهَا وَ
 آمَنَ عَلَى دُعَاءِهَا وَأَنْزِلْ اللَّهُمَّ مِنْ
 بَرَكَاتِهَا عَلَى أَهْلِ الدُّوْرِ فِي دَوْرِ هِمِّ
 وَعَلَى أَهْلِ الْقُصُورِ فِي قُصُورِهِمْ
 وَعَلَى أَهْلِ الثُّغُورِ فِي ثُغُورِهِمْ وَعَلَى
 أَهْلِ الْحَرَمَيْنِ فِي حَرَمَيْهِمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
 اللَّهُمَّ وَأَهْلُ الْقُبُورِ مِنْ أَهْلِ مِلَّتِنَا
 أَنْزِلْ عَلَيْهِمْ فِي قُبُورِهِمْ الْبُضْيَاءَ
 وَالْفُسْحَةَ وَجَانِزِهِمْ بِالْإِحْسَانِ إِحْسَانًا
 بِالسَّيِّئَاتِ غُفْلًا وَإِذْ رَحِمْنَا إِذَا
 صَرْنَا إِلَى مَا صَارُوا إِلَيْهِ بِرَحْمَتِكَ
 يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ اللَّهُمَّ يَا سَابِقَ الْفُوتِ
 وَيَا سَامِعَ الصَّوْتِ وَيَا كَاغِي الْخَطَا

رحمت کے ذریعہ معاف فرمادے! اے اللہ! ہم کو ان لوگوں میں شامل کر دے جنہوں نے قرآن کی عزت کی اس کو حفظ کرنے کے بعد اور اس کو سننے کے بعد اس کی تعظیم کی اور جب اس کے سامنے آئے تو اس کے آداب کو ملحوظ رکھا اور جب جدا ہوئے تو اس کے احکام کو مضبوطی سے تھاما۔ اور اس کا حق رفاقت ادا کیا اور جب انہوں نے اس کو ساتھ لیا تو اس کے پڑھنے سے تیری رضا چاہی اور آخرت کو طلب کیا! پس وہ اس تسمان کے ذریعہ اعلیٰ مقامات کو پہنچنے اور اسی قرآن کے ذریعہ جنت کے درجوں پر چڑھنے والوں میں شامل کر دے اور ان لوگوں میں شامل کر دے جن سے خوشنودی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاقات فرمائیں گے۔ قرآن کی شفاعت دھونڈھنے والا بذنب نہیں ہوتا۔ اے ارحم الراحمین اس دعا کو قبول فرمائیے، الہی اس کو برکت والا ختم بنا دے اس کے پڑھنے والوں کے لئے اور اس وقت حاضر ہونے والوں کے لئے اور ان کے لئے جنہوں نے اس کو سنا اور اس کی دعا پر آمین کہا! اے اللہ اس قرآن کی برکتیں گھر والوں پر ان کے گھروں میں اور محلات والوں کے محلات میں نازل فرما۔ الہی سرحد پر جہاد کرنے والوں پر اور حرمین شریفین میں رہنے والے مومنوں پر اس کی برکتیں نازل فرما! الہی! ہماری ملت کے مردوں کی قبروں میں اس کی برکت سے روشنی اور کشادگی نازل فرما دے، اور ان کی نیکیوں کی اچھی جزا عطا فرما اور ان کے گناہوں کو بخش دے، اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے، رحم فرما جب کہ ہم چلے جائیں! اے وہ ذات جو ہر سابق سے سابق ہے، اے آواز کے سننے والے!

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 مُحَمَّدٌ وَآلُ مُحَمَّدٍ لَنَا فِي هَذِهِ
 الْبَيْتَةِ الشَّرِيفَةِ الشَّارِكَةُ ذَنْبًا إِلَّا
 نَحْنُ وَلَا هُمْ إِلَّا نَحْنُ وَلَا
 كُفْرًا إِلَّا لَنَا وَلَا غِنًا إِلَّا كَثْفَتُهُ
 وَلَا شَوْءَ إِلَّا مَرِئَتُهُ وَلَا مِرْيَتًا إِلَّا
 مَرِئَتُهُ وَلَا عَافِيَتَهُ إِلَّا عَافِيَتُهُ وَلَا ذَا
 يَنْتَاجُ إِلَّا أَهْلَهُ وَلَا حَقًّا إِلَّا اسْتَحْجَتُهُ
 نَحْنُ مُشَاهِدُونَ إِلَّا رَدُّهُ تَهْ وَلَا عَاصِيًا
 إِلَّا مُتَابِعُهُ وَلَا حَاجَةَ مِنْ حَوَاجِ الدُّنْيَا
 وَلَا بَيْتِهِ إِلَّا بَيْعًا رَضَاءُ وَلَنَا فِيهَا
 مَسْرُورٌ إِلَّا كَثْفَتَنَا عَلَى قَضَاءِ هَارِ بَيْسِي
 بِمَنَّا وَمَا فِيهِ سَمْعُ الْمُغْفِرَةِ بِرَحْمَتِكَ
 يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ اللَّهُمَّ عَافِنَا
 كَافَّةً نَحْنُ بِسُوءِ الْعَظِيمِ وَسُوءِ
 الْبُيُوتِ وَبِإِسْوَائِكَ الْقَدِيمِ يَا دَائِمُ
 الْفَيْزِ يَا كَبِيرَ الْمَعْرِوْفِ وَصَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا
 مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى
 آلِهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا رَبَّنَا
 إِنَّا مِنْ لَدُنْكَ رَغْبَةٌ وَهِيَ لَنَا مِنْ
 أَمْرِ سَوْفَةٍ وَرَغْبَتُنَا لِعَمَلٍ صَالِحٍ
 سَيَرْثُكَ عَمَّا بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ
 الرَّاحِمِينَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا
 صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ كَمَا اسْتَنْفَذْتَ تَنَابُه
 مِنْ بَهَائِهِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
 كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ

اے وہ ذات جو مرنے کے بعد ہڈیوں کو گوشت کا لباس
 پہنانے والی ہے، رحمت بھیج حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اور
 ان کی اولاد پر اور اس مبارکے ات میں ہمارا کوئی گناہ ایسا
 نہ چھوڑ جس کو تو نے نہ بخش دیا ہو اور نہ کوئی ایسا غم
 ہو جس کو تو نے دور نہ کر دیا ہو، اور نہ کوئی ایسی سختی جس کو
 تو نے ہٹانے دیا ہو اور نہ کوئی ایسا لہج جس کو تو نے دور نہ
 نہ کر دیا ہو اور نہ کوئی ایسی برائی جس کو تو نے پھیر نہ دیا
 ہو اور نہ کوئی ایسا مریض جس کو تو نے شفا نہ بخشی ہو اور
 نہ کوئی ایسا گنہگار جس کو تو نے معاف نہ کر دیا ہو اور نہ
 یاب کئے بغیر چھوڑا ہو، اور نہ کسی بچے کو صالح بنائے بغیر اور
 نہ کسی مرنے کو رحمت کے بغیر، اور دنیا اور آخرت کی کوئی
 ایسی حاجت پوری کئے بغیر نہ چھوڑ جس میں تیری رضا ہو
 اور وہ ہمارے لئے بھی مفید ہو، الہی تو اس کو ہمارے
 لئے آسان، فائدہ رساں اور بخشش کا باعث بنا دے
 اے ارحم الراحمین! ہماری یہ دعا اپنی رحمت سے قبول فرما
 الہی! ہم کو عافیت عطا فرما اور اپنے عفو عظیم سے ہم کو
 معاف فرما دے اپنی جمیل پردہ پوشی سے اور اپنے قدیم احسان
 کے طفیل اے بہت ہی بھلائی اور نیک کننے والے رحمت نازل
 فرما ہمارے آقا اور سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
 وسلم پر اور ان کے تمام پیغمبر مہابیوں، ان کی اولاد اور
 ملائکہ پر اور ان سب پر اپنی سلامتی نازل کر اے ہمارے
 رب ہم پر اپنی طرف سے رحمت فرما اور ہم کو ہمارے کاموں
 میں درستی عنایت کر دے اور ہم کو اس نیک عمل کی توفیق
 عطا کر جس سے تو راضی ہو اے ارحم الراحمین! اپنی رحمت
 سے اس دعا کو قبول کر! الہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر
 اپنی رحمت نازل فرما جس طرح انھوں نے رسالت کا فرض
 ادا کیا ہے! اے اللہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شَمْسُ الْبِلَادِ وَ قَمَرُ الْبِهَادِ وَ زَيْنُ الْوَرَادِ
و شَفِيعُ الْمُنْذَرِينَ يَوْمَ التَّنَادِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ
عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى ذُرِّيَّتِهِ وَ جَمِيعِ صَحَابَتِهِ
الَّذِينَ قَامُوا بِنُصْرَتِهِ وَ جَبَرُوا اَعْلٰى
سُنَّتِهِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ الَّذِيْ يٰلِحَقُّ لِعَفْوَتِهِ
و يٰلِاصْدَقِ لِعَفْوَتِهِ وَ يٰلِاَحْلَمِ
يٰلِاَحْمَدِ سَمِيَّتِهِ وَ فِيْ الْفِيَا مَةِ
فِيْ اُمَّةٍ شَفَعْتَهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ
عَلٰى مُحَمَّدٍ مَا زَهَرَتْ النُّجُومُ وَ
صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ مَا مَلَأَتْ الْغُيُومُ
و صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ يٰ حَقِّيْ يٰ قِيَّوْمُ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ مَا ذَكَرَكَ الْاَنْبَارُ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ مَا اخْتَلَفَتِ اللَّيْلِ
و النَّهَارُ وَ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ
عَلٰى الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ بِرَحْمَتِكَ
يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ۝

جو شہروں کے آفتاب زمین کے مہتاب قیامت کی نہایت اور
روز محشر میں گنہگاروں کی شفاعت کرنیوالے ہیں ان پر
رحمت نازل فرما! الہی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
پر ان کی اولاد پر اور ان کے تمام صحابہ پر جنہوں نے دین کی مدد
فرمائی اور سب کے سب رسول کے پیرو ہیں اپنی رحمت نازل فرما
الہی رحمت نازل فرما حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر
جن کو تو نے سجادین سے کر بھیجا اور تو نے ان کی سچی تعریف
کی اور بردباری ان کی علامت بنائی اور احمد ان کا مبارک
نام رکھا اور قیامت کے دن اُمت کے بارے میں تو انکی
سفا رشت قبول فرمائے گا۔ الہی حضرت محمد مصطفیٰ پر رحمت نازل
فرما جب تک ستارے روشن ہیں اور ان پر رحمت بھیج جب تک
بادل جمع ہوتے رہیں اور ان پر رحمت نازل فرمائے حتیٰ
ایسے قیوم۔ الہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل
فرما جب تک نیک لوگ ان کا ذکر کرتے رہیں اے اللہ حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرما جب تک اس
دن کی آمد و رفت کا سلسلہ قائم ہے اے اللہ اپنی رحمت
نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین و انصار پر

ایک وصیت

صاحب خیر و برکت ماہ رمضان کی آخری شب

اللہ کے بندو! اللہ تم پر رحمت نازل فرمائے، یہ رخصت ہونے والے مہینے کی آخری شب ہے جس کو اللہ تعالیٰ
نے مشرف کیا اور اس کی عظمت بڑھائی اس کے رتبہ کو بلند کیا، دن کے روزوں، رات کی نمازوں اور قرآن پاک کی تلاوت
اللہ کی رحمت اور اس کی خوشنودی کے نزول کے باعث اللہ تعالیٰ نے اس کو کرامت بخشی! اس مہینے میں تم پر اللہ تعالیٰ
کی جانب سے رحمت و سعادت نازل ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو سال کے چراغ اور موتیوں کے ہار کا دریائی موتی
(واسطہ العقد) بنایا، نماز و روزہ کے نور کی وجہ سے اس کو ارکان اسلام میں بہت زیادہ مکرم بنایا اسی مہینے میں

اس نے اپنی کتاب نازل فرمائی اور توبہ کرنے والوں کے لئے قبولیت کے دروازے کھول دیئے۔ اس ماہ میں ہر دعا قبول ہوتی ہے اور ہر نیکی جمع ہو جاتی ہے، ہر ضرر اس مہینہ میں اٹھایا جاتا ہے۔ کامیاب اور قابل مبارک باد وہی ہے جس نے اس مہینے کے اوقات کو غنیمت سمجھا اور نقصان اٹھانے والا اور گھٹائے میں رہنے والا وہی ہے جس نے اس کو ضائع کر دیا اور اس کو ہر لمحہ سے کھو دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو تمھارے لئے گناہوں کے لئے طہارت کا ذریعہ اور تمھاری برائیوں کے لئے یہ مہینہ گناہوں کا کفارہ بنایا ہے، تم میں سے جس کسی نے اس کو اچھی طرح بسر کیا اس کے لئے وہ آخرت کا ذخیرہ کا کفارہ ہے اور نور بخش گیا اور جس نے اس مہینے کے تقاضے پورے کئے اور اس ماہ کے حقوق ادا کر دیئے اس کے لئے یہ مہینہ خوشی اور مسرت کا مہینہ بنادیا گیا یہ مہینہ ایسا ہے کہ اس مہینہ میں فاسق و فاجر بھی سدھر جاتے ہیں اور نیک بندوں کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھ جاتی ہے، یہ ایسا مہینہ ہے جو دلوں کو آباد کرتا ہے، گناہوں کا کفارہ بنجاتا ہے اور مہینہ مسجدوں کو پُر کرنے والا ہے، اس مہینہ میں فرشتے آزادی اور رہائی کے پروانے لیکر نازل ہوتے ہیں۔ اس مہینے میں مسجدیں آباد ہو جاتی ہیں، چسراغ روشن ہوتے ہیں آیات قرآنی کی تلاوت کی جاتی ہے، دلوں کی درستی ہوتی ہے، گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

یہ مہینہ وہ ہے جس میں مسجدیں انوار الہی سے چمک اٹھتی ہیں اور ملائکہ روزہ داروں کے لئے کثرت سے استغفار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس مہینے کی ہر رات کو افطار کے وقت چھ لاکھ افراد کو دوزخ کی آگ سے نجات دیتا ہے، اس ماہ میں برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔ لوگ اس ماہ میں زیادہ صدقات کرتے ہیں، اس ماہ میں برکتوں کا نزول ہوتا ہے لغزشیں معاف کر دی جاتی ہیں، لوگوں کی گریہ و زاری پر رحم فرماتا ہے اور وہ کم ہو جاتی ہے۔ اس ماہ میں جنت کی حین سحریں آواز دیتی ہیں، اے روزہ دار مرد اور عورتو! اور عبادت کرنے والے مرد اور عورتو! تم کو وہ رحمتیں اور بھلائیاں مبارک ہوں جو اللہ نے تمھارے لئے تیار کر رکھی ہیں۔ یقیناً تم کو برکتوں نے ڈھانک لیا ہے اور زمین و آسمان کے تمام رہنے والے تم سے خوش ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرمائے جس نے مرنے سے پہلے اپنے نفس کے لئے تیاری کی اور ماضی و مستقبل کی فکر سے آزاد ہو کر امروز (حال) میں مشغول! (حال کو کامیاب بنایا) اور اپنے بچے کچھ سامان سے زادراہ فراہم کرنے میں مصروف ہوا جو اس کی عمر ختم ہونے تک پورا ہو جائے گا، اور وہ نیک بندہ اس مہینے کی جوانی سے غمگین ہوا اور سلام کر کے اس کو اس طرح رخصت کیا:

۷۷۷۷۷ { اَلْسَلَامُ عَلَيْكَ يَا شَهْرَ رَمَضَانَ، اَلْسَلَامُ عَلَيْكَ يَا شَهْرَ الصِّيَامِ وَالْقِيَامِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ } ۷۷۷۷۷
 اے درگزر اور معافی کے مہینے تجھ پر سلام ہو، اے برکت اور بھلائی کے مہینے تجھ پر سلام ہو، اے تحفوں اور رضا مندی کے مہینے تجھ پر سلام ہو، اے عبادت اور قربانی (نفس) کے مہینے تجھ پر سلام ہو، اے روزوں اور تہجد کی عبادت والے

مہینے تجھ پر سلام ہو، اے تراویح کے مہینے تجھ پر سلام ہو، اے نور اور چراغوں کے مہینے تجھ پر سلام ہو، اے عارفوں کی مسرت تجھ پر سلام ہو، اے خوبیوں والے لوگوں کے باعث افتخار مہینے تجھ پر سلام ہو، اے عبادت گزاروں کے باغ تجھ پر سلام ہو،

اے ہمارے مہینے ہم نے تجھے رخصت کیا حالانکہ ہم تجھے رخصت کرنا نہیں چاہتے تھے ہم تجھ سے جدا ہو گئے حالانکہ تو ہمارا دشمن نہیں تھا اے ماہ رمضان، تیرا سراپا صدقہ اور روزہ تھا، تیری ذات سراپا ستران کی تلاوت اور قیام تھا۔ تجھ پر ہماری جانب سے سلامتی ہو، تجھے ہم مبارکباد پیش کرتے ہیں، خدا جانے ہم کو آئندہ تو میسر ہو گا یا نہیں، ممکن ہے کہ ہم موت سے ہم آغوش ہو جائیں اور تو ہم تک آئے! اے ماہ رمضان تجھ سے ہماری مسجدوں کے چراغ روشن رہتے تھے اور وہ آباد رہتی تھیں، اب جب کہ تو جا رہا ہے وہ چراغ بجھ جائیں گے اور تراویح ختم ہو جائیں گی اور ہم پھر اصل حالت پر لوٹ آئیں گے اور تجھ جیسے عبادت والے مہینے سے جدا ہو جائیں گے۔

اے کاش میں جانتا کہ ہم میں سے (اس ماہ کے) کس کے اعمال قبول ہوئے ہم اس کو اس کے ایسے اچھے اعمال پر مبارکباد پیش کرتے ہیں، اے کاش کہ میں جانتا کہ ہم میں سے کس کے اعمال نامقبول ہوئے ہم اس کی بد اعمالی پر تعزیت کرتے۔ اے مقبول اعمال والے! تجھے اللہ کا ثواب اس کی خوشی مبارک ہو، تجھے اللہ کی رحمت، اس کی مقبولیت اور اس کی مغفرت مبارک ہو، تجھے اللہ کا انعام، گناہوں کی معافی، اس کی نعمتوں کی ارزانی مبارک ہو، تجھے اللہ کی جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخلہ مبارک ہو،

اے نامقبول اعمال والے! تیرے اصرار، سرکشی، ظلم و تعدی، غفلت و نسیان، نقصان اور مسلسل گناہ کرنے کا باعث اللہ تعالیٰ کا غضب و اس کی ناراضگی تجھ پر بہت بڑا غضب بن کر ڈوٹی ہے، اے بندے تیری اشک یز آنکھیں کہاں ہیں تیرے بہنے والے آنسو کہاں گئے، تیری فریاد کہاں گئی! تو نے توبہ کو تاخیر میں کس دن کے لئے ڈال رکھا ہے! اور کس سال کے لئے تو نے اپنے خزانے کو جمع کر رکھا ہے! (اس کو کب خرچ کرے گا) کیا آئندہ سال کے لئے آیا موجودہ سال گذر جانے کے وقت تک! خبردار ایسا نہ کرنا، عمروں کی مدت تیرے علم میں نہیں ہے (تجھے کیا معلوم موت کب آئے گی) اور نہ تو مقدروں کے پہچاننے پر قادر ہے۔

ذرا غور کر! کتنے امیدوں سے بھرپور دل گزے ہیں جن کو امید براری کی توقع تھی لیکن ان کی امید بر نہیں آئی اور کتنے امیدوں کے چاہت والے تھے جو اس تک نہیں پہنچ سکے! بہت سے ایسے لوگ تھے جو عید کی خوشیاں منانے کی تیاری میں مصروف تھے اور وہ قبر میں پہنچا دیئے گئے۔ اور ان کا آراستہ لباس ان کا کفن ثابت ہوا، بہت سے ایسے تھے جو صدقہ فطر ادا کرنے کی تیاری میں مشغول تھے لیکن وہ خود ہی قبر میں رہن رکھ دیئے گئے۔

بہت سے ایسے لوگ ہیں جو روزہ نہیں رکھیں گے اور اللہ کے سوا دوسرے مشغلوں میں لگے رہیں گے پس اے خدا کے بندو! خدا کی حمد کرو کہ اس نے ماہ خیر کو اخیر تک پہنچا دیا اور اللہ تعالیٰ سے اس ماہ کے روزوں اور عبادت کی۔

قبولیت کی دُعا مانگو اس ماہ کے جو حقوق ہیں ان کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہو جائے گا اللہ اور اس کی توفیق کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔
 اے لوگو! اللہ تم پر رحمت نازل فرمائے! تم کو سمجھ لینا چاہیے کہ تم ایک بہت ہی برگزیدہ اور معزز مہینے سے جدا ہو رہے ہو! پس وہ روزہ دار اور عبادت کرنے والے کہاں ہیں جو پچھلے برسوں میں تمہارے ساتھ تھے؟ اور وہ لوگ کہاں ہیں جو تمہارے ساتھ رمضان کی راتوں میں شریک عبادت تھے، اور تمہارے والدین، بہن اور بھائی، ہمسائے اور قرابت دار کہاں ہیں جو خدا کا ہر حق ادا کیا کرتے تھے، خدگی قسم ان کو موت آگئی وہ موت جو تمام لذتوں کو ڈھانے والی اور برباد کرنے والی ہے، تمام اربانوں کو کاٹنے والی ہے اور جمعیتوں میں تفرقہ ڈالنے والی ہے، اُن سے مجلسیں خالی ہو گئیں، مسجدیں ان سے سنان ہو گئیں اب تو تم ان کو قبروں کی مٹی میں پڑا ہوا دیکھ رہے ہو، اُن پر جو حالت طاری ہے اس کو وہ ٹال نہیں سکتے، اب ان کو اپنے نفوس کے نفع و نقصان پر قدرت حاصل نہیں ہے، وہ اس دن کے منتظر ہیں جس دن لوگ اپنے رب کی طرف بلائے جائیں گے (روزِ حشر) اور ساری مخلوق میدان میں جمع کر دی جائے گی، وہ اس دن ہر طرف دوڑتے پھریں گے، اس دن کی ہولناکی (ہیبت) سے کانپتے ہونگے اور اس دن کے حساب کے خوف سے ان کے دل پھٹے پڑے ہوں گے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”اور صور پھونکا جائے گا تو ہم ان سب کو اکٹھا کر لیں گے“

اے اللہ کے بندو! پس جس نے ماہ رمضان میں حرام سے اپنے آپ کو باز رکھا تو اُسے چاہئے کہ اسی طرح وہ تمام مہینوں میں اور سالوں میں بھی اپنے نفس کو اسی طرح حرام سے بچائے رکھے اس لئے کہ ماہ رمضان اور غیر ماہ رمضان یعنی دوسرے مہینے کا مالک ایک ہے اور وہ ان دونوں زمانوں سے اچھی طرح واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو اس مہینے کی جدائی کے بعد جزائے اور اپنی رحمت عام سے ہم کو اور تم کو صلہ عطا فرمائے اور باقی امور میں ہمارے اور تمہارے لئے برکت عطا فرمائے، اپنے فضل، رحمت اور احسان سے ہمیں ہدایت کے رستے پر چلائے (آمین) الہی! تو نے اس رات میں اپنی بخشش، آزادی، رحمت، رضا، عفو و درگزر، احسان و اکرام، دوزخ سے نجات اور ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل طے فرما دیا ہے، اللہ العالمین! ہم کو سب سے زیادہ اس سے حصہ عنایت فرما (آمین)

الہی! جس طرح تو نے ماہ صیام ہمس کو عطا فرمایا اسی طرح اس ماہ کے حال کو برکتوں سے بھر دے اور اسکے آیات کو بہت زیادہ مبارک بنا دے اور ہم سے اس کو قبول فرمائے یعنی وہ اعمال جو اس ماہ میں ہم نے بحیثیت روزہ اور عبادت کئے ہیں وہ قبول فرمائے اور ہمارے اُن گناہوں کو بخشدے جو اس ماہ میں ہم سے سرزد ہوئے ہیں۔ ہم کو مخلوق کے حقوق سے اس دن نجات عطا فرمائے جس دن تیرے سوا کوئی امید گاہ نہیں ہوگی، اے سب سے زیادہ جاننے والے، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے اس دُعا کو قبول فرمائے۔

الہی! اس میں کچھ شک نہیں کہ ہم سے اس ماہ کے روزوں اور قیام (عبادت) میں کوتاہی ہوئی اور ہم تیری عبادت کا کچھ حق ہی ادا نہیں کر سکے، اس قصور کے پیش نظر ہم تیرے در پر سوالی بن کر جھکتے ہیں اور تیری رضا اور رحمت کے طالب بن کر سر کو جھکاتے ہیں۔ الہی! ہم نامراد واپس نہ کر اور نہ اپنی رحمت سے مایوس فرما، ہم تیرے محتاج ہیں تیرے سامنے ایک بندے کی طرح ہیں، پس ہم تو تیری ہی جانب رجوع ہوتے ہیں اور تجھ ہی سے خیر کے طالب ہیں۔ ہم تیرے ہی دروازے کو کھٹکتے

ہیں اور صرف تیری ہی رحمت سے سوال کرتے ہیں تو ہم پر رحم فرما اور ہمارے دلوں کو سنوار دے اور ہمارے عیبوں کو چھپا لے۔
ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے اور قیامت کے دن ہماری آنکھوں کو خشکی مرحمت فرما اور ہم کو اپنی عظیم و گراں بار تو بہ سے
محروم نہ کر! ہمارے عمل کو قبول فرما اور ہماری کوششوں کو پذیرائی عطا کر اور اس رات سے ہم کو زیادہ سے زیادہ حصہ عطا فرما
الہی! اگر تیرے لازوال علم میں آئندہ سال اس ماہ میں ہمارا مقدر ہے تو اس میں ہمیں برکت عطا فرما اور اگر ہماری
عمر پوری ہو چکی ہے اور موت ہمارے درمیان حائل ہونے والی ہے تو ہمارے اخلاص (بیٹے پوتوں وغیرہ) کو نیک بنائے اور ہمارے
اکھوں پر اپنی رحمت کو کشادہ کرے اور ہم سب کو اپنی عام رحمت و بخشش سے نواز! انبیاء، صدیقین شہداء اور صالحین کی رفاقت
دے، الہی! ہماری اس دعا کو قبولیت کا شرف عطا فرما!

الہی! اہل قبور ایسے گناہوں کی پاداش میں گروہیں کہ ان سے چھٹکارا نہیں پاسکتے اور ایسی تنہائی کی قید میں گرفتار
ہیں کہ اس سے آزاد نہیں ہو سکتے اور ایسے مسافر ہیں جن کو ہمت نہیں دی جاسکتی! ان کے چہرے کی خوبصورتی کو موت نے مسخ کر دیا
اور زہریلے کیڑے قبروں میں ان کے ہمسائے بن گئے ہیں وہ اس طرح خاموش ہیں کہ بات نہیں کر سکتے اور ایک دوسرے کے ایسے
پڑوسی ہیں کہ آپس میں مل جل نہیں سکتے اور وہ اپنی اپنی قبروں میں قیامت تک اس طرح سونے والے ہیں کہ کہیں در منتقل
نہیں ہو سکتے۔ ان میں نیک بھی ہیں اور بد بھی، پیچھے رہ جانے والے بھی ہیں اور آگے بڑھ جانے والے بھی!

الہی! جو لوگ ان میں خوش ہونے والے ہیں ان کی خوشی اور مسرت کو اور بڑھادے اور جو ان میں غمگین ہیں ان کا غم
خوشی اور مسرت میں بدل دے! الہی تمام مومن مردوں پر اپنی رحمت نازل فرما، اے ارحم الراحمین اس دعا کو شرف قبول
عطا فرما!!

الہی ان مردوں کی قبروں کو ان کے لئے راحت گاہ اور اپنی بخشش، مغفرت، معافی اور احسان کی منزل بنادے تاکہ
وہ اپنی اپنی قبروں میں مطمئن ہو جائیں! اور تیرے جود و کرم پر یقین کرنے والے اور اعلیٰ درجوں پر پہنچنے والے بن جائیں۔ الہی
ان تمام نعمتوں کے ساتھ ان کے باپ، بیٹوں، بھائیوں اور رشتہ داروں کو بھی اپنے کرم سے نواز قبل اس کے کہ یہ دنیا تباہ
ہو جائے اور تیرگی صفا پر غالب آجائے اور زندگی کے ہاتھ سے امید کا دامن نکل جائے اور مکانات مٹی میں دب کر
برباد ہو جائیں اور یہ سب کچھ اس سے پہلے ہو کہ ہمدردی دشمنی سے بدل جائے، قطرہ سیلاب کی شکل اختیار کرے، صبح رات کا
روپ دھارے اور زمین و آسمان کے رہنے والوں پر سکوت مرگ طاری ہو جائے اور یہ سب نعمتیں ہم کو اس سے پہلے حاصل
ہوں کہ ضعیف اپنی پیرانہ سالی پر اور ادھیڑ عمر والا اپنی ادھیڑ عمر پر ناسف کرے! گنہگار کف افسوس ملیں اور نوجوان
واحسرتا! واحسرتا!! پکاریں۔ یہ سب نعمتیں اس سے قبل عطا فرمائے کہ ندامت و شرمندگی ان کو غرق کرے اور وہ اس طرح
مہرہ لب ہو جائیں کہ بول نہ سکیں اور اپنے اعمال سے آگاہ ہو کہ ندامت سے سروں کو جھکائیں اور (عذاب سے) خوفزدہ
ہو کہ وہ یہ خواہش کرنے لگیں کہ کاش ہم پیدا نہ ہوئے ہوتے۔

اے روزی دینے والے! آواز کو سننے والے! مرنے کے بعد زندہ کرنے والے! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
پر اور ان کی آل و اولاد پر اپنی رحمت نازل فرما، الہی! اس مبارک اور شرف رکھنے والی رات میں ہمارا کوئی ایسا گناہ معاف کرے

بغیر نہ چھوڑا اور نہ کوئی ایسا غم موجود ہو جسے تو نے دور نہ فرما دیا ہو، اور نہ کوئی ایسا مصیبت زدہ باقی ہے جس کو تو نے عافیت نہ عطا کر دی ہو، بروں کو بھی نظر انداز نہ فرما! اُن کے گناہ بھی معاف فرمائے! نہ کوئی ایسا قرضدار باقی ہے جس کو تو نے قرض سے نجات عطا نہ فرمادی ہو اگر کوئی گم گشتہ ہو تو تو اس کو راہ تباہی! کوئی ایسا گنہگار باقی نہ رہے جس کے گناہ تو نے نہ بخش دیے ہوں اور نہ کوئی ایسا مردہ باقی ہے جس پر تو نے اپنی رحمت نازل نہ فرمائی ہو۔

ہماری دین و دنیا کی کوئی بھی ضرورت جس میں تیری رضا بھی شامل ہے اور اس میں ہماری بھلائی بھی اس کو ہمارے لئے آسان بنا دے اور اپنی بخشش کے ساتھ پورا فرمادے، اے ارحم الراحمین اُن کا اپنی قبولیت کا شرف عطا فرما، الہی ہمارے آباؤ اجداد، ہماری ماؤں، بھائیوں، بیٹوں، عزیزوں، شاگردوں، استادوں، ہمارے لئے دعا کرتے والوں اور ہم سے دُعا کے طلبکاروں کے گناہ بخش دے! الہی ان کے بھی گناہ معاف فرمائے جن سے ہمیں تیری خاطر غبت اور نفرت ہے جن کو ہم نے تیری خاطر چھوڑا ہے خواہ ان میں سے کوئی زندہ ہے یا مردہ! ان سب کے بھی گناہ بخش دے! الہی ہماری اس دعا کو اپنی رحمت سے قبولیت کا شرف عطا فرما!!

اے معبود برحق! تمام چھپی باتوں کے جاننے والے! اے بلاؤں کے دور کرنے والے، دعا کو قبولیت عطا کرنے والے! غموں کو دور کرنے والے! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رحمت نازل فرما جو ساری مخلوق سے بہترین، ہم کو اپنی کتاب (قرآن مجید) کی آیات سے نفع پہنچا اور اس کی ترتیل و تلاوت کے واسطے سے ہماری گناہوں کو دھو دال اور رمضان کے روزوں اور عبادت کے ذریعے ہمارے درجے اپنی قربت میں بلند فرما، اے پوشیدہ باتوں کے جاننے والے ہمارے حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور قرآن کے ذریعے ہماری خطائیں معاف فرما اور اس کے توسط سے ہم پر زیادہ عنایت کر اس کے ذریعے ہمارے بیماروں کو اچھا کر دے، ہم میں سے جو مر گئے ہیں اُن پر رحم فرما، ہمارے دینی و دنیوی معاملات بہتر فرمائے اور اس کے ذریعے ہمارے عصیاں کے بوجھ اُتار دے اور ہم کو توفیق عطا فرما کہ ہم نیکوں کے خصائل اختیار کریں۔ ہماری تمام خطائیں اور لغزشیں اور غلطیاں معاف فرمائے، ہمارے دل اور ہمارے باطن کو پاک فرمائے اور قرآن کی برکت سے اذکار کو بہتر بنا دے اور اس کے ذریعے ہمارے خیالات کو پاکی عطا فرما۔ ہم کو گرانی سے نجات عطا کر دے، ہم سے اشتراک برائیوں اور فاجروں کے مکر کو دور فرمائے، ہم کو صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی محبت پر زندہ رکھ! ہم کو دوزخ سے نجات عطا فرما اور دنیا و آخرت میں بھلائی عطا کر، دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ! تمام تعریف خدا کے لئے ہے! خدا کی تمام رحمتیں حضور اکرم خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی اولاد پر، صحابہ کرام پر اور ازواج مطہرات پر نازل ہوں۔ اے اللہ ان سب پر کثرت سے سلام بھیج۔

باب ۳۳

Imp

آداب المریدین

Imp

وہ فقرائے حقیقی جو ان صوفیائے کرام کے راستے اور طریقے پر چلنے والے ہیں، جو نفسانی خواہشوں اور گمراہ کرنے والی آرزوؤں سے پاک اور عاداتِ مذہب سے محفوظ ہیں، وہ سب لوگ ابدال اور اولیاء اللہ کے گردہ میں داخل ہیں، ان کے دل میں جو خدا کا خوف اور ڈر ہے اس کے باعث یہ حضرات بہت کم مدت میں شرفیاب ہو جاتے ہیں۔

ارادت، مرید و مراد

اپنی عادات کو ترک کر دینا ارادت ہے تفصیل ان اجمال کی یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کی طلب میں ترکِ ماسوا
ارادت کی تعریف کے لئے مستعد بن لینا ارادت ہے جب انسان ان عادتوں کو چھوڑ دے گا جو دنیا اور آخرت کی لذتیں کہلاتی ہیں تو اس کی ارادت، ارادت کامل ہوگی، ہر معاملہ میں یہی ارادت سب سے مقدم ہے اس کے بعد قصد کا منبر ہے اور پھر عمل کا
بس ارادتِ سالک حق کی ابتدا ہے اور اس کی پہلی منزل کا نام ہے اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا:-

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ لَا تَعْلَلْ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَتَهُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا
اس کی رضا کے طالب ہیں نہ دھنکارو! اس مقام فکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے لوگوں کے دھنکارنے اور اپنے سے دور رکھنے سے منع فرمایا ہے کہ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:-

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ لَا تَعْلَلْ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَتَهُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا
اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے نفس کو صبر کی عادت ڈالنے ان لوگوں کے ساتھ جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں تاکہ اس کی رضا حاصل کریں اور آپ ان سے اپنی آنکھیں نہ پھیریں اس نیت سے کہ آپ ان سے دنیوی زندگی کی رونق چاہیں
اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ان کے ساتھ رابطہ رکھنے اور صبر کرنے کا حکم دیا اور صحابہ کرام کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی کہ یہ لوگ خداوند تعالیٰ کی رضا کے طالب ہیں اس کے بعد فرمایا گیا کہ آپ ان سے دنیوی زندگی کی آسائش چاہتے ہوئے اغراض و اعراض نہ فرمائیں اس سے یہ بات پائے ثبوت کو پہنچ گئی کہ طریقت کی حقیقت خداوند تعالیٰ کی رضا طلبی ہے اور دنیا و آخرت کی زینت کے مقابلے میں اللہ کی رضا بہت کافی و کافی ہے۔

مربد یعنی خداوند تعالیٰ کی رضا کا طالب وہ ہے جس میں یہ سب اوصاف تمام و کمال موجود ہوں یعنی وہ اس
 صفت سے بہرہ مند ہو کہ ہمیشہ خداوند تعالیٰ اور اس کی طاعت کی جانب متوجہ رہے، ماسوا اللہ سے
 اس کو بیزاری ہو۔ وہ اللہ کے سوا کسی اور چیز کے قبول کرنے سے نفرت کرے۔ وہ اپنے رب کی سنتا ہو اور کتاب و سنت کے
 احکام پر عمل پیرا ہو، غیر اللہ کی جانب سے وہ بہرا ہو جائے کسی بات پر کان نہ دھرے، وہ خدا کے لوز کے ذریعہ سے دیکھتا ہو
 اور خدا اپنی ذات میں اور اپنے سے سوا تمام مخلوق میں اللہ کا فعل ہی مشاہدہ کرتا ہو، غیر اللہ کی طرف سے اندھا ہو جائے،
 اور کسی اور کو اسوائے اللہ عزوجل کے (فاعل حقیقی نہ سمجھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، تیری محبت تجھے کسی چیز سے اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے یعنی
 محبوب کے ماسوا سے مجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے اس لئے تو محبوب ہی میں کھویا رہتا ہے آدمی
 کا ارشاد ہے اس وقت تک محبت نہیں کرتا جب تک وہ ارادہ نہ کرے اور وہ اس وقت تک ارادہ نہیں
 کر سکتا جب تک ارادہ میں خلوص موجود نہ ہو اور ارادہ میں خلوص اس وقت پیدا ہوتا ہے جب اس کے دل میں مشیت الہی کی
 چنگاری شعلہ زن ہو جاتی ہے اور یہی چنگاری ماسوا اللہ کو جلاڈالتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعْرَاجَ اَهْلِهَا اِذْ لَبِثُوْا فِيْهَا قَلِيْلًا ۚ
 اس کو ویران کر دیتے ہیں اور اس بستی (قریہ) میں داخل ہوتے ہیں تو
 وجعلوا اعراجاً اہلہا اذ لبثوا فیہا قلیلاً۔ بنادیتے ہیں۔
 گویا دل ایک بستی ہے اور مشیت الہی کی چنگاری اس بستی کی ہر چیز آرزو اور خواہش کو جلاڈالتی ہے۔
 محبت ایک ایسی آرزو اور ایک ایسی خواہش ہے جو ہر مصیبت کو آسان بنا دیتی ہے ایسے شخص کی
 محبت الہی کا خواہشکار نیند، ننگ کے اتھالی غلہ کے وقت ہوتی ہے (آرام کے لئے نہیں) اس کا گھانا فاقہ کے وقت اور
 کام ضرورت کے تحت ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ہمیشہ اپنے نفس سے نفرت کرتا رہتا ہے (اس کو آرام پہنچانے کے لئے اس کا سونا
 کھانا اور پینا نہیں ہوتا) اور وہ ہمیشہ محبوب حقیقی کی طرف راغب ہوتا ہے وہ صرف اللہ کے بندوں کی خیر خواہی کرتا ہے
 لیکن اپنے لئے گوشہ تنہائی پسند کرتا ہے، وہ گناہوں سے بچتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتا ہے اور اس کے احکام
 کی اطاعت بجا آوری میں مصروف رہتا ہے، امر خداوندی کو پسند کرتا ہے اور خدا کی نظر سے شرم کرتا ہے (ایسا کام نہیں
 کرتا جو اللہ کو نا پسند ہو) اس کی تمام کوششیں اللہ کی محبت میں صرف ہوتی ہیں۔ وہ ہمیشہ ایسے کام کرتا ہے جو اس کو خدا
 تک پہنچائیں وہ گناہی اور غلویت نشینی پر قانع رہتا ہے، مخلوق کی مدح و ستائش اس کو پسند نہیں آتی۔

وہ خاص خدا کے لئے کثرت سے نوافل پڑھتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ تک رسائی کا ذریعہ بن سکے یہاں تک کہ وہ معرفت
 خدا تک پہنچ جاتا ہے پھر وہ اولیاء اللہ اور سالکین حق کے گروہ میں داخل ہو جاتا ہے اس وقت اس کو مرید کو
 صراط کہتے، اس وقت اس سے وہ تمام گراں باریاں لے لی جاتی ہیں جو اس کو لاحق تھیں اور اس کو خداوند تعالیٰ کی
 قربانی اور شفقت سے غسل دیا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے قرب میں اس کے لئے منزل بنا دی جاتی ہے اور اس کو طہرہ

طرح کی خلیقیں پہنائی جاتی ہیں اسی کا نام معرفت ہے یہی خدا کی محبت ہے اسی سے اس کو سکون حاصل ہوتا ہے اس کو

طمانیت کی حاصل ہو جاتی ہے۔ **۷۷۷۷**
ایسا شخص جو کلام کرتا ہے وہ حکمت الہی اور علم الہی سے کرتا ہے اس کا نام اللہ کے دوستوں میں یکارا جاتا ہے وہ خدا کے خاص بندوں میں داخل کر لیا جاتا ہے اور وہ ایسے کئی ناموں سے موسوم ہو جاتا ہے جن کا علم خدا کے سوا کسی اور کو نہیں اس وقت وہ ایسے رازدوں سے مطلع ہو جاتا ہے جو اسی کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں وہ ان رازدوں کو ماسوا اللہ بظاہر نہیں کرتا، وہ اللہ سے سناتا ہے وہ اسی کے ذریعہ دیکھتا ہے اسی کی مدد سے کام کرتا ہے اور اسی کی قوت سے قوت حاصل کرتا ہے وہ اسی کی طاعت پر چلتا ہے اور اللہ ہی سے سکون حاصل کرتا ہے اور اللہ کی طاعت اور یاد کے ساتھ اسی کی نگہبانی اور حفاظت میں وہ سو جاتا ہے پھر وہ خدا کی راہ میں مرنے والوں اور شہید ہونے والوں میں سے ہو جاتا ہے وہ اللہ کی زمین کے اوتاد میں سے ہو جاتا ہے وہ اللہ کے شہروں اور اللہ کے دوستوں کا نگہبان بن جاتا ہے۔ **۷۷۷۷**

۷۷۷۷ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی میں بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا مومن بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں اور میں اس کے کان، آنکھیں، زبان، ہاتھ پاؤں اور دل بن جاتا ہوں پس وہ میرے ہی ذریعہ سناتا ہے اور میری ہی مدد سے دیکھنے لگتا ہے میرے ہی ذریعہ بولتا ہے اور میرے ہی ذہن سے سوچنے لگتا ہے اور مجھ ہی سے قوت حاصل کرتا ہے۔ **۷۷۷۷**

یہ وہ بندہ ہے جس نے ایک بڑی عقل کا بار اٹھا رکھا ہے جس کی نفسانی خواہشات فنا ہو چکی ہیں چونکہ اس پر خداوند جل و علا کا قبضہ ہو گیا ہے اس لئے اس کا دل خستہ نہ الہی بن جاتا ہے۔ لئے خدا کے بندے! اگر تیرا ارادہ ہے کہ تو معرفت الہی حاصل کرے تو پھر منزل خداوندی یہی ہے!! (ان باتوں پر عمل کر اور خود کو ویسا بنالے)۔ **۷۷۷۷**

مراد اور مرید کا فرق
بزرگان کلف میں سے کسی بزرگ کا ارشاد ہے کہ مرید اور مقصود کے اصل معنی یہی ہیں اگر اللہ تعالیٰ کو اسے مرید بنانا مقصود نہ ہوتا تو وہ ہرگز مرید نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اس لئے جب وہ کسی کو کوئی بھی خصوصیت عطا کرنا چاہتا ہے تو اس کو ارادت کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔ بعض دوسرے بزرگوں کا ارشاد ہے کہ مرید ابتدا کرنے والا ہوتا ہے اور مراد مقصود منتہی ہے۔ سالک یعنی مرید وہ ہے جو مصائب اور مشقتوں میں پھینک دیا جاتا ہے۔ اور مراد وہ ہے جو منزل مقصود تک پہنچ گیا ہو اور رنج و مشقت سے آزاد ہو چکا ہو۔ مرید کو رنج دیا جاتا ہے۔ اور سنت الہی یہی ہے کہ وہ سالکین حق کو مجاہدات کی تکلیف دیتا ہے پھر ان کو خود تک پہنچا دیتا ہے اور ان سے توجہ اتار دیتا ہے۔ نوافل کی ادائیگی اور ترک خواہشات کے سلسلہ میں ان کو آسانی فرما رہا ہے، فرائض و سنن کی ادائیگی کے علاوہ دیگر عبادات کی ادائیگی میں رعایت فرما دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ان کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے دلوں کی حفاظت کریں حدود الہی کی محافظت میں مشغول ہوں اور ماسوا اللہ سے اپنے دلوں کو منقطع کر لیں اس وقت ان لوگوں کا ظاہر تو مخلوق خدا کے ساتھ ہوتا ہے لیکن ان کا باطن اللہ کے ساتھ مشغول ہوتا ہے ان کی زبانیں اللہ کے حکم اور ان کے دل علم خداوندی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ انکی زبانیں بندگان الہی کو نصیحت کرنے کے لئے مخصوص ہو جاتی ہیں ورنہ ان کے باطن الہی امانتوں کی حفاظت کے لئے وقف ہو جاتے ہیں پس

جس میں مصروف مشغول ہیں اور اس کے حقوق اور حدود کی حفاظت پر قائم ہیں ان سب کو

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ مرید اور مراد کے کیا معنی ہیں آپ نے فرمایا
مرید وہ ہے جس کی سرپرست تدبیر علمی ہوئی ہے اور مراد کی سرپرست رعایت خداوندی
ہوتی ہے، مرید تو چلتا ہے لیکن مراد اڑتا ہے، ظاہر ہے کہ چلنے والا اور اڑنے والا برابر

یہ فرق حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال سے بخوبی واضح ہو سکتا
ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صرف مرید تھے کہ ان کا منتہائے سیر کوہ طور تھا اور سرور کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر کی حد عرش و لوج محفوظ تک تھی پس مرید طالب ہے اور مراد مطلوب ہے
مراد کی عبادت بخشش و مگوہت ہے، مرید موجود ہے اور مراد فانی رہا کرتی ہے، مرید جزا کے لئے
کوشش کرتا ہے کہ توبہ نہیں کرتا بلکہ توفیق و احسان خداوندی کی طرف اس کی نظر ہوتی ہے، مرید سلوک کی منزل
تک پہنچتا ہے اور مراد کے مقام راستوں کے مقام اتصال پر کھڑا ہے، مرید تو نظر خداوندی کے نور سے دیکھتا ہے اور مراد
خود نور ہے اور مرید اپنی خواہشات کی مخالفت کرتا ہے اور مرید اپنے ارادہ اور خواہش نفس ہی سے بیزار ہوتا ہے
پس کے تدبیر اور تدبیر خواہش جنم نہیں لیتی، مرید تقرب حاصل کرتا ہے اور مراد کو تقرب پا جاتا ہے، مرید کو پرہیز کرنا
چاہیے اور مراد کو ہلاک کرنا چاہیے اس کو ناز و نعم سے نوازا جاتا ہے اور کھلایا جاتا ہے، مرید محفوظ ہوتا ہے اور مراد کے
میں ہلاک کر دیا جاتا ہے، مرید حالت صعود اور چڑھنا میں ہوتا ہے اور مراد اپنے اس رب تک پہنچ
کا ہر عمدہ اور نفیس نعمت موجود ہے اس لئے مراد ہر عابد، متقرب، پرہیزگار اور نیکو کار سے

متصوف اور صوفی کا فرق

جو صوفی بننے کے لئے ریاض کرتا ہے اور اتنی کوشش کرتا ہے کہ وہ آخر کار صوفی بن جائے
وہ متصوف کہلاتا ہے اور اس قوم کے طریقہ کو اپنا شعار بنا لیتا ہے اور ان
کو وہ متصوف کہلاتا ہے جس طرح قبض بننے والے اور زرہ باندھنے والے کو کہا
جاتا ہے اس کے بعد اس کو صاحب قبض اور صاحب زرہ کہہ کر پکارتے ہیں اسی طرح
ان کو کہتے ہیں اور جب وہ اپنے زہد میں اس کمال پر پہنچ جاتا ہے کہ تمام اشیاء کو بیچ سجنے
پر کہا جاتا ہے اس وقت اس کے سامنے ایسی بہت سی باتیں آتی ہیں جن کو نہ وہ چاہتا
ہے نہ ان تمام باتوں میں احکام الہی کی پابندی کرتا ہے اور فعل الہی کا منتظر رہتا ہے

اسی مثال پر متصوف اور صوفی کو قیاس کر لینا چاہئے۔ صوفی میں جب یہ وصف پیدا ہو جائے گا تو اس کو صوفی کہینگے
لفظ صوفی فعل کے وزن پر ہے اور مصنفات سے مشتق ہے اس اعتبار سے صوفی کے معنی ہوں گے وہ ایک بندہ جس کو
اللہ تعالیٰ نے صفائے قلب عطا فرمائی۔ صوفی وہ ہے جو نفس کی آفتوں اور اس کی برائیوں سے خالی، خدا کے نیک
راستے پر چلنے والا، حقائق کو گرفت میں لینے والا اور اپنے دل کو مخلوق کے درمیان غیر متحرک محسوس کرنے والا ہو۔
تصوف کے معنی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اللہ کے ساتھ صدق اور اس کے بندوں کے ساتھ

تصوف کے معنی

صوفی اور متصوف کے درمیان فرق یہ ہے کہ متصوف مبتدی ہے اور صوفی منتہی
متصوف راہ سلوک کا راہرو ہے اور صوفی وہ ہے جو اس راہ کو طے کر چکا ہے اور
مقصود حقیقی کو پا چکا ہے، متصوف بار کا برداشت کرنے والا ہے اور صوفی تمام بار برداشت کر چکا ہے، متصوف پر
ہلکی اور بھاری چیزیں اس لئے بار کی جاتی ہیں تاکہ اس کا نفس شکستہ ہو جائے اور اس کی خواہشات زائل اور اس کی تمام
آرزوئیں و تمنا میں نابود ہو جائیں اس طرح وہ صاف ہو جاتا ہے اور صوفی کہلاتا ہے۔ جو بندہ یہ بوجھ اٹھا لیتا ہے
پس وہ امانت خداوندی کا اٹھانے والا، مشیت الہی کا کرہ اور خداوند تعالیٰ کا تربیت یافتہ اور اس کے علوم و احکام
کا سرچشمہ بن جاتا ہے، وہ امن و کامرانی کا گھر، اولیاء اللہ کا نگران، ان کا ماہن اور ان کی پناہ گاہ بن جاتا ہے، تمام
اولیاء اللہ اور اولاد کا مرجع، ان کی قیام گاہ اور راحت و مسرت کے حصول کا منبع ہو جاتا ہے، بار اور تاج کا مونی
اور خدا بن جاتا ہے، مرید متصوف اپنے نفس اپنی خواہش اور اپنے شیطان سے بیزار ہو کر تمام مخلوق اور اپنی دنیا و آخرت
سے بے نیاز بن جاتا ہے، وہ تمام دنیا اور اس کے اعمال و افعال سے کٹ کر خدا کی عبادت میں مشغول ہو جاتا ہے اپنے
نفس کو مجاہدہ اور ریاضت میں لگا دیتا ہے، اپنے شیطان کے خلاف چلتا ہے اور اپنی دنیا کو ترک کر دیتا ہے۔ تمام
خویش و آزار سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے، یہ سب کچھ وہ حکم خداوندی سے کرتا ہے اور آخرت کی غرض سے کرتا ہے۔
اس کے بعد وہ بحکم الہی اپنے نفس اور خواہش سے جہاد کرتا ہے اور اس جہاد میں ترقی کر کے اپنے رب کی محبت میں طلب
آخرت اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آخرت میں اپنے دوستوں کے لئے نعمتیں تیار کر رکھی ہیں ان سب کو چھوڑ دیتا ہے اس مرحلہ پر
پہنچ کر وہ موجودات کے احاطہ سے نکل جاتا ہے اور تمام آلائشوں سے پاکٹ ہو جاتا ہے اور تمام جہانوں کا مالک بن جاتا
ہے اس وقت اس سے تمام دنیوی علائق و اسباب و رائل و عیال کے تعلقات ختم ہو جاتے ہیں، ساری جہات اس پر بند ہو جاتی
ہیں اور اس کے دو برو ساری جہات کی محبت اور تمام دروازوں کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے جس کو رضائے الہی کہتے ہیں
یعنی اس اللہ کی رضامندی جو تمام ملکوں کا مالک و ہر مامی، مستقبل کا پہلے سے جاننے والا ہے جو تمام رازوں
اور پوشیدہ باتوں سے واقف اور جو کچھ ہمارے اعضا کرتے ہیں اور جو کچھ ہمارے دل اور ہماری میتیں سوچتی ہیں ان کا اچھی

پھر اس دروازے کے سامنے ایک دروازہ کھلتا ہے یہ قرب خداوندی کا دروازہ ہے، اس دروازے سے

صوفی کو محبت کی مخلوق کی جانب اٹھایا جاتا ہے، پھر وہ وحدانیت کے راز کی دنیا میں پہنچ جاتا ہے اور اس پر عظمت جلال الہی منکشف ہوتے ہیں جب اس کی نظر جلال و عظمت پر پڑتی ہے تو وہ اپنی ہستی بطور نذرانہ پیش کرتا ہے اور اپنے نفس حسانت، غلبہ، اقتدار، قوت، عمل، ارادہ اور خواہش، دنیا اور آخرت سب کو چھوڑ جاتا ہے۔ اور اس وقت وہ ایک ایسے بلوری ظرف کی طرح ہو جاتا ہے جو لبالب پانی سے بھرا ہو اور اس میں جلوہ باریاں ہوتی ہوں پھر اس پر تقدیر کے سوا کوئی اور حکم نہیں کیا جاتا وہ خود اپنی ذات اور اپنی لذتوں سے گزر جاتا ہے اور اس وقت وہ اس کچھ کی مانند بن جاتا ہے جس کو جب تک کھلایا نہیں جاتا وہ نہیں کھاتا اور جب تک پہنایا نہیں جاتا نہیں پیتا۔ اس مرتبہ پر پہنچ کر وہ آزاد ہو جاتا ہے اور اپنی ذات کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ہم ان کو دائیں باتیں کر دیں بدلوئے رہتے ہیں۔

سوالگ کا مخلوق میں موجود ہونا اگرچہ سالک حق مخلوق میں موجود ہوتا ہے لیکن افعال و اعمال باطنی، ظاہری حالات خیالات اور اپنی نیتوں میں ان سب سے جدا ہوتا ہے اس وقت وہ صوفی کہلاتا ہے اور اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ مخلوق کی کدورت سے بھٹک ہو گیا اور اپنے نفس کو اور اس کے پہچاننے والا بن جاتا ہے جو مردوں کو جلاتا ہے اور جو اپنے دوستوں کو نفوس و طبائع کی خواہشات اور ان کی گمراہیوں کی ظلمتوں سے نکال کر معارف، علوم، اسرار، انوار، قدرت اور اپنے نور کی عادی کی طرف لیجاتا ہے اور خود ذمہ دار ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو لوگوں کے دل خیالات اور نیتوں سے واقف کر دیا ہے، میرے رب نے ان کو دلوں کا بھیدی اور پوشیدہ باتوں کا اکین بنا دیا ہے اور خلوت و جلوت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو رہبر مصیبت سے محفوظ کر دیا ہے، اس منزل پر ایسا کوئی شیطان نہیں جو ان کو بہکاسکے اور نہ کوئی ان کے پیچھے لگی ہوئی گمراہی ان کو کسی لغزش کی طرف مائل کر سکتی ہے اللہ تعالیٰ نے شیطان سے مخاطب ہو کر فرمایا "میرے بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہوگا" یعنی ان کو کوئی گمراہ کرنے والا ہے اور نہ ان کے ساتھ کوئی ایسی نفسانی خواہش ہوگی جو ان کو اہلسنت و الجماعت کے طریقے سے نکال دے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "یہ اس لئے ہوگا کہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی دور کر دیں وہ تو ہمارے مخلص بندوں میں سے ہے، پس میرے رب نے ان (صوفیاء) کی حفاظت کی اور ان کے نفوس کی رعایتیں اور کبر و نخوت کو اپنے غلبہ اور زور سے ختم کر دیا اور ان کو مقامات سلوک میں ثابت قدم رکھا اور ان کو ایفائے عہد کی توفیق عطا فرمائی۔ ان کو یہ توفیق اس وقت عطا ہوئی جب انھوں نے اللہ کی راہ میں راستی سے کام لیا اور اپنی ذات کے مخلوق سے علیحدہ ہونے پر اور اپنی پریشانیوں پر صبر سے کام لیا، اپنے فرائض ادا کئے، حدود شرعیہ اور احکام الہی کی حفاظت کی اور سلوک کے مقامات پر سختی سے قائم رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ثابت قدم کر دیا اور ان کو راستہ کیا اور صفائے قلبے نوازا انھوں نے خود کو باادب بنایا اور پاک صاف رکھا۔ فراخی کو دل میں جگہ دی خود کو پاکیزہ بنایا اور جبارت و دیرری سے کام لیا۔ اور ان تمام باتوں کے عادی اور خور ہو گئے، پس ان کو اللہ کی کامل ولایت اور سرپرستی حاصل ہوئی۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا ذَاكَ النَّبِيَّ وَخَاتَمَ الشَّمَالِ

Imp

Imp

اللہ تعالیٰ مومنین کا دوست ہوتا ہے، ارشاد فرماتا ہے: "اللہ صالحین کا کارساز ہے" اس منزل سے پھر صوفی کے درجہ بڑھا کر خدا کے نزدیک کر دیئے جاتے ہیں جس مقام پر پہنچتے ہیں وہ خدا کے روبرو ہے، اس منزل پر پہنچ کر ان کی مناجات وہ مناجات بن جاتی ہے جو ان کے باطن اور قلوب میں کھیدا ہوتی ہے، وہ سب کچھ چھوڑ کر خدا کی طرف مشغول ہو جاتے ہیں ان کے نفوس کو مرثے سے روک دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو ہر چیز کا رک در مولیٰ ہے ان کو اپنے قبضے میں کر لیا اور ان کو ان کی عقول کے ساتھ مقید کر دیا اور پھر وہ اسی کے قبضہ اور حفاظت میں ہو جاتے ہیں، قرب الہی کی وہ خوشبو سونگھتے ہیں اور لوحید رحمت کی سیرگاہ میں زندگی بسر کرتے ہیں اور اس کی اجازت کے بغیر کسی کام میں مشغول نہیں ہوتے تاکہ شیطان اور نفس امارہ اور اس کی خواہشات ان کو ضرر نہ پہنچا سکیں اس صورت میں ان کے اعمال میں نہ شیاطین کا کوئی دخل باقی رہتا ہے نہ نفسانی عیوب کا جیسے ریا، نفاق، غضب، خود پسندی، طلب ہوا و فضا، شرک اور کسی مخلوق کی طاقت اور قوت پر اعتماد کا دخل باقی نہیں رہتا۔ وہ اپنے اعمال کو اللہ کی مہربانی اور تخلیق خداوندی اور اسی کی دی ہوئی عملی توفیق سمجھتے ہیں۔

مری طلب بھی تو تیرے کرم کا صدقہ ہے، قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ اس وجہ سے راسخ ہو جاتا ہے کہ کہیں وہ ہدایت الہیہ کی راہ سے نہ بھٹک جائیں۔ جب وہ احکام کی ادائیگی اور اعمال کی تکمیل کے فارغ ہو جاتے ہیں تو ان کو پھر انہی مراتب کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جن کو انھوں نے اپنے لئے لازم کر لیا تھا، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان کو امین بنا دیا جاتا ہے اور ان میں سے ہر ایک سے اس کی حیثیت اور حالت کی مطابق خطاب کیا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے: "اِنَّكَ الْيَوْمَ كَذِبًا مَّكِينٌ اَمِيْنٌ" یہ مرتبہ جب انھیں حاصل ہو جاتا ہے تو اس کے بعد کسی حکم کے محتاج نہیں رہتے بلکہ ان کو مختار بنا دیا جاتا ہے ان کا کام ان ہی کے سپرد ہو جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیحہ اس کی تائید کرتی ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے بذریعہ جبریل علیہ السلام اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرمان بھیجا تھا اور فرمایا تھا کہ بندہ کو حج سے قریب کرنے والی چیز ادا کرے فرض سے زیادہ اور کوئی نہیں ہے۔ بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کے کان، آنکھیں، زبان، ہاتھ، پاؤں اور دل بن جاتا ہوں وہ میرے ہی کالوں کے ذریعہ سنتا ہے اور میری ہی آنکھوں کے ذریعہ دیکھتا ہے اور میری زبان سے بولتا ہے میرے ہی قلب سے سمجھتا ہے اور میرے ہی ہاتھوں سے پکڑتا ہے، اس حدیث قدسی کو اس کتاب میں ہم نے کئی جگہ بیان کیا ہے کیونکہ یہی حدیث صوفیاء و کرام کے اس مقام کی حامل ہے۔

الغرض اس بندہ کا دل اللہ کی محبت، نور اور علم (معرفت) سے بھر ہو جاتا ہے پھر اس کے علاوہ اس کے اندر کسی اور چیز کی گنجائش نہیں رہتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو شخص اللہ سے قلبی محبت کرنے والے کو دیکھنا چاہتا ہے وہ ابو حذیفہؓ کے آزاد کردہ غلام (حضرت) سلامؓ کو دیکھ لے جس کا ظاہر فعل الہی سے متحرک اور باطن اللہ کی محبت سے پُر ہے۔

یہ تم آج سے ہمارے امین ہو چکے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں عرض کیا تھا کہ اے پروردگار میں تجھے کہاں ڈھونڈوں! اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے موسیٰ کیا کسی گھر میں میری رسائی ہو سکتی ہے اور کوئی جگہ ہے جو مجھے برداشت کر سکتی ہے (میرا احکام ظہر کر سکتی ہے) اگر تم جاننا ہی چاہتے ہو کہ میں کہاں کہتا ہوں تو میرا مقام ہے تارک و دواع اور عقیق کا دل تارک وہ ہے جو کوشش اور تکلیف کے ساتھ دنیا کو چھوڑتا ہے لیکن پھر بھی اس میں شائبہ باقی رہتا ہے۔ پھر اللہ اس پر احسان فرماتا ہے تو وہ دنیا کی طرف سے مردہ ہو جاتا ہے اور ساری دنیا کو ترک کر دیتا ہے (و دواع) اس کے بعد وہ عقیق بن جاتا ہے یعنی اپنے گمراہی کے سوا کسی اور کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ انسان جب ترک دنیا کر لیتا ہے تو پھر اس پر مزید احسان الہی کیا ہوتا ہے؟ تو اس کے جواب کی تفصیل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بندہ کو ایک مرتبہ پر قائم کرتا ہے تو شرط یہ ہوتی ہے کہ بندہ اس پر قائم رہے اور اپنے قدم جمائے رکھے۔ پس بندہ اگر اس شرط کو گورا کر لیتا ہے تو پھر اس مرتبہ سے آگے اللہ اس کو عالم جبروت میں داخل فرما دیتا ہے۔ عالم جبروت کا حاکم اس کے نفس کی نگہداشت کرتا اور خواہشات سے اس کی بازداشت کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کے نفس میں مسکن اور خضوع پیدا ہو جاتا ہے اس کے بعد اس کو بادشاہ عالم جبروت کے حضور پیش کیا جاتا ہے اور شاہ جبروت اس کو مہذب و آراستہ کر دیتا ہے اس کے بعد عالم جلال میں لے جا کر اس کو ادب سکھاتا ہے پھر عالم جمالی میں لیجا کر اس کے میل کچیل (کثافت نفس) کو صاف کرتا ہے پھر ملک عظمت میں لے جا کر اس کو پاک کرتا ہے اور ملک تجلی میں غسل کر کے اس کو نکھار دیتا ہے پھر ملک ہجرت میں پہنچا کر اس کو وسعت عطا فرماتا ہے اس کے بعد ملک مہیبت میں اس کی تربیت فرماتا ہے وہاں سے ملک حمت میں پہنچا کر تازی قوت اور شجاعت عطا کرتا ہے پھر ملک فرویت میں پہنچا کر اس کو سب سے یکساں و یکساں بنا دیتا ہے اس مرتبہ پر لطف الہی سے اس کو غذا پہنچتی ہے اور شفقت الہیہ اس کو جمعیت عطا کرتی ہے اور اس کا احاطہ کر لیتی ہے، حجت اس کو قوت پہنچاتی ہے، شوق قرب عطا کرتا ہے اور مشیت (الہی) قرب خداوندی تک پہنچا دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا رخ پلٹ کر اس کو قرب عطا فرماتا ہے اس منزل پر پہنچ کر وہ ٹھہر جاتا ہے پھر اس کو ادب سکھایا جاتا ہے اس سے راز کہے جاتے ہیں اپنے کرم سے اللہ تعالیٰ اس کو بسط عنایت کرتا ہے پھر اس پر قبض طاری فرما دیتا ہے، اس منزل پر پہنچ کر وہ جہاں جاتا ہے اور جس خلوت میں بھی ہوتا ہے اپنے رب سے قریب اور اسی کے قبضہ میں ہوتا ہے۔ اس وقت وہ اللہ کے اسرار و احکام و تصرفات کا این بھجنا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کو پہنچتے ہیں اس مرتبہ پر پہنچ کر اس کی صفات ختم ہو جاتی ہیں، کلام اور تعبیر ہو جاتی ہے، یہی مقام قلب و عقل کی رسائی کا منتهی اور اولیا اللہ کی غایت (منزل آخری) ہے یہیں تک ولایا اللہ کے احوال لی پہنچے ہیں اس سے آگے کے مقامات انبیا اور رسولوں کے لئے مخصوص ہیں اس لئے کہ ولی کی انتہائی کی ابتدا ہوتی ہے نبوت اور ولایت میں فسق یہ ہے کہ نبوت اللہ کی طرف سے ایک کلام ہے اور جبرئیل (علیہ السلام) کی معرفت اللہ کی طرف سے ایک وحی ہے، حضرت جبرئیل (علیہ السلام) وحی ادا کرتے ہیں اور اللہ کی طرف سے اس پر قبولیت کی مرگ جاتی ہے اس کی تصدیق لازم ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔

مرید کو سچے دل سے عہد کرنا چاہیے کہ جب تک بارگاہ خداوندی تک وہ نہیں پہنچ جائے گا، ایک قدم بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے بغیر نہ اٹھائے گا اور نہ کہیں رکھے گا، دل سروک میں کسی ملائت کرنے والے کی ملائت سے اپنے مقصد سے واپس نہیں ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ جو اہل صدق ہیں ان کا قدم کبھی پیچھے نہیں ہٹتا ہے اس کو کرامت کی وجہ سے استہ میں کہیں توقف نہیں کرنا چاہیے۔ کرامت کو اللہ کے راستے میں اپنے جہاد و سعی کا صلہ نہیں سمجھنا چاہئے کیونکہ کرامت تو اللہ تک رسائی میں خود ایک حجاب ہے جو اس تک پہنچنے سے روکتی ہے البتہ وصول حق کے بعد ضرر نہیں پہنچانی اس لئے کہ کرامت خداوند تعالیٰ کی عطا کردہ قدرت کا نمونہ اور بارگاہ الہی تک رسائی کا ثمرہ ہوتی ہے اس وقت صاحب کرامت اللہ کی زمین پر اللہ کی قدرت اور ایک خرقة عادت ہوتا ہے پہلے وہ نادان تھا، نادان تھا، گونگا تھا اب اس کا کلام حکمت کا ملہ بن جاتا ہے اس کے حرکات و سکنات اور زندگی کی رفتار اولوالالبصار کے لئے درس عبرت بن جاتی ہے اور اسکے اوپر اور اس کے دل میں ایسے افعال الہی کا ظہور ہوتا ہے جو دانش و فہم کو حیرانی میں ڈال دیتے ہیں۔

ولایت کی شرط ہے کہ کرامات کو پوشیدہ رکھے اور نبوت و رسالت میں شرط ہے کہ معجزات کا اظہار کیا جائے تاکہ نبوت اور ولایت کا شرق ظاہر ہو جائے، اس لئے مبتدی (مرید) کو لازم ہے کہ اس کی پابندی کرے۔

مرید کا میل ملاپ کے ساتھ میل ملاپ نہ رکھے جو اسلام و ایمان کے تو داعی ہیں لیکن عمل میں کوتاہی کرتے ہیں، ناکارہ کن لوگوں سے منع ہے۔

مرید کے لئے جائز ہے کہ وہ مقامات تقصیر میں نہ گھرے یعنی تقصیر و کوتاہی سے بچے، ان لوگوں کے ساتھ میل ملاپ نہ رکھے جو اسلام و ایمان کے تو داعی ہیں لیکن عمل میں کوتاہی کرتے ہیں، ناکارہ کن لوگوں سے منع ہے۔

ہیں محض باتیں بناتے ہیں اعمال و احکام کے مخالف ہیں ایسے ہی لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ**

اے لوگو! اگر تم ایمان والے ہو تو جو بات تم خود نہیں کرتے اس کے لئے دوسروں کو کیوں کہتے ہو کیونکہ یہ خدا کے نزدیک بڑا گناہ ہے کہ جو بات تم خود نہ کرو دوسروں کو اسکی دعوت دو۔

ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا:-

أَتَاْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَحْقُقُونَ

کیا تم دوسروں کو نیکی کا مشورہ دیتے ہو اور اپنی جانوں کو فراموش کر دیتے ہو حالانکہ تم اللہ کی کتاب پڑھتے ہو کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ دوسروں کو نیکی کا حکم دینا اور خود نہ کرنا بری بات ہے،

مرید کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جو کچھ میسر آئے راہ خدا میں خرچ کر دے اور اس کے پاس جو کچھ ہے اس کے دینے میں اس لئے بخل نہ کرے کہ اگر میں خرچ کروں گا تو افطار و سحر کے وقت کیا کھاؤں گا، اسے دل میں اس کو یقین رکھنا چاہیے کہ زمانہ سابق میں کوئی ولی ایسا پیدا نہیں ہوا جو میسر ہوئے والی چیز کے خرچ کرنے میں بخل کرتا ہو۔

مرید کے لئے ضروری ہے کہ ہمیشہ عاجزی کو اپنا لے لے، کھجور اور گناہی کو پسند کرے اور لوگ اگر اسکی مذمت کریں تو لو اس پر خوش ہو۔ اگر اس کے معاصرین اور ہم سر لوگوں کو عزت بخشش اور مشائخ و علما کی مجالس

Imp Imp Imp

میں قرب کے لحاظ سے اس پر ترجیح دی جائے تو رنج نہ کرے بلکہ اس پر راضی ہے، خود بھوکا رہے اور دوسروں کا پیٹ بھرتا رہے، سب کی عزت ہونے دے اور خود ذلت پر راضی ہے خود بھی سب کی عزت کرے اور اپنے لئے ذلت کو پسند کرے اگر کوئی مرید ان امور پر راضی نہ ہوگا اور اپنے نفس کو ان حالات میں مطمئن نہیں رکھے گا تو اس پر اسرار معرفت کا کھلنا ممکن نہیں ہے اور وہ اس راہ میں کچھ بھی نہیں کر سکے گا اس کی مکمل صلاح اور کامیابی اس میں مضمر ہے جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا مرید کے لئے ضروری ہے کہ اپنے گزشتہ گناہوں کی مغفرت طلب کرے اور آئندہ گناہوں سے حفاظت الہی کا خواستگار ہو، اللہ تعالیٰ کی پسند کے موافق طاعت الہی اور اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والی عبادت کو توفیق کے سوا کسی اور مقصد کے پورا ہونے کا منتظر نہ رہے وہ اپنی تمام حرکات و سکنات میں راضی برضا ہے، مشائخ و اولیاء اور ابدال کی نظروں میں محبوب و مقبول ہو جانے کو پسند کرے اس لئے کہ ذی عقل و ذی فہم دوستوں کے گروہ میں داخل ہونے کا یہی ذریعہ ہے اہل فردوس ہی ہیں جو اللہ کی جانب سے فہم رکھتے ہیں۔ یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا سب مرید کے احوال سے متعلق تھا جب تک مرید کامل تمام خواہشات اور اغراض سے خالی نہیں ہوگا اور صرف مذکورہ بالا مقصد کے حصول کے علاوہ دوسرے مطالب مقاصد کے حصول کی آرزو سے پاک صاف نہیں ہو جائے گا وہ مرید کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

شیخ طریقت کے ساتھ

مرید کے آداب

مرید پر واجب ہے کہ ظاہری عمل میں پیر شیخ کی مخالفت نہ کرے اور نہ دل میں اس پر شیخ کی مخالفت نہ کرے۔ اعتراض کرے ظاہر میں شیخ کی نافرمانی کرنے والا گستاخ و بے ادب ہے اور باطن میں اس پر معترض ہونے والا خود اپنی تباہی اور ہلاکت کا خواستگار ہے۔ مرید کو چاہیے کہ شیخ طریقت کی پسرنداری میں اپنے نفس کو مضبوط رکھے اور ظاہر و باطن میں شیخ کی مخالفت سے اپنے نفس کو باز رکھے اور اس کی اس خواہش پر اس کو ملامت کرے اور اس آیت کی تلاوت کثرت سے کرے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ

مہربان اور رحمت کرنے والا ہے۔ اگر پیکر طریقت سے خلافت شرع کوئی عمل سرزد ہو تو اشارہ اور کنایہ میں اس کی وجہ دریافت کرے صراحت کے

ساتھ وچہ نہ پوچھے اس صورت میں شیخ کو اپنے مرید سے نفرت ہو جائے گی۔ اگر شیخ میں کوئی عیب نظر آئے تو اس کی پردہ پوشی کرے اور اس کی کوئی شرعی تاویل نکالے اور اس بارے میں اپنے نفس کو غلط فہم سمجھے یعنی یہ خیال کرے کہ میں نے شیخ کے بارے میں جو کچھ سمجھا ہے غلط سمجھا ہے۔ اگر اس فعل کا کوئی شرعی عذر بن ہی نہ سکتا ہو تو شیخ کے لئے استغفار کرے اور اللہ سے دعا کرے کہ اللہ اس کو توفیق، علم، بیداری اور تقویٰ عطا فرمائے۔ مرید کو چاہیے کہ پیر کے معصوم ہونے کا عقیدہ نہ رکھے، اس کے عیب کی کسی دوسرے کو خبر نہ کرے، جب مرید دوسری مرتبہ شیخ کی خدمت میں جائے تو یہ خیال لے کر جائے کہ شیخ کا پچھلا عیب زائل ہو چکا ہوگا اور شیخ پچھلے درجہ سے ترقی کر کے دوسرے بلند مرتبہ تک پہنچ چکا ہوگا اور شیخ سے جو گناہ سرزد ہو چکا ہے وہ کسی سہو کی بنا پر سرزد ہوا ہے اور وہ شیخ کے دونوں مرتبوں کے درمیان حد فاصل بن گیا تھا جہاں ایک حالت کی انتہا اور دوسری حالت کی ابتدا ہوتی ہے یعنی ولایت کے ایک درجہ سے دوسرے درجہ کی طرف انتقال ہوتا ہے اور ایک ادنیٰ لباس کو اتار کر دوسرا اعلیٰ اور افضل لباس اور خلعت اس کو پہنایا جاتا ہے اس لئے کہ اولیاء اللہ کا قرب بے وزانہ بڑھتا ہے۔

شیخ طریقت اگر ناراض ہو جائے یا چپیں بہ جبین ہو یا کسی قسم کی بے التفاتی اس سے ظاہر ہو تو مرید اس سے کنارہ کش نہ ہو بلکہ اپنی حالت کا جائزہ لے اور دیکھے کہ کہیں شیخ کے حق میں اس سے کوئی گستاخی اور بے ادبی تو سرزد نہیں ہو گئی ہے یا حق کی ادائیگی میں اس سے کچھ کوتاہی تو نہیں ہوئی ہے اگر حقوق اللہ میں کچھ قصور ہوا ہے تو پہلے اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کرے اور دوبارہ اس کا اعادہ نہ کرنے کا عہد کرے پھر اپنے شیخ سے معذرت چاہے اس کے سامنے عجز و انکسار کا اظہار کرے اور آئندہ شیخ کے حکم کے خلاف نہ کرنے کا عہد کرے اور شیخ کی نگاہ التفات کے حصول کی کوشش کرے۔ شیخ کے حکم کی ہمیشہ اطاعت کرے اور شیخ کو خدا کا مہینچے کا وسیلہ اور ذریعہ راستہ اور سبب سمجھے، اس کو اس مثال سے سمجھنا چاہیے کہ اگر کوئی بادشاہ کے حضور میں پہنچنا چاہے اور بادشاہ اس کو پہنچاتا ہے ہو تو لامحالہ اس کو کسی درباری یا شاہی خدمت گار یا بادشاہ کے مقرب کا وسیلہ ڈھونڈنا ہوگا تاکہ شاہی آداب اور حضوری کے طور طریقوں سے واقف ہو جائے، پیشی اور خطاب کے آداب معلوم ہو جائیں اور اس کو آگاہی ہو جائے کہ کون کون سے تحفے اور میوے ایسے ہیں جو بادشاہ کے حضور میں پیش کرنے کے لائق ہیں اور وہ کون کون سی چیزیں ہیں جن کی افزائش بادشاہ کو پسند ہے اس لئے سب سے پہلے اس کو اسی طریقہ کو اختیار کرنا ضروری ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس وسیلہ اور آگاہی کے بغیر داخل ہو جائے اور اس کو ذلت و خواری کا منہ دیکھنا پڑے اور بادشاہ سے جو غرض و مطلب ابستہ تھا وہ حاصل نہ ہو سکے، ہر نئے داخل ہونے والے پر ایک ہیبت اور دہشت طاری ہوتی ہے اس کو ایک ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو آداب کی یاد دہانی کراتا ہے اور ازراہ مہربانی اس کو اس کے مرتبہ کے لائق جگہ پر کھڑا کر دے یا بٹھائے یا اشارے سے اس کے مناسب حال مقام کو بتائے تاکہ وہ بد ہتیزی اور بے وقوفی کا نشانہ نہ بنے۔

مرید کو اس بات کا یقین رکھنا چاہئے عادت الہی اسی طرح جاری ہے کہ اس زمین پر ایک پیر (حضرت آدم کی تربیت) ہو ایک مرید، ایک مقتدر ہو دوسرا مصاحب، ایک پیشوا ہو دوسرا پیرو، یہ عادت الہی

حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد تمام اسماء اللہ نے ان کو سکھادینے اور ان ہی سے کائنات کی ابتدا کی گویا ان کو اس طرح بتا دیا جیسا استاد شاگرد کو بتاتا ہے (سکھاتا پڑھاتا ہے) یا پیر مرید کو بتاتا ہے پھر تعلیم و تہذیب سے آراستہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو معلم استاد اور شیخ حکم بنا دیا طرح طرح کے لباس اور زیور پہنائے، زبان کو قوت گویائی عطا فرمائی جنت کے اندر کرسی نشین بنایا اور ملائکہ کو ان کے گرد گرد قطار اندر قطار کھڑا کیا اور فرشتوں سے سوال کیا، تمام فرشتوں نے لا جواب ہو کر کہا: ۷۷۷۷۷

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۝ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝
 اِلهی: تو پاک ہے، تو نے جو کچھ ہم کو نہیں سکھایا اس کا ہم کو علم نہیں بیشک تو جاننے والا اور حکمت والا ہے۔
 تب حضرت آدم (علیہ السلام) سے ارشاد ہوا کہ آپ ان تمام چیزوں کے نام بتادیں، حضرت آدم نے تمام اشیاء کے نام بتا دیئے اس سے فرشتوں پر آدم کی فضیلت نمایاں ہو گئی، آدم سب کے شیخ اور فرشتے ان کے شاگرد ہو گئے، اللہ کی نظر میں اور فرشتوں کی نظر میں بھی وہ فرشتوں سے افضل اور اشراف قرار پائے چنانچہ آدم پیشوا ہوئے اور فرشتے ان کے تابع اور پیرو!! ۷۷۷۷۷

حضرت آدم کا جنت سے خروج
 اس کے بعد حضرت آدم کو شجر ممنوعہ کو کھانے، جنت سے نکلنے اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونے کا حادثہ پیش آیا اور آدم علیہ السلام وہاں پہنچے جس کا نام آپ کو علم تھا نہ آپ نے ہاں کبھی رہے تھے نہ آپ کے دل میں اس جگہ کا کبھی خیال آیا تھا، جب آپ میں پر پہنچے اور ادھر ادھر گھومے تو آپ کو سخت اضطراب لاحق ہوا اور وہاں آپ کو ایسی چیزوں سے سابقہ پڑا جن کو اس سے قبل آپ نے کبھی محسوس نہیں کیا تھا یعنی بھوک، پیاس، باطنی سوزش اور علمی قبض کی کیفیت کہ اس سے پہلے آپ کا ان چیزوں سے واسطہ نہیں پڑا تھا اس وقت لامحالہ آپ کو کسی معلم مرشد، استاذ، رہنما اور ادب آموز کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس ضرورت کو رفع کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو آپ کے پاس بھیجا حضرت جبریل نے آپ کے پاس آکر اس وحشت کو دور کیا اور اس منزل اور قمر وہ گاہ کے تمام عقیدے آپ پر کھول دیئے اور گہیوں بونے کا حکم دیا آلات فراہم کر دیئے، گہیوں بونا، کھیتی کاٹنا، صاف کرنا اور پسینا سکھایا، ان تمام امور کی انجام دہی کے بعد روٹی پکانا سکھایا آدم نے روٹی پکالی پھر حضرت جبریل نے روٹی کھانے کا حکم دیا، غذائے ہضم ہو کر باہر نکلنا چاہا، اس کی تعلیم بھی حضرت جبریل نے دی اور ان کو استنجہ کرنا سکھایا، ان کاموں میں مشغول رہ کر حضرت آدم کے جسم کی چمک نہک و در سفیدی سیاہی سے بدل گئی تھی۔ حضرت جبریل نے ان کو ایام بھض کے روزے رکھنے کی تعلیم دی، ان روزوں کے رکھنے سے آپ کے جسم کا گویا پھر لوٹ آیا، اس کے علاوہ دنیا کے دوسرے علوم اور ادب نے ندگی آپ کو سکھائے اس طرح حضرت آدم جبریل کے شاگرد بن گئے اور حضرت جبریل آپ کے استاد اور شیخ قرار پائے۔ ۷۷۷۷۷
 اگرچہ مہبوط سے قبل حضرت آدم علیہ السلام، حضرت جبریل اور تمام ملائکہ کے مقتدا اور شیخ تھے اور سب زیادہ عالم

تھے اس تبدیلی کا باعث تغیر حال اور ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف انتقال تھا۔ اسی طرح حضرت شدت ابن آدم نے اپنے باپ آدم سے آدابِ زندگی اور تمام علوم سیکھے اور ان سے ان کی اولاد نے اسی طرح حضرت نوح نے جو کچھ باپ سے سیکھا اس کی تعلیم اپنی اولاد کو دی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو یہ تعلیم دی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَكَذَلِكَ نُبَيِّنُ لِلنَّاسِ آيَاتِهِمْ وَلِيَعْلَمُوا مَا هُمْ فِيهَا

اسرائیل کو تعلیم دی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو، اور آخر میں حضرت جبریل علیہ السلام نے ہمارے پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو اور نماز کی تعلیم دی اور سواک کرنے کا بھی حکم دیا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھے جبریل نے سواک کرنے کی تاکید فرمائی، ایک اور حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے سواک کرنے کی ایسی سخت نصیحت کی کہ قریب تھا کہ وہ مجھے پرندہ بنا دیں اور انھوں نے مجھے کعبہ کے پاس دو مرتبہ نماز پڑھائی، ظہر کی نماز سورج ڈھلنے پڑھائی تھی، اس حدیث کو اس سے قبل ہم بیان کر چکے ہیں۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام نے ان سے تابعین حضرات نے، ان سے تبع تابعین نے اپنے اپنے دور اور اپنے زمانہ میں تعلیم حاصل کی ہر ایک نبی کا کوئی نہ کوئی صحابی ضرور ایسا ہوا ہے جس نے اس کی رہنمائی (تعلیم) کے مطابق زندگی کا راستہ طے کیا اور وہ پیغمبر کا جانشین اور قائم مقام بنا جیسے حضرت موسیٰ کے جانشین ان کے خادم خاص ان کے بھانجے یوشع بن نون گزے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری جانشین ہوئے ہیں اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) خلیفہ اور جانشین ہوئے اور انہی کی طرح حضرت عثمان اور حضرت علی (رضی اللہ عنہما) اور دوسرے صحابہ کرام جانشین اور شاگرد ہوئے۔

تمام اولیاء اللہ اور ابدال اور صدیقین کا سلسلہ بھی اسی طرح چلتا آیا ہے کوئی استاد ہوا کوئی شاگرد اولیاء اللہ اور ابدال شاگرد حضرت حسن بصری کے شاگرد عقبہ غلام تھے حضرت سری سقطی کے شاگرد ان کے بھانجے اور خادم حضرت ابوالقاسم جنید تھے۔ یہ مشائخ ہی اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ اور راستہ ہیں، یہی خدا کا راستہ دکھانے والے ہیں اسی دروازے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں راستہ ملتا ہے (شاذ اس سے مستثنیٰ ہے) ورنہ ہر مرید کے لئے شیخ کی ضرورت ہے یہ دوسری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کا خود انتخاب فرمائے اور اس کی تربیت فرمائے اور شیطان و ہوا و ہوس سے خود ہی اس کی حفاظت فرمائے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اویس قرنی کے ساتھ اس نے کیا ہم اس کے منکر ہیں (لیکن یہ صورتیں شاذ ہیں) لیکن اکثر اور عام طریقہ وہی ہے جس کو ہم نے بیان کیا، یہی طریقہ زیادہ سلامتی اور بہتری کا ہے۔

شیخ سے منقطع ہونا شیخ سے منقطع ہو جانا اس وقت تک کسی مرید کے لئے درست اور جائز نہیں ہے جب تک وہ تہذیب کا متولی اور قیام دار ہو جائے اور ان چیزوں سے مرید کو آگاہ فرمادے جو شیخ کو بھی معلوم نہیں اور خود اپنی منیت کے مطابق اس سے عمل کرائے، روکے یا حکم دے، تنبیہ اور فراخی عطا فرمائے، عینی بنائے یا فقیر کر دے اس

صورت میں وہ اپنے ربانی تعلق کی وجہ سے اللہ کے سوا باقی دوسروں سے مستغنی ہو جاتا ہے دوسروں کی طرف متوجہ ہونے کی اس کو فرصت ہی نہیں ملتی، اللہ کی تعظیم و تکریم اور خدمت کی پابندی کے سوا اور کسی بات کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی اس مرتبہ اور حال میں وہ شیخ سے قطعاً منقطع ہو جاتا ہے اس حال میں شیخ اور مرید کے راستے الگ الگ ہو جاتے ہیں شیخ مرید کو ایک آستانہ پر لے جائے گا اور مرید دوسرے آستانہ پر چلے گا اس لئے صحبت اجتماع کا حصول ممکن نہیں رہے گا۔ اللہ کی رحمتیں نازل ہوں اس شیخ پر اور اس مرید پر کہ جب اللہ تعالیٰ اس کو اس حالت استغناء پر پہنچا دے تو وہ اپنے رب کے لئے اپنے شیخ سے بھی مستغنی ہو جائے گا۔

مرید کا ادب مرید کے لئے جو آداب ضروری ہیں مجاہدان کے اکت بھی ہے کہ بے ضرورت شیخ کے سامنے بات نہ کرے اور شیخ کے سامنے اپنی کوئی خوبی بیان کرے نماز کے سوا کسی اور وقت شیخ کے آگے اپنا مصلیٰ نہ بچھائے جب نماز سے فارغ ہو جائے تو اپنا مصلیٰ پکٹ دے، اپنے شیخ نیران لوگوں کی خدمت کے لئے بھی مستعد رہے جو شیخ کے ساتھ اس کے سجادہ پر متمکن ہیں۔ شیخ کے سجادہ کے برابر اور شیخ کے اصحاب کے سجادہ کے برابر یا اس سے اوپر اپنا سجادہ نہ بچھائے یہ مشائخ کی نظر میں سوئے ادب ہے البتہ شیخ اگر حکم دے تو تعمیل حکم میں ایسا کر سکتا ہے۔

شیخ کے سامنے اگر کوئی مسئلہ آجائے اور مرید کو اس مسئلہ کا صحیح اور تفصیلی جواب معلوم ہو جب بھی خاموش رہے اور شیخ کی زبان سے اس مسئلہ کا جواب سنے اور اس کو غنیمت سمجھے اس کے فیصلہ کو مان لے اور اس پر عمل کرے اگر شیخ کے جواب میں کوئی کوتاہی نظر آئے تو اس کی علی الاعلان تردید نہ کرے بلکہ اللہ کا شکر ادا کرے کہ اللہ نے اس کو فضل اور علم سے نوازا ہے لیکن ان باتوں کو پوشیدہ رکھے اور شیخ کی غلطی کو ظاہر نہ کرے۔

سماع کے وقت کے ادب سماع کے وقت شیخ کے سامنے کوئی حرکت نہ کرے البتہ اگر شیخ کی توجہ اس کی جانب نہ ہو اور اس کی توجہ سے اس میں کوئی کیفیت پیدا ہو تو وجد میں آسکتا ہے البتہ اس حالت کو اپنی طرف سے پگھلا دینا خیال نہ کرے اگر اس صورت میں مغلوب الحال ہو جائے تو اس مغلوبیت کے بقدر اجازت ہے لیکن وجد کا جوش ختم ہوتے ہی فوراً سکون ادب و سنجیدگی کی طرف واپس آجائے اور جس راز کا انکشاف اللہ نے اس حال میں اس پر کیا ہے اس کو پوشیدہ رکھے۔

سماع کے بارے میں ہمارا نقطہ نظر پہلے بیان کر چکے ہیں لیکن ہمارے زمانہ میں لوگ اپنی خانقاہوں اور مجلسوں میں اس راہ کو اختیار کئے ہوئے ہیں (ان کی مجلسوں میں قوالی رقص و مزامیر کا سلسلہ جاری ہے) اور ممکن ہے کہ اس راہ پر چلنے والے پیچھے ہوں اس لئے ان کے مسلک کے مطابق ہم اس موضوع پر تسلیم اٹھا رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ سماع میں کلام کے معنی سماع کے جذبہ محبت و صداقت کی آگ کو بھڑکا دیں اور وہ اس آگ سے بھڑک اٹھے اور خودی اس سے غائب ہو جائے اور اس کے اعضا میں بسیا ختم حرکت پیدا ہو جائے لیکن اس شخص کی حالت کا اس شخص کی حالت سے کوئی تعلق نہیں جن کو سماع سے لطیف طبع اور لذت ہوس حاصل ہوتی ہے، کسی فوت شدہ محبوب اور پھڑپھڑے ہوئے معشوق کی یاد

Imp

ان کے دل میں تازہ ہو جاتی ہے اور ظاہری محبت کی آگٹ بھڑک اٹھتی ہے۔
 چونکہ مرید سے اس کے دل کی آگ تو بجھتی ہی نہیں اس کا شعلہ عشق تو کبھی نہ ٹھہرتا۔ اس کا محبوب غائب
 نہیں ہوتا اور نہ اس کا دوست اس کو کسی وقت چھوڑتا ہے بلکہ اس کے لئے محبوب کا قرب لذت کیفیت میں اضافہ کا
 باعث ہوتا ہے اس کے حال کو محبوب حقیقی (خداوند تعالیٰ) کے کلام اور گفتگو کے سوا نہ کوئی چیز بدل سکتی ہے اور نہ اس
 کی حالت کو برا نیچتہ کر سکتی ہے اس لئے نہ اس کو اشعار سننے کی ضرورت ہوتی ہے نہ گانے کی آواز سے حظ حاصل
 ہوتا ہے اور نہ چٹخنے چلانے والوں کے شور شراب سے (جو شیطانوں کے شریک نفسانی خواہشات پر سوار ہوتے) اس سے
 کچھ لذت حاصل ہوتی ہے۔

۷۷۷۷۷۷

I
M
P

مرید کو چاہیے کہ سماع کی حالت میں نہ کسی سے مزاحمت کرے اور نہ تعرض نہ گانے والوں
 سماع میں مرید کے آداب سے یہ فرمائش کرے کہ ایسے اشعار گاو جو دنیا سے بے تعلقی پیدا کر دیں، وقت فریں
 ہوں نہ یہ فرمائش کرے کہ ایسا کلام پیش کرو جس سے جنت کی بہشت کی حوروں کی اور دیدار الہی کی رغبت پیدا ہو۔
 دنیا سے بیزاری، دنیا والوں سے گریز کی تعلیم حاصل ہو، دنیا کے دکھ درد اور مصائب کو برداشت کرنے کی جرأت پیدا ہو
 اور آخرت کے طالبوں سے دنیا جو اپنا رخ پھیرتی ہے اس پر صبر حاصل ہو اور الغرض کسی مخصوص مضمون کی فرمائش نہ کرے
 یہ کام شیخ کا ہے سب کو اس کے سپرد رہنا چاہیے، شیخ جو محفل میں موجود ہے اس وقت تمام محفل کے لوگوں کی باگ ڈور
 اسی کے ہاتھ میں ہے البتہ اگر سماع اہل حال ہے اور آداب ظاہری سے واقف ہے اور تصنیع سے عاری ہے تو اللہ خود ایسے
 ایسے اسباب پیدا کر دے گا کہ قوال خود ایسے اشعار پیش کرے گا جس کا یہ خواب ستکار ہے یا اگر سماع کسی مصرعہ کی تکرار چاہتا
 ہے تو گانے والا خود بخود اس کی تکرار کرے گا اور اس طرح اس سچے سماع کی خواہش خود بخود پوری ہو جائے گی۔ سماع کے
 سلسلہ میں آداب مرید کی بحث کو ختم کرتے ہوئے مرید کے لئے چند اور آداب ذکر کئے جاتے ہیں۔

I
M
P

مرید اگر شیخ سے کچھ سیکھنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کو شیخ پر یقین راسخ اور سچے اعتقاد
 شیخ کی اہمیت ہو کہ اس ملک میں میرے شیخ سے بزرگ و کوئی شیخ نہیں اس اعتقاد سے اس کو اپنے اصل مقصد میں فائدہ
 حاصل ہوگا اللہ کے حضور میں اس کو قبولیت حاصل ہوگی اور جو کچھ وہ پیر کی خدمت انجام دے گا ہے اس کو آفات سے محفوظ
 رکھے گا اور جو معاہدہ ارادت ہے اس کو خطرات سے بچائے گا، پیر کی زبان سے بھی وہی بات نکلے گی جو اس کے لئے مناسب
 ہوگی۔ مرید کو چاہئے کہ شیخ کی مخالفت کسی حال میں نہ کرے، مشائخ کی مخالفت مریدوں کے حق میں ہر قائل ہے اس لئے نہ صراحتاً
 مخالفت کرے اور نہ کسی تاویل کے ساتھ، مرید کو لازم ہے کہ شش کرے کہ شیخ سے اپنا کوئی ملاز اور اپنی کوئی حالت پوشیدہ نہ کرے
 نہ شیخ کے حکم کی کسی کو اطلاع دے۔

I
M
P

مرید کے لئے کسی حال میں بھی یہ جائز نہیں کہ امر ممنوعہ کی زحمت (اجازت) کا شیخ سے طلبگار ہو اور اللہ کی جفا فرمائی
 کو ترک کر چکا ہے اس کی طرف دوبارہ واپس آئے یہ کبیرہ گناہ ہے، اہل طریقت کی نظر میں مریدی کی شکست ہے ارادت شیخ
 اس ارادہ سے فسخ ہو جاتی ہے۔ مگر روایات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "ہمبہ کی کوئی چیز کو دوبارہ واپس لینے والا"

Imp

Inf اس کے مانند ہے جو منہ سے غذا الٹ کر دوبارہ اس کو کھالے۔
 Inf مرید پر لازم ہے کہ اس کا شیخ اس کی ادب آموزی کے لئے جو کچھ حکم دے اس کو بجالائے اگر اس سے اس باپ میں
 کوتاہی ہو تو شیخ کو اس سے آگاہ کرے تاکہ وہ اس سلسلہ میں غور و خوض کرے اور مرید کے حق میں توفیق عمل کی دعا فرمائے

مرید کی تادیب و تربیت

Inf کس طرح کی جائے؟

تادیب مرید میں شیخ طریقت کے لئے ضروری ہے کہ وہ محض اللہ کے لئے (اپنی کسی غرض کے بغیر) مرید کو قبول کرے
 مرید کے ساتھ اچھے بیٹھے اور محبت کی آنکھ سے اس کو دیکھے اگر مرید سے ریاضت برداشت نہ ہو
 شیخ کا طرز عمل تو نرمی کے ساتھ پیش آئے اور اس کی تربیت اس طرح کرے جیسے ماں اپنے بچے کی یاد انشمنہ
 باپ اپنے بیٹے یا غلام کی تربیت کرتا ہے اولاً اس پر آسان گرفت کرے اور ناقابل برداشت بار اس پر نہ ڈالے۔
 اولاً اس کو حکم دے کہ دل کی تمام خواہشات کو ترک کرے اور شرع نے جس امور کی اجازت دی ہے ان کو بجالائے
 تاکہ وہ اپنے نفس اور طبیعت کی قید سے آزاد ہو کر شرع کی قید اور گرفت میں آجائے اس کے بعد اس کو رخصت (شرعیہ)
 سے عزیمت کی طرف لے جائے۔ اگر ابتدائے کار ہی میں شیخ طریقت کو مرید میں مجاہدہ کا صدق اور عزم کی پختگی نظر آئے
 اور وہ اپنی خداداد فراست فہم اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مکاشفہ سے یہ معلوم کرے کہ مرید میں غریمت موجود ہے تو
 ایسی حالت میں مرید کے لئے درگزر سے کام نہ لے بلکہ ایسی سخت ریاضتوں کے ساتھ اس کو مشغول کرے کہ اس کی قوت
 ارادی میں قصور پیدا نہ ہونے پائے اس کے لئے آسانی پیدا کر کے اس کے حق میں خیانت نہ کرے، مرید سے فائدہ اٹھانا
 شیخ کے لئے جائز نہیں ہے نہ مال سے نہ اس کی خدمت سے اس ادب آموزی اور تربیت کے صلہ کی اللہ تعالیٰ سے بھی
 تمنا نہ کرے بلکہ اس کو محض حکم خداوندی کی تعمیل اور ایک نعام الہی سمجھ کر قبول کرے اس لئے شیخ کی خدمت میں
 مریدوں کا حاضر ہونا شیخ کے اختیار میں ہے اور نہ اس میں اس کی کوشش کو کچھ دخل ہے صرف اللہ تعالیٰ کی رہنمائی
 اور تقدیر الہی پر اس کا مدار ہے اللہ ہی نے اس کو بھیجا ہے گویا وہ اللہ کا بھیجا ہوا ایک تحفہ ہے پس اس تحفہ کے
 حسن قبول کی یہی ایک صورت ہے کہ مرید کے ساتھ بھلائی سے پیش آئے اس کو آداب سکھائے اور اس کی روحانی اخلاق
 تربیت کرے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرید کے مال اور خدمت سے غرض نہیں کھنا چاہیے یہاں صرف ایک صورت میں
 اس کا جواز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ کو اس کا حکم دے دیا ہو اور اس کی مالی پیشکش کے قبول کرنے کی اس کو خبر دی ہو
 اور مرید کی بھلائی اور اس کی نجات اس امر سے وابستہ کر دی ہو اس صورت میں اس سے بچنے اور اس کے مال کو واپس
 لوٹا دینا درست نہیں۔

مرید کس کو بنایا جائے؟ مرید کے انتخاب کے سلسلہ میں شیخ کو احتیاط رکھنا چاہیے ایسا نہ کرے کہ جو جیسی ملے اس کو

↑ ↑ ↑ ↑

مرید بنائے بلکہ اس امر میں بھی اللہ کے حکم اور تقدیر کا منظر ہے اور اللہ تعالیٰ جس کی رہنمائی فرما کر اس کو شیخ کی خدمت میں بھیجے اور شیخ کے کمالات یا ظاہری حالت کو اس میں دخل نہ ہو اس کو مرید بنائے اور اس کی تربیت کرے اس صورت میں اس کی تربیت اور ادب آموزی کی تو فیق اللہ کی طرف سے عطا ہوگی ورنہ نہیں !!

شیخ پر لازم ہے کہ حتی المقدور مرید کی تربیت میں قصور نہ کرے اگر مرید سے اطاعت الہی میں سستی یا قصور ہو جائے تو تنہائی کے وقت اس سے توبہ کرائے اور خود بھی اس کے لئے معافی طلب کرے، مریدوں کے راز کی نگہداشت شیخ کیلئے ضروری ہے کہ یہ مرید کی امانت ہے۔

اگر کوئی مرید مکروہات شرعیہ میں سے کسی مکروہ کا مرتکب ہو تو تنہائی میں اس کو نصیحت کرے اور اس کو اسکے اعادہ سے باز رکھے خواہ وہ امر مکروہ جس کا ارتکاب کیا ہے اصولی ہو یا فروعی، مرید کو کبھی ایسا دعویٰ نہ کرنے دے جس کا وہ اہل نہیں ہے، مرید کو تاکید کرے کہ وہ اپنے عمل پر غرور و تکبر نہ کرے، خود پسندی سے بچے، شیخ کو چاہیے کہ مرید کے احوال و اعمال کو اس کی نظر میں حقیر و بے مایہ دیکھائے تاکہ وہ بیچارہ عجب و غرور میں مبتلا ہو کر تباہ نہ ہو جائے، خود پسندی بند کرے اللہ تعالیٰ کی نظروں سے گرا دیتی ہے۔

اگر تربیت اجتماعی مقصود ہو انفرادی مطلوب ہو تو سب مریدوں کو جمع کر کے بلا تعین و تخصیص کہے کہ تم میں سے بعض لوگ تدعی ہیں یا یہ بات کہتے ہیں یا ایسا کرتے ہیں غرض اس سلسلے کے تمام مفاسد اور برائیوں کو بیان کر کے ان کو نصیحت کرے اور برائیوں سے بچنے کی تلقین کرے مگر کسی فرد کی تخصیص و تعین نہ کرے اس طرز عمل سے اصلاح بھی ہو جائے گی اور کسی کے دل میں نفرت بھی پیدا نہیں ہوگی، اگر بد خلقی سے کام لیا جائے، زجر و توبیخ کرے گا یا ان کے اسرار کو فاش کرے گا یا ان پر کھلم کھلا نکتہ چینی کرے گا اور ان کی برائیوں کا تذکرہ دوسروں سے کرے گا تو اس طرز عمل سے شیخ کی محبت سے ان کے دلوں میں نفرت پیدا ہوگی۔ اہل طریقت کے مسلک میں یہ عمل مریدوں پر بہت تراشی کہلاتا ہے اور اولیاء اللہ کی محبت کا جو بیج مریدوں کے دل میں بویا جاتا ہے اس عمل سے اس کی نشو و نما نہیں ہوتی لہذا یہ طریقت کو اس سلسلہ میں پوری احتیاط رکھنا چاہیے اگر ایسی صورت پیش آئے کہ شیخ مغلوب الحال ہو جائے اور اس کا تدارک اسکے بس کی بات نہ ہو تو پھر شیخ کو مرتبہ ارشاد اور سند طریقت سے الگ ہو جانا چاہیے اور الگ ہو کر اپنے نفس کو مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول کرے اور خود کسی شیخ کی جستجو کرے تاکہ وہ اس کو مودب، متہذب اور صحیح الحال بنائے ایسے خطرات جب اس کے پاس ہوں تو وہ شیخ بننے کا اہل نہیں ہے اس لئے مریدوں کی راہ میں اس کو رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔

Imp

باب ۲۵

عوام الناس اغنیاء اور فقراء
کے ساتھ طرز معاشرت

دوستوں کے ساتھ
صوفی کی روشنی

راہ طریقت کے راہروں کے لئے ضروری ہے کہ دوستوں کی مصاحبت میں ایثار، جوانمردی، درگزر اور خدمت گزاری سے کام لے، اپنا حق کسی پر نہ سمجھے اور نہ کسی سے اپنے حق کا مطالبہ کرے، بلکہ اس کے برعکس یہ سمجھے کہ ہر شخص کا اس پر حق ہے اور اس کے ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔ دوستی اور مصاحبت کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ دوستوں کی ہر بات اور فعل سے موافقت کا اظہار کرے (بشرطیکہ وہ شریعت کے خلاف نہ ہو) خواہ اس کا اپنا نقصان ہو مگر ہمیشہ ان کا ساتھ دے اگر ان سے کوئی غلطی ہو جائے ان کی خاطر اس کی توجیہ نہ کرے اور ان کی طرف سے عذر خواہی کرے، ان کے ساتھ نفرت، تشدد اور جنگ کا خیال بھی نہ کرے، ان کے عیوب کی طرف سے آنکھیں بند کر لے۔

ہمیشہ دوستوں کے دلوں کی پاسداری کرے جو بات دوست کو پسند نہ ہو اس سے اجتناب کرے خواہ اس میں اس کی بھلائی ہی کیوں نہ ہو، کسی دوست کی طرف سے دل میں کینہ نہ رکھے اگر کسی کے دل میں اس کی طرف سے ناگواری اور ناخوشی پیدا ہو جائے تو اس کے ساتھ اس طرح پیش آئے کہ اس کے دل سے شکایت دور ہو جائے، اگر کوئی دوست اس کی غیبت کرے اور اس غیبت سے اس کے دل میں ناگواری کا احساس ہو تو اپنی طرف سے اس کبیدگی کا اظہار نہ ہونے پاتے بلکہ اپنا برتاؤ پہلے جیسا ہی رکھے۔

غیروں کے ساتھ برتاؤ
غیروں کے ساتھ برتاؤ اور معاشرتی تعلق کا تقاضہ یہ ہے کہ ان سے اپنا راز چھپائے، ان کے ساتھ شفقت اور مہربانی سے پیش آئے، ان کا مال بطور امانت اگر ہو تو ان کے سپرد کرے طریقت و معرفت کے احکام ان سے پوشیدہ نہ رکھے ان کی بد اخلاقی پر صبر کرے ان پر اپنی برتری کا خیال بھی دل میں نہ لائے بلکہ کہے کہ اللہ ان سے درگزر فرمائے گا اے میرے نفس تجھ سے ہر چھوٹی بڑی بات کی پریش ہوگی اور ہر شے کی تجھ سے حسنا نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ نادانوں کی ان باتوں سے درگزر فرمائے گا کہ وہ ان باتوں کے جاننے والے نہیں ہیں۔ لیکن جاننے والوں سے حساب نہیں ہوگی پس عوام کی تو پروا بھی نہیں کی جاتی البتہ خواہ ایک بڑے خطرے میں ہیں۔

افغانیاء اور دولت مندوں کے خلاف حجت پیش کرے ان سے تعلق منقطع کرے ان کی دولت کا اصرار کے ساتھ صحبت لایچ نہ کرے تمام باتوں کو دل سے نکال دے اور محض ان کے اکرام و انعام سے فائدہ اٹھانے کے لئے ان کے سامنے ذلیل ہونے سے اپنے دین کو محفوظ رکھے حدیث شریف میں آیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

۴۲۱
 اپنی ذلت کا اظہار کیا اس کا دو تہائی دین تباہ ہو گیا۔

ہم اللہ تعالیٰ سے ایسی حرکت سے جس سے دین کو نقصان پہنچے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی محبت سے
 کی بنا چاہتے ہیں جس کی وجہ سے اس میں رخنہ اور خرابی پیدا اور جس سے دین کا قبضہ ٹوٹ جائے اور لوگ کفر ایمان کی
 سلسلہ کے مینا کے مال کی جانب دھک بچھا دے ہاں اگر سیر و سفر یا مسجد یا سر اوغیرہ میں اس سے محبت کا اتفاق ہو جائے کہ ایسے
 انسان پر عمل جتنا بہت ممکن ہے) تو ان کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا چاہیے یہ عمومی حکم سے اس میں غنیا اور فقرا دونوں
 کو لازم ہے۔ فقر کی محبت کے وقت تمھارے دل میں یہ خیال نہیں آنا چاہیے کہ تم ان سے برتر اور بڑھ کر ہو بلکہ یہ یقین رکھو
 کہ وہ تم پر برتر ہے تم سب سے کتر ہو اس عقیدہ کی بدولت تم کو عز و سر سے نجات مل جائے گی حتیٰ کہ فضیلت فقر کی
 کوئی کوئی دل میں نہ لائے ہو نا چاہیے تم اپنے فقر کو نہ دنیا میں کوئی فضیلت سمجھو نہ آخرت میں اور نہ اس کا کوئی وزن
 کا۔ ایک مشہور روایت ہے کہ جس نے اپنے نفس کی بڑائی محسوس کی اس کی کوئی بڑائی نہیں اور جس نے اپنے نفس کو گراں بار
 سمجھا اس کا نفس بڑا ہوا اور گراں مائیگی نہیں !!

ہر شخص کے اندر کے لئے یہ زیبا ہے کہ فقیر کے ساتھ بھلائی سے پیش آئے مال اپنی عقلی سے نکال کر فقیر کو نذر کرے
 اور کوئی جو مال سے لالچ کرے اس کو صرف گزشتہ مالداروں اور غنیا کا جائشیں متصور کرے خود کو اس مال کا مالک متصور نہ کرے لیکن
 فقیر کو جس قدر دل سے پسند کرے اور مالدار سے اس کے مال سے اور بلکہ دنیا سے فارغ ہونے کا
 کوئی کوئی دل میں نہ لائے صرف اپنے رب کے خیال سے خالی دل کو پرکھے اس کی نظر میں خدا کی ہستی کے سوا کسی اور کی
 طاقت و توانائی اور ہستی کا تصور نہ آئے اس وقت بغیر کسی رنج و الم کے اللہ کا فضل اس کو میسر آجائے گا۔

فقیروں سے مصاحبت کا تقاضہ یہ ہے کہ اکل و شرب و لباس میں اور ہر اچھی چیز میں ان کو اتنی
 ذات پر ترجیح دے اپنی جان کو ان سے کم مرتبہ سمجھے اور کبھی کسی حال میں فقیروں پر برتری
 کا خیال دل میں نہ لائے۔

حضرت ابو سعید بن احمد بن عیسیٰ فرماتے ہیں کہ میں فقیروں کے ساتھ تیس سال تک ہا لیکن میرے اور ان کے
 درمیان کبھی کوئی ایسی بات نہ ہوئی جس سے ان کو دکھ پہنچتا، نہ میری طرف سے کوئی نفرت آفریں سلوک ہوا
 نہ ان سے ان کو شک نہ ہو جانی۔ لوگوں نے اس برتاؤ کی جب کیفیت دریافت کی تو انھوں نے فرمایا کہ میں ان کے
 بارے میں ہمیشہ اپنے نفس کے خلاف رہا۔

جب تم افسوس کے ہیں کہ جو تم پر مسترت اور خوش اخلاقی کے ساتھ جاؤ اور خوش اخلاقی کو تحفہ بناؤ لیکن یہ خیال ہے
 کہ اس خوش اخلاقی کے باعث تمھارے دل میں ان سے برتری کا خیال پیدا نہ ہو، ان کے احسان کو اپنی گردن کا طوق سمجھو
 نہ ان سے کچھ کہو کہ تم ان پر احسان کر رہے ہو بلکہ اللہ کا شکر بجالاؤ کہ اس نے تم کو جس خلق کی توفیق عطا
 فرمائی کہ تم کو اپنے رب کی طرف سے ایسی بندوں اور اللہ والوں کی خدمت کا موقع عنایت فرمایا کیونکہ فقرا صالحین ہاں اللہ
 کے پاس سے خاص ہمارے ہوتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

”مترآن ولے ہی اہل اللہ اور اس کے خاص بندے ہیں“

قرآن ولے وہ ہیں جو مترآن پر عمل کرتے ہیں جو قرآن کی تلاوت تو کرتے ہیں لیکن اس پر عمل نہیں کرتے وہ اہل قرآن نہیں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جو قرآن کے ممنوعات کو حلال سمجھتا ہو وہ قرآن پر ایمان نہیں لایا“

۷۷۷۷ مصاحبت فقرا کے تحفہ ادب میں سے یہ بھی ہے کہ تم فقرا کو ایسا موقع بھی نہ دو کہ ان کو تم سے سوال کرنا پڑے اگر اتفاقاً کوئی فقیر تم سے قرض مانگے تو اس کو بظاہر تو قرض دو لیکن دل میں اس کو اس قرض سے سبکدوش قرار دیدو اور جلد ہی اس کو سبکدوشی سے مطلع بھی کرو تا کہ بار احسان مزید برداشت کرنے کی اس کو تکلیف نہ ہو ۷۷۷۷

فقیر سے حسن سلوک | فقیر کے ساتھ حسن سلوک کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس کی مراد جلد پوری کر کے اس کے دل کو مطمئن کر دے انتظار (وعدہ) سے اس کے دل کو دکھ نہیں پہنچانا چاہئے، فقیر کے پس مستقبل کے انتظار

کا وقت نہیں ہے اگر تم کو علم ہو کہ فقیر صاحب عیال ہے تو ادب فقرا کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے جو اس کے اور اس کے وابستگان کے لئے کافی ہو فقیر اپنا جو کچھ حال بیان کرے اس کو صبر کے ساتھ سنا چاہئے اور اس کے ساتھ کچھ ادائی، تشریف رونی اور سخت کلامی سے پیش نہ آئے اس کو قطعی ناامید کر کے اس کو دل شکستہ نہ کیا جائے اُسکے

دل میں نفرت پیدا نہ کی جائے اور اس نے اپنا راز جو تم سے منکشف کیا ہے اس کی شرمندگی اور نامرادی اس کی شکستگی کا باعث نہ بن جائے ایسی صورت میں فقیر بے قابو ہو جاتا ہے، نفسانیت کا اس پر غلبہ ہو جاتا ہے اور پھر وہ آپے میں

نہیں رہتا اور وہ پھر غضبناک ہو جاتا ہے اور مقدمہ کا شکوہ کرنے لگتا ہے اس کا دل اندھا ہو جاتا ہے اور نور ایمان کی شمع بجھنے لگتی ہے چونکہ اس کے غیظ و ہیجان کا باعث تم ہوئے ہو اس لئے تم اس گناہ میں پکڑے جاؤ گے۔ ۷۷۷۷

فقیر پر صبر کی خوبی | فقیر کے سوال کے اندر جو مصالح پوشیدہ ہیں اور جو ثواب اس میں مخفی ہے اور جو معرفتِ علوم اس کے اندر ہے وہ مخلوق کی نظر سے پوشیدہ ہیں اگر فقیر پر فقر و فاقہ کی یہ خوبیاں ظاہر ہو جائیں

تو پھر سوال کی لوبت ہی نہ آئے فقیر کا دل بھی غنی ہو جائے اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور اس کے انعام کے شکر اس کے مسائل حال ہو جائیں اس کی رحمت، مہربانی اور اس کی حفاظت اس کی نگہبان بن جائے اور وہ ہویتوں کی اہل الجہنم

کا مصداق بن جائے۔ اور وہ تمام چیزوں سے بے پروا بن جائے اور سوائے رب کی لگن کے کوئی اور آرزو اس کو باقی نہ رہے۔ ۷۷۷۷

سب چیزیں خود اس کے پاس آئیں اس کو کسی چیز کی طلب کے لئے کسی کے پاس نہ جانا پڑے، لوگ اس کو اپنا مقصود و مطلوب بنا لیں اس کے انوار و اسرار کے حصول میں کوشاں ہوں صرف مولیٰ سے اس کو لو لگی ہو اور کسی کی طرف تو جھرنہ کرے

اس کا جذبہ اس کو کھینچ کر اس کے رب کی طرف لیجائے، مخلوق کے ساتھ تعلق خاطر کی ظلمت، نفس کی موافقت و مطابقت خواہشات کی پیروی اور دنیا و آخرت میں کسی چیز کی طلب ان تمام چیزوں سے اس کو آزادی مل جائے۔ ۷۷۷۷

ان لوگوں نے جب اپنی جانیں اور اپنے اموال اللہ کے ہاتھ بیچ ڈالے تو اللہ نے بھی ان کی جان و

سپردگی کا صلہ | مال کو بہشت کے بدلہ میں خرید لیا۔ ۷۷۷۷

باقی رہی سکت نہ زبان سوال میں (شمتی)

میرے کرم نے دل سے طلب کو مٹا دیا

۷۷۷۷

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمْ الْجَنَّةَ ۚ
 بیشک ہم نے مؤمنین سے ان کے جان و مال کو خرید لیا
 اور اس کے عوض ان کو بہشت عطا فرمادی۔

انہوں نے دنیا میں انفس پر صبر کیا، اپنے جان و مال اور اولاد کا پورا پورا اختیار خداوند تعالیٰ کو دے دیا اور سب کچھ اسی کے سپرد کر دیا، اس کے احکام کی پابندی کی اور ممنوعات سے خود کو بچایا اور اپنے مقدر کو تقدیر الہی کے حوالہ کر دیا مخلوق سے الگ ہو گئے، ارادوں، آرزوؤں سے پاک ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو جنت داخل فرما دیا اور ایسی نعمتوں میں ان کو مشغول کر دیا جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے ان کو سنا نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال گزرا اور خود ہی ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغْلٍ فَاكِهِونَ ۖ
 تحقیق اہل بہشت اس دن اپنے شغل میں خوشحال ہیں۔

فقیہ جب اس منزل سے گزر جاتا ہے تو اس کے لئے جنت کا حصول یقینی ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ جنت کے عوض اپنے رب کو لے لیتا ہے اور مکان پہلے ہمسایہ کی طلب کرتا ہے جیسا کہ رابعہ عدویہ نے ارشاد کیا تھا کہ مکان سے پہلے ہمسایہ کو دیکھو اللہ تعالیٰ کا بھی ارشاد ہے مِزْنُ دُونَ دَجَافَةٍ ۚ وہ اللہ کی ذات کے طالب ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے کسی سابق آسمانی کتاب میں بھی ارشاد فرمایا ہے ”مجھے دوستوں میں سب سے زیادہ پیارا بندہ وہ ہے جو بخشش کی آرزو کے بغیر میری عبادت محض حق ربوبیت کو ادا کرنے کے لئے کرتا ہے۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”اگر اللہ تعالیٰ جنت و دوزخ کو پیدا نہ کرتا تو کوئی اس کی عبادت نہ کرتا“ حضرت علی مرتضیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ جنت و دوزخ کو پیدا نہ کرتا تو اسے کوئی نہ پوجتا۔

جب فقیر ان صفات سے متصف ہو جاتا ہے اور اللہ کے سوا ہر چیز سے وہ بے تعلق ہو جاتا ہے اور ہر چیز کی وابستگی سے اس کا دل پاک ہو جاتا ہے تو وہ اس امر کا مستحق بن جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اس کی کار سازی فرمائے اس کی رہنمائی کرے اور جنت زندہ ہے دنیا میں بھی اس کو اپنی نعمتوں سے نوازے اور مرنے کے بعد بھی اس پر مزید نوازشیں فرمائے، نئی نئی خلعتیں، نور، راحت، پاکیزہ زندگی اور اپنا قرب عطا کرے اور ان تمام چیزوں سے لوانے جو اس نے اپنے اولیاء اور دوستوں کے لئے تیار رکھتی ہیں اور جس کی خود اس طرح خبر دی ہے۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۖ
 کسی نفس کو معلوم نہیں کہ اس کے لئے کیا کیا چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔

رسول اللہ کی حدیث | سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی شخص کے خیال میں آئیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث نقل فرماتے ہوئے فرمایا اگر تم اس کی تصدیق میں حکم ربانی چاہتے ہو تو پڑھو فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ ۖ

اگر تم ایسے شخص کو خالی ہاتھ واپس کر دو گے جو ہاتھ اور دل کا غنی ہے لیکن حکم مولیٰ کی تعمیل میں اپنے لئے اور اپنے

اہل و عیال کے لئے تم سے کچھ طلب کرتا ہے اور ترک سوال اس لئے نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس سوال کا مکلف بنایا ہے اور فقر میں مبتلا کر دیا ہے جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وَجَعَلْنَا لِبَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ ہ (ہم نے تمہارے بعض کیلئے آزمائش کی ہے آیا تم صبر کرتے ہو یا نہیں !!)

یاد رکھو کہ فقیروں کو ہمیشہ قائم رہنے والی نہیں ہے۔ جلد دور ہو جاتی ہے اور جلد تو نگر میں بدل جاتی ہے اور اس کے مقدر میں جو دولت اور مولیٰ کی قربت کے باعث دوامی عزت لکھ دی گئی ہے وہ عنقریب اس کو میسر آجائے گی۔ تو اس صورت میں اے ہاتھ کے سخی اور دل کے فقیر اپنے نفس اور اپنے رب کی قدرت سے ناواقف اور تلخ آغاز و انجام سے بے خبر تھے اس کی سزا دی جائے گی اور دولت تیرے ہاتھ سے چھین لی جائے گی اور جس طرح تو دل کا فقیر تھا اسی طرح تو ہاتھ کا فقیر ہو جائے گا۔ تمام چیزوں کی حرص و طلب تجھے پہنچے گی اور ان کے حصول کے لئے تجھے دکھ جھیلنا ہوں گے جو تیرے مقدر میں نہیں ہیں جیسا کہ ہمارا گناہ ہے کہ جو چیز مقسوم میں نہ ہو اس کی طلب سخت ترین عذاب ہے ہاں اگر اللہ تعالیٰ اپنی آغوش رحمت میں لے لے اور اللہ تمہاری توبہ قبول فرمائے اور تم کو بخش دے تو اس صورت میں تم عذاب سے محفوظ رہ سکتے ہو پس اللہ سے توبہ کرو وہ ارحم الراحمین اور غفور الرحیم ہے۔

فقر کے آداب

فقر سے محبت فقیر کو چاہیے کہ وہ اپنے فقر سے ایسی محبت کرے جیسے دولت مند اپنی دولت سے محبت کرتا ہے اور وہ ہمیشہ اسی امر میں کوشاں رہتا ہے کہ اس کی دولت کو زوال نہ ہو اسی طرح فقیر کو چاہیے کہ وہ بھی ایسی ہی کوشش کرے (کہ اس کے فقر کو زوال نہ ہو) اور اللہ سے دعا کرے کہ اس کا فقر زوال پذیر نہ ہو اپنے نفس کو احتیاج اور تنگی کے وقت اور بھی ضعیف بنائے غنی بننے کے لئے اسباب معیشت کی فراہمی اور کمائی کے گونا گوں ذرائع سے تعلق نہ رکھے نہ اپنے نفس کے لئے اور نہ اپنے عیال کے لئے۔

فقر کی شرط فقر کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ قدر کفایت پر قناعت کرے کسی حال میں بھی قدر کفایت سے تجاوز نہ کرے اور قدر کفایت سے زیادہ مال نہ لے اور بقدر کفایت مال کا قبول کرنا بھی صرف اللہ کے حکم کی تعمیل اور قیل نفس سے باز رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ہ (تم اپنی جانوں کو مت مارو خدا تم پر اپنی رحمت کرنا والا ہے) پس اپنے نفس کے حق (جائز) کو روکنا حرام ہے اور نفس کا حق ہے کہ وقت بسر کرنے کے بقدر کھانا پینا تاکہ جسمانی قوت قائم رہے اور بقدر ستر لباس پہننا کہ نماز کے ارکان و واجبات اور شرائط ادا ہو سکیں۔

ترک حظ نفس فقیر کو چاہیے کہ حظ نفس کو ترک کر دے پس بھی لذت کے حصول کے درپے نہ ہو البتہ اگر بیمار ہو اور اس کی صحت کے لئے ایسی چیز تجویز کی جائے جو لذت دہنے والی ہو تو اس کا استعمال درست ہے اس وقت

سید احمد علی

لذیذ چیز کا حکم وہی ہوگا جو حالت صحت میں روزی (قوت لایموت) کا ہے۔ فقیر کو اپنی فاقری میں وہی لذت محسوس کرنا چاہئے جیسی لذت دولت مند اپنی دولت میں محسوس کرتا ہے۔ اپنی ذلت و خواری اور گمنامی کو لوگوں میں قبولیت کا ذریعہ بننے دے لوگوں کے ہجوم کو اپنے پاس پسند نہ کرے۔

مال کی کمی حسرت فقر کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ جب خالی ہاتھ ہو تو اپنے مال کی صفائے قوت حاصل کرے، جس قدر مال میں کمی ہوگی اسی قدر مسرت خاطر میں اضافہ ہوگا۔ دل کی توت اور قلب کی روشنی میں اضافہ ہوگا۔ **دل کا موجب ہے** لیکن اگر فاقری ناداری اس کے دل کو تاریک اور طبیعت کو متزلزل کرے اور اللہ سے شکایت کا یہ ہنہ کل آئے تو اس وقت فقیر کو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کو آزمائش میں ڈال دیا گیا ہے یا فقر کی حالت میں اس سے کوئی گناہ عظیم سرزد ہو گیا ہے لہذا اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کرے اور اپنے قصور اور لغزش کا پتہ چلانے کی کوشش کرے اور اپنے نفس کی ملامت کرے۔

فقیر کے لئے سزاوار ہے کہ اس کی اولاد جس قدر زیادہ ہو اسی قدر رزق کے معاملہ میں اس کا دل پرسکون ہو، اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد رکھے اور یہ تعمیل حکم الہی ظاہری حالت میں ان کے لئے کی ہے لیکن باطن میں اللہ کے وعدہ پر کامل عتماد رکھے اور سخت یقین رکھے کہ ان کا رزق اللہ کے پاس موجود ہے، اس نے رزق کا وعدہ کیا ہے اور مقدر کر دیا ہے ہر حال میں وہ اس کے پاس کسی اور ذریعہ سے بچوں تک ضرور پہنچے گا پس اس کو اپنی سعی (اور کوشش) کو وسیلہ رزق نہ سمجھے اور خالق کو مخلوق کے درمیان دینے والے رزق میں کمی اور فاقہ کشی کی تہمت رازق مطلق پر نہ رکھے اور اس کے وعدہ میں شک نہ کرے نہ کسی اور سے اس کی کاشکوه کرے، اس کا شکوہ سی سے کرے اور اسی سے حاجت روائی کی دعا کرے۔ فقیر پر اللہ تعالیٰ نے عیال کے نفقہ کی جو ذمہ داری ڈالی ہے اس پر ثبات قدم رہنے کی دعا کرے اور دعا کرے کہ الہی ان کے رزق کو سہل اور آسان بنائے اللہ اپنے بندے کو مصیبت میں اس لئے مبتلا کرتا ہے کہ بندہ اس کی طرف رجوع ہو کہ زاری کے ساتھ مانگنے والے اس کو پسند ہیں۔ یہ سوال ہی تو ہے جس کے باعث بندہ اور مولیٰ غنی اور فقیر کا فسق واضح ہو جاتا ہے سوال ہی کی بدولت بندہ بے نخواستہ غرور اور تمکبر سے نکل کر عاجزی، مسکنت اور احتیاج کی طرف آتا ہے اس صورت میں اس کو جلد قبولیت حاصل ہوتی ہے اور اس کے لئے آخرت میں ثواب بھی جمع ہوتا ہے۔

فقیر کو مستقبل کی فکر فقیر کو لازم ہے کہ مستقبل کی فکر نہ کرے حال پر نظر رکھے اس کے حدود سے تجاوز نہ کرے شرائط حال اور آداب حال کو ملحوظ رکھے، اپنے حال سے بلند حال کی طرف نہ دیکھے، کسی دوسرے کی حالت کا حریص نہ بنے کہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ حالت صاحب حال کے لئے وجہ سلامتی ہے مگر حریص کے لئے ہلاکت آفریں بن جاتی ہے اس کی مثال غذا کی طرح ہے کہ بعض غذا ایسی بعض لوگوں کے لئے صحت افزا ہوتی ہیں لیکن بعض کے لئے مضر صحت بن جاتی ہیں۔ فقیر کو چاہئے کہ خود اپنے انتخاب سے کسی حالت کو پسند نہ کرے جب تک کہ خدا کی طرف سے اس کو اس حالت میں داخل نہ کر دیا جائے اگر خود اپنے نفس کو کسی حالت میں داخل کرے گا تو وہ اپنے نفس کی ضلالت و ہلاکت کا باعث خود بنے گا خود بخود کسی حالت میں داخل نہ ہو جب تک خدا کا حکم نہ آجائے کہ

اسی کے قبضہ میں موت و زندگی ہے اور کسی حالت سے اس وقت تک نہ بکلیے جب تک تصرف الہی ہی اس کو اس حال سے نہ نکالے۔ جو فقیر و غنی بناتا ہے ہنسنا اور رلاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا قرب بڑھانے والا عمل یہی ہے، علمائے سلف اور ارباب طریقت کا یہی عمل تھا اسی کی پیروی لازم ہے۔

موت کا انتظار فقیر کے لئے ضروری ہے کہ ہر وقت موت کا منتظر اور اس کے لئے تیار رہے، نازل شدہ مصائب اور حالت فقیر پر راضی برضا رہنے میں اس طریقہ کو اپنانے سے مدد ملے گی اس لئے کہ موت کی یاد سے امیدیں کوتاہ ہو جاتی ہیں نفس پر شکستگی پیدا ہوتی ہے اور خواہشات نفسانی کا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "لذتوں کی عمارت کو ڈھانسنے والی موت کی یاد زیادہ کیا کرو"۔

منجملہ آداب فقیر یہ بھی ہے کہ مخلوق کی یاد دل سے نکال دے، آداب فقر سے یہ بھی ہے کہ فقیر کو جو کچھ میسر آئے (بچل ہو یا کھانا) اگر کوئی غنی اس کے ہاں آئے تو خوش خلقی سے اس کے سامنے پیش کرے، ایشیا میں فقیر کو غنی سے زیادہ ہونا چاہیئے اگر عسرت کی حالت ہو تب غنی پر خسر چ کر کے اپنے عیال کو تنگی میں نہ ڈالے ہاں اگر عیال اس کے ایشیا پر راضی اور اس سے خوش ہوں تو خرچ کرنے میں مضائقہ نہ کرے۔

فقیر کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ تنگدستی اور عسرت کی حالت میں اپنے تقویٰ کی احتیاط و نگہداشت رکھے، عسرت و ناداری کے باعث خلاف شریعت کام نہ کرے بیٹھے اور عزیمت چھوڑ کر رفعت کی طرف قدم نہ بڑھائے، خوب اچھی طرح سمجھ لے کہ تقویٰ پر دین کا مدار ہے اور طمع دین کی بربادی ہے، مشتبہ چیزوں کے قبول کرنے میں دین کی خرابی ہے جیسا کہ ایک بزرگ کا قول ہے کہ جس فقیر کے فقر میں تقویٰ نہیں اس کا کھانا حرام ہے، اس لئے ضروری ہے کہ عسرت کی حالت میں مینا تاویلوں کی طرف مائل نہ ہو بلکہ عزیمت کی طرف قدم بڑھائے۔ عزیمت اگرچہ دشوار ہے مگر احتیاط کی چیز ہے۔

فقیر کا سوال

فقیر کب سوال کرے فقیر کے آداب میں یہ بھی ہے کہ جب تک فقیر کے پاس بقدر کفایت چیز موجود ہے مخلوق سے سوال نہ کرے، اگر حاجت اور ضرورت اس کو بہت ہی مجبور کر دے تو بقدر حاجت طلب کرے، اس کی حاجت ہر کسی سوال کا کفارہ بن جائے گی۔ فقیر کو سوال کرنا اسی وقت واجب ہے کہ جب وہ ہر طرح سے مجبور ہو جائے اور کسی طرح اس کا بس نہ چلے، پھر بھی اپنے نفس کے لئے سوال نہ کرنا ہی بہتر ہے صرف عیال کے لئے طلب کرے۔ اگر فقیر کے پاس ایک دام ہے تو جب تک وہ خرچ نہ ہو جائے سوال نہ کرے کیونکہ جب تک اس کے پاس کچھ مال ہے اس وقت تک غیب سے اس کو کچھ مدد نہیں مل سکتی۔

سوال کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ مخلوق پر اس کی نظر نہ ہو بلکہ خدا پر ہو وہی اس کی حاجت پوری کرنے والا ہے اس لئے سوالیہ اشارہ خدا ہی کی طرف ہو، مخلوق کو صرف وکیل اور اللہ کا کارندہ سمجھے، کسی بندے کو رب نہ سمجھے مخلوق

سے سوال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مستول کو اپنا اور اپنے بچوں (کے فقر و فاقہ) کا حال بتا دے لیکن اس میں لہ کا شکوہ نہ ہو سوال کرے تو استفہامیہ صورت میں کرے مثلاً اس طرح کہے کیا ہمارے لئے آپ کو کچھ دیا گیا ہے؟ کیا آپ پر ہمارا کچھ بار ڈالا گیا ہے؟ اے اللہ کے مملوک! اے اللہ کے در کے فقیر! آپ اور میں اپنے اپنے مقبوضہ مال میں یکساں حیثیت رکھتے ہیں ہم میں سے کوئی بھی اس مال کا مالک نہیں ہے ممالک تو کوئی اور ہے جس کے ہم سب محتاج ہیں! اگر ان الفاظ کے ساتھ سوال کرے تو سوال کرنا اس کے لئے حلال ہے ورنہ حرام! ایسے فقیر کی کوئی عزت نہیں جو مخلوق کو کار ساز سمجھ کر سوال کرے وہ مشرک ہے، فریبی ہے، ریاکار ہے، اہل طریقت سے خارج ہے، دروغ گو، دوغلا اور بے دین ہے۔

فقیر کو اگر کوئی کچھ دیدے تو شکر کرے نہ دے تو صبر کرے سچے فقیر کے یہی اوصاف ہوتے ہیں اگر فقیر کا سوال رد کر دیا جائے تو غمگین نہ ہو اپنے حال کو نہ بگاڑے نہ غصہ کرے اور نہ مقرض ہو نہ سوال رد کرنے والے کو برا بھلا کہے۔

اگر وہ ایسا کرے گا تو اس کے ساتھ ظلم کرے گا۔ یعنی مستول تو اللہ کی طرف سے مامور اور وکیل ہے وکیل موکل کے حکم کے مطابق ہی کرتا ہے، دینے والا تو اہل میں موکل ہے اور وہ اللہ عزوجل ہے۔ پس ایسی حالت میں اللہ ہی کی طرف رجوع کرے اور اسی سے فراخی و آسانی اور تسیر کی درخواست کرے تاکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف مائل فرمائے اور اس کی مشکلات آسان ہو جائیں رزق جاری ہو جائے اور جو کچھ مقسوم ہے وہ اس کو پہنچ جائے، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف سے لوگوں کے ہاتھ اس لئے رک رکے ہوئے ہوں کہ اس کا اپنی طرف رجوع کرنا مقصود ہو اس لئے فقیر کو چاہیے کہ اللہ کے دروازے سے لپٹ جائے اور دعا و زاری کرے اس کے در کے حجاب کو دور کرے کہ اہل میں دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے کوئی بندہ دینے والا نہیں!

فقرام کے آداب معاشرت

فقیر کو دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک روا رکھنا چاہیے، ان کے ساتھ شگفتہ روی سے پیش دوستوں کے ساتھ سلوک آئے۔ چیں بہ چیں نہ ہو جو کچھ وہ چاہتے ہیں اگر وہ خلاف شرع نہیں ہے تو اس کی مخالفت نہ کرے یا اس کا ارتکاب گناہ کا موجب، شرعیت کی مخالفت اور نہی الہی سے تجاوز کا باعث نہ ہو اسی طرح دوستوں سے جھگڑانہ کرے اور نہ ان سے خصومت رکھے بلکہ اس کے برعکس ہمیشہ دوستوں کا مدد و معاون رہے لیکن اسی شرط کے ساتھ جو ہم نے ابھی اور بیان کی ہے۔

دوست اگر مخالفت کریں تو ان کی مخالفت کو برداشت کرے اور ان کی طرف سے پہنچنے والے رنج پر صبر سے کام لے ان سے کینہ و دشمنی نہ رکھے کسی دوست کے لئے اپنے دل میں برائی، نفرت اور سرب کو جگہ نہ دے، اگر وہ موجود نہیں ہے تو اس کی غیبت نہ کرے نہ سامنے اس کو برا کہے۔ دوست کی غیر حاضری میں اگر کوئی اس پر الزام تراشی کرے یا اس کی برائی کرے تو ان الزامات کو دفع کرے جہاں تک ممکن ہو دوست کے عیوب دوسرے دوستوں سے پوشیدہ رکھے اگر کوئی دوست بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرے اگر کسی سبب سے عیادت نہ کر سکے تو اس کی صحت کے بعد

اس کو صحت کی مہار کجا دے اگر خود بیمار ہو جائے اور کوئی دوست عیادت کے لئے نہ آئے تو ان کو معذور سمجھے اور آئندہ اس سے بدسلوکی کی دل میں نہ بٹھانے کہ وہ بیمار پڑے گا تو میں بیمار پر ہی اور عیادت نہیں کروں گی یعنی جو یہ رشتہ ٹوٹے اس سے فقیر کو چاہیے کہ یہ رشتہ جوڑے اپنی عطا یعنی عیادت سے اس کو محروم نہ رکھے اس کو عطا کرے جو اس پر تسلیم کرے اس کو معاف کرے جو اس کے ساتھ برائی سے پیش آئے اس کو اس خطا اور قصور پر معذور سمجھے۔

دوسروں کی چیزیں ان کی اجازت کے بغیر استعمال نہ کرے لیکن اپنی چیزیں دوستوں

دوسروں کی چیزوں کا استعمال کے لئے ممنوع قرار نہ دے ان کو اختیار دیدے کہ چاہیں تو استعمال کریں، اپنی تمام حرکات و سکنات میں پرہیزگاری سے غافل نہ رہے (کوئی امر تقویٰ کے خلاف سرزد نہ ہو) اگر کوئی دوست برائی سے یگانگت اور بے تکلفی اس کے کسی مال یا کسی چیز کا خواستگار ہو تو شگفتہ روی اور خندہ پیشانی کے ساتھ اس کا شکرا ادا کرتے ہوئے اس کی خواہش کو پورا کر دے اس کا شکر گزار اور منت پذیر ہو کہ اس نے اس کو اس قابل سمجھا اور اپنی حاجت روائی کا اہل قدر دیا۔ حتیٰ الوسع کسی سے استعمال کی کوئی چیز مستعار نہ لے ہاں اگر دوسرا مستعار لے لے تو اس سے واپسی کا مطالبہ نہ کرے مستعار دی ہوئی چیز کا واپس مانگنا شانِ خواہندی کے خلاف ہے جس طرح شرع میں ہدیہ کا اور تہیہ کی ہوئی چیز کا واپس لینا روا نہیں ہے اسی طرح مستعار چیز کو واپس نہ لے اور اگر طلب سے خود کو نہ روک سکے تو واپس لیکر پھر اس کو لوٹا دے یعنی اس کو استعمال کے لئے پھر مستعار دیدے خواہ اس کو یہ زحمت روزانہ ہی کیوں نہ اٹھانی پڑے! اپنا مال لیکر لوگوں سے الگ تھلگ ہو جانا شانِ فقیری نہیں ہے فقیر تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مال کا امین ہے جو شخص کسی چیز کا مالک ہو اسے حقیقت میں وہ چیز اس کی مالک کہتی ہے کیونکہ اس کی محبت اس کے دل پر غالب ہوتی ہے پس دل مغلوب ہو اور شے غالب جس کے ہاتھ میں انسان کی باگ دور ہو حقیقت میں وہ اس کا چہرہ بندہ ہے بلکہ ہمارے پاس جو چیزیں ہیں سب کا مالک اللہ ہی کو جاننا چاہیے اور بندوں کی تمام چیزیں اللہ کی ملک میں برابر اور یکساں ہیں۔

جو چیز کسی دوسرے کے قبضہ میں ہو اس کے استعمال میں شریعت کے احکام، تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ پابندیوں کو ملحوظ رکھے تاکہ اس کردہ میں شامل نہ ہو جائے جو ہر چیز کو مباح سمجھنے والا ہے دین لوگوں کا گروہ ہے اگر کسی تکلیف یا فائدہ میں مبتلا ہو جائے تو جہاں تک ممکن ہو اپنے دوستوں سے اس کو چھپائے تاکہ اس کی پریشانی سے وہ لوگ بھی پریشان نہ ہوں۔ اسی طرح غم و اندوہ کی صورت میں بھی دوستوں سے اس کا اظہار نہ کرے ورنہ ان کی مستریں اور ان کی شگفتگی میں خندہ بر جائیگا اگر کوئی دوست حالت رنج و غم میں بظاہر خوشی اور مسرت کا اظہار کرے تو فقیر کو چاہیے کہ وہ ان کی ظاہری حالت میں شریک ہو رنج و غم کو جان لینے کے باوجود اس کو دل میں پوشیدہ رکھے اور کوئی ایسی بات ان کے سامنے نہ کہے جو ان کی دل شکنی کا باعث ہو۔ اگر دوست کی بات سے کبیدہ خاطر ہو جائے تو حسن اخلاق کا تقاضا ہے کہ اس سے اس طرح کی گفتگو کرے کہ اس کی اداسی دور ہو جائے۔

حسب حیثیت بڑاؤ ہر شخص سے اس کی حیثیت کے مطابق بڑاؤ کرے اور اس کو حد سے زیادہ تکلیف نہ دے اور جب

تک کوئی خلاف شرع بات ظہور میں نہ آئے یا پیروی کرنے سے شریعت کی خلاف ورزی نہ ہو رہی ہو اس وقت تک اس کی پیروی کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہمارے انبیاء کے گروہ کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے ان کی کجی کے مطابق گفتگو نہ کریں جو لوگ ان سے کم مرتبہ ہیں ان سے شفقت کے ساتھ اور جو ان سے معاشرت میں بلند ہیں ان سے تعظیم کے ساتھ اور برابر والوں کے ساتھ ہمربانی بھلائی اور ایثار سے پیش آئیں۔

آداب طعام

فقیر کو کس طرح کھانا چاہئے

فقیر کو حرص اور بے نیازی کے ساتھ نہیں کھانا چاہیے بلکہ کھانا کھاتے وقت اللہ کی یاد دہانی میں رکھنا چاہیے بزرگوں سے پہلے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے کھانا شروع نہ کرے اپنے دوسرے سے کھانے کو کہے نہ اپنے سامنے سے کوئی کھانا اٹھا کر کسی دوسرے کے سامنے نہ اسے خوش خلق سمجھے اور نہ تواضع۔ البتہ یہ بات میزان کے لئے جائز ہے یہ میزان کی طرف سے ایک گونہ خدمت ہے کھانے والا اپنی طرف میزان سے یہ نہیں کہے کہ آپ بھی ہمارے ساتھ کھائیے جس شخص کو جس جگہ بٹھا دیا جائے بیٹھ جائے خود دوسری جگہ بیٹھنے کے لئے پسند نہ کرے۔ جب تک ساتھ والے کھانے سے فارغ نہ ہو جائیں خود اپنا ہاتھ کھانے سے نہ کھینچے اگر وہ ایسا کرے گا ریشی ہاتھ کھانے سے کھینچ لے گا تو دوسرے کو عجب تک اور شرم محسوس ہوگی اور وہ شرم میں ہونے کے باوجود رک جائے گا۔ جب تک رویش کھادہا ہوا اس کے سامنے سے کھانا اٹھایا جائے کھانے پر دوسرے ساتھیوں کا ساتھ دے کہ باہم مخالفت نہ ہو اگرچہ خود اس کو اشتہان نہ ہو۔ دسترخوان پر کسی دوسرے شخص کو قہر نہ بنانا کہ دے۔ اگر پانی پیش کیا جائے تو تمام پانی پی لے۔ میزان اگر خدمت کے لئے کھڑا ہو تو اس کو منع نہ کرے اگر وہ ہاتھ دھلانا چاہے تو اس کو نہ روکے۔

اگر غنیا اور متمول حضرات کے ساتھ کھانے کا اتفاق ہو تو خود داری کے ساتھ کھائے ہاں فقرا اور احباب کے ساتھ ایثار اور بے تکلفی کے ساتھ کھانے میں مصالفت نہیں کھانے کے سلسلہ میں نادیدہ پن نہ دکھائیے یعنی جب تک کھانا سامنے نہ آجائے دل میں کھانے کا خیال بھی نہ کرے سامنے آجائے تو کھائے۔ کھانے کی خواہش میں نفس کا شریک نہ بنے ممکن ہے وہ کھانا مقدر اور مقسوم ہی میں نہ ہو اور وہ خواہش بھی پوری نہ ہو سکے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس خواہش میں مبتلا ہو کر نگرانی حال سے غافل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے مجھوٹ محروم رہے۔

اگر غنیا اور فقرا کے ساتھ کھانا کھانا

پس کھانا اگر سامنے آجائے تو اس کی خواہش کرے اور کھا کر اللہ کا شکر ادا کرے کھانے کا اصل مقصود ہنلے اور دل کو اس سے وابستہ نہ کرے اور نہ بار بار اس کا ذکر کرے اپنے ذمہ دہن کو ظاہر نہ کر دے بلکہ اس سے محفوظ رہنے کے لئے دل کو اعتبار دلانے کو وہ بیمار ہے اور صحتیاب ہونے تک کھانے پینے سے پرہیز ضروری ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ نفس کی آرزو اور خواہش بیماری ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا طبیب و درمعالج ہے۔ جب طبیب اپنے کسی غلام (بندہ) کے ہاتھ

اس کے لئے کھانے پینے کا کچھ سامان بھیج دے تو سمجھ لے کہ اس کے نفس بیمار کے لئے دوا ہے چونکہ طبیب کی طرف سے آئی ہے پس اپنے حال کی نگہداشت اور حفاظت میں مشغول ہو جائے۔ درویش کو چاہیے کہ کبھی کسی آرزو اور خواہش کو مرکزِ خاطر اور طرح نظر نہ بنائے اسی طرح اپنی تمام حرکات و سکنات میں کسی چیز کو طمانیتِ قلب کا موجب سمجھے۔

فقرا کے مابین آدابِ معاشرت

اپنے ساتھیوں کے ساتھ سلوک اپنے فقیروں کو چاہیے کہ اپنی کسی چیز کو ساتھیوں سے الگ تھک رکھے جیسے کپڑے، مٹھی، اپنے پیالے، گلاس وغیرہ اپنے ساتھیوں سے بجا کر نہ رکھے (اگر وہ استعمال کرنا چاہیں تو ان کو استعمال کے لئے دیدے)۔ اگر کوئی دوسرا شخص اس کی جانناز پر قدم رکھے تو اس سے رنجیدہ نہ ہو اور جواباً اپنا قدم دوسرے کے مصلے پر نہ رکھے۔ اپنا مٹھی اپنے سے بلند مرتبت شخص کے مصلے سے بلند نہ کرے اور اگر کسی سے اپنی خدمت نہ لے سکے تو خود دوسروں کی خدمت کرے، فقیروں اور درویشوں کے پاؤں دابے لیکن خود کسی سے اپنے پاؤں نہ دلوئے، اگر درویش حمام میں جائے تو حمامی سے مالش اور مساج نہ کرے آپس میں ایک درویش دوسرے درویش کی اگر مالش کرنا چاہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اگر کوئی درویش کسی دوسرے درویش کی کوئی چیز جیسے خرہ، مٹھی وغیرہ پسندیدگی کی نظر سے دیکھے تو اسی وقت وہ چیز اس درویش کی خدمت میں پیش کرے جو اس کا خواستگار ہے اور اپنی ذات پر اس کو ترجیح دے۔ کھانے کا وقت ہو یا اور کسی کام کا وقت دوسرے فقرا کو اپنے انتظار کی تکلیف میں مبتلا نہ کرے اس لئے کہ انتظار کو انتظار کا بار اٹھانا پڑتا ہے، اگر کسی درویش کو کھانا بھیجا ہے تو اس کو انتظار میں روکے نہ رکھے، شوربہ کا انتظار بڑی ذلت کی بات ہے۔

درویش کو لازم ہے کہ بقدر امکان کسی چیز کو ذخیرہ بنا کر نہ رکھے اگر کھانا زیادہ نہیں ہے تو جب تک دوسروں کے صرف سے بچ نہ جائے خود نہ کھائے اس امر کی کوشش کرے کہ درویشوں کو جو کھانا پیش کیا ہے وہ بہت ہی پاکیزہ اور ان کی طبائع کے مطابق ہے۔ اگر جماعت کے ساتھ ہے تو کسی چیز کے قبول کرنے یا کھانے میں اپنی انفرادیت کو نمایاں نہ کرے اگر کھانے کا آغاز اسی کی ذات سے کیا جا رہا ہے یا تحفہ اسی کے پیروں پر کیا گیا ہے تو مناسب ہے کہ اس چیز کو وسط میں رکھے اگر بیمار ہے اور کسی مخصوص غذا وغیرہ کی ضرورت ہے تو اپنے جماعت سے اجازت لیکر اس کو استعمال کرے۔

اجازت ضروری ہے اگر کسی بھان خانے میں فروکش ہے یا مدرسہ میں مقیم ہے تو وہاں کے ہتھم (شیخ) یا خادم کی اجازت یا مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کرے، اگر جماعت کے ساتھ ہے تو افراد جماعت جس کام میں مشغول ہوں خود بھی اسی کام میں لگ جائے (ان سے الگ تھک نہ رہے) درویشوں کے ساتھ ہو تو تسبیح اور ذکر بلند آواز سے نہ کرے بلکہ آہستہ آہستہ پڑھے اور ذکر کرے بلکہ اس سے بہتر ہے کہ عبادت باطنی یعنی تفکر اور حصولِ عبرت کی

طرف متوجہ ہو جائے ہاں اگر ساتھی خواص میں سے ہے تو پھر مضائقہ نہیں۔ ہر کام کی درستی اور اسباب کی فراہمی اس کا رب خود فرمائے گا۔ وہی حکم دے گا وہی منع فرمائے گا، جماعت کے دلوں کو وہی معبود برحق اس کا تابع اور مطیع بنائے گا اور اس کی محبت سے اُن کے دلوں کو بھر دے گا اور ان کے دلوں میں اس کی ہیئت اور تعظیم پیدا فرمادے گا۔ ذکر الہی کے علاوہ اور کوئی بات بلند آواز سے نہیں کہنا چاہیے۔

جماعت کی ہمراہی کی حالت میں سرگوشی نہ کرے اور جہاں تک ممکن ہو دنیا کے مخصوص اور کھانے پینے کی باتیں نہ کرے درویشوں کی صحبت میں (آدابِ اصول طریقت وغیرہ) لکھنے سے باز رہے بلکہ جو کچھ لکھا ہوا ہے اس پر عمل پیرا ہو اور اس شغل کے بجائے باطنی شغل (ذکر) اور اپنی حالت کی نگہداشت میں بسر کرے، درویشوں کے سامنے زیادہ نوافل بھی نہ پڑھے۔ اگر درویشوں کی جماعت (لفلی) روزہ رکھے تو خود بھی روزہ رکھے ان کی موافقت کرے تنہا روزہ نہ رکھے۔ درویش اگر بیدار ہوں تو خود بھی بیدار رہے سو نہ جائے بدرجہ مجبوری اگر نیند کا بہت ہی غلبہ ہو تو کچھ دیر تنہا سوکتا ہے تاکہ نیند کا غلبہ اور جوش سرد پڑ جائے۔

کسی چیز کی خواہش اور اس کے اختیار کرنے میں پیشقدمی اور پہل نہ کرے اور حتی الوسع اس سے **پیشقدمی اور پہل کرنا** بچے اگر کوئی درویش اس سے کچھ طلب کرے تو اس کی خواہش اور طلب کو رد نہ کرے، تھوڑی ہی چیز دے کر اس کا سوال پورا کر دے اور اس صورت میں بھی اس کو انتظار کی زحمت میں نہ ڈالے اور اس کے دل کو نہ دکھائے! اگر کوئی اس سے مشورہ طلب کرے تو پورے غور و خوض سے جواب دے، جواب دینے میں جلدی نہ کرے بلکہ مشورہ طلب کرنے والے کو اتنی ہمت دے کہ وہ اطمینان کے ساتھ اپنی بات پوری کرے، جہاں تک ممکن ہو رد اور انکار میں جواب نہ دے اگر اس کا سوال درست نہ ہو تو بھر پور موافقت نہ کرے بلکہ کچھ موافقت کرے اور پھر نرمی کے ساتھ وہ بات بتا دے جو اس کی رائے سے زیادہ صحیح اور درست ہو لیکن صحیح رائے ہونے میں سختی اور درستی سے کام نہ لے۔

اہل و عیال کے ساتھ

طرز معاشرت

خوش اخلاقی اور دستور کے مطابق حتی الوسع و بقدر امکان اہل و عیال کا نفقہ ادا **نفقہ کی ادائیگی ادب و ریش ہے** کرنا ادب و ریش ہے، اگر درویش آج اور صرف آج کی ضرورت کے لائق کوئی چیز میسر آئے تو وقتی ضرورت کو نظر انداز کر کے کل کے لئے جمع نہیں رکھنا چاہیے البتہ اگر وقتی ضرورت سے کچھ بچ رہے تو کل کے لئے رکھ لے لیکن یہ بھی اپنے لئے نہیں بلکہ اہل و عیال کے لئے اگر وہ اس میں سے اپنی ذات پر بھی کچھ خرچ کر لے تو صرف اس شکل میں کہ وہ عیال کا خادم اور ان کا وکیل ہے جس طرح غلام اپنے آقا کے طفیل میں کھاتا ہے

یہ یقین رکھنا چاہئے کہ اہل وعیال کی خدمت کرنا اور ان کی روزی کے لئے مشقت کرنا اور تکلیف برداشت کرنا حکم الہی کی تعمیل اور اس کی اطاعت ہے، اس سلسلہ میں اپنے نفس کی خواہش پوری کرنے سے گریز کرے، اہل وعیال کو اپنے اوپر ہمیشہ ترجیح دے اگر کچھ کھائے تو ان کی اشتہا اور بھوک کی موافقت میں کھائے اپنی اشتہا کی موافقت و... مناسبت پر ان کو آمادہ نہ کرے۔

اگر موسم گرما میں کوئی ایسی چیز اس کو مل جائے جس کی ضرورت موسم سرما میں ہوگی تو اس کو فروخت کر کے بشرط ضرورت اس کی قیمت اپنی ضرورت میں صرف کر لے اگر آج کی ضرورت پوری ہونے کے لائق اس کو کچھ مل جائے اور مزید کمائی سے کل کے مصارف کے لئے کچھ جمع ہو سکتا ہے تو مزید کمائی اور کسب میں مشغول نہ ہو بلکہ صرف آج کی ضرورت کے بقدر کفایت پر قناعت کرنا واجب ہے۔ کل کی روزی کی تدبیر کل پر چھوڑ دے اگر خود درویش کے اندر توکل اور بھوک بھسر کرنے کی طاقت تو ہے لیکن بال بچوں میں یہ طاقت نہیں ہے تو ان کو اپنی حالت پر لانے کی کوشش کرے یعنی ان کو تکلیف اور مصیبت برداشت کرنے کا عادی بنائے۔

اگر بال بچوں میں اللہ کی اطاعت، حسن سیرت اور عبادت الہی کا ذوق و شوق دیکھے تو ان کو مباح چیز کسب حلال سے کھلانا واجب ہے تاکہ اس سے اللہ کی اطاعت اور نیکی کے نتائج مرتب ہوں، ان کو حرام نہ کھلائے، حرام کھلانے سے ان میں نافرمانی اور گناہ کی جرأت پیدا ہوگی، خود درویش کے لئے بھی ضروری ہے کہ اپنے عمل کی درستی، قول کی سچائی اور دل کی نفاست حاصل کرنے کی کوشش کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے اہل وعیال کے معاملات میں رستی پیدا کرے اور وہ صبر و شکر کا راستہ اختیار کریں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت بوجہ کمال کر سکیں خود اس کی موافقت سے روگردانی نہ کریں اور درویش کی ذاتی اصلاح احوال کی برکت اہل وعیال کو بھی حاصل ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو خدا سے اپنے معاملات درست کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بندوں سے اس کے معاملات درست کر دیتا ہے، بیوی بچے بھی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اس طرح بندہ کے معاملات اس سے بھی درست ہو جائیں گے۔

اگر اللہ تعالیٰ فراخ دستی عطا فرمائے اور گھر مہمان آئیں اور ان کے لئے عمدہ عمدہ کھانے مہمان کے کھانے میں تیار کرانے تو بقدر امکان اہل وعیال کو بھی مہمان کے کھانے میں شریک کرے اور اس قدر کھانا بچوں کو بھی شریک کرے تیار کرائے کہ جو سب کے لئے کافی ہو جائے۔ اگر نادار ہے اور اپنی تنگدستی اور فقر و فاقہ کے باعث سمجھتا ہے کہ مہمان کی مہانداری میں بیوی بچے خود ایثار سے کام لیں گے تو تیار کیا ہوا کھانا مہمان کو کھلا دے ہاں اگر مہمان سے کچھ بچ رہے تو گھر والے بھی کھالیں کچھ مضائقہ نہیں ہے اس طرح یہ امر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا موجب ہوگا اور اللہ تعالیٰ ان کے لائق میں برکت عطا فرمائے گا۔ مہمان اپنا رزق اپنے ساتھ خود لاتا ہے اور اس کے طفیل میں گھر والوں (میزبان) کے گناہ کم ہو جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں اسی طرح وارد ہے۔

خود دعوت میں شریک ہونا مناسب نہیں ہے اگر درویش کی کہیں دعوت ہے لیکن بچوں کی ضروریات پوری کرنے

کے لئے اس کے پاس کچھ موجود نہیں تو بچوں کو تباہ حال چھوڑ دینا اور خود دعوت میں پہنچ کر خوب کھانا پینا اور بچوں کو فائدہ سے رکھنا انسانیت کے خلاف ہے اور دعوت میں شریک ہو کر گناہگار بننا کسی طرح بھی جائز نہیں اس لئے ایسی صورت میں دعوت میں ہرگز نہ جائے بلکہ بال بچوں کے ساتھ فاقہ پر قناعت اور صبر کرے ہاں اگر دعوت دینے والا مخلص اور باخبر انسان ہے اور اس کو معلوم ہے کہ درویش کے بال بچے گرفتار فلاکت اور مبتلائے فاقہ ہیں تو تنہا درویش کو نہیں بلانا چاہیے بلکہ اس کے اہل عیال کی ضرورت کے مطابق اس کے گھر کھانا بھیج دینا ضروری ہے اور اپنے اس ارادہ کی نبردرویش کو بھی دے دینا چاہئے تاکہ اس کے دل سے بچوں کی فکر کا بار اتر جائے۔

علوم شریعت کی تعلیم | فقیہ پر لازم ہے کہ اپنے بیوی بچوں کو علوم ظاہری اور شریعت کی پابندی کی تعلیم دے تاکہ وہ کسی بات میں (خواہ معمولی ہو یا اہم) شریعت کی مخالفت نہ کریں ان کا ہر عمل شریعت کی تعلیم کے مطابق ہو، اپنی اولاد کو بازاری لوگوں کے سپرد نہ کرے کہ وہ ان کو تجارت کے اور حرفت کے گرسکھائیں بلکہ ان کو دینی تعلیم اور احکام مذہب سکھائے اور طلبے نیا کے ترک پر آمادہ کرے ہاں اگر ناداری، بیکسی اور فیضیت و رسوائی کا اندیشہ ہو تو روزی کی طلب کے لئے مخلوق کی طرف رجوع کرے اور ایسے نازک وقت میں بال بچوں کو کمائی میں لگا دے اور خود بھی اس میں لگ جائے لیکن احتیاط رکھے کہ حدود شریعت سے تجاوز نہ ہو۔ حدود شریعت کے تحفظ کے ساتھ کسب میں مشغول ہو جانا افضل و انسب ہے۔

اولاد کو یہ تعلیم بھی دے کہ والدین کی نافرمانی سے اجتناب کریں، بیوی کو تعلیم دے کہ وہ اللہ کے حقوق ادا کرے شوہر کے حقوق ادا کرے، شوہر کی فرمانبرداری کرے اور اس کو اپنی ناداری اور بے سرو سامانی پر صبر کی تعلیم دے (جیسا کہ آداب نکاح کے سلسلہ میں حقوق زوجہ کے بارے میں لکھا جا چکا ہے)۔

آداب سفر

مؤمن کے سفر کی غرض و غایت | مؤمن کے سفر کی غرض و غایت یہ ہونا چاہیے کہ وہ برے خصائل کو چھوڑ کر صفات پسندیدہ کے حصول کی جانب مائل ہے (صفات پسندیدہ کو کسب کرنا چاہتا ہے) اس لئے درویش کو لازم ہے کہ پرہیزگاری اور تقویٰ کی صحت کے ساتھ ساتھ رضائے الہی کی طلب میں اپنی نفسانی خواہشات کو ترک کر دے۔ درویش اس مقصد سے اگر اپنے شہر سے سفر کرنا چاہتا ہو تو سب سے پہلے ان لوگوں کی رضا جوئی کرے جن سے اس کے تعلقاً بگڑے ہوئے تھے، اپنے ماں باپ سے اور اگر وہ نہ ہوں تو ان لوگوں سے جو ان کے قائم مقام ہو سکتے ہیں جیسے چچا، ماموں، دادا، دادی وغیرہ سے اجازت طلب کرنا ضروری ہے، جب ان کی رضا حاصل ہو جائے تو سفر کے لئے روانہ ہو اگر درویش صاحب عیال ہے اور ان کے چھوڑ جانے میں ان کو ضرر پہنچنے یا ان کے تباہ و برباد ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ان کا بندوبست کئے بغیر سفر کرنا جائز نہیں یا ان سب لواحقین کو بھی اپنے ساتھ لیجائے، حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی

ہے کہ آدمی جس کا رزق فراہم کرتا ہے اس کو ضائع کر دینا بڑا گناہ ہے، پس درویش چونکہ اہل و عیال کے نقشہ کا کفیل و ضامن ہے اس لئے ان کو ضائع ہونے سے بچائے۔ *Imp*

سفر کی ایک شرط | درویش کے سفر کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ سفر میں اس کو ہر قدم پر حضوری قلب حاصل ہو گزشتہ علاقہ اور دل بستیکوں کی طرف اس کی توجہ نہ ہو نہ مستقبل کی مسجدوں کے خیال میں ہو بلکہ اس کا دل ماضی و مستقبل کے علاقہ و افکار سے بے نیاز ہو، ہر چیز سے اس کا دل خالی ہو جہاں ہو حضور قلب اس کو حاصل ہو۔ جناب ابراہیم بن روہر نے فرمایا ہے کہ میں ابراہیم بن شیبہ کے ساتھ ایک مرتبہ سفر میں گیا، ابن شیبہ نے مجھ سے کہا جو کچھ تمہارے پاس ہے سب پھینک دو میں نے امتثال امر کے طور پر ہر ایک چیز پھینک دی مگر ایک دینار اپنے پاس رہنے دیا، ابن شیبہ نے فرمایا تم میرے باطن کو دوسرے منغلہ میں کیوں لگائے ہوئے ہو، جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ پھینک دو میں نے وہ دینار بھی پھینک دیا، ابن شیبہ نے پھر فرمایا ہر وہ چیز پھینک دو جس سے تمہاری طبع کو وابستگی ہے یہ سنکر مجھے جوتے کے جوتے کے تسمہ کی ضرورت پیش آئی مجھے وہ سامنے پڑا مل گیا، ابن شیبہ نے فرمایا جو شخص اللہ کے ساتھ صدق کا معاملہ رکھتا ہے اس کا حال ایسا ہی ہو جاتا ہے اس کی ہر ضرورت آپ پوری ہو جاتی ہے۔ *Imp*

اوراد و وظائف سفر | درویش حضر کی حالت میں جو اوراد و وظائف پڑھتا تھا سفر کی حالت میں بھی اُن کو پڑھے اُن اعمال و احوال میں کسی قسم کا اختلال نہ پیدا ہونے دے، رخصت کا حکم اور اس کا جواز تو صرف عوام اور کمزور لوگوں کے لئے ہے خواص اور طاقتور لوگوں کے لئے نہیں ہے ان کے لئے تو ہمیشہ ہر حال میں غریت ضروری اور لازمی ہے، توفیق الہی ان شامل حال ہوتی ہے اور رحمت الہی کا ان پر نزول ہوتا ہے، اللہ کے نگہبان ان کے ساتھ نگہبانی کے لئے ہوتے ہیں، محبوب حقیقی ان کا ہم نشین ہوتا ہے اور اس کی محبت کے طفیل ہر چیز سے بے نیازی حاصل ہو جاتی ہے، غیب سے ایسی امداد پیہم اور مسلسل نازل ہوتی ہے، محبوب خواص کی اعانت میں ہر وقت سرگرم رہتا ہے غیبی لشکر اس کی اعانت کے لئے حلقہ بہ حلقہ مامور ہوتے ہیں اس لئے سفر ان کے لئے مزید تقویت کا باعث ہوتا ہے اس لئے سفر سے زیادہ ان کے لئے اور کوئی چیز بہتر نہیں۔ *Imp*

سفر میں درویش سے وہ تمام خواہشات اور تمنائیں گریزان ہو جاتی ہیں جو حضر میں اس کا مقصود بنے رہتے ہیں اور مخلوق سے دوری ہو جاتی ہے جو بتوں کی حیثیت رکھتے ہیں، یہ معبود اس کے لئے گمراہی میں صلیب سے زیادہ اور شیطان سے بڑھکر اغوا اور گمراہ کرنے والی چیزیں ہیں۔ *Imp*

آغاز سفر ہی سے دل کی نگرانی کرنا | فقیہ کے لئے مناسب ہے کہ آغاز سفر ہی سے دل کی نگرانی کرے غفلت کی حالت میں سفر کا آغاز نہ کرے، یہی کویش کرتا رہے کہ سفر میں خدا کی کسی حال میں فراموش نہ ہو، یہ سفر کسی دنیاوی غرض پر مبنی نہیں ہونا چاہیے اس کا مقصود حج، مقدس مقامات کی زیارت

یا شیخ کی ملاقات ہو۔

ایک جگہ پر قیام | اثنائے سفر میں درویش کو اگر کسی جگہ پر صفائے قلب و رکمال زندگی میسر آجائے تو وہاں مقیم ہو جائے اس جگہ کو نہ چھوڑے صرف اس صورت میں اس جگہ کو چھوڑے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے قطعی حکم مل جائے یا بزور تقدیر ایسا کرنا پڑے اس صورت میں جہاں جانے کا حکم ہوا ہے وہاں چلا جائے، لیکن یہ حکم اس درویش کے لئے ہے جو ان لوگوں میں شامل ہو جو راضی برضائے الہی اور تقدیر کے اشاروں پر چلتے ہیں اور اپنی خواہشات اور ارادوں سے آزاد مرادیت اور محبوبیت کے درجہ پر فائز ہوں۔

مقبولیت وجہ حجاب ہے | اگر کسی مقام پر فقیر کو عزت اور قبول عوام حاصل ہو جائے تو اس کو اپنے لئے موجب پریشانی سمجھے اور اس مقام کو فوراً چھوڑ دے تاکہ یہ مقبولیت اس کے لئے حجاب اور خدا سے دوری کا موجب نہ بن جائے لیکن فقیر کے لئے یہ حکم اس وقت ہے جب کہ اس کی خواہشات نفسانی باقی ہوں اگر نفسانی خواہشات قیٹا ہو چکی ہیں تو اس وقت درویش کی نظر میں نہ مخلوق کی کوئی ہستی باقی ہوتی ہے اور نہ ان کی قبولیت اس کے لئے وجہ زشت بنتی ہے یہ نشان اس کے دل سے محو ہو چکا ہوتا ہے درویش اور مخلوق کے درمیان حجابات حائل ہو جاتے ہیں اور ان کے نگراں دل اس امر کی نگرانی کرتے ہیں کہ مخلوق ان کے اندر داخل نہ ہونے پائے ورنہ شرک پیدا ہو جائے گا اور توحید کی منزل متزلزل ہو جائے گی۔

سفر میں رفیقان سفر کے ساتھ رہنے سہنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ہم سفروں سے خوش اخلاقی سے پیش آئے تمام باتوں میں ان کے ساتھ صلح و آشتی کو قائم رکھے ان سے مخالفت یا جھگڑا نہ کرے ان کی خدمت میں مشغول رہے لیکن خود ان سے کسی قسم کی خدمت نہ لے۔

سفر میں ہمیشہ پاک رہے اگر پانی میسر نہ آ سکے تو تیمم کر لے جس طرح حضر میں پاک رہنا مستحب ہے سفر میں بھی مستحب ہے وضو مومن کا ہتھیار ہے حدیث شریف میں آیا ہے مومن کے لئے وضو تمام شیاطین اور موزیوں سے بچنے کے لئے ایک امان ہے۔

سفر میں اُمردوں کے ساتھ نہ رہے | درویش کے لئے ضروری ہے کہ خصوصیت کے ساتھ اُمردوں کے ساتھ سفر نہ کرے اُمردوں کی صحبت اور ان کا قرب شیطانوں کی دوستی سے بھی زیادہ خطرناک ہے ان کا قرب ہوس پرستی، فتنہ انگیزی، نفسانی عیوب اور ہیئت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ ان کی صحبت اور قرب میں سخت خطرہ ہے ہاں اگر درویش شیخ وقت ہو یا عارف باللہ، ابدال، معصوم اللہ والا، نیکی کی تعلیم دینے والا، مخلوق کا ادب آموز، عذاب الہی سے ڈرانے والا، مخلوق کو عیبوں سے پاک بنانے والا، اللہ اور مخلوق کے درمیان واسطہ، حق و ناحق کو پرکھنے والا تو ایسی صورت میں ان کے مشرب کی پرواہ نہ کرے، اس کی نظر میں لو جو ان اور بوڑھے سب برابر ہیں۔

خدمتِ شیخ اگر کسی شہر میں پہنچے پر معلوم ہو کہ وہاں کوئی شیخ موجود ہے تو سب سے پہلے اس کی خدمت میں پہنچے اس کو سلام کرے اس کی خدمت میں مصروف ہو جائے۔ غرور، تبختر، بندار اور خود پسندی کی نگاہ سے اس کو نہ دیکھے تاکہ اس کی خدمت سے جو فوائد حاصل ہوتے ان سے محروم نہ رہے اگر اس شہر کا شیخ اس کو کچھ عطا کرے تو اپنے دوسرے رفقاء سفر کو بھی اس میں شریک کرے صرف اپنی ذات کے لئے اس کو مخصوص نہ کرے۔ اگر رفقاء سفر میں سے کسی کو کوئی عذر سفر پیش آئے تو اس کو چھوڑ کر نہ چلے بلکہ خود بھی ٹھہر جائے تاکہ وہ رفیق سفر اس کے ہاتھ سے نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی سب کو نیکیوں کی توفیق دینے والا ہے۔

سماع کے آداب

سماع کی محفل میں شریک ہو تو سماع میں تضرع اور بناوٹ کا اظہار نہ کرے اور اپنے اختیار سے سماع کا استقبال نہ کریں خود بخود سماع کی محفل میں شریک ہونے کی کوشش نہ کریں اگر اتفاق سے سماع کا موقع مل جائے تو سننے والے پر لازم ہے کہ متذبذب ہو کر بیٹھے، دل کو اللہ کی یاد میں مصروف رکھے اور کوشش کرے کہ غفلت و دنیا کے دوسروں سے دل کی بیداری نہ جانی رہے جب کالوں میں کوئی آواز آئے تو قاری کے بارے میں ایسا خیال کرے کہ وہ اللہ کی طرف سے ان وارداتِ غیبی کا اظہار کر رہا ہے یعنی ان مضامین کو ادا کر رہا ہے جو جنت کی طلب، دوزخ کا ڈر، محبت اور شفیقتی، اللہ کی ناخوشی کا ڈر اور مہارت کا ذوق بڑھانے والے ہیں ایسے وقت میں وارداتِ دلی کی طرف بڑھے اور اشارہ غیبی کا فوراً استقبال کرے اگر سماع ایسا ہو کہ قاری کی زبان اس کی اپنی زبان بن جائے اور قاری کی زبان سے یہ خود اللہ تعالیٰ سے خطاب کر رہا ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سماع کا کوئی وجہ نہ ہو اور قلبی اقضا عبادت اور آدابِ شریعت کے خلاف نہ ہو۔

محفلِ سماع میں شیخ کی موجودگی ہو تو حتیٰ الوسع درویش کو پرسکون رہنا چاہیے اور شیخ طریقت کے وقار کو ملحوظ رکھنا چاہیے اگر کیف سے مغلوب ہو جائے تو بقدر غلبہ کیف و وجد (حرکت) کرنا درست ہے اور جب غلبہ ختم ہو جائے تو فوراً پرسکون ہو جائے اور وقارِ شیخ کا لحاظ رکھے۔ قاری یا قوال سے درویش کا یہ تقاضا کرنا کہ قرأت کو چھوڑ کر شعر خوانی شروع کرے درست نہیں جب کہ ہمارے زمانے میں رواج ہو گیا ہے اگر یہ اہل سماع اپنے ارادے، تخیل کی یکسوئی اور روحانی تصرف میں سچے اور صادق ہیں تو کلامِ الہی کے سننے سے ان کے دلوں میں اور ان کے اعضا میں تاثر پیدا ہو جانا چاہئے نہ کہ دوسروں کا کلام سننے سے ان کو جھنجھری آجائے، قرآن پاک تو ان کے محبوب کا کلام ہے اسی کا بیان ہے، اس میں محبوب حقیقی کا ذکر، اولیاء سابقین کا ذکر ہے۔ عاشق و معشوق، مرید و مراد کا ذکر ہے، جوٹی محبت کے دعویداروں پر عتاب اور ان کی مذمت موجود ہے۔ پس جب ان کی صداقت اور ارادت میں خلل واقع ہے اور ان کا دعویٰ بلا ثبوت ہے تو ثابت ہو گیا کہ یہ نہ

ان کا باطنی جذبہ ہے اور نہ اندرونی صدق ہے، نہ اس کا نام معرفت ہے نہ کشف، نہ ان کا مقصود علوم عجوبہ کا حصول ہے۔ نہ اندرونی اسرار پر اطلاع نہ قرۃ العین کے مقام تک سائی ہے اور نہ اس طرح محبوب تک پہنچ ہو سکتی ہے اور نہ حقیقی سماع کا ان کے قلوب پر درود ہو سکتا ہے، ان کا (حالت وجد میں) کھڑا ہو جانا محض رسماً اور عادتاً ہے۔ حقیقی سماع تو ایک الہام ہے اور اس حال میں اللہ تعالیٰ اپنے جانے والوں کو خاص و لیا اور ابدال سے اپنا مخصوص طریقہ سے کلام کرنا ہے لیکن یہ مدعی اس سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں۔ یہ تو ان اشعار کو سن کر کھڑے ہو جاتے ہیں جو مادی قوتوں کو پہچان میں لانے والے اور عاشقوں کی قوت شہوانی کی آگ کو بجھ کر لانے والے ہوتے ہیں۔ یہ اشعار قلبی اور روحانی جذبات کو نہیں بجھ کاتے۔ پس تمام شعرا کو چاہیے خواہ فقیر حق ہوں یا فقیر خلق، فقیر حقیقت ہوں یا فقیر صورت، فقیر دنیا ہوں یا فقیر آخرت، کہ قاری اور قوال سے کسی شعری تکرار کی خواہش نہ کریں بلکہ اس آرزو کو حسد کے سپرد کریں اگر اس کی مشیت ہوگی اور سننے والا فقیر سچا ہوگا اور تکرار میں اس کی فوز و صلاح اور روحانی مرض کا علاج ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے بجائے کسی دوسرے شخص کو اس بات پر مقرر فرما دے گا اور اس کی طرف سے تکرار کی خواہش پیدا ہوگی یا خود قوال کے دل میں تکرار کی خواہش پیدا ہو جائے گی اور وہ ان اشعار کی تکرار کرے گا۔

وَجِدْ مِیْنِ مَدَدِ لَیْنَا | وجد کی حالت میں کسی دوسرے سے مدد چاہنا فقیر کو زیبا نہیں ہاں اگر دوسرے درویش اس سے مدد لینا چاہیں تو ان کی مدد میں مضائقہ نہیں، دوسرے سے مدد لینا وجد کی کمزوری کی دلیل ہے۔

اگر درویش کوئی آیت یا شعر سن کر وجد میں آئے تو کسی شخص کو اس کی مزاحمت نہیں کرنا چاہیے (جیسا کہ عام طور پر پکڑ لیا جاتا ہے یا لوگ دھڑا دھڑ سے تھام لیتے ہیں) بلکہ اس کی اس حالت کو اسی کے سپرد کر دینا چاہیے اگر احياناً کوئی تھام لے تو وجد والے کو چاہیے کہ تھامنے والے کے روکنے سے رک جائے اگر درویش کسی آیت یا شعری وجہ سے وجد یا کیف میں آجائے تو اس کو آزاد چھوڑ دینا ہی بہتر ہے اگر کسی شخص کو اس میں بناوٹ اور تصنع نظر آئے تو برداشت کرے اس کی پردہ پوشی ضروری ہے، اگر یہ ضروری ہو کہ اس کو تنبیہ کی جائے تو اس کو نرمی اور محبت کے ساتھ سمجھا دیا جائے یا صرف اس بات کو دل میں رکھ لے زبان سے کچھ نہ کہے، حال حقیقی ہے یا تصنع ہے اس کی شناخت کے لئے قوت حال صفائے باطن، تجربہ علمی، اسرار و رموز سے آگاہی ہونا ضروری ہے۔

درویش کا عطائے خرقہ | اگر درویش وجد میں آکر اپنا خرقہ اتار دے تو دوسروں کو اس کے عطا کرنے کی چند صورتیں ہیں اگر صاحب خرقہ اپنا خرقہ قوال کو دینا چاہتا ہے تو قوال کو دینا چاہیے وہ قوال کا حق اور حقد ہے اگر مجمع کے وسط میں اس کو پھینک دیا جائے تو اس کا اختیار صاحب خرقہ ہی کو ہے اس سے دریافت کرنا چاہیے کہ پھینکنے وقت کس کو عطا کرنے کا ارادہ تھا اگر جواب میں بتایا جائے کہ درویشوں کو دینے کا ارادہ تھا تو پھر اس کی طرف سے درویشوں کے لئے عطیہ ہوگا اور درویشوں کے لئے وہ فتوح اور نذرانے شامل ہوگا جیسا وہ چاہیں کریں اور اگر درویش یہ جواب دے کہ چونکہ میرے شیخ نے خرقہ اتار کر پھینکا تھا اس کی تقلید اور پیروی میں میں نے بھی ایسا ہی

کیا تو ایسا درویش بڑا ضعیف الحال ہے اور وجد اس کے لئے اپنا نہیں ہے، خرقة اتارنے میں شیخ کی موافقت تو اس شخص کے لئے زیبا ہے جو وجد اور حال میں بھی شیخ کی تقلید و موافقت کر رہا ہو۔

آج کل درویشوں میں طریقہ رائج ہو گیا ہے اور ایک رسم سی بن گئی ہے کہ دوسرے کی دیکھا دیکھی اپنا خرقة اتار پھینکتے ہیں بڑی ناروا سی بات ہے اس کی کچھ اصل نہیں ہے اور باہمہ جس درویش نے اپنے صنفِ جد کے باوصف خرقة اتار کر پھینک دیا تو باقتضائے رسم خرقة کا اختیار اس شیخ کو حاصل ہے جس کی تقلید میں یہ خرقة پھینکا گیا تھا اگر خرقة پھینکنے والا درویش یہ کہے کہ میں نے یہ فعل حاضرین کی اتباع میں کرنا چاہا تھا تو ایسا درویش اس پہلے درویش سے بھی زیادہ ضعیف الحال ہے کیونکہ جب حال اور وجد میں موافقت قوم کے ساتھ کی گئی تھی تو فعل عطا میں بھی موافقت کرنا ضروری تھا اور اب اتفاق بہت کم ہوتا ہے کہ تمام قوم مشربا در حال میں ایک جیسی ہو جائے بہر نوع درویش کے اس فعل کو قوم کی طرف رجوع کیا جائے گا جو قوم کے دوسرے خرقوں کا حکم ہوگا وہی حکم اس درویش کے خرقة پر لگایا جائے گا۔ اگر درویش کہے کہ خرقة پھینکتے وقت میرا کوئی ارادہ اور قصد ہی نہ تھا کہ میں کسی کو یہ عطا کروں گا تو اس سے مطالبہ کیا جائے گا کہ اپنے اختیار سے کام لے اور کسی کو عطا کرے (حاضرین میں سے کسی کو اس کا اختیار نہیں ہوگا) شیخ کو بھی یہ اختیار نہیں ہوگا اگر درویش کہے کہ یقینی طور پر میرا کچھ ارادہ نہیں تھا بلکہ میں نے یہ کام اشارہ غیبی کی بنیاد پر کیا ہے تو درویش کا یہ قول جائز رہے اور اس کی طریقت میں صل ہے گویا اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم دیا کہ اپنا خرقة اتار کر نورِ قربت اور لطفِ راحت کا جو خلعت اس کو مرحمت ہوا ہے اس کو پہن لے اس صورت میں عطائے خرقة کا اختیار شیخ کو پہنچے مرید کو نہیں، اگر شیخ وہاں موجود نہ ہو تو درویشوں کو اختیار ہے کہ وہ اس خرقة کو قوال کو عطا کر دیں۔ کچھ دنیا دار حاضرین مجلس اس خرقة کو خرید لیتے ہیں اور ان کی اس خریداری کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ خرید کر مالک خرقة کو واپس کر دیں (اس سے درویش کی خوشنودی حاصل ہو جائے گی) لیکن طریقت میں یہ فعل اچھا اور پسندیدہ نہیں ہے البتہ اگر خریدنے والے میں حج انحر دی اور درویش سے کمال عقیدت ہو تو دوسری بات ہے فقیر کے لئے ایسا فعل برا ہے اس لئے کہ اس نے خرقة پھینک کر اپنے وجد کی سچائی اور حال کی صداقت ظاہر کی ہے اب اگر اس کو واپس لینا ہے تو خود ہی فعل حسن کی تکذیب کر رہا ہے البتہ اگر یہ بات شیخ کے اشارے سے ہو جو شیخ کے حکم کی تعمیل میں اس کو لیلے اور بعد کو اتار کر کسی اور کو بخش دے۔

اگر مجلس کے وسط میں کوئی چیز کسی نے ڈال دی ہے تو اس میں سب کا برابر کا حق ہے اگر شیخ موجود ہو تو مناسب ہے کہ چند لوگوں یا کسی ایک کو عطا فرمائے شیخ کی اس رائے کو بے چون و چرا مان لینا چاہیے اگر شیخ کی موجودگی میں دوسرے درویش اپنا اپنا خرقة واپس بھی لے لیں تب بھی اس درویش کو وہ خرقة واپس نہیں لینا چاہیے اگر شیخ موجود نہ ہو اور اکیلے ہو تو اس کو دوسرے درویشوں کی مطابقت میں مضائقہ نہیں ہے تاکہ دوسروں کو اس کے انفرادی عمل سے خجالت نہ ہو اور ان میں ناراضگی پیدا نہ ہو۔ اگر خرقة واپس لینے کے بعد شیخ کی عدم موجودگی میں کبھی کو دیدیا تو زیادہ بہتر ہے اگر کسی ایسے شخص کے لئے مخصوص کرے جو اس وقت محض میں جو نہیں بھیجا ہے تقاضائے وقت اور گنجائش حال کے یہ چند امور بطور خلاصہ ہم نے لکھ دیئے ہیں اور آداب فقر تحریر کر دیئے ہیں اب ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں مسافر خانوں، سبیلوں میں داخل ہونے سے تعلق رکھنے والے جو تاپہننے وغیرہ کے آداب جو درویشوں نے ایجاد کئے ہیں اور ان کو رسم بنالیا ہے ان کی تعلیم درویشوں کی صحبت سے حاصل ہو سکتی ہے اس قسم کے اکثر مباحث چونکہ ہم بحث "الادب فی شرع" میں لکھ چکے ہیں اس لئے یہاں ان کا اعادہ نہیں کرتے، اب ہم ایک دیباچہ ان چیزوں کے بیان میں شروع کرتے ہیں جو طریقت کی بنیاد ہیں

اور یہ سات چیزیں ہیں یعنی مجاہدہ، توکل، حسن اخلاق، شکر صبر، رضا اور صدق۔

باب ۲۶ اَرْكَانُ طَرِيقَتِ مَجَاهِدَہ

مجاہدہ کی اصل مجاہدہ کی اصل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا رَجُوا

سے ابو نصر نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے دریافت کیا کہ افضل جہاد کون سی چیز ہے، حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا افضل جہاد ہے۔ یہ حدیث بیان فرماتے وقت حضرت ابو سعید کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

حضرت ابو علی وقاف نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اپنے ظاہر کو مجاہدہ کے ذریعہ آراستہ کیا اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو مشاہدہ کے ذریعہ آراستہ فرمادے گا جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا جو سالک ابتدا میں صاحب مجاہدہ نہیں ہوتا اس کو طریقت کی ہوا بھی نہیں لگتی۔

ابو عثمان مغزی نے فرمایا کہ اگر مجاہدہ کے بغیر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ طریقت میں اس پر کوئی بات کھول دی جائے گی یا اس کو کسی بات کا کشف ہو جائے گا وہ غلطی پر ہے اس کے لئے ایسا ناممکن ہے۔ ابو علی وقاف فرماتے ہیں کہ جو شخص شروع میں مجاہدہ نہ کرے اس کے لئے آخر میں آرام نہیں ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حرکت میں برکت ہے ظاہری اعمال باطن کی برکتوں کو لانے والے ہیں۔ حسن بن علی نے ابو یزید کے بارے میں بتایا کہ ان کا ارشاد ہے میں اپنے نفس کے بارے میں بارہ برس تک سوچا رہا اور پانچ سال تک اپنے دل کا آئینہ رہا اور ایک سال تک آئینہ کے اندر کی چیزوں کا مشاہدہ کرتا رہا پھر میں نے دیکھا کہ میرے اندر ظاہری آثار موجود ہیں اس کو دور کرنے کے لئے میں نے مزید بارہ سال تک مجاہدہ کیا پھر نظری تو وہ زنا موجود تھا میں نے اس کو توڑنے کے لئے مزید سال تک عمل کیا کہ کسی طرح یہ ختم ہو جائے اس وقت مجھے کشف ہوا اسکے بعد میں نے مخلوق کی طرف دیکھا تو ان کو مردہ پایا اس وقت میں نے جنازہ کی چار بجیریں ان پر پڑھ دیں۔

حضرت جنید نے ارشاد فرمایا کہ میں حضرت سری سقطی کو خود یہ فرماتے سنا کہ اے نوجوانو! اس سے قبل کہ تم میری حالت کو پہنچو اسی کو بیش کرد ورنہ آخر عمر میں تم کمزور ہو جاؤ گے اور اس طرح تباہ ہو گے جیسے میں قاصر رہا: حضرت سری سقطی نے جس نے میں یہ بات فرمائی وہ عبادت کے اس درجہ پر تھے کہ جو ان وہاں تک نہیں پہنچ سکتے حضرت حسن دہلوی

رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ مجاہدہ کی بنیاد تین چیزوں پر رکھی گئی ہے یعنی فاقہ کے بغیر نہ کھائے، نیند سے مغلوب ہو جائے
 صبر کے بغیر نہ سوئے، بے ضرورت نہ بولے!

حضرت ابراہیم بن ادہم کا ارشاد ہے کہ جب تک آدمی ان چھ دشوار منزلوں (گھائیوں) کو طے نہیں کر لیتا صالحین کے
 مرتبہ کو نہیں پہنچتا پہلی گھائی یہ ہے کہ اپنے اوپر عیش و نعم کا دروازہ بند کر لے، اور سختی کا دروازہ کھول لے۔ دوسری
 گھائی یہ ہے کہ اپنے لئے عزت کا دروازہ بند کرے اور ذلت کا دروازہ کھول لے سوم نیند کا دروازہ بند کرے اور بیداری
 کا دروازہ کھول لے چہارم آرام کا دروازہ بند کرے اور تکلیف کا دروازہ کھول لے پنجم دولت کا دروازہ بند کرے فقر
 کا دروازہ کھول لے ششم امید کا دروازہ بند کرے اور موت کی تیاری کا دروازہ کھول لے!

حضرت ابن عمر بن نجیب فرماتے ہیں کہ جس شخص کو نفس عزیز ہوتا ہے اس کی نظر میں اس کا دین خوار ہوتا ہے،
 ابوعلی رودبار نے فرمایا کہ اگر صوفی پانچ دن ہی کے بعد یہ کہنے لگے کہ میں بھوکا ہوں تو اس کو بازار کا راستہ بتاؤ اور اس کو کھانے
 کا حکم دو (وہ مجاہدہ کے قابل نہیں ہے) حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو
 اس سے بڑھ کر اور کوئی عزت نہیں دی کہ وہ اپنی ذلت نفس کو بچائے، اور اس سے بڑھ کر اس کو کوئی ذلت نہیں دی کہ
 وہ اپنی ذات نفس پر پروہ ڈال دے، حضرت ابراہیم خواص فرماتے ہیں کہ مجھے جس چیز نے ڈرایا میں نے اس پر قبضہ کر لیا،
 محمد بن فضل نے فرمایا، نفس کی خواہشوں سے جھٹکارے کا نام راحت ہے۔

حضرت منصور بن عبد اللہ کا ارشاد ہے کہ میں نے ابوعلی رودباری کو فرماتے سنا کہ آفت تین وجوہ
 آفت آنے کے اسباب سے آتی ہے، طبیعت کی خرابی سے، عادت کے جڑ پکڑنے سے اور صحبت کی خرابی سے، میں نے

دریافت کیا کہ طبیعت کی خرابی کیا ہے؟ فرمایا حرام کھانا میں نے عرض کیا کہ عادت کے جڑ پکڑ لینے سے کیا مراد ہے فرمایا
 بری نظریہ حرام سے فائدہ اٹھانا اور دوسروں کو پیٹھ پیچھے برا کہنا، پھر میں نے عرض کیا کہ صحبت کی خرابی کیا ہے؟ فرمایا
 جب نفس میں کوئی خواہش پیدا ہو تو اس کی پیروی کرنا۔ حضرت النصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ تیرا نفس بڑا قیخانہ
 ہے جب تو اس سے نکل آئے گا تو راحت ابدی تجھ کو میسر آجائے گی۔ حضرت ابو الحسن وراق کا ارشاد ہے کہ ہمارے ابتدائی
 مجاہدہ کے زمانے میں جب ہم مسجد ابو عثمان میں مقیم تھے تو ہمارے فرائض یہ تھے کہ ہم کو جو کچھ فتوح حاصل ہو ہم دوسروں کو
 دیدیں اور رات کو کوئی سکھ ہمارے پاس باقی نہ بچے جو شخص ہمارے ساتھ برائی سے پیش آئے ہم محض اپنے نفس کی خاطر
 بدلہ نہیں بلکہ اس سے معافی مانگ لیں اور اس کے مقابلے میں عاجزی اختیار کریں اور جب کبھی ہمارے دلوں میں کسی کے
 بارے میں حقارت احساس پیدا ہو تو ہم اس کی خدمت کے لئے مستعد ہو جائیں۔

خواص و عوام کا مجاہدہ عام لوگوں کا مجاہدہ یہ ہے کہ اعمال کو پوری طرح انجام دیں اور خواص کا مجاہدہ
 یہ ہے کہ اپنے احوال کا تصفیہ کریں، بھوک اور پیاس کا برداشت کرنا اور شب
 بیداری آسان ہے لیکن برے اخلاق کا علاج دشوار اور مشکل ہوتا ہے۔

آفاتِ نفس

دوسرے لوگوں کی زبان سے اپنی تعریف سنا اور مدح سرائی سے نفس کا لذت اندوز ہونا نفس کے آفات میں سے ہے۔
آفاتِ نفس کیا ہیں | کے لئے آفت ہے، نفس کبھی کبھی عبادات کا بازار اٹھاتا ہے اور پھر اس پر ریا اور نفاق غالب جاتا ہے۔
 اور اس کی علامت یہ ہے کہ جب لوگوں کی جانب سے اس کی تعریف کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے اور ہر عکس لوگ اس کی برائی کوئے لگتے ہیں تو نفس عبادات میں مستی اور گامی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، نفس کی خرابیوں کے شرک دعویٰ اور اس کی دوش گونی کا پردہ اس وقت اٹھ جاتا ہے جب دعویٰ (عجاہدہ) کو ریاضت کے معیار پر پرکھا جاتا ہے اور جب تک اس سے تقویٰ کا امتحان نہیں لیا جاسکے وہ متقی لوگوں جیسی باتیں کرتا ہے لیکن جب تم اس کے تقویٰ کے خواستگار یا ضرورت مند ہو گے تو اس وقت وہ تم کو شرک ریاکار اور خود پسند معلوم ہوگا اور جب تم اس سے عنایت کے طالب ہو گے تو اس کا دعویٰ غلط ثابت وہ اخلاص کی آزمائش سے پہلے اہل یقین کے ہونے کا مدعی ہوگا اور اپنا متواضع ہونا ظاہر کرے گا بشرطیکہ غضب کے وقت اس کے خلاف خواہش کی کوئی چیز پیدا نہ ہو۔

یہی حال اسکے دعویٰ سناوت، کرم، ایثار، بخشش، بے نیازی اور جواہردی جیسے اخلاق اخلاق جمیدہ کی حقیقت ہے۔
 آئندہ سفاہت اور حماقت کے تحت دعویٰ کرتا ہے لیکن جب تم ان سے ان فضائل اخلاق کا مطالبہ کرو گے اور اس کو امتحان کی کسوٹی پر کسو گے تو ان کے اس دعویٰ کی حقیقت سراب سے زیادہ بے ہوگی، جس کو دُور سے پیاسا شخص پانی سمجھتا ہے لیکن پس جانے پر اس کو کچھ نہیں ملتا، اگر ان کے پاس کچھ بھی صدق و اخلاص ہوتا تو وہ اس مخلوق کے سامنے اس نقص اور بناوٹ سے کام نہ لیتے، جو ان کے نفع کی مالک ہے اور نہ نقصان کی رنہ ان کو نفع پہنچا سکتی ہے نہ نقصان۔

نفس کی حقیقت | حضرت ابو حفصؒ فرماتے ہیں کہ نفس سرِ ظلمت ہے اس کا چراغ یعنی روشنی کرنے والا اس کا اخلاص ہے، اس کے چراغ اخلاص کا نور توفیق الہی ہے پس جس کے ہاں کو توفیق الہی حاصل ہے، ہو تو وہ سراسر تاریک ہے گا۔ ابو عثمانؒ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو اپنے نفس کی کوئی بات بھی اچھی لگتی ہے تو وہ شخص اپنے نفس کا عیب نہیں دیکھ سکتا، نفس کا عیب تو اسی شخص کو نظر آتا ہے جو ہر حالت میں اپنے نفس کو مشتبه سمجھتا ہے۔

اعمالِ نفس کو پسند کرنا | حضرت ابو حفصؒ کا ارشاد ہے کہ لوگوں میں سب سے جلد وہ شخص ہلاک ہونے والا ہے جو اپنے عیب کو نہیں پہچانتا، معافی تو کفر کے قاصد ہوتے ہیں۔ حضرت ابوسفیانؓ نے فرمایا کہ

میں نے اپنے نفس کے کسی عمل کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا کہ جس سے مجھے ثواب کی امید ہوتی (یعنی میں نے اپنے نفس کے کسی عمل سے ثواب کی امید نہیں رکھی) حضرت سیری سقطیؒ کا ارشاد ہے امراء کے پڑوس، بازاری تاریلوں اور درباری عالموں کے قریب سے بچتے رہو، حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا: مخلوق میں چھ چیزوں کی وجہ سے فساد ہوا ہے (۱) عملِ آخرت کے سلسلہ میں ان کی نیت کی خفت (۲) ان کے جسم کا خواہشات کے لئے وقف ہو جانا (۳) موت سے قریب ہونے کے باوجود بے

لبی امیں بانی صفا، (۳) مخلوق کی رضا مندی کو خالق کی رضا مندی سے مقدم سمجھنا (۵) سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر انداز کر کے دلی خواہشات پر عمل کرنا، (۶) بزرگان سلف کی معمولی خطاؤں اور لغزشوں کو اپنی ہوس پرستی کے لئے خیلہ بنا لینا اور ان اکابر کے اعمال حسنہ کو نظر انداز کر دینا۔

مجاہدہ کی اصل | مجاہدہ کی اصل یہ ہے کہ خواہشات نفس کی خلاف ورزی کی جائے اس لئے چاہئے کہ اپنے نفس کو خواہشوں و لذتوں سے دور رکھے، نفس عموماً جس خیر کا خواہاں رہتا ہے اس کے خلاف کرنے کی کوشش کرے اگر نفس خواہشات کے ورے ہو تو خوف الہی اور تقویٰ سے اس کی بازداشت کرے اگر وہ بچھڑی مائل سرکشی ہو اور اطاعت و تعمیل میں اس سے توقف سرزد ہو تو خوف عذاب و ترس ہو اور اجتناب احتراز پر کاربند ہو کر اس کو باز رکھے (خواہشات کے گھوڑے پر اجتناب احتراز کے کڑے لگائے تاکہ وہ اس طرف کا قصد نہ کرے)۔

مراقبہ

مراقبہ کی اہمیت | مجاہدہ بغیر مراقبہ کے مکمل نہیں ہوتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں اسی طرف اشارہ ہے، حضور نے فرمایا کہ جب جبریل علیہ السلام نے آپ سے احسان کی حقیقت دریافت فرمائی تو حضور نے ارشاد فرمایا "احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو بلاشبہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے، لہذا مراقبہ یہ ہے کہ بندہ یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ اس پر مطلع ہے اور اسی حساس کے ہمیشہ قائم رکھنے کا نام مراقبہ ہے۔

یہ مراقبہ تمام خوبیوں اور مصلحتوں کی اصل ہے اس درجہ تک سالک کی رسائی ان چیزوں کے بغیر نہیں ہوتی، اعمال کا محاسبہ جلد از جلد اصلاح حال راہ حق پر ثابت قدمی اللہ تعالیٰ سے دلی لگاؤ کی نگہداشت کسی سالک کو بیکار اور یونہی ضائع نہ کرینا ہے یہ پاس انفاس ہے، پس سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سالک کا نگران ہے اس کے دل کے قریب ہے اور اس کے تمام احوال سے واقف ہے اس کی تمام باتیں سنتا ہے۔

مجاہدہ کی تکمیل | ان اوصاف کے بغیر مجاہدہ کی تکمیل نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کی معرفت (۱) اللہ کے دشمن ابلیس (لعین) کو پہچاننا، (۲) اپنے نفس آمارہ کی برائی کو پہچاننا، اللہ تعالیٰ کے لئے جو عمل کیا ہے اس کو پہچاننا اگر کوئی شخص کوشش کے ساتھ تمام عمر عبادت کرتا ہے اور وہ ان امور سے آگاہ نہیں اور اس نے ان کے موافق عمل نہیں کیا تو اس عبادت سے اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا، وہ ہمیشہ نادانی میں بسر کرے گا اور مآل کار اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ ہاں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نوازے تو اور بات ہے۔

معرفت خداوندی | معرفت خداوندی کی اس گس یہ ہے کہ بندہ دل میں یہ یقین و اتق رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے قریب ہے اس کا کارساز ہے اس پر قادر ہے اس کو دیکھ رہا ہے اس کے حال سے آگاہ ہے اس کا نگران اور محافظ

ہے، وہی ہر چیز کا پالنے والا ہے، اس کی حکومت میں کوئی اس کا شریک نہیں، وہ صادق الوعدہ ہے، وہ اپنے کئے ہوئے وعدہ کو پورا کرے گا، وہ اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے والا ہے، وہ لوگوں کو اپنی طرف بلاتا اور پکارتا ہے اگرچہ وہ اس سے مستغنی ہے، اس کی وعید اور دھمکی سچی ہے جس کو وہ ضرور پورا کرے گا۔ اس کی ہستی ساری مخلوق کا مرجع ہے، وہ ایسا سرشتیہ ہے کہ تمام احکام میں سے جاری ہوتے ہیں اسی کو ثواب و عذاب دینے کا اختیار ہے، اس کا کوئی مثل نہیں، وہ بے مانند و مشابہ ہے، وہ کافی ہے مہربان ہے، محبت کرنے والا ہے، سمیع و علیم ہے، ہر دن وہ ایک نئے حال میں ہے، اس کو کوئی حال دوسرے حال سے مانع نہیں ہو سکتا، وہ ہر حقیقی سے خفی ترین بات سے آگاہ ہے، دل میں پیدا ہونے والے خیالات اور وسوسوں سے آگاہ ہے، ارادوں، نیتوں کو جانتا ہے، ہر حرکت سے واقف ہے، آنکھ جھپکنے، آنکھ اور ہاتھ کے اشارے اس سے بھی زیادہ اور کم سے کم خواہ کتنی ہی باریک چیز جس کو ہم شناخت نہیں کر سکتے، وہ اس کو جانتا ہے خواہ وہ چیز اتنی عظیم ہو کہ اس کا بیان نہ ہو سکے، اس سے وہ واقف ہے، وہ گزشتہ اور آئندہ سے آگاہ ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ غلبہ اور حکمت والا ہے، ہم معرفت الہی کے ضمن میں تفصیل سے اس موضوع پر لکھ چکے ہیں، پس جب بندہ یقیناً راسخ کے ساتھ اس معرفت کو دل میں جملے گا اور اس کے جسم کا ہر حصہ، ہر عضو، ہر جوڑ، ہر ہڈی، عضو، ریشہ، کھال اور بال اس پر کار بند ہو جائے گا اور اس کو یقین ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر شاہد ہے، مجھ سے واقف ہے اور اس کا علم مجھے محیط ہے اور اس کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اسی نے مجھے بنایا ہے اور خوب بنایا ہے اور اس نے مجھے یہ بھی صورت عطا کی ہے، یہ تمام باتیں جب بندے کے دل میں راسخ ہو جائیں گی اور اس کا عزم صحیح اور عقل کامل ہو جائے گی اس وقت اس کو محاسبہ کا مرتبہ مل جائے گا اور اللہ کی معرفت حاصل ہو جائے گی، اور بارگاہ الہی سے اس کو ایک مقام عظیم حاصل ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں ہر عمل میں اللہ کا خوف اس کے ساتھ ہے گا اور اللہ کی طرف سے اس کے دل کی نگرانی کی جائے گی اور تمام لاحاصل مشاغل اس سے منقطع کر دیئے جائیں گے، صرف اس کے وہ مشاغل باقی رہ جائیں جو اس کی دانشوری میں مدد و معاون ہونگے، بائیں ہاتھ اس کو اندیشہ لگا رہے گا کہ کہیں اس کے دل کی گرفت نہ ہو جائے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ اور آئندہ کے اعمال پر گرفت کی قدرت رکھنے والا ہے اور چونکہ اس کو ترغیب و نذر بھی حاصل ہے اس لئے اس کو اللہ کی شرم بھی دامن گیر ہوگی اس لئے کہ اس کے کسی مقصد و ارادہ کا زوال اللہ کے علم کے بغیر نہیں ہوگا، چنانچہ بندہ اس فعل پر متکب ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوگا اور اس سے باز رہے گا جو اللہ کو ناپسند ہوگا اور اس کا کوئی وسوسہ، کوئی ارادہ اس کی کوئی بیرونی یا اندرونی حرکت ایسی نہ ہوگی جس سے اللہ تعالیٰ کی آگہی کا خیال پہلے سے اس کے دل میں موجود نہ ہو۔

یہ مقام ان علمائے ربانی کو حاصل ہوتا ہے جو عارف، متقی، زاہد اور خدا سے درنے والے ہیں۔

ابلیس کی شناخت اور معرفت

شیطان سے جہاد اللہ تعالیٰ نے ظاہر و باطن، اطاعت اور معصیت، ہر حالت میں ابلیس سے جو وعدہ اللہ ہے لڑنے کا

حکم دیا ہے اور اس نے اپنے بندوں کو بتا دیا ہے کہ ابلیس اللہ عزوجل کا، اس کے بندوں کا، اس کے نبیوں کا اور اس کے دوستوں کا اور اس کے خلیفہ علی الارض (حضرت آدم علیہ السلام) کا دشمن ہے اس نے حضرت آدم کی اولاد کو نقصان پہنچایا ہے جب آدمی سوتا ہے تو وہ نہیں سوتا۔ انسان سے تو بھول چوک ہو جاتی ہے لیکن ابلیس سے بھول چوک نہیں ہوتی نہ وہ غافل ہوتا ہے اور نہ بولتا ہے آدمی سوتا ہو یا جاگتا ابلیس ہر حال میں اس کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور اس سلسلہ میں وہ کوئی جیل، مگر اور قریب اٹھا نہیں رکھتا۔ اس کے وہ جال جو آدمی کو بھانسنے کے لئے وہ عبادت مانا فرمائی کی حالت میں لگائے نہ رکھتا ہے بڑے ہی دلفریب اور لذت آگیز ہوتے ہیں اس جال سے بہت سے عابد جو قریب ہیں آنے والے اور دھوکا کھانے والے ہیں غافل اور ناواقف ہوتے ہیں۔

ابلیس کی یہ خواہش نہیں ہے کہ وہ ابن آدم کو رباکاری، نافرمانی اور خود پسندی میں مبتلا کرے بلکہ اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ ابن آدم کو اپنے ساتھ اپنے ٹھکانے یعنی جہنم میں لے جائے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَّا يَدْعُوْا حِزْبَهُ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرَةِ وہ اپنے گروہ کو بلاتا ہے کہ وہ دوزخ میں چلیں (صحابہ جہنم بنجائیں)

جو شخص شیطان کو ان اوصاف کے ساتھ شناخت کر چکا ہے اس پر لازم ہے کہ بھول چوک کے بغیر یہ حق و باطل میں اس کی شناخت کو دل سے نہ مٹنے دے اور اس سے سخت جنگ و جہاد کرے خواہ وہ جنگ باطن میں ہو یا ظاہر میں اس میں ذرا بھی کوتاہی نہ کرے، بندہ کو چاہئے کہ اپنی تمام مساعی شیطان کی اس دعوت شر کے خلاف لڑے جنگ جہاد میں صرف کرے اور اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا، التجا اور آماد کی طلب کو ترک کرے تاکہ خداوند جل و علا شیطان کے مقابلہ میں اس کی آماد و فرمائے اور اپنے نفس اللہ تعالیٰ کے حضور میں عاجمتانہ اور عاجزانہ طریقے پر پیش کرے اس لئے کہ اللہ کے ہوا کسی کی تدبیر تدبیر اور قوت قوت نہیں ہے۔ بندہ کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے عاجزی اور زاری کے ساتھ فریاد کرے۔ اور شب روز ظاہر و باطن جلوت و خلوت میں عاجزانہ طریقے پر شیطان کے خلاف جہاد میں مدد کی درخواست کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کو اپنی وہ کوشش حقیقہ نظر آنے جو اس نے معرفت الہی میں کی ہے۔

حقیقت میں شیطان اللہ کا دشمن ہے تمام مخلوق سے پہلے اسی نے خدا کی نافرمانی کی، اور خدا کی مخلوق میں اولین مردہ یعنی نافرمان وہی ہے خدا کا ہر نافرمان مردہ ہوتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سب سے پہلے میری مخلوق میں جو مرا وہ ابلیس ہے، ابلیس ہی نے تمام انبیاء، صلہ یقین اولیا اللہ اور سرمدہ الہی سے دشمنی کی پس بندہ کو چاہئے کہ وہ (ابلیس کی دشمنی میں) یقین کرے کہ میں جہاد عظیم میں مصروف ہوں اور اللہ تعالیٰ کا قرب مجھے حاصل ہے اور یہ قرب الہی ایسا مقام ہے جسکی عظمت کا بیان ناممکن ہے پس اس عداوت ابلیس میں اس کو ثابت قدم رہنا چاہئے اور کبھی پیچھے نہ ہٹے، اس لئے کہ اگر وہ پیچھے ہٹا یا اس جہاد سے اکتایا نافرمان ہوگا اور دوزخ میں جا کرے گا، اللہ کا غضب اس پر نازل ہوگا کہ ایسی صورت میں س نے گویا اپنی اسیدیں اسی دشمن خدا سے وابستہ کر لی ہیں اور اس کو اپنے اوپر غلبہ چکا ہے، بندہ

سے شیطان کی انتہائی خواہش اور غایت آرزو بس یہی ہے کہ بندہ اللہ کی توحید کا انکار کر دے کیونکہ ابلیس بندہ کو ایک حال کی طرف سے دوسرے حال کی طرف پلٹتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس پر خدا کا غضب نازل ہو جاتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ بندہ کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور پھر وہ ہلاک ہو جاتا ہے اور جہنم میں شیطان کے ساتھ گرجتا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ بندے کے حق میں شیطان سے زیادہ خطرناک کوئی اور مخلوق نہیں ہے لہذا اس سے بچتے رہو، اس لئے کہ صورتیں دو ہی ہیں یا ہلاکت یا رحمت الہی کے طفیل میں نجات ان دونوں میں سے ایک کا حصول ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو شیطان اور اس کے لشکریوں کے شر سے پناہ میں رکھے خداوند بزرگ بڑی کی مدد سے غلبہ قوت میسر آتی ہے) آمین

نفسِ امارہ کی شناخت

نفسِ امارہ کی پہچان برائی پر آمادہ کرنے والے نفس یعنی نفسِ امارہ کی معرفت یہ ہے کہ اس کو اسی مقام پر رکھے جس پر خداوند تعالیٰ نے اس کو رکھا ہے اور اس کی وہی حالت سمجھے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے اور اس کی ایسی ہی نگرانی کرے جیسا خدا نے حکم دیا ہے نفسِ بندے کے حق میں ابلیس سے زیادہ دشمن ہے ابلیس اسی کے ذریعے سے بندے پر غلبہ پاتا ہے کہ نفسِ شیطانی حکم کو قبول کر کے عمل کرتا ہے لہذا تم اس کی شہرت کے ہر پہلو اور اس فطرت کو پہچان لو، نفس کی فطرت ضعیف ہے لیکن اس کی طمع اور حرص قوی ہے یہ مدعی ہے خدا کی اطاعت سے باہر سرکشی کرنے والا ہے تسلط جمانے والا اور اُمیدیں باندھنے والا ہے اس کا سچ جھوٹ ہے اس کا دعویٰ باطل ہے اس کی ہر چیز دھوکا ہے اس کا کوئی فعل نہ محمود پسندیدہ ہے اور نہ کوئی دعویٰ سچا ہے پس بندے کو اپنے نفس کے کسی بیان پر فریب میں نہیں آنا چاہیے نہ اس کی کسی خواہش کا امتداد رہنے، اگر اس کو قید سے آزاد کر دیا جائے تو یہ آوارہ ہو جاتا ہے اور اگر اس کی بندش کھول دی جاتی ہے تو یہ سرکش ہو جاتا ہے اگر اس کی خواہشیں پوری کی جاتی رہیں تو بندہ ہلاک ہو جاتا ہے اگر اس کے محاسبہ میں غفلت برتی جائے تو یہ بد حال ہو جاتا ہے اگر اس کی مخالفت میں ذرا سی بھی کمی ہو جاتی ہے تو یہ بالکل غرق ہو جاتا ہے (ہلاک ہو جاتا ہے) اگر اس کی خواہشوں پر چلا جائے تو وہ رخ پھیر کر دوزخ میں گر پڑتا ہے اس کا حق اور خیر کی طرف بالکل میلان نہیں ہوتا۔ یہ تمام بلاؤں کی جڑ، رسوائی کی اصل اور ابلیس کا خزانہ ہے اس کو سوائے اس کے خالق (خدا نے عزوجل) کے کوئی نہیں پہچان سکتا۔

نفس کی شناخت اللہ تعالیٰ اس کی پہچان اور شناخت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادی ہے جب کسی وہ خوف کا اظہار کرے تو سمجھ لو کہ امن و امان ہے اور جب وہ صدق کا دعویٰ کرے تو نے بتا دی ہے! جھوٹا ہے جب نفسِ خلاص کا اظہار کرے تو خود پسندی اور یا کاری ہے چنانچہ حالات و واقعات کی کیسوی پر اس کا جھوٹ سچ ظاہر ہو جاتا ہے اور اس کو پہچان لیا جاتا ہے آزمائش کے موقع پر اس کے دعویٰ کی

قلبی کھل جاتی ہے، ہر عظیم مصیبت و سانحہ انسان پر ایسی کی وجہ سے آتا ہے، پس بندہ پر لازم ہے کہ اس کا احتساب کرنے اس کی نگرانی کرے اور اس کی مخالفت کرے اور جس چیز کی یہ دعوت دے یا جس کام میں یہ دخیل ہو اس کے خلاف جہاد کرے یقین رکھے کہ اس کا کوئی دعویٰ سچا نہیں ہے نفس ہر وقت خود اپنی ہی بربادی اور تباہی میں کوشاں اور سعی رہتا ہے اس کی جو کچھ بھی برائی بیان کی جائے وہ اس سے بھی زیادہ برا ہے نفس شیطان کا فرزند اور دوست ہے۔ جو شخص اس کی علامات کو جان لیتا ہے وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور پھر اس کی نظر میں اس کا نفس ذلیل و خوار ہو جاتا ہے اور وہ تائب الہی سے اس پر غالب آ جاتا ہے۔

جب بندہ کو یہ تینوں اوصاف (معرفت نفس، ذلت نفس اور غلبہ نفس) حاصل ہو جائے تو وہ خدا سے مدد چاہے کہ یہ معرفت اور غلبہ اس کو حاصل ہے اپنے نفس کی جانب سے غفلت نہ برتے، اس کی اطاعت نہ کرے اور اللہ عز و جل کی امداد کے بھروسہ پر نچتہ عزم کے ساتھ قدم بڑھائے اور ان تمام امور میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور طرف رجوع نہ کرے اگر وہ غیر اللہ کی طرف رجوع کرے گا تو نیکی اور بھلائی کی توفیق سے محروم ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو اس کے نفس کے حوالے کر دیگا، پس لازم ہے کہ بندہ ان تمام امور میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے اور تمام ادا و نواہی میں اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی پیروی کرے اور کسی طرح اسو اللہ کا خیال دل میں نہ لائے، جب بندہ اس پر عامل ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو توفیق و ہدایت عطا فرمائے گا اور اس سے محبت فرمائے گا۔ اور ناپسندیدہ باتوں سے اس کو محفوظ رکھے گا اور اپنی رحمت کے پرے اس پر ڈال دے گا۔

طاعت و معصیت

اللہ کیلئے عمل کرنے کی شناخت | خالصاً اللہ کے لئے عمل کرنے کی شناخت کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو کچھ باتوں کا حکم دیا ہے (کام کرنے کا) اور کاموں سے روکا ہے جس کام کا اس کو حکم دیا ہے اس کو بجالانا طاعت ہے اور جس کام سے روکا ہے اس کو کرنا معصیت ہے۔ طاعت ہو یا گناہ سے اجتناب و نول میں اخلاص کا حکم دیا گیا ہے اور قرآن و حدیث کے بتائے ہوئے طریقے پر چلنے کا حکم فرمایا ہے اسی کے ساتھ یہ بھی حکم دیا ہے کہ اس عمل کے وقت اس کے دل میں اللہ کے سوا کسی کی رضا طلبی دکھاوٹ کا خیال دل میں نہ ہو ورنہ وہ ان لوگوں کے گروہ میں شامل ہو جائے گا جو ظاہری گناہ تو چھوڑ دیتے ہیں اور ان باتوں کو نہیں چھوڑتے جو معاصی کی بنیاد اور اساس ہیں اللہ تعالیٰ نے ایسی ترک معصیت پر مغفرت کا وعدہ نہیں فرمایا ہے، دار آخرت میں اس کو جزا ملے گی۔ لہذا فاسد نیت اور مضمحل ارادے کے ساتھ بندہ صرف ظاہری عبادت کی کوشش نہ کرے ورنہ اس کی تمام طاعتیں معصیت میں بدل جائیں گی۔ اور جسمانی تنکان، لذتوں اور خواہشوں کے ترک

کرنے کے باوجود دونوں جہان کا عذاب اس پر نازل ہوگا اور داریں کی ناکامی اس کے حصہ میں آئے گی۔
 بندہ کو چاہئے کہ اپنی عبادت کو خلوص تقویٰ اور پرہیزگاری سے آراستہ کرے نیت
 عبادت میں خلوص ہونا چاہئے | میں سچائی رکھے، ارادہ کی نگرانی کرے اور اس کا محاسبہ کرتا رہے اس کا غرم صدق
 نیت پر مبنی ہو، اپنے تمام اقوال اعمال اور احوال میں خلوص کا غرم رکھتا ہو، عبادت میں اسی طرح مشغول ہو اور
 معصیت کو ترک کرے، اس کے ساتھ اس کا بھی لحاظ رکھے کہ کہیں شیطان مردود اس کو اپنی مکاریوں سے فریب میں
 مبتلا نہ کرے اور اپنی کمین گاہ میں نہ گرائے، کہیں اپنے جالوں میں نہ پھانس لے اور کہیں اپنی فریبکاریوں اور غابازیوں
 سے اس کو ہلاکت میں نہ ڈال دے، اس لئے کہ اس کے جال دلوں پر لگے ہوئے ہیں اس کے فریب بہت دل پسند اور کیف
 آگیز ہوتے ہیں کہ ان کو بظاہر نور ایمان سمجھا جاتا ہے لیکن وہ حقیقت میں اس طرح شک و ظلمت کے ایسے سینکڑوں
 دروازے کھول دیتا ہے کہ بندے کو کسی دروازے میں داخل کر کے اس کی ادنیٰ اسی لغزش میں پھنسا کر اس کے تمام اعمال
 کو ضائع کر دے، پس اس کے فریب سے بچو اور ڈرو! بچو اور ڈرو!! اگر ممکن ہو تو قرآن سیکھنے کی طرح شیطان کے فریب
 سے بھی واقفیت حاصل کرے۔

پس بندے کو اپنی عبادت میں اس سے ایسا ہی بچنا چاہئے جس طرح معاصی سے بچتا ہے، اگر اس کے دل
 میں کوئی خیال آئے اور اس کا نفس اس جانب جوع ہو یا اس کو اس طرف بلائے تو سمجھے بوجھے بغیر اس طرف جانے میں
 جلدی نہ کرے اور سوچ سمجھ کر قدم اٹھائے۔
 نفس کی ان شرانوں سے بچنے کے لئے آدمی کو چاہئے کہ احکام الہی کے حارثوں کی صحبت میں بیٹھے تاکہ وہ اس کو
 اللہ کا راستہ دکھائیں اور بتائیں امرئیں سے بھی آگاہ کریں اور اس کا علاج بھی بتائیں، جیسا کہ ہم اس سے قبل مجلس
 توہم میں بیان کر چکے ہیں۔ بندے کے لئے مناسب نہیں کہ اپنے عمل سے واقفیت کلی کے بغیر اپنے زہد و اتقا طول قیام
 شدت قیام و نوافل سے دھوکا نہ کھائے، جب وہ دیکھے کہ اس کا عمل معرفت نفس، معرفت رب کے ساتھ ساتھ انجام
 پذیر ہو رہا ہے تو اس کا فعل اس وقت صحیح ہوگا، اس وقت اسے علم اور دین کی واقفیت عطا ہوگی پس جو کچھ بھی
 علم ظاہری اور باطنی سے پیش آئے اس پر غور کرے اگر واقعی وہ خالصتہ شد ہے تو وہ اس کو قبول فرما کر ثواب بخشگا
 اور اگر ایسا نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو رد فرمادے گا۔
 ان تمام امور پر آگاہی حاصل ہو جانے کے بعد بھی اپنے نفس پر اعتماد نہ کرے نہ اپنی ذات پر اور دین کے معاملہ میں
 طبیعت کے میلان اور حجان پر بھروسے نہ ابلیس لعین سے مطمئن ہو کر بیٹھ رہے اور اسی کے ساتھ ساتھ اپنی خود شناسی پر
 بھی نفس کا اعتبار نہ کرے۔

اہل مجاہدہ و محاسبہ کے دس خصال

اہل مجاہدہ و محاسبہ رباب طریقت اور اولوالعزم حضرات نے اپنے ان دس خصلتوں کا انتخاب کیا ہے اور ان کو اپنا یا ہے جب تک الہی وہ سختی کے ساتھ ان خصلتوں سے کار بند ہو گئے تو ان کو بڑے بڑے مرتبے حاصل ہوئے۔ وہ دس خصلتیں یہ ہیں۔

پہلی خصلت اول خدا کی قسم نہ کھائے خواہ وہ سچ ہو یا جھوٹ، عدا ہو یا بھول سے اس لئے کہ جب اس بات کا عادی ہو جائے گا اور ترک قسم کی عادت راسخ ہو جائے گی تو پھر اس کی زبان زبان سے بھول کر بھی قسم نہیں ادا ہوگی اور ترک قسم کا وہ عادی ہو جائے گا اس وقت اللہ تعالیٰ اس کے دل پر اپنے انوار کے دروازے کھول دیگا۔ اس وقت وہ ترک قسم کا فائدہ محسوس کرے گا۔ اس کو اپنے بدن میں قوت محسوس ہوگی۔ درجہ میں بلندی بصارت میں قوت احباب میں اس کی تعریف ہوگی اور پڑوسیوں میں اس کی عزت ہوگی پھر ہر شناسا اس کا حکم بجا لائیگا اور ہر دیکھنے والا اس کی تعظیم کرنے کا۔

دوسری خصلت دوم جھوٹ سے پرہیز رکھے، ایسا بھی جھوٹ نہ بولے سنجیدگی تو بڑی بات ہے، جب بندہ کا نفس جھوٹ سے بچنے کا عادی ہو جائے گا اور زبان سے اس کی عادت ترک ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ اس کو شرح صد عطا فرمائے گا اور علم کی صفا سے اس کو نوازے گا اس وقت وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کہ وہ جھوٹ کو جانتا ہی نہیں اسی طرح جب کسی دوسرے سے جھوٹ بات سنے تو اس کو ٹوکے اور اپنے دل میں اس کی دُور گوئی سے نفرت عار محسوس کرے، اگر وہ دوسرے سے جھوٹ کی عادت چھڑانے کی دُعا کرے گا تو اس کا بھی اس کو ثواب ملے گا۔

تیسری خصلت سوم جہاں تک ممکن ہو کسی سے وعدہ کر کے بغیر کسی عذر خاص کے وعدہ خلافی نہ کرے اگر خلف عہد نہ کرنے کا عادی ہو جائے گا تو پھر اس صورت میں وعدہ کرنے کی عادت ہی یکسر چھوٹ جائے گی یہ طریقہ کسی عمل کو صحیح طریقہ پر انجام دینے کا بڑا قوی ذریعہ اور سیدھا راستہ ہے، خلف عہد جھوٹ ہی کا ایک شعبہ ہے جب وعدہ خلافی سے بچنے کا بندہ عادی ہو جائے گا تو اس پر سخاوت کا دروازہ کھل جائے گا اور حیا کا زینہ وا ہو جائے گا۔ جو لوگ استغفار ہیں ان کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کو عظیم مرتبہ حاصل ہوگا۔

چوتھی خصلت چہارم کسی مخلوق پر لعنت نہ کرے ذرہ سے کم حیثیت مخلوق کو بھی گزند نہ پہنچائے یہ نیک و راست ہا ز لوگوں کا خلق ہے اس کا نتیجہ میں وہ دنیا میں بھی امن سے رہے گا اور آخرت میں بھی وہ مراتب عالیہ پر فائز ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کو ہلاکت کے مقامات سے مامون و محفوظ رکھے گا اور وہ مخلوق کے شر سے بھی امان میں رہیگا بندوں کی شفقت اس کو حاصل اور قرب الہی میسر ہوگا۔

پانچویں خصلت پانچ کسی کے لئے بدعائدہ کرے خواہ کسی نے اس پر ظلم ہی کیوں نہ کیا ہو، نہ اس کو زبان سے بُرا کہے اور اس کے ظلم کا اپنے کسی عمل سے بدلہ لے بلکہ اس کا بدلہ خدا پر چھوڑے، غرضیکہ اپنے قول و فعل سے بدلہ

نہ لے اگر بندہ میں یہ وصف پیدا ہو جائے تو یہ وصف اس کو بلند مرتبہ پر پہنچا دے گا اور دارین میں ایفام عظیم اس کو حاصل ہوگا
دور نزدیکات کی مخلوق کے دلوں میں اس کو اپنی محبت ملے گی اور لوگ اس سے شفقت سے پیش آئیں گے، اس کی دعا قبول
ہوگی اور اہل ایمان کے دلوں میں اس کی عزت پیدا ہوگی۔

چھٹی خصلت : ہشتم : اہل قبلہ میں سے کسی کے کفر اور تفاق پر قطعی شہادت نہ دے، یہ عمل اس کو رحمت خداوندی
سے بہت قریب کر دے گا بلند مرتبہ حاصل ہوگا، یہ سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ علم الہی میں خیل
بننے سے بندہ کو محفوظ رکھتی ہے اور اللہ کے غضب میں گرفتار ہونے سے بندہ محفوظ رہتا ہے، اللہ کی رحمت اور خوشنودی
سے یہ عمل بہت قریب ہے یہ خصلت اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ایک معزز دروازہ ہے اور دوسرے مخلوق پر رحم کرنے کا
جذبہ اللہ تعالیٰ بندہ میں پیدا کر دیتا ہے۔

ساتویں خصلت : ہفتم : ظاہری اور باطنی گناہ کی طرف نظر کرنے اور اس کا ارادہ کرنے سے بھی پرہیز کرے، گناہوں
سے اپنے اعضا کو روکے رکھے، اس فعل کا ثواب نیا میں اس کے دل کو اور دوسرے اعضاء کو
بہت جلد حاصل ہو جائے گا اور ساتھ ہی ساتھ آخرت میں اللہ اس کے لئے بھلائی کا ذخیرہ جمع فرمائے گا۔

آٹھویں خصلت : ہشتم : اپنا بار کسی مخلوق پر نہ ڈالے خواہ وہ بار گراں ہو یا بار سبک ! بلکہ دوسروں کا بار خود اٹھا
خواہ کسی مخلوق کی طرف سے اس کی خواہش ہو یا نہ ہو، بلاشبہ یہی عبادت گزاروں اور برگزیدہ
ہستیوں کی بزرگی اور عظمت کا کمال یہی ہے اور اسی وصف کے باعث بندہ امر بالعرف اور نہی عن المنکر پر
برقائم رہے گا۔ اور پھر تمام مخلوق، حق کے معاملہ میں برابر ہو جائے گی، جب بندہ اس وصف سے مستصف
ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بے نیازی، یقین کامل اور توکل کا مقام مرحمت فرمائے گا، یقین رکھنا چاہیے کہ یہ وصف
مومنین کی عزت اور متقین کی بزرگی کے حصول کا دروازہ ہے اور مرتبہ ترین باب اخلاص یہی ہے۔

نویں خصلت : انہم : لوگوں سے اور ان کے مال متاع سے قطع امید کرے یہی سب سے بڑی عزت ہے، یہی خالص انگری
عظیم حکومت، عظیم فخر اور شرف بخش صحیح توکل ہے، اس خصلت کے باعث اللہ پر بھروسہ ہوتا ہے
اور دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اسی سے تقویٰ کا حصول اور عبادت کا تکملہ ہوتا ہے یہ خصلت تمام دنیا سے
کٹ کر اللہ سے رشتہ جوڑنے والوں کی علامت ہے۔

دسویں خصلت : دہم : تواضع ! تواضع سے مرتبہ کی عظمت میں استقامت اور سختی پیدا ہوتی ہے، درجہ بلند ہوتا ہے
اللہ عزوجل اور مخلوق کی نظر میں عزت اور رخصت کامل ہوتی ہے دنیا اور آخرت دونوں کے ہر
کام پر بندہ قادر ہو جاتا ہے یہ خصلت تمام خصائل کی اصل ہے اور یہی اصل کمال ہے، اس خصلت کے ذریعہ بندہ
ان نیک لوگوں کا مرتبہ پاتا ہے جو خدا سے ہر حال میں خواہ راخت ہو یا تکلیف راضی رہتے ہیں اور ان کا تقویٰ
کامل ہو جاتا ہے۔

تواضع کی تعریف | تواضع کسے کہتے ہیں؟ تواضع یہ ہے کہ بندہ جس سے بھی ملے اس کو اپنے مقابلہ میں افضل سمجھے اور یہ خیال کرے کہ ممکن ہے کہ یہ شخص اللہ کے نزدیک مجھ سے ہزار گنا درجہ بلند اور بہتر ہو، اپنے چھوٹوں

کے بارے میں خیال کرے کہ انھوں نے خدا کی نافرمانی نہیں کی ہے اور میں (باعتبار سن و سال) کافی کرچکا ہوں (اس لئے وہ مجھ سے بہتر ہیں اور جب بڑوں سے ملے تو خیال کرے کہ انھوں نے مجھ سے زیادہ عبادت کی ہے اس لئے کہ وہ عمر میں مجھ سے بڑے ہیں اس لئے یقیناً وہ مجھ سے بہتر ہیں کہ ان کو عبادت کا زیادہ وقت ملا ہے۔ جب کسی عالم سے ملے تو خیال کرے اس عالم کو وہ چیز بخشی گئی ہے جو مجھے نہیں ملی ہے وہ جانتا ہے اور میں نہیں جانتا! اور وہ اپنے علم کی مطابق عمل بھی کرتا ہے۔ جاہل سے ملاقات ہو تو یہ سمجھے کہ اس نے نادانی میں خدا کی نافرمانی کی اور میں علم رکھتے ہوئے نافرمان ہوا

نہیں معلوم کہ اس کا خاتمہ کس طرح ہوا اور میرا کس طرح!! اگر کافر سے ملاقات ہو تو یہ خیال کرے کہ ممکن ہے کہ یہ ایمان لے آئے اور اس کی وجہ سے اس کا خاتمہ بخیر ہوا اور ممکن ہے کہ میں کفر میں مبتلا ہو جاؤں اور اس کفر کے باعث میرا خاتمہ بُرا ہو، تواضع اللہ سے ڈرنے کا دروازہ ہے۔ ساتھ رکھنے کے قابل اوصاف فضائل میں اس کو اولیت کا درجہ حاصل ہے اور باقی ہونے والے اوصاف میں یہ آخری و صنف ہے۔ بندہ جب تواضع اختیار کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو

تمام تباہیوں سے محفوظ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو ان مراتب تک پہنچا دیتا ہے جو محض اللہ کے لئے خیر طلبی کرنے کے

مراتب ہیں بندہ اللہ کے منتخب اور محبوب بندوں میں شامل ہو جاتا ہے اور اس کا شمار ابلیس کے دشمنوں میں ہونے لگتا ہے، تواضع رحمت کا دروازہ ہے تکبر کی راہ کو قطع کرنے اور خود پسندیوں کی رسیوں کو کاٹنے کا ذریعہ ہے، دایرین

میں اپنے آپ کو سب سے برتر اور افضل سمجھنے کے یقین کو بطل کرنے کا سبب ہے، یہی عبادت کا فخر ہے اور یہی اہدوں

کا شرف ہے، یہ عابدوں کی نشانی ہے کوئی شے اور کوئی وصف اس سے افضل نہیں ہے، بندہ جب اس وصف کو اپنالے

تو مخلوق کے تذکرے سے اپنی زبان روک لے اگر ایسا نہیں کرے گا تو اس کا عمل مکمل نہیں ہوگا! بندہ کو چاہیے

کہ تمام احوال میں اپنے دل سے کینہ، جذبہ برتری اور تکبر کو نکال دے، بندہ کی زبان، اس کا کلام اور اس کا ارادہ ظاہر

باطن یکساں ہو، وہ تمام مخلوق کا یکساں خیر خواہ ہو اگر وہ کسی کا ذکر بُرائی کے ساتھ کرے گا یا کسی کو اس کے کسی فعل

پر شرمندہ کرے گا یا اس بات کو پسند کرے گا کہ اس کے سامنے کسی کی بُرائی کی جائے تو کسی کی بُرائی ہوتے وقت اگر

اس کا دل خوش ہوتا ہے تو اس صورت میں اس کا شمار خیر خواہوں میں نہیں ہوگا! یہ برائیاں عابدوں کے لئے آفت اور

عبادت گزاروں کے لئے تباہی کا موجب و ذریعہ ہیں اس تباہی سے وہی بچ سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی

رحمت کا ملہ سے دل اور زبان کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے اس امر کے سائل ہیں کہ وہ ہم سب کو ان فضائل پر عامل بنا کر احسان مند بنائے اور ہمارے

دلوں سے خواہشوں کو نکال دے (آمین) یا اللہ

تَوَكَّل

توکل کی اصل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (جس نے اللہ پر توکل کیا اللہ اس کے لئے کافی ہے)۔ ایک دوسری آیت ہے وَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلُوا إِن كُنْتُمْ مَوْمِنِينَ (اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ ہی پر توکل کرو)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ حج میں بہت سے رویائے صادقہ مجھے دکھائے گئے، میں نے اپنی امت کو دیکھا کہ اس سے میدان اور بہار بھرے پڑے ہیں مجھے ان کی یہ وضع اور ان کی یہ کثرت پسند آئی، مجھ سے کہا گیا کہ کیا آپ اس پر راضی ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ جی ہاں! پھر مجھ سے کہا کہ ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے بھی ہیں جو بغیر کسی حساب کے جنت میں داخل ہوں گے یہ لوگ وہ ہیں داغ نہیں لگواتے، بشگون نہیں لیتے، منتر نہیں کراتے بلکہ خدا ہی پر توکل کرتے ہیں۔

یسنہ عکاشہ بن محض اور ی کھڑے ہوئے اور بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ مجھے ان لوگوں میں سے کر دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ ان کو ان لوگوں میں سے کر دے! اس کے بعد ایک دوسرے صاحب کھڑے ہوئے اور انھوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ سے دعا فرمائیے کہ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ عکاشہ تم سے (اس معاملہ میں) سبقت لے گئے۔

توکل کی حقیقت یہ ہے کہ تمام امور کو اللہ کے سپرد کر دینا، تدبیر و اختیار کی تاریکیوں سے پاک ہونا اور توکل کی تعریف تقدیر الہی کے بعد ان کی جانب قدم بڑھانا، بندہ جب یہ یقین کر لیتا ہے کہ قسمت میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی اور جو کچھ اس کے مقدر میں ہے وہ اس سے نہیں لیا جائے گا اور جو مقدر میں نہیں ہے وہ کسی صورت حاصل نہیں ہوگا تو اس کے دل کو سکون ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب کے وعدہ پر مطمئن ہو جاتا ہے اور اسی سے وہ قسمت کی چیز کو حاصل کرتا ہے۔

توکل کے تین درجے ہیں اول کا نام توکل دوسرے کا نام تسلیم اور تیسرے کا تفویض ہے توکل اپنے رب کے وعدہ سے مطمئن ہو کر سکون حاصل کر لیتا ہے، صاحب تسلیم اللہ کے علم کو اپنے لئے کافی سمجھتا ہے اور صاحب تفویض اللہ کے حکم پر (ہر صورت میں) خوش ہوتا ہے۔

بعض اکابر کا خیال ہے کہ توکل ابتدا ہے تسلیم اس کا درمیانی درجہ اور تفویض اس کی انتہا ہے، بعض علماء کا خیال ہے کہ توکل تو عام مومنین کا وصف ہے، تسلیم اولیاء کرام کی صفت ہے اور تفویض توحید پرستوں کا وصف ہے، بعض اصحاب فرماتے ہیں کہ توکل عوام کی تسلیم خواہی کی اور تفویض خاصان خاص کا وصف ہے اس سلسلہ میں بعض دوسرے اکابرین فرماتے ہیں کہ توکل عام انبیائے کرام کی صفت ہے، تسلیم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے مخصوص

ہے اور توفیق بھائے سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے

توکل یعنی باعتبار کمال حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس وقت حاصل ہوا جس وقت آپ نے جبریل علیہ السلام سے ران کی امتداد کی پیشکش کے جواب میں فرمایا تھا: مجھے تمہاری حاجت نہیں ہے کیونکہ اس وقت ان کی خودی خستہ ہو چکی تھی یہی سبب تھا کہ آپ نے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو اس وقت نہیں دیکھا (اسی کی ذات پر توکل کیا)۔

حضرت سہیل بن عبد اللہ نے ارشاد فرمایا کہ توکل پہلا مقام یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسا ہو جائے جس طرح مردہ غسل کے سامنے ہوتا ہے کہ غسل دینے والا جبر صبر چاہتا ہے ادھر اس کو الٹ پلٹ کرنا ہے (پھیر دیتا ہے) اور خود اس کو اپنے کسی عمل پر اختیار اور تدبیر پر زور اور فتوا نہیں ہوتا۔ جو مشوکل علی اللہ ہے وہ نہ کسی سے سوال کرتا ہے نہ ارادہ کرتا ہے نہ رد کرتا ہے نہ روکتا ہے (بالکل بے اختیار ہوتا ہے)۔

بعض اکابر کا خیال ہے کہ توکل خود کو چھوڑ دینے کا نام ہے۔ حضرت حمدون کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لینے کا نام توکل ہے حضرت ابراہیم خواص نے ارشاد فرمایا کہ غیر اللہ سے امید و بیم کے تعلق کو منقطع کر دینے کا نام توکل ہے بعض صوفیائے کرام کا قول ہے کہ ایک ہی زندگی پر اکتفا کرنا اور کل کا غم ترک کر دینے کا نام توکل ہے۔

حضرت علیؓ زود باری نے فرمایا کہ توکل میں تین باتیں قابل لحاظ ہیں اول یہ کہ ملے تو شکر ادا کرے نہ ملے تو صبر کرے، دوم یہ کہ حصول و عدم حصول دونوں اس کی نظر میں یکساں ہوں سوم یہ کہ نہ ملنے پر اس وجہ سے شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے یہی پسند کیا ہے اور اس کو یہی پسند ہے تو مجھے بھی یہ بات کیوں نہ پسند ہو، حضرت جعفر سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم خواص نے ارشاد فرمایا کہ میں مکہ کے سفر پر تھا اثنائے راہ میں مجھے ایک جتنی صورت نظر آئی میں نے اس سے کہا کہ تو انسان ہے یا جن! اس نے کہا خلدی میں انسان نہیں جن ہوں، میں نے کہا کہاں جا رہے ہو اس نے کہا مکہ جانے کا قصد ہے! میں نے کہا کہ بغیر زاد اور سواری کے! اس نے کہا کہ ہاں ہم میں سے بعض ایسے ہیں جو توکل پر سفر کرتے ہیں میں نے کہا کہ توکل کیا ہے! اس نے جواب دیا، اللہ سے لینا توکل ہے۔

حضرت سہیلؓ نے فرمایا کہ کل مخلوق کو رزق پہنچانے والے کی معرفت کا نام توکل ہے (اس اعتبار سے کسی شخص کا توکل اس وقت تک کامل نہیں ہے جب تک اس کی نظر میں آسمان تانبے کی طرح اور لوہے کی طرح نہ ہو جائے، آسمان سے پانی نہ بر سے اور زمین سے سبزہ نہ اُگے اسے کوئی غرض نہیں وہ یقین کرے کہ ان دونوں کے درمیان میں جو مخلوق ہے ان کے رزق کا جو ضامن ہے وہی مجھے بھی رزق پہنچائے گا اور مجھے مشرک و مشرک نہیں کرے گا۔ بعض اصحاب کا کہنا ہے کہ توکل یہ ہے کہ تو رزق کی خاطر خدا کی نافرمانی نہ کرے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ بندہ کے لئے یہی توکل کافی ہے کہ وہ اللہ کے سوا اپنے لئے کوئی اور مددگار اور اپنے رزق کے لئے کوئی دوسرا خازن اور اپنے اعمال کے لئے کوئی دوسرا دیکھنے والا پسند نہ کرے۔

حضرت جنید کا ارشاد
توکل کے سلسلہ میں

توکل کے بارے حضرت جنید کا ارشاد ہے کہ توکل یہ ہے کہ اپنی تدبیر کو خدا کی راہ میں فنا کر دے اور اللہ

تعالیٰ سے جو تیرا خدا ہے راضی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَكُنْ بِاِلٰهِكَ وَكِيلًا

اور اللہ کا رسانی کے لئے کافی ہے، بعض حضرات کا ارشاد ہے کہ بندہ حقیر کو خداوند عظیم کو اپنے

لئے کافی سمجھنا توکل ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو اپنے لئے کافی سمجھا تھا اور حضرت جبریل کی

انداد کی پیشکش پر نظر ڈالنا بھی گوارا نہیں کی! بعض کہتے ہیں کہ خالق دو جہاں پر بھر دسہ کر کے جد و جہد سے باز رہنے کا

نام توکل ہے۔ حضرت ہبلول مجنون سے دریافت کیا گیا کہ بندہ کو متوکل کس وقت کہنا چاہیے انھوں نے فرمایا کہ جب

اس کا نفس مخلوق میں ہوتے ہوئے بھی مخلوق سے اجنبی اور بیگانہ رہے اور اس کا دل خدا کے ساتھ ہو! اللہ اکبر

حضرت اہم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو توکل کا یہ مقام کس طرح حاصل ہوا؟ آپ نے فرمایا چار باتوں کی وجہ

سے اول یہ کہ مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ میرا رزق کوئی دوسرا نہیں کھائے گا لہذا میں اس کی تلاش میں مشغول

نہیں ہوا اور دوسرے میں نے جان لیا کہ میرا عمل کوئی دوسرا انجام نہیں دیکھا پس میں اس میں مشغول ہو گیا، تیسرے

میں نے یقین کر لیا کہ موت اجانک آتی ہے لہذا میں اس کے پانے کی جلدی کرتا ہوں، چہارم میں نے جان لیا کہ میں

ہر حال میں خدا کے سامنے موجود ہوں پس میں نے اس سے حیا کی اللہ اکبر

ابو موسیٰ دہلی فرماتے ہیں کہ میں نے عبد الرحمن بن یحییٰ سے توکل کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا

کہ توکل یہ ہے کہ تو اتر دے کے منہ میں بھی ہاتھ ڈال دے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے تجھے کسی قسم کا گزند نہ

پہنچے گا یقین ہو اور تجھے اس سے کچھ خوف نہ آئے، اس کے بعد ابو موسیٰ نے کہا کہ میں۔ یہی سوال حضرت بائزید بسطامی

سے کرنے کے لئے نکلا چنانچہ شہر بسطام میں داخل ہوا اور ان کا دروازہ کھٹکھٹایا، اندر سے ان کی آواز آئی: ابو موسیٰ!

کیا تمھارے لئے عبد الرحمن کا جواب کافی نہیں ہے جو توکل کی حقیقت دریافت کرنے یہاں آئے ہو اور مجھ سے پوچھ رہے

ہو! میں نے عرض کیا: اے آقا دروازہ کھول دیجئے! اندر سے جواب آیا اگر تم ملاقاتی کی حیثیت سے تم میرے پاس آتے تو

میں ضرور دروازہ کھول دیتا (تم سے ملتا) تم دروازہ ہی پر جواب سن لو اور لوٹ جاؤ! سنتو! توکل یہ ہے کہ اگر وہ سب

جو عرش کے گرد حلقہ زن ہے اگر تمھاری طرف بڑھے تو تم اس بنا پر ڈرا بھی نہ ڈرو کہ خدا تمھارے ساتھ ہے! ابو موسیٰ کہتے

ہیں کہ میں یہ سن کر اپنے وطن دیبل لوٹ آیا اور ایک سال تک مقیم رہا پھر میں حضرت بائزید کی ملاقات کے ارادہ سے وہاں

سے روانہ ہو کر بسطام پہنچا، جب میں ان کے پاس پہنچا تو انھوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور فرمایا: آؤ! اب تم میرے پاس

ملاقاتی کی حیثیت سے آئے ہو! میں ان کے پاس تقریباً ایک ماہ ٹھہرا اور اس عرصے میں جب میں نے ان سے کوئی بات

دریافت کرنا چاہی تو میرے سوال سے پہلے انھوں نے اس کا جواب دے دیا! ایک ماہ بعد میں نے ان سے رخصت طلب

کی اور عرض کیا کہ مجھے آپ سے کچھ بھی فائدہ حاصل ہونا چاہیے، انھوں نے فرمایا جان لو مخلوق کا فائدہ کوئی فائدہ

نہیں ہے لہذا جاؤ! میں نے اسی قول کو فائدہ سمجھ لیا اور وہاں سے لوٹ آیا۔ اللہ اکبر

ابن طاووس نے اپنے والد حضرت طاووس کا قول نقل کیا ہے کہ ایک عربی نے اپنی سواری کا اونٹ الگ جگہ بٹھ کر

باندھ دیا پھر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا کہ الہی! یہ سواری کا اونٹ مع تمام سامان کے جب تک یہ لوگوں میں ہے تیری ضمانت میں ہے!! یہ کہہ کر وہ مسجد الحرام میں چلا گیا، تھوڑی دیر بعد وہاں سے نکل کر اس جگہ پہنچا جہاں اونٹ باندھ دیا تھا۔ دیکھا کہ اونٹ اور سامان سب کچھ غائب ہے اس نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا کہ الہی! میری کوئی چیز تو چوری نہیں گئی جو کچھ چوری کیا ہے وہ تیرا ہی تھا، تیری ہی چیز پر چوری کی گئی ہے، طاؤس کہتے ہیں کہ ہم یہ حال دیکھ ہی رہے تھے کہ اچانک کوہ ابوقبیس کی چوٹی سے ہم نے ایک شخص کو اترتے دیکھا جو بائیں ہاتھ سے اونٹ کی ہمار پکڑے اس کو کھینچ کر لارہا تھا اور اس کا دایاں ہاتھ کٹا ہوا اس کے گلے میں جھول رہا تھا، وہ شخص اعرابی کے پاس آیا کہ لو اپنی سواری اور سامان! میں نے اعرابی سے کیفیت دریافت کی اس نے کہا کہ میں اس اونٹ اور سامان کو لیکر جب ابوقبیس پر پہنچا تو ایک سوار آیا اور مجھ سے کہا کہ اے چور! اپنا دامنا ہاتھ نکال میں نے دامنا ہاتھ بڑھا دیا اس نے میرا دامنا ہاتھ پتھر پر رکھ کر کاٹ دیا اور میری گردن میں لٹکا دیا اور مجھ سے کہا کہ بیچے اتر اور یہ سواری اور سامان جس اعرابی کا ہے اس کو واپس کر دے!!

حضرت عمر کا ارشاد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ پر پورا پورا توکل رکھو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ضرور رزق دے گا جس طرح پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔ محمد بن کعب نے حضرت ابن عباس کے والد سے روایت کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ بات پسند کرتا ہے کہ وہ لوگوں میں بزرگ شمار ہو تو اس کو چاہیے کہ اللہ سے ڈرے اور جس کو یہ بات پسند ہو کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ بے نیاز ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کی چیز پر اپنے ہاتھ کی چیز کے مقابلہ میں زیادہ بھروسہ کرے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سلسلہ میں دو اشعار پڑھا کرتے تھے (جو یہ ہیں) **هَوْنٌ عَلَيْكَ فَإِنَّ الْأُمُورَ**

بِأَمْرِ اللَّهِ مَقَادِيرُهَا
ہیں حکم ایزدی سے سارے اندازے ہی وابستہ

فَلَيْسَ بِأَمْرِكَ مَضْرُوفُهَا
و لا ہمارے غنٹے مضر دوزھا
مقدر میں جو ہے اسکو فراری کا نہیں رستہ

حضرت یحییٰ بن معاذ سے پوچھا گیا کہ آدمی کو متوکل کب کہا جاتا ہے؟ فرمایا جب اللہ تعالیٰ کی کار سازی پر خوش ہو! حضرت بشر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ہر ایک یہ کہتا ہے کہ میرا خدا پر توکل ہے، حالانکہ خدا کی قسم وہ جھوٹا ہے کیونکہ اگر خدا پر اس کو توکل ہوتا تو وہ اس پر راضی رہتا جو اللہ تعالیٰ اس کے حق میں کرتا ہے۔ حضرت ابو تراب نخعی کہتے ہیں کہ بدن کو عبودیت میں لگا دینا، اپنے دل کو بے ہمتی سے وابستہ کر دینا اور اپنے کاموں کی درستی کی طرف سے مطمئن ہو جانا توکل ہے، پس اگر اس کو کچھ مل جائے تو شکر ادا کرے نہ ملے تو صبر کرے۔

حضرت فوالنون مہری کا ارشاد ہے کہ نفس کی تدبیر کا ترک اور اپنی قوت اور غلبہ کا سہارا چھوڑ دینا توکل ہے آپ سے ایک شخص نے توکل کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ارباب دنیا کو چھوڑ دینا ذرا ع کو ترک کر دینا توکل

ہے! سائل نے عرض کیا کہ اس سلسلہ میں کچھ مزید فرمائیے تو آپ نے فرمایا نفس کا بندگی میں لگا دینا اور اربابے نیا سے اس کا نکال لینا توکل ہے! حضرت ذوالنون مصری نے توکل کی یہ تعریف بھی کی ہے کہ توکل حرص و ہوا کو توڑ دینا ہے لیکن ظاہری کوشش تو وہ کسب ہے اور کسب سنت ثابت ہے یہ قلبی توکل کو مانع نہیں ہے جبکہ بندہ اپنے دل میں یہ بات راسخ کر لے کہ بلاشبہ تقدیر اللہ ہی کی طرف سے ہے اس لئے توکل کا مقام قلب ہی ہے ایمان کو دل میں جمالینا ہی توکل ہے جس نے کسب کا انکار کیا گویا اس نے سنت سے انکار کیا اور جس نے توکل کا انکار کیا اس نے گویا ایمان کا انکار کیا پس جب اسباب سے کوئی چیز مشکل ہو جائے تو سمجھ لے کہ اس کا تعلق تقدیر الہی سے ہے اور اگر کوئی چیز ہل ہوگا تب بھی یہی سمجھے کہ وہ خدا ہی کے سہل کرنے سے سہل ہوئی ہے لہذا تمام اعضا اور ظاہری قویٰ کو (کسی سبب کے مکمل کرنے میں) اختیار کرنے میں کوشاں ہو کہ یہی حکم الہی ہے ہاں باطن کو اللہ کے وعدہ سے مطمئن رکھے۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص ایک اونٹنی پر سوار آیا اور حضور رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اس اونٹنی کو چھوڑے دیتا ہوں اور (اس کی حفاظت کے لئے) اللہ پر توکل کرتا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو یا نہ دے دے اور پھر خدا پر توکل کر دے۔

صلیٰ اور عرفانے کہا ہے کہ توکل اس شیر خوار بچہ کی طرح ہے جو سوائے اپنی ماں کی چھاتی کے اور کوئی ٹھکانا نہیں جانتا اسی طرح متوکل بھی سوائے خدا کے اور کسی سہارے کو نہیں جانتا! بعض حضرات نے توکل کی تعریف اس طرح کی ہے کہ توکل اپنے شکوک کو رفع کرنا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ خدائے عزوجل کی قدرت پر اعتماد کرنا اور دوسرے لوگوں کی قدرت اور اختیار سے ناامید ہو جانا توکل ہے۔

حَسَنِ اخْلَاق

حَسَنِ اخْلَاق کی اصل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے جو اس نے اپنے محبوب برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں قرآن میں نازل فرمایا ہے یعنی اِنَّكَ لَعَلٰی خَلِّقٌ عَظِيْمٌ بلاشبہ آپ عظیم اخلاق پر فائز ہیں۔ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! کس مومن کا ایمان افضل ہے، آپ نے فرمایا جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔

حَسَنِ اخْلَاق کی افضلیت | ہیں انسان اپنی جسمانی بناوٹ کے لحاظ سے پوشیدہ ہے لیکن اپنے اخلاق کے لحاظ سے ظاہر و نمایاں ہے، بعض محققین نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزے کرامتیں اور بہت سے فضائل خاص طور پر عطا فرمائے لیکن ان فضائل میں سے کسی ایک کی ایسی تعریف نہیں کی جیسی کہ آپ کے اخلاق کی فرمائی یعنی ارشاد فرمایا وَ اِنَّكَ لَعَلٰی خَلِّقٌ عَظِيْمٌ۔ بعض محققین کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلق

کی یہ معرفت اس لئے فرمائی کہ آپ نے دونوں جہان بخش دیئے اور خدا پر ہی اکتفا کیا یہ بھی کہا گیا ہے کہ خلق عظیم یہ ہے کہ کمال معرفت الہی کی بنا پر کسی سے جھگڑا نہ کیا جائے نہ کوئی اس سے جھگڑا کرے یعنی نہ کسی سے اپنا حق مانگے کہ اس کے باعث جھگڑا کرنا پڑے اور نہ کسی کی حق تلفی کرے کہ اس کے باعث دوسرا اس سے جھگڑے۔ بعض حضرات نے خلق عظیم کی تعریف یہ کی ہے کہ حق کی معرفت کے بعد دوسرے لوگوں کے برے اخلاق اس پر اثر انداز نہ ہوں۔ حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا کہ حسن خلق یہ ہے کہ آدمی کے ارادہ کے سامنے اللہ کے سوا کوئی نہ ہو (اس کا ارادہ اللہ کی رضا کے تحت ہو) حضرت جنیدؒ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے حادث محسوس کو کہتے سنا ہے کہ ہم نے تین چیزوں کو کھویا ہے اول کشادہ روئی و حفظ آبرو، دوم بغیر خیانت کے خوش کلابی، سوم وفائے عہد کے ساتھ دوستی کا نبھانا۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ خلق حسن یہ ہے کہ تم سے جو چیز دوسروں کو پہنچے اس کو تم حقیقت سمجھو اور دوسروں سے جو کچھ تم کو ملے اس کو عظیم سمجھو۔ بعض کہتے ہیں کہ حسن خلق یہ ہے کہ تم اپنی طرف سے دوسروں کو ایذا نہ دو اور دوسروں کی طرف سے پہنچنے والے ایذا کو برداشت کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد | خراج کی یقیناً گنجائش نہیں ہوگی لیکن خندہ پیشانی اور حسن خلق میں تو ان کی سمائی کرلو! اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن خلق یہ ہے کہ تم اس کے اوامر کو بجا لاؤ اور منوعات کو ترک کر دو اور عام حالت میں بغیر کسی استحقاق جواب کے اس کی اطاعت کرو اور بغیر تردد کے اپنے تمام مقدرات کو اسی کے سپرد کر دو اور بغیر کسی شرک کے اس کو ایک تسلیم کر دو اور بغیر کسی شک کے اس کو وعدہ میں سچا جانو!

حضرت ذوالنون مصریؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ سب سے زیادہ اندوہناک حالت کس شخص کی ہے؟ فرمایا اس کی جو سب بد خلق ہو۔ حضرت حسن بصریؒ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد **وَتَشَابَهْتُ قَطِطَةً رَانَتْ كَيْدُهَا كَيْدُهَا** (اپنے کپڑوں کو پاک کھنے) کی تفسیر کرتے ہوئے کہا یعنی اپنے خلق کو اچھا (پاکیزہ) کرلو!

بعض لوگوں نے آیت **وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرًا وَبَاطِنًا** (اور اللہ تعالیٰ نے تم کو ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری پوری عطا کی ہیں) کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ ظاہری نعمت تو اعضائے جسمانی کی صحت تندرستی ہے اور باطنی نعمت اخلاق کی پاکیزگی ہے۔

حضرت ابراہیم ادہمؒ کا ارشاد | حضرت ابراہیم ادہمؒ سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ نے دنیا میں کبھی خوش بھی ہوئے؟ فرمایا

ہاں دو مرتبہ ایسا ہوا پہلی مرتبہ تو اس وقت جب کہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک کتا آیا اور مجھ پر پیشاب کر دیا، دوسری بار اس وقت جب میں بیٹھا تھا تو ایک آدمی آیا اور اس نے میرے طمانچہ مارا۔

روایت ہے کہ حضرت اویس قرنیؓ کو جب بڑے دیکھتے تو آپ کو اینٹیں مارتے، آپ ان سے کہتے اگر پتھر مارتے ہی جو

تو جھوٹے چھوٹے پتھر مارو تاکہ میری پٹلیاں (ان بڑے پتھروں اور اینٹوں سے) لہو لہان نہ ہو جائیں اور میں نماز نہ

پڑھ سکوں۔ ایک روایت ہے کہ ایک شخص حنف بن قیس کے پیچھے پیچھے ان کو گالیاں دیتا جاتا تھا، جب حضرت اپنے

قید کے قریب پہنچ گئے تو ٹھہر گئے اور فرمایا اے شخص! اگر تیرے دل میں کچھ اور باقی رہ گیا ہو تو اسے بھی ڈال ایسا نہ ہو کہ آگے بڑھ کر کوئی نادان شخص تیری گالیاں سننے اور تجھے گالیاں دینے لگے (تو اس وقت تجھے افسوس ہوگا)۔

حضرت حاتمؒ سے کہا گیا کہ انسان ہر ایک کی بات برداشت کر لیتا ہے آپ نے فرمایا ہاں مگر اپنے نفس کے سوا! روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت علیؓ ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو آواز دی اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ نے دوسری پھر تیسری بار آواز دی تب بھی اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ اس کے پاس گئے تو اس کو لیٹے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا اے غلام کیا تو سن نہیں رہا ہے اس نے کہا ہاں میں سن رہا ہوں آپ نے فرمایا پھر تو نے جواب کیوں نہیں دیا، اس نے فرمایا مجھے آپ کی سزا کا تو کوئی ڈر ہی نہیں تھا اس نے میں نے جواب دینے میں سستی کی! آپ نے فرمایا جا تو اللہ کے لئے آزاد ہے! بعض حضرات کا قول ہے کہ حسن خلق یہ ہے کہ تم لوگوں کے ساتھ رہتے ہوئے بھی ان سے بیگانہ رہو بعض خیال ہے کہ حسن خلق یہ ہے کہ مخلوق کی طرف سے جو ظلم تم پر کیا جاتے اس کو برداشت کر لو اور ان کا حق بغیر تنگدلی اور ناگواری کے ادا کرتے رہو۔ انجیل میں موجود ہے! میرے بندے مجھے یاد رکھ، جب تو غصہ میں ہو، میں تجھے اپنے غضب کے وقت اپنی رحمت کے ساتھ یاد رکھوں گا۔

مالک بن دینار سے کسی عورت نے کہا! اے ربکا! آپ نے اس کو جواب دیا کہ تم نے میرا وہ نام پالیا جسے اہل بصرہ بھول چکے تھے۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا! اے میرے پیارے بیٹے تین قسم کے لوگ ان تین موقعوں پر پہچانے جاتے ہیں۔ (۱) حلیم و بردبار غصہ کے وقت (۲) بہادر جنگ کے موقع پر اور (۳) درست حاجت و ضرورت کے وقت! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا الہی! میری تجھ سے یہ درخواست ہے کہ میرے بارے میں وہ کچھ نہ کہا جائے جو مجھ میں موجود نہیں ہے۔ (یعنی مجھ پر بہتان تراشی نہ ہو) جواب دیا کہ یہ ہم نے اپنے لئے جب نہیں کیا تو تیرے لئے کیسے کروں!!

شکر

شکر کی اصل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے لَنْ يَشْكُرَ لَكُمْ لَا رَبِّ لَكُمْ (اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہارے شکر کی اصل لئے نعمتیں ضرور اور زیادہ کروں گا)۔ یہ حدیث بھی شکر کی حقیقت پر روشنی ڈالتی ہے جس کو حضرت عطاءؒ نے نقل کیا ہے، حضرت عطاء کا بیان ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا ام المومنین آپ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے عمدہ اور اعلیٰ وہ بات بتائیں جو آپ نے کبھی دیکھی ہو۔ یہ سن کر آپ اشکبار ہوئیں اور فرمایا آپ کی کونسی بات ایسی نہ تھی جو عمدہ اور اعلیٰ نہ ہو! ایک مرتبہ اُن میں آپ میرے پاس تشریف لائے اور میرے ساتھ آرام فرمانے لگے، آپ کو مجھ سے اس قدر قرب تھا کہ میری جلد آپ کی جلد سے لمس ہو رہی تھی، آپ نے فرمایا اے ابو بکرؓ کی بیٹی آج تم مجھے اپنے رب کی عبادت کرنے دو! میں نے عرض کیا ہر چند کہ آپ کا قرب مجھے پسند ہے لیکن میں آپ کی خواہش کو

توجہ دیتی ہو، میں نے آپ کو ابازت دی تھی! حضور والا اٹھ کر مشک کے پاس تشریف لے گئے اور وضو میں کافی پانی صرف کیا پھر گھسے ہو کر نماز میں مشغول ہو گئے۔ آپ قیام کی حالت میں اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو آپ کے نوزانی سینے تک پہنچنے لگے پھر آپ نے رکوع فرمایا اور پھر اشکباری کی، پھر سجدہ کیا اور روتے رہے پھر سر مبارک اٹھایا اس دوران میں بھی آپ اشکبار رہے یہاں تک کہ حضرت بلالؓ آئے اور نماز فجر کی اطلاع دی۔ اس وقت میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس قدر رونے کا موجب کیا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے ہیں۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں اور کیوں کر ایسا نہ کروں جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے۔

وَاتَّخَذَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْإِنْسَانَ أُولِيَ الْأَعْيُنِ مَا يَبِينُ نَاشِيَا هِيَ (آخر آیت تک)

اہل تحقیق نے شکر کی حقیقت میں کہا کہ یہ عاجز اور بطور پر نعم کی نعمت کا اعتراف کرنا ہے اور اسی معنی میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے لفظ شکور مجازاً فرمایا ہے جس کے معنی ہیں کہ وہ بندوں کو ان کی شکر گزاری کا بدلہ دیتا ہے، شکر کے بدلہ کو بھی شکر کہا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے۔

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا یعنی برائی کے بدلہ برائی کو مجازاً فرمایا ہے ورنہ حقیقت میں اتنی کا بدلہ برائی نہیں ہے۔ بعض اہل تحقیق کہتے ہیں کہ شکر کی حقیقت ہے کسی محسن کے احسان کو یاد کر کے اس کی تعریف کرنا، لہذا بندہ کی طرف سے خداوند تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کے معنی ہی خدا کی تعریف اس کے احسان کی یاد کے ساتھ اور خدا کی طرف سے بندہ کا شکر ادا کرنے کے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے بندہ کی شکر گزاری پر اس کی تعریف کرنا! بندہ کا احسان (حسن کردار) خداوند تعالیٰ کی اطاعت کرنا ہے اور حق تعالیٰ کا احسان اپنے بندہ پر انعام و اکرام فرمانا ہے۔ بندہ کی طرف سے اللہ کا شکر ادا کرنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعام کا زبان سے ذکر اور دل سے اس کا اقرار کرے۔

شکر کی قسمیں شکر کی کئی قسمیں ہیں اول زبان کا شکر! زبان کا شکر یہ ہے کہ عاجز انداز طریقے پر اللہ کی تعریف کے ساتھ ساتھ اللہ کی نعمت کا اعتراف و اقرار دوم: بدن اور اعضا کے ساتھ شکر، وفاداری اور خدا

کے ساتھ شکر گزاری ہے۔ سوم: دل کا شکر، یہ حدود الہی کی پابندی کے ساتھ حاضری کے فرشتہ پر یکسوئی کے ساتھ ٹھہرا ہوا جانا۔ چہارم: آنکھوں اور کانوں کا شکر، آنکھوں کا شکر یہ ہے کہ اپنے سامنے کسی عیب کو دیکھ کر اس سے اغماض اور پردہ پوشی کرے، کانوں کا شکر یہ ہے کہ سامنے کسی عیب کی خبر سن کر اس کو چھپالے! تمام مباحث کا حاصل یہ ہے کہ شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہوتے ہوئے اس کی نافرمانی نہ کرنا۔

کہا گیا ہے کہ عالموں کا شکر قولی (قول سے) ہوتا ہے اور عابدوں کا عملی اور عارفوں کا شکر یہ ہے کہ اللہ کے حکم پر ہر حال میں قائم رہیں اور یقین رکھیں کہ ہم سے جو بیک ہو رہی ہے اور جس طاعت و عبادت اور ذکر خداوندی کا جو طہور ہم سے ہوا ہے وہ سب کچھ اللہ کی توفیق، اس کی مدد و قوت، طاقت اور اس کے انعام کی بدولت ہوا ہے۔

۱۔ قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں۔

بندہ کو چاہئے کہ شکر میں اپنے احوال سے الگ تھلگ ہو کر اللہ کی ذات و صفات اور نوز میں خفا ہو جائے اپنی عاجزی، نادانی کو تاہی کا اقرار کرے اور ہر حال میں اپنا مرکز سکون اسی کی ذات کو جانے۔

شکر کی تعریف میں مختلف اقوال

ابو بکر و راق کا ارشاد ہے کہ حدود الہی کی حفاظت کھنا اور احسان الہی کا مشاہدہ کرنا شکر نعمت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اپنے نفس کو طیفلی سمجھنا بھی شکر نعمت ہے (ادائے شکر میں) حضرت ابو عثمانؓ نے فرمایا اداۓ شکر سے قاصر رہنے کی معرفت کا نام شکر ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ شکر کا شکر ادا کرنا ہی کامل شکر ہے (یعنی اس بات کا شکر ادا کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے شکر کی توفیق عطا فرمائی کامل شکر ہے) کہ توفیق شکر بھی ایک بڑی نعمت ہے لہذا بندہ کو چاہئے کہ پہلے شکر ادا کرے پھر شکر کی توفیق کا شکر ادا کرے

پھر توفیق شکر پر شکر ادا کرنے کا شکر ادا کرے اس طرح شکر ادا کرنے کا ایک غیر محدود سلسلہ جاری رکھا جائے! بعض اہل تحقیق نے کہا کہ نعمت کو منعم کی طرف عاجزانہ انداز بیان کے ساتھ منسوب کرنا شکر ہے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ شکر یہ ہے کہ تم خود کو اللہ کی نعمت کا اہل نہ سمجھو! بعض نے کہا ہے کہ شاکر وہ ہے جو نعمت موجودہ پر شکر ادا کرے اور مشکور بہت شکر گزار وہ ہے جو اس نعمت پر شکر ادا کرے جو اس کو ابھی نہیں ملی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے شاکر وہ ہے جو ملنے پر شکر کرے اور مشکور وہ ہے جو نہ ملنے پر شکر کرے، ایک قول یہ بھی ہے کہ شاکر وہ ہے جو انعام و بخشش پر شکر ادا کرے اور مشکور وہ ہے جو مصیبت پر شکر کرے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شاکر وہ ہے جو کسی نعمت کے ملنے پر شکر ادا کرے اور مشکور وہ ہے جو نعمت کے عدم حصول پر بھی شکر کرے۔

حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ شکر منعم کا دیدار ہے نہ کہ نعمت کا، بعض اہل تحقیق کہتے ہیں کہ شکر نعمت موجودہ کو قید رکھتا ہے اور نعمت غائب کو شکار کرتا ہے۔ ابو عثمانؓ کا ارشاد ہے کہ عوام کا شکر تو ماکولات، مشروبات اور ملبوسات پر ہوتا ہے اور خواص کا شکر ان کی واردات قلبی پر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "میرے بندوں میں تھوڑے ہی شکر گزار بندے ہیں" حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: الہی میں تیرا کس طرح شکر ادا کروں تیرا شکر ادا کرنا بھی تو تیری ایک نعمت ہے! پس اللہ تعالیٰ نے ان پر روحی نازل فرمائی کہ تو نے میرا شکر اب ادا کیا! بعض کا قول ہے کہ جب لے انسان تیرا ہاتھ

بدل چکے سے قاصر ہے تو چاہیے کہ تیری زبان شکر میں دراز ہو! حضرت داؤد علیہ السلام کو مغفرت کی خوشخبری دی گئی تو انھوں نے کچھ زندگی مانگی ان سے روایت ہے کہ جب حضرت ادریس علیہ السلام کو مغفرت کی خوشخبری دی گئی تو انھوں نے کچھ زندگی مانگی ان سے پوچھا گیا کہ مزید زندگی کیوں چاہتے ہو عرض کیا اس لئے کہ تیری نعمت کا شکر ادا کر سکوں اس سے پہلے تو میں مغفرت کے لئے مصروف عمل رہتا تھا یہ سن کر فرشتے نے اپنے بازو پھیلائے اور ان کو اوپر اٹھالیا گیا۔

روایت ہے کہ کسی نبی کا ایک چھوٹے پتھر کے پاس سے گزر ہوا اس پتھر سے بڑی مقدار میں پانی جاری تھا یہ بات دیکھ کر ان کو بہت تعجب ہوا اللہ تعالیٰ نے پتھر کو گویائی کی قوت عطا کر دی۔ نبی اللہ نے اس سے پانی نکلنے کی وجہ دریافت کی پتھر نے جواب دیا کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے آیت رَقُودَهَا النَّاسُ وَالْحَبَّارَةُ (آدمی اور پتھر دوزخ کا

ابنِ حسن ہوں گے) نازل فرمائی ہے میں خوف کے باعث روتا رہتا ہوں (یہ پانی میرے آنسو ہیں)۔ نبی اللہ نے دعا کی کہ
 الہی اس پتھر کو دوزخ سے محفوظ رکھ، وحی نازل ہوئی کہ ہم نے اس کو نجات دے دی، نبی اللہ وہاں سے رخصت ہو گئے
 جب آپس ہوئے تو پہلے سے زیادہ پانی اس پتھر سے نکلنے دیکھا یہ دیکھ کر ان کو تعجب ہوا اللہ نے پتھر کو پھر قوت گویائی عطا
 فرمادی اور نبی اللہ نے پتھر سے اس طرح رونے کی وجہ دریافت کی اور فرمایا کہ میں نے تیری بخشش کے لئے دعا کی تھی (اور
 وہ قبول ہو گئی ہے) پتھر نے عرض کیا کہ پہلا رونا تو غم اور خوف کا رونا تھا اور یہ رونا شکر اور مسرت کا رونا ہے۔
 بعض اصحاب کا ارشاد ہے کہ شاکر کو مزید نعمتیں حاصل ہوتی ہیں کیونکہ اس کو نعمتوں کا مشاہدہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ
 کا ارشاد ہے کہ اگر تم شکر نعمت بجالاؤ گے تو میں تم کو مزید نعمتوں سے نوازوں گا۔
 مصیبت پر صبر کرنے والا اللہ کی بناہ لینا ہے کیونکہ وہ مشاہدہ مصیبت میں ہوتا ہے اس پر انعام یہ ہوتا ہے کہ
 اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمادیا کہ میں یقیناً صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوں، بعض حضرات کا ارشاد ہے کہ اپنی سائنسوں پر
 حمد کرنا اور جو اس کی نعمتوں پر شکر کرنا ہی شکر ہے، حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جنت کی طرف سب سے پہلے حمد کرنے والے
 بلائے جائیں گے، بعض کا قول ہے اللہ نے جو مصیبت دفع فرمادی ہے اس پر حمد ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو احسان فرمایا
 ہے اس پر شکر ہوتا ہے منقول ہے کہ ایک شخص کا آٹنا سفر ایک بڑے گاؤں کے پاس گزر ہوا مسافر نے اس سال خورہ
 سے اس کا حال دریافت کیا اس نے کہا کہ میں ابتدائے جوانی میں اپنی چچا زاد بہن سے محبت کرتا تھا اور وہ بھی مجھے اسی
 طرح چاہتی تھی، حسن اتفاق کہ میرا اس سے نکاح ہو گیا، جب شریف فاف ہوئی تو میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ آؤ! آج رات
 ہم دونوں اللہ کی عبادت اس شکر میں کریں کہ اس نے ہم دونوں کو ملا دیا چنانچہ (قرب کے بجائے) وہ پوری رات ہم نے
 عبادت میں گزار دی! اس وقت سے آج تک پندرہ سال ہم کو اسی حالت میں ہو گئے ہیں، ہر رات ہی کیفیت ہوتی ہے
 اس وقت جب یہ باتیں ہو رہی تھیں اس کی بیوی بھی اس کے ساتھ تھی، ان بزرگ نے اپنی بیوی سے اس بات کی
 جب تصدیق چاہی تو بیوی نے کہا ایسا ہی ہے۔

صَبْر

اللہ تعالیٰ کا یہ قول صبر نے سلسلے میں حل ہے:
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا
 وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
 اسی سلسلہ میں ایک دوسری آیت ہے:
 وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ
 اے ایمان والو! صبر کرو، اور صبر کراؤ اور ڈرو،
 شاید اس سے تم کو رستگاری حاصل ہو جائے۔
 تم صبر کرو! صبر اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ ہے۔
 اسی سلسلہ میں وہ حدیث شریف ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا صبر وہی ہے جو پہلی ہی مصیبت پر ہو، ایک روایت میں آیا ہے ایک شخص نے خدمت نبوی میں عرض کیا یا رسول میرا مال جاتا رہا اور میری صحت ختم ہو گئی (جسم بیمار ہو گیا) حضور نے ارشاد فرمایا اس بندے میں کوئی بھلائی نہیں ہے جس کا مال چوری نہ جائے اور جسم بیمار نہ ہو،

اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت فرماتا ہے تو اس کی آزمائش کرتا ہے اور جب اس کو آزمائش میں ٹالتا ہے تو اس کو صبر بھی عطا فرماتا ہے ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے یہاں بندہ کے لئے ضرور ایک ایسا درجہ ہوتا ہے کہ اس درجہ تک وہ اپنے عمل کے ذریعہ نہیں پہنچ پاتا یہاں تک کہ وہ کسی جسمانی تکلیف (مرض) میں مبتلا ہو جاتا ہے اور پھر وہ اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے، ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جب آیت من یعمل سؤءً یجذبہ نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق نے خدمت نبوی میں عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اس آیت کے نزول کے بعد سلاح کس طرح میسر ہوگی؟ حضور نے فرمایا "ابو بکر خدا تمہاری مغفرت فرمائے کیسا تم علیل نہیں ہوتے؟ کیا تم پر کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی، کیا تم صبر نہیں کرتے؟ کیا تم غمزدہ نہیں ہوتے؟ بس یہی تمہارے گناہ کا بدلہ ہو جاتا ہے، یعنی جو کچھ دکھ تم پر آتے ہیں وہ تمہارے گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں۔"

صبر کی قسمیں صبر کی کئی قسمیں ہیں اول اللہ کے لئے صبر کرنا یعنی حکم الہی کی بجا آوری اور ممانعت کی اطاعت میں جو کچھ تکلیف پہنچے اس پر صبر کرنا۔ دوم اللہ تعالیٰ کی مشیت پر صبر کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کا جو کچھ فیصلہ اور احکام جاری ہوں اور ان سے تم پر کچھ مصیبت آئے یا افتاد پڑے اس پر صبر کرنا۔ سوم اللہ کے وعدوں پر صبر کرنا، یعنی رزق کی کشاکش، مالی ضروریات کی تکمیل، ضرورت کا روا ہونا، اور آخرت میں ثواب کا جو وعدہ کیا ہے اس وعدہ پر صبر کرنا۔ بعض اہل تحقیق نے صبر کی دو قسمیں بیان کی ہیں اول یہ کہ ان چیزوں کے گرنے یا نہ گرنے پر صبر کرنا جن کے گرنے پر بندے کو اختیار ہے دوم ان باتوں پر صبر کرنا جن پر بندہ کو اختیار نہیں ہے۔ پہلے قسم کے صبر کی دو صورتیں ہیں اول اوامر الہی کی تعمیل پر صبر دوم نواہی کی اطاعت پر صبر، دوسری قسم کا صبر ہے کہ ان امور پر صبر کرے جو بندے کے اختیار میں نہیں ہیں یعنی انسان کے لئے جسمانی، دلی یا روحانی تکلیف کا جو حکم الہی ہے اور مشیت خداوندی ہے اس پر صبر کرنا (مایوسی اور ناغہ رمانی نہ کرنا)۔

بعض اصحاب کا قول ہے کہ صبر کرنے والے تین طرح کے ہوتے ہیں اول وہ تکلیف اور جبر کے ساتھ صبر کرے۔ دوم عام

صبر کرنے والا سوم بہت زیادہ صبر کرنے والا۔ روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت بشلی سے کہا کہ کون سا صبر صابر کے لئے سب سے زیادہ سخت ہے آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں صبر کرنا اس شخص نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا صبر اللہ کے واسطے صبر کرنا اس نے کہا نہیں یہ بھی نہیں ہے آپ نے فرمایا صبر مع اللہ (اللہ کی معیت کا مشاہدہ کرنے میں صابر رہنا، اس شخص نے کہا نہیں آپ نے اس سے فرمایا پھر کونسا صبر؟ اس شخص نے جوابے یا صبر بطن اللہ (اللہ کو دیکھتے ہوئے صبر کرنا) یہ سنتے ہی حضرت بشلی نے ایک چیخ ماری یہ معلوم ہوتا

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ دنیا سے آخرت کی طرف جانا مومن کے لئے آسان اور سہل ہے لیکن خدا کی راہ میں مخلوق کو چھوڑ دینا مشکل ہے اور نفس کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی

طرف رجوع کرنا مشکل تر ہے اور صبر مع اللہ مشکل ترین صبر ہے۔ ایک بار جب صبر کے بارے میں آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ منہ بگاڑے بغیر کسی کرڈی چیز کا ایک ایک ٹھوٹ کر کے پینا صبر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا صبر ایمان سے اسی طرح وابستہ ہے جس طرح سر بدن سے لگا ہوتا ہے۔ حضرت ذوالنون مصریٰ فرماتے ہیں کہ صبر اللہ کی ناپسند چیزوں سے دور رہنے اور

مصائب کے عموں کا گھونٹ گھونٹ پینا اور معاش کی تنگی کے باوجود بے نیازی کا اظہار کرنا صبر ہے۔ بعض کا قول ہے کہ ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کا نام صبر ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ صبر کے معنی ہیں مصائب میں اظہار شکوہ شکایت

کے بغیر فنا ہو جانا، بعض کہتے ہیں کہ جس طرح عافیت، آسودگی کی موجودگی میں دل کو ایک کونہ سکون ہوتا ہے اسی طرح مصیبت کی حالت میں دل کے پھراؤ اور سکون کا نام صبر ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبادت کی بہترین جزا صبر کی جزا ہے

اس سے بڑھ کر کوئی جزا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **إِنَّمَا يُؤْتِي الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ** اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: **وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُمْ**

بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت میں ثابت قدم رہنا اور اس کی فرستادہ مصیبت کے دکھوں کا کشادہ دلی سے استقبال کرنا صبر ہے۔ حضرت خواصؒ نے فرمایا کہ صبر مع اللہ کے معنی ہیں قرآن اور سنت رسول اللہ

کے احکام پر ثابت قدم رہنا۔ یحییٰ بن معاذ رازی نے کہا کہ عاشقوں کا صبر زاہدوں کے صبر سے زیادہ سخت ہے۔ **الصَّبْرُ يَحْتَمِلُ فِي الْوِطَانِ كُلِّهَا** **إِلَّا عَلَيْكَ فَنَاتُهُ لَا يَحْتَمِلُ**

صبر کرتے ہیں ہم بہر صورت۔ بس ترے واسطے نہیں ہوتا۔ بعض حضرات کا ارشاد ہے کہ صبر شکایت کا ترک کرنا ہے، بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی اختیار کرنا

اور اس کی پناہ چاہنا صبر ہے، بعض کہتے ہیں کہ صبر کے معنی ہیں صرف خدا سے مدد مانگنا بعض کہتے ہیں کہ صبر اللہ کے احکام کی طرح ہے۔ کہا گیا ہے کہ صبر یہ ہے کہ نعمت مصیبت میں فرق نہ کرے اور دونوں صورتوں میں دل جمعی نہ کرے۔

رضی اللہ عنہ

رضا

رضی اللہ عنہ رضا کی تعریف رضا کی رضا کا یہ ارشاد ہے **رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ** اللہ ان مسلمانوں سے راضی ہوا اور وہ

اس سے راہی ہوئے)۔ ایک دوسری آیت ہے: يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ ۝ (ان کا رب ان کو اپنی رحمت اور رضامندی کی بشارت دیتا ہے)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو اپنے رب کی رُبُوبیت سے راضی ہوا، روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا تھا (حمد و صلوات کے بعد) کل بھلائی اللہ کے علم پر راضی برضا ہونے میں ہے پس اگر تم راضی رہ سکو تو بہتر ہے ورنہ صبر کرو۔ اس ارشاد الہی وَاِذَا بَشَّرَ احَدَهُمْ بِالْاَنْثَىٰ اَطْلَوْا وُجُوْهُكُمْ مَسْوَدًا ۝ (جب ان میں سے کسی کو خبر دی جاتی ہے کہ تمہارے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے تو غم سے اس کا منہ سیاہ پڑ جاتا ہے) کی تشریح و تفسیر میں حضرت قتادہؓ نے فرمایا پیشروں کا طریقہ تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خبیث عمل کی اس آیت میں خبر دی ہے۔ پس مومن کے شایان شان ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اس کو مقسوم کر دیا ہے اس پر راضی ہے اللہ کا فیصلہ خود اپنے فیصلہ سے کہیں بہتر ہے۔ اے ابن آدم! جو کچھ خدا نے تیرے لئے مقرر فرما دیا ہے اور جس کو تو ناگوار محسوس کر رہا ہے وہ تیرے لئے اس سے بہتر ہے کہ خداوند تعالیٰ تیرے لئے تیری پسندیدہ چیز مقرر کرنا۔ خدا سے ڈر اور اس کی قضا پر راضی رہ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَعَسَىٰ اَنْ تَكْرَهُوا شَيْْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ اَنْ تُحِبُّوا شَيْْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

اور جس چیز کو تم ناگوار سمجھتے ہو ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور جس چیز کو تم پسند کرتے ہو شاید وہ تمہارے لئے بُری ہو اللہ واقف ہے تم ناواقف ہو۔ (تمہاری دینی و دنیوی مصلحت سے اللہ ہی واقف ہے)۔

پس اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے اُن کی مصلحتیں پوشیدہ رکھی ہیں اور ان کو اپنی بندگی کے لئے مکلف بنایا ہے جس سے مراد اوامر کا پورا کرنا اور منوعات (نواہی) سے رُکنا، مقدر کے آگے سر جھکانا اور قضائے الہی پر اپنے تمام منافع اور نقصانات میں راضی برضا رہنا، اللہ تعالیٰ نے انجام اور مصلحتوں کو اپنے اختیار میں رکھا ہے پس بندے کو چاہئے کہ ہمیشہ اپنے آقا و مولا کی اطاعت میں لگا رہے اور اس سے راضی ہے جو کچھ خدا نے اس کے لئے مقسوم کر دیا ہے۔ اس پر ہمت نہ دے، یہ بات اچھی طرح جان لو کہ آدمی اپنے مقسوم کے لئے جس قدر تقدیر کے مقابلہ میں کشمکش کرے گا، اور جتنا بھی اپنی خواہش کے درپے ہوگا اور جس قدر رضا اور قضا کو ترک کرے گا اسی قدر تکلیف میں رہے گا، جو شخص تقدیر کے حکم پر راضی رہتا ہے وہ آرام سے رہتا ہے۔ اور جو تقدیر خداوندی سے ناراض رہتا ہے اس کا رنج و الم بڑھ جاتا ہے حالانکہ دنیا میں وہی کچھ ملتا ہے جو مقسوم میں ہوتا ہے۔ جب تک نفسانی خواہش انسان پر حکم الٰہی اور اس کی پیشوا رہتی ہے اور بندہ حکم قضا پر راضی نہیں ہوتا وہ نتیجہ میں دکھ پر دکھ رہتا ہے اور اس کی تکلیف میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، راحت کا حصول تو نفس کی مخالفت میں ہے اس لئے کہ اس صورت میں لامحالہ راضی بقضا ہونا ہوتا ہے اور نفس کی موافقت کا نتیجہ تکلیف اور مشقت پس اس لئے کہ اس صورت میں بندہ کو حق سے کشمکش کرنا پڑتی ہے خدا کرے کہ خواہش نفس باقی نہ رہے اور وہ ہو تو ہمارا بھلا باقی نہ ہو!

صاحبانِ طریقت کے مابین اس تعین میں اختلاف ہے کہ رضا حال ہے یا مقام: اہل عراق نے اس کو رضا حال یا مقام

حال کہا ہے بندہ کے اختیار کو اس میں دخل ہے یہ بھی منجانبِ دل ہی پیدا ہونے والی ایک حالت ہے اور غیر مستقل ہے اس کے بعد دوسری حالت آجاتی ہے۔

صوفیائے خراسان فرماتے ہیں کہ رضا ایک مقام ہے اور توکل کی آخری حد ہے اس حد تک بندہ اپنی ریاضت سے پہنچ سکتا ہے دونوں قولوں میں مطابقت اس طرح ہو سکتی ہے کہ ابتدائی رضا بندہ کو ریاضت سے حاصل ہو سکتی ہے یہ رضا

(کسبِ عہد) کا ایک مقام ہے اور انتہائے رضا ایک حال ہے جو قابلِ کسب نہیں ہے پس صاحبِ مفاہدہ بندہ ہے جو تقدیرِ خداوندی پر اعتراض نہ کرے۔ ابو علی وفاق فرماتے ہیں رضایہ نہیں ہے کہ تکلیف کا احساس ہی بندہ نہ کرے بلکہ

رضایہ ہے کہ تو تقدیرِ خداوندی پر اعتراض نہ کرے۔ کچھ اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ تقدیرِ خداوندی پر رضا اختیار کرنا خدا رسی کا بہت بڑا درویش ہے۔ اور دنیا کی جنت ہے یعنی جس بندہ کو رضا سے نوازا گیا اس کو کامل فسخی حاصل ہو گئی

اور شربِ اعلیٰ سے سرفراز کیا گیا! صہبہ صہبہ

روایت ہے کہ ایک شاگرد نے اپنے استاد سے دریافت کیا کہ کیا بندہ یہ جان سکتا ہے کہ خدا اس سے راضی ہے؟ استاد نے جواب دیا: نہیں جان سکتا! غور کرو کہ کس طرح جان سکتا ہے جب کہ رضائے الہی پوشیدہ ہے۔ شاگرد نے

کہا کہ بندہ رضائے الہی جان لیتا ہے! استاد نے کہا کس طرح! شاگرد نے جواب دیا کہ جب میں اپنے قلب کو خدا سے راضی پاتا ہوں تو جان لیتا ہوں کہ وہ مجھ سے راضی ہے، استاد نے کہا کہ اے شاگرد تو نے خوب بات کہی! بندہ اسی

وقت خدا سے راضی ہوتا ہے جب کہ خدا اس سے راضی ہوتا ہے۔ صہبہ صہبہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا وہ خدا سے راضی ہوئے) یعنی خدا کی خوشنودی کے باعث وہ لوگ خوش ہوئے، بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعائیں: الہی مجھے ایسا کوئی عمل بتا دے جس کے کرنے سے تو راضی ہو، اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ تجھ میں اس کی طاقت

نہیں! حضرت موسیٰ علیہ السلام سجدے میں گر پڑے، اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے عمران کے بیٹے! میری رضا اس میں ہے کہ تو میری قضا پر راضی رہے! صہبہ صہبہ

کہا گیا ہے کہ جو کوئی مقامِ رضا پر پہنچنا چاہے اس کو چاہیے کہ اس عمل کو اختیار کرے جس میں خدا نے اپنی رضا رکھی ہے۔ رضا کی دو قسمیں ہیں ایک خدا پر راضی رہنا دوسرے خدا سے راضی رہنا، خدا پر راضی رہنے کا مطلب

یہ ہے کہ بندہ اس کو صاحبِ تدبیر مانے اور خدا سے راضی رہنے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ حاکم اور صاحبِ فیصلہ ہونے کے اعتبار سے جو فیصلہ کرتا ہے ان فیصلوں سے راضی رہے اور بعض نے کہا کہ رضایہ ہے کہ اگر دُورِ رخ اس کی خواہنی جانب ہو جائے تو اس کو بائیں جانب کرنے کا خیال دل میں نہ لائے۔ کہا گیا ہے کہ رضا قلب سے ناگواری

کو نکال دینے کا نام ہے دل میں صرف فرحت اور مسرت ہی باقی رہے۔ جنابِ رابعہ عروہ سے دریافت کیا گیا کہ بندہ تقدیر پر کب راضی ہوتا ہے، جواب دیا وہ مصیبت پر اس طرح خوش ہونے لگے جس طرح نعمت پر خوش ہوتا ہے۔ صہبہ صہبہ

روایت ہے کہ حضرت شبلیؒ نے حضرت جنید بغدادیؒ کے سامنے لاجول ولا قوتہ الا بحالہ پڑھا، حضرت جنیدؒ نے فرمایا: آیت پڑھنا پسنے کی تنگی کی وجہ سے ہے (یعنی مصیبت کو مصیبت سمجھے اور اس سے ناخوش ہونے کی وجہ سے) اور پسینے کی تنگی رضائے الہی کے ترک کی وجہ سے ہے۔ حضرت ابوسفیانؒ نے فرمایا رضایہ ہے کہ نہ تو خدا سے جنت کی آرزو کرے اور نہ دوزخ سے پناہ مانگے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ نے کہا کہ مین باتیں رضا کی علامتوں میں سے ہیں، قضا سے پہلے اختیار کو ترک کر دینا، اور قضا کے بعد تلخی کو ختم کر دینا اور مصیبت کے دوران محبت کا جوش پیدا ہونا۔ آپ ہی سے یہ بھی منقول ہے کہ رضا تقدیر کی تلخی پر دل کا خوش ہونا ہے اور ابو عثمانؒ سے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا مطلب یہاں کیا اسٹالک الرضا بعد القضا (الہی میں تجھ سے قضا کے بعد رضا کا طالب ہوں)۔ حضرت ابو عثمانؒ نے کہا رضا قضا سے پہلے کے معنی ہیں رضا کا عزم کرنا اور قضا کے بعد رضا معنی ہیں قضا پر رضی ہونا۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ حضرت حنین بن امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ فقر میرے نزدیک غنا ہے، بیماری مجھے صحت سے اور موت حیات سے زیادہ پسندیدہ ہے، آپ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ ابوذرؓ کا پر رحم فرمائے میں کہتا ہوں کہ جو اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی پر بھروسہ کرے وہ خدا کی پسندیدگی کے سوا کسی چیز کی تمنا نہیں کرے گا۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ نے بشر حافیؒ سے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں صفا زہد سے افضل ہے سبب اس کا یہ ہے کہ صاحب رضا اپنے مرتبہ سے بلند مرتبہ کی تمنا نہیں کرتا۔ حضرت فضیلؒ کا یہ فرمانا عیاضؒ کا ارشاد بجا ہے اس لئے کہ اس قول میں رضا بالحال ہے اور رضا بالحال میں تمام خوبیاں جمع ہیں،

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے کلام اور پیام سے سرفراز کرنے میں تم کو دوسرے لوگوں پر ترجیح دی پس جو کچھ میں نے تم کو دیا اس کو لے لو اور شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: مختلف لوگوں کو ہم نے جو رونق دینیوی بطور امتحان عطا کی ہے تم اس کی طرف نظر نہ اٹھاؤ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ادب کی تعلیم دی ہے اور آیت و رزق سر بہ خیر و ابقی میں حال پر قائم رہنے، راضی برضا رہنے اور قضا پر قانع رہنے کی تعلیم سے مطلب ہے کہ ہم نے جو آپ کو نبوت، قناعت، صبر، ولایت اور قدرت عطا کی ہے وہ ان چیزوں سے کہیں بہتر اور اولیٰ ہے جو دوسروں کو عطا کیا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ ساری خیر حال کی حفاظت اور اس پر راضی رہنے اور مرضی مولیٰ کے سوا ہر چیز کو ترک کر دینے میں ہے اس لئے کہ بندہ کے مطلوب کی ان تین صورتوں میں سے ایک صورت ضرور ہوگی یا تو وہ اس کا مقصود ہوگا یا

کسی دوسرے کا مقسوم ہوگا، یا پھر کسی کے لئے بھی نہ ہوگا بلکہ آزمائش کے لئے اس کی تخلیق کی گئی ہوگی، پس اگر اے بندہ وہ تیرا مقسوم ہے تو تجھ تک ضرور پہنچے گا خواہ تو چاہے یا نہ چاہے اس لئے یہ کس طرح مناسب ہے کہ ایسی چیز کی طلب میں تجھ سے بے قراری اور حرص کا اظہار ہو عقل و علم کا فیصلہ اس کو سجا اور اچھا قرار نہیں دیتا۔ اور اگر وہ کسی دوسرے کا مقسوم ہے تو پھر اس کی طلب میں کیوں محنت اور صعوبت برداشت کر رہا ہے وہ تجھے ملنے والی نہیں ہے، وہ تجھ تک نہیں پہنچے گی اور اگر وہ کسی کا بھی مقسوم نہیں بلکہ آزمائش ہے تو پھر اس کے لئے اپنے آپ کو آزمائش میں ڈالنا کونسی دانشمندی ہے عقلمند اس پر کس طرح خوش ہوگا، اس لئے دانشمند تو اس کی طلب ہی نہیں کرے گا۔

ایک جماعت نے کہا ہے کہ قضا پر راضی رہنا یہ ہے کہ اللہ کا حکم تجھ کو پسند ہو یا ناپسند ہو، تیری نظر میں دونوں برابر ہوں۔ بعض نے کہا ہے کہ قضا کی تلخی (ناگواری) پر صبر کرنا رضا ہے ایک اور قول ہے کہ خدا کے حضور میں اپنے اختیار کو ساقط کر دینا رضا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مذہب حقیقی کے سامنے اپنے اختیار کو ترک کر دینا رضا ہے، کسی نے یہ بھی تعریف کی ہے کہ رضا ترک اختیار کا نام ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل رضا وہ ہیں جنہوں نے اپنے دلوں کو اختیار سے خالی کر دیا ہے (اختیار کی جڑ ہی کاٹ دی ہے) وہ نہ اس چیز کو اختیار کرتے ہیں جس کو ان کا دل چاہتا ہے اور نہ ایسی چیز کو اختیار کرتے ہیں جس میں طلب پہلو ہو، وہ نزول حکم سے پہلے حکم کے منتظر نہیں رہتے بلکہ جب حکم آجاتا ہے جس کے لئے وہ منتظر تھے یہ شائق تو اس حکم پر راضی ہو جاتے ہیں۔ اس کو پسند کرتے ہیں اور اس پر خوش ہوتے ہیں انہی صاحب کا یہ قول بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بہت سے بندے ہیں کہ جہاں پر کوئی مصیبت کا وقت آجاتا ہے تو وہ اس کو اپنے لئے نعمت خداوندی سمجھتے ہیں شکر ادا کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اس خوشی سے وہ اندازہ کر لیتے ہیں کہ بلاشبہ نعمتوں میں مقبول رہ کر منعم کی طرف سے غافل ہونا مضرت رساں ہے اس لئے ان کے دل نعمت کی طرف سے ہٹ کر منعم کی طرف رہتے۔ رجوع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح مصیبتیں ان پر نازل ہوتی رہتی ہیں اور ان کے دل مصائب کی طرف سے بے حس ہو جاتے ہیں جب اس مقام پر پہنچیں کہ ان کو قرار حاصل ہو جاتا ہے تو ان کا رباں کا مرتبہ اس درجہ سے بھی اونچا کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی بخششیں اور نعمتیں لامحدود اور بے انتہا ہیں!!

رضا کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ماسوا اللہ سے بندہ کی امید منقطع ہو جائے اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا بندوں کے لئے رضا کا ادنیٰ درجہ اسے اس لگاتار کی مذمت فرمائی ہے، ایک روایت میں آیا ہے کہ یحییٰ بن کثیر نے کہا کہ میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ وہ ملعون ہے جس کا اعتماد اپنی ہی جیسی مخلوق پر ہو۔

حدیث قدسی میں آیا ہے کہ "اپنی عزت و جلال اور سخاوت و بزرگی کی قسم میں ہر اہل امید و ارکی امید کو اس کے ذلیل کروں گا اور اپنے قریب سے دور کر دوں گا۔ اور اس سے اپنا رشتہ منقطع کر دوں گا، کیا وہ مصیبتوں میں غیر سے امید باندھے بیٹھا ہے حالانکہ مصائب میرے ہاتھ میں ہیں تو بندہ میرے غیر سے اس لگاتا ہے اور غور فکر کے بعد دوسروں کے دروازے کھٹکھٹاتا ہے حالانکہ وہ دروازے بند ہیں اور ان کی کھجیاں میرے قبضہ میں ہیں جو بندہ مخلوق کو چھوڑ کر مجھے کھرتا ہے۔"

ہے کہ اس کے ہاں ارادے کو میں اس کے دل اور اس کی نیت سے معلوم کر لیتا ہوں اور تمام آسمان اور زمین اور ساری کائنات بھی اگر میرے ایسے بندے پر اپنا داؤں چلا دے ہیں تو میں اس کو اس داؤں سے بچنے کا راستہ دے دیتا ہوں اور اس کو پناہ دیتا ہوں اور جو شخص مجھے چھوڑ کر مخلوق کا دامن تھامتا ہے تو میں آسمان سے اس کی رسیاں کاٹ دیتا ہوں اور اس کے نیچے سے زمین کو کھینچ دیتا ہوں اور پھر دنیا میں اس کو دکھی بنا دیتا ہوں اور وہ تباہ ہو جاتا ہے۔

ایک صحابی نے فرمایا کہ میں نے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد جو شخص لوگوں کے ذریعہ عزت چاہتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے۔ ایک قول ہے کہ جو اپنے جیسی مخلوق پر بھروسہ اور تکیہ کرتا ہے ذلیل ہوتا ہے ایسی چیز کی خواہش کرنا جو ادھر ادھر جھانکنے اور ارادوں کے پریشاں ہونے اور ذلت و خواری سے حاصل ہوتی ہے اس کی پاداش یہی کافی ہے کہ ایسے آدمی کے اندر وہ تمام خرابیاں جمع ہو جاتی ہیں جو دنیا میں خواری اور خد سے دوری کا باعث ہوتی ہیں ایسے آدمی کے رزق میں ذرہ برابر بھی اضافہ نہیں ہوتا۔

ایک شخص نے کہا کہ میں مریدوں اور طالبان حق کے لئے ضرر رساں دلوں کو ویران کرنے والی مقصد سے دور رکھنے والی ارادوں کو منتشر رکھنے والی طمع سے زیادہ کسی چیز کو نہیں جانتا اس کا سبب ہے کہ مرید خواہ کسی درجہ پر ہو طمع اس کے لئے شرک ہے جس شخص نے اپنی ہی جیسی ہستی سے طمع وابستہ کی جو نقصان پہنچانے پر قادر ہے اور نہ فائدہ پہنچانے پر نہ روکنے پر تو اس نے بادشاہ کی حکومت کو یا غلام کے سپرد کر دی اس لئے وہ مشرک ہو گیا۔ ایسی صورت میں تقویٰ کا ثبوت اس وقت مل سکتا ہے جب چیزوں کو اس کے صل مالک کی طرف منسوب کیا جائے اسی سے مانگے دوسرے سے طلب نہ کرے، بعض کا قول ہے کہ طمع درخت کی جڑ کی طرح ہے اور اس کی شاخیں

گیا کاری، شہرت پسندی، تصنع اور جاہ پسندی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا تھا کہ طمع سفاک، قاتل، حواریوں سے حضرت عیسیٰ کا ارشاد اور خیل بنانے والی ہے، ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ میں نے ایک بار کسی دنیاوی چیز کی طمع کی تو ہاتھ نے پکار کر کہا کہ اے شخص بندوں کی طرف دل کو مائل کرنا آزاد مرید کو زیب نہیں دیتا بلکہ وہ اپنی ہر مراد اللہ سے پاسکتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے بندوں سے ان چیزوں کی طمع پوشیدہ طور پر رکھتے ہیں جو ان کے قبضہ میں ہوتی ہیں لیکن ان کو برکت وہاں سے ملتی ہے جہاں سے ان کو طمع نہیں ہوتی، یعنی منعم حقیقی کے یہاں سے، اور وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ طمع احوال کی خامی کا سبب ہے یہ متوکل عارفوں کا سبب

ادنیٰ درجہ ہے۔

کسی مرید کے دل میں طمع اسی وقت پیدا ہوتی ہے اور دل میں جاگزیں ہوتی ہے جب اس کو اللہ تعالیٰ سے انتہائی دوری ہو جاتی ہے، کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ اس کا ٹکڑی اس کو دیکھ رہا ہے پھر بھی وہ اپنی جیسی مخلوق سے طمع کرتا ہے اور خلاف الہی اس کو (طمع سے) نہیں روکتا۔

صدق

صدق کی اصل

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: →

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ٥٠

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بندہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کا قصد کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ مار کاہ البی میں اس کو صدق کہہ لیا جاتا ہے اور

بندہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ بولنے کا ارادہ کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے یہاں اس کو کذاب لکھ لیا جاتا ہے

بیان کرے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ اے داؤد جو مجھے اپنے باطن (دل) میں سچا جانے کا مہسرا کہ مخفی ہے کہ ان سے کہو اب گناہ سمجھنا اس لئے کہ حق پرستوں کو یہ پتہ چلے گا کہ وہ کون

سچائی ہی سے ہوتی ہے، صدق نبوت سے دوسرے درجہ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَا تَقْفُ مَا لِقَاءِ رَبِّكَ﴾

فَاُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اُنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ سَلَفِہٖ جولوگ راست باز آئیے ہیں وہ پیغمبروں، صدیقیوں

صَادِق لَفْظِ صَادِق سے اس کے فاعل سے صدق اور اس کے مفعول کا صدف۔ یعنی یہ سچا ہے۔

جس سے بادِ سچائی ظاہر ہوتی ہو یہاں تک کہ سچائی اس کی عادت اور ملکہ بن جائے، صدق اس پر محیط ہوگا ہوگا

صدق نام ہے ظاہر و باطن کی یکسانیت کا، صادق وہ ہے جو قول میں سچا ہو اور صدیق وہ ہے جو اقوال اعمال اور کل

وایناے رہے کیونکہ اللہ سبحانہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضرت جنیدؒ کا ارشاد ہے کہ صادق ایک دن میں چالیس بار بدلتا ہے اور ہر بار سچ بولتا

ہے) اور ریپکار چالیس برس تک ایک حالتِ اریکاری میں رہتا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ سچائی

دل یہ ہے کہ ناجائزات کی ادائیگی سے منہ کو روک لیں اصدق ہے کسی نے کہا کہ اللہ کے لئے تکمیل عمارت صدقہ و برکت ہے۔

بہ اللہ نے کہا جو شخص اپنے نفس یا کسی دوسرے شخص کے بارے میں یا وہ کوئی کرتا ہے وہ صدق کی بو بھی نہیں سونگہ سکتا!

حضرت ابوسعید قرشی نے کہا کہ صادق موت کے لئے تیار رہتا ہے اور اندرونی حالتوں

فَتَمَتُّوْا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۝

ایک قول ہے کہ بالارادہ توجہ کی صحت صدق ہے۔ فرمایا اہل صدق یہ ہے کہ جہاں جھوٹ بولنے سے چھٹکارا ہو سکے

ہاں بھی سچ بولے صادق میں نین حصلیتیں ہوتی ہیں جن میں سے دو خطا نہیں کرتیں: اول یہ کہ صادق کی عبادت میں خلوات

بہوتی ہے دوم یہ کہ مخلوق اس سے خوف کھاتی ہے سوم یہ کہ اس کی گفتگو میں تمکنت ہوتی ہے۔
 حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں، راستی اور سچائی خدا کی پلوار ہے جس سے وار کیا جاتا
 ہے اور وہ رستی کو دو ٹکڑوں میں کاٹ دیتی ہے۔ لوگوں نے فتخ موصلی سے صدق
 کی صراحت! کے بارے میں دریافت کیا آپ نے پلوار کی کبھی میں جس میں آگ دک رہی تھی
 ہاتھ ڈال کر آگ کی طرح دہکتا ہوا پلوار ہاتھ میں اٹھا لیا اور اتنی دیر تک ہاتھ میں لئے رہے کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا۔
 اس وقت آپ نے فرمایا یہ صدق ہے۔
 حارث محاسبی سے صدق کی نشانی دریافت کی گئی تو انھوں نے فرمایا، صادق وہ ہے کہ
 اگر لوگوں کے دلوں سے اس کی قدر و منزلت بالکل جاتی رہے تو اصلاح قلب کے باعث وہ
 اس کی بالکل پرواہ نہ کرے اور چوٹی برابر اپنے حسن عمل کی خبر لوگوں کو ہو جانا پسند نہ کرے اور اگر اس کے اعمال بد کی خبر
 لوگوں کو ہو جائے تو اس کو گراں نہ گزرے، اگر وہ ناگواری محسوس کرے گا تو یہ اس امر کا ثبوت ہوگا کہ وہ لوگوں کی
 نظر میں اپنے اعمال سے زیادہ کچھ بننا چاہتا ہے یہ صدیقین کا خلق نہیں ہے۔ ایک شخص نے کہا جو شخص دوامی فرض
 ادا نہیں کرتا اس کا وقتی فرض بھی قبول نہیں کیا جاتا۔ ان صاحب سے دریافت کیا گیا کہ دوامی فرض کیا ہے؟
 انھوں نے جواب دیا صدق!! فرمایا کہ جب تو اللہ تعالیٰ سے صدق کے ساتھ طلب کرے گا تو اللہ تجھ کو
 ایک آئینہ عنایت کرے گا جس کے اندر دنیا و آخرت کے تمام عجائبات تجھ پر ظاہر ہو جائیں گے۔

تمت بالحق
 Reading of this Book
 Completed on

10th MOHARRAM AL HARAM
 1437 Hijri
 24/10/2015 ALMA ZOHAR SALA.

یکم شوال المعظم ۱۴۳۹ھ
 مطابق ۲۱ نومبر ۱۹۶۷ء از قلم
 پیمچیدان و پیچیدہ شمس صدیقی بریلوی "الغنیۃ لطاف
 طریق الحق بمطبعة مطبع مصطفى البابی البعلبسی و اولاده بمصر
 طبع ۱۹۵۶ء سے یہ ترجمہ تمام ہوا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

By
 SYED MOHIBB-UL
 ALI
 (A.S.F.)

ہماری چند دیگر اہم کتابیں

صحیح بخاری شریف مترجم۔ مصنفہ ابو عبد اللہ۔ مترجمہ مولانا عبد الحکیم خاں۔ ہدیہ کامل
 مسلم شریف مترجم (کامل عکسی) علامہ مولانا وحید الزماں ہدیہ کامل ۲۰۰/۰
 ترمذی شریف مترجم عکسی (تالیف مولانا بدیع الزماں، برادر علامہ وحید الزماں) ہدیہ کامل
 ابوداؤد شریف مکمل مترجم عکسی۔ علامہ وحید الزماں، کامل ہر سہ جلد، ہدیہ
 موطا امام مالک ترجمہ وحید الزماں ہدیہ
 فیوض یزدانی، ترجمہ الفتح الربانی۔ مترجمہ الحاج مولوی عاشق الہی صاحب میرٹھی ہدیہ
 سیرت النبی، کامل عکسی، مرتبہ ابن ہشام، ترجمہ مولانا عبد الجلیل، غلام رسول مہر (اول، دوم)
 سیرت سید الانبیاء ترجمہ الوفاء۔ امام عبد الرحمن ابن جوزی، مترجمہ محمد اشرف سیالوی
 رحمۃ اللعالمین کامل عکسی۔ لا تاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری
 غنیۃ الطالبین عکسی۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی ر
 رسول رحمت عکسی۔ مولانا ابوالکلام آزاد، مرتبہ غلام رسول مہر
 فہرہنگ عامرہ (عربی، فارسی، ترکی لغات کا مخزن) محمد عبد اللہ خویشی
 حصن حصین از مولانا محمد ادریس صاحب
 زبور مجسم (علامہ اقبال) مع شرح۔ پرو فیسر یوسف سلیم چشتی
 مثنوی پس چہ باید کرد (علامہ اقبال) مع شرح
 پیام مشرق
 اسرار خودی

مرنے کے بعد کیا ہوگا مولانا عاشق الہی
 رموزِ بنخودی علامہ اقبال مع شرح پروفیسر یوسف سلیم خشتی
 بانگِ درا " " " "
 بالِ جبریں " " " "
 شرحِ ضربِ کلیم " " " "
 ارمغانِ حجاز " " " "
 شرحِ دیوانِ غالب " " " "
 کلیاتِ اقبال (عکسی) علامہ اقبال

اقبال اور سید سلیمان ندوی (عکسی) ڈاکٹر طاہر تونسوی
 شبلی، بحیثیتِ مؤرخ وقارِ عظیم اختر
 اقبال مجددِ عصر ڈاکٹر سہیل بخاری
 اقبال اور مشائیر ڈاکٹر طاہر تونسوی

اقبال اور جمالیات ڈاکٹر نصیر احمد ناصر
 اقبال نئی تشکیل ڈاکٹر عزیز احمد
 معرکہ کربلا صادق حسین سردھنوی
 آفتابِ عالم " " "

اقبال احوال و افکار عکسی ڈاکٹر عبادت بریلوی
 قرآن مجید مترجم علامہ مترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی ہدیہ مجلد ریگزیں
 " " " " " " " "
 قرآن مجید معرثی علامہ ہدیہ مجلد ریگزیں

ہمارے ادارہ کی دیگر اہم کتابیں

بخاری شریف	مترجم مولانا عبدالحکیم خاں کامل تین جلد جلد قیمت
مسلم شریف	مترجم علامہ وحید الزماں کامل تین جلد جلد قیمت
ترمذی شریف	" " " " دو جلد " " " "
ابوداؤد شریف	" " " " تین جلد " " " "
سنن نسائی شریف	" " " " تین جلد " " " "
" ابن ماجہ شریف	" " " " " " " " " "
موطاء امام مالک	" " " " " " " " " "
سیرت النبی ابن ہشام	مترجم مولانا عبد الجلیل و غلام رسول مہر کامل دو جلد
سیرت سید الانبیاء مترجم	الوفاء امام عبد الرحمن ابن جوزی جلد قیمت
رسول رحمت	مولانا ابوالکلام آزاد مرتبہ غلام رسول مہر جلد
رحمۃ اللعالمین	قاضی سلیمان سلمان منصور پوری
غنیۃ الطالبین	حضرت شیخ عبد القادر جیلانی
فیوض یزدانی	ترجمہ الفتح الربانی مترجم مولانا عاشق الہی میرٹھی جلد
تفسیر ابن کثیر عربی	اردو کامل ۵ جلد مولانا عبد الرشید نعمانی
کلیات اقبال عکسی	علامہ اقبال
آفتاب عالم	صادق حسین سردھنوی
معرکہ کربلا	" " " "
مرنے کے بعد کیا ہوگا؟	مولانا عاشق الہی بلند شہری
حصن حصین	" " " "
زبور عجم مع شرح	(علامہ اقبال) شرح پروفیسر یوسف سلیم چشتی
مثنوی پس چہ باید کرد	" " " " " " " "
پیام مشرق	" " " " " " " "
اسرار خودی	" " " " " " " "
بخاری شریف مترجم مع شرح حاشی	علامہ وحید الزماں کامل نو جلد زیر طبع ہے